سلسلہ قصص اسلام نمبر ۲

# اقصائے مغرب

یعنے

## تاریخ افریقہ

جسمیں

الجزائر کے آخری تین سو برس کے تاریخانہ واقعات بربری تاجروں کی اصلیت
خاندان باربروسہ (کپتان عروج اور خیر الدین) کے تفصیلی کارنامے ترکوں کا بحری اقتدار
اور بحیرۂ روم کی صد سالہ حکومت عربی ترکی انگریزی تاریخوں کا لب لباب اور اسپین سے
جلاوطن مسلمانوں کے حالات بامفصل درج ہیں

مؤلفہ مولوی حامد علی صاحب صدیقی سہارنپوری مہتمم تاریخ اسپین وغیرہ

در اخبار پریس دہلی میں بحسن اہتمام منشی امیر احمد
صاحب منیجر طبع ہوکر شائع ہوئی

سنہ ۱۸۹۸

بار اول دو ہزار ایک سو جلد قیمت فی جلد عہ علاوہ محصول ڈاک

اکرام الدین

# تہدیہ

بنام نامی

شمس العلما مولوی سیّد علی صاحب

بلگرامی معتمد امور عامہ و معدنیات

حضور فیض گنجور نظام دکن خلّد اللہ ملکہ

بصد عجز مسکینہ

خادمِ قوم حامد علی صدیقی سہارنپوری

کتبہٗ فقیر محمد الدین غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# دیباچہ

دیباچہ میں مجھے جو کچھ لکھنا تھا وہ مقدمہ میں مفصل درج ہے

خلاصۂ داستان یہ ہے کہ اقصائے مغرب (ملک بربر) کو عربوں نے سب سے اول سنہ ۶۹۲ء میں بسرکردگی جرنیل عقبہ فتح کیا اور اُنیسویں صدی کے آغاز تک اُسپر حکومت کی۔ اس کم و بیش بارہ سو برس کے زمانہ کو میں نے دو حصّوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ دَورِ ترقی اور دَورِ تنزل۔ پہلا حصّہ ساتویں صدی کے اخیر سے شروع ہو کر پندرھویں کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ اسمیں ابتداءً اموی اور عباسی خلفاء کے بھیجے ہوئے گورنروں نے حکومت کی۔ پھر بنو ادریس۔ بنو اغلب یا اجلب۔ بنو فاطمہ۔ بنو زیری۔ بنو حماد۔ مرابطین۔ موحدین اور اخیر پر بنو حفص۔ بنو زیان۔ بنو میرین حکمراں رہے۔ اس آٹھ سو برس کے زمانہ کو میں نے فی الجملہ عروج کا زمانہ قرار دیا ہے۔ دوسرا حصّہ سولھویں صدی کے عشرۂ اول سے شروع ہو کر اُنیسویں کے ربع اول پر ختم ہوتا ہے اسمیں اول بار بروسہ نامی ایک اولوالعزم خاندان ملک پر قابض رہا پھر نومسلم یورپین متسلط رہے۔ پھر قسطنطنیہ سے گورنر منتخب ہو کر آنے لگے۔ اخیر پر بحری غارتگروں اور کھلے لٹیروں کا دَور دَورہ رہا۔ اس ۳۲۵ برس کے زمانہ کو دَورِ تنزل سمجھو۔ اُنیسویں صدی کے ربع دوم میں دُول یورپ کا غاصبانہ ہاتھ اقصائے مغرب کی عنانِ حکومت کیلئے نمایاں طور پر بڑھنا شروع ہو گیا یہانتک کہ ۱۸۳۰ء میں الجزائر کی اور ۱۸۸۱ء میں ٹیونس کی گورنمنٹ۔ فرانسیسی گورنمنٹ میں مدغم ہو کر بے نام و نشاں ہو گئی۔ بربر کی قدیم خودسر ریاستوں میں صرف ایک مراکو تبرکاً دم ٹمٹما باقی ہے سو اب یہ

بھی چراغ سحری ہے۔ اسکے بوسیدہ ایوانِ حکومت میں بھی فرانس نے پولیٹیکل سرنگیں لگا دی ہیں۔ بنیادیں ہل گئی ہیں اور سفینۂ سلطنت مرکزِ ثقل سے ہٹ چکا ہے۔

اقصاے مغرب کی تاریخ ہونے کی حیثیت سے یہ دوسرا حصّہ ہے۔ کیونکہ اسمیں صرف تنزل کی تقدیر دکھلائی ہے اور گو سولھویں صدی کے واقعات میں اکثر عروج کی جھلک بھی دکھلائی دیجاتی ہے لیکن اسکو ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کا سا سلبھالا سمجھو۔ اصلی عروج و ترقی کے تفصیلی کوائف دیکھنا ہوں تو حصّۂ اول کا انتظار کرنا چاہیئے۔ مناسب تو یہ تھا کہ عروج کے بعد زوال دکھلاتے لیکن چند وجوہ سے یہ ممکن نہوا۔ ان میں سب سے بڑی وجہ تو یہی ہوئی کہ دَورِ ترقی کے متعلق عربی اور انگریزی تاریخیں دستیاب نہوئیں اور اگر ہوئیں تو مستعار اور براے چندے۔ حالانکہ اسلام کی سرگذشت اِسدرجہ دلچسپ۔ ولولہ انگیز اور شاخ در شاخ ہے کہ معمولی کہانیوں کی طرح جھٹ پٹ کہہ ڈالنے سے ختم نہیں ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سُننے والے اور کہنے والے دونوں کو محوِ بیخود بنا دیتی ہے۔ پھر بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ چند کتابوں پر سرسری نظر ڈالکر اور اُنسے بے ترتیب واقعات لیکر انسان اپنی مرحوم عظمت کا مرثیہ آپ ہی اناپ شناپ گھڑلے اور آپ ہی سُناوے۔ یہ تو کچھ مؤرخین یورپ ہی کا حصّہ ہے کہ غیر قوم کی تاریخوں کو اسطرح دیکھ جاتے ہیں جسطرح ایک آہوے صیّاد دیدہ کسی پھلے پھولے اور سرسبز میدان کو سطے کرجاتا ہے اور پھر اخیر پر ایک مَن گھڑت کہانی سُنا دیتے ہیں۔

اس بے ترتیبی کی دوسری وجہ یہ ہوئی کہ سولھویں صدی کے عشرۂ اول میں ایک

طرف تو اندلس میں مسلمانوں کی حکومت کا دفتر ختم ہوا اور دوسری طرف اقصائے مغرب
میں ایک نیا دَور حکومت شروع ہوا یعنی اُندلس سے جلا وطن ہو کر لاکھوں مسلمان سواحل
بربر پر آباد ہو گئے اور اسپین کے جہازوں اور شہروں پر انتقاماً غارتگرانہ حملے کرنے لگے۔
خیر پر خاندان باربروسہ بھی انہی کے اُکسانے سے ملک میں سر بلند ہوا چنانچہ اس کتاب کے
ابتدائی حصّے میں جلا وطن اُندلسیوں کے اکثر حالات مابعد خود بخود سلسلۂ بیان میں آگئے ہیں جس سے
اقصائے مغرب بیشتر اُندلس کا تتمہ بنگیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہوئی کہ سولھویں صدی سے اُنیسویں تک یورپ۔ افریقہ اور امریکہ
تینوں برّاعظموں میں بحری غارتگری اور بردہ فروشی کی بڑی کثرت رہی۔ اخیر میں بربر کے مسلم
یوربین فرمانرواؤں کے دستِ تظلّم سے بحیرۂ روم نہایت بدنام ہو گیا۔ اگرچہ غصب حقوق جسکا
ایک شعبہ لُوٹ مار بھی ہے۔ انسان کی بہت پُرانی خصلت ہی اور برّ و بحر میں تقریباً یکساں طور
پر پائی جاتی ہے لیکن باایں ہمہ اس زمانہ کے یورپین مؤرخوں نے بحری غارتگری اور بردہ فروشی کو
بربر کی خاصیتوں میں داخل کر دیا ہے۔ ہمارے دوستوں کا خیال ہے کہ اگر بربر میں لُٹیرے نہوتے یا
ترک قسطنطنیہ پر قابض ہو کر بربری ریاستوں سے رشتہ موّدت قایم نہ کرتے تو یہ لفظ ہی بےمعنی ہوتا۔
اس سے ہمکو ضرورت ہوئی کہ اول اقصائے مغرب کے آخری تین سو برس کی تاریخ پر ایک محققانہ نظر ڈالیں
اور وقعات قلمبند کرنے کے ساتھ اس بات کا لحاظ بھی کریں کہ قرنِ وسطی کے غارتگروں کی اصلیت اور
غارتگری کے ابتدائی اسباب کیا تھے غیر قوم کے افراد اور غیر مذہب کے پیرؤں کو کون اور کیوں پکڑ کر غلام بنا لیتے تھے
اسی سلسلہ میں ترکوں اور بربریوں کے بحری اقتدار اور دول یورپ کے حاسدانہ حملوں کے

کوائف بھی آ گئے ہیں۔ اسیطرح خاندان باربروسہ کے ایک جلیل القدر رکن کپتان پاشا خیرالدین کے کارنامے بھی درج ہو گئے ہیں۔ یہ شخص بلا مبالغہ قرن وسطےٰ کا نپولین تھا۔

تاریخانہ شہادتیں لینے میں مینے جہانتک ہوسکا تنگ چشمی نہیں کی اور جسطرح عربی اور ترکی مصنفوں سے مدد لی اسیطرح اپنے عنایت فرما یوروپین مؤرخوں کا بھی احسان اُٹھایا چنانچہ اخیر پر ان کتابوں کی ایک مفصل فہرست لکھدی ہے۔

اقصاے مغرب کی ترتیب میں مینے اس بات کی کوشش بھی کی ہے کہ اہلِ یورپ کے جدید طرز تاریخ نویسی کو اردو میں منتقل کروں اور اگرچہ مجھے اعتراف ہے کہ اسمیں پوری کامیابی نہیں ہوئی لیکن ساتھ ہی اسکے اس بات کا دعوی بھی ہے کہ اگر ذکی الطبع ناظرین اس کتاب کو غائر نظر سے مطالعہ کرینگے تو اخیر پر جو اثر انکے دل پر پیدا ہوگا وہ کسیطرح اہل بربر کے خلاف نہوگا۔ یہی وہ جادو ہے جسکو اہل یورپ "اُنیسویں صدی کا فن تاریخ نویسی" کہتے ہیں۔

اخیر پر میں مسٹر اسٹانلی لین پول کا غائبانہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انکی کتاب باربری کورسیر (غارتگران بربر) سے مجھے بہت ہی مدد ملی ہے۔

ذیل کی کتابوں سے اس کتاب کی ترتیب میں مدد لی گئی ہے

| نمبر شمار | نام کتاب | زبان | مصنف کا نام | نمبر شمار | نام کتاب | زبان | نام مصنف |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | باربری کورسیر | انگریزی | لین پول | ۵ | مولاے حسن کی وفات سے سلطنت مراکو میں انقلاب | انگریزی | بریتھویٹ |
| ۲ | الجزائر کی مکمل تاریخ | " | مارگن | | | | |
| ۳ | سکیچ اوکرسنڈم سیمی ویناپر عذاب الیم | " | سرآرایل پلے فئر | ۶ | سفرنامہ ابن بطوطہ | عربی | |
| | | | | ۷ | الاوریسی | " | |
| ۴ | تاریخ ٹیونس | " | براڈلے | ۸ | ابن خلدون | " | |

نمبر ۳ کی کتاب میں ان کتابوں کا حوالہ بھی دیا گیا ہے اور مجھے بھی ان کتابوں کا پتہ اسی کتاب سے معلوم ہوا۔

# اقصائے مغرب

یعنی

## تاریخ افریقہ

### مقدمہ

براعظم افریقہ کا طبعی حالت

اگر تم امریکہ اور افریقہ کے نقشوں پر سرسری نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ دونوں کی ہیئت کذائی میں کچھ اسطرح کی مشابہت ہے کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے جغرافیہ سے ناآشنا آنکھ یک بیک اندازہ نہیں کرسکتی کہ ان میں سے کس براعظم کو کلمبس[1] کی سرپرستی پر ناز ہے اور کس کو جنرل عقبہ[2] کی تولیت پر فخر ہے۔ گویا صناع ازل نے دو برابر کی سرزمینوں کو ایک ہی سانچے میں ڈھالکر ایک کو کراس[3] (صلیب) کیلئے وقف کردیا تھا اور

---

[1] نئی دنیا یا امریکہ کا دریافت کرنے والا کلمبس خیال کیا جاتا ہے۔ اسنے بسرپرستی ملکہ ازابلا اور شاہ فرڈی نینڈ فرمانروایان اسپین سنہ ۱۴۹۲ء میں یہ سرزمین دریافت کی تھی۔

[2] افریقہ کو اول ہی اول جنرل عقبہ نے بہ عہد اموی خلفائے دمشق بہ سرداری دس ہزار عرب سنہ ۶۹۲ء میں فتح کیا۔

[3] مسیحی سلطنتوں کا مذہبی نشان۔ شاید حضرت مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے کی یادگار میں ہے۔

دوسرے کو کریسنٹ ؁ (ہلال) کے لئے۔ اگر دونوں امانتیں ایک ساتھ سپرد کیجاتیں یعنی جسوقت مسلمان افریقہ پر متسلط ہوئے تھے اُسکے ساتھ ہی مسیحی سرزمین امریکہ پر قابض ہوسکتے تو کچھ شک نہیں کہ جو ذہنی فرق آج ہم ان دونوں برّاعظموں میں دیکھ رہے ہیں ہرگز نہ دیکھتے کیونکہ جسمانی اور ذہنی دونوں قوتیں قدرت کا انعام ہیں اور ہر قوم اور ہر ملک کو یکساں طور سے عطا کیجاتی ہیں۔ پس کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ یکساں قوتیں ہر طرف یکساں نتائج پیدا کرتیں مگر سرکش اور خودبین انسان کے دل پر اپنے جلال وجبروت کا سکہ جمانے کے لئے مشیت ایزدی یہ ہوئی اور مصلحت بھی یہی تھی کہ قوموں کی عظمت میں تقدیم وتاخیر ملحوظ رہے اور نتیجتاً مسلمانوں کا ادبار مسیحیوں کا اقبال ہوتا کہ زمانہ کی ترقی اخیر تک جاری رہے اور یہ قدرت کا بارِ امانت یعنی قدرت کے مخفی دفینوں کی تحقیق جو ابتدائے آفرینش سے قوموں کے دوش بدوش ترقی کرتا چلا آتا ہے آئندہ بھی یونہی چلا جائے یہانتک کہ فطرت کے تمام راز سربستہ فاش ہوجائیں اور ساتھ ہی یہ

قوموں کی ترقی وتنزل

---

؁ علاءالدین سلجوقی کے جھنڈے پر ہلال کی شکل بنی ہوئی تھی۔ اور چونکہ آرطغرل عثمان اعظم کا باپ علاءالدین کا نائب تھا اِس لئے اُسنے بھی یہ نشان اختیار کرلیا تھا جو صدیوں تک مغربی قوموں کے لئے تصویر مرگ بنا رہا۔ یہ مسلمان حملہ آورین کی علامت تھی اور فاتحان عثمانیہ کا پسندیدہ لوا۔ دیکھو تاریخ ایڈورڈ کریسی صفحہ ۳۔ اب ہلال ایک تاریخی اصطلاح ہے جس سے ہمیشہ دولت عثمانیہ اور کبھی کبھی عام اسلامی قوت مراد ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ نشان معجزۂ شق القمر کی یادگار ہو۔

تمام کارخانہ عالم درہم و برہم ہو جائے۔

چنانچہ جس وقت کلمبس ایک نئے دُرِ شاہوار (امریکہ) کی تلاش میں بحر ظلمات[1] کو کھنگال رہا تھا اُس وقت مسلمان اُندلس کے میدانوں میں بارِ عظمت سے سبکدوش ہو رہے تھے اگرچہ اسپین کے تنگ چشم زاہدانِ[2] خشک نے مسلمانوں کے علوم کی کچھ بھی قدر نہ کی مگر یورپ کی اُولوالعزم قومیں مثلاً فرانسیس[3] بڑے ذوق شوق سے اِس خدائی امانت کو لے آئیں۔ باایںہمہ اِس زمانہ کے مورخ اکثر عرب کی شاگردی سے انکار کر دیتے ہیں۔ شاید اِس لئے کہ اقرار میں اُنکو مسلمانوں کا احسان تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ مسلمان بڑے فخر سے یونانیوں کی شاگردی اور ہندیوں کی امداد کے معترف ہیں اور یونانی مصریوں کی خوشہ چینی کے مقر۔ یہ کوئی بلند حوصلگی نہیں کہ قوموں کی علمی احسان فرمائی اور شکر گذاری

مورخین یورپ کیرکٹر

---

[1] بحر ظلمات یا بحر اوقیانوس (اٹلانٹک سی) اُس وسیع قطعۂ آب کو کہتے ہیں جو نئی اور پُرانی دنیا کے درمیان واقع ہے۔

[2] دیکھو تاریخ اُندلس باب ۱۳ و ۱۴ جس سے معلوم ہو گا کہ گورنمنٹ اسپین نے کسقدر ظلم سے مسلمانوں کے تمام علمی ذخیرے جلا کر خاک کر دیے۔

[3] فرانس کی تاریخ علم ادب (لٹریری ہسٹری) میں صاف لکھا ہے کہ پیرس میں عرصۂ دراز تک عربی کالج جاری رہا۔ اور لایق نوجوانوں نے عربی سے ترجمے کئے۔ چنانچہ بعض فرانسیسی مورخ تسلیم کرتے ہیں کہ قرطبہ اور اشبیلیہ کے کتبخانے اِس زمانہ کے کتبخانہ پیرس کا جزو کثیر ہیں اسیطرح وائکلف انگلستان میں فرقۂ پروٹسٹنٹ کا بانی۔ ابن رشد قرشی اُندلسی کی تصانیف سے فائدہ اُٹھانے کا اعتراف کرتا ہے۔ اسپرٹ آف اسلام (روح الاسلام) مصنفۂ آنریبل مولوی سید امیر علی صاحب بالقابہ۔

[4] دیکھو المامون مرتبہ پروفیسر محمد شبلی نعمانی۔

کی بحث پر اسقدر سخن پروری کریں کہ امر صریح سے بھی قطعی انکار کردیں حالانکہ دنیا کی تاریخ صاف بتلا رہی ہے کہ یہ صرف زمانہ ہے جو اپنی ترقی کے لئے ہر قرن میں کسی ایک قوم کو بطور مرکب منتخب کرلیتا ہے۔ اقوام دنیا قرنوں سے شہسوار زمانہ کی ران تلے اسیطرح چلی آتی ہیں اور آیندہ چلی جائینگی۔

الغرض پندرھویں صدی کے ساتھ یورپ میں مسلمانوں کی عظمت کا پہلا دفتر ختم ہوگیا۔ اُدھر یورپ نے اپنی قومی کتاب کا دیباچہ شروع کیا۔ اور اسوقت جبکہ انیسویں صدی قریب الختم ہے اگر کوئی دانشمند یورپ اور امریکہ کے موجودہ مدارج ترقی کا مقابلہ کرسکے تو بجز اسکے اور کچھ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ زمانہ کا گوشۂ چشم اب یورپ سے امریکہ کی طرف پھرتا جاتا ہی۔ عنقریب۔ شاید اس سے بھی پیشتر کہ بیسویں صدی چند قدم بڑھے مرکب زمانہ بننے کا قرعہ اہل امریکہ[۱] کے نام پر نکلیگا۔ کیا اُس وقت امریکہ کو یورپ کی شاگردی سے انکار کرنا زیبا ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اسیطرح یورپ کو عرب کی خوشہ چینی سے انکا

---

[۱] اس کا ثبوت خود اہل امریکہ کی پالیسی ہے۔ تم نے کبھی نہ سُنا ہوگا کہ امریکن بیڑا چھوٹے سے چھوٹے جزیرہ پر محض مُلک گیری اور مُلکداری کی ہوس کی بنا پر حملہ آور ہوا ہو۔ قوموں کو آزادی جیسے قدرتی حقوق سے محروم کرنا کُشت وخون سے تخت حکومت حاصل کرکے اُسکو بزور شمشیر محفوظ رکھنے کی تکلیف اُٹھانا امریکہ کے قومی قانون کے خلاف ہی۔ اُس کا خیال ہے کہ کسی قوم کا اقبال۔ دولت۔ جاہ وحشمت ملک گیری پر منحصر نہیں بلکہ صرف اسپر کہ قواے ذہنیہ۔ قدرتی دفینوں کی تحقیق میں صرف کریں۔ اور نظام آسایش کی تکمیل کریں۔

کرنا سعادتمندی نہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اس مجہول خیال کی بنیاد پر جب اہلِ یورپ کسی ایسے مُلک کی موجودہ سوشیل یا پولیٹیکل حالت پر قلم اُٹھاتے ہیں جو کبھی عربی فیضان سے بہرہ مند تھا تو اُسکو پُر عیب اور پُر نقص ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ اور یہ امر شاید مصلحتاً قلم انداز کر دیتے ہیں کہ قرونِ گذشتہ میں ترقی زمانہ کا ذریعہ بنکر وہ اپنا فرض ادا کر چکا ہے[۱]۔ مثلاً جب کوئی سیاح افریقہ سے سیر کر کے واپس جاتا ہے اور سفرنامہ مرتب کرتا ہے تو ضرور ہے کہ خواہی نخواہی یہ خیال ظاہر کرے کہ باوجودیکہ افریقہ ایک پُرانا برِّاعظم ہے اور عربی حکومت سے مُستفیض ہو چکا ہے مگر پھر بھی وہ اِسقدر وحشی ہے اور امریکہ جبکو دریافت ہوئے صرف چار صدیاں گذری ہیں نہایت شائستہ اور مہذّب ہے۔

سرسری نظر سے امریکہ اور افریقہ گو ہمشکل معلوم ہوتے ہیں لیکن ذرا تجسّس نظر سے دیکھو تو اول الذکر کے متن پر سیاہ گول بِندیاں۔ لمبے ٹیڑھے خط۔ سیاہ بل کھاتے ہوئے سلسلے بڑے اور چھوٹے اس کثرت سے دکھلائی دینگے کہ تِل دھرنے کو

[۱] جن دنوں افریقہ میں عربی حکومت اوج پر تھی تو مقناسہ۔ سجل ماسہ۔ طہرات۔ طلسان۔ قیروان۔ قاہرہ مراکو بڑے بڑے کو ثر علوم تھے جہاں یورپ کے سینکڑوں طلاب ہر قسم کے علوم میں درس لیتے تھے۔ خصوصاً سیوطہ تجبیر اور فیض کی تعلیم گاہیں۔ اشبیلیہ۔ قرطبہ اور غرناطہ کے کالجوں کی ہم پلہ تھیں۔ اندلس کے ایک نامی ادیب نے اپنا سفر دا[illegible] کرکے پیچلے نے آخری دن فیض ہی میں گذارے اور ۱۰۳۲ء (۳۳۳ھ) میں یہیں مر گیا۔ اسیطرح علامہ ابن طفیل اقیس جو اشراقین میں سے تھا۔ اور فلسفہ۔ ریاضی۔ ہیئت و ہندسہ اور طب میں یکتائے روزگار تھا۔ آخری عمر بربر میں بسر کر کے ۵۸۰ھ میں مراکو میں جاں بحق ہوا۔ ان تعلیم گاہوں اور علاموں کے تفصیلی حالات سلسلہ فضول الاسلام میں حسبِ موقع [illegible]

جگہہ نہیں۔ اسکے خلاف افریقہ خصوصاً اُسکا بالائی حصّہ بالکل تو نہیں مگر بہت کچھ خالی اور شل کفِ دست صاف ہے۔ البتہ متن کے کنارے کنارے ہر سہ اطراف پر دریاؤں اور شہروں کے علامات دکھلائی دیتے ہیں۔ گویا ایک سفید کپڑے کے گرد سیاہ چھپی ہوئی سنجاف لگی ہے۔ یہ کفِ دست میدان ہی وہ صحرائے اعظم ہے جو سیکڑوں کوس تک دامن تمنّا کی طرح پھیلتا چلا گیا ہے اور جسمیں مدِ بصر تک ریت کے ٹیلوں۔ سراب یا ریگ رواں کے سوا نہ پانی کا قطرہ دکھلائی دیتا ہے نہ درخت کا پتّا۔ یہی وہ دشت کربلا ہے جسمیں سیکڑوں یورپین علمی تحقیقات کا احرام باندھکر جاتے ہیں اور صحت یا جان نذر کر دیتے ہیں۔ صحرائے اعظم قدرتی طور سے کئی حصّوں میں منقسم ہے مثلاً سودان۔ لیبیا۔ فیضان وغیرہ۔ انمیں پہلا وہ مقام ہے جسکے حالات ایک عرصۂ دراز سے ہمارے ہندوستان کے اخبارات کا مرکزِ بحث چلے آتے ہیں اور جسکا نتیجہ ابھی تک بجز اسکے کچھ نہیں کہ مہذب قوموں کو وحشی قوموں کے مُنھ نہ آنا چاہئے۔

صحرائے اعظم کے عین شمال میں۔ ساحل بحرِ اعظم کے برابر شرقاً غرباً وہ سرزمین واقع ہے جو باربری سٹیٹس یا ریاستہائے بربریہ کہلاتی ہے۔ یعنی ٹریپولی۔ ٹیونس۔ الجیرز مراکو۔ متقدمین اسکو ایفریقا لکھتے ہیں۔ جسطرح اِس سرزمین کے جنوب مغرب۔ اور کسیقدر مشرقی حد پر ریگ رواں کا بحرِ ذخار موجیں مارتا ہے۔ اُسیطرح شمال میں بحیرۂ روم کا نیلگوں پانی۔ ایک طرف آبنائے سسلی۔ اور دوسری طرف آبنائے جبرالٹر سے گذر گذر کر اور لہرا لہرا کر اُسکے سنگلاخ ساحل سے سر ٹکراتا ہے۔

گویا بربر کا ایک شمالی کنارہ موسومۂ راس بونا - جزیرۂ سسلی سے ملنے کی کوشش
کرتا ہے - اور دوسرا کنارہ موسومہ قلعہ سیوطہ جبرالٹر سے ملنے کو بڑھتا ہی مگر ہر طرف
آبنائیں سدراہ ہیں - اصل یہ ہے کہ اِن دو متضاد عناصر کے سمندروں نے شمالاً
جنوباً ایک دوسرے کے محاذی واقع ہوکر بربر کو ایک ایسا جزیرہ نما بنا دیا ہے
جسکی دنیا بھر میں نظیر نہیں - شکل میں یہ کچھ کچھ قوس دائرہ یا ہلال سے ملتا ہے جسکے
سرے غرب کی طرف راس جوبی اور شرق کی طرف ساحل ٹریپولی کا ایک گوشہ سمجھو -
ہمنے تو یہ خیال استعارتاً ہی ظاہر کیا ہے یورپ کے جغرافیہ دانوں کو دیکھو کہ وہ سب
کسقدر سنجیدگی سے متفق الرائے ہیں کہ چونکہ بربر کی آب و ہوا یورپ کی آب و ہوا سے
بالکل مطابق ہے اسلئے غالب گمان ہے کہ یہ خطّہ کسی زمانہ میں یورپین جزیرہ ہوگا -
جسکو مغرب جنوب - اور مشرق کی طرف سے - ایک عظیم قطعۂ آب بطور اندرونی بحیرہ
گھیرے تھا - اور شمال میں ایک چھوٹی سی جھیل ملحقۂ یورپ واقع تھی - مگر قوانین جیالوجی[۵۱]
کے عمل سے وہ بحیرہ رفتہ رفتہ خشک ہوکر صحرائے اعظم سے اور وہ جھیل بڑھتے بڑھتے
بحیرۂ روم سے مبدل ہو گئے - یا یوں کہو کہ بحیرۂ روم کی مغربی طاس سے اور لطف
یہ کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے مشہور تجربہ کار انجنیر زور و شور سے پیشینگوئی کر رہے
ہیں کہ صحرائے اعظم پھر اسیطرح رفتہ رفتہ بحیرۂ آب ہو جائیگا[۵۲] - بہرحال اسمیں شک نہیں کہ سرزمین

---

۵۱ وہ علم جسمیں کرۂ زمین کے اندرونی و بیرونی حصص اور اُنکی جسمانی خِلقت - تغیر - انقلاب -
ترقی و تنزّل سے بحث کیگئی ہے -

۵۲ دیکھو یونیورسل جیوگریفی (جغرافیۂ گیتی) مصنفۂ ریکلس فرانسیسی - باب ۱۱ ترجمۂ انگریزی -

بربر اگر جزیرہ نہیں تو جزیرہ نما ضرور تھا۔ جو شمال میں ایک طرف جزیرہ سسلی سے اور دوسری طرف ملک اسپین سے بذریعۂ خاکنائے وصل تھا۔ اِسطرح پر کہ سلسلۂ اطلس[1] مغرب کی طرف کوہستان الجکزرا سے۔ اور مشرق کی طرف کوہ اٹنا سے ملتا تھا لیکن جیسا کہ جغرافیہ دان دلیل دیتے ہیں۔ یہ دونوں کوہستانی خاکنائیں فی الواقع جیالوجی کے عمل سے غرقاب ہوگئیں۔ اور بحیرۂ آب واقع جنوب خشک ہوکر بحیرۂ ریگ سے بدلگیا۔

یوں تو وہ تمام وسیع قطعۂ آب جو پورٹ سعید سے شروع[2] ہوکر تنجیر پر ختم ہوجاتا ہی بحیرۂ روم ہی کہلاتا ہے۔ مگر آسانی کے لیئے جغرافیہ دانوں نے اسکو کئی حصوں میں منقسم کرلیا ہے۔ مثلاً بحیرۂ شام (لیوانٹ) مجمع الجزائر یونان (آرکے پیلگو)۔ اکثر آبنائیں خلیجیں وغیرہ۔ اسیطرح وہ حصّہ جو ملک بربر خصوصًا صوبۂ ٹریپولی کے شمالی کنارہ کو مقابل کی سرزمین یورپ سے جُدا کرتا ہے۔ خلیج سدرہ کہلاتا ہے۔ بربر کا بحیرۂ روم یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ سولھویں صدی میں اگر کوئی شوقین سیّاح ایک چھوٹی سی کشتی میں خلیج سدرہ سے چلتا۔ اور مغرب کی طرف ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتا تو اُسکو عجیب و غریب حالات دکھائی دیتے۔ اگرچہ اس زمانہ میں اہل بربر بحری غارتگری میں اپنے یورپین ہمسایوں کے نوآموز شاگرد تھے۔ لیکن ساحلِ ملک اِس ناموزون پیشہ

---

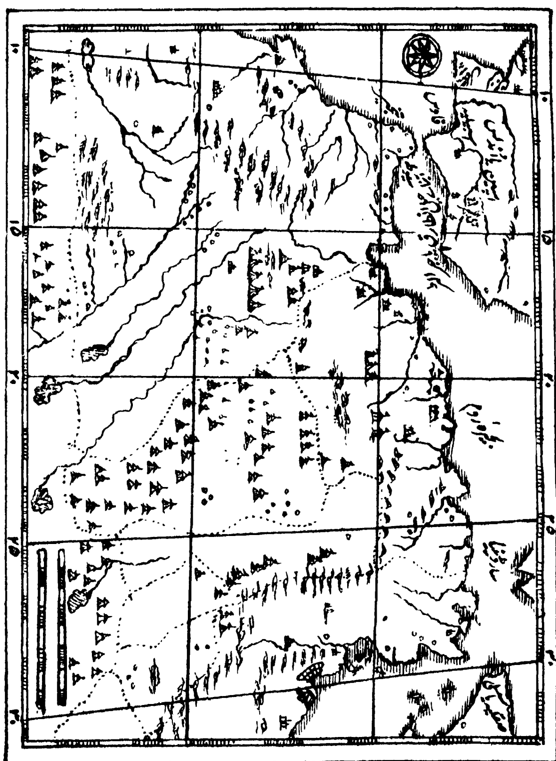
[1] اطلس یا اٹلس ملک بربر کا پہاڑ جو شمال میں ساحل کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے۔

[2] اسکے ایک طرف سائپرس۔ روڈس۔ کینڈیا۔ جزائر یونان۔ مالٹا۔ سسلی۔ سارڈینیا۔ کورسکا۔ فرمنٹرا۔ بیلیرک۔ منورکا۔ مجورکا وغیرہ جزیرے ہیں۔ اور جزیرہ نمائے اسپین ہی۔ اور دوسری طرف کچھ حصّہ مصر اور سواحل بربر سے

# ریاستهای

# بربر

مغرب



جنوب

شمال

مشرق

کے لئے کچھ ایسا موزوں تھا کہ یورپ کو بہت جلد ضمناً تسلیم کرلینا پڑا کہ۔ کس نیا موخت علمِ تیراز من + کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد + نقشہ سے ظاہر ہے کہ اِس خلیج سے لیکر شمالی بحر اوقیانوس تک۔ تمام ساحل پر قدرتی بندرگاہوں کا ایک ایسا سلسلہ چلا گیا ہے جو سسلی تک کہیں منقطع نہیں ہوتا۔ ان میں اکثر کوہستان اطلس کی سنگلاخ چٹانوں کو پشت پر لیکر اسقدر مستحکم اور دشوار گذار ہو گئے ہیں کہ ایک معمولی ملّاح جس کو ساحل کی تنگ اور پوشیدہ کمینگاہوں سے کچھ بھی واقفیت ہو۔ پورے جنگی بیڑے کے تعاقب سے تنہا بچ سکتا ہے۔ اور سولھویں صدی میں تمام ساحل پر کہیں کوئی ایسی وسیع اور کشادہ بندرگاہ نہ تھی جس میں کوئی جنگی جہاز بحالت تعاقب سما سکتا بلکہ برخلاف ہر طرف چھوٹے چھوٹے گھاٹ۔ چاک آمن کی طرح نہایت تنگ اور لمبے۔ خشکی میں دور تک کھلے تھے یا اگر کشادہ تھے تو عمیق نہایت کم تھے۔ یا چھوٹی چھوٹی پہاڑی گھاٹیاں جن میں ایک معمولی کشتی پناہ گزیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلی بندرگاہ جو خلیج سدرہ کے سیّاح کو پیش آتی وہ ٹریپولی یا طرابلس[۵۱] ہے اس کے بعد جزیرہ جربہ[۵۲] جو اسی خلیج میں واقع ہے۔ اس کی پشت پر ایک بہت بڑا اور وسیع قطعہ آب بطور اندرونی بحیرہ واقع ہے۔ جسکی حفاظت کے لئے ہر طرف مستحکم جنگی قلعے بنے تھے۔ اور چونکہ پانی میں ہر وقت

ساحل افریقہ کی طبعی حالت

طرابلس۔ جربہ

۵۱ شہر طرابلس کے منظر۔ موقع۔ عام حالت نضارت و تروتازگی اور عمارات کے لئے دیکھو سفرنامۂ حکیم ناصر خسرو مرتبہ مولانا حالی صفحہ ۴۴ و ۴۵۔

۵۲ قدیم تاریخی فسانوں میں جربہ کے باشندوں کو لوٹس ایٹر یعنے نیلوفر خوار لکھا ہے جس سے اس شہر کے حاشیہ کی قدرتی نضارت و سرسبزی کا اظہار منظور ہے۔

طوفان برپا رہتا تھا۔ اس لئے تجارتی جہاز تو ایک طرف اسپین کے جنگی بھی اسکو حمام باد گرد سمجھتے تھے۔ اور دور ہی سے تعاقب سے دست بردار ہو جاتے تھے۔ جربہ سے آگے

مہدیہ

بڑھکر مغرب کی طرف شہر مہدیہ واقع ہے۔ جس کو متقدمین افریقا کہتے تھے۔ یہ کبھی بنو فاطمیہ کا دار الخلافہ تھا۔ اس کے قریب ایک بندرگاہ کے کھنڈر اور قرن وسطےٰ کی قطع وضع کا ایک جنگی قلعہ ابھی تک دکھائی دیتے ہیں۔ اور آگے چلکر شہر ٹیونس

ٹیونس

واقع ہے جو صوبہ ٹیونس کا دار الخلافہ ہے۔ یہ وہی قدیم متبرک مقام ہے جہاں مسلمانوں نے خلیفہ عبد الملک کے ظلّ حمایت میں جہاز رانی کی ابجد سیکھی تھی۔ اور سب سے پہلی بندرگاہ اور میگزین بنایا تھا۔ قطع نظر اس کے ساحل بربر پر اول درجہ کی یہی ایک بندرگاہ ہے جسکو گالیٹا یا حلق الوید کہتے ہیں۔ اور اسقدر محفوظ ہے کہ جہاز کو ایک مرتبہ داخل ہوکر پھر کسی طرح کے طوفان کا اندیشہ نہیں رہتا۔ جربہ کی طرح ٹیونس کے قریب بھی ایک جھیل ہے جو بزرٹا (بزرطہ) کہلاتی ہے اگر حلق الوید اور بزرطہ کے درمیان ایک مختصر سا قطعۂ آب رواں مثل نہر سویز جاری کیا جائے تو بندرگاہ مذکور بآسانی اسقدر وسیع ہوسکتی ہے

قرطاجنہ

کہ بحر روم کے تمام جہاز اس میں بے تکلف سما جائیں۔ ٹیونس کے بعد کارتھج (قرطاجنہ)

فرینہ

اور پورٹو فرنیا (فرینہ) کی قدیم مشہور بندرگاہیں واقع ہیں جو اگرچہ اب تو بوجہ ریت سے اٹ جانے کے بالکل نکمی ہیں لیکن سولھویں صدی میں خاصی کمین گاہیں تھیں۔ اور اکثر جولائی سے ستمبر تک نہایت مفید اور کارآمد تھیں۔ کیونکہ اس موسم میں سمندر کی طوفان خیز ہوائیں جزیرۂ سارڈینیا کی جانب سے اس بلا کی تیزی سے چلتی تھیں کہ مضبوط سے مضبوط

جہاز بھی راس بونا کی طرف نہ بڑھ سکتا تھا۔ موجودہ الجزائر اور ٹیونس کی حد فاصل کے قریب بندرگاہ تبارکہ واقع ہے۔ جسکو اہل جنیوا نے ابتداے جہازرانی میں اپنا مرکز قرار دیا تھا۔ اور وہاں کے ایک مشہور تاجر خاندان المعروف بہ لومی لینی کا ہیڈ کوارٹر تھا اسکے بعد شہر لاکلی واقع ہے جو کبھی تو ایک معمولی کمینگاہ تھا مگر سولھویں صدی میں ایک مشہور اور عمدہ بندرگاہ بنگیا تھا۔ چنانچہ مارسیلز کے سوداگر جو باسشن[1] ڈی فرانس سے اُن مقامات کی نگرانی کرتے تھے جہاں سے مونگا برآمد ہوتا تھا۔ آتے جاتے اکثر اسی گھاٹ پر ٹھہرتے تھے۔ اِس سے ذرا آگے بڑھکر مشہور شہر کانسٹنٹائن (قسطنطین) کے عین مقابل شہر بونا واقع ہے۔ جس کی کشادہ سڑکیں ہر قسم کی اشیاے آمد برآمد کے لئے نہایت موزوں تھیں۔ سولھویں صدی کے وسط میں اسکی بندرگاہ پر اسباب غارتگری سے گرانبار جہازوں کا جھمگٹا رہتا تھا۔ یہاں سے کچھ زیادہ فاصلہ پر ایک اور نہایت قدیم اور متبرک بندرگاہ واقع ہے جسکو جیجل[2] یا جبل بنی ہلال کہتے ہیں۔ یہ وہی مشہور شہر ہے جسپر کبھی موجد جہازرانی یعنے اہل فینشیا کے نشان کا پھریرا لہراتا تھا۔ پھر اہل نارمنڈی کا قبضہ ہوا۔ پھر قیصران روما کا تسلط ہوا۔ اور بالآخر سولھویں صدی میں خاندان باربروسہ نے اسکو سنبھال لیا۔ بہ لحاظ موقع و منظر بربر کی کسی بندرگاہ کو وہ بات نصیب نہیں جو جیجل کو ہے۔ سیاح دیکھیگا کہ ایک سنگلاخ قطعۂ زمین بہ شکل نصف دائرہ بیرون

تبارکہ

لاکلی

بونا

جبل بنی ہلال

[1] یعنی فرانس کا برج جو ایک مقام کا نام تھا۔

[2] جیجل یا جبل بنی ہلال کے قدیم منظر و موقع کے لئے دیکھو سفرنامۂ حکیم ناصر خسرو صفحہ ۴۴ و ۴۵۔

ساحل سمندر میں نصب ہے جسکو ایک تنگ ریتلی خاکنا ے نے برّ اعظم سے وصل کرکے گویا جزیرہ سے جزیرہ نما بنادیا ہے۔ دور سے یہ بالکل ویسی ہی کوہ معلوم ہوتا ہے کپستان عروج نے اپنے ترکتاز جانبازوں کے لئے جو مستحکم قلعہ بنایا تھا وہ ابھی تک اس قطعہ پر موجود ہے۔ اور سامنے ایک مختصر اور موزوں بندرگاہ بنی ہے جسکو سنگلاخ بلندیاں قدرتی سدّآب کی طرح ہر طرف سے اپنے حلقہ میں لئے ہوئے ہیں۔ جیجل سے تیس میل جانب غرب شہر بوجیہ واقع ہے جس کی بندرگاہ اسقدر محفوظ ہے کہ سخت سے سخت طوفان خیز ہوائیں بھی جہاز کا بال بیکا نہیں کرسکتیں۔ پھر مشہور شہر الجزائر جو ریاست الجزائر کا دارالحکومت اور بڑا معرکہ گاہ ہے اگرچہ ابتدا میں بندرگاہ نہ تھا مگر بعد کو بنا لیا گیا۔ اسکے قریب ہی بندرگاہ شرشیل واقع ہے جو حالت امن میں قزّاقوں کا آرامگاہ اور طوفان میں جہازوں کی پناہ تھا۔ خصوصاً اُس موسم میں جبکہ شمالی تیز ہوائیں سمندر میں تلاطم پیدا کرتی تھیں اس مقام کی قدر و قیمت دوچند بڑھ جاتی تھی۔ شرشیل سے آگے بڑھکر طینس واقع ہے جس کی بندرگاہ اگرچہ نہایت ہی دشوارگذار لیکن ایک مرتبہ داخل ہونے کے بعد عمدہ مامن تھی۔ اور آگے چلکر مشہور شہر طلمسان کے محاذ میں شہر اوران واقع ہے اسکے ایک جانب بندرگاہ مرسی الکبیر دکھلائی دیتی ہے جسکو روما کا پورٹس ڈیوی نس (خدائی بندرگاہ) کہنا چاہیئے۔ اور دوسری جانب بندرگاہ جامع الغزواۃ ہے۔ آخرالذکر کا موقع اسقدر ناہموار اور سنگلاخ ہے کہ اگر کوئی واقفکار قزاق تعاقب سے

بوجیہ

الجزائر و شرشیل

طینس

اوران

گھبرا کر اِدھر اُدھر چھپ جائے تو ہزار سراغ رسانوں کو بھی پتہ نہ لگے - ان کے بعد تنجیر اور سیوطہ کی بندرگاہیں آتی ہیں اور ساتھ ہی شمالی ساحل ختم ہو جاتا ہے - لیکن اگر سیّاح آبنائے جبرالٹر سے عبور کر کے مغربی ساحل پر پہنچے تو اُسکو بھی کمینگاہوں سے خالی نہ پائیگا - اس طرف بھی ناواقف نظر سے پوشیدہ ساحل میں جابجا چاک سے کھلے ہیں - چنانچہ اِن سب میں مشہور مقام سیلی ہے جس کے گرد بالو ریت کی وہ کثرت ہے کہ گویا ایک فصیل کھنچی ہے اور مقام مذکور کو لٹیروں کے لئے ایک قدرتی حصن حصین بناتی ہے - سیلی کے قریب ہی قصبۃ القصر واقع ہے جو کبھی قزاق گردی میں غنائم کا گودام تھا - سیوطہ کے بلند اور مشہور تاریخی قلعہ سے اگر سیاح جانب شمال دوربین لگائے تو اُس کی نظر آبنائے جبل الطارق کو عبور کرتی اور کوہ جبل الطارق کی اونچی نیچی چوٹیوں سے بل کھا کر گذرتی اسپین کے اُن تاریخی میدانوں پر پڑیگی جن میں ہزبران اسلام کے تیغ و قلم کے ہزاروں مجسّم کرشمے یادگاروں کی شکل میں ہنوز ایستادہ ہیں اور اس اُلوالعزم اور جلیل القدر قوم کی مرحوم شان و عظمت پر ماتم کر رہے ہیں جس نے یورپ کو کچھ کم ایک ہزار برس تہذیب و شائستگی تمدّن و ملکداری کی تعلیم دی تھی - اُندلس کے مایۂ ناز شہر سراپا حسرت سامنے دکھائی دینگے جنکی بابت حالی نے لکھا ہے :-

تنجیر و سیوطہ

سیلی

قصبۃ القصر

ہویدا ہے غرناطہ سے شوکت اُنکی — عیاں ہے بلنسیہ سے قدرت اُنکی

بطلیوس کو یاد ہے عظمت اُن کی — ٹپکتی ہے قادس میں سر حسرت اُنکی

نصیب اُن کا اشبیلیہ میں ہے سوتا
شب و روز ہے قرطبہ اُن کو روتا

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے  مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے  خلافت کو زیر و زبر جا کے دیکھے

جلال اُن کا کھنڈروں میں ہے یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

چھوٹی چھوٹی بندرگاہوں اور کمینگاہوں کی کثرت کے علاوہ اندرونی مقامات بھی حسب دلخواہ تھے۔ دریا۔ جہازرانی کے قابل اگرچہ کوئی نہیں مگر آبشاروں کا چھوٹا ہونا جو عندالضرورت کارآمد ہوسکتی تھیں گویا دریاؤں کا نعم البدل تھا۔ ساحل کے قریب سنگلاخ چٹانیں اسقدر بلند اور ڈھلوان ہیں کہ اگر کوئی دور اندیش قزاق چاہتا تو ہر جگہہ سے سمندر کا وسیع نظارہ کر سکتا اور اِس طرح اپنی ذرّیات کو غنیم کے حملہ یا شکار کی آمد سے مطلع کر سکتا تھا۔ ساحل کی تمام اراضی اسقدر زرخیز تھی کہ باشندوں کی جمیع ضروریات کی بآسانی کفیل ہوسکتی تھی۔ کوہ اطلس کے دامن میں اور اُسکے پرلی طرف بھی اُندلس کے جلاوطن مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے گانوں آباد کرلئے تھے۔ تمام میدان اور زرین وادی دامن کوہ تک سرسبز چراگاہوں سے معمور تھے جن میں عربی قبیلے اونٹ بھیڑ بکریوں کے گلوں سمیت سال کے بارہ مہینے خانہ بدوش گھومتے پھرتے تھے شہر جربہ کی نضارت اور تروتازگی میں گلشن فردوس کا جلوہ نظر آتا تھا۔ اُسکے ہرے بھرے

کھیت - شاداب مرغزار - انگور - زیتون - بادام - خوبانی - انجیر کے باغات عجیب نظر فریب سین پیش کرتے تھے - شہر ٹیونس سرسبز چراگاہوں اور پھلے پھولے باغوں کے حلقہ میں اسیطرح ایستادہ تھا جس طرح صحن چمن میں کوئی مشجر قبہ - اگر اہل بربر نے اُس کو عروس المغرب کا خطاب دیا تھا تو بالکل زیبا تھا -

ساحل بربر میں سب سے بڑا یہ وصف تھا کہ بارہ مہینے طوفان خیز ہوائیں سمندر میں طوفان برپا رکھتی تھیں جسکی دست درازیوں سے کچھ وہی خوب بچ سکتے تھے جو ساحل کی سنگلاخ کمینگاہوں اور اُس کے پُر پیچ راہ ورسم منزل سے کماحقہ واقف تھے - معمولی واقفکار یا اجنبی ملّاح و ناخدا کے لئے تو اِن میں سے ہرایک موقع تارِ عنکبوت سے کم نہ تھا -

ساحل کی خاصیت

سولھویں صدی کے شروع میں جب بحیرۂ روم میں آتش غارتگری شعلہ زن ہوئی تو نئی اور پُرانی دنیا میں سلسلۂ تجارت کا آغاز تھا - یہ ظاہر ہے کہ تمام تجارتی جہازات جو یورپ کے ممالک مثلاً فرانس - اسپین - انگلینڈ - ہالینڈ اور اٹلی وغیرہ سے یا بحیرۂ شام کی بندرگاہوں سے آتے تھے یا یہاں سے امریکہ کو جاتے تھے اُن کو بیشتر اسکندریہ یا سمرنا سے گذرنا پڑتا تھا - پس ضروری تھا کہ آتے یا جاتے آبنائے جبرالٹر یا مالٹا سے عبور کریں اور چونکہ یہ دونوں آبنائیں ساحل بربر کے مشرقی او مغربی دو نکلے ہوئے گوشوں سے پیدا ہوئی ہیں لہذا تمام تجارتی جہازوں کو بحیرۂ روم کی مغربی طاس سے گذرنا ناگزیر تھا گویا اُن تمام بندرگاہوں اور کمینگاہوں کے قریب سے

تجارتی جہازوں کا راستہ

گذرتے تھے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے - پس ظاہر ہے کہ اگر کوئی دلیر اور جانباز مشرق میں ٹیونس پر وسط میں الجزائر پر - اور مغرب میں قلعۂ سیوطہ پر قبضہ کرکے اور ان مقامات میں جم کے ادھر اُدھر جستجو کرتا تو اُسکو اس قسم کے صدہا موقعے بآسانی مل سکتے تھے کہ بحر روم کے تمام تجارتی جہازوں کو جو یورپ اور امریکہ دونوں بّراعظموں کی دولت سے معمور آتے جاتے رہتے تھے ایک اشارہ سے بربر میں خالی کرالے -

اِس مختصر طبعی حالت سے معلوم ہوگا کہ بربر کے سواحل پیشۂ قزاقی کے لئے قدرتی طور سے کہاں تک موزوں تھے - آئندہ ملک کا تمدن - حکومت اور خارجی تعلقات مجملاً بیان کئے جائینگے اور اُس کے ضمن میں اُن اسباب کی اصلیت اور تدریجی رفتار کا ذکر ہوگا جنکا نتیجہ آخر یہ ہوا کہ سولھویں صدی کے ساتھ بحیرۂ روم تمام جہازوں کے لئے ایک ایسی بُھول بھلیّاں بنگیا جس سے بجز اسکے اَور کسی بات میں مفر نہ تھا کہ سر بہ تسلیم ہوکر تمام اثاثۂ جہاز بربر کے کسی بندرگاہ میں داخل کردیں اور خود اہل جہاز عمر بھر کے لئے خطّ غلامی لکھدیں -

بربر کی پولٹیکل حالت

واضح ہو کہ بربر[1] کو مسلمانوں نے سب سے پہلے ۶۹۲ء میں جنرل عقبہ کے ماتحت فتح کیا چنانچہ ابتداے فتح سے بہت سے اسلامی خاندان اُسکی حکومت

---

[1] شمالی افریقہ یا بربر کو اقصاے مغرب بھی کہتے ہیں - کیونکہ مسلمانوں نے اول مصر کو فتح کیا تھا - اور مصر سے بربر جانب مغرب واقع ہے - لہذا اُسکو اقصاے مغرب کے نام سے موسوم کرتے تھے -

سے یکے بعد دیگرے مستفید ہوئے یہاں تک کہ عربی عمّال جن کا عزل ونصب خلفاے دمشق وبغداد کے ہاتھ میں تھا موقع پاکر مطلق العنان ہو گئے۔ اِنمیں بنو ادریس اور بنو اغلب زیادہ ممتاز تھے جنھوں نے ۷۸۸ء اور ۸۰۰ء میں جداگانہ خودسر حکومتیں قایم کیں۔ ان کے استیصال پر ۹۰۹ء میں بنو فاطمیہ نے زمام سلطنت ہاتھ میں لی۔ دولت علویہ فاطمیہ جسطرح مجموعتاً نہایت مقتدر اور اقبالمند تھی اسیطرح اسکے ممبر بھی فرداً فرداً نہایت جلیل القدر اور اُلوالعزم تھے۔ اس عہد کا سب سے مشہور واقعہ یہ ہے کہ سلمانوں نے اول مہدیہ (افریقہ) کو دارالخلافہ بنایا اور پھر ۹۶۰ء میں قاہرہ میں منتقل کر دیا۔ چونکہ اس ابتدائی زمانہ میں بربر اور مصر کے درمیان کوئی مستقل۔ محفوظ اور سہل ذریعہ رسل و رسائل نہ تھا لہذا اس انتقال کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت اقصاے مغرب کا شیرازہ بکھر گیا اور بجاے ایک کے متعدد فرمانروا سربلند ہو گئے مثلاً بنو حمود صوبۂ طلمسان میں۔ بنو زیری صوبۂ ٹیونس میں۔ وغیرہم لیکن گیارھویں صدی کے آخر میں مرابطین کا ستارۂ اقبال بلند ہوا اور عرصۂ دراز تک افریقہ کے بیشتر حصہ نیز اُندلس پر پرتوافگن رہا۔ پھر بارھویں کے وسط میں ایک اور اُلوالعزم خاندان نے خروج کیا جو موحّدین مشہور تھا موحّدین کی حکومت کسی قدر زیادہ دیرپا اور ٹیونس سے لیکر بحر ظلمات تک پھیلی تھی لیکن متلون المزاج زمانہ کو ایک حالت پسند نہیں اور قانون قدرت کا اصول بھی یہی ہے کہ ہر قوم باری باری دنیا کی حکومت اور دولت سے بہرہ مند ہوتی رہے چنانچہ قریباً

بنو ادریس - اغلب
بنو فاطمیہ - ۹۰۹ء

۹۶۰ء

بنو حمود - بنو زیری
مرابطین

موحدین

ڈیڑھ سو برس بعد موحّدین کا آفتاب اقبال بھی غروب ہو گیا اور اب تین خود سر خاندان اُدر پیدا ہوئے یعنے بنو الحفص سنہ ۱۲۴۸ء سے سنہ ۱۵۳۴ء تک ٹیونس میں - بنو زیان سنہ ۱۲۳۵ء سے سنہ ۱۴۰۰ء تک مغرب الاوسط میں - اور بنو میرین سنہ ۱۲۰۰ء سے سنہ ۱۵۵۰ء تک مراکو میں - آخر سولھویں صدی میں ان کے استیصال پر ایک نیا دور شروع ہوا جسکی تاریخ ناظرین کے سامنے ہے - اس میں تین مختلف فرمانروا خاندان شامل تھے یعنے الجزائر میں خاندان ڈے - ٹیونس میں خاندان بے جو ترکی نسل سے تھا - اور مراکو میں ایک قدیم عربی خاندان حکمران تھا جسکے فرمانروا شریف یا سلطان مراکو کہلاتے تھے - ان میں خاندان آخر الذکر ہنوز حکمراں ہے مگر الجزائر کے پولٹیکل اسٹیج پر فرنچ ری پبلک نمودار ہے - اور ٹیونس کے پاشا اگرچہ کچھ عرصہ تک برائے نام مطلق العنان رہے مگر حقیقت میں وہ فرانسیسی گورنروں کی "حالا کشیدند" میں رہنے کے بعد آخر کار سنہ ۱۸۸۲ء میں فرانسیسیوں کی نپولٹن[۵۷] پالیسی کا شکار ہو گئے -

بنو الحفص

سنہ ۱۸۸۲

سلطنت کے انقلاب اور فرمانرواؤں کے عزل و نصب پر جو خفیف شورشیں ملک میں وقتاً فوقتاً برپا ہو جاتی تھیں اگر اُن سے قطع نظر کیجائے تو حکومت اسلام اول سے آخر تک حاکم و محکوم دونوں کے لئے یکساں طور سے مبارک تھی جیسا کہ بیان کیا گیا ہے بربر کے تمام حکمران خاندان خاک پاک عرب سے نہ تھے

گورنمنٹ اسلام کی ملکی پالیسی

۵۷ نپولٹن پالیسی مراد ہے عالمگیر پالیسی سے -

جسکا خاصہ ہی رحم وعفو چشم پوشی و آزادمنشی ہے ۔ بلکہ بیشتر خاص ملک کے وہ دیسی قبائل تھے جو ایک تدریجی رفتار سے تخت حکومت تک پہنچے تھے ۔ پس اگر اُن میں نودولتہ قوموں کی صفات پائی جاتیں تو خلاف توقع نہ تھا مگر باایںہمہ اُن کا طرز حکومت ذمیوں کے لئے سرمو بارِ خاطر نہ تھا ۔ مسیحیوں کو گرجا بنانے اور ارکان مذہبی ادا کرنے کی کھلی اجازت تھی ۔ انجیل کا وعظ اور درس وتدریس بے کھٹکے کرتے تھے ۔ اور باہمی اختلاط میں تعصب واکراہ نہ تھا چنانچہ تیرھویں صدی میں شاہان مراکو اور ٹیونس اسقف اعظم (پوپ آف روم) کے ساتھ جسقدر اخلاصمندانہ رسل ورسائل[۱] رکھتے تھے وہ فیض کے بشپ (مجتہد) کے عبودیت ناموں سے کسی طرح کم نہ تھی ۔

عیسائیوں سے سلوک

تمام ملکی خدمات ۔ مالی ۔ انتظامی اور جنگی میں مسلمان اور مسیحی گورنمنٹ اسلام کے یکساں معتمد علیہ تھے ۔ مسیحی جسطرح جج اور ناظم ہوتے تھے اُسی طرح جرنیل اور کرنیل بھی بنائے جاتے تھے ۔ اقوام یورپ سے جو کچھ اُن کے تعلقات تھے وہ انتہا درجہ کی اخلاصمندی پر مبنی تھے ۔ خصوصاً گیارھویں صدی سے جبکہ بنو فاطمیہ نے افریقہ سے تعلقات قطع کئے اور سولھویں صدی کے شروع تک جبکہ آل عثمان نے قسطنطنیہ میں ایک

خارجی تعلقات

جلیل القدر سلطنت کی بنیاد قایم کی اہل بربر کی فارن پالیسی توقع سے زیادہ دانشمندانہ اور آئین ملکداری کے عین مطابق رہی ۔

ایک طرف یورپ کو افریقہ کے چمڑے اور دیگر ملکی پیداوار کی ضرورت تھی اور

---

[۱] تاریخ بربھویٹ باب ۱ و ۲ ۔ شاہ ٹیونس کا ایک رسمی خط اور پوپ کا جواب نہایت ہی دلچسپ ہیں ۔

دوسری طرف افریقہ کو یورپ کے مصنوعات کی احتیاج تھی اسلئے طرفین نے رفع ضروریات کے سلئے معاہدے تحریر کردیے تھے تاکہ باہمی تعلقات منضبط ہوجائیں۔ اس میں شک نہیں کہ تاجران بحیرۂ روم مثلاً اہل وینس۔ جنیوا۔ اور پیسا وغیرہ سے سلاطین بربر کی بحری قوت نہایت کم اور کمزور تھی اور بادی النظر میں اس باہمی قرارداد کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی تھی مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فرمانروایان بربر کو عہدنامے تحریر کرنے یا اُنکی بجا و بیجا شرائط پورا کرنے میں مجبوری تھی بلکہ برخلاف تاجران بحیرۂ روم کو "وے برندش" کا مضمون درپیش تھا کیونکہ تمام تجارتی جہازوں کو بحیرۂ روم کے مغربی طاس[1] اور شمالی سواحل سے گذرنا ناگزیر تھا اور جب یہ تھا تو اقوام ساحل سے موافقت رکھنا بھی لازمی تھا تاکہ تجارتی حقوق ہر طرح محفوظ رہیں۔ پھر یہ بھی تھا کہ اگر فرمانروایان بربر کو ذرا بھی کوئی وجہ بدنیتی یا حرص بیجا ہوتی تو ایک طرفۃ العین میں تمام عہد و پیمان بالائے طاق ہوتے اور تاجران یورپ کے جہاز بربر کی بندرگاہوں میں محصور ہوتے۔ مگر تاریخ سے اس قسم کی عہدشکنیوں کا پتہ نہیں ملتا بلکہ برعکس معلوم ہوتا ہے کہ اہل بربر نہ صرف عہدنامے لکھتے تھے بلکہ انتہا درجہ کے خلوص اور استقلال سے ایک ایک شرط پورا کرتے تھے۔ اہل سسلی[2] ہمیشہ سے فیض۔ طلمسان۔ اور ٹیونس کی ریاستوں

---

[1] دیکھو لین پول صفحہ ۲۲ و ۲۳۔

[2] مسلمان اسکو صقلیہ لکھتے ہیں۔ انھوں نے ۸۲۱ء میں فتح کرکے ۲۰۰ برس حکومت کی صنعت و حرفت میں امرائے صقلیہ آجتک یورپ میں مشہور ہیں۔

سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ ان کو دیکھکر پیسا[۱] - پروونیس[۲] - اراگون[۳]
وینس[۴] - اور جنیوا[۵] کی تجارت پیشہ اقوام نے بھی اُنسے دوستی پیدا کی - بلکہ بعض کو اسقدر
رسوخ ہوا کہ ٹیونس اور سیوطہ جیسی مشہور بندرگاہوں میں اُن کے لئے بطور رزیڈنسی
کوٹھیاں مخصوص ہوگئیں - باقی قوموں کی طرف سے معتمد سفیر بطور کانسل حاضر دربار
رہتے تھے جن کی ہر طرح عزت و حفاظت کیجاتی تھی - جنیوا اور پیسا کے لئے افریقہ
کی تجارت بعض وجوہ سے بالخصوص مفید تھی لہذا ٹریپولی (طرابلس) ٹیونس - بوجیہ -
سیوطہ - اور سسلی وغیرہ مقامات میں اُن کی طرف سے ٹریڈنگ کمپنیاں (جماعت
تاجران) قایم تھیں - خاصکر جنیوا کو افریقہ سے اِسقدر دلچسپی تھی کہ ایک مرتبہ جب
مسیحی مجاہدین بربر پر حسب عادت چڑھ آئے اور ٹیونس کو تاخت و تاراج کرنے
لگے تو اہل جنیوا نے تمام مذہبی اور قومی پاسداری چھوڑ کر اُن کا خوب مقابلہ کیا اور
اِسقدر آڑے ہاتھوں لیا کہ پُرجوش مجاہدین کو بھاگتے ہی بنی - اِس سچّی رفاقت کی
وجہ یہی تھی کہ سلاطین بربر کے ظلّ حمایت میں اہل یورپ کے نہ صرف تاجرانہ حقوق

یورپ کی تجار قوموں کے حقوق

---

[۱] اٹلی کا مشہور شہر غربی ساحل پر کوہ اپی نائز کے دامن میں واقع ہے - سولھویں صدی میں تجارت کا
مرکز اور بحری غارتگری کا مبداء تھا - اسکا گرجا ایک خمیدہ مینار کے لئے نہایت مشہور ہے جو قریب ۱۸۰
فیٹ بلند - ۱۶ فیٹ ٹیڑھا - اور ۸ منازل پر مشتمل ہے -

[۲ و ۳] پروونیس فرانس کے اور اراگون اسپین کے مشرقی کنارہ پر واقع ہیں قرن وسطیٰ میں مشہور تجارتی ریاستیں تھیں

[۴ و ۵] وینس اور جنیوا کا حال تیسرے باب میں مفصل درج ہے -

محفوظ تھے بلکہ مذہبی آزادی بھی ہر طرح ملحوظ تھی۔ چنانچہ ٹیونس میں جو اُسوقت اقصائے مغرب کا دارالاسلام مانا جاتا تھا مسیحیوں کا عظیم الشان گرجا موجود تھا۔

غارتگری کی ابتدا

اگرچہ ان معاہدوں کی وجہ سے بحیرۂ روم میں کھُلی غارتگری کا اندیشہ نہ رہا تھا مگر معمولی لڑائیوں کے خطرے بدستور تھے۔ جسطرح باہمی نفاق اور شکر رنجیاں ہر خاندان کے مشاغلِ زندگی ہیں اسیطرح جنگ وجدل قوموں اور ملکوں کے وظائفِ حیاتیہ ہیں۔ اگر شخصی زندگی سے شکر رنجیاں اور قومی زندگی سے جدال خارج کردیے جائیں تو لائف (حیات) اور ہسٹری (تواریخ) صغرٰے اور کبرٰے سے زیادہ وقعت نہ رکھیں۔ اختلاف شخصی اور قومی زندگی کی جان ہے[۵۱]۔ اور جب باہم اختلاف ہوتا ہے تو فریقین بلکہ اُن کے ہمسائوں تک کی زندگی بے کیف ہوجاتی ہے چنانچہ بنو فاطمیہ نے اپنے زمانۂ عروج میں قرطبہ کے بنی امیہ اور بربر کی ہمعصر وہمسر قوتوں کو مغلوب کرنے کے لئے بحیرۂ روم میں اکثر جنگی طوفان برپا کئے جن کے اثر سے تجارت کسی طرح پنپ ہی نہ سکتی تھی۔ اُنھوں نے وہ تمام جزیرے جو جانب غرب واقع ہیں یعنی سسلی سارڈینیا۔ کورسیکا۔ اور بیلیرک وغیرہ بدون خونریز لڑائیاں لڑے فتح نہ کئے تھے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ۱۰۰۴ء میں اہل بربر نے شہر پیسا کو تاخت وتاراج کر ڈالا۔ اہل پیسا نے جوابًا ایک بربری بیڑے کو آگ لگا دی[۵۲]۔ اِس واقعہ سے تین برس بعد ۱۰۰۷ء

[۵۱] دیکھو رسالۂ مسرت از مولف ہذا۔

[۵۲] دیکھو باربری کورسیر صفحہ ۲۲ تا ۲۵۔

میں ایک فاطمی جرنیل المخاطب بہ "المجاہد" فاتح سارڈینیا اور "لارڈ مجورکا" نے شہر پیسا کے ایک حصّہ کو بطور جواب الجواب جلا دیا اور ۱۰۱۱ء میں قلعہ لونی کو جو صوبۂ اٹروریا[۵۱] کا مشہور شہر ہے ہیڈ کوارٹر بنا کر علاقۂ قرب وجوار میں مسلسل حملوں سے ایک طوفان برپا کر دیا۔ آخر کار ۱۰۱۷ء میں جب اٹلی سے خود پوپ نے اور سارڈینیا کی طرف سے اہل پیسا اور دیگر اقوام نے سخت کشش وکوشش کی تب اِن سے نجات ملی۔ اسیطرح ۱۰۳۴ء کے قریب ایک افریقی بیڑا ایلغار یا تاخت وتاراج کرنے کی غرض سے کلیبیریا[۵۲] کو بھیجا گیا۔ اِنہی دنوں میں اہل پیسا کو پھر کچھ جوش آیا اور دفعتًا شہر بونا پر چڑھ آئے اور اُسکو فتح بھی کر لیا۔ جب اہل نارمنڈی کا وقت آیا تو وہ بھی بحری فتنوں کی آگ بھڑکانے سے نہ چوکے اور ۱۰۷۲ء میں سسلی کو بزور شمشیر فتح کر کے ۱۰۸۷ء میں یکایک مہدیہ پر حملہ آور ہوئے اور شہر کو جلا دیا۔ خلاصہ یہ کہ یورپ اور افریقہ میں نقیض رہتا ہی تھا اور اس لئے سمندر بھی خونریزی اور تاخت وتاراج سے خالی نہ تھا۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے یہ واقعات گیارھویں صدی سے متعلق ہیں۔ قرون مابعد میں جب بربر کے اندر مستحکم اور باقاعدہ حکومتیں قائم ہو گئیں تو اس قسم کی شورشیں شاذ و نادر برپا ہوتی تھیں ورنہ فی الجملہ تمام بحر و بر میں امن تھا۔ خصوصًا بنو حفص کی تین سو برس کی حکومت اس لحاظ سے بہت زیادہ مشہور

---

[۵۱] جزیرۂ سارڈینیا کا ایک صوبہ ہے۔

[۵۲] اٹلی کا ایک صوبہ۔

اِس مبارک عہد میں ملک میں اجنبی تاجروں کی اِسقدر کثرت تھی کہ شہر ٹیونس اقوام یورپ کا مرکز معلوم ہوتا تھا۔ اِنسے گورنمنٹ اسلام بلا تفریق رنگ وروپ یا مذہب و قومیت یکساں سلوک و مراعات کرتی تھی اُنکے تاجرانہ حقوق اور مذہبی رسوم کا ہر طرح لحاظ کیا جاتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ بنو حفص اپنے ہمسرو ہمسایہ طاقتوں کے نزدیک بھی اُسیقدر بہر دلعزیز اور ممتاز تھے جسقدر کہ رعایاے بربر کے نزدیک[1]۔

جن تجارتی عہدناموں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے یہ ظاہر ہے کہ اُنمیں جہازوں کی آزادانہ آمد ورفت اور اہل جہاز کے جان و مال کی حفاظت شرطِ مقدم تھی۔ اور اسی ایک شرط کی بجاآوری فریقین کا بڑا فرض تھا۔ مگر بااینہمہ لوٹ مار کا بازار گرم تھا اور معاہدوں کی خلاف ورزی بے تکلف کیجاتی تھی۔ کس فریق کی طرف سے؟ خاص اہل یورپ کی طرف سے۔ خود یورپین مورخ تسلیم کرتے ہیں کہ اِس مقدس پیشہ کی بانی مبانی خاص اقوام یورپ ہی تھیں۔ اُنھوں نے اِسکی ابتداء کی۔ اسکو ترقی دی۔ اُنھوں نے ہی اِسکو ذریعۂ معاش بنایا اور اپنی ہمسایہ قوموں کو سکھلایا۔ ایک جماعت آگے بڑھکر عہدنامجات مرتب کرتی تھی اور دوسری غارتگرانہ حملوں کی تجویزیں سوچتی تھی[2]۔ وہ یونان جو کبھی انسانی فضائل کا سرچشمہ اور علم و حکمت کی کان تھا۔ روڈس اور مالٹا جو اُسوقت

یورپ کے غارتگر

---

[1] دیکھو کتاب کمرشل ریلیشن بٹوین ایفریکا اینڈ دی کرسچن نیشنس (افریقہ اور مسیحی دنیا کے تجارتی تعلقات) یہ کتاب فرانسیسی سے انگریزی میں ترجمہ ہوئی ہے۔ مطبوعۂ لیڈن ۱۸۶۶ء صفحہ ۱۰۰ تا ۱۸۰۔

[2] دیکھو لین پول صفحہ ۲۴ و ۲۵۔

یورپ بھر میں رہبانیت اور تقدس کا مرکز اور مجاہدین و غازیانِ مذہب کا ملجاء ماوٰے تھا نیز سارڈینیا جنیوا اور پیسا وغیرہ کا علم غارتگری سب سے زیادہ بلند تھا یہانتک کہ کوئی تجارتی جہاز بلکہ شوقین سیّاح کی کشتی تک اُنکے دام تزویر سے نہ بچ سکتی تھی۔ چنانچہ عہدنامجات مرتبہ قرنِ وسطےٰ ہمارے اِس بیان کی مجسّم شہادت ہیں[1] اُنسے ظاہر ہوتا ہے کہ تجدید معاہدہ کی ضرورت ہمیشہ اسلئے ہوتی تھی کہ کوئی یورپین قوم شرائط کی خلاف ورزی کر بیٹھتی تھی۔ غارتگری کو زیادہ ترقی اسوجہ سے ہوئی کہ اِسوقت تمام یورپ جوش مذہب سے مبہوت اور سرگرم جہاد تھا اور جہاد کا رُخ چونکہ ہمیشہ ایشیائے کوچک۔ مصر اور اقصائے مغرب کی طرف رہتا تھا جو یورپ سے دور دراز فاصلہ پر واقع تھے لہذا جہاد کے ساتھ تجارت بھی زیادہ رونق پر تھی۔ پس جو مسیحی ریاستیں مثلاً یونان و پیسا وغیرہ مدد دیکر اس کار خیر میں شریک نہ ہوسکتی تھیں وہ مجاہدین کے رسد راشن سے لبریز جہازوں کو لوٹ کر شریک ہو جاتی تھیں۔ پھر یہ بھی تھا کہ اُس زمانہ میں کہیں کوئی مستقل بحری قوت بھی نہ تھی کہ ان مردم آزار قوموں کی سرکوبی کیجا سکتی اسلئے اُنکا بحری اقتدار روز بروز بڑھتا گیا اُنکے علاوہ اثنائے جہاد میں خود فریقین بھی ایک دوسرے پر غارتگرانہ حملے کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے خواہ دشمن کو نقصان پہنچانے کی غرض سے یا خود فائدہ اُٹھانے کے لئے۔ مگر پہلی وجہ زیادہ قرین قیاس

---

[1] دیکھو تاریخ مولفہ جے۔ فرای سارٹ مترجمہ ٹی۔ جونز مطبوعہ لیڈن ۱۸۴۲ء جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ تا ۱۲۰ اسمیں اُن عہدناموں کی بجنسہ نقلیں موجود ہیں۔

ہے۔ چنانچہ سترھویں صدی میں انگریزی جہازوں[۱] نے اسپین کے مقبوضات واقع امریکہ پر اسی معقول عذر پر لوٹ مار کے حملے کئے تھے۔ بہرحال جنگ کی صورتوں میں تو یہ بے اعتدالیاں کچھ نازیبا نہ تھیں مگر صلح کی حالت میں بھی بعض یورپین قومیں موقع دیکھتیں تو غارتگری سے کبھی نہ چوکتی تھیں۔ مثلاً سنہ ۱۲ء میں جبکہ سلطان ٹیونس اور گورنمنٹ پیسا کے درمیان عہدنامہ کی بنا پر پوری صلح تھی۔ اہل پیسا نے ازراہ عہدشکنی ٹیونس پر بلاوجہ فوجکشی کی اور راستہ میں مسلمانوں کے تین جہازوں کو حملہ کرکے لوٹ لیا اہل جہاز پر بلالحاظ عمر و مدارج تشدد کیا۔ عورات کو بے پردہ کیا اور باوجود تعاقب غنائم سمیت پیسا کو معاودت[۲] کی لیکن گورنمنٹ پیسا نے اس واقعہ پر ذرا بھی توجہ نہ کی۔ اُدھر سلطان ٹیونس نے اُسکو ایک بزدلانہ حرکت سمجھکر انتقام کا خیال تک بھی نہ کیا۔ حالانکہ اگر خیال ہوتا تو پیسا کے تجارتی جہازوں کا بحیرۂ روم میں پتہ تک نہ ملتا۔ اسیطرح جزیرۂ سسلی بھی قزاقوں سے خالی نہ تھا اور گورنمنٹ درپردہ یا علانیہ اُنکی حمایت کرتی تھی۔ اہل نارمنڈی کو بھی ہاتھ صاف کرنے میں تکلف نہ تھا بلکہ سلاطین ٹیونس عرصۂ دراز تک اُنکو ایک رقم کثیر بطور خراج سالانہ ادا کرتے رہے جس سے یہ مطلب تھا کہ اگر اہل نارمنڈی قزاقی سے دستکش نہوں تو کم از کم اہل بربری کو معاف رکھیں۔ ایسے خراج کو خونبہاے امن سمجھنا چاہیئے! علاوہ ازیں

یورپ کے لُٹیرے اور اُن کے حملے بربر پر

[۱] دیکھو لین پول صفحہ ۲۵

[۲] دیکھو لین پول صفحہ ۲۵۔

ریاست اراگون اور جنیوا میں ہمیشہ زور آزمائی رہتی تھی اور اس ضمن میں اہل بربر کو اکثر بیجا ظلم سہنا پڑتا تھا۔ گورنمنٹ اٹلی کی بابت اگرچہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ قزاقی کی علانیہ مخالف تھی بلکہ اگر رعایاے اٹلی میں سے کوئی شخص مرتکب غارتگری ہوتا تو اسکو قرار واقعی سزا دیتی اور مال غنیمت کا پتہ لگا کر اُسکے اصلی مالک کو بجنسہ واپس کر دیتی لیکن اٹلی کی نیک نیتی کی تقلید بہت کم کیجاتی تھی۔ ورنہ چودھویں صدی تک تمام جنوبی یورپ میں قزاقی کا بازار گرم تھا اور افریقہ کی ہمسر و ہمسایہ قوتوں کو گویا درپردہ اس متقدس پیشہ کی تعلیم و ترغیب دے رہا تھا۔

ایک پُرجوش یورپین وقائع نگار[۱۵] جب اقوام یورپ کو وقعات کی بناء پر الزام غارتگری سے سبکدوش نہ کر سکا تو گھبرا کر لکھتا ہے "وباے غارتگری اُسیوقت عالمگیر ہوئی جب لیوانٹ میں ترکوں کا بحری اقتدار بڑھا۔ یورپ میں اس فن کے موجد یا باعث یہی ہیں چونکہ وہ خود پہلے سے مشاق تھے اسلئے لیوانٹ پر قابض ہوتے ہی اُنھوں نے بربری غارتگری کو ہر طرح جرأت دلائی بلکہ فتح قسطنطنیہ کے بعد خود بھی اس قسم کی دست درازیوں سے دریغ نہیں کیا" اور یہ کہ "بحیرۂ روم میں غارتگری کی ابتدا خواہ کسی نے کی ہو مگر اصلی رگیولیٹر ترک تھے" معقول! نزلہ بر عضو ضعیف

ایک یورپین مورخ کی رائے

---

۱۵ مسٹر۔ آر۔ ایل۔ پلے فئر مصنف "دی سکرج آو کرسچنڈم" (یعنے مسیحی دنیا پر عذاب الیم) بین پول سے بے تعصب شخص نے بھی اسیکا اتباع کیا ہے دیکھو باربری کورسیر صفحہ ۱۳۔

میر یزد۔ ضعیف اسلئے کہ "مرد بیمار"[1] ہے۔ اگر جیسن[2] کا حملہ غارتگری ایک بعید القیاس فسانہ ہے تو اہل یونان کی بحری ترکتازیوں کو صحیح تاریخانہ واقعات تسلیم کرنا تو عین قرین عقل ہے۔ یونانیوں نے اِس فن میں وہ یدِطولیٰ حاصل کیا تھا کہ جیسن کی عیاریاں بھی گرد کردی تھیں۔ اُن کے زمانہ میں جبکہ ترکوں کو فتح قسطنطنیہ یا لیوانٹ کا خیال تک نہ تھا یونان کے آس پاس نہ کوئی بحری قطعہ محفوظ تھا نہ برّی۔ پھر اَور قوموں نے اُنکی شاگردی کی جنکا مختصر بیان ہوچکا ہے۔ پھر بیت المقدس کے مجاہد اول رڈوس میں۔ بعدہٗ مالٹا میں جمکر سولھویں صدی کے اخیر تک برابر غارتگری کرتے رہے جیساکہ ناظرین کو آیندہ معلوم ہوگا۔ اِس سے بھی بڑھکر شہادت یہ کہ اسی صدی کے شروع میں خاص

---

[1] زار نکلس نے ٹرکی کو سک مین (مرد بیمار) کا خطاب دیا تھا۔ دیکھو ہسٹوری آو ٹرک لین پول باب ۱۲۔

[2] قدیم یونان میں ایک ریاست آرگس کے نام سے ۶۵۰ برس قبل از مسیح قایم کیگئی تھی۔ یونان کے سینوی فسانوں میں مذکور ہے کہ یہاں کے ایک باشندہ جیسن نامی نے شاہ کولکس پر جس نے ازراہ غارتگری فرکزس کو قتل کرکے اُسکا خزانہ لوٹ لیا تھا کچھ عجیب طریق سے انتقاماً حملہ کیا۔ یعنے آرگو نامی جہاز میں بمعیت دیگر فرمانروایان یونان بڑی شان وشوکت سے لنگر اُٹھایا۔ چونکہ فرکزس جس جہاز میں مع مال و دولت کولکس کو روانہ ہوا تھا اُسپر ایک سنہرے دنبہ کی شکل بطور نشان کے نصب تھی۔ اِس لئے شاعروں نے یہ گھڑلیا کہ جیسن کا انتقامی حملہ گویا سنہری اُون (گولڈن فلیس) کو واپس لینے کے واسطے تھا۔ اُون سے دنبہ اور دنبہ سے جہاز مع مال و دولت مراد ہوگی۔

یورپین بکنیرز[۱] کی ترکتازیاں مقبوضات اسپین واقعۂ امریکہ اور جزائر غرب الہند پر ایسے مشہور و معروف تاریخانہ واقعات ہیں جن سے یورپ کا ہر طفلِ مکتب واقف ہے لیکن یورپ کے پُرجوش وقائع نگاران باتوں کو سہواً یا شاید مصلحتاً قلم انداز کر دیتے ہیں اور ترکوں کے سوا کسی قوم کو اس لقب کا مستحق نہیں سمجھتے۔ اب رہا یہ امر کہ غارتگری کی ابتدا کس نے کی اور کس نے اُسکو ترقی دی۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بربر بھی لٹیروں سے کبھی خالی نہیں رہا چنانچہ شہر مہدیہ اور خلیج گیبس کے دہانہ کے شہر اُنکے بڑے بڑے مرکز تھے سیاح البیقری جب بارھویں صدی میں اس سرزمین کی سیر کرتا پھرتا تھا تو اُسنے بندرگاہ بونا پر بچشم خود دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بیڑا لوٹ مار کے لئے روانہ کیا جاتا تھا۔ اسی طرح چودھویں صدی میں علامہ ابن خلدون لکھتا ہے کہ بندرگاہ بوجیہ میں ایک باقاعدہ کمپنی اس مقصد کے لئے قائم تھی کہ مال غنیمت کی تجارت اور بردہ فروشی کو ترقی دے

بربر کے غارتگر

---

[۱] یورپین بکنیر یعنے فرنگی بحری غارتگر جو خاصکر فرانسیس اہل ڈنمارک اور انگریز ہوتے تھے۔ اُنھوں نے سولھویں صدی کے شروع میں اسپین کے مقبوضات واقع غرب الہند امریکا پر غارتگری شروع کی۔ مونٹ بار۔ لالونائز۔ پاسکو۔ مارگن۔ مشہور ترکتاز تھے جنھوں نے ہزاروں کو تہ تیغ اور لاکھوں کو مفلس کیا۔ علاوہ ازیں تین غارتگرانہ حملے اور مشہور ہیں۔ وارن مور کا حملہ جزیرۂ اوسٹنڈ پر ۱۶۰۳ء میں۔ گریانٹ کا ۱۶۸۵ء میں۔ اور پوائنٹس کا ۱۶۹۷ء میں۔ (دیکھو ہوم سائکلوپیڈیا مرتبہ بنٹمین صفحہ ۲۲۱)۔ ترکوں کو خود قوم کاسیک قزاق سے مدتوں تکلیف اُٹھانا پڑی۔ جو روسی رعایا اور آخر کار روسیوں ہی میں مدغم ہو گئے۔ یہ لوگ اناطولیہ۔ اور ٹرکی کے جہازوں کے حق میں گویا نہنگ تھے۔ (دیکھو ایضاً صفحہ ۲۷۷)۔

مگر حُسنِ اتفاق سے یورپین مورخ[۵۱] تسلیم کرتے ہیں کہ یہ واقعات حالت جنگ میں پیش آتے تھے نہ کہ صلح میں۔ اور یہ کہ گو بعض یورپین قومیں مثلاً اہل یونان و پیسا وغیرہ سمندر میں عادتاً لوٹ مار کرتی تھیں۔ مگر بر براور عام دول و ریاستہائے یورپ کے تعلقات دوستانہ ہونے سے خالی نہ تھے۔ عہد نامجات کی فی الجملہ عزت کرتے تھے۔ قزاقی سے دستکش اور تجارت کے بہی خواہ تھے۔ صرف فتنہ و فساد کے زمانہ میں غارتگری رسماً جائز سمجھی جاتی تھی مگر پندرھویں صدی میں ایک ایسی قوی وجہ پیدا ہوگئی جس سے یہ آگ دوچند تیزی سے بھڑک اُٹھی یعنے غرناطہ کا زوال و رمسلمانان اُندلس کی جلاوطنی۔

یوں تو پندرھویں صدی کے ساتھ ہی سلطنت غرناطہ میں ضعف پیدا ہوگیا تھا مگر شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازابلا کی تخت نشینی پر مسلمانوں کا ایوان حکومت نمایاں طور سے متزلزل ہونے لگا۔ مالگا (مالجہ) اور غرناطہ کی فتح اور ابو عبداللہ خاتم السلاطین اُندلس کی جلاوطنی سے لیکر سولھویں صدی کے عشرۂ اول تک جو کچھ وحشیانہ ظلم اسپین نے مسلمانوں پر کیے اُنکی نظیر تاریخ دنیا میں کسی قرن اور کسی قوم میں باستثنائے بنی اسرائیل نہ ملیگی۔ اُنسے عہد شکنیاں کیں۔ اُنکو قومی اور مذہبی حقوق سے محروم کیا۔ بزور شمشیر بپتسمہ دیا۔ اُنکے صدہا کتب خانے جلا دیے۔ اُنکی عورات کو بے پردہ کیا۔ اور زندہ آگ میں

بربروں میں غارتگری کی بڑی وجہ

---

[۵۱] دیکھو تاریخ لین پول صفحہ ۲۶۔ نیز تاریخ مارگن۔

جلا دیا۔ کاش گورنمنٹ اسپین اس پالیسی کو عمل میں لانے سے پیشتر اسکے زبون نتائج پر غور کرلیتی! کوہستان البکزرا کی بغاوت کے اختتام پر کئی لاکھ مسلمان ڈن جان آو اسٹریا کے حکم سے جبراً نکال دیے گئے اور باقی خود نکل کھڑے ہوئے اور آبنائے جبرالٹر کو عبور کرکے سواحل بربر۔ پا وران۔ شرشیل۔ الجزائر۔ اور سیوطہ جیسے قریب اور مستحکم مقامات میں آباد ہوگئے۔ اُسوقت اُنکے جوش انتقام کا اندازہ کچھ وہی خوب کرسکتا تھا جسپر یہ تمام مصائب و آلام نازل ہوئے۔ اُنکے نزدیک قومی شوکت

سلہ علامۂ شبلی سفرنامۂ قسطنطنیہ میں لکھتے ہیں یہاں (قسطنطنیہ) میں نے ایک عجیب دردانگیز تماشا دیکھا جسکا اثر دیر تک میرے دل پر رہا۔ ایک جداگانہ کمرہ میں چند عورتیں جو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہیں ایک شکنجہ میں دابی جارہی ہیں۔ ایک کی پیٹھ پر جلتے ہوئے لوہے کی پٹڑی رکھدی ہے کہ گردن سے لیکر کمر تک چار چار اُنگل کھال اُتر گئی ہے۔ اسیطرح اوروں کو عجیب عجیب طریقہ سے اذیت دیجارہی ہے یہ عورتیں وضع ولباس سے دولتمند اور شریف معلوم ہوتی ہیں۔ اکثر کم سن۔ خوبصورت اور نازک اندام ہیں۔ سخت تعجب ہوتا تھا کہ کن ظالم ہاتھوں نے ان حُسن کی دیبیوں پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت کی ہوگی!! دریافت سے معلوم ہوا کہ اسپین میں جب اسلامی حکومت برباد ہوکر عیسائیوں کی سلطنت قائم ہوئی تو عموماً مسلمان تبدیل مذہب پر مجبور کیے گئے۔ اور چونکہ اسلام کا اثر آسانی سے دلوں سے مٹ نہ سکتا تھا۔ انکو انواع واقسام کی اذیتیں دیجاتی تھیں۔ اور بےبسی وکمزوری کے لحاظ سے عورتوں پر ظلم کیا جاتا تھا۔ یہ مظلوم عورتیں اسی عبرت انگیز واقعہ کی یادگار ہیں۔ اسوقت مجکو خیال ہوا کہ آہا! یہی عیسائی ہیں جو ہمکو طعنہ دیتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا!!!

یہ تصویریں قسطنطنیہ کے ایک ایسے عجائب خانہ میں رکھی ہیں جو ایک عیسائی دولتمند نے اپنے روپیہ سے قائم کیا ہے۔ علامۂ شبلی کو تعجب ہے کہ ترک اس دردانگیز تماشہ کو دیکھتے ہیں مگر کبھی تعرض نہیں کرتے۔ بےتعصبی اسے کہتے ہیں۔

مذہبی حمیت ۔ اور لطف زندگی انتقام میں تھا۔ مانا کہ ان مقامات میں جمکر جو کچھ انھوں نے
کیا وہ بالکل وحشت اور جہالت کا نمونہ تھا۔ بے شک وہ سفاکانہ مردم آزاری سے
کسیطرح کم نہ تھا مگر کیا انکا جوش انتقام طبعی نہ تھا؟ بیشک وہ اس قابل نہ تھے کہ باقاعدہ جنگ
کرکے بدلہ لیتے ۔ مگر وہ اُن وحشیانہ مظالم کی سوہان روح یاد کو کسطرح دل سے مٹا سکتے تھے۔

اِس موقع پر مسلمانوں کی جہازرانی پر ایک سرسری نظر ڈالنا مناسب ہوگا۔ ابتدا میں
مسلمان اِس فن سے بالکل بے بہرہ تھے اور بے بہرہ ہونا ہی چاہیئے تھا کیونکہ عرب میں
جو انکا زاد بوم اور سرچشمۂ دین و دنیا تھا سمندر کا مفہوم تھا ریگستان۔ اور جہازرانی کا ساربانی۔
چنانچہ عرب کے ریگستانوں سے باہر نکلکر جب اُنھوں نے سمندر کو دیکھا تو اُسکی عجیب دلچسپ[1]
تعریف کی ہے۔ فتوح شام و مصر تک تو خود امیر المؤمنین وقت نے ہی انکو بحری سفر سے باز
رکھا۔ پھر اموی خلفاء بھی مانع رہے چنانچہ موسیٰ گورنر اقصائے مغرب کو اسپین پر حملہ
کرنے سے اسی بناء پر منع کیا گیا تھا۔ یہ سنہ ۹۱ھ کا واقعہ ہے۔ گویا ابتدائے آٹھویں
صدی میں مسلمان بحیرۂ روم میں جہازرانی کی قابلیت نہ رکھتے تھے لیکن بعد کو ایک
باقاعدہ حکمران قوم ہونے پر جب اُنھوں نے دیکھا کہ حریف قوموں کا تقابل بدون
جہازرانی ناممکن ہے تو رفتہ رفتہ اِس طرف متوجہ ہوئے اور بعہد خلیفہ عبد الملک

اہل بربر کی جہازرانی

---

[1] حضرت فاروق اعظم نے عمر ابن العاص سے جو اُس وقت فتوح مصر میں مشغول تھے دریافت
کیا کہ سمندر کیا چیز ہے۔ اسپر عربی جرنیل نے جواب دیا کہ سمندر ایک بڑا بھاری حیوان ہے جسپر احمق آدمی
اسیطرح سوار ہوکر چلتے ہیں جسطرح لکڑی کے بڑے گُندوں پر کیڑے۔

ٹیونس مسلمانوں کا سب سے پہلا بندرگاہ اور بحری میگزین قرار پایا۔ اسوقت سے عاملانِ اقصائے مغرب فن مذکور میں کچھ نہ کچھ ترقی کرتے رہے اور بحری سفر کے ذرائع سے کبھی خالی نہیں رہے۔ چنانچہ بنو اغلب نے ایک بڑے بیڑے کی مدد سے جزائر سسلی۔ سارڈینیا۔ اور کورسیکا کو فتح کیا۔ پھر بنو فاطمیہ اور بنو امیّہ اندلسی نے بحیرۂ روم کی حکومت کے لئے مدتوں زور آزمائیاں کیں۔ اول الذکر فریق کے پاس (اُسوقت) دوسو مضبوط جنگی جہاز تھے۔ اسیطرح موحدین بھی ایک نہایت طاقتور اور عظیم الشان بیڑے کے مالک تھے چنانچہ اُندلس تک اسی بیڑے کی مدد سے اُن کی رسائی ہوئی۔ موحدین کے جانشین اگرچہ بوجہ اسکے کہ وحدت سے کثرت کی طرف مائل ہو گئے تھے نسبتاً کم اور کمزور تھے مگر ایسے بحری سامان سے وہ بھی خالی نہ تھے جو عند الضرورت سواحل شمالی کو کسیقدر محفوظ کر سکتا اور تاجرانہ مقاصد پورا کر کے اہل ملک کے حوائج رفع کر سکتا۔ خلاصہ یہ کہ ۱۵۰۰ء تک مسلمانان بربر جہازرانی میں خاصی مہارت حاصل کر چکے تھے۔

اثبات غارتگری کا لب لباب

اب اہل بربر کو قزاق بننے کے لئے اور کس بات کی ضرورت تھی؟ ملک کا شکستہ اور چاک درچاک ساحل چھوٹی چھوٹی محفوظ کمینگاہوں سے معمور تھا۔ جہازرانی میں وہ اسوقت تک کافی مہارت حاصل کر چکے تھے۔ وہ اپنی ہمسایہ قوموں سے پیشۂ قزاقی میں صدیوں سے سبق لے رہے تھے خاصکر حضرات یونان اور ٖفنیشیا نے اُنکو بڑے بڑے داؤ پیچ سکھلائے تھے بعض اقوام یورپ کی متواتر عہد شکنیاں

دیکھکر انکی نیک نیتی بھی متزلزل ہوتی جاتی تھی - اور پھر ملک میں کوئی ایک آہنی پنجہ
بھی نہ تھا جو انکو کجی کی طرف مائل ہونے سے باز رکھتا - بنو فاطمیہ نے جب سے بربر
سے پولٹیکل تعلقات قطع کر دیے تھے تب سے اُن میں تفرقہ پڑگیا تھا اور عنانِ
حکومت ایک ہاتھ کے بجائے متعدد اور مختلف ہاتھوں میں گردش کرتی رہتی
تھی - اہل ملک عموماً مرکز قومیت سے گرتے جاتے تھے - گویا ملک میں ہر طرف
سامانِ غارتگری مہیّا تھے اور صرف ایک قومی تحریک کی ضرورت تھی جو سولھویں
صدی میں پوری ہوگئی یعنے اُنکے ہزاروں لاکھوں برادرانِ اسلام گورنمنٹ اسپین
کے مظالم سے تنگ ہوکر - خانماں برباد - سقیم الحال - لُٹے ہوئے قافلوں کی شکل
میں ہر طرف سے سواحل بربر پر ٹُوٹ پڑے - اہل ملک کے سینوں میں قومی اور
مذہبی حمیّت کی آگ بھڑک اُٹھی - فرمانروایانِ بربر قطع نظر اسکے کہ خود بھی اُسی ایک
شجر کی شاخ اور اُسی ایک شیرازۂ جمعیت کے جزو تھے اگر بلحاظ پولٹیکل مصالح
امور اُندلسیوں کے خلاف کوشش کرتے تو کیا ہوتا - اُنکی بحری اور بری طاقتیں
کسیطرح اِس قابل نہ تھیں کہ ایسے طول طویل ساحل کو جا بجا عرصۂ دراز تک اُندلسیوں
کے مقابلہ پر محفوظ کر سکتیں - اُدھر قومی قانون - دلی ہمدردی اور سچّی مہمانداری کرنے
پر مجبور کرتا تھا - ایسی حالت میں بجز اسکے اور کیا چارہ تھا کہ جلا وطن اندلسیوں کو اپنے
دامن شفقت میں پناہ دیں اور اُنکے جوشِ انتقام میں ہر طرح شریک ہوں چنانچہ
ہزاروں لاکھوں مسلمان اسپین سے نکلکر بلا تکلف ساحل بربر پر آن پڑے اور انتقام

غارتگری کا بڑا سبب

کی تدبیریں سوچنے لگے۔ یہاں پہلے ہی سے گویا بھڑک اُٹھنے والی چیزوں کا انبار لگا ہوا تھا جسمیں صرف ایک چنگاری کی ضرورت تھی جو اسطرح مہیا ہوگئی اور تمام مغربی بحیرۂ روم یک بیک آتش غارتگری سے بھڑک اُٹھا۔

اہل یورپ کی اسوقت فی الجملہ کیا حالت تھی ؟ وہ اپنے حریف ہمسایوں کو ایسے خطرناک پیشہ کی تعلیم دیکر سخت پچھتاتے تھے۔ اسپین زبان حال سے اپنی گورنمنٹ کی وحشیانہ پالیسی کو نفرین وملامت کرتا تھا۔ کوہستان الپکزرا[1]۔ ڈن جان آف آسٹریا کی سفاکانہ حکمت عملی کو الزام دیتا تھا مگر "خود کردہ را درمان چیست"۔ اہل بربر تین سو برس کامل تمام تجارت پیشہ اقوام یورپ کی قسمتوں کے گویا مالک رہے۔ جس دولتمند قوم کو چاہتے ایک گوشۂ چشم میں دیوالیہ بنا دیتے تھے۔ اُسوقت سے جبکہ عروج اور خیرالدین باربروسہ نے چارلس پنجم شاہ اسپین کی تمام بحری اور برّی طاقت کے دھوئیں اُڑائے اور اُنیسویں صدی کے آغاز تک جبکہ یورپ کی مشہور جنگ آزما قوموں نے ہتھیار سامنے ڈالدیے۔ بربری قزاق (باربری کورسیر) تمام مغربی بحیرۂ روم اور اُسکے تنگ وتاریک حصوں کے مالک الملک لاشریک لہ رہے تمام آیندورندگان سے جو چاہتے بطور خونبہا سے امن مانگ لیتے تھے۔ اور اگر اُنیسویں صدی کے شروع میں بھی دول یورپ اپنی بحری قوتوں کی طرف توجہ نہ کرتیں تو بحیرۂ روم آجتک

اسوقت یورپ کی کیا حالت تھی

---

[1] دیکھو اُندلس باب ۱۴ ۔ ڈن جان آف آسٹریا نے قریباً تیس ہزار اُندلسیوں کو الپکزرا سے جلاوطن کیا۔

اس خس وخاشاک سے صاف نہ ہوتا۔ اس تین سو برس کے عرصہ میں اہل
بربر نے یورپ کی کسی قوم کو قشقۂ اطاعت لگائے بدون نہیں چھوڑا۔ کیا اہل
وینس وجنیوا یا پیسا اور کیا اہل فرانس۔ انگلینڈ۔ سویڈن۔ ڈنمارک۔ ہالینڈ۔ یا
اہل امریکہ سب کے لئے بحیرۂ روم سے صحیح وسلامت گذرنے کی ایک ہی شرط تھی۔
یہ کہ ایک رقم کثیر بطور خراج سالانہ ادا کریں اور بیش بہا تحائف میعاد معینہ پر
نذر دیں۔ چنانچہ ہر قوم یہ شرط طوعًا تو نہیں مگر کرہًا پورا کرتی تھی اور نہ کیسے کرتی جبکہ
الجزائر کے شاہی بندرگاہوں میں ہزاروں یورپین غلاموں کا دم والپسین تک ٹوکریاں
اٹھانا یا بربری کشتیوں پر پابزنجیر بلیاں چلانا ایک مآل اندیش دانشمند کے لئے کافی
تنبیہ تھی۔

دول یورپ کا نفاق

فرانس باوجود کافی اقتدار کے خاموش تھا کیونکہ بربری قزاقوں کا سواحل
اسپین کو تاخت وتاراج کرنا اُسکی قومی اور ملکی پالیسی کے عین موافق تھا۔ ہالینڈ کو
ہمیشہ یہی فکر رہتی تھی کہ جسطرح ہوسکے اُسکی حریف ومتقابل قومیں تکلیف ومضرت
اُٹھائیں اسلیئے وہ بھی ہمیشہ اس عذر پر ساکت رہتا تھا کہ اُسکی تجارتی عظمت الجزائر
کی دوستی پر منحصر ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب تک جمیع اقوام یورپ نے باہمی نفاق اور
خانہ جنگی کو چھوڑ کر یکجہتی اختیار نہ کی اُسوقت تک اُنکو یہی ذلتیں سہنا پڑیں چنانچہ
فرانس کے جہاں آشوب انقلاب کے ختم پر جب اس انقلاب کا ریگیولیٹر مقید ہوگیا اور
بوناپارٹ
براعظم کو تحریک سے تسکین ہوئی تو دول یورپ نے بمقام ایکسلاچیپل ایک کانگرس منعقد

کی تب کہیں جا کے مسیحی دنیا کو "عذاب الیم" سے نجات ملی۔

مقدمہ ختم کرنے سے پیشتر یہ بیان کرنا اور باقی ہے کہ اُندلسیوں نے اہل بربر کی مدد سے اور غارتگری کے پیرایہ میں خاص اسپین سے کیا سلوک کیا لین پول نے جس ولولہ انگیز اور پُر اثر زبان میں یہ حالات قلمبند کئے ہیں مناسب ہے کہ بجنسہ اُسی کا ترجمہ پیش کیا جائے۔

"دنیا میں معلومات کے تین ہی طریقے ہیں۔منقول۔معقول۔اور مشاہدہ تینوں سے ثابت ہے کہ ابتدائی زمانہ کے انسان کے خصائل درندوں سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ وہ اپنی وجہ معاش حیوانات کو شکار کرکے پیدا کرتا تھا یا فریب (پالیسی) سے پکڑ کے۔ اِس زمانہ کا مہذّب انسان بھی اِس سے خالی نہیں مگر اُسنے مارڈالنے کے وحشیانہ طریقہ کو ایک پیشہ ور جماعت کے لئے مخصوص کر دیا ہے اور اگر وہ خود اِس فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو اُسکو "تہذیب و تکلف" کے رنگ میں رنگ کر "شکار" یا "ورزش" جسمانی کے نام سے موسوم کرلیتا ہے حالانکہ شکار بھی ایک طرح کی قسی القلبی ہے مگر چونکہ اُسمیں ذرا "تہذیب" کی شاخ لگ گئی ہے اور بوجہ شوق۔ تذبذب۔ امید و بیم۔ اور خطرۂ جان کے ایک قسم کی تحریک اور جوشش پیدا کرتا ہے اسلئے مقبول عام سمجھا جاتا ہے۔ تاہم یہ مہذب انسان اُس نامہذّب انسان سے وحشت میں ایک قدم آگے ہے۔ وہ غیر جنس (کم درجہ کے حیوانات) کو مار کر خوراک پیدا کرتا تھا اور یہ اپنے ہی ابناے جنس پر ہاتھ صاف کرتا ہے

گو کسیقدر تہذیب و شائستگی کی ٹٹی کی آڑ میں چنانچہ مہذب اور شائستہ قوموں میں چالاک عیار اور زبردست ہمیشہ بیوقوف اور سادہ لوح زیردستوں کو شکار کیا کرتے ہیں۔ اگر صریح مثال دیکھنا ہو تو قمار خانوں کی سیر کیجئے۔ یہاں ضعیف الرائے اور قمار کے دلدادہ ہمیشہ مکار حریفوں کے خنجر تلے تڑپا کرتے ہیں۔ ہر طبقہ میں انکا ایک نام جدا ہے۔ اعلےٰ طبقہ میں پوچھئے تو فنانشیر (افسران مال) کہلاتے ہیں ادنےٰ طبقہ میں چور۔ اُچکا۔ گٹھ کترا پس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لُوٹ مار کی عادت انسان میں قدیم الایام سے پائی جاتی ہے اور کسی خاص میں نہیں بلکہ عموماً ہر شخص میں۔ اِس خیال کی بناء پر شاید ہمارے ناظرین قزاقی کو ایک مہذب مشغلہ سمجھکر قزاق کے جوش مسرت کا اندازہ کرنے کے شائق ہوں گو ہم خوب جانتے ہیں کہ ایسے فعل مذموم کی رغبت سے اُنکے دل فی نفسہ پاک ہیں۔ ہم اُنکو اندازہ کرائے دیتے ہیں۔ بہت سے تارک الدنیا اور زاہدانِ خشک ایسے ہیں کہ اگر اُنسے سوال کیجئے کہ ہر شخص چور اُچکا کیوں نہیں ہوتا؟ تو وہ یہی جواب دینگے "اسلئے کہ ہم میں سے ہر شخص میں اس درجہ کی چالاکی اور عیاری نہیں ہوتی"۔ چور لٹیرا بننے کے لئے فرومایگی اور خبث باطنی کی ضرورت تو ہے ہی۔ لیکن ایک ایسی قوی تحریک کی ضرورت بھی ہے جس سے متاثر ہو کر انسان خواہ نخواہ حصول معاش کے جائز اور سلامت روی کے طریقوں کو چھوڑ دیتا ہے اور سراپا مخدوش طریقے اختیار کرلیتا ہے۔ نفس الامر یہی ہے کہ امید و بیم۔ تذبذب و اندیشہ اور ذاتی چالاکی و عیاری کا علم وغیرہ ہی اُس قوی تحریک کے

اجزا ہیں جو کسی منچلے کو چور۔ اچکا۔ لٹیرا۔ یا قزاق بننے پر آمادہ کر دیتے ہیں یا کسی بیکار کو اُن بُرے کاموں کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں جو بطور غلط العوام "مہذب مشاغل" کہلاتے ہیں۔

ہمارے مور قزاق (اہلِ اُندلس) اِن سب باتوں میں طاق تھے۔ مزید براں نہایت شجاع۔ دلیر۔ اور نبرد آزما تھے۔ وہ قبل ازیں اہل اسپین سے بارہا زور آزمائیاں کر کے اپنی جرأت و شجاعت کے متواتر ثبوت دے چکے تھے۔ بڑے بڑے خطرناک بحری سفر کر کے سمندر کے سرد و گرم اور سواحل اُندلس کے نشیب و فراز سے خوب واقف ہو چکے تھے۔ اُنھوں نے اکثر آس پاس کے شہروں پر بلکہ شاید سارڈینیا اور پروونیس پر کامیاب ترکتازیاں کی تھیں۔ لیکن اسوقت وہ ایک ایسے کارِ خیر کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو تمام گذشتہ کاموں سے بالاتر اور زیادہ دلچسپ تھا۔ وہ کیا؟ اُن ظالموں سے انتقام لینا جنھوں نے اُنکو اوجِ عزت سے خاکِ مذلت پر گرایا تھا۔ اُنکو خانماں برباد۔ مفلس۔ بے حرمت۔ اور آخر کار جلاوطن کر کے دنیا کے وسیع میدان میں بیکس و بے پناہ چھوڑ دیا تھا۔ وہ ناخداترس اور قسی القلب جنھوں نے اُنکے اعزا و اقارب کو اور لختِ جگر و قرۃ العین کو اُنکی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا تھا۔ اور اُنکے مذہب کی توہین کی تھی۔ کیا ایسے جفاکاروں سے انتقام لینا کارِ خیر نہ تھا؟ بے شک تھا۔ لیکن کیونکر؟ الجزائر کی بندرگاہ میں بے شمار چھوٹی چھوٹی اور ہلکی ہلکی کشتیاں سطحِ آب پر لنگر انداز ہیں جنکو برگن ٹین کہتے ہیں۔ آو۔ انمیں سے چند کشتیاں کنارہ پر

جلاوطن اندلسیوں کا انتقام

سکھے لائیں۔ اور انکو مشاق اور مسلّح ملاحوں سے آراستہ کرکے سواحل اسپین کی
طرف چلیں۔ آہ ! زخمی دلوں کو انتقام سے زیادہ اور کس چیز میں لذت حاصل ہوسکتی
ہے۔ اس چھوٹے سے جہاز میں جسکو قرقطہ بھی کہتے ہیں کُل بیس آدمی سوار ہو سکتے
ہیں۔ اس ترتیب سے کہ دس اسطرف کھڑے ہوتے ہیں اور دس اُس طرف پشت
بہ پشت۔ یہ سب سپہ گری اور ملّاحی دونوں کام دے سکتے ہیں لیکن اگر خشکی سے کچھ
دور نکلکر ہوا موافق ہوئی تو کھینے کی بھی کچھ ضرورت نہوگی۔ اُس تنگ قطعۂ آب میں پہنچکر
جو ساحل بربر اور جزائر بیلیرک کے درمیان واقع ہے اس ایک مسطول کے جہاز
کا مثلث نما بادبان ہر طرف پھیل جائیگا۔ یہاں شکار کی تاک میں خاصی طرح چھپ
سکتے ہیں۔ شاید کوئی گیلون یا پولکا اسطرف آنکلے۔ چنانچہ اس مختصر سے بیڑے کا
ایک حصّہ تو کسی چاک ساحل کے اندر نظر سے پوشیدہ کھے لیجاتے ہیں اور
باقی اِدھر اُدھر چٹانوں کی آڑ میں منتشر کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب شکار اپنی
پیشانی سے بے خبر۔ رفتہ رفتہ زد پر پہنچتا ہے تو ایک عجیب طلسمی سین پیش نظر ہوتا
ہے۔ یعنے دفعتًا ہر کشتی سے بلّیاں پانی میں پھنکتی دکھلائی دیتی ہیں اور کشتیاں
کمینگاہوں سے نکلکر شکار کا رُخ کرتی ہیں اور ایک طرفۃ العین میں ہر طرف سے سمٹکر
بآن واحد اُسپر حملہ کرتی ہیں۔ حیرت زدہ اہل جہاز اول تو خفیف سا مقابلہ کرتے ہیں
جہاز کے بالائی حصّہ پر۔ کپتان کی چھتری کے نیچے حملہ آورین سے دست و گریبان
ہوتے ہیں مگر بالآخر ایک حرکت کالمذبوح کے بعد زیر ہو جاتے ہیں۔ اور بس خاتمہ ہے

ہر طرف سکوت ہے - اہلِ جہاز پابزنجیر زیر حراست ہیں - اور بربری قافلہ کامیابی کے ساتھ الجزائر کا رُخ کرتا ہے اور خوشی کے نعروں میں کنارہ پر اُترتا ہے -

کبھی کوئی قافلہ خاص اندلس کا تہیئہ سفر کرکے الجزائر سے نکلتا ہی خشکی کے قریب پہنچکر وہ فرقطون کو سنگلاخ ساحل کے کسی جوف میں یا ریت ہی میں چھپا دیتے ہیں اور خود چپکے چپکے کسی آس پاس کے گانوں میں پہنچتے ہیں - وہ گانوں جسکی چپّہ چپّہ زمین سے اُنکو کماحقّہٗ واقفیت ہے اور جسکے ہاتھ سے نکل جانے کا رنج اُنکے دل سے کبھی نہ جائیگا - دیہات میں اُنکے اعزّا و اقارب ابھی تک بود و باش رکھتے ہیں اسلئے امید ہے کہ وہ اِنکو ہر طرح کی مدد دینگے اور عند الضرورت اِدھر اُدھر چھُپا دینے سے دریغ نہ کرینگے - دن بھر یہ لوگ یہاں چھپے رہتے ہیں اور رات کو جب شبخون کے لئے نکلتے ہیں تو عجیب کیفیت ہوتی ہے - آدھی رات کا وقت ہے - پاس کے ایک گانوں کے باشندے چند وحشیانہ ہاتھوں کی سخت گرفت سے یک بیک سوتے سوتے چونک پڑتے ہیں مگر پھر جلدی ہی کسی کی خون آشام تلواروں کی نوکوں سے دم بخود رہجاتے ہیں - اُنکے اہل و عیال حملہ آورین کے دوش بدوش اور دست بدست ساحل کی طرف چلنا شروع ہوتے ہیں تمام اثاث البیت جلوس میں پیچھے پیچھے ہوتا ہے - اِس تزک و احتشام سے قافلہ فرقطون میں سوار ہوکر واپس الجزائر ہوتا ہے - کبھی غنائم اور مسیحی بندیوں کے علاوہ یہ لوگ اپنے برادران

اسپین پر غارتگرانہ حملے

اسلام کو بھی اہل اسپین کے پنجۂ ظلم سے چھڑالاتے ہیں۔

اہل اسپین سے اِسقدر بیدردی کے ساتھ انتقام لینے میں جلاوطن مسلمانان اُندلس کا لُطف زندگی گویا دوبالا ہوتا تھا۔ لیکن باوجود اِس کمال چابکدستی کے اہل اسپین کے نشیب و فراز سے کماحقّہٗ واقفیت اور اعزاو اقارب کی اِس امداد کے اکثر جان جوکھوں بھی تھی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ کسی شکار پیش پا افتادہ کی توقع پر گھر سے نکلتے تھے اور راستہ میں خود شکار ہو جاتے تھے۔ تب تو اُنکو آپ کشت اور مات لینا پڑتی تھی اور تہنیتِ کامیابی برعکس مدمقابل کی خدمت میں پیش کرنا پڑتی تھی۔ جب یہ ہوتا تو اُنکی بُری گت بنتی۔ غلامِ حلقہ بگوش بنکر کسی جنیوا یا وینس جہاز پر برسوں سے بلکہ شاید ہمیشہ سے پابزنجیر بیٹھے ہیں یا بَلّی ہاتھ میں لئے مجبوراً کسی اسلامی جہاز کا تعاقب کر رہے ہیں۔ اپنے دائیں بائیں کسی ہم پیشہ کی پُشت پر ظالم جلّاد کے چابک کی بدّھیاں دیکھتے ہیں اور بقول شخصے کہ "ترکی پٹے اور عراقی کا نپے" دم بخود ہیں۔

چونکہ یہ لوگ جوشِ انتقام سے مبہوت تھے اسلئے اِس قسم کے مصائب و آلام اُنکے لُطف زیست میں گویا ملاحت تھی۔ کبھی کبھی وہ اِس امید موہوم پر عمر بھر گذار دیتے تھے کہ عنقریب کوئی عزیز و قریب خونبہا دیکر چھوڑالیگا یا کوئی اسلامی کشتی کفّار پر حملہ کریگی اور وہ دار و گیر کی ذیل میں آجائینگے۔ تاہم اِس قسم کے واقعات کُلیتّاً نہیں بلکہ اتفاقیہ پیش آتے کیونکہ بربری قزاق عموماً کامیاب اور فتحمند رہتے تھے۔

اُنھوں نے اِس ناجائز طریقہ سے اِسقدر جاہ وحشمت پیدا کی اور جنگی مقامات و
قلعجات واقع ساحل کو یہاں تک پُر رونق اور مستحکم کیا کہ کچھ عرصہ بعد جب اُنکی متواتر
کامیاب ترکتازیوں سے اُکتا کر اہل اسپین نے کروٹ لی تو مرض لاعلاج ہو چکا تھا
اسوقت سے لیکر بیس برس تک غارتگران بربر مغربی بحیرۂ روم پر قابض رہے
اُدھر اسپین کے آہن پوشس جنگی جہاز اپنے بندرگاہوں کو زیب وزینت دیا کئے
شاید وہ اِس دشمن کو حقیر و بیچارہ سمجھتے تھے۔ آخرکار کارڈینل زمینس نے ایک
جنگی بیڑا بسرداری ڈن پیڈرو اُنکی گوشمالی کے لئے بھیجا۔ اِسنے بربر پہنچکر اول اوران
اور بوجیہ کو فتح کیا اور پھر خاص الجزائر کا محاصرہ کرلیا جو اُسوقت کچھ ایسا زیادہ مستحکم نہ تھا

بربری قزاقوں کا استحکام قوت اور اہل اسپین کا حملہ

محصورین نے تنگ ہو کر صلح کی درخواست کی اور ایک طول طویل ردّ وقدح کے بعد
بالآخر یہ قرار پایا کہ اہل الجزائر آیندہ کے لئے ترکتازیوں سے قطعًا دستکش ہوں اور
اِس اقرار کو مستحکم کرنے کی غرض سے ڈن پیڈرو بندرگاہ الجزائر میں ایک جنگی قلعہ
تعمیر کرے اور اہل الجزائر کی نگرانی اور اُنکی ترکتاز کشتیوں کی مزاحمت کے لئے اُسمیں ایک
چھاونی قائم رہے۔ لیکن اسپین کے فتحمند جنرل نے یہ نہ سمجھا کہ ساحل بربر پر صرف
الجزائر ہی ایسی بندرگاہ نہ تھی جو طوفان نوح کے تنور کی طرح بحری غارتگری کا مبداء تھی۔
اکثر سنگلاخ قطعات مثل بینی کوہ سمندر میں جابجا نکلے ہوئے تھے۔ پس ممکن تھا کہ
ایک طرف سے مسدود ہو کر یہ مفسد مادّہ اُور متعدد اطراف سے خروج کریگا۔ علاوہ
ازیں اب اہل بربر کو گویا شکار کا چسکا پڑگیا تھا وہ اِس سے بہ طیب خاطر کیوں دستکش ہوتے

اور اگر ہوتے تو کیا بھوکوں مرتے؟ محنت مشقت سے قوت حاصل کرنا تو اُنکو پسند نہ تھا۔ پس بجز اسکے کیا چارہ تھا کہ جنٹلمین آو دی روڈ (قطاع الطریق) کی طرح قوت کا استحصال بالجبر کریں۔ چنانچہ مصلحت وقت سے مجبور ہو کر اُنھوں نے کچھ عرصہ مذکورۂ بالا عہد نامہ کی پابندی کی مگر جب فرڈینینڈ کے انتقال پر میدان خالی پایا تو نہ قلعہ اور چھاونی کی پرواہ کی۔ نہ کیتھلک گورنمنٹ کے غیظ و غضب سے ڈرے۔ تمام عہد و پیمان بالائے طاق رکھکر اپنا پرانا مصدر تاخت و تاراج گردانتے لگے اور پشت و پناہ کے لئے اِدھر اُدھر جستجو کرنے[۵] لگے"۔

ایسی مرصع اور ولولہ انگیز زبان میں ہمارے منصف مزاج مورخ نے یہ حالات قلمبند کئے ہیں۔ اُنکے چلتے ہوئے فقرے۔ چُبھتے ہوئے جملے۔ اور ذوالوجہین الفاظ پر ناظرین خود غور کریں اور خود ہی فیصلہ کرلیں کہ روئے سخن بربر کی طرف ہے یا اسپین کی طرف۔ اگر یہ درست ہے کہ زبان انسان کو دلی خیالات چھپانے کے لئے دیگئی ہے نہ کہ چھپے ہوئے خیالات ظاہر کرنے کے لئے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ انگریزی زبان اِس مقصد کے لئے بدرجۂ اولیٰ موزون ہے +

---

[۵] ۔ دیکھو لین پول صفحہ ۹ تا ۱۳۔

# پہلا باب

## خاندان باربروسہ

کسی شورش یا انقلاب عظیم کے صرف اسباب ہی اُسکی ابتداء یا تکمیل نہیں کر سکتے بلکہ ایک ایسے صریح ریگیولیٹر (قوت ضابطہ) کی ضرورت بھی ہے جو اُن اسباب کو متحرک کرے اور اپنی طبعی قوت سے اُنکو نتیجہ کی طرف کشاں کشاں اِسطرح لیجائے جسطرح کوئی شہ زور انجن ایک پوری ٹرین کو منزلِ مقصود پر کھینچ لے جاتا ہے اگر صرف اسباب بدون اس ریگیولیٹر کے اپنی حالت پر چھوڑ دیے جائیں تو انقلاب نہ پیدا کر سکینگے کیونکہ اس عالم اسباب میں ایک امر ایک ہی معلول کی علت نہیں ہو سکتا بلکہ متعدد معلول کی علت ہو سکتا ہے پس اگر چند مختلف اور غیر معیّن علل سے ایک خاص اور معین معلول پیدا کرنا چاہیں تو ایک مرتّب اور منتظم ہاتھ کی ضرورت ہوگی یہ مسئلہ نہ صرف اصول انقلاب بلکہ اصول نظام عالم کی جان ہے۔ دیکھئے فرانس کے انقلاب عظیم کے اسباب ایک مدت تک آہستہ آہستہ اندر ہی اندر سلگا کئے لیکن شعلہ زن اُسوقت تک نہ ہو سکے جبتک فرانس کے پولٹیکل اسٹیج پر نپولین نمودار نہوا۔ اسیطرح ملک بربر میں اسباب غارتگری اگرچہ قریبًا سو برس سے موجود تھے اور یومًا فیومًا ترقی کرتے جاتے تھے مگر برانگیختگی اُسیوقت ہوئی جبکہ ملک میں ایک اُلوالعزم و دلیر خاندان سربلند ہوا۔ یعنے خاندان باربروسہ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹوں کو بڑائی دینا قدرت کو بہت ہی پسند ہے شاید
اسلئے کہ معمولی اسباب سے غیر معمولی نتیجہ نکلتا دیکھکر ظاہر بین انسان کو حیرت و استعجاب
ہو۔ ہزاروں خوش رنگ پھول اُجاڑ میدانوں میں کھلتے ہیں اور مُرجھا جاتے ہیں۔
ہزاروں گوہر شب چراغ پانی کے تنگ و تاریک اور عمیق حصوں میں بے قرینہ
بکھرے پڑے ہیں اور کسی کو اُنکی خبر نہیں اسیطرح وہ الوالعزم اور نامور اشخاص جو دنیا
میں انقلاب پیدا کر دیا کرتے ہیں اور اپنے شمشیر و قلم کو مسجودِ خلائق بنا دیتے ہیں ہمیشہ
ایسے کان کے لعل ہوتے ہیں جسپر آخر تک کبھی کسی کی نظر توجہ نہیں پڑتی۔ وہ
نپولین جسنے سینٹ پیٹرسبرگ سے لیکر میڈرڈ تک تمام دول یورپ کے دھوئیں اُڑا
دیے تھے اور جسکی اُلوالعزمی اور نامورانہ شجاعت پر مغربی دنیا کو ہمیشہ رشک کے
ساتھ ناز رہیگا۔ جزیرہ کورسیکا کے ایک چھوٹے سے گانوں کا رہنے والا تھا جسکو

باربروسہ کا عروج

۱۷۸۹ء سے پیشتر کوئی بھی نہ جانتا تھا۔ اسیطرح خاندان باربروسہ بھی جزیرہ لزبس[۵۱]
(مٹی لین) کا رہنے والا تھا جو مجمع الجزائر یونان میں سب سے چھوٹا جزیرہ ہے۔
اس جزیرہ کو سلطان محمد ثانی نے اول ہی اول ۱۴۶۲ء میں فتح کیا اور اپنے ایک معتبر
فوجی افسر کو جسکا نام یعقوب تھا انتظام کے لئے چھوڑ کر خود دار الخلافۃ کو مراجعت
کی۔ ترکی مورخ یعقوب کو مسلمان لکھتے ہیں اور مسیحی مورخ خصوصاً اہل اسپین اُسکو

---

[۵۱] لزبس یا ایوبیا۔

خاندان بار بروسہ کے ممبر

اپنا ہم مذہب وہموطن بتاتے ہیں اور اگرچہ اُسکی زندگی کے واقعات میں فی نفسہ ہم کوئی ایسی نُدرت نہیں دیکھتے کہ خواہی نخواہی فریق اول الذکر ہی کی تائید کریں لیکن اسمیں شک نہیں کہ اسپین کے مورخ بہ نسبت وقائع نگار ہونے کے مدح سرائی کی قابلیت زیادہ رکھتے ہیں اور اپنی تاریخوں کو رطب ویابس سے مملو کرکے رزمی فسانہ بنا دیتے ہیں - غرضکہ یعقوب نے کچھ عرصہ جزیرۂ لزبس کا نظم ونسق کرکے انتقال کیا اور چار فرزند چھوڑے - اسحٰق - الیاس - عروج جسکو اہل یورپ اروش کہتے ہیں اور خضر جو بعد کو کپتان پاشا خیرالدین مشہور ہوا - انمیں اسحٰق لزبس کے نہایت جلیل القدر اور دولتمند تاجروں میں شمار کیا جاتا تھا - عروج اور خیرالدین ابتدائی عمر سے جرأت ودلیری کے کاموں کی طرف زیادہ مائل تھے - اسلئے اُنھوں نے بمعیت الیاس بحری مشاغل پسند کئے - لیکن الیاس کو اِن مشاغل سے زیادہ عرصہ تک متمتع ہونا نصیب نہوا بلکہ جلدی ہی روڈس کے قریب ایک جنگ میں مارا گیا -

مورخین اِس بارہ میں مختلف الرائے ہیں کہ خاندان باربروسہ سلامت روی کی زندگی چھوڑ کر قزاقی کی طرف کیوں مائل ہوا لیکن ہم مقدمہ میں تاریخانہ شہادتوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ اُسوقت تمام جنوبی یورپ میں عموماً اور حوالی یونان میں خصوصاً غارتگری ایک جائز پیشہ خیال کیا جاتا تھا - نیز جزیرۂ لزبس ورریاستہائے اراگون اور قتلونیا کے مابین اسوقت تجارت کا بازار گرم تھا اور جزیرۂ مذکور کی تمام بندرگاہیں تجارتی جہازوں سے ہر وقت معمور رہتی تھیں - بلاشبہ یہی وجوہ میلان تھے

عروج اور خیر الدین کی ابتدائی عمر کے حالات وقائع نگاروں نے بڑے ذوق شوق سے قلمبند کئے ہیں جنکا نتیجہ عموماً یہی ہے کہ یہ دونوں بھائی شروع ہی سے دلیر و جانباز تھے۔

آخر کار عروج اسحٰق کی دولت اور اپنی قوت کے سہارے ترقی کر کے بہت جلد ایک مختصر سے بیڑے کا مالک بنگیا۔ مگر چونکہ مجمع الجزائر یونان اُسکی بحری ترکتازیوں کے لئے کافی نہ تھا۔ نیز سلاطین قسطنطنیہ کی روز افزوں ترقی اس تنگ قطعۂ آب میں اُسکے حوصلوں کی اکثر مزاحم ہوتی تھی اسلئے اُسکو ایک وسیع تر جولانگاہ کی جستجو ہوئی

عروج کا عروج

حسن اتفاق سے اسوقت اسپین میں سلسلۂ جلاوطنی نہایت تیزی سے جاری تھا سیکنوں ہزاروں خانمان برباد مسلمانوں کے جہاز سواحل بربر پر خالی کئے جا رہے تھے۔ یہ لوگ جوش انتقام سے سخت مبہوت تھے۔ اکثر نے چارۂ کار بھی شروع کر دیا تھا یعنے نئی اور پرانی دنیا کی دولت سے لبریز جہازات جو آبنائے جبر الٹر یا آبنا مالٹا سے عبور کر کے سواحل بربر کے قریب سے گذرتے تھے اکثر اس انتقام کا شکار ہوتے تھے۔ اس قسم کی غیر متوقع کابیوں کی خبریں ایسی نامبارک نہ تھیں کہ بحیرۂ شام تک محدود رہتیں اور نہ یہ قومی انتقام ایسا کار خیر تھا کہ عروج مجمع الجزائر یونان ہی میں عزلت نشین رہتا۔ چنانچہ سب سے اول ۱۵۰۴ء میں ہم اُسکو ایک مختصر سے بیڑے کے ساتھ ساحل بربر کے قریب کسی محفوظ و مستحکم بندرگاہ کی تلاش میں منڈلاتا پاتے ہیں۔ یہاں اُسکے لئے ٹیونس گویا ایک قدرتی دامن شفقت تھا کیونکہ اسوقت اُسکو کچھ ایسی بہت بڑی جنگی اور مستحکم بندرگاہ کی ضرورت نہ تھی۔ گو لٹیا

(حلق الوید) کا چھوٹا سا قلعہ اُسکی مختصر جمعیت اور سامان کے لئے سردست کافی تھا قلعہ کے پاس چند اور عمارتیں بطور گدام موجود تھیں جہاں یورپ بھر کی تجار قومیں محصول آمد و رفت ادا کر سکتی تھیں۔ گویا یہ بھی حسب دلخواہ تھا۔ قطع نظر اسکے حلق الوید کی قدرتی وضع قطع مصنوعی سامان حفاظت کی چنداں محتاج بھی نہ تھی اور ان سب سے بڑھکر ٹیونس میں یہ وصف تھا کہ جلاوطن اُندلسیوں کے جہازات بیشتر انہی اطراف میں بار گراں سے خالی کئے جاتے تھے جنکے ساتھ ہر طرح کا سلوک کرنا عروج کا نصب العین تھا۔ الغرض کچھ خفیف تذبذب اور تامل کے بعد عروج نے معہ خیر الدین اور الیاس حلق الوید میں داخل ہو کر لنگر ڈالدیا اور اُتر پڑا۔

ٹیونس میں اسوقت بنو الحفص حکمراں تھے جو ۱۲۲۸ء میں موحدین کے بعد ملک پر قابض ہو گئے تھے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے حکومت اسلام دراصل فاطمیین کے ساتھ بہت عرصہ سے مصر میں منتقل ہو چکی تھی۔ ملک بربر کا مرکز حکومت (القاہرہ) سے دور دراز فاصلہ پر واقع ہونا جسطرح حکومت کے لئے مضر ہوا اُسیطرح اہل ملک کی تہذیب و شائستگی کے لئے بھی مضر ہوا۔ قاعدہ ہے کہ سرچشمۂ حکومت ہمیشہ سرچشمۂ تہذیب ہوتا ہے اور جب بوجہ بُعد مسافت یا عدم موجودگی ذرائع رسل و رسائل حکومت کا اثر نہیں رہتا تو تہذیب کا اثر بھی نہیں رہتا۔ ٹیونس کی اسوقت یہی حالت تھی۔ اب اُن میں وہ فضائل نسبتاً بہت کم باقی تھے جو اسلامی حکومت کے لازمی نتائج ہیں۔ اور جنکی سراپا صداقتیں اور نظیریں ہمکو اسقدر کثرت کے ساتھ تاریخ

ٹیونس کی پولیٹیکل حالت

تاریخ اُندلس میں ملتی ہیں بلکہ شاید یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ جوش انتقام اور ہمدردی نے
انکو اور بھی از خود رفتہ بنا دیا تھا۔ چنانچہ جب کپتان عروج اظہار مقصد کے لئے
محمد سلطان ٹیونس سے باریاب ملازمت ہوا تو اُسکو ناموافق نہیں پایا مسئلۂ محاصل
کچھ خفیف سی بحث کے بعد جلد ہی طے ہوگیا اور یہ قرار پایا کہ سلطان صوبۂ ٹیونس

سلطان ٹیونس سے معاہدہ

کی تمام بندرگاہیں عروج کی آزادانہ آمد و رفت کے لئے کھولدے اور اُسکی حفاظت
کرنے کا ذمہ دار ہو۔ اُدھر عروج تمام غنائم کا ایک مقررہ حصہ (شاید پانچواں) شاہی بیت
المال میں داخل کر دیا کرے۔ سلطان کو اپنے معاہد کی جرأت و دلیری دیکھنے کے
لئے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا کیونکہ تحریر عہدنامہ کے ساتھ ہی کپتان عروج نے اپنے
بحری مشاغل شروع کر دیے۔ اور اول بسم اللہ کعبۂ نصرانیت (روم) سے کی
جسکی مختصر کیفیت حسب ذیل ہے۔

عروج کا پہلا غارتگرانہ حملہ

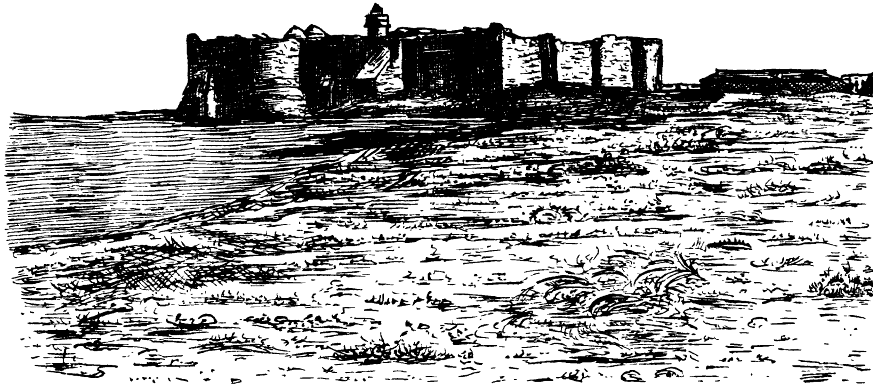
ایک روز وہ جزیرۂ البا کے قریب گھات میں لگا تھا کہ دو عظیم الشان جہاز
دور سے آتے دکھائی دیے جو مغربی دنیا کے شہنشاہ اسقف اعظم (پوپ) جولیس ثانی
کے ظل عاطفت میں جنیوا سے سیوطہ کو جاتے تھے۔ اس سے پیشتر مختلف اقوام
یورپ یا بربر کے قزاقوں سے اکثر اُنکی دوچار ہوئی تھی جنکے مقابلہ کے لئے وہ اسوقت
بھی ہر طرح پر تیار رہتے تھے لیکن اُنکو اس تازہ ترمصیبت کی کیا خبر تھی کہ ٹیونس میں
ابھی ایک ایسا عہدنامہ لکھا گیا ہے جس سے گورنمنٹ اسپین کی ظالمانہ پالیسی کے
قتیل خانماں برباد اُندلسیوں کی آہستہ آہستہ سلگتی ہوئی آتش انتقام دفعتاً شعلہ زن

ہوگئی ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ وہ جلا وطنوں کے جوشِ انتقام کا اندازہ بھی نہ کر سکتے تھے۔ اگر کر سکتے تو ضرور کچھ زیادہ کرّ و فر سے مغربی بحیرۂ روم کا قصد کرتے۔ غرضکہ اہل جہاز بیش بہا تحائف مقدسہ کے بنڈل امانت میں لئے تقدس مآب اسقف اعظم کے روحانی تصرف پر بھولے ہوئے پورے اطمینان سے آہستہ آہستہ چلے آتے تھے جو کپتان عروج نے تقریبًا دس فرسنگ کے فاصلہ سے اِس شکار کو دیکھا لیکن ایک چھوٹا سا جہاز بلکہ کشتی جسکو صرف اٹھارہ اُنیس حلقہ بگوش ملاح بھدی بلیوں سے کھیتے تھے کیا تاب مجال رکھتا تھا کہ اپنے سے دو گنے چوگنے جہاز کے منہ آئے اور پھر جہاز بھی شہنشاہ یورپ کا وہ جہاز جسکے ادنےٰ نقص رفع کرنے پر قیصرانِ روم ہفت اقلیم نثار کرنے کو تیار ہو جاتے تھے ؎

محملِ شوق کجا کعبۂ امید کجا شبنمِ تشنہ کجا چشمۂ خورشید کجا

عروج کے رفیق اِس ناموزون تقابل سے ناواقف نہ تھے اُنھوں نے کپتان کو ہرچند سمجھایا کہ دیدہ و دانستہ موت کے مُنہ میں نہ جائیے اور یہاں سے پلٹ کر کسی مقابل کو تلاش کیجئے مگر عروج نے اِن معقول حجتوں کا جواب دیا تو یہ کہ تمام بلیاں خلاصیوں سے چھین کر پانی میں پھینک دیں تاکہ رہی سہی امید خلاصی بھی منقطع ہو جائے اور کشتی کو ایک چٹان کی آڑ میں لیکر شکار کا انتظار کرنے لگا۔ جب ہراول جہاز اِس آفتِ ناگہانی سے بیخبر سطح آب پر پیل مست کی طرح جھومتا ہوا قریب آیا تو ناخدا نے یکایک دور سے عمامہ دار سروں کا ہجوم دیکھکر الارم دیا کیونکہ ساحل اٹلی کے قریب اور خاص

کعبۂ نصرانیت کے حوالی میں یہ ایک ایسا نظارہ تھا جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ آسکتا تھا
الارم دینا تھا کہ اہل جہاز سراسیمہ ہوکر ہتھیاروں کی طرف لپکے اور اسکے ساتھ ہی کپتان
عروج کی کشتی کمینگاہ سے نکلکر طرفۃ العین میں جہاز کے گلوگیر ہوگئی۔ اس طلسمی کھیل سے
اہل جہاز اَور حواس باختہ اور پریشان ہوئے مگر اُس طرف سے بندوقوں کی ایک
باڑھ نے معاملہ جلد یکسو کردیا۔ بیچارے اہل جنیوا نے عالم بیخودی سے بیدار ہوکر
دیکھا تو یہ کہ حریف جہاز کے زیروبالا پس وپیش ہر کنگرہ پر قابو یافتہ ہیں اور جہاز
کے خلاصیوں سے لیکر ناخدا تک پابزنجیر تہ خنجر ہیں۔ یہ سب سے پہلا موقع تھا کہ سقف
اعظم شہنشاہ یورپ کے جہاز کو ایک ادنےٰ کشتی سے کشت اور مات ہوئی لیکن کاسہ
لبریز نہ ہوا تھا ابھی اُسمیں ایک قطرہ کی اَور گنجایش تھی۔ فتحمند کپتان نے ہراول جہاز قابو
میں کرتے ہی حکم دیا کہ خبردار عقب بھی نہ جانے پائے اور اگرچہ افسران جہاز نے اُسکو
باز رکھنے کے لئے اپنی سی بہت کی مگر یہ عروج کی اُمنگوں کا ابتدا تھا اُسنے قیدی
افسروں کی اس فریب آمیز صلاح پر کچھ التفات نہیں کیا اور ایک بہت ہی نازک
چال چلا یعنی ہراول جہاز کے افسروں کا لباس اور ہتھیار لیکر اُنسے اپنے رفیقوں کو آراستہ
کرکے جہاز کے ہر ضروری مقام پر ایسی عمدگی سے جما دیا کہ دور سے جہاز کے اصلی
افسر معلوم ہونے لگے۔ عقب کو ہراول کی کیا خبر تھی اسلئے وہ آہستہ آہستہ قریب آتا
جاتا تھا جب عین زد پر آیا تو تیر اور بندوقوں کی اُسی ایک معمولی باڑھ نے اُنکو بھی خواب
غفلت سے بیدار کردیا لیکن اِس سے پہلے کہ خود سنبھلیں کپتان عروج کے



جربہ کا قلعہ

(سولھویں صدی)

آدمیوں نے اُنکو ہمیشہ کے لئے سنبھال لیا۔

اہل بربر اور مسلمانان اُندلس کے لئے تو یہ کامیابی مفید تھی ہی مگر کپتان عروج کے لئے نہایت مفید ہوئی کیونکہ اُسکو مشاق اور واقفکار ملاحوں کی ازبس ضرورت تھی اور یہ اِس معرکہ میں مہیا ہو گئے۔ انکی مدد سے اگلے سال اُسنے اہل اسپین کے ایک عظیم الشان جہاز پر حملہ کیا اگرچہ اُسمیں پانسو یل شل جوان تھے مگر عروج کے صف شکن دلاوروں کے ایک پیش نہ گئی اور سب کو خط غلامی لکھنا پڑا۔ خلاصہ یہ کہ اول پانچ سال کے اندر عروج کی بحری قوت بہت زیادہ مضبوط ہو گئی۔ آٹھ مستحکم جنگی جہازوں کا ایک بیڑا گولیسٹا (حلق الوید) میں ہر وقت اسکے حکم کا منتظر رہتا تھا۔ علاوہ ازیں اُسکے دو بھائی خیر الدین اور الیاس معہ اپنی کشتیوں کے اُسکے دائیں بائیں لگے رہتے تھے چونکہ یہ اشاف گولٹیا میں سمانے کے قابل نہ رہا تھا اسلئے اب اُسنے جربہ کو دار القرار بنالیا۔

جربہ پر تسلط

لیکن ایسے اُولو العزم اور جاہ طلب شخص کے لئے مشکل تھا کہ جربہ کی چھوٹی سی ریاست پر قناعت کر بیٹھتا چنانچہ ۱۵۱۲ء میں عروج کو ایک اور موقع شہرت ہاتھ آیا یعنے بوجیہ[1] کے حاکم کو اہل اسپین نے مار کر تخت سے برطرف اور شہر بدر کر دیا۔ اُسنے ہر طرف سے مایوس ہو کر کپتان عروج کو مدد کے لئے لکھا اور یہ وعدہ کیا کہ درصورت کامیابی بندرگاہ بوجیہ آپکی اور آپ کے رفیقوں کی آزاد آمد و رفت کے لئے کھولدیجائیگی۔

بوجیہ کا معرکہ

[1] بوجیہ اسوقت اسپین کے ظل حمایت میں تھا۔

عروج کے لئے یہ شرط حسب مراد تھی کیونکہ اسپین پر حملہ کرنے کے لئے بوجیہ سے بہتر اَور کوئی مقام نہ تھا چنانچہ شرائط عہد نامہ باقاعدہ قلمبند کرنے کے بعد عروج۔ معزول حاکم بوجیہ کی مدد پر اُٹھ کھڑا ہوا۔ گو اسوقت کُل بارہ جنگی جہاز مختصر سامان محاصرہ اور گولہ باری اور صرف ایک ہزار جوان اُسکے زیر کمان تھے مگر چونکہ اس فوجکشی میں حاکم بوجیہ کی حق رسانی اور دادرسی کے ساتھ جلا وطن اُندلسیوں کا انتقام بھی مضمر تھا۔ اسلئے اس خبر سے ہر طرف ایک جنبش پیدا ہوگئی۔ یہ لوگ ہمیشہ آرزومند رہتے تھے کہ کسی طرح کُھلے میدان میں اُن وحشیانہ مظالم کا انتقام لیں جنکی ہزاروں لاکھوں مجسّم تصویروں سے ساحل بربر ایک خوفناک مرقع معلوم ہوتا تھا۔ قطع نظر اسکے عروج کی شجاعت تمام ساحل بلکہ افریقہ کے اندرونی حصص تک پھیل چکی تھی۔ اُسکا جوشِ شجاعت بُزدلوں کو شیر دل بنا دیتا تھا اور ایک مقناطیسی قوت سے ہر شخص کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ غرضکہ اس ایلغار کی خبر جس کسی نے جس جگہہ سُنی بخطِّ مستقیم جربہ کا رُخ کیا اس لشکر مور و ملخ کے ساتھ اگست ۱۵۱۲ء میں وہ بوجیہ پر لنگر انداز ہوا۔ معزول عامل بوجیہ تین ہزار مسلّح جوانوں کے ساتھ حسب قرارداد سابقہ یہاں پہلے سے موجود تھا۔ ایک خفیف سے مقابلہ کے بعد اہل اسپین اُس قلعہ میں محصور ہوگئے جسکو کونٹ ڈن پیڈرو نے انسداد غارتگری کی ضرورت کے لئے تعمیر کیا تھا۔ محاصرین نے آٹھ روز کامل قلعہ پر آگ برسائی۔ نویں روز قریب تھا کہ قلعہ کی سنگلاخ فصیل و بروج۔ گولہ باری سے بیتاب ہوکر گرجائیں مگر عین تنت پر۔ کپتان کے بازو میں

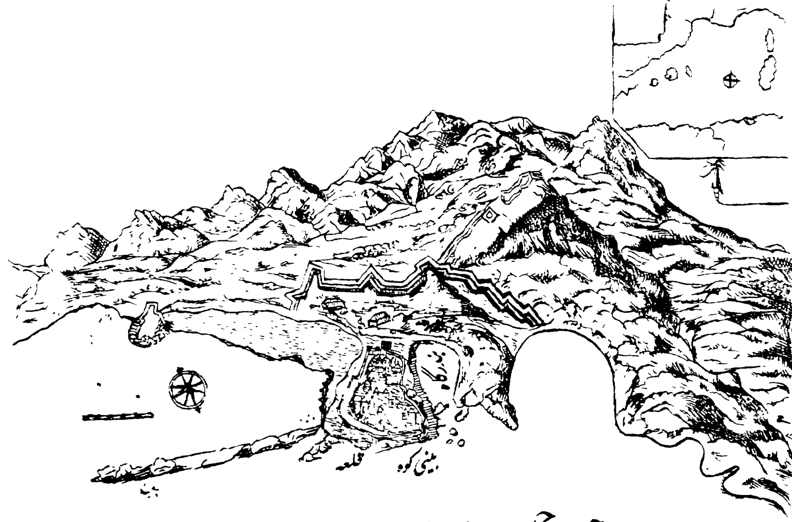
بوجیہ کا محاصرہ

ایک گولی لگی جسکے صدمہ سے ہاتھ بالکل بیکار ہوگیا اور وہ بیہوش ہوکر زمین پر
گر پڑا اسکا گرنا تھا کہ محاصرین میں ایک سراسیمگی پھیلگئی ایسے نازک وقت میں افسران فوج
نے بساط اُلٹنا مناسب سمجھا۔ چنانچہ محاصرہ سے دست بردار ہوکر کپتان کو علاج کے
لئے ٹیونس لیگئے اور اسطرح بوجیا کو اپنی پیشانی پر غور کرنے کے لئے اَور مہلت ملگئی۔
واپسی میں اس ناکام اور دل شکستہ جماعت کو اتفاقیہ ایک شکار ہاتھ آگیا جس سے
اُنکی کسیقدر اشک شوئی ہوگئی یعنے ایک بڑا بھاری جہاز اسباب تجارت سے گرانبار
جنیوا سے تبارکہ کو جاتا تھا اُسکو گرفتار کرکے ساتھ لیا۔ ٹیونس پہنچکر عروج تو جرّاحوں کے
زیر معالجہ رہا اور خیرالدین اسکے فرائض منصبی اپنے ذمہ لیکر بڑی دلیری سے اُنکی
بجا آوری میں مشغول ہوگیا چنانچہ حلق الوید سے جھیل بزرطہ تک تجارتی اور جنگی جہازوں
کا ایک سلسلہ بندھا رہتا تھا اور بندرگاہ کے تمام گدام یورپ کی دولت سے
معمور رہتے تھے۔

جس جہاز کا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے جب اُسکی خبر جنیوا پہنچی تو سنیٹ (مجلس شوریٰ)
کو غصہ سے تاب نہ رہی اور تمام ممبروں نے انتقام کی قسم کھاکر امیرالبحر انڈریا ڈوریا
کو جو یورپ کے شجاعوں کی ناک تھا بارہ جنگی جہازوں کے ایک مضبوط بیڑے کے
ساتھ ٹیونس کو روانہ کیا اُسنے اچانک یہاں پہنچکر شہر پر گولہ باری شروع کردی۔ اہل جنیوا کا حملہ
خیرالدین جو اسوقت عروج کا قایم مقام تھا اور گولٹیا کی حفاظت کا ذمہ دار تھا اُسنے
معدودے چند آدمیوں اور کشتیوں کے ساتھ مقابلہ کرکے منہزم ہونا پسند نہ کیا

اور طرح دی۔ میدان خالی پاکر ڈوریا نے بندرگاہ کو ہلّہ کر کے لیلیا اور جب اُسکو مسمار کر کے قرار واقعی انتقام لیچکا تو لوٹ کے جہازوں سمیت جنیوا کو عود کیا۔ خیرالدین اور ڈوریا کا یہ سب سے پہلا مقابلہ تھا۔ لیکن دوسرا مقابلہ جیسا کہ ناظرین عنقریب دیکھینگے یورپ کے امیرالبحر کے لیئے چنداں قابل فخر نہ تھا۔

ڈوریا کو طرح دیکر اگرچہ خیرالدین شکست فاش سے بچگیا مگر خفت سے نہ بچ سکا چنانچہ حملہ کا طوفان فرو ہونے پر اُسکی حمیت نے تقاضا نہ کیا کہ عروج کے سامنے جائے اسلیئے بندرگاہ ٹیونس سے بے خبر نکلکر بالا بالا جربہ پہنچا اور یہاں ایک جدید بیڑے کے تیار کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوگیا۔ ۱۵۱۳ء کے موسم بہار میں عروج بھی غسل صحت کر کے اپنے بھائی کا شریک حال ہوگیا دونوں نے متفقہ کوشش اور محنت سے ایک اوسط درجہ کا جنگی بیڑا تیار کر کے ۱۵۱۴ء میں قلعۂ بوجیہ کا از سر نو محاصرہ ڈالا۔ پہلا ہلّہ تو ناکامی پر ختم ہوا مگر دوسرے ہلّہ میں کچھ کچھ سامان کامیابی نظر آتے تھے کہ یکایک گورنمنٹ اسپین کی بھیجی ہوئی کمک آپہنچی جو قوت میں محاصرین سے دوچند تھی۔ کپتان عروج کو سخت غم و غصہ کی حالت میں مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔ کہتے ہیں کہ واپسی کے وقت بداتفاقیاں اسقدر کثرت اور سرعت سے پیش آئیں کہ کپتان کو اپنے جدید بیڑے کے سنبھالنے کی مہلت بھی نہ مل سکی اور اس خوف سے کہ مبادا دشمن اُن جہازوں سے مستفید ہو اُنکو آگ لگاکر غرقاب کردیا۔




جیجل یا جبل بنی هلال

جبل بنی ہلال پر قبضہ

ڈوریا کو طرح دیکر خیر الدین کو جو شرم دامنگیر ہوئی تھی وہ اب عروج کو بھی ہوئی اُسنے بھی اس ناکام حالت میں ٹیونس یا جربہ کو جانا پسند نہ کیا۔ بوجیہ سے آتے جاتے ساحل سمندر کے قریب راستہ میں اُسنے ایک مستحکم اور دشوار گذار کوہستانی مقام دیکھا تھا جو مثل ایک قدرتی حصار حصین کے چند سنگلاخ چٹانوں کے پیچ میں محفوظ تھا اور اُسکے قریب ہی ایک حسب دلخواہ بندرگاہ بنی تھی۔ جو نقشہ پر جیجل یا جبل بنی ہلال کے نام سے دکھلائی دیگی۔ چنانچہ عروج نے تلافی مافات کے لئے اِس مقام کو پسند کیا۔ اگرچہ جیجل کے باشندے سخت مغرور و سرکش تھے۔ اُنھوں نے آجتک کبھی کسی سلطان یا خلیفہ کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کیا تھا مگر حُسن اتفاق سے کپتان عروج کے قدم اُنھوں نے بڑے فخر و عزت سے اپنے سر اور آنکھوں پر لئے غرضکہ یہاں جم کر اُسنے پھر بحری مشاغل شروع کئے۔ اور اِس خوانِ یغما میں اہل جیجل کو بھی شریک رکھا جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ کچھ عرصہ بعد اِس مغرور شہر نے کپتان عروج کو اپنا حاکم تسلیم کرلیا۔

# دوسرا باب

## الجزائر کی فتح - اور ایوان حکومت کی بنیاد

سلمانان اُندلس کے صدہا قبائل ہرچند کہ غرناطہ - اشبیلیہ - قادس - اور الیمانہ وغیرہ شہروں سے جلا وطن ہو کر الجزائر کے ساحل پر خانہ بدوشوں کی طرح پڑے تھے - مگر گورنمنٹ اسپین کے دست تطاول سے یہاں بھی محفوظ نہ تھے - ان کمبختوں کے لئے کوئی وجہ معاش نہ تھی اُنکے مفید اور کارآمد مشاغل زندگی ڈن جون آو اسٹریا کی شہر آشوب خونریزیوں نے خاک میں ملا دیے تھے - اگر کچھ اطمینان تھا تو وہ کیتھلک گورنمنٹ کے خوف سے مکدر تھا - کیونکہ اس خانمان برباد اور سقیم الحالی پر بھی اُنکو آئے دن ایک رقم کثیر بطور خونبہائے امن ادا کرنے کا کھٹکا رہتا تھا - تنگ چشم اور حاسد کیتھلک عاملوں کی ٹھوکریں سہنا پڑتی تھیں - سات برس کامل وہ ان مظالم کو مردانہ وار سہتے رہے مگر اب کاسہ لبریز تھا ایک قطرہ کی گنجایش نہ تھی اور وہ اسی فکر میں تھے کہ اس بار تظلم کو کسیطرح زمین پر پٹک دیں کہ اچانک فرڈی نینڈ نے انتقال کیا - اسکے ساتھ ہی مسلمانوں نے سالانہ خراج بند کر کے شاہ سلیم سے استمداد کی جو اُسوقت الجزائر میں حکمراں تھا - شاہ سلیم کی فوجی قوت اگرچہ شہر مذکور کے برّی مقامات کو محفوظ و مستحکم کرنے کے لئے تو ہر طرح کافی تھی - مگر بحری ناکہ بندی نہ کر سکتی تھی - اس صورت میں وہ اسپین کے اُس دستۂ فوج کا کیونکہ مقابلہ کر سکتا تھا جو بندرگاہ الجزائر کے جنگی قلعۂ پی نن میں جمکر ہر وقت گولہ باری کرتا رہتا تھا - اور جلاوطن اُندلسیوں کی ہر حرکت

مسلمانان اُندلس کی حالت محاربہ

سلیم شاہ الجزائر سے اُندلسیوں کی استمداد

سلیم کی فوجی قوت

وسکون کا نگراں تھا۔ مانا کہ شاہ سلیم کے دلاور سپاہی۔ اُن کے عربی نژاد گھوڑے اُنکے فولادی زرہ بکتر۔ صف شکن تیزی۔ اُنکی خوں آشام تلواریں۔ اور سوہانِ روح برچھیاں اپنے سے دوچند قوت کو پسپا کر سکتے تھے۔ مگر توپوں کا جواب کون دیتا؟ اب ایک طرف تو یہ مشکل تھی یعنی بحری قوت کی عدم موجودگی یا کمزوری۔ اور دوسری طرف اُندلسیوں کی استمداد۔ آخر اس کشمکش میں شاہ سلیم کا خیال جیجل کی طرف پہنچا۔ چنانچہ

عروج کی خدمت میں ڈیپوٹیشن

اُسنے بلا تامل ایک معزز ڈیپوٹیشن کپتان عروج کی خدمت میں بایں درخواست بھیجا کہ آپ کی ذات ہم لوگوں کے لئے ملجاء وماوٰے ہے۔ آپ خود آکر اِن لوگوں کو نجات دیں اِس مستمندانہ درخواست کی قدر کپتان عروج سے زیادہ اَور کون کر سکتا تھا۔ اِسوقت اُسکو روپیہ اور لوازم جنگ کی اشد ضرورت تھی۔ صوبۂ جیجل کے مداخل اُسکی شہ خرچیوں کی کفالت نہ کر سکتے تھے۔ نہ اُسکو خود کچھ زیادہ استطاعت تھی۔ اور اگر تھی تو بوجیہ کے معرکوں کے نذر ہو چکی تھی۔ خلاصہ یہ کہ کچھ جاہ طلبی اور کچھ قومی ہمدردی کی وجہ سے اُسکی دلی آرزو تھی کہ سواحل بربر پر ایک مستقل مدامی حکومت کی بنیاد ڈالے۔ اور یہاں جمکر اہل اسپین سے قرار واقعی انتقام لے۔ چنانچہ بوجیہ پر اُسنے خاص اسی مقصد کے لئے دو مرتبہ حملہ کیا تھا۔ لیکن الجزائر بھی اسکے مقاصد کے خلاف نہ تھا اِن وجوہ سے کپتان عروج نے شاہ سلیم کی تجویز منظور کر لی۔ اور اواخر سنہ ۱۵۱۶ء میں ایک مختصر جنگی بیڑے کی کمان لیکر جسمیں کُل سولہ جہاز اور چھ ہزار جوان تھے خشکی اور تری دونوں رستوں سے الجزائر کی طرف بڑھا اور اول شہر شرشیل پر لنگر انداز

ہوا جو الجزائر سے قریبًا پندرہ فرسنگ جانب غرب واقع ہے اور بربر کی مشہور و
معروف بندرگاہوں میں شمار کیا جاتا ہے اِس مقام پر پہلے بنی نصر فرمانروایان غرناطہ
کا قبضہ تھا۔ مگر جب اُنکی حکومت کا شیرازہ بکھرا اور غرناطہ کے مضافات مثل اوراق
شرشیل کی فتح
منفرد منتشر و پریشان ہوئے تو شرشیل ایک نوجوان ترک قرہ حسن کے ہاتھ آگیا
جو اسوقت تک یہاں حکمراں تھا۔ مگر عروج نے اس سے کچھ اچھا سلوک نہ کیا اُسکو
پوشیدہ قتل کراکر شہر پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے عروج بخط مستقیم الجزائر پہنچا جہاں سلطان سلیم
اور جلاوطن اُندلسی اُسکے لئے چشم براہ تھے اور قلعہ پی نن سے صرف ایک تیر کے
فاصلہ پر لنگر انداز ہوا۔ ناظرین کو یاد رکھنا چاہئے کہ کپتان عروج اُس قرن کا ہیرو تھا جبکہ
مسلمانان بربر میں اَور برگزیدہ اوصاف کے ساتھ صفات رزمیہ بھی نسبتًا بہت کم باقی
رہگئی تھیں پس اگر اس موقع پر وہ تمام جائز و ناجائز تدابیر کامیابی خدعۃ الحرب کی حد
میں داخل کر لیتا تو کچھ تعجب نہ تھا۔ مگر نہیں۔ اُسنے بندرگاہ میں لنگر انداز ہو کر سب سے
پہلا کام یہی کیا کہ اُسی پُرانے اسلامی طریق پر جو خلفائے راشدین اور اُنکے پیرووں
کا مسلک تھا۔ قلعہ نشینوں کو بطور اتمام حجت کہلا بھیجا کہ اگر قلعہ خالی اور سپرد کر دیا جائیگا
تو اسطرف سے کسی طرح کی مضرت نہ پہنچائی جائیگی۔ لیکن افسر قلعہ نے جواب دیا
قلعہ پی نن کا محاصرہ
کہ "ہم اِس دل گردہ کے آدمی نہیں کہ معمولی نرم گرم فقروں سے پگھل جائیں۔ ذرا
بوجیہ کے معاملہ کو یاد رکھئے" نامہ و پیام سے اگلے دن محاصرہ کی کارروائی شروع
ہوگئی۔ عروج کے جانباز دلاوروں نے قلعہ پر بیس روز کامل آگ برسائی۔ پختہ امید

تھی کہ اگر گولہ باری اسی طرح اَور چند روز جاری رہی تو قلعہ کے لوہالاٹ فصیل و بروج عنقریب متزلزل اور سرنگوں ہوجائینگے مگر دفعتاً ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ کپتان عروج کو ہمہ تن اُسطرف متوجہ ہونا پڑا یعنی اُسکے سپاہیوں اور مسلمانانِ اُندلس کے درمیان کچھ نقیض ہوگیا۔

عروج کے سپاہیوں اور اُندلسیوں میں نقیض

قومیں جب اوجِ عزت سے خاک مذلت پر گرتی ہیں تو ابتداء میں اُن میں دو خاصیتیں عجیب پائی جاتی ہیں یعنی موجودہ حالت کے عیوب و نقائص کو تسلیم نہ کرنا اور اپنے عادات واطوار کو خلاف مقتضائے وقت بدستور قائم رکھنا۔ اِسکو ایک کلّیہ سمجھو جسکا ورود ہر متنزّل قوم پر مجموعتاً بھی اُسیطرح ہے جسطرح فرداً فرداً۔ ہم روز مرہ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص دولتمند سے مفلس بنجاتا ہے۔ اُسکی تمام حالتیں منقلب ہوجاتی ہیں۔ مگر اُلوالعزمی اور جاہ طلبی میں سرمو فرق نہیں آتا۔ حالانکہ یہی وہ نقص ہے جس سے اصلاح حال کا راستہ بالکل مسدود ہوجاتا ہے۔ کیونکہ وہ باقی ماندہ قوی (مالی۔ ذہنی۔ یا جسمانی) جنکو اگر بوجہ احسن اور بطریق انسب استعمال کیا جائے تو کم وبیش منتج بہ بہبودی و اصلاح ہو سکتے ہیں۔ بلند نظری اور جاہ طلبی کے غیر ضروری اظہار میں صرف کر دیے جاتے ہیں اور شخصی حالت بجائے بہتر ہونے کے روز بروز بدتر ہوتی جاتی ہے۔ تمام فساد کی جڑ یہی دو خاصیتیں ہیں جو قوموں کو تنزّل کے اُس قعر میں پہنچا دیتی ہیں جہاں سے اُنکو صدیوں کے بعد بھی سر اُٹھانے کی مُہلت نہیں ملتی۔ ورنہ تنزّل کا پہلا درجہ اسقدر پست نہیں کہ فرد واحد یا قوم

اُس سے روبراہ نہو سکے۔ جلا وطن اُندلسیوں کی اسوقت یہی حالت تھی۔گو وہ خاک میں ملگئے تھے مگر رعونت باقی تھی۔کپتان عروج کے سپاہی جو اسوقت محسن و مربی بنکر اُنکو اہل اسپین کے پنجۂ ظلم سے چُھڑانے آئے تھے پیرس اور لندن یا یوں کہو کہ قرطبہ و غرناطہ کے فیشن ایبل اینڈ ایی ایبل (مہذب و خلیق) جنٹلمین نہ تھے کہ اِس امر سے واقف ہوتا سوشیل فرض سمجھتے کہ ایسا غیر ضروری اظہار احسان جو مشکور کی دلشکنی کا باعث ہو منہیات تہذیب میں داخل ہے۔ وہ بات بات میں اپنی دستگیری اور اُنکی دست نگری کا فخراً اظہار کرتے تھے۔اور چونکہ سیدھے سادے اُنگھڑ سپاہی تھے اسلئے طریقۂ اظہار بھی کچھ ناتراشیدہ اور دلخراش تھا۔مسلمانان اُندلس جو اپنا نسب بنی سراج اور بنی نصر سے ملاتے تھے اِس تحقیر کے متحمل نہ ہو سکتے تھے۔کیونکہ اُنکے دماغوں میں ابھی تک بوئے حکومت باقی تھی۔ غرضکہ اِس قسم کی وجوہ سے فریقین میں گونہ شکر رنجی پیدا ہوگئی۔یہ قاعدہ ہے کہ اگر شروع میں اختلاف رائے کا انسداد نہ کیا جائے تو افعال مخالفانہ کی حدتک پہنچ جاتے ہے یہ رنجش یہاں تک بڑھی کہ ایک روز خفیف سی نزاع لفظی پر عروج کے ایک سردار نے شاہ سلیم کو جبکہ وہ غسل خانہ میں تھا قتل کر ڈالا[1]۔مسلمانان اندلس نے سراسیمہ ہوکر قلعہ نشین فوج سے بالا بالا رسل و رسائل کرکے ایک سازش کی جسمیں یہ قرار پایا کہ

سلیم کا قتل

ایک خوفناک سازش

[1] یورپین مؤرخ لکھتے ہیں کہ یہ قتل عروج کے اشارہ سے ہوا۔یہ امر قرین قیاس ہے۔مگر عربی یا ترکی مؤرخ اس رائے کی تائید نہیں کرتے۔

ایک تاریخ معینہ پر اِدھر سے یہ اُدھر سے وہ محاصرین پر ایک ساتھ ہلہ کرکے اُنکا قلع وقمع کرڈالیں۔کپتان عروج اس تمام سلسلۂ بغاوت۔اُسکے ابتدائی اسباب اور تدریجی رفتار سے بخوبی واقف تھا۔لیکن اگر ایسے نازک وقت میں جبکہ قلعہ محصور متزلزل ہونے کے قریب تھا۔وہ اپنے خطا وار سپاہیوں پر زجروتوبیخ کرتا تو ضرور تدابیر محاصرہ میں فرق آتا اور یہ فوجکشی ناکامی پر ختم ہوتی۔اسلئے اب تک وہ چشم پوشی سے دفع الوقتی کرتا رہا۔بے شک شاہ سلیم کے قتل پر اُسکو کچھ کرنا چاہیے تھا اور وہ ضرور کرتا لیکن مسلمانان اُندلس اور قلعہ والوں کی سازش۔وارداتِ قتل کے بعد فوراً ہی وقوع میں آگئی۔اسلئے وہ جملہ امور حتّٰی کہ محاصرہ سے بھی قطع نظر کرکے اِس بغاوت کے انسداد کی طرف متوجہ ہوا جسپر قلعہ کی فتح۔جلاوطن اندلسیوں کی خلاصی۔اور عام کامیابی کا انحصار[1] تھا۔چنانچہ کپتان عروج نے اس نازک موقع پر ایک نازک چال چلی۔یعنی تاریخ معینہ سے قبل حُسن اتفاق سے جمعہ تھا۔مسجد جامع میں تمام مسلمان۔اُندلسی۔بربری۔عربی۔ترکی۔بلاتفریق مدارج جمع تھے۔نماز سے فراغت پاتے ہی حسب قرارداد سابقہ عروج کے چند خواص نے مسجد کے دروازے بند کردیے۔اور عروج نے کھڑے ہوکر بہ آواز بلند اِس تمام باغیانہ سازش کا اعلان

افشاے راز

[1] یوربین وقائع نگاروں کی بڑی بھاری غلط فہمی ہے کہ شاہ سلیم کا قصاص مقدم تھا اگر عروج ایسا کرتا تو گو بغاوت کسی قدر مٹ جاتی مگر اُسکے سپاہیوں کی بے موقع دل شکنی سے محاصرہ بالضرور ناکامی پر ختم ہوتا۔

کر دیا باغیوں پر ایسا رعب چھایا کہ سپاہی خود اُنہیں کے عماموں سے اُنکی مشکیں کستے تھے اور وہ دم بخود تھے۔ چند سرغنہ سرداروں کے قتل سے بغاوت کا فوری انسداد ہو گیا۔ اور یہی مطلوب تھا۔

انسداد بغاوت

اُدھر قلعہ والوں کو جو سازشی بغاوت کی امید موہوم پر تکیہ کئے ہوئے تھے جب اِس واقعہ کی خبر ہوئی تو اُنہوں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنی گورنمنٹ سے استمداد کی۔ چنانچہ کارڈینل زمینس کے حکم سے ایک زبردست جنگی بیڑا معہ سات ہزار مسلح جوانوں کے ڈن ڈیگو ڈی ویرا کے زیر کمان قلعہ پی نن کی مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔ ڈن ڈیگو ایک لائق اور جنگ آزما سردار تھا۔ الجزائر پہنچکر وہ ایسے موقع پر لنگر انداز ہوا کہ محاصرین کی تمام بحری قوت قلعہ اور کمک کے بیچ میں آگئی۔ اور محصورین سے بذریعۂ رسل و رسائل عام ہلّہ کے لئے ایک دن مقرر کیا۔ محاصرین کے ساتھ معمولی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ کپتان عروج بھی کچھ کم مدبر و شجاع نہ تھا۔ اُس نے اس ضغطہ کی ذرا پروا نہ کی بلکہ نہایت استقلال سے کمک کو بھی جواب دیتا رہا۔ اور حکمت عملی سے اس سازشی رسل و رسائل کے کوائف بھی دریافت کرتا رہا۔ یوم مقررہ پر جب دونوں فوجوں نے ہر طرف سے ہلّے کئے اور محاصرین کچھ شکستہ ہوئے تو کپتان عروج بہ نفس نفیس ایک چھوٹی سی جہاز نما کشتی میں سوار ہو کر کبھی فوج کے اس پرے کے سامنے دکھلائی دیتا تھا۔ اور کبھی اُسکے سامنے۔ چار گھنٹے کی سخت کشمکش جاں فروشی کے بعد فریقین کی قسمتوں کا فیصلہ ہو گیا۔ اہل اسپین شکست فاش

معرکہ کا دن

الجزائر کی فتح

کھاکر پسپا ہوئے۔ اور ساتھ ہی سمندر میں اسقدر طوفان خیز تلاطم برپا ہوا کہ ڈن ڈیگو کا ایک جہاز بھی سلامت نہ بچا۔

ایک معمولی متلاشی معاش پراگندہ روزی شخص کا چند بے حقیقت اور محض نابلد لٹیروں اور خانہ بدوشوں کو ادھر اُدھر سے جمع کرکے ایک جلیل القدر قوم کی جری اور دلاور فوج کو شکست دیدینا ایسا واقعہ نہ تھا کہ گورنمنٹ اسپین اب بھی اسکو نظر انداز کردیتی۔ خیر کچھ ہو مگر عروج اِس نمایاں کامیابی سے تمام مغرب الاوسط کا مالک ہوگیا۔ اگلے سال طینس کا شہزادہ تمام علاقہ قرب وجوار کو اُسکے خلاف برانگیختہ کرکے اور باغیوں کی ایک ٹڈی دَل فوج کو لیکر الجزائر پر چڑھ آیا۔ مگر عروج نے نہایت استقلال سے صرف پندرہ سو سپاہیوں کے ساتھ بدون کسی توپ یا بندوق کے اُنکو اسقدر آڑے ہاتھوں لیا کہ تمام حملہ آور تہ و بالا ہوکر میدان سے بھاگ نکلے۔ اور خود شہزادہ تعاقب سے بچکر کوہستان میں جا چھپا۔ اسطرح ۱۵۱۷ء میں طینس پر بھی عروج کا قبضہ ہوگیا۔ اگلے سال طلمسان کو لیا۔ خلاصہ یہ کہ ۱۵۱۹ء سے پہلے پہلے وہ تمام صوبہ الجزائر پر مستلط ہوگیا صرف اوران اور چند چھوٹے چھوٹے قلعے مثل بی تن و بوجیہ وغیرہ واقع ساحل گورنمنٹ اسپین کے قبضہ میں باقی رہ گئے۔ اِسوقت عروج کی سلطنت وسعت میں فیض و مراکو سے کسیطرح کم نہ تھی۔ الجزائر میں جبکہ عروج نے ڈن ڈیگو ڈی ویرا کی پچھلی دوستانہ ملاقات کو کئی مرتبہ تشکریہ کے ساتھ بہ نفس نفیس واپس کیا اور سواحل اسپین پر خوب دل کھولکر تلے گئے

صوبہ الجزائر کی تسخیر

اندلس کے مسلمانوں کی نجات

کبھی ایسا نہوتا تھا کہ اُسکی تر کتاز کشتیاں سیکڑوں ہزاروں اُندلسیوں کو اسپین سے چھڑا کر

نہ لائی ہوں جس طریق پر یہ حملے کئے جاتے تھے اُسکی تفصیل مقدمہ میں بیان کیجا
چکی ہے ۔ اسپین تو خیر اپنے کئے کی سزا بھگتتا ہی تھا مگر جنیوا ۔ نیپلز ۔ وینس جو اسوقت
یورپ بھر میں مشہور تجارتی منڈیاں تھیں اُنکے جہازات بھی کپتان عروج کو چنگی دیے
بدون بحیرۂ روم سے نہ گذر سکتے تھے ۔

مارکوئیس ڈی کیمیرس جو قلعہ اوران کا گورنر تھا اپنی تفصیلی رپورٹوں کے ذریعہ سے
گورنمنٹ اسپین کو ہمیشہ اِسطرف توجہ دلاتا رہتا تھا ۔ آخر کار جب چارلس پنجم
تخت نشین ہوا تو اُسنے پندرہ ہزار چیدہ جوانوں کی ایک جری فوج اہل الجزائر کی
گوشمالی کے لئے بھیجی ۔ عروج اسوقت صرف پندرہ سو سپاہیوں کے ساتھ طلمسان
میں مقیم تھا ۔ ایسی حالت میں اپنے سے دس گنی قوت کا مقابلہ کرنا اسنے خلاف
مصلحت سمجھا اور بڑی جنگ کی تیاری کے لئے معہ خدم و حشم الجزائر کو پلٹا ۔ راستہ
میں ایک دریا حائل تھا ۔ کپتان عروج تو معہ ہراول اُس سے بخیریت عبور کر گیا مگر
قلب ۔ قلب دریا ۔ اور عقب ہنوز اُس کنارہ پر تھا کہ اہل اسپین نے خبر پاکر پیچھے سے
آدبایا اور سخت کشت و خون کیا ۔ عروج نے اپنے جانباز رفیقوں کی آواز الغیاث !
الغیاث ! سُنی اور نہ رہ سکا ۔ فوراً اس کنارہ پر واپس آکر دشمن کی صفوں میں شمشیر بکف
گھسگیا ۔ اگرچہ مسلمانوں کی خفیف جمعیت اسپین کی ٹڈی دل فوج میں "مشتے از خاک
بطوفان نوح" سے زیادہ نہ تھی مگر جیسا کہ ایک انگریزی مورخ لکھتا ہے مسلمانوں نے
حیرت انگیز دلاوری سے مقابلہ کیا ۔ اُنمیں سے ہر ایک شخص نے مثل شیر ببر

عروج کی شجاعت اور موت

دم واپسین تک مُنہ نہ موڑا اور نقد جاں فروشی کی۔ یہاں تک کہ ایک متنفس بھی پشت دیکر نہیں بھاگا۔ اس گنجِ شہدا میں کپتان عروج کی لاش بھی موجود تھی جو اپنے ہیبت ناک چہرہ سے صاف تمیز ہوتی تھی اسکے ہاتھ میں تلوار تھی جسکو دیکھکر معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر گر کر بھی اُسنے اپنی آنر (عزت) کو نہیں بلکہ قومی آنر کو بچایا[۵۱]"

یہ معرکہ فی الحقیقت اس قابل ہے کہ انسیس ویلیز[۵۲] کے حادثہ کی طرح دنیا کی پندرہ فیصلہ کر دینے والی لڑائیوں میں شمار کیا جائے اور معرکۂ تھرماپلی[۵۳] کا ہم پلّہ ہو وہاں رولنڈ رانسیس ویلیز سے گذرتا تھا اور یہاں عروج ایک دریا سے۔

جن لوگوں نے عروج کو بچشم خود دیکھا ہے اُنکے بیان کے بموجب وہ قریبًا پینتالیس برس کی عمر میں قتل ہوا۔ کچھ زیادہ بلند و بالا نہ تھا۔ بلکہ میانہ قد جسیم و قوی ہیکل۔ ڈاڑھی اور سر کے بال سرخ تھے۔ آنکھیں تیز۔ روشن۔ اور متجسس تھیں اور دل کی بےچینی ظاہر کرتی تھیں۔ ناک اونچی لمبی اور طوطے کی چونچ کی طرح سامنے سے کسیقدر

---

۵۱ لین پول صفحہ ۲۵۲۔

۵۲ شارلیمین شاہ فرانس نے اسپین پر حملہ کیا۔ واپسی میں انسیس ویلیز کے درہ میں اسپین کی قوموں نے فرانسیسی فوج پر چھاپہ مارا۔ واقعات تو نہایت معمولی ہیں مگر یورپین مورخوں نے اس معرکہ کو صرف اسلئے کہ رولنڈ شارلیمین کا جنرل اس میں بےکسی کی حالت میں قتل ہوا۔ دنیا کی پندرہ فیصلہ کر دینے والی لڑائیوں میں داخل کر دیا۔ اُندلس باب ۳۔

۵۳ تھرماپلی کا واقعہ بھی دنیا کی پندرہ فیصلہ کر دینے والی لڑائیوں میں داخل ہے۔ ارکزیز شاہ فارس کے حملہ کے وقت لیونیڈیس یونانی جنرل تھرماپلی پر حیرت انگیز دلاوری سے لڑکر قتل ہوا۔

جھکی ہوئی۔ چہرہ کا رنگ خوشنما صاف مگر کچھ گندمی۔ نہایت ناموَر شجاع نہایت الوالعزم اور مستقل مزاج۔ بلند حوصلہ۔ دلیر معرکہ آرا۔ رحمدل۔ اور فیاض منش تھا خونخوار نہ تھا مگر میدان جنگ میں۔ نہ سفاک طینت تھا مگر سرتابی کرنے والوں کے لئے۔ تمام سپاہ اور ارکین دربار اُسکی دل سے قدر و منزلت کرتے تھے۔ اُسپر ہزار جان سے فریفتہ تھے۔ مگر باایںہمہ نہایت مرعوب تھے۔ رعایا بجاے خوف کے محبت سے اُسکی اطاعت کرتی تھی۔ اسکے انتقال پُرملال پر ہر شخص نے ہر ہر ریشۂ دل سے ماتم کیا۔ خصوصًا جلاوطن مسلمانان اُندلس کو انتہا درجہ کا قلق ہوا۔ ان بدنصیبوں کے ساتھ اسکو دلی ہمدردی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ بربر کے چودہ برس کے قیام میں اُسنے اہل اسپین کو کبھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔

عروج کی خصلت کی پوری تصویر

عروج نے کوئی فرزند وارث تاج و تخت نہیں چھوڑا

# تیسرا باب

## خیرالدین باربروسہ

شاید ہمارے ناظرین کپتان عروج کی نسبت کوئی غیر ضروری حُسن ظن قائم کریں۔ اور کچھ تعجب بھی نہیں کیونکہ اُسکی زندگی کے چند شکستہ اور ناتمام واقعات جو پچھلے باب میں بیان کیے گئے ہیں۔ بادی النظر میں اِس قسم کے گمان کی تائید بھی کرتے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان کی زندگی کا دستور العمل ہر قرن کے ساتھ بدلتا رہتا ہے آج اُنیسویں صدی بعد المسیح میں انسانی سوسائٹی کی جو حالت ہے وہ تیئیسویں قبل المسیح میں ہرگز نہ تھی۔ یہ درمیانی مدت جو قریبًا سوا چار ہزار[۱] برس ہوتی ہے اگر بلحاظ سوشیل مدارج ترقی۔ قرون متعددہ پر تقسیم کیجائے تو ایک سلسلۂ عظیم معلوم ہوگا اور ہر قرن میں انسان کا سوشیل کوڈ (مجموعۂ قوانین تمدن و اخلاق) صریحًا متبدل دکھلائی دیگا آج جو قوم دنیا میں سب سے زیادہ مہذب اور سب سے زیادہ بلند مرتبہ خیال کیجاتی ہے وہ سیکنوں ہزاروں قالب طے کر کے اس معراج تہذیب تک پہنچی ہے۔ پس قرن اولی کی انسانی زندگی کا اندازہ اگر قرن اخری کے معیار سے کیا جائے تو بُعد المشرقین ہونا لازمی ہے۔ اسی طرح کپتان عروج کی نسبت صحیح رائے قائم کرنا ہو تو اقوام یورپ کی پُرانی تاریخیں خصوصًا متعلقۂ قرن وسطی پڑھنی چاہیئیں تاکہ معلوم ہو کہ اُسوقت

قوموں کے سوشیل مدارج کی ترقی

قرن وسطی میں یورپ کا عالم سیلاں خاطر

---

[۱] طوفان نوح کا اختتام جو موجودہ دنیا کی ابتدا خیال کیا گیا ہے غالبًا ۲۳۰۵ء قبل مسیح میں ہوا اس لحاظ سے دنیا کی عمر سوا چار ہزار برس سے کم نہیں سمجھی جا سکتی۔

یورپ کی کوئی قوم اس قسم کے ناجائز بحری مشاغل سے خالی نہ تھی قطع نظر اسکے مسٹر چارلس بریڈلا جیسے بیدار مغز اور مصلح القوم بزرگوں کے حُسن سعی سے یورپ کا مذہبی جوش و خروش جس درجہ پر آج اُنیسویں صدی میں دکھلائی دیتا ہے قرن وسطیٰ میں نہ تھا۔ اُسوقت یورپ کی مذہبی عنان حکومت کیتھلک پیشوایان روم کے مقدس ہاتھوں میں تھی جو ذرا اشارہ پر تمام یورپ کو جہاد کی طرف ہانک دیتے تھے پس کپتان عروج اُسی زمانہ کا ہیرو تھا جبکہ خود اہل یورپ فساد فی الارض کے ازحد مشتاق تھے۔ اور نہ صرف اپنے ہمجنسوں کے حقوق ہی غضب کرتے تھے بلکہ ابنائے جنس کے خون کو دریائے ڈینیوب اور گواڈ لکیور کے پانی کے برابر بھی قیمتی نہ سمجھتے تھے۔ اسپین کے ایک نیشنل ہیرو کی نسبت لین پول نے ایک مقدمہ لکھا ہے جسکو ہم بجنسہ اِس غرض سے نقل کرتے ہیں کہ ناظرین کو ہمارے ہیرو کی نسبت صحیح رائے قایم کرنے میں آسانی ہو۔ وہو ہذا:۔

"اگر ہیروازم (ناموارنہ بہادری) کو مذہبی اور روحانی صفات کے دائرہ میں محدود کریں اور ہیرو (نامور) سے ہمیشہ صبر و تحمّل۔ رحم و انصاف کی توقع رکھیں تو ایک سند کیا ہمکو بڑے بڑے رُفقائے دیرینہ کو الوداع کہنا پڑیگا۔ پھر تو یہ کہئے کہ ہومر واقعی

---

لہ یہ شخص بھی کچھ کم بے اصول شجاع نہ تھا۔ اُندلس باب ۱۱۔ ہومر نے کتاب الیڈ میں شہر ٹرائے کے حالات محاصرہ رزمیانہ نظم کے انداز پر لکھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فتحمند اشیلیز نے ہکٹر اپنے مغلوب دشمن کی لاش کو بے گور وکفن پیروں میں رسّی باندھکر شہر ٹرائے کی فصیل کے گرد حقارتاً کھینچا۔

اسپین کے ایک قومی نامور شجاع کی تمثیل

ہومر (اندھا) ہی تھا کہ بجائے کسی کریم النفس اور رحمدل بزرگ کے اشیلیز جیسے قسی القلب اور ناخداترس کو ہیرو گردان بیٹھا جسنے ہکٹر کی لاش کو نہایت بیرحمی سے شہر ٹرائے کے گرد کھینچا۔ مگر بااینہمہ اشیلیز تاریخی دنیا میں نہایت مشہور ہیرو ہے اور ایلیڈ کی تو جان ہے۔ قدیم زمانہ کے نامور بہادروں میں فیصدی نوّے ایسے تھے کہ اُنسے بیشمار وہ افعال ناشائستہ سرزد ہوئے ہیں کہ اگر اس تہذیب و شائستگی کے زمانہ میں ہوتے تو نہ صرف ظالم و بیرحم کہلاتے بلکہ سخت خونخوار اور وحشی درندے سمجھے جاتے۔ پس موّرخوں کی یہ بڑی کج فہمی اور کور عقلی ہے کہ زمانۂ حال کے مجموعۂ قوانین اخلاق کی پابندی ہزار سالہ مردوں سے کراتے ہیں جنھوں نے حالت تاریکی میں آنکھ کھولی اور اُسی میں بند کر لی۔ مانا کہ وہ نقص سے مبّرا نہ تھے۔ وہ طلاے خالص نہ تھے۔ اچھا تو وہ سیم دغل سہی۔ پھر بھی تو یہ ممکن ہے کہ ہم اُنکی نامورانہ بہادریاں۔ اُنکے یادگار زمانہ کارنامے پڑھکر مسرور الوقت ہوں اور خیال کریں کہ وہ اپنی خون آشام تلواریں گھماتے ہوئے کس طرح دشمن کی طرف لپکتے تھے۔ اُنکا حملہ کیسا سخت اور صف شکن ہوتا تھا۔ اُنکے بلند اور موزون قد۔ اُنکی شعلہ فشاں آنکھیں حملہ کے وقت کیسی پیاری معلوم ہوتی تھیں۔ غرضکہ اُن میں بیشمار ایسی صفات تھیں کہ اگر ہم چاہیں تو اُنسے ہر طرح محظوظ ہو سکتے ہیں۔ یہ سمجھنا خطا ہے کہ وہ فلاسفر یا معلم الاخلاق تھے حُسن معاشرت یا طرز تمدّن کے موجد و مصلح تھے۔ وہ اِنمیں سے کچھ بھی نہ تھے۔ بلکہ وہ تو صرف نامور بہادر۔ تیغ آزما۔ دلیر میدان تھے۔ یا دلیروں کے سردار تھے۔ اور بس"۔

اگر یہ منصفانہ فیصلہ صرف یورپین ناموروں کے لئے مختص نہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ عروج یا خیرالدین کو اس سے مستثنیٰ کیا جائے۔

دلیر۔ جانباز۔ شجاع۔ اقبال مند کپتان عروج کے انتقال پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ عالیشان ایوان حکومت جو اُسنے چودہ برس کی جانفشانی اور عرقریزی سے بلند کیا تھا اسکے ساتھ یکایک تہ خاک ہوجائیگا۔ اور ضرور ایسا ہی ہوتا۔ اگر اسپین کی فوج اندرونی مقامات کی طرف ایک ایلغار اور کرتی۔ مگر مارکوئیس کیمیراس نے اس فوری کامیابی پر نازاں ہوکر خود مظفر و منصور اور آن کو عود کیا اور بیڑے کو واپس اسپین کردیا۔ اِس ذراسی غفلت نے الجزائر کے ایوانِ حکومت کی بنیاد میں گویا تین سو برس کی استواری کوٹ کوٹ کر بھردی۔ اہل الجزائر بہت جلد تلافی مافات کرکے پھر اُسی انتقام پر اُتر آئے اور سلسلۂ فتوح پھر شروع کردیا۔

خیرالدین باربروسہ کا جلوس

عروج نے اگرچہ کوئی فرزند نہیں چھوڑا مگر جانشین ایک ایسے شخص کو چھوڑا جسپر الجزائر کو ہمیشہ ناز رہیگا۔ یعنی اُسکا چھوٹا بھائی خیرالدین باربروسہ بڑے بھائی میں رزمیہ صفات فی الحقیقت نہایت اعلیٰ درجہ کی تھیں مگر انمیں تہور کا اثر پایا جاتا تھا خیرالدین بھی دلیری اور شجاعت میں کچھ کم نہ تھا بلکہ سلیقۂ ملکداری اور عام صفات حاکمانہ میں اُس سے بڑھا ہوا تھا۔ مزید بریں وہ اِسقدر دانشمند اور عاقبت اندیش تھا کہ ہر معاملہ کی مضرتوں کو پیش از وقت دریافت کرکے چارہ کار کرلیتا تھا۔ اور کبھی کسی ایسی مہم میں

خیرالدین کی پالیسی

نہ پھنستا جسمیں کامیابی مخدوش و مشتبہ ہوتی۔ مگر ساتھ ہی اگر طریقۂ کامیابی کو خدشات سے

خالی دیکھا تو سب سے زیادہ بڑھکر قدم مارتا۔ ۱۵۱۹ء میں زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اُس نے فوراً ایک قاصد مع تحائف گرانبہا قسطنطنیہ بھیجکر سلطان کی عظمت اور اپنی عبودیت کا اظہار کیا۔ اور مراسلہ میں لکھا کہ صوبہ الجزائر جو کمترین بندگان بابعالی نے مضافات عثمانی میں داخل کرنے کی غرض سے فتح کیا ہے سلطانی ظل حمایت کا ہر طرح مستحق ہے سلطان سلیم اسوقت شام و مصر[۵۱] کی فتح و الحاق سے فارغ ہی ہوا تھا کہ یہ سفارت پہنچی بلحاظ پولیٹکل مصالح امور گورنمنٹ ٹرکی کا سب سے پہلا فرض تھا کہ نو مفتوحہ رعایائے

سلطان سلیم کی پالیسی

مصر کو ایک گونہ محفوظ و مامون رکھنے کی غرض سے عاملان ٹیونس و الجزائر کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کرے۔ کیونکہ اِن ریاستوں کو مصر سے قریباً وہی تعلق ہے جو کابل کو ہندوستان سے۔ ہمارے اکثر ناظرین واقف ہوں گے کہ انڈین برٹش گورنمنٹ نے صرف رعایائے ہند

ایک مثال

کی بہبودی کے لئے اِس خیال کا یہانتک اتباع کیا کہ جنرل گکناری جیسے دلاوروں کو نثار کر ڈالنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اور اب تک بھی اُمرائے کابل کی شہ خرچیوں اور آئے دن کے سرحدی کمیشنوں کے مصارف کا بار جو دیوالیہ ہندوستان کے خزانہ پر ڈالا جاتا ہے۔ وہ بھی اسی خیال کا اتباع ہے۔ لیکن یہ سلیم کی خوش طالعی اور اقبالمندی تھی کہ خیر الدین خود مستدعی ہوا۔ پس اگر وہ اِس مراسلہ پر لحاظ نکرتا تو بابعالی کی پولیٹکل فراست اور فارن پالیسی پر بہت بڑا دھبہ تھا۔ چنانچہ مراسلہ کے جواب میں سلطان نے بہت کچھ اظہار خوشنودی

سلیم کا جواب

کیا۔ اور خیر الدین کو صوبہ مذکور کا گورنر مقرر کر کے معمولی نشانات گورنری یعنی مُہر۔ تلوار۔

۵۱ ۲۴۔ اگست ۱۵۱۶ء کو اُس میدان میں جہاں حضرت داؤد علیہ السلام کی قبر بتلائی جاتی ہے کانسو غازی پاشائے مصر کو شکست اور موت نصیب ہوئی۔ ایڈورڈ کریسی باب ۹۔

اسپ - اور نشان دُم اسپ عطا فرمائے - اور دو ہزار جان نثاریوں کی ایک مختصر فوج بھی بطور کمک بھیجی - نیز باشندگان قسطنطنیہ و اطراف و جوانب کو الجزائر میں نقل مکان کرنیکے لئے بہت کچھ ترغیب[1] دلائی -

خیرالدین جب بنیاد حکومت کو اس طرح مستحکم کرچکا تو خاص بربر کی ہمسر طاقتوں کی طرف متوجہ ہوا - چنانچہ جسقدر عربی قبائل قرب و جوار کی ریاستوں میں حکمران تھے اول اُن سے رشتہ مودت قائم کیا - پھر تمام قلعہ جات محروسہ واقع ساحل یعنی ملیانہ - شرشل طینیس - مستغنم وغیرہ کی فوجی قوت کو بڑھایا - اور جب خوب اچھی طرح قلعہ بندی کرچکا تو اسپین کے مضافات واقع ساحل بربر کی طرف بڑھا - کیونکہ سالگزشتہ کا معرکہ جس میں اُسکا دلیر و شجاع بھائی اُس سے بیوقت چھین لیا گیا تھا - ابھی فراموش نہوا تھا - ایلغار کی خبر سُنکر گورنمنٹ اسپین نے خود پیشقدمی کی - اور ایک بڑا بھاری بیڑا جس میں پچاس جنگی - دس خاص شاہی - اور کتنے ہی بار برداری کے جہاز - اور کئی ہزار چیدہ جوان تھے بسرداری امیر البحر ڈن ہو گوڈی مونکیڈا روانہ کیا - مگر خیرالدین کی کاروانی اور شجاعت کے ایک پیش نہ گئی - اور تمام بیڑا سخت نقصان کے بعد منہزم اور غرقاب ہوا -

استحکام سلطنت

گورنمنٹ اسپین کا حملہ اور شکست

یہ نمایاں فتح گویا تمام کامیابیوں کی کلید تھی - کیونکہ اسکے بعد باربروسہ کا ستارۂ اقبال یوماً فیوماً بلند ہوتا گیا کول - بونا - قسطنطین - پر اُسکا نشان دُم اسپ لہراتا تھا - ساحل الجزائر پر اُسیکا قبضہ تھا - اکثر سال میں دو مرتبہ وہ اپنے اٹھارہ جہازوں کے خاص بیڑے کی کمان

[1] یہی ایک واقعہ ہے جسکی بنا پر مورخین یورپ کی رائے ہے کہ ترکوں نے بربری غارتگروں کو ہر طرح کی جرأت دلائی - ۱۲

لیکر سواحل اسپین پر ایلغار کرتا اور اندلسیوں کو چھڑا کر لاتا۔ ملک بربر کے بڑے بڑے نامی دلیر اُسکی شجاعت کا شہرہ سُنکر ہر طرف سے جمع ہو گئے تھے جنمیں سے بعض کو فی الحقیقت تاریخانہ شہرت حاصل ہے۔ مثلاً طرغد رئیس۔ صالح رئیس۔ صنعان رئیس۔ ایدالدین رئیس۔ یہ لوگ بیشتر علیحدہ علیحدہ اور کبھی باہم ملکر بحیرۂ روم کا دورہ کرتے تھے۔ دورہ اکثر مئی سے شروع ہوکر ستمبر کے ساتھ ختم ہو جاتا تھا۔ کیونکہ خزاں کے طوفان خیز موسم میں بحیرۂ روم جہازوں کے لئے سخت خطرناک تھا۔ اس قلیل عرصہ میں خیرالدین کے افسر مغربی بحیرۂ روم کے ہر حصّہ میں دکھلائی دیتے تھے۔ جزائر بیلیرک۔ نیز ساحل اسپین کے ہر قصبہ سے سالانہ ٹکس (مال وبندی) وصول کرتے تھے۔ بلکہ آبنائے جبرالٹر سے گزر کر بندرگاہ قادس (کیڈز) تک کی خبر لاتے تھے۔ کوئی چیز اُنکے حملہ سے محفوظ نہ تھی۔ نہ تاجروں کے جہاز تاب مقابلہ رکھتے تھے۔ نہ اسپین کے جنگی بیڑے۔ شاہ چارلس کے بڑے بڑے نامی جرنیل اور کرنیل۔ نبرد آزما و مبارز۔ جب کبھی بغرض اظہار عبودیت یا استخارہ قاہی نفس پوپ کی خدمت میں اٹلی کو جاتے تھے تو بحیرۂ روم پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے۔ جہاز لرزتا تھا۔ بادبان تھرتھراتے تھے۔ مستول کانپتا تھا۔ اور سمندر کا نیلگوں پانی اپنی ہیبتناک تموجی آواز سے خیرالدین! خیرالدین! کا الارم دیتا تھا۔ یہی وہ جہاں آشوب زمانہ تھا جس کو سر آرایل ٹیۂ فرنے "سکرج او کرسٹنڈم" (مسیحی دنیا پر عذاب الیم) کے نام سے

۵۱ اسوقت اسپین امریکہ کی تجارت سے متمتع ہو رہا تھا۔ اور تجارتی جہازات جو نئی دنیا کی دولت سے مالا مال واپس اسپین ہوتے تھے وہ اکثر بندرگاہ کیڈز پر اُترتے تھے۔ ۵۲ عربوں کی غلامی سے آزاد ہوکر اہل اسپین نے جب قومی زندگی از سر نو شروع کی تو ان پر مذہبی رنگ زیادہ اُبھر آیا تھا۔ کوئی کام اسقف اعظم کے امتزاج بدون نہ کرتے تھے۔

موسوم کیا ہے۔ یہی وہ خوفناک دور تھا جسنے اقوام یورپ کو تین سو برس سے زیادہ عرصہ تک کنوئیں جھنکائے۔ لیکن پلیفر صاحب ہمکو ذرا بتلائیں تو سہی کہ "خود کردہ را درمان چیست" یورپ نے خود بھڑک اُٹھنے والی چیزوں کا انبار لگایا اور اسپین نے دیا سلائی دکھلائی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خاندان باربروسہ کی روزافزوں ترقی سے ڈر کر گورمنٹ اسپین نے ازراہ عاقبت اندیشی کچھ عرصہ سے مسلمانان اُندلس کی جلاوطنی مسدود کردی تھی اور وہ اندیشی بھی کچھ بیجا نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ گھر کے بھیدی تھے اور جب جلاوطن ہوکر افریقہ پہنچتے تو بڑی آزادی سے باربروسہ کے ظل حمایت میں آکر اسکو سواحل اسپین کے ہر نشیب و فراز سے آگاہ کرنے میں انتقاماً مدد دیتے تھے۔ اسپین میں نظربند رکھنے کی صورت میں کم ازکم یہ تو تھا کہ یہ سالانہ آفتیں سخت سے سخت تر تو نہوتی تھیں۔ اوائل ۱۵۲۹ء میں خیرالدین کو اطلاع ملی کہ مسلمانان اُندلس کے کئی سو قبائل القنطرہ (الکنٹ) بیلنسیہ (ویلنشیا) وغیرہ مقامات میں جو اسپین کے مشرقی سواحل پر جزائر منورکہ مجورکہ فرمنطرہ کے بالمقابل واقع ہیں سخت مصیبت میں گرفتار اور کسی بیرونی مدد کے منتظر ہیں

ایدالدین رئیس کا حملہ

اواخر مئی میں اُسنے چودہ جہازوں کا ایک بیڑا بسرداری ایدالدین رئیس اور صالح رئیس اُن کو چھڑانیکے لئے روانہ کیا۔ اُنھوں نے اول مجورکہ کو تاخت وتاراج کیا۔ اور یہاں سے یورپین کشتیوں کا شکار کھیلتے قریب شب اسپین کی بندرگاہ اولیوا (علویہ) پر لنگرانداز ہوئے

علویہ کا معرکہ

بموجب قرارداد سابقہ۔ اُندلسی قبائل یہاں پہلے سے منتظر تھے۔ ایدالدین نے جھٹ پٹ قریباً دو سو خاندان سوار کرا کر اور فوراً لنگر اُٹھا کر جزائر بیلیرک کا رُخ کیا۔ اُدھر اسپین کا امیر البحر

جنرل پورٹنڈو اور ایدالدین کا مقابلہ

جنرل پورٹنڈو چارلس پنجم شاہ اسپین کو جنیوا پہنچانے گیا تھا تاکہ تقدس مآب پوپ صاحب اپنے ہاتھ سے رسم تاج پوشی ادا فرمائیں۔ واپس ہوتے ہوئے ساحل کے قریب پہنچ کر جب اُسکو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو فوراً تعاقب میں چلا۔ جزائر بلیرک (دبلیار) پر قریباً پانسو قدم کے فاصلہ سے دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ایدالدین بھی کوئی معمولی نبرد آزمانہ تھا۔ اُندلسیوں کو پاس کے ایک چھوٹے سے ٹاپو میں اتار کر مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ جنرل پورٹنڈو اس واقعہ سے بیخبر۔ ابھی اس ششﻪ و پنج میں تھا کہ بربری بیڑے پر کس طرف سے حملہ کرے جو ایک جانب سے صالح رئیس اور دوسری جانب سے ایدالدین نے ایک ساتھ حملے کر دیے۔ شجاعان اسپین نے جنمیں چارلس کے خاص چیدہ جوانان باڈی گارڈ بھی تھے خوب دادِ مردانگی دی۔ مگر بربری لاوروں کا لوہا ماننا پڑا۔ جنرل پورٹنڈو اس معرکہ میں کام آیا۔ سات کوہ پیکر جہاز جنمیں گورنمنٹ اسپین کا (کی پی ٹانہ) علمبردار جہاز بھی تھا۔ ایدالدین کے ہاتھ آئے۔ اور باقی شکستہ و ریختہ ہو کر جزیرۂ ایویکا کے کنارہ جا لگے۔ اس معرکہ میں جلاوطن اُندلسیوں کے علاوہ سیکنوں حلقہ بگوش مسلمان خلاصی

اندلس کے مسلمانوں کی آزادی

جنکو اسپین کے جہازوں پر بلّیاں چلاتے چلاتے عمر گزر گئی تھی۔ اس لڑائی میں نہ صرف آزاد بلکہ خیرالدین کی بدولت مرفہ الحال ہو گئے۔

امیرالبحر ڈوریا کا حملہ اور ہزیمت

تیسرے برس یعنی ۱۵۳۱ء میں اہل اسپین نے امیرالبحر ڈوریا کے ماتحت پھر یورش کی۔ اور خیرالدین کے پہنچنے تک قلعہ شرشیل کو حملہ سے فتح کر کے چند مسیحی قیدیوں

---

لہ یورپین مورخ وجہ تاخیر یہ لکھتے ہیں کہ جنرل پورٹنڈو کو ڈر تھا کہ مبادا جنگ میں اُندلسیوں کو جو جہازوں پر تھے نقصان پہنچے یعنی وہ بھی مقتول ہو جائیں اور اُسکے پاس علامت فتح باقی نہ رہے جسکا یہ نتیجہ ہوتا کہ سر چارلس سے اُسکو جو کچھ انعام کی امید تھی وہ منقطع ہو جاتی۔ تعداد انعام دس ہزار ڈوکیٹ بتلائی جاتی ہے۔ لین پول صفحہ ۵۷ و ۵۸۔ عجیب تاویل ہے!

کو رہا کر دیا۔ اس فوری کامیابی پر نازاں ہوکر اسپین کے فتحمند سپاہی شہر کے کوچہ و بازار میں پھیلکر تاخت و تاراج کرنے لگے۔ خیرالدین کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اپنے خاص بیڑے کی کمان لیکر ایک جھلائے ہوئے شیر کی طرح قلعہ کی حفاظت کے لئے لپکا اور جب بندگاہ کے قریب پہنچا تو ڈوریا نے بجائے اس کے کہ آگے بڑھکر مردانہ وار مقابلہ کرتا۔ کمال دونہمتی سے لنگر اُٹھاکر اسپین کا رُخ کیا۔ اور قریباً دو ہزار رفیقوں کو عمداً موت کے مُنہ میں چھوڑ گیا۔ انمیں ایک ہزار سے زیادہ تو قتل ہوئے اور باقی غلام بن کر بکے[1]۔ اگلے سال (۱۵۳۲ء) خیرالدین قلعہ پی نن کیطرف متوجہ ہوا۔ عروج نے اپنے زمانہ میں (۱۵۱۷ء) اگرچہ اس قلعہ پر حملہ کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی تھی۔ مگر قبضہ نہ کر سکا تھا چنانچہ مسیحی چھاونی بدستور سابق قائم تھی۔ اور بندرگاہ الجزائر میں آنے جانے والوں کے لئے سخت مزاحمت کرتی تھی۔ عروج۔ خیرالدین یا اُن کے رفقاء اکثر قلعہ سے ایک میل جانب غرب لنگر انداز ہوتے اور پھر یہاں سے کشتیوں کو کشاں کشاں ساحل تک لاتے۔ اسیطرح تجارتی جہاز بھی کچھ فاصلہ پر جانب شرق لنگر انداز ہوتے۔ اور اس وجہ سے اکثر موسمی آفات سے سخت نقصان اُٹھاتے۔ خلاصہ یہ کہ الجزائر کو ایک خاص اور محفوظ بندرگاہ کی اشد ضرورت تھی یہ دُھن باندھکر خیرالدین نے ڈن مارٹن ڈی ورگاس کو جو کنٹونمنٹ آفیسر تھا بطور اتمام حجت کہلا بھیجا کہ قلعہ خالی اور سپرد کر دیجئے۔ اور جب اُسنے گستاخانہ جواب دیا تو محاصرہ کی کارروائی شروع کر دی۔ چودہ روز کی سخت اور مسلسل گولہ باری کے بعد قلعہ کی لو ہالات فصیلیں

[1] عروج کو اپنی زندگی کے اخیر معرکہ میں جب ایسا اتفاق ہوا تو وہ دریا کے اُس کنارہ پر صحیح سلامت پہنچکر پھر اپنے رفیقوں کی مدد کے لئے پلٹا اور اُنہیں کے ساتھ دشمن سے لڑکر قتل ہوگیا لین پول صفحہ ۷، مارگن صفحہ ۲۲۵۔

پاش پاش ہوگئیں۔ اور پندرھویں روز صرف ایک حملہ سے مقام مذکور فتح ہوگیا۔ خیرالدین نے تمام عمارات مع فصیل و بروج منہدم کرکے صاف میدان کردیا[1]۔ اس واقعہ کے بعد ایک عجیب حیرت انگیز اور نصیحت خیز واقعہ پیش آیا۔ یعنے ابتدائے محاصرہ میں قلعہ والوں نے اپنی کمی اور کمزوری دیکھکر گورنمنٹ سے کمک طلب کی۔ چنانچہ فتح اور انہدام قلعہ سے تیسرے چوتھے روز نو جہازوں کا ایک بیڑا جسمیں علاوہ فوجی قوت کے کافی سامان آذوقہ بھی تھا سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ قریب پہنچکر کپتان جہاز نے قلعہ پی نن کو ہرچند ادھر اُدھر تلاش کیا۔ مگر کہیں پتہ و نشان نہ ملا۔ اسکو راستہ بھول جانے کا شبہ ہوا۔ مگر بندرگاہ الجزائر سامنے صاف دکھائی دیتا تھا۔ وہ اسی حیرت و استعجاب میں تھا کہ خیرالدین کے سپاہیوں نے سبکرفتار شیبکوں[2] میں سوار ہوکر دفعتہً بیڑے کو آگھیرا۔ ایک خفیف سی کشمکش کے بعد اہل اسپین مغلوب ہوگئے۔ تمام جہازات مع سامان حرب و آذوقہ اور سات ہزار بندی فتحمندوں کے ہاتھ آئے۔

ایک حیرت انگیز واقعہ

اسوقت خیرالدین کا ستارۂ اقبال غایت اوج پر تھا۔ یورپ یا افریقہ کا کوئی نامور شجاع اُسکی ہمسری کا دم نہ بھر سکتا تھا۔ جس کام پر وہ ہاتھ ڈالتا تھا کامیابی مساعدت کرتی تھی۔ اور جسطرف قدم اُٹھاتا تھا فتح و نصرت استقبال کرتے تھے۔ اُسکا خاص بیڑا یوماً فیوماً ترقی کرتا جاتا تھا۔ چنانچہ ۱۵۳۳ء تک اُسمیں چھیاسٹھ ۶۶ جنگی جہاز شامل تھے۔ اُن کی مدد سے وہ ہر سال موسم گرما میں سواحل اسپین اور جزائر قرب و جوار پر دھاوے کرتا تھا

[1] ایک یورپین مورخ ہمکو بتلاتا ہے کہ الجزائر کی مغربی ستاب ابی قلعہ پی نن کے لوازم مصالحات سے تیار ہوئی جسپر اہل اسپین غلام بنکر دو برس تک ٹوکریاں ڈھوتے رہے۔ مین پول صفحہ ۹۰۔ [2] شیبک ایک قسم کی نہایت مختصر اور ہلکی کشتی۔ ڈونگا۔

اور سیکنوں مسلمانوں کو چھڑا کر لاتا تھا۔ چنانچہ ستر ہزار اُندلسی اُسنے خاص اپنی قوتِ بازو سے چھڑائے۔ یہ لوگ اپنے محسن کی رفاقت پر طبعًا مجبور تھے۔ افریقہ کے وہ سنسان اور بنجر میدان جنکو دیکھکر وحشت ہوتی تھی۔ جفاکش اور ہنرمند اُندلسیوں کی نظر توجہ سے گل و گلزار ہوگئے۔ اگرچہ اسپین نے اُن کی قدر نہ کی۔ مگر الجزائر کی بندرگاہیں۔ گودام۔ کارخانجات انہی جلاوطنوں کی بدولت ہر وقت پُر رونق دکھائی دیتے تھے۔ سدِ آب۔ جہازوں کے اسٹیشن۔ اور دیگر لوازم انہی بدنصیبوں کی تجویز و نگرانی سے تیار ہوتے تھے۔ غرضکہ اس نامور شخص کے مبارک ظلِ حمایت میں تمام صوبہ پر ایک عجیب عالمِ مصروفیت طاری تھا۔

خیر الدین کا ستارہ اقبال

خیر الدین کی یہ بڑی دانشمندی تھی کہ اپنی خدمات کو بابعالی سے وابستہ کرنے کے بعد سے آجتک ہر نیک و بد امر کی باقاعدہ رپورٹیں قسطنطنیہ بھیجتا رہا۔ اور یورپ کے اُن اقوام یا ممالک (مثلاً فرانس) پر ترکتازیاں کرنے سے دستکش رہا جو صلحائے ٹرکی میں داخل تھے۔ اس دانشمندانہ تدبیر کا سب سے ضروری اور کارآمد نتیجہ یہ ہوا کہ بابعالی سے تجدید تعلقات ہوتا رہا۔ چنانچہ جسوقت وہ ۱۵۳۳ء میں الجزائر کی سوشل اصلاح و ترقی میں مصروف تھا تو بابعالی کی طرف سے دفعتًہ ایک مراسلہ پہنچا جس میں باریاب ملازمت ہونیکی ہدایت تھی۔

بابعالی کا مراسلہ

قسطنطنیہ کی زمام سلطنت اسوقت سلیمان صاحبقران کے ہاتھ میں تھی جو ہمسایہ یورپین طاقتوں اور اکثر جزائر قرب و جوار کی جنگجو قوموں کی سرکوبی میں مصروف رہتا تھا۔ نیز وینس اور جنیوا کی قدیم جمہوری ریاستیں گو سلیم ہی کے عہد میں زیر ہو چکی تھیں۔ مگر پھر بھی اکثر کسی نہ کسی قوت کو پشت پر لیکر سرتابی کر بیٹھتی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی یورپ کا

مشہور امیر البحر جنرل ڈوریا جو بحری غارتگری میں بربری قزاقوں سے بھی زیادہ مشاق تھا مضافات قسطنطنیہ پر اکثر ترکتازیاں کرتا رہتا تھا۔ ان وجوہ سے صاحبقران کو ایک کارآزما اور مدبر جرنیل کی ضرورت تھی۔ چونکہ ۱۵۳۳ء سے خیرالدین پاشا کی خدمات الجزائر سے بابعالی میں منتقل ہو گئیں۔ اسلئے اس کے ساتھ ہمکو اور ہمارے ناظرین کو کچھ عرصہ کے لئے ان ممالک کی سیر کرنا پڑے گی۔ اسکو ہمارے ہیرو کی زندگی کا دوسرا اور آخری حصہ سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ پھر اُسکو الجزائر واپس آنا نصیب نہوا۔ مگر اس آخری حصہ زندگی کے حالات بیان کرنیسے پیشتر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں کی بحری قوت اور فرانس یا یورپ سے خارجی تعلقات مختصراً ہدیہ ناظرین کئے جائیں تاکہ خیرالدین کے حُسن خدمات اور کارنامجات زیادہ نمایاں ہوں۔

# چوتھا باب

## ترکوں کا بحری اقتدار اور خارجی تعلقات

اُن اولوالعزم قوموں میں جنھوں نے مشرق و مغرب کو رشتۂ تجارت سے وصل کیا ہے اہل وینس اور جنیوا سب سے زیادہ سرگرم خیال کیجاتی ہیں۔ اسیطرح یورپ کے قرن وسطیٰ میں اُن کا علم جہازرانی بھی سب سے زیادہ بلند تھا۔ اور جنوبی یورپ کے اکثر بحروں کی حکومت اُنہی کے ہاتھ میں تھی قریب قریب تمام مسیحی قوموں نے جہازرانی اور فن تجارت اُنہی سے سیکھے وینس کو فی الجملہ مگر جنیوا کو بالخصوص بابعالی کے ساتھ ہمیشہ عقیدتمندانہ تعلقات رہتے تھے۔ اور ابتدائی زمانہ میں جبکہ یورپ کی اکثر قومیں عثمانی جلال و جبروت کی روزافزوں ترقی سے حسد کر کے ترکی حدود پر بھاداً چڑھ آتی تھیں تو سلاطین عثمانیہ مع حشم و خدم مقابلہ کے لیے جنیوا کے جہازوں میں ایشیا سے یورپ آتے تھے۔ چنانچہ آرخاں کے عہد میں (۱۳۵۶ء) جب شہزادہ سلیمان نے معاون بنکر ایک مرتبہ یونان پر حملہ کیا تو سپاہ سمیت جنیوا کے جہازوں میں آبنائے ڈارڈنیلز[۱] کو عبور کیا تھا۔ ۱۳۸۹ء میں لارس شاہ سرویا اور اُسکے معاونین کے حاسدانہ حملوں کو روکنے کی غرض سے جب مراد اور شاہزادہ بایزید کو یورپ میں آنے کی ضرورت ہوئی تو جنیوا کے جہاز کام آئے تھے۔ ۱۴۴۲ء

[۱] آبنائے ڈارڈ نیلز یا ہیلس پانٹ۔ وہ تنگ قطعہ آب جو ایشیائی اور فرنگی روم کو جدا کرتا ہے۔ زرکزیز شاہ فارس نے اِس آبنائے سے عبور کر کے یونان پر چڑھائی کی تھی۔

بابعالی اور جنیوا کے تعلقات

میں پھر ایک ایسے ہی حملے کے روک تھام کی ضرورت ہوئی۔ یعنے ہنگری۔ بوسینیا سرویا۔ وینس۔ البانیا۔ ملیشیا۔ اور کریمیا کی متحد فوجیں ہنیاڈی شاہ ہنگری اور لیڈسس لاز شاہ تھونیا کے ماتحت عہدنامہ حلفی[۱] کے سراسر خلاف ترکی حدود پر آن واحد چڑھ آئیں تو سلطان وقت مراد دوم اپنی تمام فوج کو فی نفر ایک ڈوکیٹ دیکر جنیوا کے جہازوں میں ایشیا سے یورپ میں لایا تھا۔ اور جب سلطان نے اپنے جعلی حریف مصطفےٰ[۲] کو قلعہ گیلی پولی میں محصور و مقید کیا تھا تو وہ ایڈورڈ نامی ایک شخص باشندہ جنیوا ہی تھا جسنے نہایت قابل قدر مدد دی تھی۔ البتہ سلطان محمد ثانی کے عہد میں محاصرہ قسطنطنیہ کے موقع پر اہل جنیوا نے قومی اور مذہبی پاسداری کی اور قسطنطین شاہ یونان کو مدد دینا مصلحت سمجھا۔ اُسوقت سے بابعالی اور اِس جمہوری ریاست میں مخالفت ہوگئی چنانچہ فتح قسطنطنیہ (۱۹ مئی ۱۴۵۳ء) کے بعد محمد ثانی کو جنیوا کی سرکوبی کا خیال پیدا ہوا۔ آخر ۱۴۷۵ء میں اُسکو ایک عمدہ موقع ہاتھ آیا۔ یعنے کریمیا کے خوانین میں عرصہ سے خانہ جنگیاں چلی آتی تھیں ایک خان ایک طرف تھا۔ اور باقی دوسری طرف۔ جنیوا نے جو کریمیا کے سب سے زیادہ مشہور و مستحکم شہر یافا پر قابض تھی۔ فریق ثانی کی مدد کی۔ فریق اول نے بابعالی سے استمداد کی۔ سلطان نے فوراً ایک جری فوج بسرداری کپتان احمد بھیجکر تمام صوبہ کو مع شہر یافا فتح

---

[۱] جب دونوں فوجیں میدان جنگ میں صف آرا ہوئیں تو ترکوں نے اِس عہدنامہ کو ایک علم پر لٹکا کر سب سے آگے رکھا کہ شاید ان لوگوں کو اپنے عہد و پیمان یاد آئیں مگر جب کسی نے اسکا خیال نہ کیا تو میدان کارزار گرم ہوا۔ جس میں لیڈسس لاز کام آیا۔ اور ترکوں نے جھٹ پٹ اسکا سر تن سے جدا کرکے علم کے دوسری طرف لٹکا دیا۔ یہ دیکھکر افواج متحدہ میدان سے بھاگ نکلیں۔ ٹرکی مؤلفہ لین پول صفحہ ۹۰ و ۹۱

[۲] اِس شہزادہ نے اپنے آپ کو مصطفےٰ مشہور کرکے تاج و تخت کا دعویٰ کیا تھا

کر لیا۔ اور جینوا کے پانسو جوان گرفتار کر کے نیگ چری فوج میں داخل کر لئے اسطح مجمع الجزائر میں نیز سواحل یونان پر جو اُن کے مقبوضات تھے ۱۴۶۲ء میں یکے بعد دیگرے فتح کر لئے تھے۔ مثلاً لزبس۔ لمنس۔ سقلونیہ۔ جزیرہ ایوبیہ۔ نقر بند (نگرو پانٹ) وغیرہ۔

اہل وینس ابتدا سے ترکوں کے مخالف تھے۔ چنانچہ آرخاں کے زمانہ میں ہمیشہ عثمانی علاقہ جات کو تاخت و تاراج کرتے رہتے تھے۔ آخر کار مراد اول کے عہد میں انھوں نے خود صلح کی التجا کی۔ اور فریقین میں ایک عہد نامہ لکھا گیا جس کی تجدید محمد اول کے عہد میں ہوئی لیکن عہد شکنی اور دروغ حلفی اُس زمانہ میں یورپ کا عام شعار تھا۔ باوجود معاہدہ اُن جزیروں کے عاملوں نے جو زیر حکومت وینس بحیرہ ایجئین میں واقع تھے۔ اور اب مجمع الجزائر یونان میں شامل ہیں رعایائے بابعالی پر متواتر حملے کئے۔ اُن کی گوشمالی کے لئے سلطان محمد ثانی نے ایک مختصر سا بیڑا تیار کیا۔ مگر فریقین میں صلح ہوگئی۔ یہ ترکوں کی جہاز رانی کی ابتدا ہے مُراد ثانی کے عہد میں اہل وینس نے پھر عہد شکنی کی۔ اور چند ترکی جہاز لُوٹ لئے۔ سلطان نے برہم ہو کر ۱۴۳۰ء میں شہر تھسلونیا اُنسے انتزاع کیا۔ وینس کا تنزل اسوقت سے شروع ہوگیا۔

وینس اور بابعالی کے تعلقات

بابعالی سے مخالفت رکھنے کے علاوہ وینس اور جنیوا آپس میں بھی تیغ و سپر رہتی تھیں۔ بحری اقتدار اور اُسکے ساتھ تجارتی امتیاز۔ امر متنازعہ فیہ تھا۔ ریاست وینس بحیرہ ایجئین کی مالک تھی۔ اور مجمع الجزائر یونان کے عمدہ اور مشہور مقامات نیز اکثر جزیروں اور شہروں پر قابض تھی۔ جنیوا کی حکومت بحیرۂ اسود اور بحیرۂ مارمورا میں تھی چنانچہ ترکوں کے آنیسے قبل شہر غلطہ (گولیٹا) رونق اور خوبصورتی میں گویا دوسرا جنیوا تھا۔ کوہ اپیبرا کے ڈھلوان

وینس اور جنیوا کے باہمی تعلقات

پہلوؤں پر اہل جنیوا کے بنائے ہوئے مینار ابھی تک سر بفلک کشیدہ ہیں۔ اسیطرح آبنائے باسفورس اور کریمیا سے گزرتے وقت شوقین سیاح کی نظر جا بجا بے اختیار اُن پُرانے قلعوں پر پڑجاتی ہے۔ جو اس مرحوم ریاست کی زندہ یادگار ہیں۔ لیکن تقابل جسطرح ترقی کا باعث ہو اُسیطرح تنزل کا سبب بھی ہوتا ہے۔ بحیرۂ مارمورا ان دونوں حریف و متقابل قوموں کا معرکہ گاہ تھا۔ اور اخیر کو دونوں کی عظمت و دولت کا مدفن ہوا۔ ۱۳۵۲ء میں قسطنطنیہ کی عین فصیل کے نیچے دونوں میں جنگ ہوئی۔ جنیوا تنہا تھی۔ ریاست وینس کی طرف قتلونیہ اور یونان تھے۔ ایک سخت ہنگامۂ کشت وخون کے بعد وینس کو شکست ہوئی۔ مگر اگلے برس وینس نے دل کھولکر عوض لیا۔ اور جنیوا کے بیڑے کو الغیرو واقع سارڈینیا کے متصل شکست فاش دی۔ ۱۳۸۰ء میں جنیوا نے اپنے حریف پر پھر یورش کی۔ اور سیجیو[۵۱] کو فتح کرکے خاص قلب ریاست کا محاصرہ ڈالدیا۔ اسوقت تمام اہل وینس یکدل و یکجا ہوکر حریفوں کے مقابلہ پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور خود اُنکو ہر طرف سے گھیر کر حسب دلخواہ شرائط صلح پر مجبور کیا۔ جنیوا کی اصلی ترقی اُسوقت سے مسدود ہوگئی اور عروس البحر[۵۲] کا دور دورہ شروع ہوگیا۔

وینس کی سرکوبی

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ وینس کی سرکشی اور عہد شکنی پر برانگیختہ ہوکر محمد اول نے ایک مختصر بیڑا ان کی گوشمالی کے لئے تیار کیا تھا۔ گو حملہ کی نوبت نہیں پہنچی مگر ترکی بحری قوت کی بنیاد رکھی گئی۔ محمد ثانی نے جب قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تو اُسکے ساتھ

---

[۵۱] سیجیویا۔ چیوگیا۔ صوبہ لومبرڈی مین ساحل۔ ایڈریا پر واقع ہے اور وینس کا دروازہ ہے [۵۲] براندا آودی اوشین یا عروس البحر۔ وینس کا خطاب تھا

تیس جنگی جہازوں کا مختصر بیڑا تھا۔ جسنے گولڈن ہارن میں سب سے پہلے ترکی امیر البحر بلوطغلی کے ماتحت فی الجملہ نمایاں کارگزاری کی۔ فتح قسطنطنیہ سے فارغ ہوکر سلطان نے طرابزون۔ سینوپ۔ کافا ازاف جیسے مشہور مقامات بحری لڑائیوں میں انتزاع کئے جس سے جمہوری ریاست کو سخت نقصان پہنچا۔ بحیرۂ اسود اور بحیرہ مارمورا اُسوقت سے ترکی مضافات میں شمار ہونے لگے۔ اور مشہور آبنائے ہیلسپانٹ (ڈارڈنیلز) کے اُن مستحکم قلعوں پر جو زرکزیز شاہ فارس کی یادگار میں تاریخی بندرگاہ بلیک لاوا کی حفاظت کرتے تھے نشان ہلال نصب ہوا۔ خلاصہ یہ کہ ترکوں کی بحری قوت اسوقت تک کافی ترقی کرچکی تھی۔ چنانچہ جب محمد ثانی نے وینس کی گوشمالی کا ارادہ کرکے ۱۴۷۰ء میں جزیرہ نگروپانٹ پر فوجکشی کی تو ایک سو جنگی اور دو سو معمولی جہازوں کا ایک زبردست بیڑا ہمرکاب تھا۔ وینس کا مشہور امیر البحر لارڈینی اِس موقع پر بجز اسکے کچھ نکرسکا کہ جب ترک بعد فتح جزیرہ مذکور بحر ایجین سے واپس چلے گئے۔ تب اُسنے بابعالی کی رعایا جزیروں اور ساحل ایشیا سے کوچک پر یورش کرکے اکثر شہر لوٹ لئے۔ اسپر سلطان نے زیادہ سخت تدابیر عمل میں لانا مناسب سمجھا۔ اور خاص وینس پر فوجکشی کی جسکو یورپین مؤرخ "پیاف کا محاصرہ" کہتے ہیں۔ جمہوری ریاست نے ہر طرف سے مجبور ہوکر مئی ۱۴۷۹ء میں صلح کرلی۔ بلکہ ازراہ تملق اٹرنٹو[1] کی فتح کی ترغیب بھی دلائی۔ جسکو آخر کار جنرل احمد فاتح کریمیا نے ۱۴۸۰ء میں فتح کرکے ترکی حملہ آورین کے لئے راستہ صاف کردیا۔

---

[1] اٹرنٹو صوبہ نیپلز واقع جنوب اٹلی کا مشہور شہر اور بندرگاہ ہے۔ اور اٹلی کا باب الفتح۔ لین پول صفحہ ۶۵۔

جنیوا اور وینس کے علاوہ ایک اَور بحری قوت بھی تھی جس سے کچھ عرصہ بابعالی کو زور آزمائی کرنا پڑی۔ بیت المقدس کے پرجوش مجاہدین جوسینٹ جان کے پیرو اور نائٹ ہاسپٹلر (مہمان نواز غازی) مشہور تھے۔ تیمور گردی میں یروشلم سے اُجڑ کر جزیرہ روڈس میں آباد ہوگئے تھے۔ اسکو جنگی مقام بناکر رفتہ رفتہ بحیرہ لیوانسٹ میں غارتگری کرنے لگے۔ مملوک سلاطین مصر نے اگرچہ اس گروہ کی گوشمالی کے لئے فوجیں بھیجیں۔ لیکن اس سے مجاہدین کی قوت کو کچھ صدمہ نہیں پہنچا۔ بلکہ بدستور سابق قسطنطنیہ اور اسکندریہ کے درمیانی قطعہ آب میں لوٹ مار کرتے رہے۔ ساحل ایشیائے کوچک کے شہروں کو اس مردم آزار گروہ سے بالخصوص نقصان پہنچتا تھا۔ یہاں سے سیکنون ہزاروں مسلمان گرفتار کرکے یا تو اقوام یورپ کے ہاتھ بطور غلام فروخت کرڈالتے اور یا اُنسے خلاصی کا کام لیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس فرقہ کے تین نمکحرام شخصوں نے سلطان کو جزیرۂ روڈس کے قلعوں کے نقشے کھینچکر بھیجے۔ اور فوجکشی کی ترغیب دلائی۔ چنانچہ سنہ ۱۴۸۰ء میں ایک سو ساٹھ جنگی جہازوں کا ایک بیڑا بسرداری مسیحی پاشا مقام مذکور کی فتح کے لئے روانہ کیا گیا۔ ترکی جرنیل نے معمولی مقامات فتح کرنیکے بعد مرکز جہاد کا محاصرہ کیا۔ گرینڈ ماسٹر (مجاہدین کا پیر و مرشد) ڈی ابوسن نے دلیرانہ مقابلہ کیا۔ اور بڑے استقلال و مردانگی سے قلعہ کی حفاظت کی۔ ۲۸۔ جولائی سنہ ۱۴۸۰ء کو ترک عام حملہ کرکے شہر میں گھس گئے۔ مگر جرنیل کی ناتجربہ کاری یا لالچ کی وجہ سے تکمیل فتح نہوئی۔ کیونکہ اُسنے اپنی مظفر و منصور سپاہ کو لوٹ سے روک کر دل شکستہ کردیا

بیت المقدس کے مجاہدین اور انکی غارتگری

---

۱؎ ایڈورڈ کریسی باب ۲۰

اور اسطرح کامیابی ایک طرفۃ العین میں ناکامی سے مبدل ہو گئی۔

جب روڈس کے ناکام حملہ کی خبر وینس پہنچی تو سینٹ (مجلس شوریٰ) کو ترکوں کے مقابلہ کی جرأت ہوئی۔ چنانچہ محمد ثانی کے انتقال پر عہدنامہ یافہ کے سراسر برخلاف سالانہ خراج بند کر کے اہل وینس نے عثمانی علاقہ جات پر ترکتاز حملے شروع کر دیے۔ بایزید ثانی نے اس بیجا حرکت کو اشتہار جنگ کا مرادف سمجھکر تیاری کا حکم دیا۔ حسن اتفاق سے اُسوقت ترکی بحری کارخانہ کا سپرنٹنڈنٹ ایک نہایت لائق اور باکمال شخص تھا۔ اُسنے اس مہم کے لئے دو خاص جہاز تیار کئے۔ جنکو "کوکہ" کہتے تھے۔ ہر کوکہ ستر کیوبٹ بلند اور تیس کیوبٹ عریض تھا۔ مستول کی یہ شکل تھی کہ درختوں کے سالم بڑے بڑے تنے جہاز کے ہر پہلو سے جھک کر اور بیچ میں ملکر گند سے ہوئے بلند ہوتے تھے۔ اس مصنوعی جھنڈ کا قطر کم سے کم چار کیوبٹ تھا۔ سب سے بالائی حصہ پر چالیس مسلح سپاہی بے تکلف کھڑے ہو کر دشمن پر آگ برسا سکتے تھے۔ بخلاف معمولی جہازوں کے اوپر دو دو تختے تھے۔ ایک مثل تختہ گیلون اور دوسرا مثل تختہ گیلی۔ ہر تختہ پر ایک توپ تھی۔ پچھلے حصہ کی پشت سے بیشمار چھوٹی چھوٹی کشتیاں آویزاں تھیں۔ تاکہ عندالضرورت کارآمد ہو سکیں۔ کھینے کے لئے دونوں طرف چوبیس چوبیس لمبی بلیاں تھیں۔ جن میں سے ہر ایک بلی پر نو خلاصی متعین تھے۔ ہر جہاز پر سپاہی اور خلاصی کل ملاکر دو ہزار آدمی سوار ہو سکتے تھے۔ براق رئیس اور کمال رئیس[۵۱] اِن دونوں

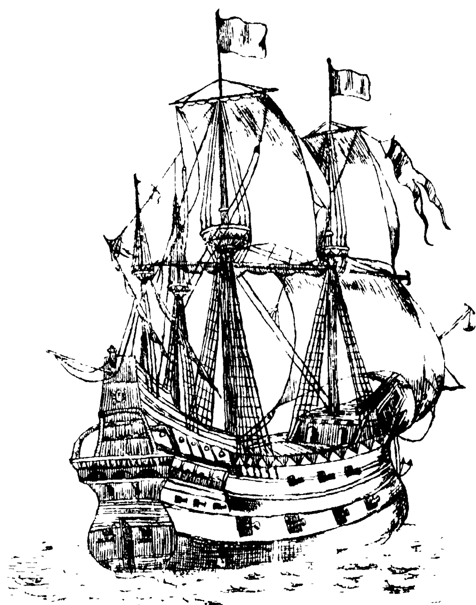
وینس کی دوسری سرکشی

کوکہ جہاز

براق رئیس
کمال رئیس

---

۵۱؎ کمال رئیس نے بحری فن جنگ میں وہ کمال حاصل کیا تھا کہ ترکوں کو آج تک اس پر ناز ہے۔ یہ شخص اصل میں صنعان پاشا کا غلام تھا۔ ایک روز اپنے آقا کے ہمرکاب بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا۔ سلطان اس کا قد و قامت اور وجیہ شکل دیکھکر نہایت متحیر ہوا۔ اور اُسکو صنعان پاشا سے لیکر کمال رئیس خطاب دیا۔ ۱۲



گیلین

(پندرھویں صدی کی جہاز نما کشتی)

کو وہ پیکر جہازوں کے کپتان مقرر کئے گئے۔ علاوہ ازیں تین سو اَور جنگی جہاز تھے۔

قسطنطنیہ اور وینس کی زور آزمائی

اوائل جولائی ۱۴۹۹ء میں یہ مہیب اور عظیم الشان بیڑا داؤد پاشا کی کمان میں لیپنٹو کی طرف چلا۔ جو بحیرۂ اڈریاٹک کی مشہور بندرگاہ اور وینس کے مقبوضات میں سے تھا۔ اَواخر جولائی میں یونان کے عین جنوب مغربی گوشہ پر پہنچکر ترکوں کو اہل وینس

وینس کا بیڑا

کے ایک مضبوط بیڑے کا پتہ ملا جو ناوارینو کے قریب بندرگاہ موڈن میں لنگرانداز تھا۔ ۴ ہ۔ اگست تک دونوں بیڑے بالمقابل خاموش لنگرانداز رہے۔ نہ وینس کے امیرالبحر گریمانی نے پیشدستی کی اور نہ داؤد پاشا نے۔ کیونکہ موقع بے طرح مخدوش تھا۔ آخر کار اس تاریخ کے بعد ترکوں نے جنبش کی اور منزلِ مقصود کا رُخ کیا۔ داؤد پاشا نے ازراہِ عاقبت اندیشی خشکی کے ساتھ ساتھ بیڑے کو چلایا تاکہ عندالضرورت کسی بندرگاہ میں پناہ لے سکے۔ اور ناوارینو کے شمال میں پہنچکر اُس تنگ ترقطعۂ آب سے عبور کرنیکی

جزیرہ پروڈنو کا معرکہ

کوشش کی جو ساحل موریا کو مقابل کے جزیرہ پروڈنو سے جدا کرتا ہے۔ امیرالبحر گریمانی بھی ایک کارآزما شخص تھا۔ قرائن سے تاڑ گیا کہ ترکوں کا کیا منشا رہے۔ اور بیڑے کو موڈن

امیرالبحر گریمانی کی چال

سے بالا بالا نکالکر اُس تنگ قطعۂ آب کے بالائی حصہ پر جا دیا تاکہ دشمن کو نکلتے وقت بیخبری میں سے ڈالے۔ موقع نہایت مناسب اور ہوا بالکل موافق تھی۔ اور ہر قرینہ پختہ یقین دلاتا تھا کہ پالا وینس کے ہاتھ رہے گا۔ مگر داؤد پاشا اور اُس کے لائق کپتان ایسے وقت

داؤد پاشا کی پیش بینی

میں دشمن کے استقبال کو خلاف توقع نہ سمجھتے تھے۔ اور اسلئے ہر طرح کے حملہ کی روک تھام کے لئے بالکل تیار تھے۔ قلعہ زانکو واقعہ ناوارینو کے قریب پہنچکر جو ہیں بیڑے

نے اُس سے زنک نما قطعۂ آب سے سر نکالا۔ اہل وینس نے برابر سے نکلکر فوراً نہایت تیزی سے ترکوں پر چھاپا مارا۔ لیکن چھاپا مارتے وقت ترتیب درست نہ رکھ سکے۔ جہازوں نے بلیوں سے انحراف کیا۔ اور بلیوں نے خلاصیوں سے سرتابی کی۔ جہاز جہاز سے ٹکرائے اور تہ و بالا ہوکر منتشر ہو گئے۔ ترک یہ دیکھکر نہایت تیزی کے ساتھ آگے بڑھے۔ اور اہل وینس کو بالکل اپنے حلقہ میں لیکر اُنپر اسقدر شدت سے آتشباری کی کہ لارڈ وینو کا علمبردار مع اور بہت سے جہازوں کے جلکر غرقاب ہوگیا۔ اور بیشمار جانیں تلف ہوئیں

قیامت انگیز جنگ زنک

اس ہنگامہ میں دشمن کے چند جہازوں نے براق رئیس کو گھیر کر کوکہ میں آگ لگانا چاہی مگر چونکہ کوکہ بہت زیادہ بلند تھا اِسلئے آتشبار منجنیقوں کی رسائی اُس تک سخت مشکل تھی براق رئیس نے خود ان حملہ آور جہازوں میں آگ لگادی۔ جسکے شعلے اسقدر بلند ہوئے کہ آخر کو کوکہ میں آگ لگ گئی۔ اور براق رئیس حیرت انگیز دلاوری دکھاکر اپنی قوم و ملک کی خدمت میں کام آیا۔ اِس جہاز پر اور بھی لایق و شجاع کپتان تھے جن کی یادگاریں ترک آج تک جزیرہ پروڈونو کو جزیرہ براق کہتے ہیں۔ یورپین مورخ اِس لڑائی کو "قیامت انگیز جنگ زانکو" کہتے ہیں۔

براق رئیس کی موت

زانکو پر اگرچہ داؤد پاشا کو نمایاں فتح حاصل ہوئی مگر لی پنٹو تک راستہ صاف نہ تھا۔ کیونکہ امیر البحر گریمانی اپنی ٹوٹی پھوٹی جمعیت کو یکجا کرکے اور فرانس اور روڈس کی تازہ کمک سے مضبوط ہوکر انتقام کے لئے آگے بڑھگیا تھا۔ ترکی امیر البحر زانکو سے اُسی طریق پر ساحل کے قریب قریب چلا۔ شب کو اکثر کسی محفوظ بندرگاہ میں لنگرانداز

ہو جاتا۔ اور ہر طرف جاسوس کشتیوں سے نگرانی کراتا۔ اِس تدبیر سے یہ فائدہ ہُوا کہ ہر مرتبہ
گریمانی چھاپا مارتا تھا اور سخت نقصان کے ساتھ منہزم ہو کر اور آگے بڑھ جاتا تھا۔ اسیطرح
قدم قدم پر لڑتا اور تلوار سے رستہ صاف کرتا۔ داؤد پاشا خلیج پٹراسس میں داخل ہو گیا
جہاں سُلطان بہ نفس نفیس معہ بری فوج اسکا منتظر تھا۔ چنانچہ ۲۸۔ اگست ۱۴۹۹ء کو باعالی

لپینٹو کی فتح

کی بحری اور بری فوجوں نے ہر طرف سے محاصرہ اور حملہ کر کے لپینٹو کو فتح کر لیا۔ فرانس اور
روڈس کے مددگار بیڑے ترکوں کی تیز قدمی اور اولوالعزمی دیکھکر پہلے ہی سرک گئے تھے
اسلئے گریمانی کو تنہا اِس ناکامی کی ذلت سہنی پڑی۔

وِنیس کو اِس نقصان عظیم کی تلافی کرنا کبھی نصیب نہوا۔ لپینٹو کے ساتھ
پٹراسس اور کارنتھ کی وہ خلیجیں جنسے ابتدا پندرھویں صدی میں وِنیس کے تجارتی
جہازوں کی کثرت سے نکلنا دشوار تھا۔ عثمانی ظل حمایت میں داخل ہو گئیں۔ اگلے برس
بندرگاہ موڈن پر بھی تسلط ہو گیا جو گویا آبنائے سپنزا کی کنجی تھا۔ بحیرہ اڈریاٹک کے مشرقی
حصہ اور بحیرہ آئی اونین دروبست پر وِنیس کے جہازوں کے لئے قفل پڑ گئے مشرقی
دنیا میں جمہوری ریاست کے جو چند مقامات تھے وہ ۱۵۱۷ء میں ہاتھ سے نکل گئے
جبکہ صاحبقران نے مصر کو فتح کیا۔ آخر کو نئی دنیا کے دریافت ہونیسے جو اسپین میں
تجارت کا بازار گرم ہُوا اُسنے وِنیس کی رہی سہی عظمت کو بھی خاک میں ملا دیا چنانچہ سولھوں
صدی کے ربع اول تک جنیوا کی طرح عروس البحر بھی ہمیشہ کے لئے مجلۂ گمنامی میں چُھپ گئی۔
وِنیس فی الحقیقت یورپ کے لئے مشرقی صنائع اور مشرقی دولت کا مخزن تھا

بلکہ اُسکو بجائے خود ایک ایشیائی شہر کہا جائے تو نازیبا نہیں۔ اُسکے بڑے بڑے نامور صناع مصر اور عراق کے اُن کاریگروں کے شاگرد تھے جنپر اسلام کو ہمیشہ ناز رہیگا۔

اسلام کے صناع

اُسکے بازار سرتا پا حجازی۔ عراقی۔ اور ایشیائی صناعیوں سے معمور رہتے تھے مثلاً دمیاط کا ریشمی ڈوریا۔ اور اسکندریہ اور طنیس کے زربفت۔ کمخواب۔ تاش بادلہ۔ قاہرہ کے انواع اقسام کے ریشمی پارچہ جات۔ بعلبک کی روئی۔ بغداد کا ریشم۔ مدائن کا اطلس اور ساٹن۔ وغیرہ۔

مرکز صنعت

عروس البحر کا احسان

بیشک مغربی دنیا پر عروس البحر کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اُسنے مشرقی دفینوں اور ایشیائی تمدن و معاشرت کی مدد سے یورپ میں فیشن کی بنیاد ڈالی اور کھال کمل پہننے والوں کو زرق برق لباس پہنائے۔ اِسنے یورپ میں لوازم تکلف ہی داخل نہیں کیئے بلکہ اُن کے ناموں کی تعلیم بھی دی[ھ]۔

یورپ میں فیشن کی اصلیت

عروس البحر کو آخرکار سیف عثمانی کے سامنے محجوب ہونا پڑا۔ اُسنے ترکوں کا بحری اقتدار ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ جزیرہ سائپرس کا خراج بھی ادا کیا۔ اور آخر میں یہانتک حقیر و متبذل ہوئی کہ جب صاحبقران نے ۱۵۲۱ء میں بلگریڈ پر قبضہ کیا تو وینس نے ڈر کر خود بخود سالانہ خراج بڑھا دیا۔ عروس البحر کے اس عبرت انگیز زوال پر ہم اُسیقدر خلوص سے ہمدردی کرتے ہیں جسقدر کہ یورپ کے مورخ قرطبہ اور غرناطہ کے زوال پر آنسو بہاتے ہیں۔

عروس البحر اور سیف عثمانی

جزیرہ روڈس

اب صرف ایک روڈس تھا جو بدستور سرکشی پر اڑا تھا۔ سلیم نے جو جدید

---

ھ مثلاً سیرسینے نٹ ایک قسم کی ریشمی آبرواں جو اصل میں سیرسین سنف یعنی مشرقی کپڑا ہے۔ ٹبی یعنی طبیی جو بغداد کے ایک کوچہ کا نام ہے جہاں اس قسم کا ریشمین کپڑا بُننے والے بکثرت آباد تھے۔ بلڈاکینی یعنی زریں چتر جو اصل میں بالڈک یعنی بغداد کا بگڑا ہوا ہے۔ سمانٹ یا سیرسن یعنی قباطی گو تیا یا جیوپے ہی جبہ ہے جو شام اور مصر کے مسلمانوں کی مشہور پوشاک تھی اور ہنوز ہے۔ دیکھو لین پول صفحہ ۷۲۔ نیز آرٹ آف سیرسن صفحہ ۲۳۹

مقامات واقع سواحل شام و مصر مضافات عثمانی میں داخل کیے تھے۔ اُنکو قابل اطمینان حالت میں رکھنے کیلئے اسکی بڑی ضرورت تھی کہ بذریعہ آزادانہ رسل و رسائل اُنسے تجدید و استحکام تعلقات ہوتا رہے۔ مزید براں بحیرۂ روم کے تمام مشرقی حصہ میں ترکوں کا بحری اقتدار ہنوز مستحکم بھی نہوا تھا۔ اِن دونوں مقاصد کے حصول میں مجاہدین روڈس سخت مزاحم تھے۔ اُن کے ترکتاز سفاکانہ حملوں سے مسلمان اور مسیحی دونوں قومیں "عذاب الیم" میں تھیں[۱]۔ اور گو برائے نام وہ نائٹ ہاسپٹلر یعنے مہمان نواز تیماردار مجاہد تھے مگر حقیقت میں لیوانٹ کے تمام آیندہ و روندگان کی کو فیانہ مہمانی کرتے تھے۔ سلطان سلیم نے اُن کے استیصال کا ارادہ کر کے ڈیڑھ سو جنگی جہاز جن میں بعض نشو ٹن والے تھے۔ اور سو بادبانی کشتیاں تیار کرائیں۔ اور علاوہ بحری سامان کے ساٹھ ہزار جرار فوج برّی بھی ایشیاے کوچک کی طرف روانہ کی۔ مگر دفعۃً پیام اجل آپہنچا۔ اب صاحبقران نے اپنے دو بزرگوں کی ذہنی وصیت پورا کرنے کا پختہ ارادہ کیا۔ نیز پچھلے عہد میں شاہزادہ جمشید کے ساتھ مجاہدین نے جو کچھ سلوک کیا تھا[۲] اُسکی مکافات بھی ضروری تھی۔ غرضکہ فتوح ہنگری سے اگلے برس

دولت عثمانیہ کے خارجی تعلقات اور بحیرۂ روم میں حکومت

بیت المقدس کے مجاہد اور اُنکی کوفیانہ مہمانی

فوجکشی کے اسباب

---

[۱] یہ ہماری رائے نہیں بلکہ اس زمانہ کے ایک یورپین مورخ کی رائے ہے دیکھو باربری کورسیرز صفحہ ۶۶ و ۱۴۲

[۲] جمشید ابن محمد ثانی کی زندگی بھی ایک عجب جانگداز افسانہ ہے۔ جب اپنے بھائی بایزید سے شکست کھا کر ہر طرف سے مایوس ہوا تو مجاہدین بیت المقدس نے اسکو اعانت کا سبز باغ دکھلا کر روڈس میں بلالیا۔ اور اُدھر بالا بالا بایزید سے ۴۵ ہزار ڈوکیٹ (سکہ بقدر قیمت ایک دینار) سالانہ مقرر کر کے اُسکو قید کر لیا۔ مجاہدین کا معلم اول ڈی ابوسن جو ایک نہایت بے اصول و مکار شخص تھا۔ شہزادہ کو عرصہ دراز تک فوج جمع کرنیکے بہانہ جگہ جگہ لیے پھرا۔ روڈس۔ نائس۔ روزلین۔ پائی اور اخیر پر ساسیج میں ایک ہفت منزل مینار بنوا کر اُسمیں قید کیا۔ جمشید کی مظلوم اور حرمان نصیب بی بی نے جو مصر میں تھی ایک رقم کثیر بطور خونبہادی۔ اُسکو بھی ہضم کر کے معلم کو رحم نہ آیا۔ بلکہ برعکس اُسنے اپنی جوان بیٹی کو جسکا نام فلیپائن ہیلین تھا۔ زوجیت کی امید پر شاہزادہ کیخدمت میں پیش کیا چنانچہ جمشید اور ہیلین کے تعشق کا پتہ شہزادہ مذکور کے قدیمانہ غزلیات سے لگتا ہے۔ پھر پوپ انوسنٹ ہشتم کی چڑیا کا صیاد بنا اور مدت دراز تک بایزید سے تنخواہ پاتا رہا۔ پوپ کے انتقال پر جب بورجیہ مسند نشین ہوا تو چارلس شاہ فرانس نے اٹلی پر حملہ کیا۔ اور شہزادہ کو طلب کیا بیرحم اور قسی القلب بورجیہ نے جمشید کو زہر دیکر مار ڈالا۔ یہ ہیں یورپ کے مذہبی پیشواؤں اور شجاعوں کے کارنامے! لین پول کی ترکی صفحہ ۱۴۱

روڈس پر یلغار

یعنی ۱۸۔جون ۱۴۸۰ء کو تین سو جہازوں کا ایک زبردست بیڑا روڈس کی طرف چلتا کیا جسمیں آٹھ ہزار جاں نثاری دو ہزار سفر مینا کے جوان اور نہایت وافر سامان آذوقہ و محاصرہ تھا۔ اور خود ایک لاکھ جری فوج کی کمان لیکر خشکی کی راہ ایشیائے کوچک کو چلا۔ دونوں قوتیں خلیج مارمورا میں ملکر روڈس کی طرف بڑھیں۔

یورپ کے مورخ اس واقعہ کو نہایت ولولہ انگیز اور دلگداز زبان میں قلمبند کرتے ہیں۔ وہ سب ہمزبان ہیں کہ "مسیحی دنیا کا ایک نامور اور بہادر مقدمۃ الجیش دنیائے اسلام میں اسوقت تنہا زور آزما تھا۔ مجاہدین نے سچے مسیحیوں کی طرح اپنے آنر اور ریلیجن (عزت و مذہب) کو بچایا۔ اور فرائض منصبی ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ آخر کو مجاہدین کے سپہ سالار (گرینڈ ماسٹر اڈیم) نے یہ بڑا بھاری احسان کیا (شاید ان ہی زعم پر!) بڑی ہی ہمت کی کہ صاحبقران کی پیش کی ہوئی تجویز صلح کو منظور کرلیا۔ اور اپنے رفیقوں کا خون ناحق نہیں بہایا" وغیرہ وغیرہ۔ زید و خالد خواہ کچھ ہی کہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ روڈس کے مجاہد نہ حامی ملت المسیح تھے نہ صرف دشمن جان اسلام۔ اور نہ مہمان نواز یا غمخوار انسان۔ بلکہ چند سفاک طینت اور دغاباز لٹیروں کا ایک جتھا تھا جس سے وہی سلوک کیا گیا جو کیا جانا چاہیئے تھا۔ دوران محاصرہ میں مجاہدین کے آٹھوں فرقوں نے جو آٹھ دستپناہ[۵۲] (ٹونگ) کہلاتے تھے۔ اور فصیل پر علیحدہ علیحدہ جمائے گئے تھے بڑھ بڑھ کر داد مردانگی دی۔ گبرائل مارٹنگو والی کینڈیا (تو پطش) نے فصیل و بروج کی حفاظت میں سخت کوشش کی

یورپین مورخوں کی رائے

مجاہدین کے فرقے

[۵۱] تاریخ براؤن کے باب ۲۴ [۵۲] مجاہدین کے آٹھ فرقے جو آٹھ دستپناہ (ٹونگ) کہلاتے تھے حسب ذیل تھے جرمنی۔ پرتگال۔ اٹلی۔ اسپین۔ فرانس۔ انگلستان۔ پروونس۔ آرگناٹ

معرکہ آرائی

مگر ۲۴ ستمبر کو ایک حصہ فصیل "انگریزی دستپناہ" سے چھوٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اٹلی۔ اسپین اور پرووینس کے دست پناہ بھی ڈھیلے پڑ گئے۔ آخر کار ۲۱ دسمبر کو شرائط

فتح

صلح مرتب و قلمبند کی گئیں۔ جن کی رو سے محصورین کے لئے قرار پایا کہ اٹھارہ روز میں اثاث البیت و اسلحہ سمیت ترکی جہازوں میں جزیرہ کو خالی کر جائیں۔ اس موقع پر بھی صاحبقران اپنے

صلحنامہ

قومی خاصہ کا ثبوت دیے بدون نہ رہ سکا۔ اُسنے ایڈم (گرینڈ ماسٹر) سے وداعی سلام کرتے وقت اسکی جلاوطنی پر نہایت اشکباری کی۔ اور خاص باشندگان روڈس کو چار سال کا خراج معاف کر دیا۔ تاکہ جنگی نقصانات کی بخوبی تلافی ہو سکے۔

یورپ کی قدیم جمہوری ریاستیں جب سے مطیع و حلقہ بگوش ہو گئی تھیں۔ تب سے اُسطرف بحیرۂ اڈریاٹک سے لیکر بحیرۂ آئی اونین تک۔ اور اسطرف باسفورس سے بحیرۂ ایجین اور بحیرۂ کریٹ تک تمام بندرگاہوں پر ہلال پرتو افگن تھا۔ اب جزیرہ روڈس کی

بحری اور ترکی قوتوں کا مقام اتصال

جدید فتح سے بحیرۂ روم کا شرقی حصہ بھی قبضہ میں آ گیا۔ ادھر بحیرۂ روم کے مغربی حصہ پر خیر الدین قابض ہوتا آتا تھا۔ گویا دونوں بحری قوتیں ہر طرف سے چلکر مقام اتصال تک پہنچ گئی تھیں۔ صاحبقران بہت بڑا دانشمند اور امور ملکداری میں نہایت سلیقہ مند فرمانروا تھا۔ وہ خوب جانتا تھا۔ کہ بحیرۂ روم کی شرقی اور غربی قوتوں کا اتصال ملکی مصالح امور کی جان ہے اور یہ کہ ترکوں کا بحری اقتدار اگر مستحکم ہو سکتا ہے تو صرف اسطرح کہ خیر الدین جیسے اولو العزم شجاع۔ مدبر۔ مذاق جہازرانی سے بہرہ مند شخص کو امیر البحر مقرر کیا جائے۔

نیز جیسا کہ تیسرے باب کے ختم پر اشارتاً بیان کیا گیا ہے۔ اسوقت یورپ کے

یورپ کا مشہور قزاق

ایک مشہور امیر البحر ڈوریا کا علم غارتگری تمام جنوبی ممالک یورپ میں بلند تھا۔ خاصکر مضافات قسطنطنیہ میں اُسکے ترکتاز حملوں سے تباہی اور بربادی پھیلتی جاتی تھی۔ ڈوریا

امیر البحر ڈوریا اور اسکے مختصر حالات زندگی

اصل میں جنیوا کے ایک شریف اور معزز خاندان سے تھا۔ ۱۴۶۶ء میں پیدا ہوا۔ ابھی پندرہ برس کا تھا کہ پوپ لیو کے باڈی گارڈ میں داخل ہوگیا۔ اور عرصہ دراز تک ڈیوک آوزنو اور الفنسو فرمانروائے نیپلز کے ماتحت نمایاں ترقی کرتا رہا۔ آخرکار چھیالیس برس کی عمر میں پوپ کی خدمت سے علحدہ ہوکر اُسنے بحری مشاغل شروع کیئے۔ چونکہ طبعاً دلیر و شجاع تھا اسلیئے بہت جلد ایک چھوٹے سے لٹیرے گروہ کا سردار بن گیا۔ ریاست جنیوا اگرچہ مدت سے اپنا بحری اقتدار سیف عثمانی کے نذر کرچکی تھی مگر وینس کے ساتھ اسکی رقابت دیرینہ بدستور تھی۔ ڈوریا کی الوالعزمی اور دلیری دیکھکر اُسکے ہموطنوں نے ۱۵۱۳ء میں

قومی امیر البحر

اُسکو اپنا قومی امیر البحر بنالیا جس سے کچھ عرصہ کے لئے اہل وینس کو بحیرۂ روم کی حکومت سے دست بردار ہونا پڑا۔ اِسی سال اُسنے سینٹ کے اشارہ سے ٹیونس پر فوجکشی کی۔ کیونکہ خیر الدین باربروسہ نے جنیوا کے چند جہاز گرفتار کر لیئے تھے۔ مگر چونکہ قومی خدمت

غارتگری کیطرف معاودت گورنمنٹ فرانس میں ملازمت

میں لوٹ مار کا موقع بہت کم ملتا تھا اسلیئے وہ اس عہدہ پر زیادہ عرصہ تک متمکن نرہا۔ بلکہ ۱۵۲۲ء میں علحدہ ہوکر فرانس کے بیڑے میں ملازم ہوگیا۔ لیکن چھ برس کے تجربہ کے بعد اُسکو ثابت ہوگیا کہ فرانسیس اول شاہ فرانس اُسکے عزیز او جود ہموطنوں سے ذلیل او ظالمانہ برتاؤ کرتا ہے۔ اسلیئے وہ اپنے مختصر سے بیڑے سمیت جسمیں بارہ جہاز تھے

چارلس کی ملازمت

چارلس پنجم شاہ اسپین کے دائرہ ملازمت میں داخل ہوگیا۔ چونکہ فرانسیس اور چارلس میں

ہمیشہ جنگ رہتی تھی اِسلئے ڈوریاکو امید تھی کہ وہ اس کشمکش میں جنیواکو فرانس کے پنجۂ ظلم سے چھڑا لینے کا موقع نکال سکتا ہے۔ فرانسیس کو ہر معرکہ میں ناکامی ہوئی اور جنیوا بالکل آزاد ہوگیا۔ اُسکے ہموطنوں نے اس بڑے احسان کے شکریہ میں جنیوا کا تاج پیش کیا۔ مگر اُسنے نامنظور کیا۔ اور اِسوقت سے آخر تک اپنی قوم و ملک کی خادمی میں مخدومی حاصل کرتا رہا۔ چونکہ ترک جنیوا کے کامیاب دشمن تھے اسلئے ڈوریاکو ترکوں سے سخت عداوت تھی۔ اور اُن کو تکلیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نکرتا تھا۔ اُسنے اکثر ترکی جہاز گرفتار کئے۔ ہزاروں مسلمانوں کو بطور قیدی پکڑکر اُن سے خلاصی کا کام لیا۔ یا جیلخانے میں ڈالکر اُنکے پس ماندگان سے خونبہا طلب کیا۔ گو برائے نام وہ امیر البحر تھا۔ مگر اصل میں سخت ناخداترس غارتگر تھا۔ اور لوٹ مار سے اپنی ذاتی ثروت کو ترقی دیتا تھا۔ شرشیل کے ایلغار سے واپسی کے وقت اُسنے اپنے ماتحت سپاہیوں سے جو سلوک کیا وہ اُسکے نام پر بڑا دھبہ لگاتا ہے۔ اگلے برس یعنے ۱۵۳۲ء میں

کورن پر ڈوریا کا حملہ

ڈوریا نے شمالی علاقہ جات واقع سواحل یونان پر فوجکشی کی اور قریبًا پچاسی جہازوں اور بادبانی کشتیوں کے ایک بیڑے سے اول کورن (قورن) پر حملہ کیا۔ ایک سخت اور مسلسل گولہ باری کے بعد قلعہ نشین ترکوں نے جاں بخشی کے وعدے پر دروازہ کھولدیا۔ ڈوریا نے قلعہ مذکور کو ایک ماتحت سردار منڈورا کے سپرد کرکے خود آبنائے پتراس کی راہ اندرونی مقامات کی طرف اقدام کیا اور ستمبر تک اُن تمام قلعہ جات کو فتح کرکے جو آبنائے کارنتھ کی حفاظت کرتے تھے جنیوا کو عود کیا۔ دوسرے سال ترکوں نے

کورن کا معرکہ

تازہ دم ہوکر لطفی پاشا کے زیرکمان قلعہ کورن کا از سرِ نو محاصرہ ڈالا محصورین قلت آذوقہ سے تنگ ہوکر دروازہ کھولنے کو تھے کہ ڈوریا کمک لیکر آپہنچا۔ اس موقع پر اہل جنیوا اور ترکوں میں گھمسانکی لڑائی ہوئی۔ ڈوریا قلعہ میں جانے کا قصد کرتا تھا۔ محاصرین سدِ راہ ہوتے تھے۔ طرفین نے بڑھ بڑھ کر دادِ مردانگی دی۔ آخرکار لطفی پاشا کو شکست ہوئی۔

واقعات کے اس سلسلہ سے صاف ظاہر ہے کہ ڈوریا کی روز افزوں ترقی ترکی بحری اقتدار کی سخت مزاحم تھی یا آئندہ ہوتی۔ سلیمان کو اسوقت ہنگری۔ جرمن۔ آسٹریا کے معاملات میں مصروفیت تھی۔ اِن ممالک کی حدود کی جانب وہ کبھی فتحمند حملہ آور ہونیکی حیثیت سے بڑھتا تھا اور کبھی فرڈی نینڈ اور زیپولا جیسے مسیحی دعویداران تاج و تخت کا فیصلہ کرنے کی غرض سے۔ خلاصہ یہ کہ اُسکو بذات خود ڈوریا کی سرکوبی کی فرصت نہ تھی۔ ان وجوہ سے قسطنطنیہ اور الجزائر کا اتصال ضروری سمجھکر وزیر اعظم ابراہیم نے تحریک کی اور ۱۵۳۳ء میں خیر الدین پاشا کو اُس مراسلہ کے ذریعہ سے باریاب ملازمت ہونیکی ہدایت کی گئی جسکا پچھلے باب میں حوالہ دیا گیا۔

# پانچواں باب

## ترکی امیر البحر۔ یا کپتان پاشا خیر الدین

خیر الدین بابعالی کی اہم ضروریات اور اپنی طلبی کی علت غائی سے خوب واقف تھا اسلئے سلطانی فرمان کی بجاآوری میں اُسنے عمداً عجلت نہیں کی۔ بلکہ اول اطمینان کے ساتھ اُسنے ملک کا انتظام کیا تاکہ اُس کی غیر حاضری میں کسی بیرونی غنیم یا اندرونی حاسد کا خطرہ باقی نہ رہے۔ اِن رخنہ بندیوں سے حسب دلخواہ فارغ ہوکر امیرانہ شان و شوکت سے تہیہ سفر کیا۔ اور ساتھ ہی چند جاسوس کشتیاں ڈوریا کی تلاش میں اِدھر اُدھر روانہ کیں۔ آخر اگست ۱۵۳۳ء میں حسن آغا کو جو اُسکا بہت بڑا معتمد علیہ سردار اور خواجہ سرا تھا سلطنت کا چارج دیکر معہ حشم و خدم چل پڑا

سچ یہ ہے کہ حقیقی ناموروں کے خلاف مصنوعی ناموروں کی عزت جھوٹے موتی کی آب کی طرح نہایت خفیف فروگزاشت پر ماند ہوجاتی ہے۔ دو سال پیشتر جب ڈوریا نے شرشیل پر غارتگرانہ حملہ کیا تھا۔ اور خیر الدین کے آنے کی خبر سُن کر دو ہزار جاں نثاروں کو "دہنِ اژدر" میں چھوڑکر بھاگ گیا تھا۔ اُسوقت سے خیر الدین کی نگاہ میں اُس کی وقعت ایک معمولی ابن الوقت قزاق کی وقعت سے زیادہ نہ رہی تھی۔ چنانچہ الجزائر سے چلتے وقت اُسکو جاسوس کشتیوں سے یہ پتہ ملا کہ اُس کا حریف شمالی اطراف میں لوٹ مار کررہا ہے تو باوجودیکہ اس کے ہمرکاب چند معمولی جہاز تھے۔ تاہم اُسنے ڈوریا کی سرکوبی کا

مصمم ارادہ کرکے سواحل اٹلی کا رُخ کیا۔ لیکن البا کے قریب پہنچکر معلوم ہوا کہ یورپ کا شجاع امیر البحر خبر پاکر پہلے ہی سسلی کیطرف سرک گیا ہے۔ اس لئے یہاں سے چند جہاز جنمیں جنیوا کے تجارتی جہاز اور ڈوریا کے خاص جہاز شامل تھے گرفتار کرکے جزیرہ البا کو لوٹ کر خیر الدین بزودی تمام پلٹا۔ اور ڈوریا کو سواحل اٹلی پر خلیج سلرنو[۵۸] اور خلیج نیپلز میں تلاشس کرتا بحیرہ روم میں داخل ہوا۔ اور یہاں سے جزیرہ مالٹا۔ سانٹا موارا۔ ناوا ونیو۔ نیز ساحل موریا کے قریب سے ہوتا آخر کار سالونیکا میں لنگر انداز ہوا۔ اور اپنے آنے کی با قاعدہ اطلاع قسطنطنیہ بھیجدی۔ خیر الدین کے آنے کی خبر سُن کر باب عالی کیطرف سے ایک معزز ڈیپوٹیشن استقبال کے لئے بھیجا گیا۔ اُدھر اُسکے عسکی سرا کے کا دیوان خاص و عام شاہانہ شان و شوکت سے آراستہ کیا گیا۔ قسطنطنیہ کے تمام اکابر و امراء جمع ہوئے صاحبقران بنفس نفیس محلسرا کے ایک دریچہ سے ہمہ تن چشم انتظار تھا کہ اتنے میں بربری بیڑا نشان ہلال کے سایہ میں آہستہ آہستہ گولڈن ہارن (شاخ مطلا یا سنہرا سینگ) میں داخل ہوتا دکھائی دیا اور چند منٹ میں گوشہ محل کا طواف کرتا شاہی اسٹیشن میں لنگر انداز ہوا۔ عسکی سرا کے میں اُس روز عجیب دلچسپ نظارہ تھا۔ جسکو دیکھنے کے لئے بڑے بڑے نامور جرنیل کرنیل وزراء امراء ارکین دربار و اعیان حضرت جمع ہوئے تھے۔ خیر الدین اپنے اٹھارہ کپتانوں کے ساتھ حضور سلطانی میں دست بستہ ایستادہ تھا۔ حاضرین اس

---

[۵۸] یہ وہی سلرنو ہے جس کی بابت ہمارے لسان الغیب لکھتے ہیں ؎

سلرنو میں جو ایک نامی مطلب تھا

وہ مغرب میں عطار مشکِ عرب تھا

جماعت ہنربراں کو بڑی حیرت و استعجاب سے تکتے تھے۔ جس کی شجاعت و دلیری نے تمام یورپ کے سر جھکا دیے تھے۔ اور کسی بحری قوت کو قشقۂ اطاعت لگائے بدون نہ چھوڑا تھا۔ خیرالدین ان میں اسطرح متمیز ہوتا تھا۔ جس طرح ستاروں میں چاند۔ ابراہیم نے قیافہ سے دریافت کرلیا کہ خیرالدین میں تمام صفات مطلوبہ موجود ہیں اور اسلئے تمام دربار کے سامنے اُسکو ترکی امیرالبحر کا خطاب دیکر بحری صیغہ حرب کا چارج سپرد کردیا۔

ترکی جہازوں اور بحری سیگزین کی اصلاح

بابعالی کی مہمانی سے فارغ ہوکر خیرالدین بڑی مستعدی سے صیغۂ حربیہ کی اصلاح میں مصروف ہوا۔ اور تمام موسم سرما اسی میں خرچ کیا۔ وہ نرا امیرالبحر یا جہازراں ہی نہ تھا بلکہ جہاز کے تمام پیچ پُرزوں سے کما حقہ واقفیت اور جہازسازی میں اعلیٰ درجہ کا کمال بھی رکھتا تھا۔ اُسنے پہلی ہی نظر میں وہ نقوص دریافت کرلئے جو ڈوریا کے مقابلہ پر بسا اوقات ترکی بیڑوں کی ناکامی کا باعث ہوتے تھے۔ مثلاً بادبانوں کا سریع الحرکت اور جہازوں کا سُبکرفتار نہونا۔ اور عین وقت پر ملاحوں اور خلاصیوں کے قابو سے باہر نکل جانا وغیرہ۔ ایک اَور بڑا نقص یہ تھا کہ اِس صیغہ کے تمام کارپرداز اور کارکن خلاصی سے لیکے کپتان تک عموماً وہ لوگ تھے جنھوں نے بادبان یا پشتیبان کی شکل کشتی سے علیحدہ عمر بھر بھی نہ دیکھی تھی۔ اور جہاز کے پوشیدہ کل پُرزوں سے اصلا واقفیت نہ رکھتے تھے۔ خیرالدین نے بلا تامل یہ قاعدے بدلدیے۔ حسن اتفاق سے اسوقت بحری گداموں میں لوازم و مصالحات کا کافی ذخیرہ موجود تھا۔ اسلئے اُسنے خاص اپنے اہتمام اور نگرانی سے ایک جدید کارخانہ کھولا۔ اور افسران صیغۂ حرب کو جرأت دلانے

کے لئے اکثر خود بھی کاریگروں کا شریک ہوتا۔ اِس طریق پر سال رواں کے ختم تک اُسنے اکسٹھ جنگی جہاز تیار کئے۔ اور اِن میں اٹھارہ اپنے اور پانچ اَور ملاکر چراسی جہازوں کے ایک زبردست بیڑے کی کمان لیکر ۹۴۳ھ ۱۵۳۷ء کے موسم گرما میں سواحل اٹلی کی جانب بڑھا اور آبناے مسینا[51] میں داخل ہوکر اول ریجیو پر حملہ کیا جو صوبہ نشیب کالیبریا[52] کی مشہور بندرگاہ اور اُسوقت ایک جنگی مقام تھا۔ یہاں سے ہزاروں بندی اور جہاز گرفتار کرکے آگے بڑھا اور قلعہ سینٹ لیوسیڈا پر بابہ کرکے اُس میں آگ لگادی اور قریبًا اٹھارہ ہزار آدمی گرفتار کئے۔ یہاں سے سپرمونگا ہوتا یکایک فونڈی پہنچا۔ کہتے ہیں کہ اِس مُہم سے اُسکا منشاء یہ تھا کہ پریچال گونیلا کو جو ویسپیسیو والی ٹراجٹو کی بیوہ اور حاکم فونڈی کی وارث تھی۔ گرفتار کرے۔ گونیلا اصل میں اُس حوروش جونا آوارگون کی بہن تھی۔ جسکے سراپا پر اٹلی کے دو سو اسّی نازکخیال شاعروں نے طبع آزمائی کرکے مختلف زبانوں کے ذخیرے ختم کردیے تھے۔ بہن کیطرح گونیلا کا حسن و جمال بھی کچھ کم زاہدفریب نہ تھا۔ چنانچہ اُس کی ڈھال پر ایک سدابہار پھول کی تصویر بنی تھی جس سے یہی مطلب تھا کہ جسطرح یہ پھول بادخزاں کی دسترس سے باہر ہے۔ اسیطرح گونیلا کا فلاورآولو (حسن وعشق کا پھول) بھی زمانہ کی صرصرحوادث سے محفوظ ہے۔ غرضکہ خیرالدین اِس گوہر مقصود کے لئے نہایت تیزروی سے سمندر طے کرتا رات کے وقت بیخبر فونڈی پہنچا۔ گونیلا کو خبر ہوئی تو اُسوقت جبکہ شہر اور محلسرا محصور ہوچکا تھا۔ ناچار دیولدیوی اور کولادیوی کی طرح گونیلا بھی شبخونابی کے

حاشیہ: ریجیو پر پہلا حملہ — قلعہ لیوسیڈا — فونڈی پر حملہ — پریچال گونیلا

[51] سسلی اور اٹلی کا فاصل قطعہ آب
[52] اٹلی کا انتہا سے جنوب کا صوبہ

لباس میں صرف ایک اٹالین سوار کے ساتھ منگل کھڑی ہوئی۔ ایک جرمن[۵۱] مورخ اس موقع
پر ہمکو بتلاتا ہے کہ کمبخت سوار نے اس رات کو اس ماہ کامل کے شب افروز چہرہ سے
بیخود ہوکر حیثیت سے زیادہ گستاخانہ جرأت کی۔ جس کی سزا میں وہ بعد کو شہید تبسم
دیت ہوا۔ خیرالدین نے ناکامی سے برافروختہ ہوکر فونڈی کو آتش و شمشیر سے برباد کیا۔
اِن اطراف میں ڈوریا کو چند روز اُور تلاش کرنے اور چارلس کے علاقہ جات[۵۲]
کو تاخت و تاراج کرنیکے بعد اسکو بابعالی سے ٹیونس کی طرف اقدام کرنے کا فرمان ملا۔
مقامہ میں بیان کیا گیا ہے کہ موحدین کے زوال پر ۱۲۰۶ء سے ٹیونس
میں بنو حفص حکمران تھے۔ یورپ کی تجارقوموں کے ساتھ خصوصاً اور دیگر اقوام سے
عموماً گورنمنٹ ٹیونس جو کچھ حسن سلوک و مراعات کرتی تھی اسکا بہتر ثبوت اُن باہمی عہدناموں
سے بخوبی مل سکتا ہے۔ جنکی متعدد کاپیاں پیسا۔ جنیوا۔ وینس اور شاید لنڈن و پیرس کے
پبلک کتبخانوں میں آجتک محفوظ[۵۳] ہیں۔ گو اُس زمانہ کے یورپ نے اس حسن سلوک کی
دوا ئر بھی کبھی قدر نہ کی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ سلاطین اور رعایا سے ٹیونس مسیحیوں سے اسقدر
فراخ دلی اور آزاد منشی سے برتاؤ کرتے تھے کہ خود مسیحی واعظوں کو اُن کی ضعیف الاعتقادی
کا دھوکا ہوتا تھا۔ چنانچہ سینٹ لوئس اُس زمانہ کا ایک مشہور واعظ ٹیونس کو دعوت
نصرانیت دینے آیا۔ اور اسی کوشش میں ناکام جاں بحق[۵۴] ہوا۔ اس جلیل القدر خاندان کے

[۵۱] وان ہیمر باب ۲۶ صفحہ ۱۲۹۔ لین پول صفحہ ۸۰۔ [۵۲] شاہ چارلس دنیا کے ۲۸ تاجوں کا مالک تھا۔ اسپین۔ بلجیم۔ ہالنڈ۔ اسکو وراثتاً ملے تھے۔ جرمنی کا تاج دول یورپ کی کثرت رائے سے تفویض ہوا تھا اور میکسیکو۔ پیرو واقع امریکہ جنرل کورٹیز کی تلوار کی بدولت۔ علاوہ ازیں سسلی پر بھی اسکا قبضہ تھا چونکہ چارلس باب عالی کا مخالف تھا۔ اس لئے ان اطراف میں خیرالدین کے حملے بابعالی کا کپتان پاشا ہونے کی حیثیت سے انتقاماً ہوتے تھے نہ کہ غارتگری کی حیثیت سے۔ جیسا کہ یورپین مورخ لکھتے ہیں۔ [۵۳] لین پول صفحہ ۸۵۔ [۵۴] لین پول صفحہ ۸۵ و ۸۶۔

اہل ٹیونس اور اہل یورپ کے قدیم تعلقات

اکیس[۲] فرمانرواؤں نے زائد از تین سو برس حکومت کی۔ آخر اوائل سولھویں صدی میں زوال کے آثار نمودار ہونے لگے۔ باہمی نفاق و خانہ جنگیوں نے ان کی قومی قوت کو مضمحل کر دیا۔ اور اپنی متقدم سلطنت قرطاجنہ (کارتھج) کی طرح ٹیونس کی ساعت ناگزیر بھی آن پہنچی۔ بائیسویں فرمانروا سلطان حسن نے جو کچھ لائق نہ تھا خاندان بھر کے نرینہ وارثوں کو تہ تیغ کر کے خود عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ صرف ایک شہزادہ خوش قسمتی سے بھاگ کر خیر الدین کے پاس فریاد لایا۔ اور استمداد کی۔

خیر الدین کی پالیسی

خیر الدین کی ہمیشہ سے آرزو تھی کہ تمام فرماں روایان بربر باب عالی سے حسن عقیدت رکھنے میں اسکے ہمخیال ہوں۔ وہ ایک عاقبت اور دانشمند پولیٹشن تھا۔ اور دولت عثمانیہ کی روز افزوں ترقی دیکھکر سمجھ گیا تھا کہ بحیرۂ روم کی مشرقی اور مغربی طاس اور بربر کے اندرونی حصص پر حکومت اسلام کو لازوال قیام صرف اس تدبیر سے ہو سکتا ہے کہ ریاستہائے بربر کے تمام عامل قسطنطنیہ سے وہی تعلق پیدا کریں جو معالیق قلب کو قلب سے تعلق ہے وہ خوب جان چکا تھا کہ دنیائے اسلام میں اسوقت ہلال ہی ایک ایسا جھنڈا ہے جس کے مبارک سایہ میں اسلام کی تمام حکمراں قومیں متحد و مجتمع ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ ۱۵۱۹ء میں جب اُس نے امیر المومنین سے ملکی بیعت کی تو ٹیونس کو بھی کنایتاً اسطرف توجہ دلائی تھی مگر جیساکہ ابتدائی زوال میں دنیا کی بدنصیب قوموں کا خاصہ رہا ہے۔ بنوحفص میں تنگ چشمی۔ کوتہ اندیشی اور خود بینی حلول کر چکی تھی اور اپنی قدیم شرافت خاندانی پر نازاں تھے۔ اور ترکوں کو ایک نو دولتہ اور نوخیز قوم خیال کر کے اُنکی اطاعت کو ذلت

سمجھتے تھے۔ لیکن اب کہ اُس بوسیدہ دولت کا ڈھچر ڈھیلا پڑگیا تھا۔ تمام سلطنت میں جا بجا رخنے تھے۔ اور ایک حریف دعویدار شہزادہ خود غرضی سے مبہوت۔ امداد کا خواستگار یا رہبری کو تیار تھا۔ خیر الدین نے اِس بیش بہا موقع کو ضائع کرنا مصلحت نہ سمجھا۔ اور بوصول فرمان بابعالی سواحل اٹلی سے فوراً ٹیونس کیطرف پلٹا۔ اُسکے آنیکی خبر سنکر سلطان حسن مفرور ہوگیا۔ اور خیر الدین نے ایک خفیف سے مقابلہ کے بعد مظفر و منصور شہر میں داخل ہوکر دعویدار شہزادہ کو تاج و تخت پر قبضہ دلایا۔ مگر چونکہ یہ عزل و نصب اہل ٹیونس کے بالکل خلاف مرضی تھا۔ اسلئے پانچ ماہ سے زیادہ نہ رہ سکا۔ کیونکہ معزول سلطان نے بھاگ کر دربار کارڈوا (قرطبہ) میں پناہ لی اور شاہ چارلس کو پشت پر لیکر واپس ہُوا۔

اہل ٹیونس کی موجودہ حالت

یاد رکھنا چاہئیے کہ اگر اِس موقع پر یورپ کی کوئی اَور طاقت معاملات ٹیونس میں دخیل ہوتی تو شاہ چارلس حسن کے ایلچی کی مستمندانہ درخواست کو غلط انداز نظر سے بھی نہ دیکھتا بلکہ اُسکو (شاید مذہبی تلقین کرنیکے بعد) ناکام واپس کردیتا کیونکہ ٹیونس میں ہزار لاکھوں جلاوطن اُندلسیوں کی سکونت یورپ بھر کو معلوم تھی۔ پس گورنمنٹ کارڈوا کو ایسے دربار سے کوئی وجہ ہمدردی نہو سکتی تھی۔ جسنے اُسکی معتوب قوم کو اپنے دامن شفقت میں پناہ دی تھی۔ مگر حسن اتفاق سے دخیل معاملات بلکہ شاید غاصب تخت ٹیونس ترک تھے۔ اور وہ بھی ایک قزاق کی وساطت سے۔ خاندان باربروسہ نے گزشتہ تیس سال سے گورنمنٹ اسپین کے اقتدار کو جو کچھ گزند پہنچایا تھا وہ سلسلہ واقعات سے

چارلس کا منشاء علی

ظاہر ہے۔ چارلس دل سے آرزو مند تھا کہ عروج کے بلند کئے ہوئے ایوانِ حکومت کو اُسیطرح بیرحمی سے مسمار و منہدم کردے جسطرح دو سال ہوئے کہ خیر الدین نے اسپینش قلعہ پی نن کو نیست و نابود کردیا تھا۔ لیکن بجائے اِسکے کہ یہ آرزو ایک شمہ پُورا ہوتی۔ برعکس خاندان باربروسہ ٹیونس پر بھی قابض ہوگیا۔ جس سے سواحل اسپین کے علاوہ سسلی کے ساحل بھی حریفوں کی ترکتازیوں کی زد پر آگئے۔ قطع نظر اسکے ٹیونس بجائے خود ساحل بربر کے ایک ایسے نکلے ہوئے گوشہ پر واقع ہے کہ بحیرۂ روم میں جہازرانی کرنے والوں کو اِس سے زیادہ احتمال مزاحمت ہوسکتا تھا۔ پس اسکی عنان حکومت حسن کے کمزور ہاتھ میں زیادہ موزوں تھی۔ جو موم کی ناک کی طرح ایک ذرا اشارے پر ادِھر یا اُدھر ہوسکتی تھی۔

دست اندازی

اِس قسم کی دور اندیشیوں سے متاثر ہوکر شاہ چارلس کے کیتھلک بندگان حضور نے خلاف دستور العمل کفار کو مدد دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ اور نہ صرف اپنی قوت سے مددد ی بلکہ اپنے ہمسایہ ہمسروں کو بھی اِس کار خیر میں شریک کیا۔ اِن میں مالٹا کے مجاہدین سب سے زیادہ سرگرم[1] تھے۔ اُنھوں نے پانچ جنگی جہاز جنمیں ایک نہایت عظیم الشان تھا۔ اور کئی ہزار غازی مدد کے لئے بھیجے۔ علاوہ ازیں چارلس کی قوت بھی چھ سو جنگی جہازوں سے کم نہ تھی۔ اب گویا ایک طرف تو ٹیونس کے حقدار شہزادہ کو خیر الدین نے سنبھالا۔ دوسری طرف معزول سلطان حسن کو چارلس نے لیا۔ اور دونوں میں بالکل اُسی حیثیت سے جنگ چھڑی جسطرح اٹھارویں صدی میں دکن کے اندر انگریزوں اور فرانسیسیوں میں

چارلس کا حملہ ٹیونس پر

[1] براڈ سے۔ صفحہ ۸۲

چارلس سے نے بیڑے کی کمان لیکر بارسلونا سے کوچ کیا۔ اور جون تک حلق الوید میں داخل ہوکر ٹیونس کا محاصرہ ڈالدیا۔ چونکہ بیت المقدس کے مجاہدین ہر وقت شوق شہادت میں بیخود رہتے تھے۔ اور ہمیشہ سب سے خطرناک اور مخدوش موقع کی ذمہ داری پسند کرتے تھے۔ اسلئے مقام محصور کے نہایت قریب لنگر انداز ہوئے۔ اور گولہ باری سے بلند ایک راستہ نکالکر ۱۴ جولائی کو اُنھوں نے عین فصیل شہر پر صلیب نصب کردیا۔ خیرالدین کے پاس اُسوقت کل دس ہزار فوج اور پچاس سے کچھ زیادہ جنگی جہاز تھے۔ ایسے ناموزوں تقابل میں لڑائی کا جو کچھ نتیجہ ہوا گو وہ خلاف توقع نہ تھا مگر محصورین کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔ اُنھوں نے محاصرین پر چار مرتبہ چھاپہ مارا۔ تین مرتبہ صنعان رئیس کے ماتحت جسمیں محاصرین کے بہت سے جانباز دلاور کام آئے۔ اور اٹلی کے تین نامی جرنیل کھیت رہے۔ اور اِن کا سازوسامان بھی بہت کچھ تلف ہُوا۔ چوتھی مرتبہ خیرالدین اپنے خاص دستہ کو جہازوں میں لیکر بڑھا۔ اور اِس تیزی سے بڑھا کہ چارلس کے کوہ پیکر جہازات بے ترتیب ہوگئے۔ یہ عین تنّت کا وقت تھا اور لڑائی کا پلہ اِدھر یا اُدھر جھکنے کے لئے ڈگمگا ہی رہا تھا کہ اہل شہر کی دغابازی نے فیصلہ کردیا۔ یعنے باشندگان ٹیونس جو اِس جدید عزل ونصب کے سخت مخالف اور سلطان حسن کے طرفدار تھے۔ اُنھوں نے اپنے آپ کو شکنجہ سے آزاد دیکھکر اور خیرالدین کے مسیحی بندیوں سے[۱] سازش کرکے القصبہ (قلعہ) کا دروازہ بند کرادیا۔ یہ دیکھکر کپتان کے دلاور سپاہی کچھ دل شکستہ

حملہ کے کوائف

خیرالدین کی ہزیمت

---

[۱] لین پول صفحہ ۹۸۔

ہوئے اور ساتھ ہی مخالف سمت سے سمندر میں طوفان نازل ہوا۔ اُدھر محاصرین کے دل اور قدم بڑھے۔ اور ایک طرفۃ العین میں بساط اُلٹ گئی۔ اب خیر الدین کو بجز اسکے کچھ نہ بن پڑا کہ جہازوں سمیت دوسرے راستہ سے حلق الوید سے نکلجاتے۔ دور اندیشی سے اُسنے قریبًا پندرہ جہاز اور بندرگاہ بونا پر لگا رکھے تھے۔ چنانچہ اِن سب کی وساطت سے اُس نے صحیح وسلامت یہاں سے مراجعت کی۔

خیر الدین نے اِس موقع پر محاصرہ کی روک تھام کے لئے جو پشتہ بشکل مثلث تیار کیا تھا اُسکا نشان آجتک اُس قطعۂ خشکی کے برابر صاف نمایاں ہے جو ٹیونس کی جھیل بزرطہ کو بحیرۂ روم سے جدا کرتا ہے بیس برس ہوئے جب اِس سد کو کھُدوایا تو قریبًا دوسو انسانی ڈھانچ۔ کسیقدر اسپین کے سکّے۔ توپ کے گولے۔ اور ٹوٹے پھوٹے ہتیار برآمد ہوئے تھے۔[۱]

یورپ کے مورخوں نے اِس حملہ کے کوائف بڑے ذوق شوق سے قلمبند کئے ہیں۔ مارمل۔ فان ہامر۔ براڈے۔ لین پول۔ تمام بڑے بڑے آتھر اور اور ینٹلسٹ و مصنف۔ مفسر حالات مشرقی، ہم آہنگ ہیں۔ اور ترکی کپتان کی ہزیمت پر تہ دل سے افسوس کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے لئے سب سے زیادہ تعجب انگیز یہ امر ہے کہ اِس مہم کے واقعات قلمبند کرنے میں اُنھوں نے ترکی مورخ حاجی خلیفہ سے بہت کم اختلاف کیا ہے اور فریقین کی جنگی قوتوں اور موجودہ حالتوں کا فرق جو خیر الدین کی ناکامی کا سبب

[۱] لین پول صفحہ ۹۸۔

بڑا سبب تھا بیان کر دیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ یورپ کی وہ طاقتیں جو آج "دول عظام" سے
ملقب کیجاتی ہیں سولھویں صدی تک مشرق کی وحشی قوموں کی بیطرح حلقہ بگوش
تھیں۔ روس کے بیشتر حصہ پر وسط ایشیا کے وحشی ترکمان قابض تھے۔ اسپین اگر
وحشی عربوں سے خالی ہوا تو تمام جنوب مشرقی حصہ پر وحشی ترک قابض ہو گئے تھے
موریا سے لیکر کوہ کارتھپین تک اور قسطنطنیہ سے لیکر کروشیہ[۵۱] تک تمام سرزمین پر ہلال
پرتو افگن تھا۔ سیف عثمانی وائنا کی فصیل تک کاٹ کرتی تھی۔ اور آسٹریا، جرمنی کے حقدار
شہزادوں کا فیصلہ کرنیکے لئے برہنہ ہو کر اُن حدود کی طرف بڑھتی تھی۔ جنوب مشرق میں
تو قریبًا دو سو برس سے مسیحی طاقتوں کو فتح و نصرت نصیب ہی نہوئی تھی[۵۲]۔ مگر جنوب مشرق
میں بھی وحشی باربروسہ نے اُن کی فتحمندیوں کو قریبًا پچاس سال سے مسدود کر دیا تھا۔
ایسی حالت میں ٹیونس کی فتح یورپ کے لئے فی الحقیقت نعمت غیر مترقبہ تھی خصوصًا
اہل اسپین نے اسپر ضرورت سے زیادہ ناز کیا۔ اُن کے نازکخیال شاعروں نے رزمی
نظمیں لکھکر طبع آزمائی کی۔ بھاٹوں نے اُنکو ذریعۂ معاش بنایا۔ مصوروں نے محاصرہ کے
(فرضی) نقشے کھینچے۔ حتے کہ آربنو کے رہنے والے ایک کوزہ گر نے تصویروں[۵۳] کے ذریعہ سے
ایک برتن پر معرکۂ کارزار کا سماں دکھلایا۔ شاہ چارلس خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا اور ناٹ

یورپ کے مورخوں کی رائے

---

[۵۱] کروشیا یا قریشیہ ٹرکی اور آسٹریا کے حد فاصل کا صوبہ۔ ۱۵۵۵ء میں اس صوبہ کی حدبندی کی بناء پر دونوں قوموں میں جنگ ہوئی تھی۔ جس میں بالآخر ترکوں کو کامیابی ہوئی۔

[۵۲] دیکھو ایڈورڈ کریسی باب ۹

[۵۳] چنانچہ شاہ چارلس کے حکم سے اسپین کے مشہور مصور جان کارنیلس نے موقع جنگ کی چند تصویریں کھینچی تھیں۔ جو آج تک کنبسہ ونڈسر میں محفوظ ہیں۔ لین پول صفحہ ۹۰

(المجاہد) کروسیڈر (الغازی)، حامی ملة المسیح ہونے کا دعوی کرتا تھا۔ اُسنے اِس فتح کی یادگار میں کراس آو ٹیونس (صلیب ٹیونس) کے نام سے ایک جدید غازی فرقہ قایم کیا جسکے سپاہیوں کی وردی پر لفظ باربرا (بربر) کڑھا تھا۔ لیکن حقیقت میں دیکھئے تو یہ کچھ نہ تھا۔ صرف شاہ چارلس کی جانب رعایاے اسپین کی حسن عقیدت تھی جس کا اندازہ مارگن صاحب کی راے سے خوب ہوسکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ " اسپین میں یہ عام طور سے مشہور و مسلم امر ہے کہ شاہ چارلس نے اِس تمام کرۂ زمین کی اقالیم کو چوبیس گھنٹہ تک اپنی زنجیر حکومت میں جکڑے رکھا۔ اور یہ کہ اسکے بعد وہ زنجیر یک بیک ٹوٹ گئی۔ یہ عقیدہ یہاں تک راسخ ہے کہ عمر بھر میری یہ کبھی مجال نہوئی کہ کسی باشندۂ اسپین کے سامنے میں اسکے مان لینے میں حجت کرتا۔ اگر کرتا تو بیشک طیش میں آکر وہ مجکو سخت ہی سزا دیتا لیکن باینہمہ کسی ذی شعور شخص نے مجھے اِس راز سے واقف نہ کیا کہ دنیا پر ایسا نازک وقت کب آیا تھا؟"[۱] ۔ اہل اسپین کے جہل مرکب اور کور عقیدتمندی سے قطع نظر کرکے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شاہ چارلس کا دعوی شجاعت صحیح تھا۔؟ اِس سوال کا جواب تاریخانہ واقعات کے سلسلہ سے ملیگا۔

خیر الدین کی ہزیمت اور مراجعت کے بعد شاہ چارلس مع سلطان حسن مظفر و منصور ٹیونس میں داخل ہوا۔ اُسکو مناسب تھا کہ اہل شہر کو ہر طرح امن و امان دیتا۔ کیونکہ وہ ایک دوست کی رعایا تھی۔ جنکو ایک قزاق کے پنجہ ظلم سے چھڑانے کے لئے اسنے اسپین سے

۱؎ مارگن صفحہ ۲۸۶۔

یہانتک تکلیف کی تھی، وہ اس امر سے ناواقف نہ تھا۔ کہ اگر عین تنت پر اہل شہر غدر و بیوفائی کر کے سازش کی چال نہ چلتے تو فتح و نصرت کی آرزو ہی رہتی اس لیئے بھی انکو اس کا استحقاق تھا۔ مزید بریں اسلیئے کہ اہل اسپین اور کیتھلک مورخ اُسکو سچا ناموَر شجاع بنا کر دکھلا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ کسی اندرونی اور نامعلوم جوش نے انکو اس برگزیدہ صفت کے قابل نہ رکھا۔ شہر پناہ میں داخل ہوتے ہی اُسنے بلاوجہ قتل عام اور لوٹ مار کا حکم دیا۔ اور تین روز کامل ٹیونس کے بیگناہ باشندوں پر ظلم

عہد شکنی اور قتل عام

دشت کربلا نازل رہے۔ ہزاروں مرد اور عورتیں بلا تفریق عمر و مدارج تہ تیغ ہوئیں۔ شریف پردہ نشین بیبیاں بیعزت کی گئیں۔ معصوم شیرخوار بچے ذبح ہوئے۔ یہانتک کہ التعصبہ کے وہ مسیحی غلام جنھوں نے غدر کیا تھا اپنے ہی ہم مذہب مددگاروں کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ شہر کے تمام گلی کوچے مسلخ و مذبح کا نمونہ بنگئے جن میں جابجا بیگناہ باشندوں کی مقتول نیمجان لاشیں حرکت مذبوحی کرتی تھیں۔ اور چارلس کے "سچے شجاع" کشمکش غنائم میں اُنکو روندتے پھرتے تھے۔ خود کیتھلک مؤرخ[۱] اس شہر آشوب قتل عام کو تسلیم کرتے ہیں۔ اسلیئے ہمکو بھی یہ خیال ظاہر کرنے کی جرأت ہوتی ہے کہ ترکوں پر جن قسی القلبیوں اور سفاکیوں کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اگر یہ "شجاعانہ سلوک" ان سے بڑھ نہ گیا تھا تو کسیطرح کم بھی نہ تھا[۲]۔ اُدھر ٹیونس پر یہ قیامت گذر

---

[۱] لین پول صفحہ ۹۰۔

[۲] ادھر شجاعان اسپین ان شہرآشوبیوں میں مصروف تھے۔ اُدھر ترک وحشی اقوام وسط ایشیا کے ساتھ مظفر و منصور بغداد میں داخل ہو رہے تھے اور وزیر اعظم و سپہ سالار فوج نے اہل بغداد کو ہر طرح امان دی۔ ایک متنفس بھی ضائع نہیں ہوا۔ نہ کسی عمارت کو صدمہ پہنچا۔ لین پول صفحہ ۹۰

شک نہیں کہ کمبخت جلاوطن اندلسیوں کی وجہ سے نازل ہوئی جنکے چند قبائل اطراف وجوانب ٹیونس میں خانہ بدوش پڑے تھے اور جن کو اذیت پہنچانا اہل اسپین ثواب سمجھتے تھے۔ ورنہ اقوام یورپ اور سلاطین ٹیونس خصوصاً سلطان حسن کے دوستانہ تعلقات قتل وویرانی کے مقتضی نہ تھے۔

جب شجاعان اسپین اور مجاہدین بیت المقدس کی خون آشام تلواریں سیراب ہوچکیں تو چارلس نے حسن کو شاہانہ مراسم سے تخت نشین کیا۔ اور باہمی تعلقات آیندہ کو مستحکم کرنے کی غرض سے ایک عہدنامہ مرتب کیا۔ جسکی بڑی بڑی شرطیں یہ تھیں کہ گالیٹا (حلق الوید) پر گورنمنٹ اسپین کا قبضہ رہے گا۔ تمام مسیحی غلام آزاد کردیے جائینگے ساحل ٹیونس پر غارتگری بالکل مسدود رہے گی۔ سلاطین ٹیونس سالانہ خراج ادا کریں گے۔ اور اسکے ساتھ بارہ شکاری باز اور جلاوطن اندلسیوں میں سے چھ شاعر بطور اظہار اطاعت۔ گورنمنٹ اسپین کے نذر کیا کرینگے۔ فریقین نے صلیب اور تلوار کا حلف لیکر عہدنامہ پر دستخط کردیے۔ اور شاہ چارلس نے مع حشم وخدم اگست میں ٹیونس سے عود کیا۔

عہدنامہ

اُدھر خیرالدین سخت غم وغصہ کی حالت میں بندرگاہ بونا سے مینہ آندھی کی طرح جزیرہ کورسیکا پر جھکا اور بندرگاہ موہن میں اُترکر تمام جزیرہ کو تاخت وتاراج کرڈالا اور بہت سے شاہی جہاز مع مال وبندی گرفتار کرکے بزودی تمام الجزائر کی طرف پلٹا۔ اور اس خیال سے کہ شاید چارلس اُسکے قلب سلطنت پر حملہ کرے محاصرہ کی روک تھام کا

جزیرہ کورسیکا پر حملہ

جزیرہ کورسیکا پر حملہ

بندوبست کر کے انتظار کرنے لگا۔ مگر جب اُسکو یہ معلوم ہوا کہ چارلس نے مع فوج بالا بالا اسپین کو مراجعت کی تو کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد قسطنطنیہ کو روانہ ہوگیا۔ اسکے بعد خیرالدین کو پھر کبھی آنا نصیب نہوا۔

یہ ظاہر ہے کہ ٹیونس پر یہ تمام مصائب و آلام حسن کی وجہ سے نازل ہوئے اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ بجائے ہر دلعزیز اور مقبول انام ہونے کے وہ اب ہر طرف نفرت و ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور دشمن اسلام۔ دغاباز۔ مخرب قوم و ملک خیال کیا جاتا تھا۔ کاش اہل شہر کو اپنے کمزور سلطان کی نسبت صحیح رائے قائم کرنیکا موقع پہلے سے ملتا اور وہ سمجھتے کہ فرمانروا کے ذاتی نفع کا خیال قوموں کو صدیوں کے لئے کس طرح تباہی اور مصیبت میں ڈالدیتا ہے جس طرح اُن کی ہمسایہ سلطنت شاہ راڈرک کی ذراسی ناشایستہ حرکت پر آٹھ متواتر صدیوں کے لئے وقف اسلام ہوگئی تھی[۵۱]۔ بہرکیف باشندگان ٹیونس کو اپنی غلط فہمی پر سخت پچھتاتے تھے۔ مگر "مُشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلہ خود باید زد۔"

حسن کا انجام

ایک عبرت انگیز حکایت

رعایا کی بدظنی کا اندازہ اِس واقعہ سے خوب ہو سکتا ہے کہ قتل عام کے دن کسی بے رحم سپاہی نے ایک نوجوان شریف لڑکی کو پکڑ لیا۔ حسن نے کہیں دیکھ پایا اور اُسکو چھڑانا چاہا۔ مگر غیرت مند لڑکی نے نہایت حقارت سے سلطان کے مُنہ پر تھوک کر کہا کہ "تیرے منحوس ظل حمایت سے بدتر اور ذلیل تر میرے لئے کوئی حالت نہیں[۵۲]۔" تاہم اِس طوفان کے فرو ہونے پر ڈوریا اور اُور سرداروں کی مدد سے حسن نے پانچ سال حکومت کی

[۵۱] اندلس باب۔ [۵۲] لین پول صفحہ ۱۹۔

تیونس کی موجودہ حالت

لیکن شہر قیروان سخت برگشتہ اور اُس کے خون کا پیا سا تھا۔ آخر کار ۱۵۴۲ء میں اُسکو اندھا کر کے قید کر دیا۔ اور اُسکے ایک فرزند حمید کو تخت نشین کیا۔ مگر ٹیونس کا بوسیدہ ایوان حکومت متزلزل ہو کر مرکز ثقل سے ہٹ چکا تھا۔ مابعد کی حالت اِس سلسلہ میں اپنے موقع پر بیان کیجائے گی۔

منصب وزارت پر خیر الدین کا اثر

واپسی پر باب عالی نے خیر الدین کو کپتان پاشا کا خطاب عطا کیا۔ علاوہ ازیں منصب وزارت پر اسکا بہت کچھ اثر ہوگیا۔ کیونکہ سلطان سلیمان نے وزیر اعظم ابراہیم کو بعض شکوک کی وجہ سے معزول و مقتول کر دیا تھا اور وزارت خالی تھی۔ ترک اسوقت تک بیشتر بحر واقع جنوب یورپ پر قبضہ کر چکے تھے۔ بحر اڈریاٹک میں بھی اُنہی کا اقتدار تھا۔ مگر نہ اسقدر مستحکم جس قدر کہ بحیرۂ ایجین میں۔ اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس بحر کی حکمران

بحیرہ اڈریاٹک میں ترکوں کا اقتدار

قوم یعنے اہل وینس کے تیس سال سے باب عالی کے ظاہری دوستانہ تعلقات تھے جنکی تجدید وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی تھی۔ اور اگرچہ ڈوریا کے غارتگرانہ حملوں کی وجہ سے یہ قطعہ آب خونریزیوں سے خالی نہ تھا۔ مگر وینس کو اِن مجادلوں سے علانیہ بے تعلقی تھی۔ صاحبقران کی خواہش تو تھی کہ بحیرہ اڈریاٹک ہلال کے ظل حمایت میں داخل کیا جائے مگر موقع نہ ملتا تھا۔ آخر کار خود اہل وینس کی طرف سے افتتاح جنگ ہوئی۔ جس کی مجمل کیفیت یہ ہے :۔

جیسا کہ پیشتر بیان کیا گیا ہے مسیحی دنیا میں اُسوقت دو طاقتیں نہایت زبردست تھیں جو علاوہ اپنے ممالک محروسہ کے جنوبی اور مغربی یورپ کے بیشتر حصہ پر قابض و

متصرف تھیں یا کسی وجہ سے اثر رکھتی تھیں۔ اِن میں چارلس پنجم شاہ اسپین آٹھ سلطنتوں[۵۱]
کا فرمانروا تھا۔ اور مزید برایں پوپ صاحب کا عقید تمند خالص ہونے کی وجہ سے وسط
یورپ میں خاص اثر رکھتا تھا۔ اور بابعالی کا سخت مخالف تھا۔ فرانسیس شاہ فرانس چونکہ
صلحاً سے ٹرکی میں داخل تھا اِسلئے جنوب مشرقی یورپ میں رسوخ رکھتا تھا۔ یہ دونوں
قوتیں ہمیشہ ایک دوسری کے مقابلہ پر تُلی رہتی تھیں۔ اور اکثر جاہلانہ حسد و رقابت
پر اُتر آتی تھیں۔ وینس طبعًا کمزور ہونیکے سبب بابعالی کے ساتھ بھی دوستانہ تعلقات
رکھتی تھی۔ اور فرانس و اسپین کے درمیان بھی حد اوسط پر قائم رہتی تھی۔ فرانس کو
یہ دورُخی دوستی پسند نہ تھی۔ اسلئے وہ ہمیشہ بابعالی کو اِس جمہوری ریاست کے برخلاف
اُکساتا رہتا تھا۔ آخرکار ریاست مذکور پر کیتھلک شہنشاہ کا اثر یہاں تک غالب ہوا کہ اُس کے
فوجی سرداروں نے ترکی جہازوں پر دست درازیاں شروع کردیں۔ چنانچہ جزیرہ کینڈیا
(قریطش) کے حاکم نے باوجود باہمی تعلقات کی واقفیت کے ایک ترکی جہاز کو جسمیں
ایک سفیر الجزائر سے قسطنطنیہ جاتا تھا حملہ کرکے لوٹ لیا۔ سفیر اِس ہنگامہ میں سخت
زخمی ہوا۔ سلطان نے برہم ہوکر امیر البحر کو حکم دیا کہ وینس کو اِس عہد شکنی کی سزا دے
عثمانی قوت کو مقابلہ پر دیکھکر اہل وینس اول اول تو بہت گھبرائے اور شاید اُسیوقت ترکی
سفیر کو خیریت اور عزت سے واپس الجزائر کرنے کی چال چلے ہوں گے[۵۲]۔ مگر بعد کو جب

وینس اور ٹرکی کی دوسری لڑائی

اسباب جنگ

---

[۵۱] دیکھو فٹ نوٹ نمبر ۲ صفحہ ۱۰۳۔ کتاب ہذا۔ [۵۲] یورپین مورخ لکھتے ہیں کہ حاکم کینڈیا کا حملہ گو خارتگرانہ تھا۔ مگر دیدہ و دانستہ نہ تھا اسلئے کہ بعد کو اصلیت سے واقف ہوکر اُسنے ٹرکی سفیر کی مرہم پٹی کی۔ اور اُسکو عزت و حرمت سے الجزائر بھیجدیا۔ مگر لین پول کو اِس استدلال سے اختلاف ہے۔ لین پول صفحہ ۹۵

شاہ چارلس اور پوپ اُسکی پشت پر اُٹھ کھڑے ہوئے تو اُس کو کچھ اطمینان ہُوا۔
اُدھر ترکوں کا سخت مخالف اور چارلس کا وفادار قزاق امیر البحر ڈوریا سینا
سے جو سلی کا مامن فتح کہلاتا تھا۔ بیخبر نکلکر بحیرہ آئی اونین میں پہلے سے تیغ و سپر تھا
ترکی گورنر گالی پولی اگرچہ جزیرہ پیکزس کے قریب مردانہ جسارت سے ڈٹا رہا۔ مگر کوئی نمایاں
کامیابی حاصل نکرسکا۔ اِسلیئے ۱۵۳۷ء کی موسم بہار میں خیر الدین بنفس نفیس ایک سو تیس
جہازوں کی کمان لیکر قسطنطنیہ سے چلا۔ ڈوریا یہ خبر سُن کر سینا میں حسب عادت روپوش ہو گیا

کپتان پاشا خیر الدین کے ایلغار

خیر الدین نے ایک ماہ کامل اِن اطراف کو تاخت و تاراج کرکے ہزاروں کو بطور بندی گرفتار
کیا۔ اُسکا قصد تھا کہ اٹلی پر باقاعدہ حملہ کرے کہ اُدھر اہل وینس سے وہ جنگ چھڑ گئی جس کا
ہمنے اوپر ذکر کیا ہے۔ اور خیر الدین کو جزیرہ کارفو کا محاصرہ کرنے کا حکم ملا۔ جسوقت خیر الدین
ایک زور مند بیڑے کی کمان لیکر قسطنطنیہ سے روانہ ہوا تھا اگر وینس کی سینٹ (مجلس حکمران)
مدبر اور دانشمند ہوتی تو اُسیوقت اپنی مخدوش حالت کو سمجھ جاتی۔ اور حفظ ماتقدم کرتی۔ مگر
ہمارے محمد شاہی رنگیلوں کی طرح اُنھوں نے اِس حملہ کا رُخ ٹیونس یا نیپلز قرار دیکر سہل
انکاری کی۔ آخر جب یہ سُن لیا کہ پچیس ۲۵ ہزار بربری اور ترکی فوج مع تیس ۳۰ ضرب توپ
خیر الدین کی کمان اور لطفی پاشا کی نگرانی میں قلعہ کارفو سے صرف تین میل کے فاصلہ پر
لنگر انداز ہے۔ تو اِس خواب خرگوش سے چونکے۔ چار روز بعد یعنی ۳۰۔ اگست کو پچیس ہزار

ترکوں کی فوجی قوت

چیدہ جوانوں کی ایک اَور جری فوج مع توپخانہ ایاز پاشا کے ماتحت محاصرین میں شامل
ہوئی۔ فوج اکندجی نے اطراف و جوانب میں پھیلکر حسب معمول آتش و شمشیر سے علاقہ کو تباہ کیا

اور باقی دستوں نے محاصرہ کی کارروائی شروع کی۔ توپخانہ ایاز پاشا کے ماتحت تھا۔ بداتفاقی سے یا توگولہ انداز نالائق تھے۔ اور گولوں کو زیادہ بلند لیجاتے تھے۔ اور یا وہ مقام محصور کے موقع کو نہ سمجھ سکے۔ جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ آدھے سے زیادہ گولے قلعہ سے صاف ٹپ کر سمندر میں گرتے تھے۔ چنانچہ ایک توپ جو پچاس پونڈ کا گولہ چلا سکتی تھی تین دن میں کل اُنیس گولے سر کر سکی۔ جنمیں سے صرف پانچ فصیل قلعہ میں لگے۔ علاوہ ازیں سمندر میں طوفان نازل ہونیکے سبب سخت بیموقع تلاطم پیدا ہوا۔ اسپر ایاز پاشا

سینٹ انگلو پر حملہ

کپتان پاشا کی راے کے سراسر برخلاف آندھی اور مینہ کی مخدوش حالت میں قلعہ کی خندقوں کے گرد شب گردی کرنیسے باز نرہا۔ جس سے بیشمار جانیں ضائع ہوئیں ترکوں نے چار مرتبہ حملہ کیا۔ مگر محصورین نے سینٹ انگلو کے مقدس قلعہ کو بڑی دلاوری سے بچایا۔ فصیل و بروج کی توپوں کا اہتمام ایک لائق افسر الگزنڈر ٹران کے سپرد تھا جس نے بڑی کاردانی اور شجاعت سے ترکوں کو جواب دیے۔ موسم سرما کے قریب آنیسے حالت روز بروز ابتر ہوتی جاتی تھی۔ اسلئے دو ماہ کے بعد، ستمبر کو باب عالی سے واپسی کا حکم پہنچگیا۔

اس واقعہ کے بعد اہل وینس و جنیوا کے ڈوریا جیسے ترکتاز سرداروں نے مجمع الجزائر یونان میں حسب عادت سالانہ ٹکس کا استحصال بالجبر شروع کر دیا۔ اور جزیروں کو تاخت و تاراج کر کے ہزاروں خلاصی جمع کئے۔ ان میں بٹرنٹو اور سیکزس کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا۔ خیرالدین یہ جہان آشوب حالت دیکھکر بڑے سمیت بحیرۂ آئی اونین

امیر البحر ڈوریا کے غارتگرانہ حملے مجمع الجزائر یونان میں

اٹھا سکتا تھا۔ اور اگرچہ بادی النظر میں یہ ایک خطرہ بھی تھا کہ شاید شیر دل ڈوریا خشکی کی راہ اوپر سے گولہ باری کرے۔ چنانچہ بعض افسروں نے اِس بات پر زور بھی دیا کہ ساحل خلیج پر اونچی اونچی سدیں تیار کیجائیں مگر کپتان پاشا اپنے حریف کی خوبو سے واقف تھا اور متیقن تھا کہ وہ جہازوں کو توپوں سے خالی کر کے دشمن کی لوٹ کے لئے غیر محفوظ چھوڑنا گوارا نکرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یورپ کے دو نامی امیر البحر ایک دوسرے کے مقابل ڈٹ رہے تھے۔ مگر ایک بھی افتتاح جنگ کی جرأت نکرتا تھا۔ آخر دو روز بعد ۲۷۔ ستمبر کی صبح کو ایک عجیب نظارہ پیش ہُوا۔ یعنی افواج ثلاثہ خلیج کے دہانہ سے آہستہ آہستہ شمال کیطرف جاتی دکھلائی دیں۔ ترک اِس خدعی جنبش کو ہزیمت سمجھے اور جوش مسرت سے خود رفتہ ہو کر تعاقب میں چلے۔ مگر کپتان پاشا اِس چال کو پہچان گیا تھا اُسنے ترکی افسروں کو روکا۔ اور تبسم سے پوچھا کہ "ایں! کیا سچ تمھارے دشمن تم سے ڈر کر بھاگتے ہیں؟ نہیں۔ وہ تمھیں خلیج سے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ خبردار! سنبھلو!" اگلے دن جاسوس کشتیوں سے معلوم ہوا کہ دشمن بجائے شمال کے۔ باد مخالف کے صدمے سے تیس میل جانب جنوب سانٹا موارا پر لنگر انداز ہے تو خیر الدین سمجھا کہ اب وقت ہے۔ چنانچہ میمنہ طرغد پاشا کو اور میسرہ صالح رئیس کو دیکر اور خود ہراول کو لیکر شیر ببر کی طرح اِس کمینگاہ سے نکلا۔ اور اسقدر جلد دشمن کو جا لیا کہ ڈوریا جہازوں کو ترتیب بھی نہ دے سکا۔ عجلت میں خلاصیوں کے ہاتھ پیر پھُول گئے۔ جہاز بلیوں کے قابو سے باہر تھے اور بلیاں خلاصیوں کے قابو سے۔ بیڑے کا ایک جری حصہ جسمیں خاص وینس کے بڑے بڑے اور کار آمد جنگی

یورپ اور افریقہ کا مشہور مقابلہ

جنگ کے کوائف

جہاز تھے۔ کینڈل میرو کے ماتحت بہت پیچھے تھا۔ اَور حصوں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ ڈوریا تین گھنٹے تک اِسی شش و پنج میں رہا۔ آخر بڑھنے کا سگنل دیا۔ میجر کینڈل میرو برابر سے نکلکر پہلے سے تیغ و سپر تھا۔ اور قریب قریب تمام جہاز دشمن کے تیر و تفنگ کی نذر کر چکا تھا۔ تاہم ترکوں نے ابھی تک کوئی نمایاں کامیابی حاصل نکی تھی۔ بلکہ وینس کے اونچے اونچے جہازوں کی آتشبار منجنیقوں سے اُن کے دو عالیشان جہاز غرق ہوگئے اور ایک کا مستول ٹوٹ گیا۔ علاوہ ازیں ہوا کا رُخ بھی موافق نہ تھا اور اگر ڈوریا بجائے خدعۃ الحرب کے مسائل حل کرنے کی ذرا بھی جرأت کرتا تو آج ترکی بربری اقتدار کا خاتمہ تھا۔ خود یورپین مورخ تعجب کرتے ہیں کہ وہ کیوں آگے بڑھکر مقابلہ کرنے سے تامل کرتا تھا۔ گریانی اور کیپلو نے اُس سے بحث کی۔ ہر چند منت سماجت کی۔ دھمکی دی۔ تنہا مقابلہ کرنے کی اجازت مانگی۔ مگر یورپ کا امیر البحر چالیں ہی سوچا کیا۔ ترک ہر جنبش پر آگے بڑھتے تھے۔ اور افواج ثلاثہ طرح دیتی تھیں۔ خیر الدین مردانہ وار حملہ کرتا تھا۔ اور ڈوریا بزدلی سے پیچھے ہٹتا تھا۔ آخر کار ایک گھمسان کی لڑائی کے بعد ترکوں نے کامل فتح پائی۔ اور دشمن کے بیسیوں جہاز گرفتار کئے

مقابلہ

اہل وینس کو شکست

بعض مورخ اِس ناکامی کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور عجب دلچسپ ترکیب سے یعنی کوائف جنگ کے سلسلہ میں اخیر پر ڈوریا کی بزدلی کی بحث لاڈالتے ہیں۔ اور اُسپر خواہی مخواہی اسقدر زور دیتے ہیں کہ نتیجۂ جنگ کا پتہ نہیں لگتا۔ لیکن مغربی دنیا کے دو جلیل القدر شہنشاہ۔ ایک دینی اور دوسرا دنیوی اور ایک

نتیجہ جنگ

متقدر ریاست کی متحدہ قوتوں کا صرف ایک سو بیالیس جہازوں سے منہزم و پسپا ہونا کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ اِس سے نہ صرف ترکوں کا بحری اقتدار تمام جنوبی یورپ میں مستحکم ہی ہوا بلکہ یورپ کے آیندہ مقابلہ کرنیکے حوصلے بھی پست ہو گئے۔ صاحبقران اُس وقت یامبول میں تھا جبکہ نوید فتح پہنچی۔ اُسنے اس خوشی میں تمام شہر میں روشنی کرائی اور جشن عام کیا۔ اور خیر الدین کو خطابات اور بیش بہا خلعت عطا کئے۔ نیز ایک لاکھ اسپر (ایک قسم کا سکہ) اضافہ سالانہ تنخواہ میں منظور کیا۔[۵۱]

اگلے برس اُسکو ایک مرتبہ اَور بحیرہ اڈریاٹک میں تیغ و سپر ہونا پڑا۔ اِس کی یہ کیفیت ہی کہ بحری جنگ میں ناکام ہوکر افواج ثلاثہ چھوٹے چھوٹے برّی حملوں پر اتر آئیں اور پریسویسا سے آگے بڑھکر قلعہ نوفو پر حملہ آور ہوئیں۔ ترکی محافظین نے بڑی دلیری سے مقام مذکور کو بچایا۔ مگر کمی اور کمزوری کے سبب آخر کار مغلوب ہو گئے۔ اگرچہ جنوری میں ایک مختصر بیڑا جہازات قسطنطنیہ سے بطور کمک پہنچا۔ مگر قلعہ فی الجملہ ہاتھ سے نکل گیا۔ اسلئے خیر الدین قریبًا دو سو جنگی جہاز لیکر جولائی ۱۵۳۹ء میں تلافی مافات کے لئے چلا۔ اہل اسپین جو قلعہ کے عارضی محافظ تھے خلیج کٹرو میں داخل ہونیسے بہت کچھ سدّ راہ ہوئے مگر ایک پیش نہ گئی اور ترکی کپتان نے بزور شمشیر اندر گھسکر اور قریبًا اسّی توپیں کنارہ پر جما کے گولہ باری شروع کردی۔ ۱۷۔ اگست کو ایک ہلّہ سے بیرونی فصیل پر قبضہ کر کے تین دن بعد قلعہ سر کر لیا۔ ڈن فرانسکو نے جمعیت

قلعہ نوفو کا محاصرہ اور فتح

۱۵۳۹ء

[۵۱] ترجمہ کشف الظنون حاجی خلیفہ۔ صفحہ ۴۲۔ مارگن صفحہ ۴۴۔ مارگن جلد ۲ صفحہ ۱۵۵۔ لین پول صفحہ ۱۰۴

سمیت اپنے آپ کو محاصرین کے سپرد کردیا۔ اور ناظرین کو یہ سُنکر تعجب ہوگا کہ اہل اسپین کے برخلاف جنھوں نے چند ماہ پیشتر ترکی محصورین کے ساتھ باوجود اطاعت وحشیانہ سلوک کئے تھے۔ خیرالدین فرانسسکو اور اُسکے دلاور رفیقوں سے حد درجہ کی مہر و ملاطفت سے پیش آیا۔ اِس معرکہ میں چارلس کے تین ہزار شجاع کھیت رہے۔ یہ ترکی بربری بیڑے کا کمال اقتدار تھا۔ شرق سے غرب تک تمام ممالک و جزائر واقع بحیرۂ روم زیرنگین سلیمانی تھے۔ اور کل ہمسر و ہمسایہ سلطنتیں باب عالی پر جبہ سائی کرتی تھیں۔ وینس۔ جنیوا۔ اسپین۔ اٹلی۔ جو سولھویں صدی میں جنوبی یورپ کی مشہور بحری طاقتیں تھیں۔ خیرالدین سے زک اُٹھا چکی تھیں۔ ۱۵۳۹ء سے ۱۵۴۲ء تک ہمارے ہیرو کو ایلغار کرنے کا بہت کم اتفاق ہوا۔ بلکہ نہیں ہوا۔ اِس عرصہ میں اُسنے صاحبقران کو صیغہ حربیہ کی اصلاح و ترقی میں نہایت قابل قدر امداد دی۔ ہونہار نوجوانوں کو اعلیٰ مناصب پر پہنچنے میں جو اکثر مزاحمتیں پیش آتی تھیں اُنکو رفع کیا۔ اور ایسے ترغیب دلانیوالے قواعد مرتب کئے جن سے ہر قابل شخص بلا غیر ضروری وقت کے صیغہ بحری میں داخل ہوسکے اور زنگ روٹ کوشش کرکے جلد کارآزما سپاہی بن سکیں۔ ۱۵۴۳ء میں ایک مرتبہ اَور اُسکو ساحل اٹلی پر حملہ کرنے کی ضرورت ہوئی۔

ترکوں کا بحری اقتدار

صیغہ بحری حربی میں اصلاحیں

یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرانسس اول اور چارلس پنجم بوجہ ہمچشمی و ہمسائگی کے باہم مخالف اور اکثر تیغ و سپر رہتے تھے۔ چنانچہ ۱۵۴۳ء میں ان دونوں میں ایک جنگ چھڑی۔ چارلس بیرونی امداد سے ہر طرح مستغنی تھا کیونکہ وہ قریبًا آٹھ سلطنتوں کا

کپتان پاشا اور فرانس

فرمانروا تھا۔ فرانسس کو اعانت کی ضرورت تھی۔ بالخصوص جبکہ خلاف توقع ہنری
ہشتم شاہ انگلستان نے اس موقع پر نہایت سرد مہری کے ساتھ پہلو تہی کی راسلئے بابعالی
نے اپنے رفیق و حلیف دیرینہ کو مدد دینا ضروری سمجھکر کپتان پاشا کو اس آخری خدمت
پر مامور کیا۔ اور ڈیڑھ سو جنگی جہازوں کے ساتھ قسطنطنیہ سے روانہ کیا۔ اُسنے ابنائے مسینا
سے گزرکر ساحل کلیبیریا کو تاخت و تاراج کیا۔ ریجیو پر حملہ کرکے وہاں کے گورنر کے
بیٹے کو گرفتار کیا۔ اور ساحل اٹلی کے برابر برابر دریائے ٹائبر کے دہانہ کے پاس سے
گزرتا اور شہر سیوٹاوچا کے باشندوں کو دھمکاتا جولائی تک خلیج لائنس میں داخل ہوا
امیر البحر فرنکس ڈی بوربون (ڈیوک آو انجین) جو فرانسیسی بیڑے کی کمان لئے اس کا
منتظر تھا۔ نہایت اعزاز و اکرام سے ترکی بیڑے کو بندرگاہ مارسیلز میں لے آیا۔ دول
یورپ کو ترکوں کی امداد مذہبی اور قومی دونوں لحاظ سے اسقدر سخت ناگوار گزری کہ فرنچ
گورنمنٹ کی اس تجویز کو ہر شخص حتیٰ کہ خود فرانسیسیوں نے بھی نہایت نفرت و ذلت کی
نگاہ سے دیکھا۔ تاہم کچھ عرصہ قیام کرنیکے بعد متحدہ بیڑے نائس کی طرف بڑھے جو اٹلی کا
مغربی باب فتح کہلاتا ہے ایک خفیف سی گولہ باری کے بعد شہر فتح ہوگیا۔ مگر قلعہ بدستور
سرکش رہا۔ خیر الدین نے جب اس موقع پر ایک مرتبہ فرانسیسی جہازوں کا ملاحظہ کیا اور سپاہیوں
کے سامان کا جائزہ لیا تو افسروں کو نہایت زجر و توبیخ کیا۔ اور کہا کہ "تم کیسے سپاہی ہو
کہ باروت کے بنڈل پیچھے چھوڑ آتے ہو اور شراب کے پیپے جہازوں میں ساتھ بھر لاتے ہو
افسوس تمھارے پاس نہایت ضروری سامان جنگ بھی موجود نہیں" افسروں نے ندامت

ظاہر کی اور خود فرانسیسی امیر البحر کی منت سماجت سے کپتان پاشا کا غصہ فرو ہوا[۵۱]۔ چونکہ فریقین میں صلح ہو گئی۔ اسلئے متحدہ بیڑے سرما کے قریب فرانس کو واپس آ گئے۔ اس کے علاوہ بحیرۂ روم میں اور بھی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں جن کی تفصیل غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اس عرصہ میں ترکی بیڑہ بندرگاہ ٹولون میں مقیم رہا۔ خیر الدین جب کامیابی کے ساتھ واپس قسطنطنیہ ہوا تو فرینچ گورنمنٹ نے سپاہیوں کی تنخواہ۔ کافی سامان زاد راہ۔ اور بیش بہا تحائف۔ مصارف جنگ ادا کئے۔ اور چار سو مسلمان غلام جو فرانسیسی جہازوں پر خلاصی تھے آزاد کئے۔

نائس کی مہم سے فارغ ہو کر خیر الدین بحری مشاغل سے بالکل دستکش ہو گیا اور دو سال تک آزاد و فارغ البال زندگی سے مسرور الوقت رہکر جولائی ۱۵۴۶ء میں مر گیا۔ اور بشکطاش میں دفن ہوا۔ اس کا سن وفات "مات امیر البحر" (۹۴۴ھ) سے نکلتا ہے یہی کتبہ اسکی قبر پر کندہ ہے۔

وفات پر خیر الدین کی عمر قریباً نوّے برس کی تھی بھائی کی طرح کچھ بلند و بالا نہ تھا مگر وجیہ و شکیل تھا۔ بدن مضبوط اور گٹھا ہوا۔ ڈاڑھی اور پلکوں کے بال لمبے اور معمول سے زیادہ گنجان تھے۔ جو کبھی عالم شباب میں مشکفام ہونگے۔ مگر اب اُن پر صبح کی چاندنی سی چھٹکی تھی۔ آنکھیں پُر روشن متجسس اور ایک ایسے اولو العزم و دلیر دل کا پتہ دیتی تھیں جو مذبذب ہونا نہ جانتا تھا۔ چہرہ سے اِس درجہ کا جلال و جبروت مترشح تھا جو اکثر ذرا خلاف طبع امر سرزد

خیر الدین کا کیرکٹر

[۵۱] لین پول صفحہ ۱۰۶ تا صفحہ ۱۱۰۔ ایڈورڈ کریسی باب ۹۔

ہونے پر متحرک تو جلد ہو سکتا ہے مگر مرافعہ بدون ساکت دیر میں ہوتا ہے۔ شیر میدان رزم۔ مدبر الملک و دانشمند۔ حملہ کرنے میں انتہا درجہ کا محتاط۔ مگر حملہ کرتے وقت اسقدر تیز و تند کہ صفیں کی صفیں درہم و برہم ہو جاتی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خیر الدین اپنے زمانہ کا ایک عدیم المثال اور یکتائے روزگار امیر البحر تھا۔ مغلوب دشمنوں سے بمہر و ملاطفت پیش آتا۔ ماتحت افسروں اور سپاہیوں کو شائستہ مگر خوش رکھتا۔ بحری رزمی مذاق اس شخص میں اسقدر اعلیٰ درجہ کا تھا کہ جہاز ساز سے لیکے خلاصی تک اور ملاح سے لیکے امیر البحر تک تمام منصبداروں کے کام بڑے ذوق شوق سے خود کر سکتا۔ دولت عثمانیہ کا سچا جان نثار و بہی خواہ تھا۔ اسکے چہاردہ سالہ حسن خدمات پر عثمانیوں کو ہمیشہ ناز رہیگا صاحقران اُسکی اس درجہ قدر و منزلت کرتا تھا کہ آخری دو سال میں جبکہ وہ عزلت نشین ہو گیا تھا اُسکو ہر وقت حضور میں رکھتا تھا۔ اور اُسکی تجربہ کار رائے کو ہر امر نیک و بد میں مقدم سمجھتا۔ ترک عام طور پر اُسکی عزت کرتے تھے چنانچہ وفات کے بعد عرصہ دراز تک یہ رسم جاری رہی کہ جب کوئی ترکی بیڑا کسی مہم پر جاتا تو اسکی قبر پر فاتحہ دیکر اور اُسکی عزت میں ایک توپ سلامی سر کرکے گولڈن ہارن سے لنگر اُٹھاتا۔[1]

---

[1] لین پول صفحہ ۹۲ - ۹۳ - ۱۱۱

# چھٹا باب

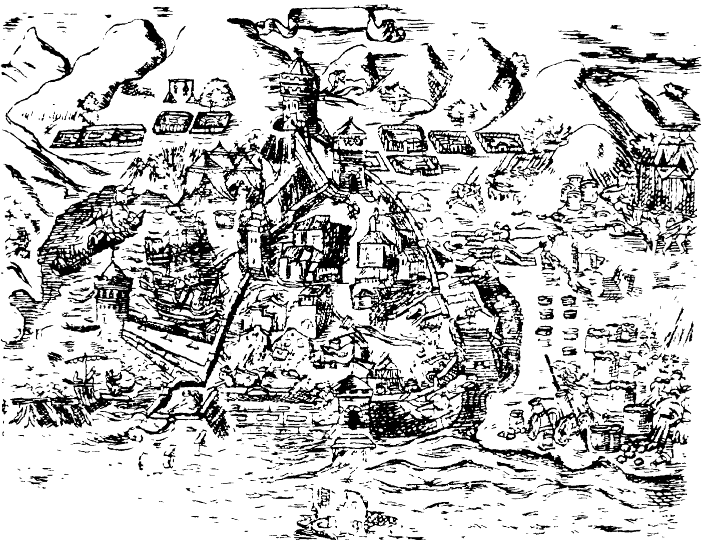
## الجزائر۔ یورپ کا ایلغار

اگرچہ قسطنطنیہ میں ہم خیر الدین کو مرحوم و مدفون کر آئے ہیں۔ مگر الجزائر میں وہ ابھی زندہ ہے۔ کیونکہ یہاں کے واقعات ہم ذرا پیچھے ہٹ کر ۱۵۳۶ء سے مسلسل بیان کرینگے۔

یہ ظاہر ہے کہ اس نامور شجاع کی غیبت میں الجزائر کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا لیکن مہلک نقصان نہ پہنچ سکتا تھا کیونکہ خیر الدین نے بنظر دور اندیشی پہلے ہی ایک حسب دلخواہ جانشین منتخب و مقرر کر دیا تھا۔ یعنے حسن آغا جو ایک لائق اور منتظم شخص تھا چنانچہ بعد کو کپتان پاشا کے انتقال پر بابعالی نے بھی اِس انتخاب سے مخالفت نہیں کی ادھر بحیرۂ روم کی حکومت کے لئے وہ وہ دلیر کپتان موجود تھے جن کو یورپ آج تک رشک و خوف سے یاد کرتا ہے۔ یعنی طرغد پاشا۔ صالح رئیس۔ صنعان رئیس وغیرہ جو فتوحات یورپ میں گویا اُسکے دست و بازو تھے۔ غرضکہ تخت الجزائر کو کوئی مہلک نقصان تو نہ پہنچ سکتا تھا۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ بد اندیشوں کو خلل انداز ہونے کا موقع ملگیا۔ یعنے اہل اسپین نے جن کی مستعار عربی شجاعت اور مبازرت کا رنگ کپتان پاشا کے دلیرانہ حملوں سے پھیکا پڑگیا تھا۔ یک بیک سنبھالا لیا۔ اور شاہ چارلس میدان خالی دیکھکر الجزائر کی بساط اُلٹنے کے لئے اُٹھا۔

اگرچہ اِس قسم کے ایلغار کے لئے موسم گرما زیادہ موزوں تھا چنانچہ امیرالبحر ڈوریا اور اَور فوجی سرداروں نے اِسی پر زور دیا۔ نیز چارلس کے قبلہ وکعبہ اسقف اعظم پال ثالث نے بھی عندالاستخارہ یہی ہدایت فرمائی۔ لیکن افسوس کہ یہ عمدہ موسم اتفاق سے جرمنی اور فلنڈرز کے بعض اہم اور پیچیدہ معاملات کے سُلجھانے میں صرف ہوگیا۔ اور اب اکتوبر میں چارلس کو فرصت ملی۔ جبکہ طوفان خیز موسم کا آغاز تھا۔ اسپین کے مجاہد چھ برس سے اِس مبارک غزوہ کے منتظر تھے۔ شاہی جہاز مدت سے الجزائر کا راستہ بھول گئے تھے۔ حتیٰ کہ جہازوں کے وہ حلقہ بگوش مسلمان خلاصی جو ۱۵۳۵ء کے معرکہ ٹیونس میں گرفتار ہوکر رسم جنگ کے بموجب شاہی جہازوں پر پابزنجیر بلیاں چلاتے تھے۔ تہ دل سے دعائیں مانگتے تھے کہ کسیطرح اسپین اور بربر میں پھر ایک مرتبہ کشمکش جانفروشی ہو۔ شاید خلاصی کی کوئی شکل نکل آوے۔ آخر اکتوبر ۱۵۴۱ء میں یہ تمام اُمیدیں برآئیں۔ اور شاہ چارلس نے خود بندرگاہ اسپنزا سے ڈوریا کے علمبردار میں سوار ہوکر شاہی بیڑے کو ڈیوک آدالوا کی کمان میں جنوب کی طرف سے چلتا کیا۔

بندرگاہ سے نکلتے ہی بیڑے کو آفت کا سامنا ہوا یعنی سمندر میں ایک سخت طوفان برپا ہوا۔ جسکے صدمہ سے تمام جہازات مخالف سمت کو ہو گئے۔ مگر حسن اتفاق سے جزیرہ کورسیکا قریب تھا۔ امیرالبحر نے یہاں پناہ لی۔ اور طوفان فرو ہونے پر کئی روز بعد پھر لنگر اُٹھایا اور خشکی کے قریب قریب سواحل براعظم کے ساتھ پھونک پھونک کر قدم رکھتا اور معاون بیڑوں سے زورمند ہوتا چلا۔ جزیرہ منورکہ کے قریب پہنچکر وہ بلا نازل



سنہ ۱۵۴۱ء میں الجزائر کا محاصرہ

ہوئی جو جہازرانوں کا سب سے بڑا کھٹکا ہے۔ یعنی مسٹرل جسکے صدمہ سے مستول ٹیڑھے ہو گئے۔ پال کے ڈنڈے پھٹ گئے۔ بادبانوں کی دھجیاں اُڑ گئیں۔ اور جہاز قابو سے بالکل باہر ہو گئے۔ مگر کمبخت پابزنجیر خلاصیوں کو بجز اسکے کچھ چارہ نہ تھا کہ کشش و کوشش کریں اور بڑھیں۔ اپنی جانوں کے لئے بڑھیں۔ چارلس کے لئے بڑھیں مگر بڑھیں۔ چنانچہ بندرگاہ موہن تک جو نہایت قریب یعنی کل سات میل تھی پوری نصف شب میں کشاں کشاں پہنچ سکے۔ جزیرہ مجورکہ ان متحدہ بیڑوں کا مقام اتصال تھا۔ اور یہاں آبنائے پاما میں جنوبی یورپ کی تمام بحری قوتیں ایک الجزائر سے ٹکرانے کے لئے اکٹھی ہوئیں۔ آؤ! ان کا جائزہ لیں۔

سب سے اول اسپین کا خاص شاہی بیڑا جس میں ایک سو جنگی جہاز۔ جرمنی اور اٹلی کے چیدہ دلاوروں کی حفاظت اور کولونا اور اسپی نوزا جیسے نامور سپہ سالاروں کی کمان میں تھا۔ پھر جزیرہ سسلی کی پوری بحری قوت جو گونزاگو نے بغرض اظہار طاعت بھیجی تھی۔ پھر نیپلز اور پلرمو کے ڈیڑھ سو جنگی جہاز۔ پھر نوڈی منڈوزا کے دو سو جہاز جنمیں نامی قلعہ شکن توپخانہ اور دیگر اسلحۂ جنگ ولوازم محاصرہ کے علاوہ ہزاروں وہ نامور بہادر تھے جن کی شجاعت و نبرد آزمائی پر صرف اسپین ہی کو ناز نہ تھا بلکہ وہ آپ بھی ناز کرتے تھے۔ مثلاً کورٹیز فاتح میکسیکو۔ کُل ملا کر زاید از پانصد کوہ پیکر جنگی جہاز۔ توپخانہ بارہ ہزار بحری اور چوبیس ہزار بری فوج تھی۔ اُنپر قدسی نفس اسقف اعظم کا لشکر دعا اور شامل کرو۔ اِس خدائی قوت کو لیکر چارلس نے الجزائر کا رُخ کیا۔

شاید کبھی کسی شہنشاہ کو کبھی کسی مہم میں اسقدر پختہ اُمید کامیابی نہوئی تھی جسقدر کہ اسمیں تھی۔ اصل میں وہ ۱۵۳۵ء کے معرکہ ٹیونس پر بھولا ہُوا تھا۔ وہ یہ سمجھتا تھا اور درست سمجھتا تھا کہ اس مہیب اور عظیم الشان بیڑے کی رویت اول ہی اہل الجزائر کے حوصلے پست کر دیگی۔ خلاف صورت میں زیادہ سے زیادہ صرف ایک ہفتہ میں اُن کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور یہی سبب تھا کہ اُسنے موسم کی ناموافقت۔ ساحل بربر کی خاصیت کی ذرا بھی پرواہ نکی اور نکل کھڑا ہوا۔ اور لطف یہ کہ اسپین کی پرجمال لیڈیوں کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ شاید اسلئے کہ الجزائر کی شہر پناہ میں مظفر و منصور داخل ہوتا دیکھکر چیرز دیں! لیکن افسوس کہ یہ ایک حقیقت اور تلخ حقیقت ہی کہ یورپ کو اپنی متحدہ قوتوں سے حریفوں پر فتح پانا اُنیسویں صدی سے پیشتر ایک دفعہ بھی نصیب نہیں ہوا۔ حریفوں کے ملک پر اُنکا ہر الیغار بجز نام کے باقی ہر طرح ہولی وار (جہاد) ہوتا تھا۔ اور اُن کا ہر ہولی وار جنگ بیت المقدس ۱۰۹۹ء کی ماقبل یا مابعد نظیر تھی۔ اور ہمیشہ اِس فقرہ پر ختم ہوتا تھا ”گاڈ وِل بی ڈن“ یعنے تقدیر الٰہی پوری ہوئی“۔

آخر کار ۱۹۔ اکتوبر ۱۵۴۱ء کی مبارک صبح کو شاہ چارلس کی نظر ”مامن غارتگری“[1] پر پڑی۔ اگرچہ اِس سے پیشتر اُسکو اکثر الجزائر کے آس پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا تھا۔ مگر شہر کو زیادہ متجسس و مطمئن نظر سے نہ دیکھا تھا۔ وہ خاص قطعہ آب جو ساحل الجزائر کے دو نکلے ہوئے سنگلاخ گوشوں کے بیچ میں بشکل ہلال واقع ہے۔ خلیج الجزائر یا بندرگاہ الجزائر کہلاتا ہے

[1] یورپین مورخ الجزائر کو اسی نام سے موسوم کرتے ہیں۔

حقیقت میں یہ دوسرا گولڈن ہارن[1] (شاخ مطلا) ہے۔ اسکا مغربی ساحل جو کشینہ کہلاتا ہے
مشرقی ساحل سے کچھ زیادہ ناہموار اور اونچے نیچے ٹیلوں سے معمور ہے۔ جسپر مد بصر تک
بیشمار پختہ مکانات اور خوبصورت خمیدہ قامت عمارتیں۔ سلامی کی روش پر قطار در قطار بیچ تک
بلند ہوتی چلی گئی ہیں ایسی ترتیب سے کہ ایک معمولی دوربین سے فصل بین الاقطار یعنی شہر
کے تنگ اور سرنگ نما کوچہ و بازار صاف دکھائی دیتے ہیں اور بیچ میں وہ عظیم الشان قلعہ
سربفلک کشیدہ ہے جسنے خاندان باربروسے کے دو اولوالعزم ممبروں کا جلوس دیکھا ہے۔
مشرقی ساحل پر وہ مضبوط سد آب دکھائی دیتی ہے۔ جسکو خیر الدین نے چارلس کے
قلعہ پی نن کو مسمار و منہدم کرکے اُسکے لوازم و مصالحات سے اور اسپینش غلاموں کی مدد سے
تیار کرایا تھا۔ فصیل شہر نہایت مضبوط اور سنگین ہے جسکے دو دروازوں میں سے شمالی کو
باب الوید اور جنوبی کو باب الاذن کہتے ہیں۔

کیتھلک بیڑا کشینہ سے عمداً پہلو بچا کر اور جہازوں کے بادبان سمیٹ کر شہر
کے جنوب میں ساحل کے اُس نشیب حصہ پر لنگر انداز ہوا جسپر نضارت و تر و تازگی کی کثرت
سے ایک زمردین فرش بچھا نظر آتا ہے۔ تین دن تک تو اہل الجزائر کو مزاحمت کی ضرورت ہی
نہوئی کیونکہ آندھی اور مینہ کے ایک سخت طوفان نے حملہ آوروں کے قدم نہ جمنے دیے۔ چوتھے
روز طوفان فرو ہونے پر عربی اور بربری فوج کے ایک مختصر دستہ نے خفیف سی مزاحمت کی
بالآخر کیتھلک فوجیں سامان محاصرہ سمیت خشکی پر اُتر کر خیمہ زن ہوگئیں اور اگلے روز بیرون سے

---

[1] دنیا کی مشہور بندرگاہ جو شکل میں سینگ سے مشابہ ہے اور قسطنطنیہ کی قدرتی بندرگاہوں میں سے ہے۔

کہ سامان آذوقہ و آسایش کے جہازوں کا انتظار کریں۔ علی الصباح شہر کی طرف جو چند میل کے فاصلہ پر تھا اِس ترتیب سے بڑھیں کہ شجاعان اسپین میسرہ بن کر پہاڑ کے ساتھ ساتھ چلے۔ بیت المقدس کے ڈیڑھ سو مجاہدین جو ایسے موقعوں پر مقدمۃ الجیش ہوتے تھے میمنہ بن کر ساحل سمندر کیطرف سے بڑھے۔ اور دلاوران جرمنی کو چارلس نے خاص اپنی کمان میں لیکر قلب کو سنبھالا۔ باقی فوجیں عقب پر جا ئی گئیں۔ ادھر سے عربوں اور بربریوں کی چھوٹی چھوٹی جمعیتیں جو سنگلاخ بلندیوں کی آڑ۔ کسی چٹان کے جوف۔ یا گھاٹیوں میں جا بجا چھپی ہوئی تھیں۔ اُنھوں نے سخت مزاحمت کی۔ اور بڑے بڑے پتھر لڑھکا کر یا تیر و تفنگ برسا کر بیشمار جانیں ضائع کیں۔ اور بہت سے سپاہی گرفتار بھی کئے۔ مگر محاصرین نے بڑھ بڑھ کر قدم رکھا اور آخر شہر پر پہنچکر فصیل کے گرد پھیلگئے۔ حسن آغا اپنی مختصر سی قوت کو جس میں کل آٹھ سو ترک اور پانچہزار عربی اور اُندلسی جوان تھے سنبھالکر مقابلہ کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور گو شاہ چارلس نے بطور اتمام حجت اُسکو شہر سپرد کردینے کا پیام دیا۔ مگر حسن نے یہی جواب دیا کہ "تلوار آپ فیصلہ کردے گی"۔

اِسوقت فریقین کی متضاد حالتوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ آج الجزائر کی ساعت ناگزیر آن پہنچی۔ یورپ کی تمام نامورانہ شجاعت ایک شیر دل جرنیل کے ماتحت بجز شمالی سمت کے ہر طرف سے شہر پناہ پر جھکی تھی۔ باب الاذن کے عین مقابل اور اُسکے دونوں جانب شاہی توپ خانہ گولہ باری کے لئے فلیتہ کا منتظر تھا۔ شجاعان جرمنی۔ اٹلی اسپین اور پُرجوش مجاہدین بیت المقدس اِس "مامن غارتگری" کو غارت کرنے پر تُلے کھڑے تھے

کہ یکایک ایک مہیب طاقت انسانی طاقت سے بالاتر طاقت نے آکر بساط اُلٹ دی۔

سمت مخالف سے ایک گھنگور گھٹا اُٹھی۔ آندھی اور مینہ کا اسقدر سخت اور جہاں آشوب طوفان آیا کہ سنگین چٹانیں اور لوہا لاٹ فصیلیں صدمۂ تلاطم سے سہمتی تھیں۔ بجلی چمکی۔ رعد کڑکی۔ مینہ شدت سے برسا۔ کائنات الجو میں اسقدر تہلکہ مچا کہ معلوم ہوتا تھا گویا آج آسمان کے سیارے بھی اپنے محوروں پر گھوم گھوم کر الجزائر کیطرف سے لڑ رہے ہیں تیز برفیلی ہوا کے جھونکے قریب کی پہاڑیوں سے یا فصیل شہر سے ٹکرا ٹکرا کر اور رُخ بدل بدل کر ہر طرف سے محاصرین کا مقابلہ کرتے تھے۔ اوپر سے مینہ نیچے سے کیچڑ۔ نہ پناہ کے لئے کوئی خیمہ و خرگاہ تھا۔ نہ سہارے کیلئے سامان آذوقہ۔ سیہ بخت سپاہیوں نے اس شب کرب و بلا کو تڑپ تڑپ کر کاٹا۔ صبح۔ صبح قیامت تھی۔ کیونکہ تیز برفیلی ہوا اس سرد مہری سے حملے کرتی تھی کہ اعضاء قابو سے باہر ہوئے جاتے تھے۔ مزید براں توسدانوں میں باروت کا پانی بنگیا تھا۔ اِس حالت میں ترکی دستہ نے دفعۃً نکلکر اسقدر سخت حملہ کیا کہ اگر اسکو پُرجوش مجاہدین بھی نہ سہتے تو محاصرہ کا خاتمہ ہوچکا تھا۔ اُنھوں نے ترکوں کو نہ صرف جواب ہی دیا بلکہ باب الاذن تک اُنکا تعاقب بھی کیا۔ تعاقب میں محصورین نے تو جھٹ پٹ شہر پناہ میں گھُستے ہی دروازہ بند کرلیا۔ مگر متعاقبین جو جھلائے ہوئے شیر کی طرح بدون تأمل اندھا دھند بڑھے چلے آتے تھے۔ دروازہ سے پلٹے۔ پلٹتے وقت عربوں نے فصیل کے مورچوں اور برجوں سے اسقدر سخت آتشباری کی کہ کشتوں کے پُشتے بندھ گئے۔ اور مجاہدین کی جمعیت بہت کم رہ گئی۔

محاصرین کی قوت کو مضمحل دیکھکر حسن آغا نے ایک باقاعدہ اور آخری حملہ کرنے کی تیاری کی۔ اور پانسو چیدہ سواروں کو ترتیب دیکر خود کمان لی۔ یہ سب بآن واحد گھوڑوں کو مہمیز کر کے اُس ڈھلوان بلندی سے محاصرین پر دفعۃً ٹوٹ پڑے۔ اٹلی کے بہادر دستہ نے جو عین زد پر تھا ذرا بھی مقابلہ نکیا اور فوراً پشت دیدی۔ یہ دیکھکر چارلس نے جرمنی دستہ کو آگے دھکیلا۔ یہ بھی بدون تیغ و سپر ہوئے پلٹ آیا۔ صرف پُرجوش مجاہدین نے خفیف سا مقابلہ کیا جس سے اُن کی جمعیت اور بھی کم ہوگئی۔ کیتھلک شہنشاہ کی اُس وقت عجب حالت تھی۔ گھوڑے کو مہمیز کئے شمشیر بکف پھرتا تھا۔ اور اپنی دلشکستہ فوج کو نفرین و ملامت کر کے شرم دلادلا کے مستعد کرتا تھا۔ اِس سے اتنا ہوا کہ حسن آغا جو اپنا کام کر کے شہر پناہ کی طرف پلٹ رہا تھا مسیحیوں نے اُسکو سخت آڑے ہاتھوں لیا مگر بارش کے طوفان نے پھر مزاحمت کی۔ گھوڑے اونچے نیچے ٹیلوں اور ناہموار زمین پر قدم نہ جما سکتے تھے۔ پیادے بلندی سے پھسلتے تھے۔ ہر قدم پر بوٹوں سے پانی کے فوارے چھوٹتے تھے۔ جرنیل۔ کرنیل۔ کپتان۔ سپاہی سب آپس میں سر جوڑے اسطرح کھڑے تھے کہ گویا شجاعت کا ایک غیر متمیز انبار لگا ہے۔ آخر یہ دن بھی یونہی گزرا۔ اگلے روز محاصرین تازہ دم ہونیکے لئے جہازوں کی طرف پلٹ آئے۔ لیکن تباہی و بربادی ساتھ لائے۔ یہاں پہنچکر شمالی سمت سے وہ شدید طوفان آیا جو طوفان نوح اور طوفان عاد و ثمود کی طرح آجتک الجزائر میں "طوفان[1] چارلس" مشہور ہے۔ شدت تلاطم سے یہ حالت تھی

[1] "چارلس پیل" دیکھو لین پول صفحہ ۱۱۹

کہ جہاز سامان سے گرانبار۔ زنجیروں سے ٹوٹ ٹوٹ کر آپس میں ٹکراتے تھے۔ اور ہوا کے مختلف جھونکوں سے شتر بے مہار کی طرح سطح آب پر ڈگمگاتے پھرتے تھے کمبخت خلاصی دیوانہ وار جدوجہد کر کے کنارہ پر ذقندیں بھرتے تھے۔ اور اکثر کسی نہنگ کا لقمہ ہوتے تھے یا بربریوں کے صید کمند۔ خلاصہ یہ کہ صرف چھ گھنٹے میں ڈیڑھ سو کوہ پیکر جہاز غرقاب ہوئے۔ دو ہزار آدمی کام آئے۔ اور قریباً بیس جہاز خلاصیوں سمیت کنارہ پر جا لگے جن کو دشمنوں نے سنبھالا۔

امیر البحر ڈوریا نے اس موقع پر یہ بڑی دانشمندی کی کہ قریباً ایک ثلث جہازوں کو پیشدستی کر کے خلیج ٹیمنڈ فاسٹ میں پہنچا آیا۔ جو ایک محفوظ مقام ہے ورنہ آج خلیج الجزائر میں اسپین کا بیڑا غرق ہو گیا تھا۔ اسکی غیبت میں افسروں نے شدت طوفان سے گھبرا کر چارلس کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ جہازوں کو خالی کر دیں اور کنارہ پر ٹھہر کر طوفان کے فرو ہونیکا انتظار کریں۔ مگر ڈوریا نے پہنچکر اس رائے سے سخت مخالفت کی اور کہا کہ "تم کیسے جہازراں ہو کہ خطرہ سے بچنا بھی چاہتے ہو اور مخطور مقام کو محفوظ مقام پر ترجیح بھی دیتے ہو" ایک خفیف سی طفلانہ ضد کے بعد آخر چارلس نے منظور کر لیا کہ باقی ماندہ جہاز بھی جس طرح ہو سکے کشاں کشاں خلیج ٹیمنڈ فاسٹ میں پہنچائے جائیں۔ اور خود خشکی کی راہ چلیں۔ چنانچہ خیمہ و خرگاہ اکھڑ کر لدنے لگے۔ اور لطف یہ کہ اولوالعزم شیردل چارلس سامنے خیمہ کے دروازہ میں ایک سفید جبہ پہنے بےحس و حرکت کھڑا تھا۔ اُسکی آنکھیں تو بیشک گردش کرتی تھیں یا صرف ہونٹ ہلتے تھے جن سے وہی

معمولی فقرہ دمبدم نکلتا تھا جسپر شیر دل رچرڈ نے ۱۱۹۲ء میں جنگ بیت المقدس کا خاتمہ کیا تھا۔ یہ کہ "تقدیر الٰہی پوری ہوئی"۔ توپخانہ۔ میگزین۔ سامان آذوقہ کا بیشتر حصہ بارگراں سمجھکر نظرانداز کیا گیا۔ بھوکے سپاہیوں نے گھوڑوں کے اُبلے گوشت ہی پر قناعت کی۔ اور اب اخیر پر واپسی شروع ہوئی۔

ناکامی فی الحقیقت ایک خوفناک چیز ہے۔ مگر اس بدنصیب فوج کی ناکامی شرمناک بھی تھی۔ نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ[1]۔ لیکن اسکا کیا جواب کہ "مشیت ایزدی"! جس طرح ۴۰۱ قبل المسیح[2] میں زینوفن بے بلونیا سے اور ۱۸۱۲ء[3] میں نپولین بوناپارٹ ماسکو سے ناکام واپس ہوا تھا۔ اسیطرح آج الجزائر سے چارلس اعظم مع فوج پاپیادہ چلا۔ راستہ ناہموار اور ڈھلوان۔ اُسپر زمردین فرش کے بجاے مدبصر تک کیچڑ کا فرش بچھا تھا۔ جب چلتے تھے تو گھوڑوں اور پیادوں کے لئے قدم قدم پر زنجیر پا موجود تھی جب ٹھہرتے تو یا نیزوں اور برچھیوں پر آرام کرتے۔ یا اس لحدگل درگل میں۔ پہاڑی موسمی ندیاں اکثر سدراہ ہوتی تھیں۔ جنکو شاہ اور سپاہ یکساں طور سے پایاب عبور کرتے تھے

[1] کوئی یورپین مورخ نہیں جسنے اس کورانہ فوجکشی پر چارلس کو نفرین نہ کی ہو لین پول اس زمانہ کے مشہور وقائع نگار چارلس کو مضحکہ بناتے ہیں۔ باربری کورسیر صفحہ ۱۲۰ [2] قدیم یونان کا مشہور فلاسفر اور سپہ سالار یونانیوں کی ایک کثیر التعداد فوج لیکر سائرس (خسرو) شاہ فارس کو تخت پر قبضہ دلانے اُجرتاً یا اعانتاً ۴۰۱ قبل المسیح میں گیا تھا۔ اور بابل سے ناکام واپس آیا تھا۔ صعوبت سفر۔ بعد مسافت (۱۱۵۵ فرسنگ) نیز جنگجو قوموں کی مزاحمت سے اُسکی جمعیت کو سخت نقصان پہنچا۔ مورخین یورپ اس واپسی کو "دی گریٹ ریٹریٹ" یعنے "واپسی عظیم" یا "ریٹریٹ آو دی ٹن تھوزنڈ" یعنے "دس ہزار کی واپسی" کہتے ہیں۔ اسلئے کہ یونانی فوج کی تعداد اسی قدر تھی ان میں صرف چند صد آدمی یونان پہنچ سکے۔ [3] نپولین بوناپارٹ نے ۱۸۱۲ء میں سوا پانچ لاکھ فوج کے ساتھ روس پر چڑھائی کی۔ مگر سخت نقصان کے بعد ناکام واپس آیا اس واپسی کو "ریٹریٹ آو دی گرینڈ آرمی" یعنے عظیم الشان فوج کی واپسی کہتے ہیں۔ تاریخ روس مؤلفہ مارفل ۲۶۷ تا ۲۷۷۔ یہ واقعات تاریخانہ استعارات بن کر یورپین لٹریچر میں داخل ہوگئے ہیں اور بنظر توسیع اردو میں داخل کئے جائیں تو نازیبا ہوگا

انمیں سے ایک ندی جو زیادہ عمیق اور تیز تھی بُری طرح پیش آئی۔ چنانچہ فوج کے پیر اک سپاہیوں نے اُس پار پہنچکر ایک بھدّا سا پُل تیار کیا۔ لیکن خاص اپنے ٹوٹے پھوٹے جہازوں کے تختوں سے! وہ جہاز جو "مامن غارتگری" کو تباہ کرنے آئے تھے! شرم! شرم! مگر تقدیر الٰہی! ابھی فوج پُل عبور کر چکی تھی کہ حسن آغا کے دلاوروں نے جو ادھر اُدھر کمینگاہوں میں چھپے تھے تیر و تفنگ کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ شجاعان اٹلی ایسی بےموقع چھیڑ چھاڑ کے عادی نہ تھے۔ اور جھینپ جھینپ کر گرفتار ہوتے تھے۔ جرمن جنگجو بغیر تفن اور حاضری بدون ایک قدم چلنا بھی دشوار تھا۔ دھکے کھا کھا کر بربریوں کے حلقہ بگوش بنتے تھے۔ ایک صرف ڈیوک آو الوا کا بہادر دستہ اِس کشمکش جانفروشی اور گیر و دار میں استقلال کے ساتھ پل سے عبور کر سکا۔

خلیج ٹینڈ فاسٹ میں پہنچکر بڑی قیل و قال کے بعد یہ قرار پایا کہ فی الحال انتقام سے دست بردار ہوں اور واپس چلیں۔ کیونکہ ایسی خونریز موسم میں نہ تو کامیابی ممکن ہے۔ اور نہ درصورت قیام فوج کے رسد و راشن کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ اولوالعزم فاتح میکسیکو (کورٹیز) نے اگرچہ اِس رائے سے مخالفت کی۔ مگر یہ اُسکی کوتاہ اندیشی اور خالی جوش کی دلیل سمجھی گئی۔ اب مسئلہ معاودت تو طے ہو گیا مگر ایک اَور مشکل پیش آئی۔ یعنی جہاز تو نصف سے زیادہ تلف ہو گئے تھے۔ اور فوج چھتیس ہزار میں سے صرف ایک ثلث ضائع ہوئی تھی۔ رسالہ اور توپخانہ کے گھوڑے مزید برآں۔ پس سوال یہ تھا کہ زیادہ فوج کو کم جہازوں میں کیونکر لیجائیں۔ آخر چارلس نے کلیجہ پر پتھر دھر کر حکم دیا کہ تمام

گھوڑے غرق کردیے جائیں۔ سوار چلاتے تھے اور اپنے دیرینہ رفیقوں کی اس سہمناک قسمت پر روتے تھے۔ چنانچہ بڑے بڑے قیمتی عمدہ نسل کے گھوڑے جو اندلس کے عربی نژادوں کی یادگار تھے پانی میں لڑھکا دیے گئے۔ یا سد رمق کی ضرورت میں کام آئے۔

ناکام واپسی

۲۔ نومبر کی صبح کو کوچ کا بگل بجا۔ فوج کا بیشتر حصہ سوار ہوگیا۔ چارلس کا قصد تھا کہ سب سے آخر میں جہاز کو عزت بخشے۔ مگر مشیت ایزدی۔ دفعتہً باد مخالف شروع ہوئی۔ اور آناً فاناً بڑھکر سمندر میں طغیانی پیدا کرنے لگی۔ چارلس نے مجبوراً یہ ارادہ فسخ کیا اور اول جہاز میں سوار ہوکر لنگر اُٹھانیکا حکم دیا۔ لین پول لکھتے ہیں۔ اور الجزائر میں بطور کہانی ابھی تک مشہور ہے کہ اس اولو العزم اور جلیل القدر فرمانروا نے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ یورپ بھر کی زمام سلطنت تنہا اپنے ہاتھ میں لے سکتا تھا۔ چلتے وقت تاج سر سے اُتارا اور اُسکو سمندر میں پھینک کر کہا کہ "جا! تیری آبرو اسی میں ہے کہ پانی میں پڑا غوطے کھائے۔ یہانتک کہ کسی زیادہ خوش نصیب بادشاہ کی نظر تجھپر پڑے۔ میرا سر تیرے لائق نہیں"۔[1] ادھر طوفان دمبدم شدید اور تیز ہوتا جاتا تھا۔ حتی کہ تمام بیڑا صدمۂ تلاطم سے ڈگمگا ڈگمگا کر اور تہ و بالا ہوکر منتشر ہونے لگا۔ جہازوں نے بلّیوں سے سرتابی کی بلّیوں نے خلاصیوں کی قوت بازو سے مخالفت کی گیلے ایک دوسرے سے ٹکرائے اہل جہاز شارت بردجبر سے اور کچھ فاقہ کشی سے تلف ہوئے۔ اس قیامت انگیز حالت میں چارلس اور

ایک عبرت انگیز واقعہ

[1] لین پول صفحہ ۱۲۲

ڈوریا نے بندرگاہ بوجیہ کو مرمر کے لیا۔ جو اُسوقت اسپین کے ظل حمایت میں تھا۔ سپاہی جہازوں سے اُترتے ہی آذوقہ پر ٹوٹ پڑے۔ اس بُری طرح سے کہ بیچارے اہل بوجیہ مدتوں مرض فاقہ میں مبتلا رہے۔ طوفان ہنوز اُسی شدومد پر تھا۔ فاقہ زدہ خلاصیوں اور ملاحوں نے ہرچند کوشش کی کہ جہازوں کو کسیطرح اسپین تک پہنچائیں۔ مگر "تقدیر الٰہی"! اسی میل آگے بڑھکر پیچھے ہٹنا پڑا۔ بارہ روز مسلسل بندرگاہ کو درماندہ جہازوں نے اور بوجیہ کو بھوکے سپاہیوں نے زیر بار رکھا۔ بالآخر طوفان فرو ہونے پر ۲۳۔ نومبر کو زائد از ایک ماہ بعد واپس اسپین ہوئے۔ لیڈیوں پر جو کچھ گزری ناگفتہ بہ!

بوجیہ میں بیاد

اسپین میں پہنچکر بھی چارلس نے ہرطرف سے بددعائیں ہی سُنیں۔ کیونکہ معمولی سپاہیوں کے قطع نظر تین سو وہ شریف النسل نبرد آزما و دلاور افسر کام آئے جو قوم کے مایۂ ناز شجاعت تھے۔ انپر مہینوں ماتم اور برسوں فاتحہ خوانی ہوا کی۔

اِسطرح یہ بہت بڑا اور مشہور حملہ عزت سے شروع ہوکر ذلت پر ختم ہوا۔ اسمیں نہ صرف اسپین۔ اٹلی جرمنی ہی کے بہادر شریک تھے بلکہ یورپ کی تمام سربرآوردہ قوموں کے دلاور بطور مشتے نمونہ از خروار شجاعت شامل تھے۔ مثلاً فرانسیس اور سر ٹامس کالونز جیسے انگریزی مجاہد۔ الجزائر پر اِس جہاد کا اثر ہوا تو یہ کہ صدہا جنگی جہاز۔ قلعہ شکن توپیں سیکڑوں سامان آذوقہ۔ لوازم عیش و عشرت بے غل و غشت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اور اِسقدر آدمی اسیر جنگ ہوئے کہ الجزائر میں مدتوں بردہ فروشی کا بازار گرم رہا۔ اور یہ ایک ضرب المثل ہوگئی کہ "مسیحی غلام ایک پیاز کے مقابلہ میں مہنگا نہیں"۔[۱] اِن سب سے بڑھکر یہ اثر ہوا کہ

حملہ کے نتائج

[۱] لین پول صفحہ ۱۲۲

الجزائر کا حوصلہ اور قوت پہلے سے ہزار چند زیادہ بڑھ گئی۔ مگر اہل اسپین اس پر بھی
اپنی نا عاقبت اندیشی، بد سلیقگی، اور سوء تدبیری کے معترف نہوے۔ چنانچہ ایڈمرل
جورین ڈی لا نے اس ایلغار کے کوائف لکھتے وقت آخر پر ایک چبھتا ہوا ریمارک کیا ہے
یہ کہ "افریقیہ (ساحل الجزائر) کی آب وہوا شجاعانہ کاموں کے لئے موزوں نہیں"۔

# ساتواں باب

## امیر البحر طرغد پاشا۔ ٹیونس پر ایلغار۔ طرابلس کی فتح۔ یورپ کی یورش

طرغد کی زندگی کے ابتدائی حالات

طرغد پاشا تاریخانہ واقعات کی ترتیب کے لحاظ سے تو حسن آغا کے بعد ہے لیکن بلحاظ پولیٹکل شہرت خود خیر الدین کا ہم پلہ تھا۔ یہ شخص اصل میں قرمانیہ کے ایک معزز عیسائی زمیندار کا بیٹا تھا۔ مگر طبعاً دلیر اور جنگجو ہونے کی وجہ سے اُس نے ابتدائی عمر میں ایک ترکی جہاز پر ملازمت کر لی۔ اور فن سپہگری اور جہاز رانی میں بہت جلد مشاق ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد ملازمت سے مستعفی ہو کر اور ایک چھوٹا سا جہاز خرید کر لیوانٹ میں قزاقی کرنے لگا۔ اس قطعہ آب میں اور قزاق بھی تھے۔ طرغد نے بہت جلد ان سب میں اسقدر امتیاز حاصل کیا کہ قریباً بیس قزاقوں نے اُسکو اپنا سردار بنا لیا۔ اسی اثنا میں خیر الدین نے اسکی جرأت و دلیری کا شہرہ سُن کر اُسکو الجزائر میں طلب کیا۔ اور بڑی عزت سے پیش آیا۔ چونکہ جزائر قرب و جوار میں جزیرہ نمائے اسپین کے سواحل کے نشیب و فراز سے کماحقہ واقفیت رکھتا تھا اسلئے خیر الدین نے اُسکو ایک چھوٹے سے بیڑے کا جسمیں بارہ جہاز تھے کپتان مقرر کر کے اُندلسیوں کی خلاصی پر لگا دیا۔ اُسوقت سے ۱۵۴۰ء تک اُسنے اسپین کے علاوہ نیپلز اور سسلی پر متواتر ترکتازیاں کیں اور ایسا رعب جمایا کہ اٹلی اور اسپین کے درمیانی قطعہ آب میں کسی مخالف جہاز کیلئے "نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن"[له] کا مضمون تھا۔ اگر کبھی اُسکو

---

[له] مارگن صفحہ ۴۳۶

اتفاقیہ سمندر میں کوئی شکار نہ ملتا تو سرزمین قرب و جوار میں سخت غارتگری پھیلاتا۔ اور تمام دیہات واقع سواحل کو لوٹ کر ہزاروں کو گرفتار کرتا۔ ایک مرتبہ سنہ ۱۵۴۰ء میں اُس نے حسب عادت جزیرہ کورسیکا پر چھاپہ مارا۔ یورپ کا نامی قزاق امیرالبحر ڈوریا شکار کی تلاش میں یہاں پہلے سے منڈلا رہا تھا۔ چنانچہ دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ایک سخت کشمکش کے بعد نوآموز قزاق کو تجربہ کار قزاق سے شکست کھاکر رسم جنگ کے بموجب حلقہ بگوش ہونا پڑا

طرغد کا حملہ

قید

ایک روز ڈوریا کے ایک سردار لاویلٹا نے جو پہلے کبھی خیرالدین کے جہاز پر حلقہ بگوش ملاح ہونیکی عزت حاصل کر چکا تھا۔ طرغد کو پابزنجیر بلی ہاتھ میں لئے دیکھا۔ اور پہچان کر بولا "طرغد رئیس! رسم جنگ یہی ہے"۔ طرغد نے نہایت کشادہ پیشانی سے اسکی حالت ماقبل کی یاددہانی کے طریق پر جواب دیا "ہاں جناب! بیشک میں نے اور آپ نے صرف قسمتیں بدل لی ہیں"۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ خیرالدین ترکی امیرالبحر ہونیکی حیثیت سے بحیرہ اڈریاٹک میں تیغ و سپر تھا۔ آخرکار ۱۵۴۳ء میں جب کپتان پاشا نے ڈوریا کو یہ دھمکی دی کہ اگر تم طرغد کو رہا نکروگے تو میں جنیوا کا نام و نشان تک مٹادونگا۔ تب اُسکو قید سے مخلصی ملی۔ خیرالدین نے اسکو الجزائر کے صیغہ حربیہ کا انتظام سپرد کر کے مغربی بحیرہ روم کی حکومت پر متعین کر دیا۔ قید کی نابرداشتنی اذیتوں سے اُسکی آتش انتقام دُگنی تیزی سے بھڑک اُٹھی۔ اُسنے اطراف و جوانب میں ترکتازیاں شروع کردیں خصوصاً سواحل اٹلی کو اسقدر نقصان پہنچایا کہ شاید اُن اطراف میں اُسکا نام قریب قریب وہی ہیبتناک اثر رکھتا تھا جو شیردل صلاح الدین (سالاڈین) کا نام شمال مغربی یورپ میں۔ فرنگی جہازوں

ایک لطیفہ

رہائی

طرغد کا رعب

کے لیئے بحیرۂ روم کے تمام مغربی حصوں پر گویا قفل پڑ گئے تھے۔ یہاں تک کہ مجاہدین مالٹا ہر چند کہ سفاکانہ غارتگری میں بربری کورسیر کم رعب نرکھتے تھے۔ بلکہ ٹریپولی پر قابض ہوکر تو وہ ہر طرح اپنے حریفوں کے ہم پلہ ہو گئے تھے۔ لیکن انکی بھی تاب مجال نہ تھی کہ اس مغربی قطعۂ آب سے بلا تکلف گزر جائیں۔ جیساکہ حاجی خلیفہ (ترکی مورخ) لکھتا ہے۔ طرغد درحقیقت "شمشیر برہنہ" تھا۔ جب کوئی مخالف جہاز اسکے بیڑے کو دیکھ لیتا تو اہل جہاز کے سامنے گویا تصویر مرگ پھر جاتی تھی[۱]

طرغد کی فتوحات

طرغد جسطرح تاخت و تاراج میں مشاق تھا۔ اُسیطرح ملکی دارو گیر کا شائق بھی تھا چنانچہ اُسنے اسپین کے تمام مقبوضات واقع سواحل بربر ایک ایک کرکے فتح کئے۔ مثلاً سوسہ۔ سفاکس۔ مناسطر وغیرہ۔ اور آخر پڑ ٹیونس کی طرف متوجہ ہوا جو ابھی تک کیتھلک گورنمنٹ کی "حالا کشیدند" میں تھا۔

ٹیونس کی پولیٹکل حالت

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ٹیونس کا ستون سلطنت مرکز ثقل سے جنبش کر چکا تھا۔ سلطان حمید ابن سلطان حسن کا مبارک اور قابل قدر جلوس ہر چند کہ قیروان کی مرضی سے عمل میں آیا تھا۔ مگر اُس مادّہ کو منتشر نکر سکا۔ جسنے ملک میں جا بجا ناسور پیدا کر دیے تھے چنانچہ تمام صوبوں میں بدنظمیاں پھیلی تھیں۔ ہر طرف طوائف الملوکی کی گھنگھور گھٹا چھائی تھی۔ آخرکار قوم کے سربرآوردہ اراکین نے حمید کو تخت سے برطرف کرکے بطور کونسل خود عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ مگر اس تدبیر سے اَور تفرقہ پڑگیا۔ کیونکہ ممبران کونسل نے

---

[۱] لین پول صفحہ ۱۲۸

اپنے اپنے جتھے قائم کرلئے جو ہمیشہ ایک دوسرے کے درپے تخریب رہتے تھے۔ اور باہمی شکر رنجیوں میں قومی خون بیدریغ بہاتے تھے۔

ٹیونس کی پولیٹکل سٹیج کی یہ حالت تھی جبکہ ۸۵۵ء میں طرغد پاشا ایک ترکی بیڑے کی کمان لیکر اسطرف بڑھا۔ بیرونی قلعوں اور محافظ چوکیوں نے گو مزاحمت کی مگر اولوالعزم کپتان نے دلیرانہ حلق الوید میں داخل ہوکر عین دروازہ کے مقابل لنگر ڈالدیا اور محاصرہ کی کارروائی شروع کردی۔ روڈس کیطرح یہاں بھی ایک دل شکستہ سردار نے جوگروہی مخالفت کے جوش میں مبہوت تھا۔ حملہ آورین کی رہبری کی۔ اور طرغد کو ایک جری دستہ سمیت رات کے وقت شہر پناہ میں داخل کردیا۔ اُنھوں نے اندر داخل ہوکر شہر کا دروازہ کھول دیا۔ اور تمام کوچہ و بازار میں پھیل گئے۔ اہل شہر نے خوابگاہوں سے نکلکر دیکھا تو یہ دیکھا کہ فصیل و بروج قلعہ پر سرخ سفید ہلالی جھنڈے نصب ہیں۔

ٹیونس کی فتح

ہر چند کہ اسوقت یورپ کی کوئی سلطنت دربار ٹیونس میں ہمسرانہ اور مساوی حقوق سے زیادہ کسی قسم کا حق نہ رکھتی تھی۔ اور اس لحاظ سے ٹیونس کا ہلال کے سایہ عاطفت میں آنا۔ یا خود مختار رہنا۔ دول یورپ کے لئے اُسوقت تک یکساں اثر رکھتا تھا جبتک کہ ٹیونس کے فرمانروا اور رعایا (عام اس سے کہ عزل و نصب اور انقلاب سلطنت ہو یا نہو) کسی ایسے جدید فعل مذموم کے مرتکب نہوتے جو اُنکی ہمسایہ مسیحی قوموں کے امن عامہ کو یقیناً آشفتہ کرتا اور تمام مسیحی دنیا میں قولاً و فعلاً نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ مگر بانیہمہ اس جدید تسخیر کی خبر سے اسپین کی مستعار عربی شجاعت میں بے طرح طغیانی پیدا ہوئی اور تمام جنوبی

یورپ کی بلا وجہ مداخلت

یورپ اپنی قدیم عادت کے موافق متفق ہوکر ایلغار کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ کیونکہ ٹیونس پر ترکوں کا قبضہ اور پھر طرغد جیسے مشہور غارتگر کی وساطت سے۔ نہ صرف ناگوار بلکہ سخت تلخ تھا حالانکہ خود گورنمنٹ اسپین ٹریپولی پر غارتگران مالٹا کے ذریعہ سے قابض تھی۔ اور انڈریا ڈوریا کو جو کچھ کم بے اصول قزاق نہ تھا۔ ہر طرح کی جرأت دلاتی تھی۔ حملہ کی تجویز سوچنے والوں میں ڈن گارشیا ڈی ٹولیڈو نواب طلیطلہ سب سے زیادہ سرگرم تھا۔ کیونکہ ایک طرف قدسی نفس پوپ آو روم نے مع اپنی عقیدتمند سلطنتوں کے امداد کا وعدہ کیا تھا اور دوسری طرف خود ڈن گارشیا کے باپ حاکم نیپلز نے اعانت کا یقین دلایا تھا۔ ایک طول طویل بحث اور ردّ قدح کے بعد بالآخر ۲۰۔ جون ۱۵۵۰ء کو جنوبی یورپ کی تمام بحری اور برّی فوجیں انڈریا ڈوریا کے ماتحت ٹیونس پر جھک پڑیں۔ طرغد اسوقت بحیرۂ روم کا سالانہ دورہ کر رہا تھا۔ اور اُسکا ہونہار بھتیجا حصار رئیس نو مفتوحہ صوبہ کا نظم و نسق کرتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسی قلیل مدت میں شہر کی قلعہ بندی اور استحکام کی تکمیل نہو سکتی تھی۔ خصوصًا اسدرجہ تک کہ ایک لشکر مور و ملخ کے حملہ کو سہہ سکتا۔ نیز محصورین کی فوجی قوت بھی کچھ زیادہ قابل اعتماد نہ تھی۔ تاہم ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد جب انھوں نے ایک مرتبہ شہر سے نکلکر حملہ کیا تو محاصرین انکو سخت نقصان اٹھائے بدون پسپا نکر سکے اس اثناء میں طرغد نے واپس آکر ترکوں اور بربریوں کے ایک مختصر دستہ سے دوسرا حملہ کیا۔ مگر دشمن کی قوت بہت زیادہ تھی اسلئے وہ خود قسطنطنیہ کے ارادہ سے واپس جربہ ہوا۔ اور شہر نے چار ماہ بعد ۱۰ ستمبر کو دروازہ کھولدیا۔

ماہ آیندہ میں طرغد نے بیس جنگی جہازوں سمیت قسطنطنیہ سے معاودت کی۔ وہ ابھی رودبار جربہ میں اپنے بیڑے کو ترتیب ہی دے رہا تھا کہ انڈریا ڈوریا نے جو ابھی تک ٹیونس میں مقیم تھا خبر پاکر اُسکو دفعتہً آن لیا۔ یہ قطعۂ آب بالکل ایک مسدود کوچہ کے مشابہ تھا۔ یعنے جیساکہ مقدمہ میں بیان کیا گیا ہے جزیرہ نما جربہ کی پشت پر ایک بڑی وسیع جھیل بطور اندرونی بحیرہ واقع ہے۔ جسکو سرطاس کبری (گریٹر سرٹیز) کہتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اسمیں جہازات قدرتاً داخل نہ ہوسکتے تھے اور نہ نکل سکتے تھے مگر جھیل اور جزیرہ نما کے درمیانی قطعۂ خشکی میں شمالی سمت پر سمندر کے پرزور تلاطم امواج سے ایک تنگ رودبار بطور نہر بنگئی ہے۔ جس سے ہلکی ہلکی جہاز نما کشتیاں بادبان سمیٹ کر بدقت جھیل میں آجاسکتی ہیں۔ جنوبی سمت پر بھی اگرچہ ایک ایسا ہی مدخل ہوسکتا تھا۔ مگر اسوقت اُسمیں بالکل دلدل تھی۔ اب طرغد اِس مصنوعی نہر میں تھا جبکہ ڈوریا نے اچانک پہنچکر اُسکے دروازہ پر لنگر ڈالدیا۔ اور اطمینان کے ساتھ بربری بیڑے کی مستمندانہ درخواست صلح کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن طرغد بھی کوئی معمولی جہازراں یا سواحل بربر کے نشیب و فراز سے ناواقف نہ تھا۔ اُسنے اِس حالت ششدر کی جس کو ڈوریا اپنے ذہن میں آخری کشت اور مات سمجھتا تھا۔ ذرا بھی پرواہ نکی اور ایک ایسی نازک چال چلا کہ یورپ کا فرسودہ روزگار امیر البحر حیران رہگیا۔ یعنے اول اس آبنائے کے کنارے پر دمدمے باندھکر دلیرانہ گولہ باری شروع کردی۔ اور جب یورپین بیڑا ہمہ تن اسطرف مصروف ہوگیا تو جھٹ پٹ کوئی دو ہزار قلی بالا بالا جزیرہ سے بلوا کر درمیانی

قطعہ کے جنوبی حصہ کو جسمیں سراپا دلدل تھی اس پھرتی سے کھدوا ڈالا کہ صرف ایک رات میں یہاں بھی ایک تنگ نہر بطور مخرج جاری ہو گئی۔ صبح ہوتے بربری بیڑا خیر و سلامتی سے بحیرۂ روم کی نیلگوں سطح پر جا جما۔ ڈوریا جو اپنی کامیابی آیندہ پر متیقن و نازاں ہو کر چارلس کو نوید فتح بھیج چکا تھا اُسکو اس چال کی خبر ہوئی تو اُسوقت جبکہ طرغند آر کے پیلیگو کے لئے لنگر اُٹھا چکا تھا۔

اگلے برس ۱۵۵۱ء میں صاحبقران نے اُسکو بمعیت صنعان پاشا ترکی بیڑے کا امیر البحر مقرر کر دیا۔ خیر الدین کیطرح طرغند کو بھی خواہش تھی کہ درو بست سواحل بربر کو بابعالی کے مضافات میں داخل کرے۔ اور اگرچہ اسپین کے اکثر ضروری مقبوضات واقع ساحل مذکور کو فتح کر کے اُسنے اپنی خواہش کو کسیقدر پورا بھی کیا۔ لیکن چند اَور ضروری مقامات ہنوز باقی تھے۔ اِنمیں دو کی نہایت ہی ضرورت تھی۔ ایک تو ٹیونس جسپر سالگزشتہ کے موسم بہار میں فوجکشی کر کے وہ فی الجملہ ناکام ہو چکا تھا۔ اور دوسرا ٹریپولی (طرابلس) جو سب سے پہلی بندرگاہ۔ نہایت مستحکم قلعہ بند شہر۔ اور مغربی بحیرہ روم سے گزرنے والوں کیلئے ساحل بربر کا گویا مشرقی دروازہ تھا۔ چنانچہ اس جدید عہدہ پر متمکن ہو کر اُسنے بابعالی کو اس طرف توجہ دلائی۔ اور بحصول اجازت ایک مضبوط بیڑے کے ساتھ جسمیں چھ ہزار ترک اور چالیس ضرب توپ تھیں بمعیت صنعان پاشا ٹریپولی کیلئے لنگر اُٹھایا۔

ٹریپولی اصل میں اسلامی مقبوضات میں سے تھا۔ مگر ۱۵۱۰ء میں اہل اسپین نے اُسکو بسرداری کونٹ ڈن پڈرو ناوار فتح کر کے مضافات کارڈوا میں داخل

کردیا تھا۔ تاہم کیتھلک گورنمنٹ اِس موزوں جنگی مقام کی کبھی قدر نکر سکی۔ یا بوجہ بُعد اُسکے تحفظ سے قاصر رہی۔ تاآنکہ جب ۲۲ ۱۵ء میں مجاہدین بیت المقدس نے سیف عثمانی کے زور سے روڈس کو خالی کیا۔ اور آٹھ برس اِدھر اُدھر خانہ بدوش منڈلانیکے بعد ۱۵۳۰ء میں جزیرہ مالٹا کو مامن غارتگری بنایا۔ توچارلس نے سہل انکاری سے یا بغرض اظہار اختصاص واحدیت ٹریپولی کو نفع نقصان اور آمد وخرچ سمیت مجاہدین کو تفویض کردیا تھا۔ اُسوقت سے آجتک یہ مقام مجاہدین کے قبضہ میں چلا آتا تھا۔ اور آٹھوں فرقوں میں سے ہر فرقہ کا ایک ایک مجاہد باری باری آکر اُسکا نظم ونسق کرتا تھا۔ چنانچہ جسوقت ترکی بیڑے نے محاصرہ کیا تو ٹریپولی کا گورنر گسپارڈی ویلر نامی ایک مجاہد فرقہ ایورین سے تھا۔ طرغد نے

ٹریپولی طرابلس غربی

حسب معمول اُسکو شہر خالی اور سپرد کردینے کا پیام دیا۔ اور جب صاف جواب ملا تو باقاعدہ محاصرہ شروع کردیا۔ دمدموں اور سدوں کا انتظام صنعان پاشا کے سپرد تھا۔ اُسنے بڑی کاروانی سے گولہ باری کی۔ جس سے ہفتہ بھر میں فصیلیں پاش پاش ہوگئیں۔ ویلر نے چند روز اَور مالٹا کی کمک کا انتظار کرکے صلح کا پیام دیا۔ چنانچہ ۱۵۔ اگست ۱۵۵۱ء کو محصورین نے اپنے آپ کو ترکوں کے سپرد کردیا۔ مجاہدین سے اِس موقع پر بھی وہی حُسن سلوک کیا جاتا۔ جو انتیس ۲۹ برس ہوئے کہ صاحبقران نے ۲۲ ۱۵ء میں روڈس کی فتح پر کیا تھا مگر بحیرۂ روم میں سالہاسال جہازرانی کرکے طرغد اور صنعان اِس احسان فراموش اور ناقدرشناس گروہ کی تشدد پسند عادت سے خوب واقف ہوچکے تھے۔ پس مالٹا والوں کو عبرت دلانیکے لئے ٹریپولی کے محصورین سے رسم جنگ کے موافق سلوک کیا گیا اور سب کو

اتمام حجت

محاصرہ

صلح

پا بزنجیر و حلقہ بگوش کر کے صنعان پاشا کے ساتھ بطور علامات فتح قسطنطنیہ کو روانہ کر دیا اور طرغد خود مقام مفتوحہ کی ناکہ بندی اور استحکام کی غرض سے ٹھہر گیا۔ کیونکہ اُسکو پختہ امید تھی کہ دول یوُرپ جلد یا بدیر بالضرور حملہ کرینگی۔

مجاہدین کے ساتھ باضابطہ سلوک

اِس معرکہ سے مجاہدین کو خصوصاً اور اہل یورپ کو عموماً سخت نقصان پہنچا کیونکہ ٹریپولی غارتگران مالٹا کا افریقہ میں اوٹ پوسٹ (بیرونی چوکی) تھا۔ اور غارتگران مالٹا اسلامی دنیا میں دول یورپ کا مقدمۃ الجیش تھا۔

مقدمۃ الجیش

چنانچہ نو برس کامل یورپ اِس نقصان عظیم کی تلافی نکر سکا۔ اِس عرصہ میں بربری جہازات کبھی صنعان پاشا کی کمان میں اور کبھی پیالی پاشا کی سرکردگی میں۔ مگر ہمیشہ طرغد پاشا کی رہنمائی سے سواحل اٹلی پر خاص روم کی حوالی میں بلاے بیدرمان کیطرح ہر سال نازل رہتے تھے۔ کلیبیریا۔ اپولیا۔ اکثر زد پر رہتا تھا۔ اور جیساکہ ایک یورپین وقائع نگار قرن وسطی کے یورپ کو معائب غارتگری سے پاک فرض کر کے جوش ہمدردی میں لکھتا ہے۔ فی الحقیقت "اِن صوبوں کا حُسن و شباب۔ دولت و ثروت افریقی دیوتاؤں کو بالطبع مرغوب تھی"۔ آخر کار پوپ پیس چہارم کے سحر آفرین سرمن (خطبوں) سے یورپ کی غیور عرق شجاعت کو ۱۵۵۹ء میں یکایک حرکت ہوئی۔ اور تمام جنوبی طاقتیں جنیوا فلورنس۔ سسلی۔ نیپلز۔ اسپین۔ اٹلی۔ اور خود روم مقدس متفق ہو کر ٹریپولی کو چھین لینے پر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ چنانچہ اوائل فروری میں زائد از دو صد جنگی جہاز اور ایک کثیر التعداد جرار فوج ہر طرف سے آکر آبناے سینا میں جمع ہوئی۔ اور یہاں سے ۱۰ فروری تک

پوپ کے سحر آفرین خطبے

عرق شجاعت کو حرکت

یورپ کی یورش

ڈیوک ڈی میڈیناسلی کی کمان میں طوفان چارپس کیطرح ساحل افریقیہ پر جھکی۔ ڈیوک مذکور نے ٹریپولی کو چھوڑکر اول جربہ کو لیا جو بربریوں کا ہیڈکوارٹر اور ٹریپولی کی کنجی تھا۔ یہاں کے عامل نے جو ایک عربی شیخ تھا حملہ آورین کی قوت دیکھکر فی الفور اطاعت قبول کرلی چنانچہ

جربہ کا محاصرہ

مسیحی فوجیں اطمینان کے ساتھ جزیرہ نما میں اُترکر دو ماہ تک مقیم رہیں۔ اور اس عرصہ میں ایک مستحکم جنگی قلعہ بطور ہیڈکوارٹر تعمیر کرکے اور شہر کی ناکہ بندی سے ہر طرح فارغ ہوکر اس بات پر آمادہ ہوئیں کہ غیر ضروری حصۂ فوج یورپ کو واپس کیا جائے۔

ہلال کو جنبش

اِدھر جب اس عالمگیر یورش کی خبر قسطنطنیہ پہنچی تو صاحبقران نے غضبناک ہوکر ایک عظیم الشان

طرغد اور علی العلوجی

ترکی بیڑا بسرداری طرغد پاشا۔ اوچیالی (علی العلوج) پاشا۔ پیالی پاشا اوائل مئی میں ٹریپولی کی حفاظت کیلئے روانہ کیا۔ یورپین مورخ اس موقع پر یگانہ وار افسوس کرتے ہیں کہ ڈیوک

یورپین مورخوں کا تاسف

میڈیناسلی نے جربہ کی اقامت کو قلعہ بندی اور استحکام شہر کے غیر ضروری عذر (!) پر کیوں اسقدر طوالت دی۔ اور کیوں خواہی مخواہی سمجھ لیا کہ ترک ہمیشہ مئی کے بعد ہی بحری سفر شروع کیا کرتے ہیں۔ جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ جب مسیحی فوجیں ناکہ بندی سے حسب دلخواہ

مسیحی ہیڈکوارٹر میں تہلکہ

فارغ ہوکر معاودت پر طیار ہوئیں تو دفعۃً اطلاع کی کہ ترکی بیڑا اغازہ (گوزہ) کے قریب لنگرانداز ہے۔ اس سے تمام ہیڈکوارٹر میں ایک تہلکہ مچگیا۔ دلاوران یورپ کے جی چھوٹ گئے۔ نہ شجاعوں نے اپنی شجاعت خانہ زاد کا لحاظ کیا۔ نہ فوجی قوت کے اثر اور تعداد کا پاس کیا

ترک آن پہنچے!

ہر شخص کی زبان پر بجز اسکے کچھ نہ تھا کہ بربری آن پہنچے! ترک آن پہنچے! ایک طرف

بزدلانہ سراسیمگی

اولوالعزم ڈوریا بزدلانہ سراسیمگی سے اپنے جنیوا دستہ کو ناپ شناپ جہازوں میں

غازیانہ تمکنت

بھرتا تھا۔ دوسری طرف ڈیوک میڈیناسلی جلد جلد مگر کسیقدر تمکنت اور غازیانہ ادا سے اپنے شجاعت کے پتلوں کو سوار کراتا تھا۔ اِسی حالت کشمکش میں یکایک پرچم ہلال افق پر نمودار ہوا۔ مسیحیوں کے سنبھلتے سنبھلتے ہلالی جہازوں نے آناً فاناً قریب پہنچکر اِس تندی سے حملہ کیا کہ کیتھلاک تسبیح کے تمام دانے بکھر گئے۔ بیڑے کا ہر جہاز آپ آپ کو تھا۔ اور

پرچم ہلال

رود بار جربہ کے شمال سے گزر جانے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر بربری جا بجا سد راہ تھے بالآخر تمام جہازوں کو ہر طرف سے سمیٹ کر کنارہ پر لایا گیا۔ مگر چونکہ کنارے کے قریب عمق بہت کم تھا اسلئے گیلیے اور گیلون ریت میں دھنسکر بالکل نکمے ہوگئے پیچھے سے بربری نہایت تیزی سے دبائے چلے آتے تھے۔ اب افواج متحدہ نے بجز اسکے اَور کسی بات میں مفر نہ دیکھا کہ افتاں وخیزاں خشکی پر اُترکر تیغ و سپر کی آڑ لیں۔ چنانچہ ترکوں اور بربریوں نے قریب ساٹھ خالی جہاز گرفتار کئے اور پھر شمشیر بکف کنارے پر اُتر کے اہل جہاز پر ٹوٹ پڑے۔ پرجوش فریقین میں پانچ گھنٹے تک سخت ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ مسیحیوں نے بڑھ بڑھکر داد مردانگی دی۔ خصوصاً مجاہدین مالٹا نے اسقدر گرانی سے

رود بار جربہ کا خونریز معرکہ

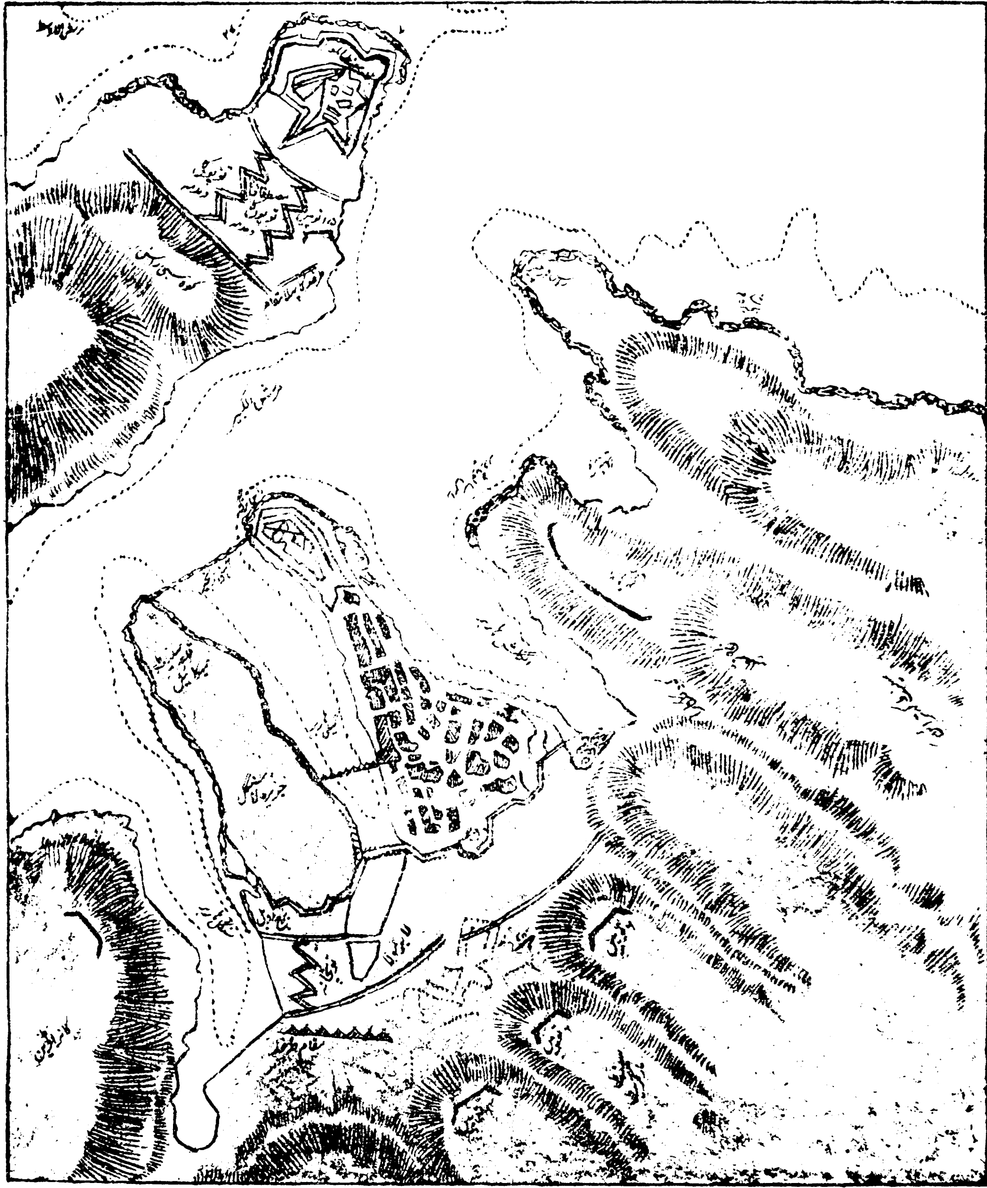
نقد جانفروشی کی کہ بربریوں اور ترکوں کے چھکے چھوٹ چھوٹ گئے۔ بالآخر ہلال غالب رہا اور دشمن کے اٹھارہ ہزار آدمی کھیت رہے جنکے خون سے ساحل پر ایک دوسرا رود بار جاری ہوگیا۔ ڈوریا اور میڈیناسلی لڑائی کا رنگ دیکھکر پہلے ہی سرک گئے تھے اور اٹلی کے

کشمکش جانفروشی

نتیجہ

بہادر دستہ کا کچھ حصہ عین لڑائی کے وقت فرار ہوگیا تھا۔ مابقی جہازوں اور فوج میں سے ایک بھی بچکر نہیں گیا۔ غنیمت میں اسپین کا قومی جھنڈا بھی بربریوں کے

# جزیرہ مالٹا کا محاصرہ ۱۵۶۵ء میں



ہاتھ آیا۔ ڈن اسو بروا اور بہت سے عالی نسب و عالی نژاد یورپین قید ہوئے۔[۱]

رود بار جربہ کا خونریز معرکہ ۱۱۔ مئی سنہ ۱۵۶۰ء کا واقعہ ہے۔ اور اسپین کی تاریخ میں آجتک سخت ناکامیوں میں شمار ہوتا ہے۔ جب یہ جانگزا خبر انڈریا ڈوریا کو ملی اور اپنے ہونہار بھتیجے کی شرمناک شکست کا حال معلوم ہوا تو اُسکو سخت صدمہ ہوا۔ اور فرط غم سے بیتاب ہوکر اپنے رفیقوں سے جو اُسکے بستر مرگ کے گرد ماتمی حلقہ باندھے ہوئے تھے خواہش کی کہ مجھے لیچلو۔ اور پادری سے تلقین کراؤ۔ بُڈھے ڈوریا کی یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ وہ اِس معرکہ میں شریک نہ تھا۔ ورنہ معرکہ پریویسا کو بھول جاتا۔

رود بار جربہ کے معرکہ سے قریبًا چھ ماہ بعد یعنے ۱۵۔ نومبر کو یورپ کے اِس بڑے مشہور لُٹیرے نے جان جاں آفریں کو سونپ دی۔

---

[۱] لین پول صفحہ ۱۴۰۔ سنہ ۱۳۹۰ء میں بھی اسیطرح کا یورپین طوفان بے تمیزی ٹیونس پر نازل ہوا تھا۔ اور اسیطرح فرو ہوا تھا۔ اسکے تفصیلی کوائف ناظرین کو اقصاے مغرب حصہ اول میں اپنے موقع پر ملیں گے۔

# آٹھوان باب

## مالٹا کے مجاہدین بیت المقدس اور ۱۵۶۵ء کا معرکہ

یہ یاد ہوگا کہ طرغد پاشا نے مجاہدین بیت المقدس کو ۱۵۵۱ء میں ٹریپولی سے مار کر نکال دیا تھا۔ اُمید تھی کہ اس غارتگر فرقہ کو ۱۵۲۲ء کے معرکہ روڈس کے بعد جو یہ دوسرا سبق ملا ہے اسکو ہمیشہ یاد رکھینگے مگر واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مالٹا میں جاکر وہ بہت جلد اسکو بھول گئے۔ اور پھر اُسی پرانی عادت پر اُتر آئے۔ چنانچہ ساحل سسلی سے لیکر بحیرۂ شام کی غایت حدتک تمام قطعۂ آب گویا اِنکا جولانگاہ بنگیا۔ اگرچہ باقاعدہ اور جنگی جہاز اُنکے پاس کل ساٹھ ہی تھے۔ مگر چھوٹی چھوٹی سبکرفتار شکاری کشتیاں بکثرت تھیں جنسے وہ اِس وسیع قطعۂ آب میں نہایت قسی القلبی کے ساتھ لوٹ مار کرتے تھے اور تجارتی جہاز گرفتار کر لیتے تھے۔ شام و مصر کی تجارت اِن سفاکانہ ترکتازیوں سے خصوصًا محل خطر میں تھی۔ اخیر پر اس مردم آزار گروہ کی دست درازی یہانتک بڑھی کہ خود بربری قزاقوں کے جہاز بھی اُنسے بچکر چلتے تھے اُنکے بڑے بڑے سردار بلکہ گرینڈ ماسٹر (علم اول) تک غنیمت کی تلاش میں جابجا منڈلاتے پھرتے تھے۔ مثلاً جین ڈی لاویلیٹا جو پہلے امیر البحر اور بعد کو گرینڈ ماسٹر ہوا فرنیس آو ریورین جو فرانس کا گرینڈ پرائر (دائرہ دار اول) تھا۔ اور می گاس وغیرہ ان سے بڑھکر غارتگری میں ید طولی اور کسکو ہو سکتا تھا۔ اگر ان میں اور بربری غارتگروں میں کچھ فرق ہے تو صرف یہ کہ یوربین وقائع نگار مجاہدین کی خصلت کی

غارتگران مالٹا کی ترکتازیاں

مورضین یورپ کی طرفداری

اصلی تصویر طوعًا و کرہًا دکھلا کر اخیر پر لکھدیتے ہیں کہ "یہ سب کچھ سہی مگر انکی غارتگری میں ایک طرح کی شجاعانہ ادا اور صدق و خلاص کی آمیزش تھی۔ بیشک وہ قزاق تھے مگر بیکسوں اور مصیبت زدوں کے سچے حامی بھی تھے۔ اور صرف دشمنان دین پر ہاتھ صاف کرتے تھے"[۱] ۱۵۵۱ء میں ٹریپولی سے نکلکر مجاہدین نے پھر اسطرف کا رُخ نہیں کیا۔ بلکہ ۱۵۶۵ء تک مرکز جہاد یعنے خاص مالٹا کے استحکام میں مصروف رہے۔

مالٹا کا استحکام

چنانچہ قلعۂ سینٹ میکائیل اور سینٹ انگلو کی مرمت کی۔ سینٹ ایلمو کے نام سے ایک جدید قلعہ تعمیر کیا۔ جابجا سدیں قائم کیں۔ دمدمے بنائے۔ فصیل و بروج کو مستحکم کیا۔ خندقوں کا عمق بڑھایا۔ غرضکہ ماسٹر ایو نجلسٹا نے جو ایک نہایت کارآزما انجنیر تھا۔ چودہ برس تک تمام لوٹ مار کا مال سولھویں صدی کے اصول قلعہ بندی پر صرف کیا۔ اسلئے کہ مجاہدین خوب جانتے تھے کہ الجزائر میں دولت عثمانیہ کی شاخ روز کا کھٹکا ہے۔ اور جب یہ خود عثمانی جزیروں پر غارتگرانہ حملے کرتے تھے تو قرین عقل بھی تھا کہ اپنے بچاؤ کا سامان بھی رکھتے۔ آخر یہ وقت آن پہنچا اور صاحبقران نے انکی دست درازیوں کو حد سے بڑھتا دیکھکر گوشمالی کا ارادہ کیا۔

مہم کے ابتدائی کوائف

ابتدا میں اگرچہ یہ کوئی بڑی بھاری مہم نہ تھی۔ نہ اسپر کسی فریق کی زرمی نیکنامی کا انحصار تھا۔ کیونکہ مجاہدین لٹیروں کی ایک جماعت تھی جنکا دست تظلم بحر شام میں روز بروز دراز ہوتا جاتا تھا۔ اور ترک ان اطراف میں مقتدر اور عوام کی حفاظت کے ذمہ دار تھے

---

[۱] دیکھو لین پول صفحہ ۱۴۱ و ۲۴۴۔ گویا اسکے یہ معنے ہوئے کہ بربری قزاق کوئی مذہب نہ رکھتے تھے۔ لہٰذا انکے لئے یہ عذر معقول نہیں ہوسکتا عجیب استدلال ہے!

پس اُنکی گوشمالی انکا فرض تھا۔ مگر چونکہ یورپ کے مورخ اپنی قدیم عادت کے بموجب اس واقعہ پر معمول سے زیادہ زور دیتے ہیں۔ نہ اِسلئے کہ ایک مردم آزار گروہ کو بالآخر کامیابی ہوئی بلکہ صرف اس لئے کہ انیسویں صدی کے ترکوں کے آباؤ اجداد کو ناکامی ہوئی۔ لہذا ہم اس محاصرہ کے تفصیلی حالات قلمبند کرتے ہیں۔ اور اول موقع جنگ سے شروع کرتے ہیں

جزیرہ مالٹا کی طبعی حالت

جیساکہ نقشہ سے ظاہر ہے۔ مالٹا ایک سراپا سنگلاخ اور اسقدر ناہموار مقام ہے کہ تمام جزیرہ میں کہیں کوئی کشادہ مستوی میدان نظر نہیں آتا۔ بلکہ جا بجا اونچے نیچے ٹیلے سنگلاخ چٹانیں۔ اور سطحات مرتفع دکھائی دیتی ہیں۔ اسیطرح اِسکے سواحل بھی تلاطم امواج سے صدمہ رسیدہ اور چاک چاک ہیں۔ چونکہ شمالی ساحل سمندر میں کچھ زیادہ نکلا ہوا تھا۔ اِسلئے پانی کی تیز اور تند موجوں نے اِسکے ایک پہلو کو جہانتک ہوسکا ہے کاٹکر جزیرہ کو قدرتی طور سے دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے۔ شمالی حصہ تو یہی قطعہ ہے جو دور سے ایک سنگلاخ بینی کوہ معلوم ہوتا ہے۔ اور کوہ سیبی راس کہلاتا ہے۔ اور جنوبی حصہ باقی جزیرہ ہے سیبی راس کے شمالی ساحل کی خلیج مرش الاوسط کہلاتی ہے۔ محاصرہ کے وقت یہ حصہ گو قبضہ میں نہ تھا مگر غیر محفوظ بھی نہ تھا۔ کیونکہ سینٹ ایلمو جو بینی کوہ پر مثل ایک مسلح محافظ کے ایستادہ تھا۔ گویا خلیج مذکور کے دروازہ کا حاجب تھا جنوبی خلیج یعنے وہ قطعۂ آب جو جزیرہ کو شمالی اور جنوبی دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے مرش الکبیر کہلاتا ہے۔ اور یہی منبع جہاد تھا۔ چنانچہ اس زمانہ کا شہر مالٹا یعنے والیٹا گو مرش الکبیر کے شمالی ساحل پر واقع ہے۔ مگر ۱۵۶۵ء میں جنوبی ساحل پر تھا جسکو چار سنگلاخ بلندیوں نے مثل بینی کوہ ایک دوسرے کے محاذ میں بیرون ساحل نکلکر

سطح

ساحل

ساحل

قلعہ سینٹ ایلمو

متعدد بندرگاہوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ سب سے پہلے راس فورچینیر ہے جو بحر شام کو ارنیلا سے جدا کرتی ہے۔ پھر راس سالویڈور جو ارنیلا کو انگلش ہاربر سے جدا کرتی ہے۔ اِسکے بعد راس برگ جو انگلش ہاربر کو گیگینر ہاربر سے علیحدہ کرتی ہے۔ اور سب سے اخیر پر جزیرہ سینگل جو گیگینر ہاربر کو لا سینگل سے جدا کرتا ہے۔ اور بذریعہ ایک تنگ ریتلی خاکنا کے سرزمین مالٹا سے ملجاتا ہے۔ انہیں راس برگ کے سرے پر قلعہ سینٹ انگلو واقع ہے جو مرکز حکومت اور دار الجہاد ہے۔ اور لا سینگل کے سرے پر قلعہ سینٹ میکائیل ہے۔ علاوہ ازیں آبناؤں کے محاذ میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک اونچے نیچے پہاڑوں کے سلسلہ نے ایک ایسا خط کھینچدیا ہے جسکو مالٹا کے قلعوں اور بندرگاہوں کی قدرتی سد مشترک کہنا چاہیئے۔ یہی حال عقب کا ہے۔ چنانچہ قلعہ سینٹ ایلمو کی پشت پر کوہ سیبی آرس ہے جو سلامی کی وضع پر پیچھے کو رفتہ رفتہ بلند ہوتا چلا گیا ہے۔ ارنیلا اور انگلش ہاربر کے پیچھے کوہ سالویڈور اور کوہ کلکارا کے سلسلے چلے گئے ہیں۔ جو آخر پر سینٹ کتھرائن کے پہاڑوں سے ملجاتے ہیں۔ برگ اور سینٹ میکائیل کوہ سینٹ مارگریٹ کی کشیدہ قامت چوٹیوں کو پشت پر لئے ہوئے ہیں۔ اسیطرح مرش الکبیر کے مغربی حصہ اور آبنائے سینگل کے پیچھے ایک سنگلاخ سطح مرتفع واقع ہے جو کانراڈین کہلاتا ہے۔ اِس مختصر اور محض بیرونی حالت کو پڑھکر جنگ سے ناواقف بھی تھوڑا بہت اندازہ کر سکتے ہیں کہ موقع قدرتی طور سے کسقدر سخت اور دشوار گزار اور محصورین کے حق میں کہاں تک مفید تھا اگر مصنوعی حفاظت کا سامان نہ بھی ہوتا۔ تب بھی کوہستانی سلسلے۔ سنگلاخ نشیب و فراز

سینٹ انگلو

سینٹ میکائیل

قدرتی استحکام

اور بحر شام کے بعض عمیق حصے قدم قدم پر سدراہ تھے۔ انیسویں صدی کے گولہ انداز اور انجنیروں کے نزدیک تو مالٹا کا محاصرہ ایک بات تھی۔ مگر جیسا کہ آیندہ پروداز محاصرہ سے ثابت ہوگا سولھویں صدی میں فن حرب نے یہانتک ترقی نکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بربری اور ترک کافی فوج کے باوجود بھی مالٹا کو فتح نکر سکے۔

دول یورپ اور مالٹا کے تعلقات

یہ ظاہر ہے کہ مجاہدین بیت المقدس اسلامی دنیا میں خواہ کہیں مقیم ہوتے روڈس میں۔ ٹریپولی۔ یا مالٹا میں ہر جگہ دول یورپ کا مقدمۃ الجیش سمجھے جاتے تھے لہذا آڑے وقت پر انکی مدد کرنا مغربی دنیا کا فرض کفایہ تھا۔ ورنہ ہر بران قسطنطنیہ و الجزائر کے مقابلہ میں ان معدودے چند غارتگروں کی حیثیت ہی کیا تھی "مشتے از خاک بطوفان نوح"۔ امداد کے کئی طریقے تھے۔ ایک تو یہی آجکل کے والنٹیر کہ ذرا سی شورش دیکھکر یورپ کے کونہ کونہ سے نکل پڑتے ہیں اسیطرح اُس زمانہ میں مجاہد تھے۔ جب اِس مقدمۃ الجیش پر کوئی آفت آتی تو سیکڑوں ہزاروں جنگجو دلاور یورپ کے ہر حصہ سے غازیانہ لباس پہنکر اور "المجاہد" "المبارز" کا خطاب لیکر افریقہ کی طرف جاتے دکھائی دیا کرتے تھے۔ مزید برایں مجاہدین بیت المقدس بجائے خود یورپ بھر کی قوموں کا عطر مجموعہ تھا۔ اس حکمت عملی سے یہ بڑا فائدہ تھا کہ بعض سلطنتیں اپنی قومی اور مذہبی قانون کی خلاف ورزی بھی نکرتی تھیں۔ اور صلحاے الجزائر و ٹرکی میں بھی بلاتکلف داخل تھیں

یورپ کی امداد کے طریقے

دوسرا طریقہ امداد یہ تھا کہ علانیہ فوجیں اور جہازات بھیجکر اس غازی فرقہ کو دشمنان دین کے حملوں سے بچائیں۔ چنانچہ ایلغار کی خبر پاکر گرینڈ ماسٹر (معلم اول یا امیر المجاہدین) لاولٹیا نے

پوپ سے استمداد

قدسی نفس پوپ آف روم کو اطلاع کی کہ "المدد! المدد!" یہاں سے ایک ادنی اشارہ پر یورپ بھر کی پولیٹیکل کلوں کے پہیے گھومنے لگے۔ مجاہدین کے پیرایہ میں جسقدر مدد پہنچی۔ یورپین اسکی صحیح مقدار نہیں لکھتے۔ مگر علانیہ طور سے اسپین نے اپنی وسیع سلطنت کے ہر حصے سے بیشمار فوج بھیجی۔ پوپ آف روم نے زرکثیر بطور مصارف جنگ اور اپنا وہی معمولی روحانی تصرف اور شکر دعا بھیجدیا۔ علاوہ ازیں قریبًا آٹھ ہزار جوان خاص مالٹا کے باشندوں میں سے منتخب کیئے گئے۔

متحدہ ہلالی بیڑا اور اُسکی فوجی قوت

۱۸ مئی ۱۵۶۵ء کو ترکی بربری بیڑا جسمیں چھوٹے بڑے کل ملاکر ڈیڑھ سو جہاز اور تقریبًا تیس ہزار فوج تھی۔ پیالی پاشا۔ حسن پاشا۔ مصطفے پاشا جیسے دلاوروں کی کمان میں جزیرہ کی طرف حرکت کرتا دکھائی دیا۔ مجاہدین کا سپہ سالار اور پیشوا الاولیٹا نامی ایک مشہور شجاع تھا۔ مُسن۔ کار آزما۔ دلاور۔ روڈس اور ٹریپولی کے میدان ہارے ہوئے۔ اور بربری کشتیوں

مجاہدین کا پیشوا

پر عرصہ دراز تک حلقہ بگوش خلاصی کا کام کئے ہوئے۔ ترکوں خصوصًا بربریوں کی زبان۔ خو بو۔ اور طرز جنگ سے خوب واقف۔ سخت مزاج بلکہ سفاک طینت۔ خونریز۔ مزید براں اپنے فرقہ اور ملت کا بیحد طرفدار تھا۔ پرچم ہلال کی رویت اول پر اُسنے سمجھا کہ ساعت ناگزیر آن

تلقین

پہنچی۔ اور اپنی ذریات کو جمع کرکے تلقین کی کہ "اے مذہب کے سچے جان نثارو! گناہوں سے توبہ کرو اور خدا کو راضی کرو۔ باہم شکر رنجیوں کو دلوں سے دھو ڈالو۔ اور یکجہتی سے اپنے پاک مذہب پر قربان ہونیکیلئے کمربستہ ہوجاؤ۔ جسکی حمایت کی تم نے قسم کھائی ہے"۔ چنانچہ ہر مجاہد نے الگ الگ سربسجود ہوکر دنیاوی جاہ وجلال اور دنیاوی غرور و تمکنت سے بتضرع وزاری توبہ کی۔ اور

عشاء ربانی تناول کرکے مسیح کی راہ میں جان دینے کو تیار ہوگئے[۵۱]

متحدہ ہلالی بیڑے کی کمان

ادھر متحد بیڑا پیالی پاشا کی کمان میں جزیرہ کی طرف بڑھا۔ امیر البحر دراصل طرغد پاشا تھا مگر وہ ابھی شریک نہوا تھا۔ اور ہر چند کہ بابعالی کا حکم تھا کہ طرغد پاشا کے پہنچنے تک کوئی کارروائی شروع نکیجائے۔ مگر کچھ تو پیالی نے عجلت کی اور کچھ طرغد کو بھی بجہ شام میں ادھر اُدھر راغرسانی اور جستجو کرنے میں خلاف توقع پندرہ دن زیادہ لگ گئے۔ نقشہ

موقع جنگ

سے ظاہر ہے کہ سب آبادی مالٹا کا جنوبی حصہ تھا۔ شمالی حصہ یعنے سیبی راس اگرچہ سامان سے خالی نہ تھا۔ مگر فوجی قوت کے لحاظ سے سینٹ ایلمو میں معمولی درجہ کے سو پچاس سپاہیوں سے زیادہ نہ تھے۔ حملہ آورین کے جہاز اسقدر تھے کہ مرش الکبیر میں داخل ہوکر شمالی

پرداز محاصرہ

اور جنوبی دونوں حصوں سے ایک ساتھ جنگ کیجاتی تو سیبی راس کی مختصر جمعیت بآسانی زیر ہوجاتی۔ مگر سپہ سالار مصطفے پاشا سمجھا اور غلط سمجھا کہ سینٹ ایلمو سہل الحصول ہے اگر یہ قلعہ قبضہ میں آگیا تو محاصرین اسمیں جمکر جنوبی حصہ کا محاصرہ عرصہ دراز تک کرسکتے ہیں

مصطفے پاشا کی غلطی

چنانچہ مرش الاوسط میں داخل ہوکر اسنے سینٹ ایلمو کا محاصرہ خشکی کیطرف سے شروع کردیا اور مرایہ کہ مرش الکبیر کو یہانتک نظر انداز کیا کہ اسمیں چند جہاز بھی اس مقصد کے لئے نہ جا[ئے] کہ مالٹا کے جنوبی اور شمالی حصوں کے رسل ورسائل کو مسدود کرسکتے۔ ۲۔ جون تک ادھر سے طرغد پاشا ٹریپولی اور بونا کی چند کشتیوں سمیت۔ اور ادھر سے علی العلوجی پاشا اسکندریہ

امیر البحر طرغد پاشا

سے آملے۔ طرغد نے جب دیکھا کہ پرداز محاصرہ ایسی بُری طرح سے اُٹھایا گیا ہے تو اسکو نہایت

---

۵۱ بابری کورسیر صفحہ ۱۴۵ و ۱۴۶۔

افسوس ہوا۔ اُسکا شروع سے منشا تھا کہ مرش الاوسط اور مرش الکبیر دونوں سے قطع نظر کیجائے۔ اور بسم اللہ خاص منبع جہاد یعنے قلعہ سینٹ میکائیل اور قلعہ انگلو سے کیجائے۔ اسطرح پر کہ خشکی کی راہ کوہ کا نزاڈین او سینٹ مارگریٹ کی بلند چوٹیوں سے اُنپر گولہ باری کریں تاکہ محاصرین محصورین پر بھاری بھی رہیں۔ اور انکی زد سے بھی محفوظ رہیں۔ مگر چونکہ اسوقت تک بہت سی سایں اور دمدمے تیار ہو چکے تھے۔ لہذا طرغد نے اس تجویز سے بادلِ ناخواستہ موافقت کی۔

افتتاح جنگ

آخر کار یکم مئی کو افتتاحی توپ سر ہوئی۔ سینٹ ایلمو ایک چھوٹا سا قلعہ تھا اور اگر اسکو سینٹ میکائیل سے وقتاً فوقتاً مدد نہ ملتی تو ہفتہ عشرہ میں محاصرہ کا خاتمہ ہو جاتا چنانچہ ۱۷ جون تک مسلسل گولے پڑتے رہے۔ اور قلعہ کی یہ حالت تھی کہ ایک فصیل سخت آتشباری کے بعد جب پاش پاش ہوکر منہدم ہوتی تھی تو پیچھے سے ایک اور جدید فصیل نکل آتی تھی۔ آخر کار حملے شروع ہوئے۔ پہلا حملہ تین گھنٹے تک رہا۔ محاصرین نے مردانہ وار قلعہ کے ایک گوشہ پر قبضہ کرلیا۔ محصورین نے گھبرا کر گرینڈ ماسٹر کو اطلاع دی کہ قلعہ ہاتھ سے جاتا ہے۔ چنانچہ برگ سے تازہ کمک بھیجی گئی۔ اُدھر طرغد پاشا کی تجویز سے خندق پر لمبے لمبے شہتیر ڈالکر ایک بھدا سا پل تیار کیا گیا۔ اور مصطفے پاشا ایک چیدہ دستہ کے ساتھ دروازہ کی طرف بڑھا۔ اُدھر سے محصورین نے سخت مقابلہ کیا اور پانچ گھنٹے کامل ایک سخت ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ محاصرین ہر مرتبہ بڑھتے تھے۔ اور ہر مرتبہ پسپا کئے جاتے تھے۔ قلعہ سینٹ ایلمو شدت آتشباری سے ایک تودۂ خشت و گل ہوگیا۔ مگر جاں نثار

سینٹ ایلمو کا معرکہ

مجاہدین ڈھے پھوٹے برجوں اور فصیلوں کی آڑ میں اسقدر سخت قیمت پر جانیں بیچ رہے تھے کہ بربریوں کے چھکے چھوٹ چھوٹ گئے۔ آخر ۱۷ جون کو محاصرین اپنی غلطی سے واقف ہوئے۔ اور مرش الکبیر کو جنگی جہازوں کی مدد سے قبضہ میں لاکر قلعہ محصور اور قلعہ سینٹ میکائیل کے رسل و رسائل کو مسدود کیا۔ ادھر مورچہ بندی کی حد مرش تک پیچھے ہٹائی تاکہ عقب کے تمام بندروں کی حفاظت کیجاسکے۔ اسی اثنا میں جبکہ طرغد پاشا انجنیروں کے ساتھ توسیع حد کے اہتمام میں مصروف تھا تو اچانک اُسے ایک گولی لگی۔ زخم کاری تھا۔ خوف ہوا کہ فوج میں کہیں ہلچل نہ مچ جائے۔ مگر مصطفےٰ پاشا نے اُسی استغنا اور استقلال سے جو ترکوں کا قومی خاصہ ہے۔ طرغد کے بحس و حرکت جسم پر اپنا اُور کوٹ ڈھک دیا۔ اور خود اُسکی جگہ کھڑا ہو گیا۔ پانچ روز بعد یعنے ۲۲ جون کو صبحدم آخری حملہ کی تیاری شروع ہوئی توپوں کی آواز سے تمام دشت و جبل گونجنے لگے۔ فصیل کا بیشتر حصہ سربسجود ہو گیا۔ مگر مجاہدین اس بے سرو سامانی پر بھی آہنی دیوار کی طرح ڈٹے رہے۔ سہ پہر کو مصطفےٰ پاشا ایک دستے کے ساتھ مینہ آندھی کی طرح قلعہ پر جُھکا۔ اُدھر سے محصورین نے بھی دلیرانہ استقبال کیا۔ اور ایک طرفۃ العین میں گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ جسمیں تیغ و سپر اور آخر کو دست و گریبان کی نوبت پہنچی۔ اور اگر رات کی تاریکی بیچ میں نہ پڑتی تو سینٹ ایلمو کی قسمت کا آج ہی فیصلہ ہو چکا تھا۔ صبح۔ صبح محشر تھی۔ کیونکہ قلعہ والوں کی آنکھوں کے سامنے رات بھر تصویر مرگ پھرتی رہی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ گرینڈ ماسٹر بلکہ پوپ بھی ہمکو اس حالت شش و پنج اور

غلطی کا اعتراف اور تدابیر محاصرہ کی اصلاح

طرغد کا زخمی ہونا

ترکوں کا خاصہ

آخری حملہ

---

لہ باربری کورسیر صفحہ ۱۴۸۔

دہن اژدر سے نہیں بچا سکتا۔ ساعت ناگزیر کسیطرح ٹل نہیں سکتی۔ چنانچہ ہر ایک نے انجیل مقدس
کو ہاتھ میں لیکر بوسہ دیا۔ اور اپنے آپ کو خدا کے حوالہ کر کے مسیح کی راہ میں جان دینے
کو تیار ہوگئے۔ اُدھر بربری اور ترکی دلاور جنھوں نے کشمکش اُمید و بیم میں جاگ کر صبح کی تھی
رات کی گھٹا ٹوپ سے اسطرح نکلے جسطرح کوئی جھلّایا ہوا شیر آہنی پنجرے سے۔ یوں تو رسل و
رسائل مسدود ہونے سے پہلے ہی سینٹ ایلمو کی قوت محدود ہوگئی تھی۔ مگر اب پچھلے دن کے صف شکن
حملوں سے بالکل مضمحل ہوگئی۔ چنانچہ اس آخری حملہ کو سہنے والے وہ پہلے سے مغرور

آخری کشمکش

پرجوش۔ اور جانباز مجاہدین نہ تھے۔ بلکہ چند شکستہ حال سپاہیوں کی جمعیت جنکو
طویل محاصرہ کی سختی اور فاقہ مستی نے گھلا کر ناتوان کر دیا تھا۔ جنکے چہروں سے یاس و نامرادی
ٹپکتی تھی۔ اور جسم زخموں سے چور چور تھے۔ شمشیر بکف اور کفن بر دوش قلعہ سے نکلکر
ایک خفیف سی حرکت مذبوحی کے بعد بربری دستہ میں اسطرح معدوم ہوگئے جسطرح
مینہ کی بوند بادل سے ٹپک کر دریا میں فنا ہوجاتی ہے۔ ہر مجاہد نے مسیحی خون کا ایک ایک
قطرہ لعل و یاقوت کے مول بیچا۔ ایک متنفس بھی موت سے بچکر نہیں بھاگا۔ نامورانہ شجاعت
اور مردانہ جسارت کے لحاظ سے سینٹ ایلمو کا بہادر دستہ بڑی رزمیانہ عظمت کا مستحق ہے
یہ معرکہ درحقیقت معرکہ پلیونا[1] کی ماقبل نظیر تھی۔ طرغد پاشا اسوقت اپنے خیمہ میں بستر
مرگ پر دم توڑ رہا تھا کہ خوشی کے نعروں سے سینٹ ایلمو کا میدان گونجنے لگا۔ اُسنے قلعہ کی

[1] غازی عثمان پاشا نے ۱۸۷۷ء کی جنگ روم و روس میں ایک مختصر جمعیت کے ساتھ پانچ ماہ تک رومانیا اور روس کی ٹڈی دل فوج سے دلیرانہ مقابلہ کرتا رہا۔ اور آخر کو پچاس ہزار دشمنوں کو تہ تیغ کر کے اُسوقت گرفتار ہوا جبکہ وہ قلعہ سے نکلکر بزور شمشیر راستہ صاف کر رہا تھا۔ لین پول تاریخ ترک صفحہ ۳۶۱۔

طرغد کی موت

فتح کی خبر سنی۔ اور کانپتی ہوئی آواز سے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور ساتھ ہی اُس کی روح جو پانچ روز سے گویا اِس مبارک وقت کی منتظر تھی۔ اشک و تبسم کے ہجوم میں پرواز کر گئی۔

نہایت دلیر معرکہ آرا۔ شیر میدان رزم۔ معاصرین میں سب سے زیادہ نامور شجاع عروج اور خیر الدین کا ہم پلہ۔ امیر البحر ڈوریا سے بدرجہا زیادہ ممتاز۔ چارلس پنجم کے بڑے

طرغد کا کیرکٹر

بڑے جانباز جرنیلوں اور کرنیلوں کا مُنہ پھرا دینے والا۔ حقیقت یہ ہے کہ طرغد پاشا رزمیانہ مذاق میں یکتائے روزگار اور عدیم المثال امیر البحر تھا۔ ہمیشہ انکھڑ سپاہیوں کی سی زندگی بسر کرتا۔ جاہ و منصب کا آرزومند نہ تھا۔ بلکہ صرف جانبازی پر مرتا تھا خواہ کامیابی ہو یا ناکامی۔ مغلوب دشمنوں خصوصاً قیدیوں کا سچا ہمدرد و رفیق۔ نہایت زندہ دل آزاد منش بے تکلف تھا۔ ماتحتوں سے مساویانہ سلوک کرتا۔ اِس سے تمام فوج مٹھی میں رہتی تھی سپہگری میں اسکو کمال[۱] تھا اُس کی سی موت قریباً اڑھائی سو برس بعد لارڈ نیلسن کو نصیب ہوئی دونوں سچے سپاہیوں کیطرح اپنے فرائض کی انجام دہی میں عین تنت پر زخمی ہوئے طرغد سینٹ ایلمو کے میدان میں اور نیلسن ۱۸۰۵ء میں آبنائے ٹریفلگر میں۔ طرغد نے اُس وقت جان دی جبکہ فتح کے نعروں سے ہوا گونج رہی تھی۔ یہ وہ انجام ہے جسکی نامور شجاعوں کو بڑی آرزو ہوتی ہے۔

متحدہ بیڑے نے سینٹ ایلمو کو لیا تو سہی۔ مگر نہایت سخت قیمت دیکر طرغد کے علاوہ وہ چھ ہزار سپاہی کھیت رہے۔ اور قریباً دو ہزار آدمی اُدھر کام آئے جنمیں تین سو

[۱] لین پول صفحہ ۱۴۹۔

مجاہدین سے اور باقی دول یورپ کی امدادی فوج سے ۔ باینہمہ مبدا رجہاد یعنے وہ سنگین قلعہ
سینٹ میکائیل اور قلعہ سینٹ انگلو ابھی اُسیطرح ایستادہ تھے ۔ اُنکو کسی نے ابھی چھوا تک
نہ تھا۔ محاصرین کی طاقت جتنی گھٹتی تھی ہمیشہ کیلئے گھٹتی تھی۔ اور محصورین کا اضمحلال برائے
چندے ہوتا۔ کیونکہ یورپ سے مقویات کا تار بندھا رہتا تھا۔ اور فوجوں پر فوجیں مسلسل چلی
آتی تھیں۔ چنانچہ ۳۰ جون سے قبل ہزار سے زیادہ سپاہیوں کی ایک تازہ کمک پہنچی
یہ ڈن جان آو کارڈونا کا عطیہ تھا۔ سپہ سالار ملکائر آو رو بلز کو قلعہ تک پہنچنے میں سخت
دقت پیش آئی۔ کیونکہ مرش الکبیر کے مشرقی ساحل کے تمام قلعہ جات جو بندرگاہوں کا کام
دیتے تھے۔ پچھلے ہنگامہ میں مسمار کرکے اُن کے مصالحہ سے وقتاً فوقتاً سینٹ ایلمو کی مرمت
کیگئی تھی۔ اسلئے لاسینگل سے کوئی راستہ نہ تھا۔ آخر یہ دستہ اولڈ ٹون کیطرف سے
سینٹ میکائیل میں داخل ہوا۔

فریقین کی قوتوں کا موازنہ

محاصرین نے اب طرغد پاشا کی تجویز پر عمل کیا۔ اور جنوبی حصہ پر پیچھے سے دھاوا
کرنے کی تیاری کی۔ زمین قدرتاً سنگلاخ تھی جسمین دمدمے اور سدیں تیار کرنا سخت دشوار
تھا۔ اور چونکہ اس بلندی پر بچاؤ کا کوئی قدرتی سامان نہ تھا اسلئے رات کی گھٹا ٹوپ میں
سفرمینا اپنا کام کرتی تب بھی کوہکن اوزاروں کی آواز پر قلعہ سے گولہ باری ہوتی رہتی تھی
بالآخر ۲ جولائی تک مسلسل محنت کے بعد سینٹ مارگریٹ اور کانہ اڈین کی بلندیوں پر چند بڑے
بڑے دمدمے تیار کیئے گئے۔ اور سینٹ میکائیل پر سامنے سینٹ ایلمو سے اور پیچھے ایک
طرف کوہ مارگریٹ سے۔ اور دوسری طرف کانز اڈین سے ایک ساتھ گولے پڑنے لگے۔

طرغد مرحوم کی تجویز

دوسرا محاصرہ

اِدھر کوہ سالو بیڈور سے انگاش ہاربر پر آگ برستی تھی۔ اب صرف ایک طرف اَور باقی رہگئی
تھی یعنے گیلی ہاربر جو برگ اور سینٹ میکائیل کے درمیانی قطعہ کا نام ہے۔ چنانچہ چند جنگی
کشتیوں کا ایک چھوٹا سا سلسلہ باندھکر خلیج مذکور میں داخل ہونا چاہا۔ مگر اسکے مُنہ پر ایک
نہایت وزنی فولادی زنجیر اِس سرے سے اُس سرے تک آویزاں تھی۔ بربری دستہ کے
چند پرجوش نوجوان زنجیر کاٹنے کیلئے فولادی کلھاڑیاں لیکر پانی میں کود پڑے۔ اُدھر سے
مالٹا والے ننگی تلواریں مُنہ میں تھامکر تیرتے ہوئے مقابلہ کو بڑھے۔ آخر ایک سخت کُشت و
خون کے بعد بربریوں کو پسپا ہونا پڑا۔ ۱۵۔ جولائی کی رات کو محاصرین نے سینٹ میکائیل

تین طرف سے شبخون

پر تین طرف سے دھاوا کیا۔ ایک دستہ ساحل ارنیلا پر اُترکر خشکی کی راہ برسولا کے مشرقی حصہ
کی طرف بڑھا۔ دوسرا کوہ مارگریٹ کی چوٹیوں سے بخط مستقیم اُس حصہ قلعہ پر جُھکا جو بُرج
روبل سے محفوظ ہے۔ اور تیسرا جنوب مغرب یعنی کوہ کانراڈین کی جانب سے قلعہ کے مغربی
گوشہ پر حملہ آور ہوا۔ جو آبنائے لاسینگل میں کچھ زیادہ نکلا ہوا تھا۔ مجاہدین ہر طرف سے سدراہ ہوئے
مگر ایک پیش نگئی حملہ آورین نے مردانہ وار بڑھکر قلعہ پر کمندیں اور رسّی کی سیڑھیاں لگاکر چڑھنا
شروع کیا۔ محصورین نے بھی مقابلہ کرنے میں کسر نہیں رکھی۔ رات کی تاریکی اور خاموشی
میں بڑھو! بڑھو!۔ اور مارو! مارو! کی پرجوش آوازیں دشت و جبل میں اسطرح گونجتی
تھیں کہ دل دہلتے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ آجکی رات صبح قیامت پر ختم ہوگی۔ بربری
اور ترکی جانباز جوق جوق سیڑھیوں پر آتے تھے اور چڑھتے تھے۔ مگر لب بام پر پہنچکر
دھکیل دیے جاتے تھے۔ آخر کار تمام کمندیں کاٹ ڈالی گئیں۔ مگر اُنھوں نے نئی کمندیں

ڈالکر پھر چڑھائی شروع کی اور پھر ایک سخت کشمکش بلندی و پستی شروع ہوئی مجاہدین

کشت و خون

کی تلواروں میں کھاندے پڑ گئے تو اُنھوں نے بڑے بڑے وزنی پتھر اور چٹانوں کے

ٹکڑے لڑھکانا شروع کئے۔ اسپر بھی محاصرین کے جوش کی یہ حالت تھی کہ سنگسار ہوکر دست

و پا بریدہ ہوکر بھی فصیل تک پہنچتے تھے۔ اگرچہ شبخون میں ناکامی ہوئی مگر اُس سے مجاہدین

کا سخت نقصان ہوا۔ کیونکہ سینٹ میکائیل کی کئی بڑی بڑی سدیں اور مستحکم برج صدمہ

آتشباری سے پاش پاش ہوگئے۔ صدہا دلاور اور کئی نامور افسر کام آئے۔ اُدھر بربریوں کو

بہ نسبت دشمن کے تیر و تفنگ کے اپنی سوء تدبیری سے زیادہ نقصان پہنچا۔ یعنے انیلا والے

دستہ نے ساحل پر اُترکر جہاز واپس کر دیے تھے۔ اِس لئے اب واپسی پر اُنکو بجز اِس کے

اور کسی بات میں مفر نہ تھا کہ تلواروں سے کٹیں۔ گرفتار ہوں۔ یا غرقاب۔ چنانچہ اِس

قیامت انگیز رات کو اسقدر کشت و خون ہوا کہ لاشوں کے پشتے بندھ گئے۔ اور آبنائے انیلا

خوننابہ معلوم ہونے لگی۔ ایک انگریزی مورخ یہ تسلیم کرتا ہے کہ مجاہدین نے جنکو نامور شجاع کا

مجاہدین کی نامورانہ شجاعت کی ایک مثال؛

خطاب دیا جاتا ہے۔ تمام قیدیوں کو تہ تیغ کر ڈالا[1]۔ جب کھلے میدان میں کامیابی نہوئی تو

محاصرین نے سرنگ سے قلعہ کو اُڑانے کا ارادہ کیا۔ مجاہدین اِس فن میں بھی طاق تھے اسلئے

پہلی کوشش تو اُلٹی پڑی۔ یعنے جب سرنگ بھٹی تو اپنی ہی ایک کمینگاہ کو لے اُڑی لیکن

ترکی سفر مینا نے ہمت نہیں ہاری۔ اور قلعہ کی جو سدیں خشکی کیجانب تھیں اُنکے دونوں

برجوں کی جڑوں میں دن رات سرنگیں لگاتے رہے یہاں تک کہ ۲۷۔ جولائی کو برج ربل

---

[1] بیس بول صفحہ ۱۵۵۔ صرف ۹ قیدی ذبح ہونیسے بچے تھے جنکو محصورین نے ہاتھوں سے نوچکر مار ڈالا۔

اور برج قسطلیہ دونوں ایک ساتھ بھک سے اُڑ گئے۔ یہ کامیابی درحصل صالح[۱] رئیس کی
شب گردیوں اور سراغرسانیوں سے حاصل ہوئی جب قلعہ بنا ری میں اچھی طرح رخنہ پڑ گیا۔ تو
۲۔ اگست کو دوپہر کے وقت چھ ہزار چیدہ جوانوں کا دستہ برج روبل کی جانب بڑھا
ملکا ئر اسوقت دن بھر کی سخت محنت کے بعد تمازت آفتاب سے گھبرا کر دستہ سمیت تازہ دم
ہونے چلا گیا۔ اور میدان خالی تھا۔ اگرچہ یہ لوگ بڑی احتیاط سے چھپتے چھپاتے چلے
مگر دروازہ کے سنتریوں کو کسیطرح پتہ لگ گیا۔ اور الارم دینے پر ملکا ئر مع فوج کے مقابلہ
کیلئے آموجود ہوا۔ چنانچہ برج روبل کے تودۂ خشت وگل پر دو برابر کی طاقتیں چار گھنٹے
آپسمیں ٹکراتی رہیں۔ ہر ٹکر پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ اب فیصلہ ہو گیا۔ مگر ایسے نازک موقعوں پر
قدرت کی مہیب طاقتیں ثالث بنجایا کرتی ہیں۔ آفتاب کی تمازت اسقدر تیز ہوئی کہ فریقین
تاب نہ لاسکے۔ اور معاملہ کو یکسو کئے بدون پلٹ آئے۔ اس معرکہ میں محاصرین کے پانسو
آدمی کھیت رہے۔

دوسرا حملہ

۷۔ اگست تک تازہ دم ہو کر مصطفےٰ پاشا نے بیس ہزار فوج کے ساتھ پھر حملہ کیا
اور دونوں برجوں کے حصہ خندق پر قبضہ کر کے فصیل پر کمندیں ڈالدیں۔ قلعہ والوں نے
اس مرتبہ نہایت سخت مقابلہ کیا۔ اُنکے بڑے بڑے شجاع فصیل پر جھک پڑے
میکا ئر آو روبل۔ مناٹن۔ اور اسپین کے نامور جرنیلوں نے بڑھ بڑھکر داد مردانگی دی۔ یہانتک
کہ بڈھا گرینڈ ماسٹر بہ نفسِ نفیس ناکہ بندی کے لئے آیا۔ اور نہ صرف آیا بلکہ معمولی سپاہیوں کیطرح

تیسرا حملہ

[۱] یہ خیرالدین کے ہمعصر صالح رئیس کا بیٹا تھا۔

اگلی صف میں تلوار لیکر لڑا۔ مگر محاصرین جوش سے بہوت تھے۔ اُنکو برجوں کے رخنوں کے سوا اَور کچھ نہ سوجھتا تھا۔ نہ تلوار کے قبضہ اور نوک میں تمیز تھی۔ نہ یہ حس تھی۔ کہ جسم میں کونسا بازو باقی ہے۔ ہر جست پر دیوانہ وار بڑھتے تھے۔ حتیٰ کہ بے سر کا تن بھی ایک قدم بڑھکے گرتا تھا۔ آخر اِس خونریز کشمکش کے بعد ایک جماعت فصیل پر چڑھگئی۔ قریب تھا کہ ہلال نصب کریں۔ قریب تھا کہ باقی فوج طوفان بے تمیزی کیطرح قلعہ پر جھک پڑے۔ مگر یکایک ایک دستۂ فوج سامنے اولڈ ٹون کیطرف سے قلعہ کو آتا دکھائی دیا۔ اور گمان ہُوا کہ یورپ سے تازہ کمک آئی ہے۔ یہ خبر آناً فاناً تمام متحدہ فوج میں پھیلگئی اور اسدرجہ خوف و ہراس غالب ہوا کہ مصطفےٰ پاشا نے ہر چند تسکین کی حسن پاشا نے ہر طرح دم دلا سا دیا۔ مگر ہوا کا رخ بدل چکا تھا۔ ایک پیش نہ گئی۔ اور جو بات آٹھ گھنٹے کی جانفروشی سے حاصل ہوئی تھی وہ ایک دم میں مفت جاتی رہی۔ مگر اِس سے مصطفیٰ پاشا کی ہمت میں سر مو فرق نہ آیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ برج روبل اور برج قسطلیہ مسمار نہیں ہوئے۔ بلکہ ستون جہاد مرکز ثقل سے ہلگیا ہے ایسی متزلزل حالت میں اسکے سوا اَور کیا توقع ہوسکتی تھی کہ اگر کچھ اَور اسیطرح اوپر سے گولہ باری ہوئی اور پیچھے سے سرنگیں اُڑیں تو ایک ہلہ میں سینٹ میکائیل مسخر ہوجائیگا۔ چنانچہ ۲۰۔ سے ۲۹۔ اگست تک چھوٹے چھوٹے حملے ہوتے رہے۔ آتشباری اور سرنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر اِن سے کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی۔ ۲۰۔ اگست کو محاصرین ایک عام ہلہ کرکے برج سے پرلی طرف اُتر گئے۔ مگر محصورین نے یہ حصہ بہت جلد سُرنگ سے اُڑا دیا۔ ۵۔ ستمبر کو اسپین سے ہزاروں سپاہیوں کی ایک جری فوج مع وافر سامان جنگ و

محاصرین کی جانبازی

بساط اُلٹ گئی

محافظت قلعہ کی مدد کو پہنچگئی اسلئے افواج متحدہ کو بجز اسکے چارہ نہ رہا کہ محاصرہ سے دستکش ہوجائیں۔

اگرچہ مجاہدین بیت المقدس کو ہمسایوں کی پامردی سے بحر لیوانٹ میں کچھ دن اوَر سفاکانہ غارتگری کرنیکا موقع ملگیا۔ مگر یہ حالت صحت کے خواب تھے۔ سر دست جسم کا کوئی عضو صحیح نہ تھا۔ سیبی راس ہیں کوئی عمارت سلامت نہ رہی تھی۔ سینٹ ایلمو کی بجاے اینٹوں اور پتھروں کا ایک غیر متمیز انبار لگا تھا۔ خاص مبدا جہاد کی کوئی بندرگاہ یا جہاز نہ بچا تھا۔ نہ سدوں کا کہیں پتہ تھا۔ برج روبل اور قسطلیہ کے مسمار ہوجانیسے سینٹ میکائیل کی صورت مسخ ہوگئی۔ تمام فصیل و بروج میں جا بجا ناسور پڑگئے۔ سیکڑوں مجاہدین اور ہزاروں امدادی فوج کٹ گئی۔ جو بچے وہ صعوبت اور شدت فاقہ سے پیکر استخوان معلوم ہوتے تھے۔ نہ میگزین میں سامان باقی رہا تھا۔ نہ خزانہ میں روپیہ۔ اور اگر لاویلیٹا کو کوئی وجہ طمینان تھی تو صرف یہ کہ جان بچی لاکھوں پائے۔ ادھر قسطنطنیہ اور الجزائر کی متحدہ قوت کو مالٹا میں سخت سے سخت مقابلہ کی توقع تو تھی مگر ناکامی کی توقع نہ تھی۔ اور ناکامی بھی ایسی کہ لکھو کہا روپیہ خرچ ہوا۔ ہزاروں دلاور کھیت رہے۔ یہانتک کہ تیس ہزار میں سے تہائی چوتھائی فوج بھی باقی نہ رہی سطرغا جیسا ہیرو نذر ہوا۔ اور لٹیروں کے مقابلہ پر ناکام رہکر جو خجالت دامنگیر ہوئی وہ مزید برایں ہمہ۔

محاصرہ اور حملہ کے تلخ اور مالٹا کی شکستہ حالت

# نواں باب

## دول یورپ کا حملہ۔ لپنٹو کا معرکہ۔ ترکی بربری بیڑے کی ہزمیت

## ۱۵۷۱ء

ناظرین کو حیرت ہوگی کہ پچھلے چار بابوں میں جسقدر واقعات سلسلہ وار قلمبند کیے گئے ہیں اُنسے فی الجملہ مستنبط ہوتا ہے کہ قرن وسطی میں الجزائر کے تاریخانہ اسٹیج پر ترکی سین زیادہ دکھلائی دیتے تھے۔ لہذا اقصاے مغرب کی تاریخ میں قسطنطنیہ کی تاریخ کا رنگ آگیا ہے۔ لیکن یہ کچھ خلاف توقع نہیں اور نہ بیموقع ہے۔ اسلئے کہ خیر الدین نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اقصاے مغرب کی چھوٹی سی سلطنت کو مصلحتاً دولت عثمانیہ میں مدغم کر دیا تھا۔ اور بابعالی نے بھی اِس الحاق کو غنیمت سمجھا۔ کیونکہ لٹیروں کی موافقت انکی مخالفت سے بدرجہا بہتر ہے۔ بربر کے بڑے بڑے نامور ترکی فوجوں کے سپہ سالار ہوتے تھے اور بربر کی سبکرفتار بادبانی کشتیاں عموماً ترکی جنگی بیڑوں کا ہراول بنتی تھیں گویا بابعالی۔ اقصاے مغرب کو شجاعت اور نبرد آزمائی کا گدام سمجھتا تھا۔ اور یہاں کی شجاعت کے نمونوں سے حسب ضرورت اپنے بحری اور بری صیغوں کو آراستہ کیا کرتا تھا چنانچہ مدار کامیابی ہی یہ ٹھہر گیا تھا۔ کہ ترکی اور بربری بیڑے متحد ہوکر حملہ کریں اور اس متحدہ بیڑے کا امیر البحر الجزائر کا کوئی نامور فرمانروا یا دلیر معرکہ آرا مثلاً خیر الدین۔ طرغد۔ حسن مقرر کیا جاے وقائع نگار کو بجز اسکے چارہ نہیں کہ ہر حالت میں ہر وقت اور ہر جگہ سایہ کی طرح اپنے ہیرو کے

قسطنطنیہ اور بربر کے تعلقات

(ناموروں) کے ساتھ رہے۔ خواہ وہ پریویسا کے قریب امیرالبحر ڈوریا سے معرکہ آرا ہوں یا خاص سواحل بربر پر ڈیوک میڈیناسلی سے زور آزما ہوں۔ غرض ہر جگہ اُنکی کامیابیوں اور ناکامیوں کو قلمبند کرنا مورخ کا فرضِ منصبی ہے۔ اِس لحاظ سے مالٹا کا محاصرہ گو ترکی تاریخ کا واقعہ ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بربری تاریخ سے اُسکو کچھ تعلق نہیں۔ سچ یہ ہے کہ اگر الجزائر کے اولوالعزم فرمانرواؤں اور دلاوروں کی شجاعت کو ترکی کارناموں کا نفس مضمون فرض کریں تب بھی خیرالدین اور طرغد کی جاں نثاریاں اقصائے مغرب کے لئے بدرجۂ اولی باعث فخر و عزت ہیں اور ہمیشہ ہونگی۔

جنگ مالٹا کا نتیجہ

اگرچہ مالٹا کے ناکام محاصرہ سے الجزائر اور قسطنطنیہ کی جنگی عظمت کو صدمہ پہنچا۔ مگر یہ صدمہ صرف بری قوت تک محدود تھا۔ بحری عظمت کی آب و تاب میں سرمو فرق نہ آیا تھا۔ بربری کشتیاں بحر روم میں اُسیطرح بیباکانہ دَوڑ سے کرتی تھیں۔ اور تمام بحور واقع جنوب یورپ یا شمال افریقہ کو اپنا جولانگاہ سمجھتی تھیں۔ طرغد اگر موجود نہ تھا تو اس مردم خیز خطہ میں طرغد کے ثانی بکثرت تھے۔ چنانچہ علی العلوجی پاشا طرغد اور خیرالدین کے قدم بقدم تھا۔

علی العلوجی پاشا

یہ شخص اصل میں صوبہ کلبیریا کے ایک معزز عیسائی خاندان سے تھا۔ رسم جنگ کے بموجب گرفتار ہوکر الجزائر کے نخاس میں وارد ہوا۔ اور یہاں سے کسیطرح طرغد کے دائرہ ملازمت میں داخل ہوگیا۔ چونکہ اُس زمانہ میں عام طبائع کا میلان شجاعانہ کاموں کیطرف تھا لہذا کچھ تعجب نہیں کہ ہم علی العلوجی کو خدام ادب کے زمرہ سے نکلکر مالٹا کے محاصرہ میں کارفرما پاتے ہیں۔ یہ ۱۵۶۸ء کا واقعہ ہے۔ اسوقت الجزائر کی عنان حکومت حسن ابن خیرالدین

علی العلوجی گورنر الجزائر

حسن کے انتقال کے بعد علی العلوجی کے ہاتھ میں تھی جو مالٹا کے محاصرہ میں شریک تھا نے زمام سلطنت لی۔ اور سب سے پہلے ٹیونس کو اہل اسپین سے انتزاع کیا مگر حلق الودید (گالیٹا) پر اب بھی تسلط نکر سکا۔ اُسکے عہد کا سب سے مشہور واقعہ یہ ہے کہ جولائی ۱۵۷۰ء

ٹیونس کی فتح

میں جبکہ وہ مغربی بحر روم میں دورہ کر رہا تھا تو ساحل سسلی کے قریب مجاہدین بیت المقدس کے بیڑے سے مقابلہ ہوا جسمیں پانچ جنگی جہاز تھے۔ اور سینٹ کلیمنٹ کی کمان میں مال

مجاہدین سے مقابلہ

غارتگری لئے مالٹا کو واپس جاتے تھے۔ بندرگاہ القطائع پر دونوں میں بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ سینٹ کلیمنٹ نے گو آبرو ریز انجام سے بچنے کی کوشش کی مگر مجاہدین کھلے میدان کے بہادر نہ تھے۔ نہ پامردی ہمسایہ بدون جم سکتے تھے۔ کمان افسر کو آخر کار تین کوہ پیکر جہاز جنمیں علمبردار جہاز بھی تھا۔ علی العلوجی پاشا کے نذر کرنا پڑے اس معرکہ میں ساٹھ مجاہدین غرقاب شہادت ہوئے۔ اور اکثر گرفتار۔ جب یہ لٹا ہوا قافلہ مالٹا پہنچا تو مجاہدین اسقدر برہم ہوئے کہ گرینڈ ماسٹر (معلم اول) بڑی مشکل سے سینٹ کلیمنٹ کی جان بچا سکا۔ تاہم اہل شہر نے اُسے زندہ نچھوڑا۔ یعنے سول افسروں نے اُسپر دغا بازی کا الزام لگاکر پھانسی دیدی۔ اور لاش کو بلا تجہیز و تکفین ایک پیپہ میں ڈالکر سمندر میں پھینکدیا لیکن ۱۵۷۰ء اور ۱۵۷۱ء میں مجاہدین نے پامردی ہمسایہ سے القطائع کی چھوٹی سی زک کا خوب دل کھولکر بدلہ لیا۔ اور سچ یہ ہے کہ الجزائر اور قسطنطنیہ کی متحدہ بحری قوت کو کچھ عرصہ کیلئے بالکل مضمحل کر دیا۔ اسکے تفصیلی کوائف حسب ذیل ہیں۔

عروس البحر وینس کا انداز

یہ یاد ہوگا کہ ۱۵۳۸ء میں خیر الدین نے وینس کے جنگی بیڑے کو امیر البحر

ڈوریا کے زیر کمان پریویسا کے قریب شکست فاش دی تھی۔ اِس سے ریاست مذکور کا بحری اقتدار گو ہمیشہ کے لئے خاک میں مِلگیا تھا۔ مگر اُسکا جوش ہنوز اُسی شدومد پر تھا۔ اور اگر سکوت تھا تو صرف اِسلئے کہ بیمار اور کمزور تھی۔ چنانچہ جب کبھی یورپ کی کسی سلطنت یا کم سے کم روم مقدس کو ذرا اپنی پشت پر دیکھتی تو ریاست جامہ سے باہر ہوجاتی تھی۔ ہرچند کہ اُسکے تمام اچھے اچھے بندر اور بحری مقامات ایک ایک کرکے عثمانی ظل حمایت میں داخل ہوگئے تھے۔ تاہم بعض کار آمد جزیرے ابھی باقی تھے

جنگ لپنٹو کے اسباب

انمیں ایک جزیرہ سائپرس بھی تھا جو بحر لیوانٹ میں گویا وینس کی مرحوم شان و عظمت کی یادگار تھا۔ مشرقی بحر روم میں جزیرہ مذکور سے بہتر کوئی محفوظ مقام نہ تھا۔ خاصکر حالت جنگ میں فوجوں کیلئے وسیع ہیڈ کوارٹر۔ سامان جنگ کیلئے عمدہ میگزین۔ رسد و راشن کیلئے کافی گدام۔ علاوہ ازیں سائپرس کا قدرتی موقع اور منظر جنگی ضرورتوں کیلئے اسقدر موزوں تھا کہ یہاں جمکر تمام بحیرۂ لیوانٹ میں جہاز رانی کرنیوالوں کی باسانی نگہبانی کیجاسکتی تھی غنیم کی ہر حرکت و سکون سے خبردار رہ سکتے تھے۔ اور ان سب سے بڑھکر یہ خصوصیت تھی کہ یونانی غارتگر اور اُنکی ہمسایہ قوموں کے بحری قزاق جو عموماً سواحل شام پر آباد تھے سائپرس کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھتے تھے۔ صاحبقران ان تمام امور سے ناواقف نہ تھا مگر موقع کا منتظر رہتا تھا۔ اب اُسکے فرزند جانشین سلطان سلیم ثانی نے بھی اُسی خیال کا اتباع کیا۔ اور چونکہ وینس اُس زمانہ کے یورپ کی غارتگرانہ پالیسی کی درپردہ مؤید تھی۔ اور عثمانی حدود پر ترکتازیاں کرنیوالوں کو حاسدًا جرأت دلایا کرتی تھی اسلئے

جزیرہ سائپرس کا منظر اور موقع

جزیرہ مذکور پر چڑھائی کرنے کی تجویز

اشتہار جنگ

جنگ کا حیلہ ڈھونڈھ لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ۱۵۷۰ء میں بابعالی نے سائپرس کے قبضہ کیلئے وینس کو اشتہار جنگ دیدیا۔

وینس کی تدابیر جنگ

ریاست وینس اس قسم کے اشتہاروں پر جو کچھ کر سکتی تھی وہ اس سے زیادہ نہ تھا کہ مجاہدین بیت المقدس کیطرح پوپ آف روم سے استمداد کرے۔

پوپ کی مساعدت

یورپ کی مذہبی حکومت اسوقت پوپ پیس پنجم کے مبارک ہاتھ میں تھی۔ جو نہایت مدبر۔ پرجوش اور مقدس پیشوا تھا۔ اسنے جنگ کو ناگزیر سمجھکر دول یورپ سے امداد کی تحریک کی۔ ان میں فلپ شاہ اسپین نے ایک جرار بیڑا بسرداری گیونی ڈوریا بھیجا۔ اور خود پوپ نے اٹلی کے شہزادوں سے تھوڑی تھوڑی فوج اور جہازات لیکر ایک بڑا بیڑا تیار کرکے بھیجا۔ جسکا کمان افسر مارک انٹونی تھا۔ متحدہ بیڑے میں کل ملاکر ۲۰۶ جنگی جہاز اور اڑتالیس ہزار فوج تھی۔

دول یورپ کی امداد

صلیبی قوت

ہلالی متحدہ بیڑا اور اسکے کمان افسر

ادھر علی العلوجی نے بربری بیڑا پیالی پاشا اور لالہ مصطفی کی کمان میں براہ راست جزیرہ سائپرس کیطرف چلتا کیا۔ اور خود دشمن کی قوت کا اندازہ کرنیکے لئے سواحل اٹلی کیطرف بڑھا۔ کیونکہ امدادی فوجوں کا مقام اتصال حوالی روم قرار پایا تھا۔ ہرچند کہ دول یورپ کی قوت مجموعی طور سے علی العلوجی پر حاوی تھی۔ مگر بربری بیڑے کا رعب کچھ ایسا چھایا کہ جب متحدہ بیڑے نے یہ سن لیا کہ علی العلوجی سواحل اٹلی سے چلا گیا ہے اور اس خبر کی تصدیق بھی کرلی۔ تب یہاں سے جنبش کی۔ ادھر پیالی پاشا اور لالہ مصطفی نے سائپرس پہنچتے ہی دار الحکومت نیکوشیہ کا محاصرہ شروع کردیا۔ یورپین

نیکوشیہ کا محاصرہ

متحدہ جہازوں کے کپتان اور کمان افسر یہاں پہنچکر خارعۃ الحرب کے مسائل حل کرتے رہے۔ اور علی العلوجی نے تمام فوجیں جہازوں سے اُتار کر محاصرہ کا خاتمہ کر دیا اگر یورپین فوجیں سواحل اٹلی کے قریب علی العلوجی پر حملہ کرتیں یا سائپرس پہنچکر آٹھویں نویں ستمبر کو خالی جہازوں کو لے ڈالتیں تو بربریوں کا پتہ نہ ملتا۔ مگر یہ عمدہ موقعے غازیانہ تمکنت اور شجاعانہ اداؤں میں غارت کر دیے۔ جسکا نتیجہ ہوا کہ نیکوشیہ کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا۔ اور اگست ۱۵۷۱ء تک فیماغستہ جو جزیرہ سائپرس کا دوسرا مستحکم قلعہ ہے فتح ہوگیا۔ اور اسطرح بحر لیوانٹ میں وینس کی عظمت کا نام و نشان تک مٹگیا

مسیحیوں کی غلطی

نکوشیہ پر ہلالی جھنڈا

فیماغستہ وغیرہ کی فتح

مگر علی العلوجی کو سلسلۂ جنگ منقطع ہونیکی اُمید نہ تھی۔ لہذا اُسنے بہمراہی علی پاشا جو پیالی پاشا کا قائم مقام تھا بحیرۂ اڈریاٹک سے شمشیر بکف گزر کر خلیج لیپنٹو میں لنگر ڈالا۔ اور اطمینان کے ساتھ متحدہ بیڑے کا انتظار کرنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترکی بربری بیڑے کی گزشتہ فتحمندیوں پر ضرورت سے زیادہ بھولا ہوا تھا۔ اور سمجھتا تھا کہ جسطرح ۱۵۳۸ء میں شیر دل خیر الدین نے پریویسا کے قریب انڈریا ڈوریا کا بیڑا غرق کیا تھا اُسیطرح وہ آج ۱۵۷۱ء کے موسم خزاں میں اس بیڑے کو تباہ کریگا گیلے جہاز اور جنگی کشتیاں جیسے جیسے بحر اڈریاٹک کی بلوریں سطح پر لہرا لہرا کر اور کاٹ کاٹ کر قلعہ کی شکل میں مرتب ہوتی جاتی تھیں ویسے ویسے تجربہ کار ملاحوں اور فرسودۂ روزگار دلاوروں کو معرکۂ پریویسا کے واقعات تازہ ہوتے جاتے تھے مگر حقیقت یہ ہی کہ ہر چیز کی ایک حد ہے۔ ترکی بربری بیڑے کے شجاعانہ حوصلے

لیپنٹو

فریقین کی متضاد حالت

غایت بلندی پر پہنچ چکے تھے۔ اُدھر مغربی دنیا کے جہاز رانوں کا کاسۂ تذلیل بھی لبریز تھا۔ قطع نظر اسکے پریویسا اور لپنٹو میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ اُسوقت

کیتھلک تسبیح کے دانے

کیتھلک تسبیح کے دانے بکھرے ہوئے تھے۔ مگر اب پوپ پیس پنجم کے پرجوش اور سحر آفرین خطبوں نے اُنکو کثرت سے وحدت میں منسلک کردیا تھا۔ اور تمام ہمسر سلطنتوں کے مرض نفاق کا ازالہ کرکے گویا یورپ کے تن بیجان میں تازہ روح پھونکدی تھی اُس وقت یورپین متحدہ بیڑے کی کمان متعدد او مختلف الرائے سرداروں کے ہاتھ میں تھی اور اب تمام بیڑے کا سردار ایک شخص تھا۔ وہ اولوالعزم شخص جو درحقیقت "مردے از غیب بروں آید وکارے بکند" کا مصداق تھا۔

ڈن جان آو اسٹریا کے نام سے ہمارے ناظرین ناواقف نہیں۔ یہ اُسی چارلس اعظم کا بیٹا تھا جسکی اَن تھک ہمت اور استقلال نے قرن وسطی کے تمام جنوبی یورپ کو بابعالی کا حلقہ بگوش ہونیسے بچایا تھا۔ ابھی بائیس برس کا تھا کہ سوتیلے بھائی فلپ نے مسلمانان اُندلس کی جلاوطنی کا کام اُسکے سپرد کردیا۔ چنانچہ کوہستان البکزرا کے تنگ وتاریک مقامات کو صدیوں کے رہتے عربوں سے یکلخت پاک کرنا اُسیکا کام تھا[۵]۔ اب صرف دو برس بعد پوپ پیس کی خوشنودی کیلئے اُسکو تمام جنوبی یورپ کی بحری قوت کا ذمہ دار ہونا پڑا۔ گو یہ سچ ہے کہ ایسی اہم ذمہ داری اُس اولوالعزم شخص کیلئے چنداں مشکل نہ تھی جو قرن وسطی کے اصول شجاعت کا پابند تھا

[۵] دیکھو تاریخ اندلس باب ۱۳۔

قرن وسطی کا معیار شجاعت

البتہ اس زمانہ کے نامور شجاع کیلئے سخت دشوار تھی۔ کیونکہ اُس زمانہ کا معیار شجاعت یہ تھا کہ مغلوب دشمنوں کو کہیں پناہ نہیں۔ مگر اس زمانہ کا معیار شجاعت یہ ہے کہ مغلوب دشمنوں کو مکلف و آراستہ عشرتکدوں میں رکھیں۔ اور اگر وہ زخمی ہوں تو اُنکی صحت کلی کے ذمہ دار ہوں۔

آو!۔ اس اولوالعزم امیر البحر کو اسپین میں چھوڑ کر آبنائے مسینا کی سیر کریں۔ اور ایک یورپین وقائع نگار بنکر متحدہ بیڑے کا جائزہ لیں۔

آبنائے سینا کا سین

جون ۱۵۷۱ء کی ایک مبارک صبح کو صلیبی جہازوں کے دستے آبنائے مسینا میں ہر طرف سے لہرا لہرا کر داخل ہوتے جاتے ہیں۔ اور اُسکی نورانی سطح پر مربعوں کی شکل میں جمتے جاتے ہیں۔ وینس کا امیر البحر وینزوا اڑتالیس جنگی جہازوں سمیت یہاں پہلے سے موجود ہے۔ عروسی[2] بیڑے کا یہ صرف ایک حصہ ہے۔ دوسرا حصہ جسمیں ساٹھ کوہ پیکر جہاز ہیں۔ کولونا کے ماتحت جولائی میں آنیوالا ہے۔ نوخیز امیر البحر ابھی نہیں آیا غالبًا وہ ابھی تک اسپینش بیڑے کو مرتب نہیں کر چکا تھا۔ مگر اب بارسلونا سے چل پڑا ہے۔ اور نہایت اطمینان کے ساتھ خلیج لیون سے گزر رہا ہے۔ یہ اس زمانہ کی خلیج لیون نہیں کہ جہاز کا بال تک بیکا نہیں ہوتا۔ بلکہ قرن وسطی کی خلیج لیون ہی جو جہاں آشوب طوفانوں کا مسکن سمجھی جاتی تھی۔ اور اِسی لئے عام جہازران یک بیک اُسکا قصد نکرتے تھے۔ ہمارا مسیحی نوجوان ہیرو خلیج مذکور سے بے تکلف گزر کر جنیوا پہنچتا ہے۔ اور

[1] دیکھو اندلس باب ۱۵ الپکزرا کی بغاوت ۱۲ [2] ریاست وینس قرن وسطی میں عروس البحر سے ملقب کی جاتی تھی ۱۲

گیونی ڈوریاکی مہمانی سے مسرورالوقت ہوتا ہے۔ بے تکلفی کی صحبتوں میں ناچ کے جلسوں میں اسطرح شریک ہوتا ہے کہ گویا وہ تفریحاً گھر سے نکلا ہے۔ آخر یہاں سے دوستانہ مصافحوں کے ہجوم میں رخصت ہوتا ہے۔ رستہ میں جابجا جاسوسی کشتیوں سے اسکو اطلاع ملتی ہے کہ ترک اور بربری صوبۂ ڈلمیشیا میں کسطرح غارتگری پھیلا رہے ہیں۔ اور دول یورپ کے بیڑے آبنائے مسینا میں باہمی شکر رنجیوں میں مصروف ہیں۔ مگر اسکے استقلال اور اطمینان میں سرمو فرق نہیں آتا۔ بلکہ اُسی مستعلیق چال سے سطح آب کو طے کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ دور دراز سفر میں بے جان کشتی اور جاندار گھوڑا دونوں کیلئے تیز روی مضر ہے۔ اور یہ کہ پابزنجیر ملاحوں کی پشت پر چابک صرف اسیوقت کارگر ہو سکتے ہیں کہ سفر مختصر ہو۔ نیپلز پہنچکر پوپ پیس اپنے دست مبارک سے ڈن جان کو علم مقدس دیتا ہے اور دعائے خیر کرتا ہے۔ اِس خیر و برکت کے سایہ میں مسیحی بیڑہ ۳۰ اگست کو آبنائے مسینا میں داخل ہوتا ہے۔ مگر لڑائی ابھی شروع نہو گی۔ کیونکہ ابھی وہ موقع جنگ کو کار آزمایانہ نظر سے دیکھ رہا ہے۔ اور حملوں کے روک تھام کی تجویزیں کر رہا ہے۔ بیڑے کے کمان افسر بلکہ دستہ دستہ اور کشتی کشتی کے کپتان کو الگ الگ ہدایت نامے لکھکر دیا جاتا ہے کہ کوچ کے وقت ترتیب اور انتظام نہ بگڑے۔

علم مقدس اور دعائے خیر

۱۶ ستمبر کو علی الصباح کوچ کا بگل بجا۔ اور ساتھ ہی صلیبی جھنڈے کو حرکت ہوئی۔ سب سے اول نوجوان امیر البحر اپنے خوشنما اور عظیم الشان علمبردار جہاز میں جسپر ساٹھ ملاح کام کرتے ہیں سوار ہو کر خلیج سے نکلتا ہے۔ اسپین کا جنگی بیڑا جسمیں ۲۸۵ کوہ پیکر جہاز

آبنائے مسینا سے کوچ

صلیبی بیڑا

۹ گیلے اور ۶ گیلی سی جہاز۔ اور انتیس ہزار چیدہ جوان ہیں ڈن جان کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں فوج کے تمام حصوں کے افسر میجر سے لیکر جرنیل تک۔ اسپین جنیوا۔ وینس۔ نیپلز روم مقدس۔ پیڈا۔ سیوائی اور سسلی کے شجاعت کے نمونے ہیں۔ مثلاً ہراول کے سات گیلے جہاز ڈن جان ڈی کارڈونا کے ماتحت ہیں۔ قلب کی یہ شکل ہے کہ بیچ میں خود امیر البحر ۶۲ گیلے جہازوں سمیت ہی اور اُسکے دائیں بائیں مرکانٹو کلونا۔ اور وینیرو لپنے اپنے دستہ کے ساتھ ہیں۔ یمین کے ۵۰ جہاز گیونی ڈوریا کی کمان میں ہیں۔ اور یسار کا دستہ جسمیں ۵۳ جہاز ہیں۔ بار باریگو آو وینس کے ماتحت ہی۔ ڈن الوار ڈی بیزن مع ۳۰ بڑے جہازوں کے بطور محفوظ دستہ بیڑے سے علیحدہ ہے۔ گیلیز جہازات کا پرا سامنے جمایا گیا ہے جسمیں سے ہر ایک پر ۵۰۰ سپاہی قرابینوں سے مسلح صف باندھے ایستادہ ہیں۔

آج گویا ۶ ستمبر کی صبح کو یہ مہیب اور زورمند بیڑا خلیج لپنٹو کیطرف چلا ہے جو ترکی بربری جہازوں کا مقام اتصال ہے۔ آؤ! ذرا ہلالی بیڑے پر بھی ایک سرسری نظر ڈالتے چلیں۔

ہلالی بیڑا اور فوجیں

الجزائر اور قسطنطنیہ کے متحدہ بیڑے میں کل ملاکر ۲۰۸ گیلے جہاز اور ۶۶ گیلون جہاز ہیں۔ ان میں اول الذکر میں ۹۵ جہاز خاص قسطنطنیہ کیطرف سے ہیں۔ اور باقی مضافات سے مثلاً ریاستہائے بربریہ۔ اسکندریہ وغیرہ۔ مگر گیلون تمام بربری ہیں۔ اور افسر بھی اکثر بربری ہیں۔ مثلاً علی العلوجی پاشا۔ علی پاشا۔ شلوک پاشا۔ صرف سرعسکر پرویز پاشا ترکی ہے۔ کل فوج پچیس ہزار سے زیادہ نہیں۔

افسران جہاز

یورپین بیڑا پورے گیارھویں روز یعنی ۲۷ ستمبر ۱۵۷۱ء کو خلیج کارفو میں لنگرانداز

جاسوس کشتیوں کی جستجو

ہوا۔ علی پاشا نے خبر پاکر چند جاسوس کشتیاں بھیجیں کہ دشمن کی قوت کا اندازہ کریں۔ انمیں سے
ایک تیز طرار بربری جوان رات کے وقت موقع پاکر یورپین بیڑے کے عین قلب میں گھس گیا
لیکن حقیقت یہ ہے کہ لڑائی کے دن تک فریقین کو ایک دوسرے کی قوت معلوم نہیں ہوئی آخر کار
یکم اکتوبر کو دونوں بیڑے حرکت کرتے دکھائی دیے۔ یورپین بیڑا جنوب کیطرف۔ اور بربری

ہلال و صلیب کا مقابلہ

شمال کیطرف بڑھا۔ ۷ اکتوبر کی صبح کو ۷ بجے جانب جنوب افق پر خلیج پٹراس کے دہانہ سے
باہر چند مسطول اور انپر سفید پھریرے ہوا میں لہراتے دکھائی دیے۔ مسطولوں کی تعداد
آناً فآناً بڑھتی گئی۔ اور جب یقین ہوگیا کہ دشمن ہے تو ڈن جان نے بھی جھٹ پٹ سفید
نشان ہوا میں بلند کردیا۔ جو گویا پیام مبارزت تھا۔ جہازوں کے وسط کے تختے سپاہیوں
نے فوراً خالی کردیئے۔ پھر تمام پابزنجیر و حلقہ بگوش خلاصیوں کو شراب اور گوشت نہایت
دریا دلی سے تقسیم ہوا۔ کیونکہ بحری معرکہ آرائیوں میں کامیابی یا ناکامی کا انحصار انہی کمبختوں کی قوت
بازو پر منحصر ہوتا تھا۔ پرانے پرانے ملاح جو خیرالدین اور اُسکی ذریات کے مقابلہ میں اس سے
پیشتر اکثر ناکام بلیاں چلا چکے تھے اب انتقام پر تلے کھڑے تھے۔ نوعمر خلاصی جنکو زندگی

مسیحی فوجمیں جوش

بھر میں یہ سب سے پہلا موقع تھا۔ وہ بھی انتظار سے بیتاب تھے۔ اِس تنت پر یورپ کے افسروں
نے حسب عادت پھر وہی پرانی تجویز پیش کی کہ مجلس شوریٰ منعقد کیجائے۔ مگر ڈن جان نے
جواب دیا کہ "مشورہ کا وقت نہیں۔ یہ خیال دل سے دور کردو اور لڑنے کو تیار ہو جاؤ"۔ پھر

جائزہ

اُسنے ایک ہلکی سی کشتی میں سوار ہوکر تمام بیڑے کا جائزہ لیا۔ صلیب مقدس ہاتھ میں لئے

ہر جہاز کو دیکھتا جاتا تھا۔ اور سپاہیوں کے حوصلے بڑھاتا جاتا تھا۔ اسکے بعد طمینان سے علمبردار پر سوار ہو کر اُسنے علم مقدس بلند کیا۔ جسکے پھریرے پر مسیح کی تصویر بنی تھی۔ اور اُسکے سامنے سربسجود ہو کر بتضرع دعا مانگی۔

خلیج لپنٹو میں خوفناک سین

اسوقت ٹھیک ۱۱ بجے ہیں۔ آسمان کا نیلگوں چہرہ بالکل صاف و نکھرا ہوا ہے مگر اُس سے ایک قسم کی ہیبت ٹپکتی ہے۔ تمام سمندر پر ہر طرف سکوت و خاموشی کا عالم طاری ہے۔ حتیٰ کہ موسم خزاں کے آفتاب کی مضمحل شعاعیں بھی پانی کی بلوریں سطح پر آہستہ آہستہ اُترتی ہیں۔ ایک ذرا تڑپتی ہیں اور پلٹ جاتی ہیں۔ آبی جانور بھی اس ہیبت ناک سین سے خوف زدہ ہو کر سمندر کے تاریک و عمیق حصوں میں جا چھپے ہیں۔ کیونکہ دو برابر کے پہاڑ آپسمیں ٹکرانے کو ہیں۔ آخر یہ مہیب سلسلہ خاموشی جنوبی بیڑے کیطرف سے منقطع ہونا شروع ہوا۔

قلعہ بندی

جہازوں کے بادبان یک بیک سمٹتے ہیں۔ بلیاں پانی میں حرکت کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ اور اُسکے ساتھ ہی تمام ہلالی بیڑا ایک برقی تیزی سے۔ مگر فوجی قواعد کے بموجب جنگی قلعہ کی شکل میں مرتب ہو جاتا ہے۔ اُدھر شمالی بیڑے نے بھی آہستہ آہستہ حرکت شروع کی۔

ترتیب

اور کسیقدر متانت و سنجیدگی سے قلعہ ترتیب دیا۔ اسطرح پر کہ جنرل باربارِیگو اپنے دستہ سمیت ساحل کے ساتھ یسار پر جمگیا۔ اور اُسکے برابر ڈن جان کا دستہ قلب قائم ہوا۔ مگر دایاں بازو ندارد تھا۔ اسلئے کہ گیوفی ڈوریا یمین دستہ کو لیکر خدعۃ الحرب کے مسائل حل کرنے اِدھر اُدھر چلا گیا تھا۔ اور اب تک کہیں اُسکا پتہ نشان نہ تھا۔

ہلالی بیڑے کی ترتیب

ہلالی بیڑا قریبًا ایک میل لمبا اور اُنہی معمولی تین حصوں پر منقسم تھا یعنی قلب

یمین ویسار۔ پھر عقب پھر رزرو یعنی محفوظ دستہ تھا۔ مگر یورپین بیڑے کی طرح ہراول میں گیلیز جہازات کا پرا نہ تھا۔ افسروں کا تعین اس طرح پر تھا کہ شلوک پاشا یمین پر باربریگو کے بالمقابل۔ علی پاشا قلب میں ڈن جان کے مقابل۔ اور علی العلوجی پاشا یسار پر یورپین بیڑے کے اس دستہ جہازات کے مقابل تھا جسکی کمان گیونی ڈوریا کے سپرد تھی۔ اور چونکہ ڈوریا کا اسوقت تک کہیں پتہ ونشان نہ تھا۔ اسلئے ادھر کا میدان خالی تھا۔ گویا یہانتک دونوں طاقتیں برابر تھیں۔ اگر ہلالی بیڑے کا ہراول گیلیے جہازات سے خالی تھا۔ تو صلیبی بیڑے کا یمین کمزور تھا۔

افسروں کا تعین

ٹھیک ۱۱ بجے یورپین بیڑے کیطرف سے افتتاح جنگ کی توپ سر ہوئی۔ اور اسکے ساتھ ہی ہراول کے گیلیے جہازات نے اس شدت کی آتشباری کی کہ ہلالی جہازوں کے پرچخے اُڑنے لگے۔ اور اگر شلوک پاشا برابر سے نہ نکلتا تو کچھ شک نہیں کہ ہلالی قوت اس پہلے ہی وار میں بہت زیادہ مضمحل ہوجاتی۔ اُسنے اپنے یمین کی لمبی قطار بناکر نہایت تیز قدمی سے گیلیز جہازوں کو جالیا۔ اور اُنکو مار کر پیچھے ہٹا دیا۔ یہ دیکھکر انکا یمین اور انکا یسار اس تیزی سے زور آزمائی کیلئے بڑھا کہ معلوم ہوتا تھا گویا دو برابر کی طاقتیں غیر متمیز جسم بنکر آپس میں ٹکرا رہی ہیں۔ یورپین جہازات ہر مرتبہ دلاورانہ آگے بڑھتے تھے۔ مگر ہر مرتبہ پسپا کردیے جاتے تھے کمانوں اور بندوقوں سے کچھ نہو سکا تو تلواریں فیصلہ کیلئے نیاموں سے نکلیں۔ افسر اور ماتحت میں کچھ تمیز نرہی۔ تمام سطح آب تلوار کا کھیت بنگیا۔ اس خونریز کشمکش میں دونوں کے افسر۔ ادھر شلوک پاشا۔ اُدھر سے باربریگو مقتول ہوئے۔ اور گو بالآخر ہلا

افتتاحی توپ

خونریز کشمکش

باباریگو اور شلوک پاشا کا قتل

یورپین بیڑے کے ہاتھ رہا۔ مگر سخت نقصان ہوا۔ بہت سے جہازات غرق ہوئے۔ اور بیشمار دلاور کام آئے۔

میدان ہاتھ سے جاتا دیکھکر ہلالی قلب کو یک بیک حرکت ہوئی۔ اور علی پاشا بخط مستقیم ڈن جان کے کپتی ٹانہ پر جھکا۔ اس تیزی سے کہ دلاوران اسپین کو سنبھلنے کی مہلت بھی نہ ملی۔ اور دونوں جہاز ایک طرفۃ العین میں ٹکرا کر اُلجھ گئے۔ اگرچہ یہ ایک اتفاق محض تھا۔ مگر اس سے دونوں قلبوں کو آپسمیں تصفیہ کرنیکا خوب موقع ملا۔ کیونکہ علی پاشا کے جہاز کا اگلا سرا ڈن جان کے خلاصیوں کے چوتھے تختہ تک پہنچکر اسطرح الجھ گیا کہ دونوں کے ڈیک (تختہ جسپر سپاہی کھڑے ہوتے ہیں) آپسمیں ملکر ایک ہو گئے۔ یہ کیفیت دیکھکر ادھر سے پرویز پاشا اور اُدھر سے کولونا اور وینیر و اپنے جہاز لیکر امداد کیلئے بڑھے۔ مگر جلدی میں وہ بھی اسی گچھے میں اُلجھ گئے۔ اور اب گویا ان پانچوں جہازوں کے ڈیک ایک دوسرے سے ملکر ایک وسیع اکھاڑا بنگیا۔ دلاوران اسپین نے دو دفعہ حملہ کیا۔ مگر دونوں دفعہ بُری طرح پیچھے دھکیل دیے گئے۔ تیسری مرتبہ خود علی پاشا چند جانبازوں سمیت ڈن جان کے ڈیک پر شمشیر بکف اُترتا ہے۔ وہ دیکھو ایک گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ دست و گریباں کی نوبت پہنچگئی۔ ہر طرف طوفان بے تمیزی برپا ہے۔ قواعد و مدارج کا کچھ لحاظ نہیں۔ وہ دیکھو کولونا نے اپنے جہاز سے علی پاشا کے جہاز کے پچھلے حصہ میں کس زور سے ٹکر لگائی ہے کہ خلاصیوں کے تیسرے تختہ تک صدمہ پہنچا۔ اب قرابینیں نکلی ہیں۔ ہلالی جہاز آگ کے شعلوں میں ملتبس دکھائی دیتا ہے۔ یورپین دستہ چونکہ آتشبار آلات سے مسلح تھا۔ اُنکے جہاز بھی آہن پوش تھے

علی پاشا کا حملہ

تصفیہ قلوب

عقد ثریا

اکھاڑا

گھمسان کی لڑائی

ہلالی جہاز والوں کے پاس زرہ۔ بکتر۔ خود۔ یا چھرہ وغیرہ آلات حفاظت میں سے کچھ

فیصلہ

نہ تھا۔ بلکہ عام آلات حرب میں بھی کمانیں بکثرت تھیں۔ کولونا کے آتشبار منجنیقوں اور توپوں

علی پاشا کا قتل

نے بالآخر معاملہ کو جلد یکسو کردیا۔ کیونکہ علی پاشا مقتول ہوا۔ اوراب صرف گھنٹہ دو گھنٹے کی

خونریز کشمکش کے بعد ہلالی یمین کا باقی حصہ بھی مضمحل اور منتشر ہو گیا۔

ہلالی علمبردار جہاز پر صلیبی پھریرا لہراتا دیکھکر پرویز نے محفوظ دستہ لیکر ہلّہ کیا

جسمیں اگرچہ ونیرو سخت زخمی ہُوا۔ مگر انجام کار پرویز کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ یورپین جہاز اس بڑی

دوسری کشمکش

کامیابی پر ابھی پوری طرح ناز بھی نہ کرچکے تھے کہ علی العلوجی پاشا نے یسار کی پوری قوت

لیکر یورپین قلب پر اس تیزی سے حملہ کیا کہ تمام جہاز منتشر ہو گئے۔ مالٹا والوں نے کچھ

مقابلہ کیا۔ مگر علی العلوجی کے جانباز حیرت انگیز دلیری سے اُنکے علمبردار جہاز پر چڑھ گئے

اور تمام اہل جہاز کو تہ تیغ کر ڈالا۔ صرف پچاس آدمی فرقطون کے سہارے بچے۔ یہ دیکھکر

کارڈونا اپنا دستہ لیکر مجاہدین کا بدلہ لینے بڑھا۔ مگر اُسکا بھی یہی حشر ہوا۔ اُسکے پانسو

آدمیوں میں سے صرف ستّرہ بچے۔ اسوقت ایک عجیب متضاد سین پیش نظر تھا۔ ایک

متضاد سین

طرف ہلالی قلب پر صلیبی پھریرا لہراتا تھا۔ دوسری طرف مالٹا اور کارڈونا کے علمبردار پر

ہلالی علم نصب تھا۔ ہر فریق اپنے آپ کو فتحمند سمجھتا تھا۔ بالآخر مارکوئیس سانٹا کرز اور ڈان جان

نے اپنے اپنے دستوں سمیت آگے بڑھکر علی العلوجی کو گھیر لیا۔ اور ایک آخری اور سخت

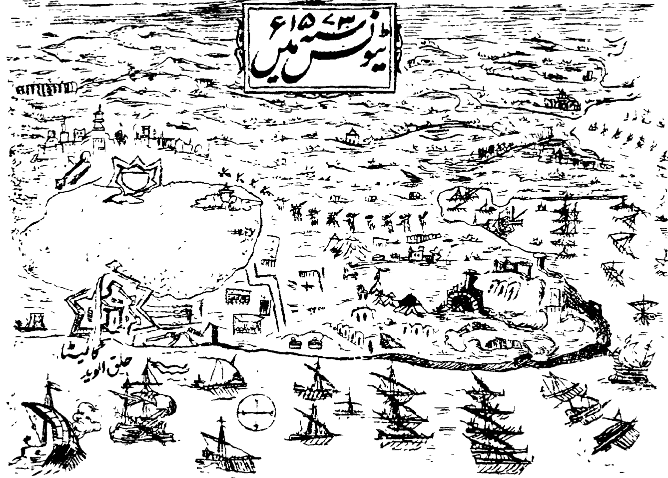
شکست فاش

کشمکش کے بعد ترکی بربری بیڑے کو شکست فاش ہوئی اُدھر صلیبی بیڑے کو گو فتح ہوئی۔

مگر نہایت سخت قیمت دیکر۔ کوئی جہاز سلامت نہ رہا۔ دس ہزار آدمی کام آئے۔ اٹلی اور سپین کے

# طونس

شہر اور بندرگاہ



شجاع خاندانوں کے نامور قتل ہوئے۔ سترہ افسر وینس کے اور ساٹھ مجاہدین بیت المقدس کھیت رہے۔

جنگ کا انجام

اُدھر قیامت انگیز جنگ لپنٹو کے خاتمہ پر معلوم ہوتا تھا کہ قسطنطنیہ اور الجزائر کا بحری اقتدار ہمیشہ کیلئے خاک میں ملگیا۔ اور کچھ تعجب بھی نہیں۔ کیونکہ تمام گیلیٹ۔ پندرہ گیلے غرقاب ہوئے۔ اور قریبًا ایک سونوے گرفتار ہوئے۔ ہزاروں دلاور مقتول اور غریق ہوئے مگر حقیقت یہ ہے کہ اولوالعزم افراد کیطرح اولوالعزم قومیں بھی زندگی کے شکست وریخت سے دل شکستہ نہیں ہوتیں۔ وہ جب گرتی ہیں اُٹھنے کیلئے گرتی ہیں۔ چنانچہ اِس نقصان عظیم کی تلافی میں صرف دو سال خرچ ہوئے۔ اور جب تیسرے برس ۱۵۷۴ء

ٹیونس پر حملہ

میں علی العلوجی بحیثیت کپتان پاشا ہلالی بیڑے کی کمان لیکر ٹیونس کیطرف بڑھا تو دو سو پچاس جنگی جہاز۔ دس موہن یا گیلیز۔ اور تیس جنگی کشتیاں ہمرکاب تھیں۔

ٹیونس کو اگرچہ علی العلوجی نے ۱۵۶۹ء میں اہل اسپین سے انتزاع کرلیا تھا مگر ۱۵۷۳ء میں ڈن جان نے پھر فتح کر کے مضافات کارڈوا (قرطبہ) میں داخل کرلیا تھا

محاصرہ اور نتیجہ

جنگ لپنٹو کیطرح محاصرہ ٹیونس کے تفصیلی کوائف بھی خالی از دلچسپی نہیں۔ مگر اس خوف سے کہ مبادا علی العلوجی اور اُسکے رفیقوں کی شجاعت پر یورپین مورخوں کے خلاف مزاج زیادہ آب وتاب آجائے۔ صرف نتیجہ آخر پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ اسپینش قلعہ کی فوج اور نامور جنرل سروبلین نے دم واپسیں تک بڑی دلیری سے محاصرین کا مقابلہ کیا۔ اور جب اُنکی تعداد نہایت کم ہوگئی تو (بزور شمشیر نہیں بلکہ) بطیب خاطر

قلعہ کا دروازہ کھولدیا[۱]۔ اور ترکی امیر البحر نے مظفر و منصور داخل ہوکر اور خزانہ اور میگزین پر قبضہ کرکے سلطان مراد ثالث کو باضابطہ رپورٹ بھیجدی۔

اِسی اثنا میں بابعالی اور شاہ ایران میں حدبندی کی بنا پر جنگ چھڑ چکی تھی اسلئے علی العلوجی کو ٹیونس کی فتح سے فارغ ہوکر ایران کیطرف اقدام کرنیکا فرمان ملا۔ اور یہاں وہ بحیرہ ابوکزن میں عرصہ دراز تک ایرانی بیڑے سے لڑتا رہا۔ اگرچہ ان لڑائیوں کا نتیجہ آخر یہ ہوا کہ ۱۵۹۰ء میں ایک صلحنامہ کی رو سے صوبہ جارجیہ۔ تبریز۔ اور وہ اضلاع جو بحیرہ کیسپین کے جنوبی ساحل پر واقع ہیں۔ ترکوں کے قبضہ میں آگئے۔ مگر یہ بہت بعد کا واقعہ ہے علی العلوجی ۱۵۸۰ء میں انتقال کرچکا تھا۔

علی العلوجی کی وفات

کپتان پاشا علی العلوجی جسکا لقب مُوذن زادہ بھی تھا الجزائر کا سترھواں پاشا تھا۔ ۱۵۶۸ء میں مقرر ہوا۔ مگر چار برس بعد ۱۵۷۲ء میں لیپنٹو کی لڑائی کی وجہ سے اُسکی خدمات براہ راست بابعالی میں منتقل ہوگئی تھیں۔ خیر الدین اور طرغد کیطرح یہ بھی نہایت کارآزما اور مشہور امیر البحر گزرا ہے۔ وفات کے وقت مُوذن زادہ کی عمر ۷۲ برس کی تھی۔

[۱] لین پول د بار بری کورسیر، صفحہ ۱۰۲۔ فریق مخالف کی شجاعت کا اعتراف نکرنا مورخین یورپ کا شعار ہے

# دسواں باب

## قرن وسطیٰ کے بحری قزاق۔ اُنکی ترکتاز کشتیاں اور جنگی جہاز پابزنجیر و حلقہ بگوش خلاصی۔ اُنکی اصلیت اور حالات محاربہ

اگرچہ مقدمہ میں خصوصاً اور متن کتاب میں عموماً جابجا اِسطرح کے واقعات سلسلہ بیان میں آگئے ہیں۔ جنسے صریحاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرن وسطیٰ کی بحری غارتگری اہل بربر کی خانہ زاد نہ تھی بلکہ عطاے غیر تھی۔ اور اِس عطیہ سے بدرجہ اولی مستفید ہونا بھی بربر کی بیچ میل قوم کو سولھویں صدی کے اخیر میں کہیں جاکر نصیب ہوا ہے۔ ورنہ غارتگری ابتداً اکثر بیشتر اقوام یورپ کا شعار رہا ہے۔ جنمیں یونان اور روڈس کو سب سے زیادہ یدطولیٰ حاصل تھا۔ لیکن پھر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ باب ہذا کے ذیل میں اِن امور پر پھر ایک مرتبہ سرسری نظر ڈالیں۔ اور تاریخانہ شہادتوں سے ثابت کریں کہ اگر جلاوطن اُندلسیوں کے جوش انتقام سے قطع نظر کیجائے (اِسلیئے کہ وہ ایک متنزل اور ازپا افتادہ قوم کے افراد تھے) تو اقصاے مغرب میں یہ بلاے بیدرماں اُنیسویں صدی کے آغاز تک صرف جنوبی یورپ کی بعض قوموں کی بدولت نازل رہی۔

غارتگران بربر کی اصلیت

اب اِس بڑے دعوے کے ثبوت میں صرف اسیقدر بتادینا کافی ہوگا کہ بربر کے نامور جہازراں اور فرمانروا خواہ اُنھوں نے مذہب و قومیت تبدیل کرلی یا صورتیں بدل لیں مگر فی الاصل یورپین تھے۔ اور یورپین اخلاق رکھتے تھے چنانچہ عروج اور خیرالدین

دعوے کا ثبوت

باربروسا کی نسبت یورپ کے نامی مورخ متفق الراے ہیں کہ وہ لزبس میں پیدا ہوئے اور ایک یونانی ماں کے بطن سے پیدا ہوئے۔ مگر چونکہ اُنکا باپ یعقوب مسلمان تھا لہذا ہمارے لئے اِس راے سے اختلاف کرنیکی کافی وجہ نہیں۔ اِن کے بعد جسقدر نامور شخص الجزائر میں گزرے اُنمیں بکثرت نومسلم تھے جو کسی نہ کسی یورپین خطہ یا معزز عیسائی خاندان سے تھے۔ مثلاً

نامور کپتانوں کی فہرست مسلمہ مورخین یورپ

| نام | وطن | اصلی مذہب | نام | وطن | اصلی مذہب |
|---|---|---|---|---|---|
| طرغد پاشا | قرمانیہ | عیسائی | صالح رئیس | ۰ | ۰ |
| صنعان رئیس | سمرنا | یہودی | ایدالدین رئیس | ۰ | ۰ |
| علی العلوجی پاشا | کلیبیریا | عیسائی | رمضان پاشا | سارڈینیا | عیسائی |
| حسن پاشا | وینس | ″ | جعفر پاشا | ہنگری | ″ |
| میمی پاشا | البانیا | ″ | پیالی پاشا | کروشیہ (قرشیہ) | ″ |
| مراد رئیس | فرانس | ″ | دیلی میمی | یونان | ″ |
| مراد رئیس | اسپین | ″ | یوسف رئیس | اسپین | ″ |
| خیرورز رئیس | جنیوا | ″ | مراد رئیس | البانیا | ″ |
| مراد رئیس | جرمنی | ″ | میمی رئیس | کورسیکا | ″ |
| میمی رئیس | کلیبیریا | ″ | ممتاز رئیس | سسلی | ″ |

نوٹ۔ دیکھو لین پول صفحہ ۱۸۵ و تاریخ ہیڈو صفحہ ۱۸۔ ہیڈو نے ۳۵ کپتانوں کی ایک فہرست لکھی ہے جن میں قریب قریب تمام کپتان مسیحی تھے مگر مسلمان ہو گئے تھے یہ بیس نام اسی فہرست سے منتخب کئے گئے ہیں۔

یورپ سے غارتگروں کا نزول

یورپ سے اِن غارتگروں کا نزول اسطرح پر ہوا کہ اول اول جنگ و جدل میں غلام بنکر آئے۔ دولتمند اور ذی اثر خاندان سے ہوئے اور لواحقین کو معلوم ہوگیا تو فدیہ دیکر آزاد ہوگئے۔ ورنہ تبدیل مذہب ایک لازمی نتیجہ تھا۔ ساحل بربر کی ولولہ انگیز زندگی پر ایک مرتبہ قناعت کرکے جب اِنکا خیال حصول معاش کیطرف مائل ہوتا تو غارتگری سے بہتر کوئی ذریعہ انکو نہ سوجھتا۔ اور اسطرح یہ بہت جلد ایک چھوٹے سے لٹیرے گروہ کے سردار بنجاتے۔ بعد کو جب خاندان باربروسے نے الجزائر میں جمکر سطوت و جبروت حاصل کرلی تو یہ نوبت پہنچی کہ یورپ کے ملکوں کے منچلے جوان ارادہ کرکے بربر میں آتے اور باربروسہ کے ظل حمایت میں داخل ہوتے تھے۔ کیونکہ زمانہ کا غارتگرانہ گوشۂ چشم اب روز بروز نمایاں طور پر

زمانہ کا غارتگرانہ گوشۂ چشم

یورپ سے افریقہ کی طرف پھرتا جاتا تھا۔ لہذا قرن وسطی کے شجاعانہ حوصلے نکالنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہ تھا کہ بربری گیلیے کو دامن شفقت بنائیں۔ گو ایک مرتبہ حلقہ بگوش بنکر بازار میں بکنا پڑے یا پابزنجیر خلاصی ہوکر بلیاں چلانا پڑیں۔ جب کوئی سخت مفسد مادہ ایک مرتبہ جسم میں جاگزین ہوجاتا ہے تو پھر وہ آپ ہی اپنا سبب اور آپ ہی اپنا مسبوب بنجاتا ہے قوموں کے اخلاق کیحالت بھی یہی ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم بربر کی پیچ میل قوم کو اس کلیہ سے مستثنے کریں۔ قرن وسطی کی رسم جنگ جسکے بموجب مغلوب دشمن غلام بنالیے

غارتگری کی علت اولی

جاتے تھے۔ اِس مفسدہ کی علت اولی اور قوت متحرکہ تھی جنگ جسکا یہ نامعقول انجام تھا اُسکا آغاز بھی کچھ ایسا معقول نہوتا تھا۔ یونانی صرف اِس عذر پر شوقین سیاح کی کشتی یا

---

[1] لین پول صفحہ ۲۰۰ تا ۲۰۱

جنگ کے عام اسباب

دولتمند تاجر کا جہاز لوٹ لیتے تھے کہ وہ آرکی پیلگو سے کیوں گزرا۔ مجاہدین بیت المقدس کے حملوں کی معقول وجہ جو اس زمانہ کے مہذب مورخ فخراً بتلاتے ہیں۔ وہ مذہبی تعصب ہے۔ لیکن تاریخانہ تدقیق اور ریشہ دوانی میں جب یہ پتہ ملتا ہے کہ اکا دکا مسیحی جہاز بھی اُنکے دست تظلم سے نہ بچتا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ غارتگری کو بُرا ہی نہ سمجھتے تھے

زیادہ معقول سبب

ہمارے نزدیک یہ زیادہ معقول وجہ ہے۔ اسلئے کہ بُرے کو اچھا بنا لینے کا سہل تر طریقہ یہ ہے کہ اُسکو بُرا سمجھنا چھوڑ دیں۔ وینس۔ جنیوا۔ پیسا۔ اراگون وغیرہ تجار ریاستیں آپسمیں

تقابل

حریف ومتقابل تھیں اسلئے ایک دوسرے پر ہاتھ صاف کرتی رہتی تھیں۔ اسپین۔ فرانس جیسی بڑی بڑی سلطنتیں بھی تقابل سے خالی نہ تھیں۔ اور اجیر غارتگروں کو عداوتاً ایک

یورپ کا مشہور غارتگر خاندان

دوسرے پر مسلط رکھتی تھیں۔ مثلاً خاندان ڈوریا[۱] جو تین پشت تک مسلسل غارتگری کرتا رہا۔ خاصکر عثمانی مضافات پر نیز سواحل الجزائر اور فرانس پر۔ یا مجاہدین بیت المقدس

مذہبی غارتگر

جو یورپ بھر کا خروار شجاعت اور مسیحی دنیا کا مقدمتہ الجیش تھا۔ بعینہ یہی اسباب غارتگری بعد کو اقصائے مغرب میں منتقل ہوگئے۔ صورت ضرور متغیر تھی۔ مذہب۔ قومیت بھی بظاہر وہ نہ تھی۔ مگر معنی۔ خصلت بجنسہٖ وہی تھی۔ بربری خول چڑھا کر بھی وہ اُسی پرانی وضع پر شکار کی تلاش میں سمندر میں جابجا منڈلاتے پھرا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا اسباب میں سے جب کوئی سبب واقع ہوکر ایک مرتبہ سلسلہ جنگ چھیڑ دیتا تھا تو پھر برسوں بلکہ بعض صور تو نہیں شاید قرنوں یہ سلسلہ منقطع نہوتا تھا

[۱] دیکھو باربری کورسیر مصنفہ لین پول صفحہ ۱۴۲ [۲] انڈریا ڈوریا۔ رڈگر ڈوریا۔ کیو نی ڈوریا۔

دوران جنگ میں فریقین کا طریق عمل

اور فریقین کو جنگ کے فوری سکون پر بھی تسکین نہ ہوتی تھی۔ بلکہ ایک دوسرے کے مضافات پر اسطرح کے غارتگرانہ حملے شروع کر دیتے تھے جنکو اِس تہذیب کے زمانہ میں بزدلانہ حملے کہتے ہیں۔ فریقین خواہ یورپ کی دو قوتیں ہوتیں۔ یا اقصائے مغرب اور اسپین ہوتے بہر نوع یہ حملے کسیقدر رنگ و روپ کی نسبت پر نہایت سفاکانہ ہوتے تھے۔ جنکا محض یہی مقصد ہوتا کہ کسی غیر جزیرہ یا ساحل کے شہر کے باشندوں پر یک بیک جا پڑیں۔ اُنکا گھر بار لوٹ لیں۔ اُنکو اور اُنکے بیوی بچوں کو پکڑ کر غلام بنالیں۔ اُنمیں سے چالاک اور مضبوط جوان چُنکر اُن سے خلاصیوں کا کام لیں۔ اور اسطرح ایک جدید بیڑا مرتب کر کے مدمقابل کو پیام مبارزت دیں چنانچہ بربری کشتیوں پر یورپین غلام خلاصی اور یورپین کشتیوں پر بربری خلاصی۔ گویا قرنِ وسطیٰ کے چہرۂ شجاعت کے نہایت ہی نمایاں خط و خال تھے۔

چہرۂ شجاعت اور اُسکے خط و خال

فن جہاز سازی میں ترقی

عربی النسل جسطرح افریقہ میں غارتگری لائے۔ اسیطرح فن جہاز سازی بھی لائے جہاز گو قدیم سے تھے۔ مگر غارتگرانہ اغراض و مقاصد کیلئے جن ہلکے۔ مختصر اور سبکرفتار کشتی نما جہازوں کی ضرورت تھی وہ اواخر سولھویں صدی میں یورپین کاریگروں نے ایجاد کئے۔ چنانچہ آئندہ معلوم ہوگا۔ اِن جہازوں کے مستول بہت اونچے نہوتے تھے اور نہ ایک یا دو سے زیادہ۔ کشتیوں کیطرح لمبے زیادہ اور چوڑے کم۔ بادبان بھی زیادہ سے زیادہ دو ہوتے تھے اور سلامتی صرف خلاصیوں کی قوت بازو پر منحصر تھی۔ اُنکی تین قسمیں تھیں۔ گیلی یعنے پُورا جہاز۔ گیلیٹ یعنی آدھا جہاز۔ برگنٹین یعنی چوتھائی جہاز

نئی قسم کے جہاز

جہاز کی قسمیں

فر قطعہ ایک اور چھوٹی اور ہلکی سی کشتی تھی جسکو ڈونگا کہنا چاہیئے۔ ایسے ہی ایک شیبک تھا
ان میں تمثیلاً گیلے کو لو۔

مسیحی مجاہدین کا گیلے

**گیلے** یہ گویا پورا جہاز ہے۔ اور فرض کرو کہ اہل مالٹا کا علمبردار ہے جو مجاہدین
بیت المقدس مشہور ہیں۔ اسمیں دو مسطول ہیں۔ اگلے پچھلے حصوں پر جو بالترتیب پیشین و

ڈک

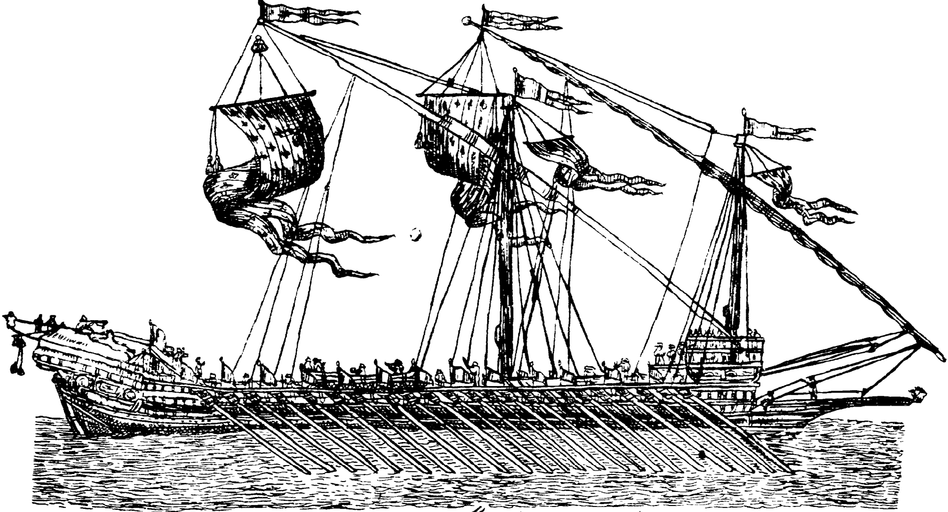
پسین کہلاتے ہیں مختصر ڈک (تختہ) ہے پیشین پر مسلح سپاہی۔ چار توپیں اور توپچی
قرناوالے اور بادبان بردار اپنے اپنے قرینہ سے پرے باندھے کھڑے ہیں۔ پسین پر
اسطرف مجاہدین کے فوجی اور ملکی نامور افسر زرق برق وردیاں پہنے کسیقدر غازیانہ
تمکنت مگر غارتگرانہ جبروت سے جلوہ افروز ہیں۔ اور پچھلی طرف ایک شاندار چتر کے سایہ
میں کپتان یا ناخداے جہاز جلوہ فرما ہے۔ چتر کے سرخ ریشمی مشجر اور زر دوز غلاف پر جسکے

مریخ

گرد زریں جھالر ٹکا ہے جب دور سے نظر پڑتی ہے تو بلا مبالغہ مریخ کا دھوکا ہوتا ہے
اصل یہ ہی کہ سرخ رنگ کو غارتگران مالٹا کی خونریز مشاغل زندگی سے خاص نسبت ہی چتر کے

علم مقدس

عین وسط سے علم مقدس بلند ہوتا ہے جسکا سرخ ریشمی پھریرا آتشین ناگن کیطرح ہوا میں
لہرارہا ہے۔ اسکے علاوہ جہاز پر اور چھوٹے چھوٹے جھنڈے بھی ہیں۔ مگر انکے رنگ ہر
قوم کے مطابق جداگانہ ہیں۔ سب سے پیچھے عین کنارہ پر جو پسین کی چھت سے کسیقدر بلند ہے
ایک اور منصبدار کی جگہ ہے یعنی معلم جہاز۔ جسکا یہ کام ہے کہ سکّان جہاز کو ایک لکڑی کے
ڈنڈے سے گھما کر جہاز کو جسطرف ضرورت ہو لیجائے۔ پیشین اور پسین کے درمیان جسقدر
حصہ جہاز ہے وہ گویا جہاز کی قوت محرکہ کا خزانہ ہے۔ اسکے دونوں طرف طول میں ستائیس



سولھویں صدی کا گیلے

قوت جبریہ کا خزانہ

ستائیس تختے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر نصب ہیں۔ ہر تختہ پر کم سے کم چار اور زیادہ سے زیادہ چھ حلقہ بگوش اور پا بزنجیر خلاصی۔ ۵۰ فٹ لمبی ایک بلّی ہاتھ میں لئے جہاز کو کھیتے ہیں

جہاز کے جلاد

تختوں کی دونوں قطاروں کے بیچ میں بطور پل ایک خالی جگہ ہے۔ جس پر دو جلاد لمبے لمبے چابک ہاتھوں میں لئے ٹہل رہے ہیں چونکہ یہ ایک مسیحی جہاز ہے۔ اسلئے تمام خلاصی ترک

پابزنجیر خلاصی

ہیں۔ بربری ہیں۔ یا اُندلسی۔ اگر بربری جہاز ہوتا تو یہ مسیحی ہوتے۔ تختہ پر یہ پابزنجیر اسطرح کئے گئے ہیں کہ آہنی زنجیر کا ایک سرا تختہ میں جڑا ہے اور دوسرا خلاصی کی کمر سے پٹکے کی طرح بندھا ہے۔ یہ نئی ترکیب کی پابندی جو گویا اجبار کا غایت درجہ ہے۔ حفظ ماتقدم کے خیال پر مبنی ہے۔ یعنی جب دو مخالف سمندر میں زور آزمائی کرتے تھے اور ہر فریق کے حلقہ بگوش خلاصی اپنے ہمقوم کے مقابلہ میں کشتیاں کھینے پر مجبور ہوتے تھے تو اکثر موقع پاکر فریق مخالف سے جا ملتے تھے۔ اب پابزنجیر ہونیکی صورت میں یہ ممکن نہیں۔

یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ابتدا میں تمام جہازوں اور کشتیوں پر عموماً اجیر خلاصی کام کرتے تھے۔ خاصکر بربر میں قدیم الایام سے یہی دستور تھا چنانچہ پندرھویں صدی کے اختتام تک جلاوطن اندلسی اسپین کے سواحل پر انتقاماً غارتگرانہ حملے کرتے تو اپنے برگنٹین خود کھیتے تھے[۱]۔ کیونکہ یہ چوتھائی جہاز کے برابر گویا ایک ہلکا سا کشتی نما جہاز تھا۔ اور ایک بلّی پر ایک شخص کی قوت بازو کافی تھی۔ البتہ گیلیٹ یعنی نصف جہاز پر دو تین آدمی فی بلّی کام کرتے تھے۔ اور اسیطرح گیلیے پر پانچ پانچ یا چھ چھ آدمی فی بلّی۔ ان صورتوں میں

[۱] لین پول ص۲۱۴۔

ہمیشہ خلاصیوں کو اُجرت دیجاتی تھی۔ اور ملاحی غلامی نہ تھی۔ لیکن ابتدا میں برگنٹین ہی بہت مستعمل ہوتے تھے۔ اور سچ یہ ہے کہ کمبخت اُندلسیوں کو جوشِ انتقام نکالنے کیلئے گیلے یا گیلیٹ کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی۔ البتہ یورپ کے جنوبی بحور میں غارتگری بہت پہلے سے موجود تھی۔ اور اسلامی ممالک کی بدولت غلام خلاصیوں کا دستور بھی پہلے سے تھا۔ اگر غلام ہاتھ نہ آتے تو جن لوگوں کو سنگین جرم میں بامشقت قید کی سزا دیجاتی۔ اُن کو گورنمنٹ ملک سے خریدلیا جاتا۔[۵۱]

خلاصیوں کے حالات مجاریہ

خلاصیوں کے حالات مجاریہ کا اندازہ کرنا ہو تو فرض کرو کہ ایک تختہ پر اسطرح کے چھ انسان مادرزاد ننگے۔ جانوروں کیطرح زنجیروں میں بندھے ہوئے۔ ایک نہایت وزنی بلّی قریبًا ۵۰ فیٹ لمبی ہاتھ میں لئے۔ ایک پیر اگلے چھجہ پر۔ دوسرا تختہ پر۔ ہاتھ پھیلائے ہوئے کبھی پیچھے کو اسقدر تنگھڑتے ہیں۔ کہ پچھلی طرف بالمقابل جو خلاصی اسی کشمکش میں مصروف ہیں۔ اُنکی پشتوں کو مس کرجاتے ہیں۔ کبھی آگے کو جھک کر بلّی کے سرے کو پانی میں اس قدر ڈباتے ہیں کہ پانی اُسکو پکڑلیتا ہے۔ اور پھر تختہ پر تمام جسم کا زور ڈالتے ہیں۔

عرقریز کشمکش

وئں دس بارہ بارہ بلکہ کبھی کبھی بیس بیس گھنٹہ مسلسل یہی کشمکش رہتی ہے۔ ایک لمحہ کو سکون نہیں ہوتا۔ جب شدت فاقہ سے جاں بلب ہوتے ہیں تو سدرمق کیلئے نہیں بلکہ صرف غشی سے بچانیکے لئے کوئی خداترس ملّاح یا جلّاد روٹی کا ایک ٹکڑا شراب میں بھگا کر کمبخت خلاصی کے مُنھ میں رکھدیتا ہے۔ اور یہ اتنی سی تسکین سے تازہ دم ہوکر پھر وہی عرقریز

---

۵۱ لین پول صفحہ ۲۲۱

کشمکش شروع کر دیتا ہے۔ کبھی ایسا اتفاق بھی ہوتا ہے کہ خلاصی اِس جانکاہ محنت سے تھک کر اور لڑکھڑا کر تختہ پر گر جاتا ہے۔ یہ دیکھکر کشتی کا جلاد اُسکی پیٹھ پر اس بیدردی سے چابک برساتا ہے کہ یا تو وہ مر جاتا ہے۔ اور یا بالکل بیہوش ہو جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اُسکو بارگراں سمجھکر بے گور و کفن پانی میں پھینکدیتے ہیں

بے گور و کفن

جب ایک فریق دوسرے فریق کا سمندر میں تعاقب کرتا تھا تو کمبخت خلاصیوں پر گویا قیامت نازل ہوتی تھی۔ چند بھوکے ننگے انسانوں کا ایک گروہ جنکی پشتیں سنگدل جلاد کے چابکوں سے پاش پاش اور پنڈلیاں آہنی زنجیروں کی رگڑ سے لہولہان۔ تمام تمام دن تمام تمام رات۔ بلّیاں ہاتھوں میں لئے سمندر جیسی مہیب طاقت سے کشمکش کرتے ہیں۔ زبردست فریق نااُمیدی کے جوش سے بمہوت جان مال کے لئے پریشان ہے اُدھر زبردست فریق بڑی بیرحمی سے تعاقب کئے چلا آتا ہے۔ اور فتحمندی کے جوش مسرت سے بیخود ہے۔ چونکہ ہر فریق کی کامیابی اپنی کشتی کے خلاصیوں کی قوت بازو پر منحصر ہے اسلئے دونوں طرف انہی کمبختوں کی پشتوں پر بیدریغ چابک برستے ہیں۔ اِس قسم کی شکاری کشتیاں یا جہاز اکثر چھ چھ مہینے میں سمندر کا دورہ کر کے واپس آتی تھیں۔ اِس عرصہ میں خلاصیوں پر دن رات یہی آفتیں نازل رہتی تھیں[۱]۔ کشتی کا یہ حصہ بلا مبالغہ گور غریباں کا نمونہ تھا۔ بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھکر۔ ہر تختہ اسقدر تنگ اور ناکافی ہوتا تھا کہ اُسپر پاؤں پھیلا کر بیٹھنا یا لیٹنا تو درکنار کشتی کھیتے وقت کشمکش بھی مشکل سے ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اُس زمانہ کی فرانسیسی کشتیوں کے

دو مخالف جہازوں کا تعاقب

[۱] مارگن صفحہ ۱۰۵

تختے عموماً دس فٹ سے زیادہ لمبے اور چار فٹ سے زیادہ چوڑے نہوتے تھے۔ اور یہ چالیس فٹ مربع جگہ سات غلاموں کیلئے تھی[1]۔ خاص حالتوں کو نظر انداز کریں تو ہر غلام بحساب اوسط بیس برس جہاز پر کام کرتا تھا۔ اور کبھی کبھی تمام عمر یونہی زندہ درگور گزر جاتی تھی۔

غارتگری کے موجد

ہم ناظرین کو احتیاطاً یاد دلاتے ہیں کہ یہ بھیانک تصویر ایک یورپین جنگی جہاز کی ہے یعنی مجاہدین بیت المقدس کی۔ اور اس مصلحت سے پیش کیگئی ہے کہ پیشہ غارتگری کے موجد و مجدد اول یورپین ممالک کے سواحل پر سربلند ہوئے۔ اُس خوفناک دور کی ابتدا سے بہت پیشتر جسکو سر آرایل پلے فئر "مسیحی دنیا پر عذاب الیم" کے لرزانے والے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بلکہ شاید قرن وسطیٰ کے آغاز سے دو ڈیڑھ سو برس پیشتر ترکوں کے بحر لیوانٹ اور قسطنطنیہ پر قابض ہونیسے بہت قبل یورپ ہی کے ساحلوں پر علم غارتگری بلند ہوئے اور جب یورپ والوں نے اس فن میں یدطولیٰ حاصل کرلیا تو پھر ہمسایہ قوموں کو اسکی تعلیم دی[2]۔ بادی النظر میں اہل بربر پر ناسعادتمند کا الزام آسکتا ہے۔ کیونکہ اُنھوں نے علم تیر سیکھا اور سیکھ کر سکھانیوالوں ہی کو نشانہ بنایا۔ اُنھوں نے اہل یورپ کیطرح خانہ بدوش اور غارتگر محض ہونے پر ہی اکتفا نکیا۔ بلکہ شان و عظمت کو پیش نظر رکھکر ایک مستقل اور دیرپا ایوان حکومت بھی قائم کیا اور اُسکو باب عالی کے ظل حمایت سے مستحکم بھی کیا۔ یہ الزام اُنپر عائد ہوسکتا ہے لیکن حسن اتفاق سے

یورپین مورخوں کا اعتراف

یورپین مؤرخ[3] خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ بربر کے نامی قزاق فی الاصل یورپین تھے۔ لہذا ہمکو مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ ناعاقبت اندیش استاد بھی یورپ ہی تھا اور ناسعادتمند شاگرد بھی یورپ۔

[1] لین پول صفحہ ۲۱۶ [2] دیکھو لین پول صفحہ ۲۱۷، ۲۱۴ [3] دیکھو ہیڈ و صفحہ ۲۱۲۔ مارگن صفحہ ۵۹۲ لین پول صفحہ ۲۰۰

اہل بربر کا غلاصیوں کے ساتھ سلوک

پھر بھی اس بھیانک تصویر سے ناظرین یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ اہل بربر اپنے غلاصیوں سے رحم و عفو کا برتاؤ کرتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ دونوں فریق یکساں طور پر سفاک تھے اور خود جو تکلیفیں دشمن کے پنجہ میں پھنسکر اُٹھاتے تھے۔ وہی بجنسہ اُنکو غلام بناکر دیتے تھے مثلاً شاہ فرانس اور امیر البحر ڈوریا کے جہازوں پر جو حالت بربری غلاموں کی تھی وہی بربر کی جنگی کشتیوں پر یورپین غلاموں کی تھی۔ ادنی اعلےٰ۔ بوڑھے جوان کا نہ یہاں لحاظ تھا نہ وہاں اگر طرغد جیسے نامور امیر البحر کو یورپین جہاز پر پابزنجیر ہوکر بلّیاں چلانا پڑیں۔ تو مجاہدین بیت المقدس کے گرینڈ ماسٹر لاولٹیا کو بربری کشتیوں پر حلقہ بگوش غلاصی بننا پڑا جب رسم جنگ ہی یہ تھی تو تخت نشین اور خاک نشین دونوں برابر کے غلام تھے۔ یہاں ایک

ایک دلچسپ خیال

دلچسپ خیال پیدا ہوتا ہے۔ یہ کہ اہل بربر تو بالکل ناتربیت یافتہ بلکہ بقول یورپ نہایت وحشی اور ناتراشیدہ تھے۔ اُنکے دلمیں تو ذہنی تکلیف کا خیال طبعًا بھی نہ آنا چاہیئے تھا۔ مگر ہمکو بڑی حیرت ہی کہ یورپ کی تہذیب یافتہ جماعتوں میں سے بھی کسیکو کبھی یہ خیال نگزرا کہ جب ایک مہذب اور روشن دماغ شخص کو چند وحشی اور ناتراشیدہ اوباشوں کے ساتھ رہکر اُنکا شریک حال بلکہ شریک خیال ہونا پڑے گا تو صحبت نااہل سے اُنکے تعلیم و تربیت یافتہ دل پر کس درجہ صدمہ ہوگا۔!

ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ غربی النسل جسطرح بربر میں پیشہ غارتگری لائے۔ اسیطرح فن جہازسازی بھی لاتے۔ چنانچہ تیرھویں صدی کی چھوٹی چھوٹی اور ہلکی ہلکی شکاری کشتیوں یا کشتی نما جہازوں کی نسبت ایک یورپین مورخ لکھتا ہے۔

"یہ جہاز ہمیشہ الجزائر میں تیار ہوتے ہیں۔ اور وہیں اُنکی مرمت بھی ہوتی ہے جہاز سادے سیجے ہیں۔ انکو بیت المال سے ۲ تا ۱۰ ربع ڈالر فی کس مشاہرہ اور تین روٹیاں روزینہ ملتا ہے۔ اسیطرح کی چار روٹیاں فی کس فوج کا راشن ہے۔ بعض اعلے افسروں و منصبداروں کو یہی روٹیاں چھ چھ کبھی آٹھ آٹھ کے حساب سے ملتی ہیں۔ بہرحال تین سے کم کسی کو نہیں ملتیں خواہ بڑھئی ہو۔ لُہار یا پیپے اور بلّیاں بنانے والا ہو۔ پبلک کارخانہ میں اس کثرت سے پیشہ ور غلام ہیں کہ یہ کیسیطرح اُمید نہیں کہ زیادہ ضرورت ہو گی۔ اِسلئے کہ یورپین غلاموں کا سلسلہ بند ھا رہتا ہے۔ کپتان اپنے غلام علیحدہ رکھتے ہیں۔ جب سمندر میں دورہ کرتے ہیں تو اُنکو ساتھ لیجاتے ہیں۔ اور جب الجزائر میں مقیم ہوتے ہیں تو شاہی کارخانہ کے پیشہ ور غلاموں کو اُنسے مدد دلواتے ہیں"[۱]

اگر کوئی کپتان استطاعت رکھتا تو جہاز اپنی لاگت سے طیار کراتا۔ ورنہ جسطرح ہمارے ہاں ایک خون آشام فرقہ شدید شرح سود کے لالچ میں زر کثیر دیدیتا ہے۔ اسیطرح اُس زمانہ میں الجزائر کے یہودی یا اور دولتمند جمیع اخراجات کے کفیل ہو کر مول بیاج کے بجائے۔ لوٹ کے مال کا کچھ حصہ ٹھیرا لیتے تھے۔ کپتان اور سپاہی تو گھر سے باہر نکلکر جب ضرورت ہوتی تب ہی زور آزمائی کرتے تھے۔ لیکن یہ خام مہاجن جو "بدکان خانہ در گروی" کے مصداق تھے۔ جہاز کے بحیرہ روم میں داخل ہوتے ہی روحانی کشمکش میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ اسطرح بیسیوں جہاز مہاجنوں کی بدولت ہر سال لوٹ مار کیلئے نہ صرف الجزائر بلکہ ساحل بربری کی ہر بندرگاہ سے بھیجے جاتے تھے۔ اس سے کافی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اقصائے

---

[۱] دیکھو تاریخ بیڈوہ و مارگن صفحہ ۵۱۰ تا ۵۹۹۔

مغرب میں اور اسیطرح اکثر یورپین ممالک میں ہر فرد بشر اہل شمشیر و قلم ہو یا اہل دولت
کسی نہ کسیطرح غارتگری سے خاص تعلق رکھتا تھا۔

مہینوں کی شبانہ روز عرقریزاور جانفشاں محنت کے بعد جب کوئی جہاز کپتان
یا مہاجن کی بدولت تیار ہو کر اول مرتبہ پانی میں ڈالا جاتا تو عجیب تماشہ ہوتا تھا۔ کاریگروں کو
باستثنائے چند جو عموماً یورپین ہوتے تھے آجکے دن بے انتہا خوشی ہوتی۔ مالک کو
جب اطلاع ملتی کہ جہاز بالکل تیار ہو گیا۔ تو وہ دوستوں اور عزیزوں کے ہجوم میں بڑے کر و فر سے
چلتا۔ اور کاریگروں کیلئے قریباً دو تین سو روپیہ کے تحفے کپڑے یا نقد وغیرہ ساتھ لاتا۔ گدام
میں پہنچکر تمام چیزیں جہاز کے مستولوں پر اور اگلے پچھلے حصوں پر آویزاں کیجاتیں۔ اور
یہانسے کاریگروں کو ملتیں۔ ٹھیک جسدن جہاز پانی میں ڈالا جاتا کاریگروں کو زبانی تعریف
کے علاوہ۔ مالک اور کپتان مزید انعام دیتے تمام جہاز پر روغن ملکر جیسے جیسے اسکو جر ثقیل
کی مدد سے پانی میں دھکیلتے جاتے۔ ویسے ویسے اہالئے جہاز اور تماشائی خوشی کے نعرے
بلند کرتے جاتے۔ جہاز کے پیشین پر ایک دُنبہ ذبح کیا جاتا۔

جب جہاز سطح آب پر حسب دلخواہ جم جاتا تو اُسکو ضرورت کے موافق خلاصیوں سے
آراستہ کرتے۔ اِن میں وہی یورپین غلام تھے جو رسم جنگ کے بموجب گیر و دار میں ہاتھ آتے
اور نخاس سے خرید کئے جاتے تھے۔ اگر کمی ہوتی تو عربی اندلسی بربری خلاصیوں کو ۱۰
ڈوکیٹ فی کس بالمقطع اُجرت پر نوکر رکھ لیتے تھے۔ خواہ لوٹ ملتی یا نہ ملتی۔ اُجرت اُنکو ضرور
دینا پڑتی۔ اِسکے بعد لڑنے والے سپاہیوں کی ضرورت ہوتی یہ البتہ بھروسے کے آدمی ہوتے تھے

مثلاً اندلسی۔ ترکی۔ بربری اور اکثر مخلوط النسل بھی۔ چونکہ ان کشتیوں میں خلاصیوں کے تختے عمداً وسیع بنائے جاتے تھے تاکہ اُنپر کشتی کھینے والے اور لڑنیوالے دونوں آسانی کھڑے ہوکر اپنا کام کرسکیں۔ لہذا فی تختہ دو نفر کے حساب سے سپاہی بھرتی کئے جاتے تھے۔ اُنکی تنخواہ کارگزاری پر منحصر تھی۔ کوئی جہاز پکڑتے تو تنخواہ پاتے۔ ورنہ کچھ حق خدمت نہ ملتا صرف کھانیکو حسب ضرورت بسکٹ اور سرکہ انگور اور کچھ روغن دیا جاتا تھا۔ یہی خوراک غلام خلاصیوں کو دیجاتی تھی۔ اسطرح کہ ایک پیالے میں تھوڑا سا پانی ملا ہوا سرکہ اور اسمیں کسی قسم کے روغن کے چند قطرے ٹپکا کر بجائے ترکاری کے دیتے اور تین روٹیاں۔ اور کبھی کبھی بھگائے ہوئے بسکٹ اور آٹے کی لپسی بنا کر دیتے۔ لیکن محنت مشقت کے موقع پر اُنکو عمداً بھوکا رکھتے تھے کیونکہ خلو معدہ بدون کشش و کوشش ممکن نہ تھی۔ ان کا ذمہ دار تو کپتان ہوتا تھا۔ لیکن سپاہیوں کیلئے اُنھیں کا ایک افسر الگ نوکر رکھنا پڑتا تھا جسکو آغا کہتے تھے کشتی پر یہی اُنکے قول و فعل کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ کپتان کو آغا پر یا اُسکے ماتحت سپاہیوں پر ساویانہ حق سے زیادہ اور کوئی حق حاصل نہ تھا۔

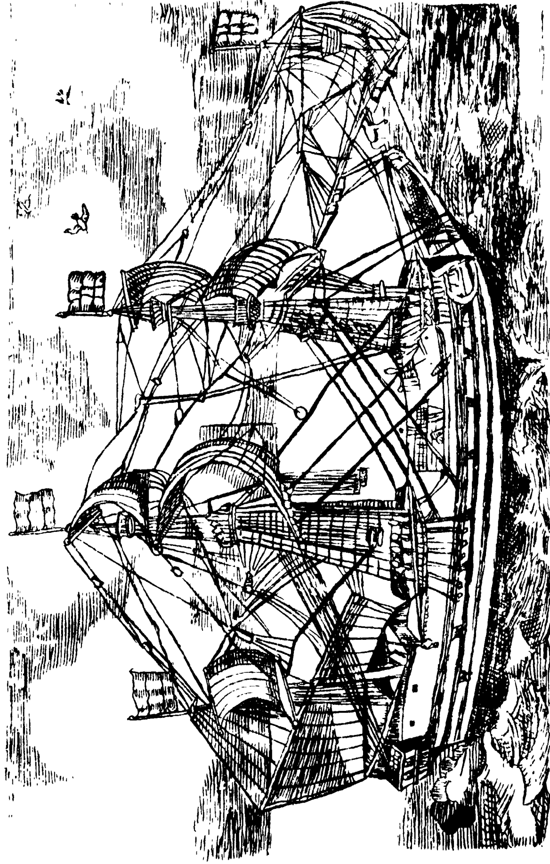
غلام خلاصی کی خوراک

سپاہیوں کا آغا

یورپین گیلے جہاز پر حسب ذیل آدمی ہوتے تھے۔ خلاصی قریباً ۲۰۰ کپتان ایک پادری ایک۔ ڈاکٹر ایک کبھی کبھی جہاز کا مالک۔ جلاد ۲۔ معلم جہاز ایک۔ سُکّان گیر ۱۲ جہاز کی پیشانی کے سب سے بالائی حصہ پر جسکو عرشہ کہنا چاہیئے ۲ شخص جنکا یہ کام تھا کہ دن رات باری باری کھڑے ہوکر دوربین آلوں سے وقت موسم موقع دیکھتے رہتے تھے اور بتلاتے تھے کہ جہاز کو کیا پیش آنیوالا ہے۔ دس پندرہ سفید پوش متلاشی معاش۔ کپتان کے

# گیلیز

یہ جہاز سترھویں صدی میں مستعمل ہوتا تھا



احباب جو کھانے کی میز پر اور زریں چتر کے سایہ میں ہر جگہ اُسکے دائیں بائیں لگے رہتے تھے۔ قیدیوں کی حفاظت اور خدمت کیلئے ۱۰ آدمی۔ معمولی ملّاح ۱۲۔ بندوقچی ۴۔ بڑھئی لُہار پیپہ و بلّی ساز ایک ایک۔ باورچی ۲۔ جنگ آزما سپاہی ۵۰۔ ۶۰۔ اور ایک آغا۔ گویا کل ملاکر چار سو آدمی ہوتے تھے۔

فال دیکھنا

جب کوئی جہاز ملّاحوں اور خلاصیوں سے آراستہ اور سپاہیوں اور سامان جنگ و آذوقہ سے طیار ہوکر سطح آب پر جم جاتا تھا تو لنگر اُٹھانے سے پیشتر فال دیکھنا بھی ضروری تھا۔ قوم مرابطین جب معتوب زمانہ ہوکر بربر کے ایوان حکومت سے نکالی گئی تو دنیا کی متنزل قوموں کیطرح رفتہ رفتہ پھر اپنے اُسی قدیم مذہبی گروہ کی شکل میں بدل گئی تھی۔ چنانچہ فال دیکھنے کی خدمت اُنہی کے سپرد تھی۔ اسکے صلہ میں اُنکو لوٹ کے مال سے کچھ حصہ ملجاتا تھا۔ سفر کیلئے جمعہ اور اتوار عموماً نہایت مبارک دن سمجھے جاتے تھے۔ فرض کرو کہ

سفر کا دن

دن اور وقت مقررہ پر ایک جہاز بالکل مرتب اور مستحکم۔ آراستہ و پیراستہ۔ ساحل کے قریب لنگر انداز ہے۔ ساحل پر کپتان اور دیگر اہالی جہاز کے عزیز و اقارب۔ دوست و آشنا اور عام تماشائیوں کا ہجوم ہے۔ رخصتی سلام اور مصافحے ہوچکے ہیں۔ وداعی معانقے اور دعائیہ جملے بھی ہوچکے ہیں۔ لنگر بردار لنگر اُٹھاتا ہے۔ اور معاً ایک وداعی بندوق سر ہوتی ہے۔ اِدھر سے یک بیک شور اُٹھا کہ "خدا ہمیں تیز قدمی دے"۔ اُدھر سے جواب ملا کہ "خدا تمھیں برکت دے"۔ اور اسکے ساتھ ہی ہلکی کشتی یا سبک رفتار کشتی نما جہاز سطح آب پر کچھ دیر سانپ کیطرح لہرا کر تماشائیوں کی نظر سے غائب ہوجاتا ہے۔

الوداع

سمندر میں کسطرح شکار کھیلتے تھے

جب دور سے کوئی شکار (یورپین تجارتی جہاز) آتا دکھائی دیتا ہے توکپتان دھوکہ دینے کی غرض سے بلا تکلف کسی غیر ملک کا نشان بلند کر دیتا ہے۔ شکار اپنی پیشانی سے بیخبر رفتہ رفتہ زد پر آتا ہے توکشتی کے بندوقچی حیرت انگیز سرعت سے باڑھیں مارنا شروع کرتے ہیں۔ اُدھر ملاح اور جہاز راں۔ غلام خلاصیوں کو زنجیروں میں جکڑ دیتے ہیں کہ مبادا

ایک خوفناک سین

حب وطن اور قومی پاسداری سے مجبور ہوکر دشمن سے جاملیں۔ کشتی کے باقی جنگجو سپاہی ننگی تلواریں بلند کئے قرابینیں سادھے اور چمکتے ہوئے خنجر جھکائے طیار کھڑے ہیں۔ کہ اگر بندوقچی دور سے فیصلہ نکر سکیں تو یہ دشمن کے جہاز پر بآن واحد نازل ہوکر خود تصفیہ کر لیں۔

خود کردہ را درماں نیست

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس جہاں آشوب زمانہ میں برائے نام بربر کی ترکتاز کشتیاں یورپین کاریگروں کے ہاتھ سے بنکر یورپین خلاصیوں کی قوت بازو کے سہارے بیشتر یورپین شجاعوں کی تلواروں کے سایہ میں اور اکثر یورپین کپتانوں کے ظل حمایت میں۔ الجزائر سے صرف اور محض اسلئے لنگر اُٹھاتی تھیں کہ کسی یورپین تجارتی جہاز یا یورپین تجارت پیشہ قوم کے ساحل کو تاخت تاراج کر ڈالیں۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرن وسطےٰ کا یورپ اپنی مبارک جان پر کسطرح آپ ہی حملے کرتا تھا تو بے اختیار جی چاہتا ہی کہ حیرت و تعجب کریں اور اگر ممکن ہو تو ہمدردی بھی کریں۔ اسلئے کہ خود کردہ را درماں نیست ؟

عام غلاموں کے حالات مجاریہ

جہازوں اور کشتیوں پر جو غلام۔ خلاصی کا کام کرتے تھے اُنکے حالات مجاریہ تو یورپ اور افریقہ میں ہر جگہ یکساں طور پر خوفناک تھے اور خوفناک ہونا بھی چاہئیں تھے

اسلئے کہ ایک پورے شہر یا قصبہ کو سمندر کے سطح پر صدہا میل کھینچنا سخت ترین مشقت تھی
لیکن اگر اسکو نظر انداز کرکے دیکھیں تو عام غلاموں کی حالت چنداں خراب نہ تھی[1]۔ مثلاً
جو پبلک اور پرائیویٹ کارخانوں میں صنعت وحرفت کے کام کرتے تھے۔ گھرانوں میں
خدمتگار یا میونسپل خدمات پر مامور تھے۔ سقے بنکر پکھالوں میں پانی لئے بیچتے پھرتے تھے
سبزی۔ اور میوہ فروش۔ چرواہے۔ معمار۔ سنگتراش۔ مزدور۔ حمّال تھے یا کھیت کیار کا کام کرتے
تھے۔ ان سب کو نومسلموں سے زیادہ قومی اور مذہبی حقوق حاصل تھے۔ مراکش۔ الجزائر
ٹیونس وغیرہ بڑے بڑے مقامات میں ایک ایک پادری خاص اِس کام کیلئے متعین
تھا کہ اُنکے باہمی تنازعے فیصل کرے اور مذہبی تعلیم بھی دے۔ اسکو القاضی کہتے تھے
بعض مسیحی غلام بڑے بڑے تاجر اور کارخانہ دار تھے۔ کارواں سراؤنکے مالک اور مہتمم
تھے مسیحیوں کیلئے جسطرح عبادتگاہیں الگ تھیں اسیطرح مسافرخانے بھی جدا تھے
جنمیں مسلمانوں کو ٹھہرنے کی ممانعت تھی۔ شاید اسلئے کہ مبادا وہ اُنکو دق کریں۔ اگر بیمار
ہوتے تو مسیحی شفاخانوں میں بھیجے جاتے جہاں اسپین کے فرائر (مسیحی فقیر) اُنکی تیمارداری
کرتے۔ یورپین ممالک میں تو مسلمان غلاموں کو ذرہ برابر بھی ایسے حقوق نہ تھے۔ مگر افریقہ
میں مسیحی غلام صنعت وحرفت کے سہارے نمایاں ترقی کرکے۔ اور صاحب دولت۔ صاحب
قصر وبارگاہ بنکر بجائے خود غلام رکھتے۔ تب بھی گورنمنٹ کو اُن سے کچھ تعرض نہ تھا[2]۔

غلاموں کے مشاغل زندگی

غلاموں کے حقوق

---

[1] تاریخ مراکو مؤلفہ برتھویٹ صفحہ ۳۴۴۔ سکیچ آف کرسٹن ڈوم (مسیحی دنیا پر عذاب الیم) مصنفہ سر آرایل پلےفیر
صفحہ ۹۔ مارگن بھی اسکی تصدیق کرتا ہے۔

[2] لین پول کی باربری کورسیر صفحہ ۲۴۲

بردہ فروشی کا قاعدہ

جب کوئی بربری جہاز لوٹ کا مال اور بندی لیکر یورپ سے واپس آتا تو دستور تھا کہ اول مالک یا کپتان اپنے آنیکی رپورٹ مع تفصیل غنائم۔ گورنمنٹ میں بھیجتا۔ اُدھر ایک تاریخ مقرر کردیجاتی۔ اور اُس روز لوٹ کے تمام مال اور اسباب خاصکر غلاموں کا معائنہ ہوتا۔ اور تحقیقات کیجاتی کہ قیدیوں میں کتنے مسافر ہیں اور کتنے جہاز کے ملازم اور منصبدار۔ مسافروں کو اُس مُلک یا ریاست کے قونصلوں کے سپرد کردیا جاتا۔ جہانکے وہ رہنے والے

حق گورنمنٹ

ہوتے۔ افسران و ملازمان جہاز میں سے آٹھواں حصہ بطور محصول گورنمنٹ کیلئے منتخب کرلیا جاتا۔ اور باقی بربری جہاز کے مالک اور افسرِان و ملازموں کے درمیان آدھے آدھے بٹ جاتے۔ یہ اُنکو نخاس میں جو بستان کہلاتا تھا۔ لاکر دلالوں کی معرفت فروخت کردیتے لیکن بیع و شری کی تکمیل اور زرثمن و مبیعہ کے مبادلہ کیلئے بائع اور اُسکے ساتھ مشتری کو ایک مرتبہ اَور گورنمنٹ کے اُسی افسر کے پاس جانا پڑتا تھا۔ اگر یہاں آکر غلاموں کی قیمت پہلے سے بڑھجاتی تو بڑھوتری سرکاری خزانہ میں داخل کرلیجاتی۔ یورپ میں مسلمان غلام اسطرح

یورپ میں بردہ فروشی

نیلام نہوتے تھے۔ بلکہ معمولی طریق پر دست بدست فروخت ہوتے تھے۔ مگر خدمتگاری کے سوا کوئی کام نکرسکتے تھے۔ اِس سے واضح ہوگیا کہ غلاموں کی دو قسمیں تھیں۔ گورنمنٹ کے غلام۔ اور رعیت کے غلام۔

غلاموں کی قسمیں

گورنمنٹ کے غلام

علامت

گورنمنٹ کے غلاموں کی یہ علامت تھی کہ پیر کے انگوٹھے میں لوہے کا ایک چھلاّ پہنتے تھے۔ رات کو ایک بڑے مکان میں جو قلعہ کی شکل پر اسی مقصد کیلئے بنایا گیا تھا بند کردیے جاتے تھے۔ دن کو اکثر میونسپل خدمتیں انجام دیتے تھے۔ رعیت کے غلاموںکے

حقوق

مقابلہ میں اُنکو کچھ زیادہ حقوق حاصل تھے۔ مثلاً جمعہ کو پورے دن کی اور باقی چھ روز غروب سے تین گھنٹہ پیشتر اُنکو معمولاً تعطیل ملجاتی تھی۔ اور کُھلی اجازت تھی کہ حدود شہر میں

چوری کا لپکا

جہاں چاہیں جائیں اور جو چاہیں کریں۔ بعض غلاموں کو چوری کا لپکا پڑ جاتا تھا۔ بڑی بڑی قیمتی چیزیں چُرا لیتے اور لطف یہ کہ کمال بیدردی سے اکثر اُسی چیز کے مالک ہی کے ہاتھ بیچدیتے۔ اور یہ بیچارہ گورنمنٹ کے خوف سے تین پانچ کئے بدون خرید لیتا۔ بعض تعطیل میں بھی بطور خود محنت مزدوری کرکے روپیہ پیدا کرتے۔ اور اُسکو جوڑ کر اپنی آزادی خرید لیتے کبھی گورنمنٹ بھی اُنکو ترکتاز اور غارتگر جہازوں کے ساتھ سمندر میں دورہ کرنے بھیج دیتی اس صورت میں اُنکو مال غنیمت میں سے کچھ حصہ ملجاتا۔ اور ان رقوم کو جمع کرکے وہ اپنی آزادی خرید لیتے[1]۔ مگر پھر بھی یہ اتفاقیہ تھا۔ اکثر یہ نہ تھا۔ کیونکہ یورپ کی سوشل ورپولیٹیکل

بربر کے غلام اور یورپ کے حر کا مقابلہ

حالت اٹھارھویں صدی کے نصف تک اسقدر ردی تھی کہ بربر کے یورپین غلام مسیحی حُر بنکر یورپ کو واپس آنے اور یہاں بھیک مانگتے پھرنیسے ہزار بلکہ کروڑ درجہ بہتر سمجھتے تھے کہ الجزائر میں اسلام کا غلام بنکر بے کھٹکے دولت وثروت پیدا کریں۔ اور لطف ولذات زندگی سے دل

[1] پادری ڈان صاحب جو اسپین کی سولھویں صدی کی تعصب خیز آب وہوا سے متاثر ہوکر ۱۶۳۴ء میں الجزائر سیر کرنے گئے تھے۔ اُنھوں نے وہاں کے حالات لکھتے ہوئے غلاموں کے روزمرہ کی بخت کی بھیانک تصویر کھینچی ہے۔ مگر تاریخانہ نظر میں اُس کی وقعت کالکس کی تاریخ ہند سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ ہمکو اس سے مخالفت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایک یورپین مورخ خود اُس بیان کی تردید کرتا ہے۔ دیکھو لین پول باربری کورسیر صفحہ ۲۴۱۔



لکھو لکر مسرور الوقت ہوں اور کچھ شک نہیں کہ بربر میں یورپین غلاموں کی حالت عموماً ہر پہلو پر یورپ سے بدرجہا بہتر تھی۔ اگر وہ یہاں کوئی خطا کرتے تو زیادہ سے زیادہ یہ سزا تھی کہ دُرّے لگ جاتے تھے۔ لیکن یورپ میں اتنے سے جرم کی پاداش میں گاڑی کے پہیوں کے نیچے کُچل ڈالے جاتے۔ یا گھوڑے کی باگ ڈور سے پھانسی دیدیے جاتے[۵۱]۔

تاہم اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیئے کہ بربر کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں دیہات اور کوہستانی آبادیوں میں یا جہاں کہیں جسقدر مسیحی غلام تھے وہ سب ایک سے اور ہزار تک ہر پہلو پر مرفہ الحال اور خوش و خرّم تھے۔ اول تو یہ کہ غلامی خواہ عزیز مصر ہی کی کیوں نہو۔ پھر بھی غلامی ہے۔ جسکا مفہوم ہے۔ غربت و بیکسی۔ بندگی و بیچارگی۔ نفس کُشی اور رضاجوئی۔ فرض کرو کہ مسلمان غلاموں کو یورپ میں اور مسیحی غلاموں کو بربر میں یکساں طور پر۔ نہ مسلسل عرقریزی اور بیہودہ محنتیں کرنا پڑتی تھیں۔ نہ جرموں اور خطاؤں کی پاداش میں کم و بیش سزائیں بھگتنا پڑتی تھیں۔ نہ کوئی اَور جسمانی اذیت تھی۔ یہ سب کچھ سہی لیکن روحانی عقوبت سے رستگاری کسیطرح ممکن نہ تھی۔ وطن اور ہموطنوں سے اچانک جُدا ہوجانیکا رنج جو ایک تیز فولادی برمے کیطرح ہر وقت دلکو چھیدتا رہتا تھا۔ غلامی کی آہنی بند شوں سے جیتے جی رہائی ممکن نہونیکا صدمہ یاس جو تمام جذبات کو مفلوج کر ڈالتا تھا۔ سرکشی

---

۵۱ ہ اسپین کی کیتھولک ، گورنمنٹ کی اُس مجموعہ تعزیرات کا منشا تھا جو اُس نے کارڈینل زمنیس جیسے متعصب مذہبی پیشواؤں کی رائے سے۔ عربی قانون کے بجائے اندلس کے ملک میں جاری کیا تھا۔ آہ اے اسپین! تو نے اسلام کے ظل حمایت سے نکلکر دامن انسانیت پر کیسے کیسے دھبے لگائے!! دیکھو مارگن کا ترجمہ بربر کا سفر" بربر کے مسیحی غلاموں کے تفصیلی حالات، دیکھنا ہوں تو اس سے زیادہ اور کسی کتاب میں نہیں مل سکتے۔ سر آر ایل پلے فیر بھی اسیکو نقل کرتے ہیں۔ گو نیک نیتی (!) سے کہیں حوالہ تک بھی نہیں دیتے علاوہ ازیں دیکھو لین پول صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۴

مغرور اور حکمراں دلوں کا بربری مولاؤں کی ناگوار بندگی سے اندر ہی اندر سُلگنا۔ یہ وہ ناسور تھے جو آزادی کے مرہم بدون بھر ہی نہ سکتے تھے۔

دوسرے یہ کہ دار الحکومتوں اور بڑے بڑے شہروں کے باشندے مہذب و تعلیم یافتہ ہوتے تھے۔ اور قدرتی طور پر روشِ بندہ پروری بھی جانتے تھے اور چارہ نوازی بھی۔ لہذا غلاموں کے فیلنگ کا پورا لحاظ کرتے تھے۔ لیکن دیہات خاصکر پہاڑی بستیوں کے ناتراشیدہ اور ناتربیت یافتہ باشندے جو طبعًا سخت گرخت بلکہ سنگلاخ مزاج رکھتے تھے۔ اپنی طبیعت کے مطابق غلاموں سے سلوک کرتے تھے۔ اسیطرح دُکانوں پر۔ گھرانوں میں کھیتوں میں ہر جگہ جہاں کہیں جیسا غلام اور مولا ہوتا ویسا ہی اُن کا آپس کا برتاؤ۔ اگر موافقت ہوتی تو بجز اسکے کہ غلام۔ آزاد نہ تھا۔ باقی تمام حقوق گھر والوں کے سے رکھتا۔ اگر ناموافقت ہوتی تو ناگفتہ بہ[1]۔

شہریوں اور دیہاتیوں کے غلاموں کی حالت

علاوہ ازیں گورنمنٹ اپنے غلاموں سے گو کلیتہً بہ تشدد پیش نہ آتی تھی لیکن اس میں بھی مستثنیات تھے۔ یورپ کے خاص خاص فرقوں اور قوموں کے افراد جو لوٹ مار کے حملوں یا باقاعدہ لڑائیوں میں گرفتار ہو کر غلام بنائے جاتے تھے۔ اُنسے قومی تعلقات کی مناسبت پر سلوک کیا جاتا تھا۔ مثلاً مجاہدین بیت المقدس جو صرف مذہبی جوش کی بنا پر بربریوں اور ترکوں کے خون کے پیاسے تھے۔ ان کے قیدیوں کو عمداً تکلیف دیجاتی تھی اُسیقدر جسقدر یہ خود ترکی اور بربری غلاموں کو تنگ کرتے تھے۔ یا اسپین کے غلام جنسے اندلس کے جلاوطن مُسلمان سخت متنفر تھے۔

گورنمنٹ کے اصول اس کے مستثنیات

[1] صفحہ ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۸ باربری کورسیر مصنفہ لین پول۔

*مالٹا کے مجاہدین کی کہانی*

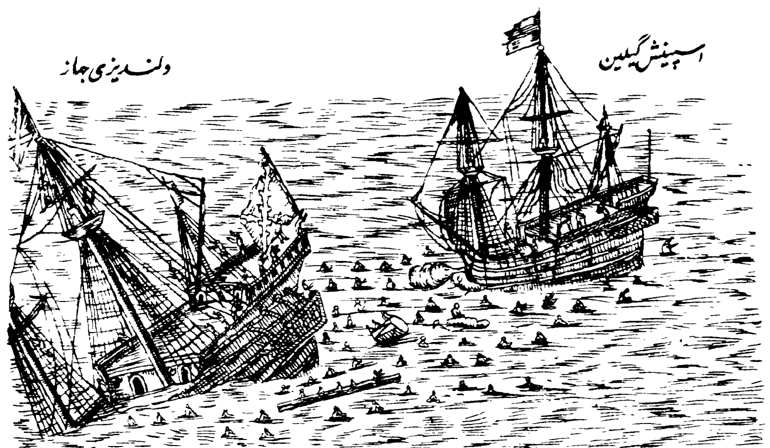
چنانچہ سنہ ۱۷۰۶ء میں شہر اوران کے محاصرہ سے اہل بربر نے بہت سے دشمن گرفتار کیے جنمیں چار مجاہدین بھی تھے جو مالٹا سے اپنی شجاعت کے جوہر دکھلانے آئے تھے بجاے اِسکے کہ یہ الجزائر کے نخاس میں بک کر کسی مفید اور معزز پیشہ پر لگائے جاتے۔ یا (جیسی کہ شاید خود انکو توقع ہوگی) گورنمنٹ کے غلاموں میں داخل ہوکر چوریاں کرتے پھرتے۔ اُنکو الجزائر کے القصبہ نامی قلعہ میں ۱۲۰ پونڈ وزنی زنجیریں پہناکر قید کردیا گیا دو برس تک طرح طرح کے عذاب میں مبتلا رہکر بڑے جیلخانہ میں بھیجے گئے۔ اور یہاں شاید اُن بربری مسلمانوں کے قصاص میں جو مالٹا کے قلعہ سینٹ انگلو اور سینٹ میکائیل میں پابجولاں تھے۔ اُنکو آٹھ برس کامل شدید سے شدید اذیتیں جھیلنا پڑیں۔ جتنی مرتبہ سمندر سے یہ اطلاع ملی کہ بربری کشتی کو مالٹا گیلی سے شکست ہوئی۔ اُتنی ہی مرتبہ گورنر نے غضبناک ہوکر مجاہدین کو پھانسی پر بھیج بھیج دیا۔ لیکن ہر مرتبہ فرانسیسی قونصل کی سفارش سے جاں بخشی ہوجاتی تھی۔ کیونکہ مجاہدین میں تین فرانسیسی تھے۔ ایک دفعہ اُنھوں نے مرابطہ فرقہ کے ایک مسلمان کی مدد سے بھاگنے کی کوشش بھی کی مگر پھر گرفتار ہوگئے۔ اور اِس مرابطہ ہی کی سفارش سے عفو تقصیر ہوئی۔ بالآخر نویں برس فدیہ دیکر آزاد ہوئے۔

*سر ونیز کی سرگزشت*

اسیطرح ایک مرتبہ سر ٹیزنو نامی ایک اسپین کا سپاہی جس نے اپنا بایاں بازو لپینٹو کے معرکہ کی نذر کردیا تھا نیپلز سے آتے ہوئے۔ گرفتار ہوگیا۔ اور الجزائر کے

---

۵۱ گو انکو ہر طرح کی اذیتیں دیجاتی تھیں لیکن مذہبی رسوم میں کبھی دست اندازی نکی جاتی تھی۔ چنانچہ تہوار کے دن میونسپل حدود میں آزاد گھومنے کی اجازت تھی۔ گرجا میں یا قونصل کی کوٹھی پر جاسکتے تھے۔ اور یہ ان یورپین مورخوں یا وقائع نگاروں کو تسلیم ہے جو اُن کے بڑے ہمدرد ہیں۔ دیکھو مارگن کا ترجمہ "سفر بربر" صفحہ ۵۸ تا ۶۵۔ باربری کورسیر صفحہ ۲۲۵۔




ولندیزی جہاز اور اسپینش گیلین میں زور آزمائی

نخاس میں اگر معمولی آدمیوں کے ساتھ بکا۔ ویلی میمی رئیس نے جو فی الاصل یونانی تھا
اسکو خرید لیا۔ تلاشی لینے پر سرونٹیز کے پاس سے ڈن جان آو اسٹریا کے چند خطوط
برآمد ہوئے جس سے رئیس کو یقین ہوگیا کہ یہ کوئی ذی اثر باشندۂ اسپین ہے۔ اور
اُسکو قید کرکے فدیہ طلب کیا۔ اگلے برس یہ خبر رفتہ رفتہ سرونٹیز کے باپ کو ملی اور
اُسنے فدیہ بھیجا۔ یہ رقم اُسکے چھوٹے بھائی راڈریگو کے لئے کافی سمجھی گئی اور وہ رہا کردیا گیا
مگر وہ خود اسیطرح حلقہ بگوش اور پابزنجیر رہا۔ اسطرف سے مایوس ہوکر سرونٹیز نے بھائی کی
مدد سے بھاگنے کا انتظام کیا اور بہت سے اسپینش جنٹلمینوں کو جو اُسکی طرح ڈن جان
کی سفاکانہ خونریزیوں کی سزائیں بھگت رہے تھے رفاقت پر آمادہ کیا اور شہر سے
باہر ایک تنگ و تاریک غار میں رفتہ رفتہ لیجاکر چھپا دیا۔ عین وقت پر جبکہ راڈریگو کا
بھیجا ہوا جہاز کنارہ پر تیار تھا کسی شریر ماہی گیر نے الارم دیدیا اور سرونٹیز اپنی ذریات
سمیت پکڑا گیا۔ مگر گورنر نے اُسکی مردانہ جسارت اور شجاعانہ انداز سے خوش ہوکر نہ صرف
جان بخشی ہی کی بلکہ ویلی میمی سے پانسو گنی دیکر خرید لیا[1]۔ اسکے بعد بھی سرونٹیز نے کئی مرتبہ
بھاگنے کی کوشش کی لیکن ہر مرتبہ پکڑا گیا اور ہر مرتبہ قید کی سختی بڑھی۔ پھر بھی سزائے
تازیانہ کبھی نہیں دیگئی[2]۔ بالآخر سنہ ۱۵۸۰ء میں فدیہ دیکر آزاد ہوا۔

سرونٹیز کی فراری

ناکامی

سرونٹیز کی آزادی

---

[1] لطف یہ کہ اسی سرونٹیز نے قید سے چھوٹ کر اور وطن پہنچکے جو ڈن کوئکزوٹ نامی ایک کتاب لکھی جسمیں ڈن جان کے حالات زندگی درج ہیں۔ اسی میں کہیں کہیں اپنی غم کی کہانی کے واقعے بھی لکھے ہیں۔ اور الجزائر کے اسی گورنر کو خونخوار بتایا ہے اور لکھا ہے کہ وہ ایک غلام کو ہر روز بلا وجہ پھانسی دلواتا تھا۔ لین پول ۲۴۷۔

[2] مؤرخین یورپ اسکو سرونٹیز کے رعب اور وجاہت کا نتیجہ خیال کرتے ہیں۔ گورنر کی چشم پوشی اور عفو گاری نہیں سمجھتے۔

مجاہدین جیسے مذہبی افراد اور سر ونیٹنر جیسے قومی ناموجب بند غلامی سے
چھوٹ کر یورپ جاتے تھے تو اُنکے دُکھ درد کی کہانیوں سے خاص و عام میں
جوش پھیل جاتا تھا پھر اُسقف اعظم کے سحر آفریں خطبوں سے پادریوں کے مقدس
دلوں کو بیطرح حرکت ہوتی تھی۔ اور یہ مسیحی غلاموں کو نجات دینے کے لئے قافلوں

(مسیحی غلاموں کی نجات کا طریقہ)

کی شکل میں سواحل بربر پر اکثر جھک پڑتے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے نجات دہندہ
قافلہ کا سردار ایک فرانسیسی پادری تھا۔ جین ڈی میتھا نے "تثلیث[1] مقدس اور
قیدیوں کی نجات" کے نام سے ایک مذہبی فرقہ قائم کر کے پوپ[2] انوسنیٹ ثالث کو

(ایک مذہبی فرقہ)

حمایت پر لیا۔ اور پھر ۱۱۹۹ء میں بربر میں وارد ہوا۔ اور ۱۸۶ غلام چھڑا کر لیگیا پھر سنین
مابعد میں اَور کتنے ہی قافلے آئے اور کُل ملا کر قریبًا ۲ ہزار مسیحی غلاموں کو چھڑا کر لیگئے
اسیطرح ۱۶۳۴ء میں ایک اَور فرانسیسی پادری مارسیلز سے یہی احرام باندھکر
چلا اور ۱۵ جولائی کو الجزائر میں وارد ہوا۔ چونکہ فرانس صلحاً ٹرکی میں تھا اسلئے
الجزائر کے پاشا نے پادری ڈان کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ دربار خاص و عام آراستہ

(فرانس اور الجزائر کا ربط۔)

کیا۔ امیروں اور وزیروں کو بھیجکر استقبال کرایا اور نہ صرف خود ہی بڑی عزت سے
پیش آیا بلکہ منادی کرادی کہ جو شخص پادری اور اُسکے رفیقوں سے باادب پیش

(مہمان نوازی)

[1] آرڈر آو دی ہولی ٹری نی ٹی اینڈ ریڈیمپشن او کیٹیوز۔
[2] پوپ نے پادری میتھا کو سلطان مراکو کے نام ایک خط بھی دیا تھا جسمیں سلطان کو "جلیل القدر اور گرامیشان" سے ملقب کیا ہے اور سفارش کی ہے کہ حامل خط کی اس کار خیر میں دستگیری کریں اس سے مسیحی اور مسلمانوں کے اُن دیرینہ تعلقات کا ثبوت ملتا ہے جو قرن وسطے کے طوفان غارتگری سے پیشتر تھے باربری کورسیر صفحہ ۲۵۲ و ۲۵۳

پادریوں کا تعصب

نہ آئیگا وہ قتل کیا[۱] جائیگا۔ حالانکہ خود پادری ڈان کا طریق عمل جوش انگیز تھا[۲]۔ مگر پاشانے مہمان نوازی کے اصول کے مطابق جو مسلمانوں کا قومی خاصہ ہے اسکا خیال تک نہ کیا۔ اُنکے لئے فرانسیسی اجنٹ کی کوٹھی میں کمرے آراستہ کئے۔ اور تین ماہ تک مہمان رکھا۔ اور چلتے وقت ۴۲ فرانسیسی غلام آزاد کرکے ساتھ کئے[۳]۔

مسیحی غلاموں کی آزادی

یہی قافلہ اگلے برس ٹیونس سے ۴۲ فرانسیسی غلام اَور چھڑا کر لایا۔ پھر ۱۹۔۱۶ء میں ایک اَور فرانسیسی پادری کیمیلن نے ۹۸ ہموطنوں کو آزاد کرایا۔ اسیطرح اَور پادریوں نے موڈرن ایج (قرن حال) تک اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی کامیابیاں حاصل کیں۔ مگر پوری کامیابی اول سے آخر تک کبھی کسی کو نصیب نہوئی[۴]۔ نجات دہندہ مشن کے دو مقصد ہونا چاہئیں تھے۔ ایک یہ کہ یورپین غلاموں کو بلا قید مذہب و قومیت آزاد کرادیں دوسرا یہ کہ اہل بربر سے آئندہ کے لئے ایسی باہمی قرارداد کریں کہ ان ممالک میں بردہ فروشی اور غلاموں کی گیر ودار قطعاً مسدود ہو جائے مگر ان دونوں مقاصد کے حصول میں خود یورپ ہی کے پادریوں کا مذہبی تعصب اور یورپ ہی کے فرمانرواؤں کی ناعاقبت اندیشی سدراہ تھی۔

اِس دعوی کا ثبوت یہ ہے کہ یورپ کی کوئی قوم کوئی سوسائٹی ایسی نہ تھی جسکے دولتمند اور جلیل القدر افراد کے حلقۂ خدّام میں بربر کے حلقہ بگوش غلام موجود

---

[۱] یہ وحشیانہ اخلاص مہمان نوازی تھی! لین پول کورسیر صفحہ ۲۵۲ [۲] اس زمانہ کی رسم کے مطابق پاشانے چاہا کہ دوستانہ ارتباط اور اتحاد کے اظہار میں۔ الجزائر کے ہلالی جھنڈے کو پادری کے فرانسیسی علم سے مَس کیا جائے مگر ڈان نے سختی سے انکار کردیا اسلئے کہ ناپاک جھنڈا علم مقدس کو مَس نہ کرسکتا تھا! باربری کورسیر صفحہ ۲۵۲ [۳] لین پول صفحہ ۲۵۲ و ۲۵۳ [۴] بربر کا سفر مترجمہ مارگن۔

نہ تھے۔ حتّٰے کہ فرانس جو دوستی کا دم بھرتا تھا اُسکے جنگی جہاز اور سوشل خدام خانے بھی۔ خاندان ڈوریا کی غارتگری کی بدولت بربری غلاموں سے معمور تھے۔[۱] اسکے

فرانسیسیوں کی لوٹ مار

علاوہ فرانسیسیوں کو موقع ملتا تو ساحل بربر پر علانیہ لوٹ مار کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔ چنانچہ ۱۶۱۰ء میں چند فرانسیسی لٹیروں نے جنکو کپتان بتلایا جاتا ہے فلورنس کی چھ کشتیاں لیکر بوجیہ پر حملہ کیا۔ بوجیہ اسوقت گھٹکر تیسرے درجہ کی بندرگاہ بنگیا تھا اسلئے قلعہ اور شہر جنگی سامان سے محفوظ نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حملہ آوروں نے بے تکلف لوٹ مار کی اور اٹھارہ سو مرد عورتیں اور بچّے بیرحمی سے پکڑ کر لیگئے۔[۲]

مراکو سے دول یورپ کا اتحاد۔

علاوہ ازیں شروع میں تمام دول میں سے صرف فرانس کا قونصل الجزائر میں رہتا تھا یا اُسقف اعظم اپنا ایک سفیر سلطان مراکو کے دربار میں رکھتے تھے۔ اسکی وجہ غالبًا یہی معلوم ہوتی ہے کہ جب یہ خود اہل بربر کے تجارتی جہازوں اور سیاحتی کشتیوں کو لوٹ لیتے تھے تو اپنے قونصلوں کو اُنکے دربار میں کس مُنھ سے متعین کرتے۔ اور جب اُنکے ملک میں صدہا مسلمان غلام تھے تو وہ کیا کہکر مسیحی غلاموں کو آزاد کراتے۔ اسیطرح ان ممالک کے پادریوں کو بھی جرأت نہ تھی کہ نجات دہندہ بنکر آتے۔ صرف ایک فرانس ایسا ملک تھا جو سلطان قسطنطنیہ کا حلیف ہونے کی وجہ سے کسیقدر استحقاق رکھتا تھا اسکے پادری بھی مسیحی غلام آزاد کرانے میں قومیت اور ملّت کا لحاظ کرتے تھے چنانچہ ٹیونس میں ایک مرتبہ ایک فرانسیسی مشن نے ۳۰۰۰ سکّے دیکر

۱۔ لین پول ص ۲۵۳ ۲۔ لین پول ص ۲۵۴۔

کیتھلک تعصب کی مثال

تین فرانسیسیوں کو آزاد کرایا۔ پاشا نے فدیہ بڑھائے بدون انمیں ایک اور فرانسیسی غلام کو شامل کرنا چاہا لیکن پادریوں نے اسکے لینے سے صرف اس بنا پر انکار کر دیا کہ یہ بیچارہ بدنصیبی سے پروٹسٹینٹ تھا۔کیتھلک نہ تھا[۱]۔

جب یورپ اور بربر کے باہمی تعلقات کی یہ حالت تھی۔ اور ایک دوسرے کی رعایا کو زبردستی پکڑ کر غلام بنانا اور اُنسے خلاصیوں کا کام لینا اس قرن کی رسم تھی تو مسیحی غلاموں کی آزادی کے دو ہی طریقے تھے۔ ایک یہ کہ جسقدر بربری غلام نجات دہندہ قافلے والوں کے ملک میں ہوں اُدھر وہ اُنکو چھوڑ دیں اور اِدھر اہل بربر انکے غلاموں کو آزاد کر دیں۔ اور اِس بات کا لحاظ نہ کریں کہ معاوضہ کی تعداد برابر ہے یا کم و بیش۔ چنانچہ پادری ڈان نے ۴۲ غلام اسی شرط پر رہا کرائے تھے کہ معاوضہ میں اُن تمام بربریوں کو جو فرانسیسی جہازوں پر پابزنجیر خلاصی ہیں رہا کر دیا جائیگا[۲] حالانکہ انکی تعداد۔ فرانسیسی غلاموں کے مقابلہ میں بہت تھوڑی تھی یا شاید پادری صاحبان نے مصلحتاً تھوڑی بتلائی تھی اسلئے کہ تصدیق کا کوئی سہل ذریعہ نہ تھا اور نہ بربر کے مسلمان بدظن اور بہانہ جو تھے۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ فدیہ دیکر آزاد کرالیں جیسا کہ ایک واقعہ تمثیلاً اوپر درج کیا گیا ہے۔ یورپ کے مؤرخ جو کنایۃً ایک تیسرے طریقہ کا تقاضا کرتے ہیں اور شاید اُس زمانہ کے پادری بھی صراحتاً کرتے ہونگے۔ یہ کہ مسیحی غلام تبادلہ کیے یا فدیہ بدون یوں ہی چھوڑ دیے جایا کرتے یہ کسیقدر بحث طلب مسئلہ ہے۔ آج صدیوں

[۱] لین پول صفحہ ۲۵۵ [۲] لین پول صفحہ ۲۵۲۔

بعد ہمارے اور اُن مؤرخوں کے قلم اسکا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اسکا فیصلہ اُس زمانہ کی تلواروں نے آپ کر لیا تھا۔ لیکن اسمیں کچھ شک نہیں کہ قرنِ وسطے میں ذلیل بردہ فروشی کی اسدرجہ کثرت زیادہ تر یورپ کے ہاتھ میں تھی جبتک اُسنے چاہا رہی۔ اور جب نہ چاہا مِٹ گئی۔ پس پادری ڈان اور اُنکے رفیق بجاے اسکے کہ بربر کے تمام اندرونی اور بیرونی مقامات میں بڑی سرگرمی سے مسیحی غلاموں کے لئے شفا خانے۔ مسافرخانے۔ گرجے بناتے پھرتے۔ اگر وہ یورپ کے ممالک میں اس سے آدھی سرگرمی سے غلاموں کی گیرودار کے انسداد کا وعظ کرتے تو شاید سنین مابعد میں یورپ کو بربریوں کے ہاتھوں جو ذلتیں نصیب ہوئیں ہرگز نہوتیں[۵۱]

بردہ فروشی یورپ کے قبضہ میں تھی

---

۵۱ یورپ پر کیا منحصر ہے۔ بردہ فروشی سے مہذب امریکہ بھی خالی نہ تھا۔ اٹھارویں صدی کے اخیر سے انگلش پارلیمنٹ میں آزادی کی تائید میں آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں۔ اور سنہ ۱۸۰۸ء تک یہ زبون رسم مِٹ گئی۔ سب سے اول ولیم ولبرفورس نے ۱۹۔ مئی سنہ ۱۷۸۹ء کو انسداد بردہ فروشی پر ایک پُرجوش تقریر کی۔ مگر اسکا کوئی نمایاں اثر نہوا۔ پھر مئی سنہ ۱۷۹۲ء کو پارلیمنٹ میں ۵۱۷ درخواستیں مختلف انگریزی تاجروں اور باشندوں نے گذرانیں کہ یہ رسم مسدود کیجائے۔ اسپر ولیم ولبرفورس نے پھر ایک تقریر کی اور اسکی تائید مسٹر ولیم پٹ نے کی۔ بالآخر سنہ ۱۸۰۶ء میں ایک قانون پیش ہوا جسکی رو سے یکم جنوری سنہ ۱۸۰۸ء کو اعلان کر دیا گیا کہ بردہ فروشی جرم سمجھا جائیگا۔ اسیطرح امریکہ میں سنہ ۱۷۹۴ء میں پھر سنہ ۱۸۰۰ء میں بردہ فروشی ناجائز قرار دیگئی اور سنہ ۱۸۰۷ء میں ایک بل پاس ہوا کہ اگلی جنوری سے قلمرو امریکہ میں رسم مذکور قطعاً مسدود ہووے۔ سنہ ۱۸۲۰ء سے بردہ فروشی اور غارتگری ایک جُرم سمجھا جانے لگا۔

اس سے پیشتر یہ حالت تھی کہ جزیرہ جمیکا میں ڈھائی برس کے عرصہ میں ۲۷ ہزار غلام بکے۔ غلام کے مار ڈالنے کا ۳۰ پونڈ قصاص تھا۔ افریقہ سے ۸۰ ہزار غلام سالانہ یورپ کو منتقل ہوتے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۸۲۱ء میں اندریو ٹامسن نے اپنی تقریر میں امریکہ کی نوآباد بستیوں کی آبادی کی حسب ذیل تفصیل کی ہے۔

غلام (۸۰۰۰۰) آزاد (۱۴۴۰۰) یورپین (۱۱۹۰۰)

ڈانیل اوکونل نے سنہ ۱۸۳۱ء کی تقریر میں پارلیمنٹ میں بیان کیا تھا کہ امریکہ کے قدیم باشندوں کی تعداد ۱۴ نوآبادیوں میں دس برس کے اندر بقدر ۱۴۵۸۰۱ کے گھٹ گئی۔ اسلئے کہ اسقدر آدمی غلام بنا کر منتقل کر دیے گئے۔

# گیارھواں باب

## کھلے لٹیروں کا دَور "یورپ پر عذاب الیم"

### تنزّل کے اسباب

یوں تو جب سے دولت علویّہ فاطمیّہ مصر میں منتقل ہوگئی تھی۔ تب ہی سے بربر کی گورنمنٹ اور سوسائٹی کا شیرازہ بکھرنا شروع ہوگیا تھا۔ چنانچہ مرابطین اور موحّدین کا اجزاء منفرد بنکر ایک دوسرے کے بعد خروج کرنا اِس بات کی دلیل ہے کہ اہل بربر وحدت سے کثرت کی طرف مائل ہوگئے تھے۔ قوت کی تقسیم اور اعضا کا تفرقہ ہمیشہ ضعف اور تنزّل پر ختم ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی اخیر میں بنی حفص کی دوسو برس کی حکومت جو صوبہ ٹیونس میں محدود تھی۔ ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کا سا سنبھالا تھا جسکے بعد تاریکی شروع ہوگئی اور یہ تین سو برس کا زمانہ جو سولھویں صدی سے شروع ہوکر انیسویں کے آغاز پر ختم ہوجاتا ہے۔ تمامتر تنزّل کا دَور معلوم ہوتا ہے۔ بربر کے پولٹیکل اور خاصکر سوشل جسم میں مادّہ فساد صریحاً سرایت کرنے لگا مجلسیں برہم ہوگئیں۔ علوم وفنون کی ترقی مسدود ہوگئی تعلیمگاہوں اور کارخانوں پر قفل پڑ گئے۔ لیکن بااینہمہ بربر کی آب و ہوا میں ابھی تک چند اعلیٰ خاصیتیں باقی تھیں یعنے نامورانہ شجاعت۔ فیاضی۔ اور جاہ طلبی۔ اِس سے کہا جاسکتا ہے کہ دَور تنزّل کے ابتدائی حصہ یعنے سولھویں صدی کی حکومت گو کیسی ہی تھی۔ لیکن بربر میں مسلمانوں کی بزمِ آخر تھی۔ یہ درست ہے کہ قلم ٹوٹ گیا تھا۔ سوشل چہرہ بھی بدنما ہوگیا تھا۔ مگر تلوار میں ابھی تک وہی آب و تاب تھی

بربری حکومت کا تنزّل

پولٹیکل اور سوشل تنزّل

بربر میں مسلمانوں کی بزم آخر

ابھی رزمیانہ انداز نہ بگڑا تھا۔ سترھویں صدی کے ساتھ یہ صفتیں بھی رخصت ہونے لگیں قومی چہرہ کے دونوں رُخ مسخ ہو گئے نکبت و ادبار کی گھٹا چھا گئی ۔ اور ملک بر بر دو سو برس کامل اسی ظلمت میں ملتبس رہا۔ لپنٹو کی جنگ کے ساتھ ناموارانہ شجاعت اور رزمیانہ نیکنامیوں کا دَور بھی ختم ہو گیا۔ الوالعزم خیرالدین اور طرغد کے ثانی پیدا ہونا بند ہو گئے۔ اور اُنکی بجائے اب طامع بے اصول۔ خونریز۔ غارتگر اسٹیج پر نمودار ہوئے۔

مسلمانان بربر کے رزمیانہ صفات کا خاتمہ

اصل یہ ہے کہ اس عالم حادث میں کوئی شے ایک حالت پر نہیں رہتی۔ یہ ایک ایسی بدیہی صداقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔ روزمرہ کے مشاہدات گو معمولی ہونے کی وجہ سے نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب ذرا تجسّس اور غائر نظر سے دیکھینگے تو قدم قدم پر بیّن ثبوت ملیگا۔ ہم کہتے ہیں کہ کوئی شے ایک حالت پر نہیں رہتی یعنے نفس شے میں تو کچھ فرق نہیں آتا۔ البتہ اُس شے کی حالت بدلجاتی ہے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ ایک وقت میں ایک حالت کی جو علّت یا علَل ہیں۔ دوسرے وقت انمیں کمی بیشی یا ردّ و بدل واقع ہو جاتا ہے۔ اور اسلئے معلول یعنی حال بھی متغیر ہو جاتا ہے یہ کہ علّت یا علَل کیوں بدلتی رہتی ہیں وہ پُر پیچ مسئلہ ہے جسکو انسان ابتدائے آفرینش سے آجتک حل نہیں کر سکا۔ یہ بھی فطرت کا ایک رازِ سربستہ ہے۔ جب یہ کہا جائے کہ انسان ایک حالت پر نہیں رہتا تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ انسان جو مختلف قابلیتوں اور استعدادوں کا بنڈل اور مختلف افعال کا مصدر ہے۔ اسکے افعال میں تغیر واقع

ہوجاتا ہے۔ افعال کیا ہیں؟ صرف خیالات اور جذبات کے اظہار کا نام ہی جب جذبات اور خیالات بدلجاتے ہیں تو انسان کا فعل اور حالت بھی بدلجاتی ہے اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض خاص خیالات اور جذبات کے زور سے انسان سے ایک خاص فعل سرزد ہوتا ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ اپنی علل (وہی جذبات) میں تغیر واقع ہونے کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ کچھ عرصہ بعد اُس فعل کی اصلیت کا پتہ ملنا دشوار ہوجاتا ہے۔ اور کبھی کبھی مطلق نہیں معلوم ہوتا کہ ابتداءً فعل کیوں ہوئی تھی۔ انسان کا لباس۔ غذا۔ رسم و رواج۔ اور اسطرح کی اَور ہزاروں چیزیں مرکز اصلیت سے بہت دور معلوم ہوتی ہیں حتّٰی کہ مذہب بھی اِس قانون تغیر کے اثر سے نہ بچ سکا۔ کبھی ایک فعل کی علت اولیٰ خودغرضی یا قومی ہمدردی یا کوئی اعلیٰ خیال ہوتا ہے۔ مگر امتداد زمانہ اور سلسلۂ تناسُل کے ساتھ اُسمیں کُھلی نفسانیت کا اثر آجاتا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی اُس فعل میں بھی نمایاں فرق معلوم ہونے لگتا ہے۔ عروج اور خیرالدین باربروسہ کے جانشینوں کی بھی یہی حالت ہوگئی تھی۔ اب اُنمیں باربروسہ کی سی ناموارانہ شجاعت رہی تھی

بربرکی ترقی و تنزل کی اجمالی کیفیت

ناظرین کو یاد ہوگا کہ کپتان عروج کو عنفوان شباب کی اُمنگیں جزیرۂ لزبس سے نکال لائی تھیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُسوقت بحری غارتگری یورپ بھر میں عام طور پر ایک جائز پیشہ سمجھی جاتی تھی۔ اسلئے ابتداءً عروج نے بھی اِن مشاغل کو پسند کیا۔ بہرحال اِس خطرناک زندگی کی علت اولی۔ ذاتی قوت اور خارجی تحریص تھی لیکن کچھ دنوں بعد جلاوطن اُندلسیوں سے ہمدردی کرنے کا خیال اسمیں اَور شامل ہوگیا

جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ مجمع الجزائر یونان سے بحر روم میں چلا آیا۔ پھر اسمیں جاہ و جلال حاصل کرنے کی آرزو شامل ہوئی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ عروج نے الجزائر میں ایک مستقل حکومت قایم کی۔ خیر الدین کی تخت نشینی پر بابعالی کی مساعدت نے اُس علت اولے میں ایک اَور نئی تبدیلی پیدا کردی۔ خیر الدین نے گو اندلسیوں سے پوری ہمدردی کی مگر اخیر میں جاہ و حشمت اور تاج و تخت کا خیال غالب ہوگیا۔ اور اُسکا یہ نتیجہ ہوا کہ اُسنے الجزائر کے ایوانِ حکومت کو محفوظ و مستحکم کرنے کی طرف خصوصیت سے توجہ کی اور اُسکے ساتھ اہل اسپین اور مجاہدین روڈس پر انتقاماً اور عداوتاً حملے کیے اور یورپ کی بعض قوموں پر رسماً اور رواجاً ترکتازیاں کیں۔ خیر الدین کے انتقال پر سلطنت کا استحکام تو مکمل ہوگیا تھا مگر ملک گیری کی ہوس بدستور سابق رہی۔ اسکے جانشین اگرچہ وہ اخلاص اور نیک نیتی نرکھتے تھے لیکن کچھ شک نہیں کہ سچے اور نامور شجاع تھے اور اعلے درجہ کا رزمیانہ مذاق رکھتے تھے۔ انکا دَور یوں تو سولھویں صدی کے بعد تک رہا مگر جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں شجاعانہ صفات میں لیپنٹو کے معرکہ سے تنزل شروع ہوگیا اس سے ٹرکی اور بربر کی متحدہ بحری قوت کو اسقدر سخت صدمہ پہنچا کہ پھر آخر تک تلافی مافات جیسی کہ چاہیئے تھی ممکن نہوئی۔ یہ درست ہے کہ جنگی جہاز اور جنگجو سپاہی پھر میسر ہو گئے۔ اہل وینس پر اس متحدہ بیڑے نے پھر حملے کیے اور پھر حسب لخواہ شرائط صلح پر مجبور کیا۔ علی العلوجی کے بعد اَور نامور کپتان بھی ہوئے مثلاً داماد علی پاشا جسنے موریا کو بزور شمشیر فتح کیا۔ اور اپنا زور رسند بیڑا الیکر یونان کے ساحل کو بھی

متحدہ بیڑے کی قوت کا زوال۔

گھیر گھیر لیا۔ مگر بااینہمہ وہ عظمت و اقتدار اور وہ سطوت و جبروت جو لپنٹو کے معرکہ سے پہلے متحدہ بیڑے کو حاصل تھا پھر کبھی میسّر نہوا اس لئے کہ عظمت کا طلسم ٹوٹ چکا تھا۔ دول یورپ نے متحدہ بیڑے کو مغلوب نہ ہونے والی طاقت سمجھنا چھوڑ دیا تھا۔ اور گو علانیہ مقابلہ پر آنے کی جرأت اُنمیں کہیں سترھویں صدی کے اخیر پر جا کے پیدا ہوئی۔ مگر یورپ کی حکمراں اور تجار قومیں گھروں میں بیٹھکر ترکی بربری عظمت کو تسلیم نہ کرتی تھیں۔ اور سمجھتی تھیں کہ جو آج مغلوب ہو چکے ہیں وہ کل پھر مغلوب ہو سکتے ہیں

ترکی بحری قوت کے اسباب زوال

تنزّل کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ اب ٹرکی کی شمالی حد پر روسی کھٹکا لگ گیا تھا روسیوں نے سالہا سال کی خونریز لڑائیوں کے بعد وحشی ترکمانوں کے بندِ غلامی سے آزاد ہوکر اور اپنی قومیت الگ قایم کرکے بحیرۂ اسود کی طرف بڑھنا شروع کردیا تھا۔ شاہ ایوَن اور ملکۂ کتھرائن کی ڈپلومیٹک چالبازی اور فوجی پیشقدمی کی روک تھام سے بابعالی کو اب اسقدر فرصت نہ تھی کہ بحر روم اور اُسکے آس پاس کے قطعوں میں ترکی عظمت و اقتدار کو قایم رکھنا ضروری سمجھتا۔ اور اس شمالی دیوتا کے پولٹیکل منتروں کو نظرانداز کردیتا۔ اہل بربر کے حق میں یہ بات بہت مضر ہوئی۔ کیونکہ اُنکو ابتک سلطان روم کی قوتِ بازو علانیہ کجی کی طرف مائل ہونے سے روکتی رہی تھی۔ لیکن ابتداءِ سترھویں صدی سے جیسے جیسے ترکوں کا ظلِ حمایت اُٹھتا گیا۔ ویسے ویسے یہ نومسلم یورپین کھلے لُٹیرے بنتے گئے۔

ہم ابتک ناظرین کو زیادہ اقصائے مغرب کی حدود سے باہر بحر روم یا یورپ کے

جنوبی قطعۂ آب میں سیر کراتے پھرے ہیں۔ خاص پایۂ تخت اور ملک کے حالات کو ۱۶۸۹ء کے بعد سے تقریباً نظر انداز رکھا ہے اور نہ فرمانرواؤں کا سلسلہ وار کچھ ذکر کیا ہے۔ اسکے دو سبب ہیں۔ اول یہ کہ ملک کا تمام تر زور ترکی قوت میں مدغم ہوکر خارجی مہمات میں مصروف رہتا تھا۔ اور ملک و قلب سلطنت میں مقامی گورنروں کے لئے نہایت معمولی مشاغل رہجاتے تھے۔ مثلاً نظم و نسق کرنا۔ ہمسر و ہمسایہ ریاستوں سے چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑنا۔ یورپ کے ساحلوں پر انتقاماً یا جواباً ترکتاز کشتیاں بھیجنا۔ یا بحیرۂ روم میں دَورے کرکے مخالف جہازوں کو گرفتار کرنا۔ وغیرہ۔ اور چونکہ انمیں سے ہر قسم کے واقعات تمثیلاً ہدیۂ ناظرین ہوچکے ہیں۔ اسلئے قلم انداز کیے گئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اُنیسویں صدی کے فن تاریخ نویسی میں وہ واقعات لینا جائز نہیں جو فرمانروائے وقت کی ذات اور اُسکے محلسرا تک محدود تھے۔ بلکہ جن واقعات کا اثر ایوانِ حکومت سے نکلکر قوم و ملک اور ہمسایوں پر پڑتا تھا صرف وہی تاریخ کی حد میں داخل ہوسکتے ہیں۔ یہ کہ فرمانروا نے شخصی حیثیت سے کیا کیا اور کیا کہا۔ غیر متعلقہ واقعات ہیں۔

الجزائر کے نامی گورنر

الجزائر کے گورنر۔ پاشا۔ یا بگلر بیگ کہلاتے تھے۔ جیساکہ نویں باب کے خاتمہ پر اشارتاً بیان کیا گیا ہے۔ علی العلوجی یہاں کا سترھواں پاشا تھا۔ اسکے متقدمین میں سے عروج کے بعد چندہی گورنر ممتاز گذرے ہیں۔ مثلاً حسن بن خیرالدین جو مالٹا کے محاصرہ میں شریک تھا۔ صالح بن صالح رئیس جسنے فیض اور بوجیہ کو فتح کیا۔ اکثر کی خدمات قسطنطنیہ میں منتقل ہوگئیں جنمیں سے بعض کے نام فہرست مندرجہ باب ۱۰ امیں

ورح ہیں۔ اُنھوں نے ترکی امیر البحر ہونے کی حیثیت سے یورپ میں فتوحات کیں۔ باقی ملک کی چھوٹی چھوٹی مہمات میں مصروف رہے۔ ۱۵۷۲ء میں جب علی العلوجی گورنر الجزائر سے ترکی امیر البحر ہو کر گیا تو اسکے بعد ۲۴ برس میں ۹ گورنر ایک دوسرے کے بعد مقرر ہوئے۔ انمیں بکثرت نومسلم یورپین تھے۔ مثلاً رمضان ۱۵۷۴ء سے ۱۵۷۷ء تک حسن ۱۵۸۰ء تک جعفر ۱۵۸۲ء تک حسن بار ثانی ۱۵۸۳ء تک میمی رئیس ۱۵۸۶ء تک۔ یہ سب باستثنا حسن پاشا۔ دلشمن رحمدل۔ اور منصف مزاج تھے۔

گورنری اور سپہ سالاری جدا ہوگئیں۔

۱۵۸۶ء سے گورنمنٹ میں ایک نئی تبدیلی واقع ہوئی۔ یعنی ابتک رزم و بزم ایک ہی شخص کی ذات میں جمع تھیں جسکو اہل الجزائر خود منتخب کر کے باب عالی میں اطلاع بھیجدیتے تھے اور وہاں سے سند و علامات گورنری عطا ہو جاتی تھیں۔ مگر اب سے فوجی سردار تو بدستور سابق منتخب ہونے لگے۔ اور عامل قسطنطنیہ سے منتخب ہو کر آنے لگے اخیر پر یہ نوبت پہنچی کہ جسطرح اُس زمانہ میں انگلستان میں ڈیوک اور ارل کے خطابات بکا کرتے تھے اسیطرح الجزائر کی گورنری بکنے لگی۔ جو بڑھکر قیمت دیتا گورنر بنجاتا۔ اِس طریقۂ انتخاب میں نہ تو قابل ہونے کی شرط تھی اور نہ ملکی ہونے کی۔ ترک بھی منتخب ہوسکتا تھا۔ اور بربری یا نومسلم یورپین بھی۔ گورنری کے اہم منصب پر اسکا اچھا اثر نہیں پڑا۔ علاوہ ازیں عامل اور سپہ سالار میں اکثر اَن بَن رہتی تھی۔ اور اہل ملک کو بیجا تشدد سہنا پڑتے تھے۔

۱۵۸۶ء سے جب الجزائر کی گورنمنٹ کے دو حصے ہو گئے۔ تو تاریخ بھی دو

حصّوں پر تقسیم ہوگئی۔خارجی اور ملکی۔ پہلے میں امیرالبحر۔سپہ سالار۔اور عام جہازرانوں اور کپتانوں کے کارنامے ہیں۔اور دوسرے میں عاملوں اور مدبّروں کے عہد کے مشہور واقعات مذکور ہیں۔سپہ سالاروں میں دو شخص نہایت الوالعزم اور دلیر گذرے ہیں۔یعنی امیرالبحر مراد اعظم اور جرنیل علی۔

مراد اعظم اور اُسکے کارنامے

مراد رئیس الجزائر کے آخری زمانہ کے غارتگر کپتانوں میں سب سے زیادہ خوفناک تھا اسکی بڑی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ متقدمین کی طرح اُسکی رگوں میں یورپین خون موجزن تھا یہ البانیا کے ایک معزز عیسائی خاندان سے تھا[۱]۔بچپن میں اسیران جنگ کے ساتھ الجزائر کے نخاس میں بکنے آیا۔اور یہاں مصطفٰے پاشا نے اُسکو خرید لیا۔ابھی بارہ برس کا تھا کہ نامور آقا کو اپنی دلیری اور جرأت کا ثبوت دینے لگا چنانچہ مالٹا کے محاصرہ میں یہ مصطفٰے کے بہت کام آیا۔دوران جنگ میں یہ جاسوس بنکر سمندر میں ادھر اُدھر تاک میں پھر رہا تھا کہ اسکی چھوٹی سی کشتی کسی چٹان سے ٹکراکر ٹوٹ گئی۔مراد کو اسبات سے غیرت آئی کہ واپس جاکر آقا سے اپنی نالائقی اور ناتجربہ کاری کا اعتراف کرے۔اسلئے یہاں سے افتاں وخیزاں بالا بالا الجزائر آیا اور پندرہ بلّیوں کا ایک ہلکا سا برگنٹین لیکر شکار کی تلاش میں چلا۔بربر کے نوآموز قزاق اکثر اسپین کے ساحل کو تختۂ مشق بنایا کرتے تھے۔کچھ تو اسلئے کہ یہ الجزائر کے ساحل سے قریب تر تھا۔اور کچھ اسلئے کہ مالٹا والوں کی طرح اہل اسپین بھی ہمیشہ بربریوں کے درپے رہتے تھے۔الغرض مراد نے

[۱] دیکھو لین پول صفحہ ۱۹۲۔

اس چھوٹی سی کشتی سے تین کیتھلک جہاز اور قریباً ڈیڑھ سو آدمی گرفتار کئے۔ اسیطرح جب علی العلوجی نے مجاہدوں کے امیر البحر سینٹ کلیمنٹ پر حملہ کرکے اُسکے جہاز گرفتار کیے تھے تو مراد اس معرکہ میں اسکا شریک تھا۔[۱]

ڈیوک ٹیرانووا کی شکست

ایک مرتبہ ۱۵۷۸ء میں مراد رئیس آٹھ شکاری کشتیوں سمیت صوبہ کلیبریا کے قریب منڈلاتا پھرتا تھا کہ دور سے سسلی کا پھریرا اُفق پر نمودار ہوا۔ قریب آنے پر معلوم ہوا کہ علم بردار معہ ایک اَور جہاز کے آتا ہے۔ اسمیں ڈیوک (نواب) ٹیرانووا اپنے خواص سمیت غالباً بارگاہ روم کو بغرض اظہار عبودیت جارہا تھا۔ بربری گیلی کو دیکھتے ہی سسلی کے علم بردار نے سراسیمہ ہوکر پیٹھ دی۔ مگر مراد نے حیرت انگیز عجلت سے بڑھکر عقب جہاز کو گھیر لیا۔ ادھر ڈیوک بھی اسکو غنیمت سمجھا اور ہراول میں جان بچاکر بھاگا۔

مراد رئیس بحر ظلمات میں

ابتک بربر کے کسی کپتان نے سمندر کے اندرونی حصوں میں سفر نہ کیا تھا۔ بلکہ عام طور پر خشکی کے آس پاس لگے رہا کرتے تھے۔ لیکن مراد رئیس ایک مرتبہ بحر ظلمات میں اسقدر دور نکلگیا کہ زمین نظر سے غائب ہوگئی۔ راستہ میں اسنے جزیرۂ لنزاروٹ پر

جزائر کینری پر تاخت

جو افریقہ کے مغرب میں جزائر کینری میں سے ہے حملہ کیا اور شہر اور گورنر کے محلسرا کو لوٹ لیا۔ اسیطرح ۱۵۸۹ء میں ایک مرتبہ مالٹا کے قریب دورہ کرتے ہوئے اُسنے کسی یورپین قوم کے دو تین تجارتی جہاز گرفتار کیے اور اُنکو لیکر الجزائر کو پلٹا۔ اُدھر سے مالٹا کے غارتگر دو ترکی جہاز پکڑکر مالٹا کو لیے آتے تھے۔ راستہ میں دونوں فریقوں کے

---

[۱] ایک یورپین مورخ لکھتا ہے کہ علی العلوجی کو یہ نمایاں کامیابی مراد ہی کی چابکدستی اور جرأت سے حاصل ہوئی تھی۔ لین پول صفحہ ۱۹۳

مقابلہ ہوا۔ ہر چند کہ مجاہدین کا صلیبی جھنڈا اس زمانہ کے جہازرانوں کے لئے تصویر کرگ تھی۔ بربری قزاق بھی بعض وقت انکو طرح دیجاتے تھے۔ لیکن مراد رئیس اس دل گردہ کا آدمی نہیں تھا کہ ڈر کر بھاگ جاتا۔ اسنے مقابلہ کو بخت و اتفاق پر موقوف نہیں رکھا بلکہ خود پیشدستی کی۔ اور ذرا کاواکاٹ کر سیرینا نامی جہاز کو ایک ہلکی سی کشتی سے اچانک جالیا کہ کپتان اور سپاہی سنبھلنے بھی نہ پائے۔ صرف آدھ گھنٹہ کی کشمکش میں سیرینا کے مستول پر ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ ان تینوں چاروں جہازوں کو سنبھالکر فتحمند کپتان دو تین ہی فرسنگ بڑھنے پایا تھا کہ جزیرہ مجورکا کے ایک بیڑے سے دوچار ہوئی۔ یہ بھی بحیرۂ روم سے ایک تجارتی جہاز گرفتار کر کے مجورکا کو لئے جا رہا تھا۔

جہاز سیرینا کی گرفتاری

مراد نے اسکو بھی لے ڈالا اور لوٹ کے جہازوں کا یہ مختصر بیڑا جلو میں لئے بندرگاہ الجزائر میں داخل ہوا۔ اُس روز شہر میں بڑی خوشی منائی گئی۔ اور مراد رئیس کو "اعظم" کا خطاب دیکر الجزائر کا امیر البحر منتخب کر لیا گیا۔

مراد کی کامیاب واپسی اور اعظم کا خطاب

امیر البحر بنکر مراد اعظم نے جہازرانی اور غارتگری دونوں فنوں میں بڑا کمال پیدا کیا ۱۵۹۴ء میں اسنے چار ہلکے کشتی نما جہاز لیکر سمندر کا دَورہ کیا۔ رستہ میں فلورینس کے چند غارتگر دو جہاز لئے آتے تھے۔ مراد اعظم نے اس شکار کو دُور سے تاکا اور فی الفور یہ چال چلی کہ اپنے دو جہازوں کے مستول گرا کر اُنکو علیحدہ کر دیا۔ فلورینس والے جو شکار کی تلاش میں گھر سے نکلے تھے۔ سمجھے کہ یہ تجارتی جہاز ہیں اور خوشی خوشی اُنکی طرف بڑھے۔ زیادہ قریب نہ پہنچنے پائے تھے کہ مراد اعظم نے اپنے باقی دو جہازوں

سمیت یک بیک برابر سے نکلکر ایک ہی ہلہ میں دونوں کو لے ڈالا۔ اِن جہازوں پر غلام خلاصی ۔ ترک تھے ۔ پس مراد نے انکو توڑ ڈالا اور جہازوں کے کپتانوں و افسروں کو پابزنجیر کرکے اُنکی جگہہ خلاصی بنایا[۵]۔

جرنیل علی کی ترکتازیاں

مراد اعظم کے بعد سترھویں صدی کے وسط میں علی رئیس نامی ایک اَور مشہور کپتان گذرا ہے جو جہازرانی اور جنگ آزمائی میں باربروسہ کا ہم پلہ تھا۔ یہ ایک نومسلم کپتان کا بیٹا تھا جو یورپ کے ایک عیسائی خاندان سے تھا۔ اور بچپن میں گیر و دار کے ذیل میں آکر غلام بنالیا گیا تھا۔ اور بربر کے نومسلم غارتگروں کے اصول ترقی کے موافق رفتہ رفتہ ایک نامور کپتان بنگیا تھا۔ ۱۶۳۸ء میں علی رئیس نے سولہ جہازوں کا ایک بیڑا لیکر اٹلی کے مشرقی ساحل پر حملہ کیا اور صوبہ اپولیا کے اُس حصہ کو جو نکوٹرا کہلاتا ہے سخت بیرحمی سے لوٹ لیا۔ یہاں سے پلٹ کر بحر اڈریاٹک میں وارد ہوا اور خلیج کیٹرو کے قریب سے اسپین کا ایک تجارتی جہاز پکڑا۔ اور تمام قطعۂ آب میں گھوم کر وینس کے کئی تجارتی جہاز گرفتار کئے۔ جب اِن عالمگیر ترکتازیوں کی خبر وینس میں پہنچی تو سنیٹ نے ایک زبردست بیڑا بسرکردگی امیرالبحر کیپیلو علی رئیس کی سرکوبی کو بھیجا۔

یہ ظاہر ہے کہ علی رئیس بابعالی کے اشارہ سے ترکتازیاں نکرتا تھا۔ بلکہ اُس زمانہ کی رسم ہی یہ تھی۔ ہر قوم اور ہر سلطنت کے لُٹیرے تمام سمندر میں لوٹ مار کرتے پھرتے تھے اور جب تعاقب سے مجبور ہوتے تھے تو اپنی گورنمنٹ کے دامن میں آچھپتے تھے۔ چنانچہ اسی

[۵] دیکھو تاریخ مارگن صفحہ ۵۵ تا صفحہ ۵۵۹۔ و ۵۸۸ و ۵۹۷ و ۶۰۷۔

حمایت عہد شکنی یا معاندت کی علامت نہ سمجھی جاتی تھی اور نہ اشتہار جنگ کا مرادف خیال کیجاتی تھی۔ لیکن بااینہمہ جب علی رئیس نے عروسی جرنیل سے بچکر صوبۂ البانیا کے ویلونا نامی ترکی قلعہ میں پناہ لی۔ تو جرنیل نے باوجودیکہ بابعالی اور عروس البحر میں دوستی تھی قلعۂ مذکور پر حملہ کر کے سخت کشت و خون کیا اور بربری کشتیوں کے ساتھ اُن چند ترکی جہازوں کو بھی تباہ کر ڈالا جو قلعہ کی محافظت کرتے تھے۔ اسپر ایک زورمند ترکی بیڑے نے سنیٹ کی سخت گوشمالی کی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ سنیٹ کو پانچ لاکھ ڈوکیٹ بطور تاوانِ جنگ ادا کرنا پڑے اور جرنیل کو سخت سرزنش کی۔

جرنیل علی کے بیڑے کی تباہی

وینس کی گوشمالی

اگرچہ اس معرکہ میں جرنیل علی کے بیڑے کا بیشتر حصہ غارت ہوگیا تھا مگر اسنے ایک جدید بیڑا تیار کر لیا جسمیں نئے پرانے کل ملاکر ۶۵ جہاز اور چھ سو غلام خلاصی تھے اس بیڑے کی بدولت اُسنے تمام بحر و بر میں بڑی شہرت پیدا کی۔ خاصکر جنوبی یورپ میں اپنے نام کا سکہ جما دیا۔ جنرل علی گو ایک یورپین نومسلم کا بیٹا تھا مگر اس بات سے سخت جلتا تھا کہ یورپین بربر میں آکر اور نومسلم بنکر نام اور وضع بدل ڈالے چنانچہ ایک مرتبہ کسی فرانسیسی نے مذہب بدلکر حسب معمول نام اور وضع بھی بدل ڈالی۔ جنرل علی نے اسکو یہاں تک تنگ کیا کہ آخر کار بیچارے کو مصطفےٰ چھوڑکر پھر جان بننا پڑا۔ اسنے اپنے جہازوں کے لئے ایک الگ اسٹیشن بناکر اسی کے قریب غلام خلاصیوں کے لئے ایک بڑا مکان سرائے کی قطع کا بنایا۔ یہ "جرنیل علی کی خان" مشہور تھا۔ اور الجزائر کے سب سے بہتر اور فرحت افزا موقع پر تھا۔ اسکے گرد سبز کے ہرے ہرے

جرنیل علی کی اصلیت

جرنیل علی کی خان

درختوں کا ایک حلقہ تھا جنکی بار ور ٹہنیاں جُھک جھک کر بالاخانوں کی کھڑکیوں میں پہنچتی تھیں۔ ایک مرتبہ علی نے اُس سرائے میں ایک بڑی بھاری ضیافت دی اور الجزائر کے تمام جنگی اور ملکی افسروں۔ شہر کے رئیسوں اور گورنر تک کو بُلایا۔ کھانے شہر میں جرنیل کے مطبخ میں پکتے تھے جو سرائے سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور غلاموں کے دست بدست سرائے تک پہنچتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس بُعد کے باوجود مہمانوں کو اسقدر گرم کھانا پہنچتا تھا کہ قابوں میں سے بھاپ اُٹھتی تھی۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسیحی غلاموں کو چوری کا کسقدر چسکا تھا چنانچہ رستہ میں اتنا کھانا چُرا کر کھا گئے کہ اگر میوہ جات کی مدد نہ ملتی تو مہمان ہی بھوکے رہجاتے۔

جرنیل علی کا مسیحی غلاموں سے برتاؤ

جرنیل علی کہا کرتا تھا کہ میرے غلاموں کی اُنگلیوں میں ٹُکیں لگی ہیں جو چیز انمیں ایک مرتبہ آجاتی ہے وہ سلامت نہیں رہتی۔ یہ اپنے غلاموں کو اَوروں کی طرح مقررہ روزینہ نہ دیتا تھا بلکہ بجائے اسکے دن بھر میں دو گھنٹہ کی چھٹی دیکر کہدیتا تھا کہ اگر اس عرصہ میں تمنے اگلے دن تک کے کھانے سے فراغت نہ پالی تو تمسے بڑھکر شاید دنیا میں کوئی بیوقوف نہو گا۔ ایک مرتبہ ایک غلام کو علی کا چھلّا پڑا ملگیا۔ اس بیچارے نے دیانتداری میں آکر بجنسہ دیدیا۔ جرنیل نے اسے انعام میں آدھا ڈوکیٹ دیکر کہا کہ تم بڑے احمق ہو کہ جس چیز سے تمہارا فدیہ ادا ہو سکتا تھا وہ تمنے یوں ہی ہاتھ سے کھودی۔ ایک اَور غلام نے خاص جرنیل کے جہاز کے لنگر کی

---

ا؎ لین پول صفحہ ۱۹۵ - ۱۹۶ -

زنجیر چُرالی اور کسی لوہار سے اُسکا سودا ٹھیرایا۔ مگر خبر ہوگئی اور غلام مال مسروقہ سمیت پکڑا گیا۔ جرنیل نے اُسکو بہت شاباشی دی اور کہا کہ تم پورے غلام ہو اسواسطے کما کھانا جانتے ہو۔ اِن حرکتوں سے علی کے غلام انتہا درجہ کے چور ٹے اُچکے بنگئے تھے۔ یہاں تک کہ اُسکا کمرہ عدالت نیلام گاہ بنگیا تھا جہاں ہر روز لوگ اپنی گُم شدہ چیزیں خود آکر بذریعۂ نیلام خریدتے تھے اور جرنیل اُنسے کہا کرتا تھا کہ جب تم چیز کی حفاظت کرنا نہیں جانتے ہو تو لازم ہے کہ کچھ جرمانہ دو۔ علی کو دوسروں کے بھید معلوم کرنے میں بلا کا ملکہ تھا۔ نئے قیدیوں سے انتہا درجہ کی تہذیب اور خُلق سے پیش آتا تھا۔ معمولی مسافروں کو نواب صاحب! نواب صاحب! اور الجناب عالی کہکر۔ اور کم درجہ کے پادریوں کو "حضور اقدس" اور "جناب مقدس" کہکر اسطرح مخاطب کرتا کہ یہ بیچارے اپنا کچّا چٹھا سُنا دیتے اور اپنے مرتبہ وحیثیت سے آگاہ کرکے اپنا فدیہ آپ ہی مقرر کرلیتے اور عزیزوں کو خط بھیجکر اطلاع دیدیتے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی تھا کہ علی جو اقرار کرلیتا اُس سے کبھی منحرف نہوتا تھا اُسکا قول تھا کہ "میرا قول میرا فعل ہے"۔ علی کے مذہبی خیالات بھی آزادانہ تھے۔ ایک مرتبہ پادری اینجلو نامی ایک قیدی سے اس نے مزاحًا کہا کہ "میرا کیا انجام ہوگا؟" پادری جلا ہوا تو تھا ہی۔ بولا کہ "تجھے مرکر شیطان کا حوالہ ہوگا"۔ علی مُسکرا کر چُپ ہوگیا۔ ایک اَور نو مُسلم نے جو اتفاقًا فقہ پڑھکر شیخ ہوگیا تھا۔ علی سے ایک غلام مانگا تاکہ اُسکی قربانی دے۔ علی نے ایک مضبوط اور قوی ہیکل غلام کو ہر طرح مسلح شیخ کے پاس بھیجدیا اور کہلا بھیجا

جرنیل علی کے خصائل وصفات

کہ اگر تم سے ہو سکے تو اسکو بھینٹ میں دیدو ۔ شیخ نے شکایت کی تو جواب دیا کہ قربانی کا ثواب تو تمہیں یوں ہی مل سکتا ہے ۔ ولیم ثالث شاہ انگلستان علی کو سلطانوں کی طرح مخاطب کرتا تھا اور خطوں میں اپنے آپ کو "آپ کا (لونگ فرینڈ) محبت والا دوست" لکھتا تھا ۔

حکومت ٹیونس

ٹیونس کی قوت بھی اگرچہ الجزائر کے ہم پلہ نہ تھی مگر فی الجملہ کافی تھی اسکی حکومت بحر روم کے دروبست مشرقی حصہ پر تھی ۔ یہاں کے قزاق عام طور پر مالٹا کے راستہ میں اور اُسطرف بحر اڈریاٹک میں شکار کھیلتے تھے ۔ ٹیونس میں ۱۵۹۰ء سے ۱۷۰۵ء تک تیس گورنر قسطنطنیہ سے مقرر ہو کر آئے جنمیں سے ہر ایک نے بحساب اوسط

گورنروں کا عزل نصب

چار برس حکومت کی ۔ اکثر تخت سے برطرف ہوئے بعض قتل ہوئے ۔ بعض کو زہر دیا گیا ۔ ۱۷۰۵ء میں جنگی قوت بالکل برگشتہ ہو گئی اور الجزائر کی طرح اپنا جرنیل آپ مقرر کرنے لگی جسکو بالآخر بابعالی نے منظور کیا ۔ اسوقت سے اٹھارھویں صدی کے ختم تک گیارہ گورنروں نے ایک دوسرے کے بعد حکومت کی ۔ اسکے بعد فرانسیسی دخل شروع ہو گیا ۔ اس زمانہ کی خارجی اور ملکی تاریخ میں وہی غارتگری اور بدنظمی کے واقعات پائے جاتے ہیں جو الجزائر کی حالت میں بیان ہو چکے ۔ چھوٹی چھوٹی ترکتازیاں کرنا یا ہمسایہ ریاستوں سے حدبندی کی بنا پر جھگڑ بیٹھنا ۔ تجار ریاستوں سے محصول آمدورفت وصول کرنا ۔ وغیرہ واقعات سے زیادہ اور کوئی خاص بات نہیں پائی جاتی تمام گورنروں کے حالات بیان کرنا کچھ طول امل معلوم ہوتا ہے ۔ اٹھارھویں

صدی کے شروع میں جو گورنر تھے۔ انمیں سے بعض کے حالات مناسب ہونگے
مثلاً حسن چاوش جو سنہ ۱۷۰۰ء میں برطرف ہوا اور سپاہیوں کا آغا۔ مصطفےٰ مقرر ہوا۔
اسکے زمانہ میں اہل ٹیونس نے سرحدی علاقہ کے باشندوں پر بیجا تشدد کیے۔ اسلیئے
مصطفےٰ نے ٹیونس پر فوجکشی کرکے اسکو فتح کیا اور مراکو پر بھی جا چڑھائی کی سنہ ۱۷۰۶ء میں
عزین خواجہ تخت نشین ہوا اسنے ایک سال کی حکومت میں اوران فتح کیا۔ سنہ ۱۷۰۷ء میں
بختاش خواجہ مقرر ہوا اور جلوس کے تیسرے سال دربار میں قتل ہوا۔ پھر ایک نومسلم
یورپین ابراہیم دیلی مقرر ہوا مگر اسکے اطوار نہایت ناپسندیدہ تھے۔ تنگ چشم۔ ذلیل
دنی الطبع۔ رعایا میں بہت جلد بدنام ہوگیا اور بیوقوف کہلانے لگا۔ صرف چند ماہ
حکومت کرنے پایا تھا کہ اہل شہر نے باغی ہوکر قتل کرڈالا اور اسکی لاش منظر عام پر
لٹکادی۔ سنہ ۱۷۱۰ء میں علی نامی ایک شخص گورنر ہوا۔ یہ کسیقدر پولیٹکل آدمی تھا۔ اسوقت
تک ملک میں جسقدر سازشیں۔ مفسدے۔ یا طوائف الملوکی ہوتی تھی اسکی علت اولے
کسی نہ کسی طرح اسکے سوا اور کچھ نہ تھی کہ الجزائر کے ترکوں اور یورپین نومسلموں میں
نہ بنتی تھی۔ اور اگر اتفاقاً ایک فریق کا آدمی سپہ سالار ہوتا اور دوسرے کا عامل تو سخت
طوفان برپا رہتا تھا۔ علی نے اس اعلیٰ منصب پر جمکر سب سے پہلا کام یہی کیا کہ اپنے مقابل
گروہ کو ضعیف کیا اور آٹھ برس کی حکومت میں قریباً تین ہزار ترکوں کو بغاوت کے
جرم میں ماخوذ کرکے قتل کرڈالا۔

سپہ سالاری اور گورنری کا تقابل

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے الجزائر میں عامل اور سپہ سالار

الگ الگ منتخب ہونے لگے تھے تب سے حکمراں قوت کے گویا پر نچے اڑ گئے تھے اور چونکہ سپہ سالار کا انتخاب اور تقرر جاں نثاری فوج میں سے اور جاں نثاریوں میں سے عمل میں آتا تھا اور اس فوج کی قوت اور اختیارات خاص قسطنطنیہ کی طرح الجزائر میں بھی نہایت وسیع تھے۔ اسلئے ملک میں سپہ سالار کا اثر روز بروز بڑھتا گیا۔

گورنری کی شکست

یہانتک کہ رفتہ رفتہ گورنری بھی اسی میں مدغم ہوگئی۔ ابتک پاشا لوٹ مار اور ڈاکہ زنی ضرور کرتے تھے مگر کپتانوں کے ذریعہ سے کرتے تھے جو رئیس کہلاتے تھے۔ اور اس قسم کے مشاغل کا علانیہ اعتراف نہ کرتے تھے۔ لیکن جاں نثاریوں کے منتخب کیے ہوئے گورنر نہ اپنی اصلیت چھپاتے تھے اور نہ اپنی بے اصول زندگی کو چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ محمد پاشا نے جو ۱۵۶۲ء

محمد پاشا

میں الجزائر کا حاکم تھا ایک فرانسیسی قونصل کو کسی بات پر بگڑ کر جواب دیا کہ "میری ماں بھیڑوں کے پائے بیچا کرتی تھی اور باپ گائے کی جیب بیچا کرتا تھا۔ لیکن تمہارے جیسی لغو اور بیہودہ جیب بیچنے سے اُسکو بھی عار ہوتا"۔ اسیطرح ایک مرتبہ گورنر مذکور نے اسی قونصل سے اقرار کیا کہ "اہل الجزائر درحقیقت ٹھگوں اور لٹیروں کی ایک کمپنی ہے اور میں اُسکا سردار ہوں"۔

طرابلس

الجزائر اور ٹیونس کے علاوہ ٹریپولی یعنے طرابلس ایک اور چھوٹا سا مامن غارتگری تھا جسکی بحری قوت اگرچہ اتنی مضبوط نہ تھی مگر خطرناک اُتنی ہی تھی۔

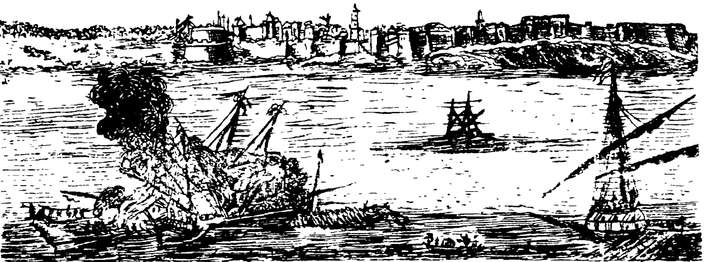
مراکو

سلطنت مراکو رباستہائے بربر میں شمار نہیں ہوسکتی۔ اسلئے ہم اُسکو اس

تین سو برس کے زمانہ کی تاریخ میں شامل نہیں کرسکتے۔ پھر بھی سرسری نظر ڈلنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی غارتگروں سے خالی نہ تھی۔ الجزائر کے قزاقوں کے حملے تو آبنائے جبل الطارق کے اندر ہوتے تھے اور ان کے باہر۔ ایک زمانہ میں شہر تیتوان جو تجارت کی بڑی منڈی تھی قزاقوں کے لئے نہایت مشہور تھا۔ ۱۵۴۶ء میں فلپ ثانی شاہ اسپین نے حملہ کرکے اُسکو تباہ کرڈالا۔ مراکو میں غارتگری کے تین بڑے مرکز تھے۔ سیوطہ۔ تنجیر یا طنجہ۔ اور سیلی۔ سیوطہ پر مختلف قوموں کا قبضہ رہا اول اسپین کا۔ پھر اہل جنیوا کا۔ پھر ۱۴۱۵ء میں پرتگال کا۔ آخر ۱۵۸۰ء میں اسپین نے پھر فتح کرلیا اور آجتک اُسی کے قبضہ میں چلا آتا ہے۔ تنجیر جو چارلس ثانی کی بی بی کیتھرائن ملکہ پرتگال کو جہیز میں ملا تھا اور عرصہ دراز تک انگریزوں کے قبضہ میں رہا۔

مراکو کے اجمالی حالات

بندرگاہ سیلی اگرچہ شروع میں کوئی مشہور مقام نہ تھا۔ مگر اخیر زمانہ میں نہ صرف مشہور بلکہ ہر طرف بدنام ہو گیا تھا۔ اسکے چاروں طرف سنگلاخ بلندیاں اور ریت کے بڑے بڑے تودے حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ مغربی کنارہ پر ہلکے سے ہلکا جہاز بھی آسانی سے لنگر انداز نہو سکتا تھا۔ علاوہ ازیں خاص خاص اوقات پر شمال مغربی سمت سے تیز آندھی چلتی تو سڑکیں بھی محفوظ نہ رہتی تھیں۔ اسکا یہ نتیجہ تھا کہ سیلی کے غارتگروں کے پاس کبھی کوئی جنگی بیڑا نہیں رہا بلکہ نہایت چھوٹی چھوٹی کشتیاں رہتی تھیں اور انہیں سے وہ سمندر میں لوٹ مار کرتے تھے چنانچہ ۱۶۳۷ء تک یہاں ایک بھی پورا جہاز نہ تھا۔ اور سو برس سے پہلے کے حالات پڑھنے سے

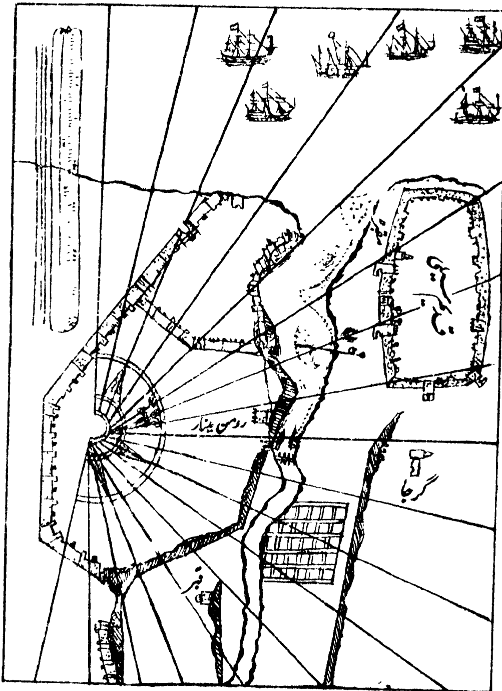


طرابلس الغرب

(سنه ١٦٦٧)

# سیلی

## شہر اور بندرگاہ




سنہ ۱۶۳۷ء

معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی ابتر حالت تھی۔ البتہ الجزائر و ٹیونس وغیرہ ہمسایہ ریاستوں کو دیکھکر اسنے بھی کروٹ لی اور صدی کے اخیر میں سخت بد نام ہوگئی۔ پھر بھی بڑے بڑے جنگی جہاز انکو کبھی نصیب نہیں ہوئے۔ چنانچہ ۱۷۶۳ء میں جب انھوں نے ایک دفعہ ریاست پرووینس کے چند تجارتی جہاز لوٹ لئے تو جیومیر ایکلن نامی کپتان نے صرف ایک بڑے جہاز سے انپر حملہ کیا اور انکے تین منجملہ پانچ جہاز غارت کردالے۔ ۱۷۸۸ء میں مراکو اور اُسکے مضافات کی جنگی قوت چھ یا آٹھ جہاز دو دو سو ٹن وزنی تھے۔ اور اسلحہ میں سولہ توپیں تھیں جنمیں صرف چھ چھ پونڈ کا گولہ آتا تھا۔ انکے علاوہ چند گیلے جہاز بھی تھے۔

شروع میں سلی کے لُٹیروں نے باہم ملکر سلطان سے ایک معاہدہ کرلیا تھا جسکی رو سے غنیمت اور غلاموں کا دسواں حصہ خزانہ میں داخل کردیتے تھے اور سلطان اسکے عوض میں اُنکی حتی الوسع حفاظت کرتا تھا۔ لیکن پھر گورنمنٹ کو ایسا چسکا پڑا کہ رفتہ رفتہ تمام لُوٹ کے مال پر قبضہ کرنے لگی اور غارتگری کا چراغ ٹمٹمانے لگا۔ اخیر کو سلطان نے یورپ کی بڑی بڑی تاجر قوموں سے براہ راست معاہدے کرلئے جنکی رو سے گرانبہا تحائف اور نذرانوں کے بدلے غارتگری مسدود ہوگئی[۱]

[۱] ۱۷۲۱ء میں جو انگلستان نے کموڈور اسٹیوارٹ کے ذریعہ سے ایک سفارت مراکو کو بھیجی تھی اور جسکی رو سے ۲۹۶ انگریزی غلام آزاد ہوئے تھے۔ اور تجارتی جہازوں کی تلاشی لینے اور پکڑنے کی رسم مسدود ہوگئی تھی اس سفارت کے حالات جان ونڈس نامی ایک شخص نے "میکنز کا سفر" کے نام سے ۱۷۲۵ء میں شائع کئے۔ یہ کتاب قابل دید ہے۔ اسیطرح کپتان جان برتھویٹ کی تاریخ سلطنت مراکو بڑی عمدہ کتاب ہے

ریاستہائے بربر کے اندرونی حالات نظرانداز کر کے دیکھیں تو یہ دو ڈیڑھ سو برس کا
زمانہ یورپ کے لئے عذاب الیم کا دور تھا ہرچند کہ لپنٹو کی جنگ کے بعد اہل بربر میں وہ
شجاعت نہ رہی تھی مگر باربروسہ اور اسکے ابتدائی جانشینوں نے یورپ کے دل پر دہ سکہ
جمایا تھا کہ مغربی دنیا کی کسی قوم۔ نہ تجارت پیشہ۔ اور نہ حکمراں کو یہ حوصلہ ہوا کہ باہم ملکر انکی بیخکنی
کرڈالتے۔ انھوں نے اپنی تجارت۔ اپنی حکومت۔ اپنی آزادی بلکہ عزت کو ان لٹیروں کے
ہاتھ بیچ ڈالا۔ حالانکہ اگر تمام بربری جہازات اکٹھا ہو کر آتے تو یورپ کے ایک پورے اور باقاعدہ
جنگی بیڑے کا مقابلہ نہ کرسکتے۔ یورپ ضعیف نتھا۔ نہ بزدل تھا۔ مگر کچھ شک نہیں کہ
چالباز ضرور تھا۔ اور ہمیشہ خانہ جنگیوں میں اپنی قوت صرف کرتا رہتا تھا یہ چالبازی
ہی تھی کہ فرانس نے گر پڑ کر الجزائر کو دوست بنایا تاکہ اسپین نیچا دیکھے اور بحری قوت
میں ضعیف ہو جائے لوئیس شاہ فرانس کہا کرتا تھا کہ اگر الجزائر نہوتا تو اسپین کو زک
دینے کے لئے مجھے کوئی اور الجزائر بنانا پڑتا۔ یہ چالبازی ہی تھی کہ سولھویں صدی میں
ڈنمارک نے خود آگے بڑھکر الجزائر سے دوستی کی تاکہ یورپ کی چھوٹی چھوٹی تجارت پیشہ
ریاستیں مثلاً وینس و جنیوا وغیرہ پامال ہو جائیں۔ انگلستان بھی چالبازی کے خیال سے
خالی نتھا۔ اور عرصۂ دراز تک بربر کی ریاستوں کو سالانہ خراج دیتا رہا تاکہ اُسکا غارتگرانہ
گوشۂ چشم انگلستان کے دشمنوں کی طرف پھرا رہے۔ اگر خانہ جنگی دیکھنا ہو تو انگلستان
کی تاریخ میں اس زمانہ کے حالات پڑھو۔ اسوقت تمام برطانیہ میں بادشاہ اور رعایا
کی باہمی لڑائیوں سے ایک طوفان برپا تھا۔ ولندیزوں میں بھی یہی پھوٹ پڑ رہی تھی

اور فرانس کے انقلاب عظیم کے اسباب بھی اسی زمانہ سے مہیا ہونا شروع ہو گئے تھے
صرف پچاس ساٹھ برس سے یورپنے ریاستہائے بربر کو نذرانہ دینا بند کیا ہے
ابھی تک یورپ میں ایسے آدمی موجود ہیں جنکو اچھی طرح یاد ہے کہ یورپین قونصل
فرمانروایان بربر کی نظروں میں کسقدر ذلیل ہوتے تھے اور گورنر کے دربار میں
گھٹنوں کے بل چلکر ایک نیچی جگہہ بیٹھا کرتے تھے[۱] شلیہ ۱۷۴۰ء میں ایک فرانسیسی
قونصل دربار ٹیونس ہیں حاضر ہوا تو اُسکو گورنر کا ہاتھ چومنے کا اشارہ ہوا۔ اُسنے انکار
کیا مگر پھر موت کے خوف سے ہاتھ چومنا پڑا۔ اسیطرح ۱۷۶۲ء میں انگریزی قونصل
کو یہی واقعہ پیش آیا۔ کسی یورپین سلطنت کی یہ مجال نہ تھی کہ خلاف ورزی کرے۔
آسٹریا نے ۱۷۸۴ء میں کچھ حجت کی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ بحر روم میں اسکے جہازوں کے
لئے قفل پڑ گیا۔ آخر طوعاً کرہاً اسنے سالانہ خراج دینا منظور کیا۔ ولندیزا اسقدر ذلیل
ہوئے کہ ٹیونس ہیں جو انکی رزیڈنسی کی کوٹھی تھی اُسپر ملکی جھنڈا لگانے کے لئے اُنکے
ایک قونصل نے گورنر سے باضابطہ اجازت مانگی اور گورنر نے اس حق کے معاوضہ
میں پندرہ ہزار سیکوئن (آدھا پونڈ یا سات روپیہ کا ہوتا ہے) لئے۔ اہل وینس ہر چند
کہ آئے دن برسر مقابلہ رہتے تھے مگر سالانہ خراج ادا کئے بدون بحر روم سے صحیح و
سلامت نہ گذر سکتے تھے حتیٰ کہ اسپین جسکو جلاوطن اندلسیوں کی وجہ سے بربر کے
ساتھ قلبی عداوت تھی وہ بھی آخر کار سالانہ خراج ادا کرنے پر مجبور ہو گیا تھا اور

[۱] دیکھو تاریخ براڈلے صفحہ ۱۵۔

ایک لاکھ پیاسٹر پیشکش کرتا تھا۔ اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ ۱۷۹۵ء میں امریکا کی ریاستوں نے ایک عہدنامہ کے ذریعہ سے دوستی خریدی اور بڑی سخت قیمت دی یعنی پچاس ہزار ڈالر ایک۔ آٹھ ہزار ایک۔ اٹھائیس توپیں۔ دس ہزار گولے۔ باروت جہاز کے رستے۔ جواہرات۔ اتنا خراج سالانہ دیتی تھیں۔ خلاصہ یہ کہ ہالینڈ۔ سوئڈن ڈنمارک۔ اسپین۔ امریکا میں سے کوئی ریاست نہ تھی جسکی پیشانی پر الجزائر نے قشقۂ اطاعت نہ کھینچا ہو۔ ہرچند کہ الجزائر کا بیڑا ۱۸۱۹ء میں ۲۵ جہازوں سے زیادہ کا نہ تھا۔ مگر ڈنمارک نے ۱۸۲۲ء میں ایک جدید معاہدہ کے بموجب حسب ذیل خراج دینا منظور کیا۔ پانچہزار ڈالر نقد۔ دس توپیں ہر ایک ۲۴ پونڈ وزنی گولہ کی۔ پچیس بڑے سطول۔ پانچ لنگر کی زنجیریں۔ ۴۵۰ پیپے باروت کے۔ پچیس سو بڑے گولے۔ پچاس پیپے بندوق کی باروت کے۔ اور کچھ تلواریں اور بندوقیں۔ اگر اسپر بھی کبھی الجزائر کا گورنر بگڑ جاتا تو ڈنمارک کو خراج کے بڑھانے میں تامل نہوتا۔ اہل وینس حمودہ پاشا گورنر الجزائر کو چالیس ہزار سیکوئن اور گرانبہا تحائف سالانہ ادا کرتے تھے۔[1]

یورپین سلطنتوں کے قونصل بھی یہاں آکر بہت ذلیل رہتے تھے۔ اسکی وجہ کچھ تو یہ تھی کہ دول یورپ ان عُہدہ داروں کے انتخاب میں وجاہت اور قابلیت وغیرہ کا لحاظ نکرتی تھیں۔ اور کچھ اہل بربر کا برتاؤ بھی اچھا نہ تھا۔

---

[1] دیکھو لین پول صفحہ ۲۵۷ تا صفحہ ۲۵۹

بعض قونصل نالائق ہوتے تھے۔ بعض انتہا درجہ کے شر انگیز۔ کوئی چالباز۔ اور تمام تجارت پیشہ۔ جو اس عہدہ کی مصلحتوں کے خلاف تھا۔ اگر سفلہ مزاج اور حد سے زیادہ اطاعت گزین ہوتے تو اپنے حقوق کی حفاظت نہ کر سکتے۔ اور اگر دلیر اور آزادمنش ہوتے اور گورنر کے احکام کی تعمیل کرنے میں تامل کرتے تو اپنی ہی گورنمنٹ کے معتوب ہوتے۔ اسکے علاوہ ان بیچاروں کو اور بہت دقتیں تھیں مثلاً انگریزی قونصل سینکڑوں ہزاروں انگریزی قیدیوں کو اپنی ضمانت پر رہا کراتے مگر برٹش گورنمنٹ سے فدیہ میں کوڑی وصول نہوتی۔ اگر سمندر سے ذراسی مخالفت کی خبر آتی تو اہل الجزائر قونصل کے بنگلہ کو آکر گھیر لیتے اور اکثر اُسکو اور ساتھ میں اسکے ہموطن اور ہم مذہب باشندوں کو قیدخانہ میں ڈالدیتے۔ اُنکے گھر لوٹ لیتے جب کوئی ایک قونصل مقرر ہوکر آتا تو لازم تھا کہ تمام فوجی اور ملکی افسروں کو جُدا جُدا قیمتی تحفے دے۔ اور چونکہ اہل بربر ایک شخص کو اس خوف سے کہ مبادا اسکا اثر و اقتدار حد سے بڑھجائے بہت دنوں تک اس منصب پر نہیں رہنے دیتے تھے

دول یورپ کا ہر نیا انداز اطاعت قدرتی طور پر عاملان الجزائر کے حوصلے بڑھاتا تھا۔ الجزائر کے کسی قونصل کے پاس مالٹا کا ایک باورچی تھا۔ مالٹا والوں سے اہل الجزائر سخت نفرت کرتے تھے اور چڑتے تھے۔ گورنر نے اسپر اعتراض کیا۔ اور باورچی کو جبراً قونصل کی کوٹھی سے پکڑوا کر قید کردیا۔ اسیطرح ۱۸۰۳ء میں مسٹر فالکن نامی ایک قونصل ایک جرم میں ماخوذ ہوئے اور اُنکی گورنمنٹ سے اخراج

مالٹا کے باورچی کا حشر

کئے بدون قید خانہ میں بھیجدیے گئے۔ ۱۸۰۸ء میں ولندیزوں (اہل ہالینڈ) کی طرف سے سالانہ خراج میں دیر ہوئی۔ اور اسکی پاداش میں اُنکے قونصل کو محبس کی سیر کرنا پڑی۔ اسپر تمام یوربین قونصل متفق ہوکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُسکو جبرًا قید سے رہا کرنا چاہا۔ اور گو یہ مقصد بالآخر گورنر کی رضامندی سے حاصل ہوگیا۔ مگر قونصل مذکور کی قید کے صدمہ سے اُسکی بی بی مرگئی۔ یہی حشر ایک فرانسیسی قونصل کا ہوا۔

ولندیزوں کے قونصل کی کہانی

سمندر میں لُوٹ مار

جسطرح بربر کی حدود میں غیر ملک والوں پر دست تظلم دراز ہوتا تھا۔ اسیطرح حدود سے باہر سمندر میں لُوٹ مار کرنے میں بھی کوتاہی نہ کیجاتی تھی۔ سیکنوں مسافر اور تجار آئے دن گرفتار ہوتے رہتے تھے۔ لیکن جہانتک اُس زمانہ کے سفرناموں سے یا تاجرانہ تعلّقات پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُنکے مطالعہ سے۔ یا اور اس سے بھی بڑھکر دول یورپ اور اہلِ بربر کے باہمی تجارتی عہدناموں کے دیکھنے سے نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ نہیں کہ ان دست درازیوں میں ہمیشہ انہی کی طرف سے ابتدا ہوتی تھی بلکہ بسا اوقات یورپ والے آپ اپنی غلطی سے لُٹتے تھے اور گرفتار ہوتے تھے۔ مثلاً فرض کرو کہ یورپ کی کسی بحری قوت مثلاً اسپین یا مالٹا سے یا کسی تجار ریاست مثلاً وینس وجنیوا سے الجزائر کی لڑائی چھڑ رہی ہے اور ایک فرانسیسی اُنکے کسی جہاز پر نوکر ہے۔ جب یہ جہاز الجزائر والوں کے ہاتھ آئیگا تو وہ فرانسیسی بھی گرفتار ہوگا۔ اور اُسپر بھی وہی تشدّد کیا جائیگا جو ایک دشمن پر کرنا لازم ہے

لُوٹ مار کا سبب

اکثر جہاز جھنڈے بدلکر بحیرۂ روم سے گذرتے تھے۔ یا اگر اُس ملک کے ہوتے جو الجزائر سے برسر جنگ ہوتا تو اُن ملکوں سے پاس (پروانۂ راہداری) خرید کر بحیرۂ روم کا قصد کرتے جو الجزائر کے دوست ہوتے۔ دونوں صورتوں میں جب وہ گرفتار ہو جاتے تو اُنکی بُری گت بنتی اہلِ بربر اور خاصکر الجزائر والے دوست بنانے میں کچھ ایسے فراخدل نہ تھے اور اُنکا عذر بھی معقول تھا۔ یہ کہ۔ اگر تمام ملکوں اور قوموں سے دوستی کیجائے تو اسکے دوسرے معنے یہ ہونگے کہ گویا قزاقی سے دستکش ہو گئے چنانچہ ایک دفعہ گورنر الجزائر نے شاہ سویڈن سے بیشبہا نذرانہ لیکر معاہدہ کرلیا کہ سویڈن کے تمام جہاز بحر روم سے صحیح سلامت گذر جایا کرینگے۔ اسپر الجزائر کے تمام ملاح اور جہازراں جو قزاق پیشہ تھے متفق ہو کر محلسرا پر چڑھ آئے اور اُسکو لوٹنے کی دھمکی دی اور یہ حجت کی کہ اگر یوں ہی دوست بڑھتے رہے تو یورپ کے قزاقوں پر ہمارا کچھ بھی رعب نہ رہیگا۔ ہمارے جہاز بھی لٹ جایا کرینگے اور بسر اوقات کے ذرائع بھی مسدود ہو جائینگے۔ آخر کار دیوان عام میں ایک کمیٹی ہوئی جسمیں بڑے بڑے ملکی اور فوجی افسروں نے اس بات پر بحث کی کہ کس قوم سے دوستی رکھی جائے اور کس سے مخالفت رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دول یورپ میں صرف اُن ایک دو سلطنتوں سے دوستانہ تعلقات قایم رکھنا قرار پایا جو باب عالی کے صلحا میں تھیں[۱] اِن کے علاوہ اَور یورپین جہاز تاجرانہ مقاصد کے لئے جب کبھی بحر روم کا قصد

[۱] تاریخ مارگن۔ مقدمہ باب ۵ و ۶۔

کرتے تو اپنے جہازوں پر انہی کے جھنڈے لگا کر اور انہی سے پروانۂ راہداری خرید کر چلتے۔ پس اگر اہل الجزائر پر یہ فریب کھُلجاتا اور وہ ان دوستداردشمنوں کو لُوٹ کر اور گرفتار کر کے تشدد کرتے تو کچھ ایسا نازیبا اور خلاف محل نہ تھا۔ الجزائر والے کہا کرتے تھے کہ "فلینڈرز کے جہازراں تو بیشک بہت خوش معاملہ اور راستباز ہیں۔ ہمسے جھوٹ نہیں بولتے۔ مگر فرانسیسی اور ہالینڈ والے بڑے پاجی اور مکار ہیں۔ اپنے پاس (پروانۂ راہداری) اَور قوموں کے ہاتھ بیچدیتے ہیں جب انسے دوستی ہوئی ہے تب سے سوئڈن۔ ڈنمارک۔ یا ہمبرگ کے جہاز ہی سمندر سے اُڑ گئے ہیں۔ سب کے پاس ہالینڈ کے پاس ہوتے ہیں۔ اور جھنڈوں کا رنگ بھی اُن ہی کا سا ہوتا ہے جس سے ہم دہوکے میں آجاتے ہیں اور شکار ہاتھ سے نکلجاتا ہے[1]"

یوں تو سبھی دنیا کی تمام سلطنتیں فرداً فرداً اور مجموعتاً دل سے آرزومند تھیں اور کوشش بھی کرتی تھیں کہ کسی طرح اہل بربر کے قشقۂ اطاعت کو پیشانی سے دھو ڈالیں اور کبھی کبھی عملی ثبوت بھی دیتی تھیں۔ مگر تین قوتوں نے جان توڑ کر کوشش کی۔ یعنے امریکا۔ انگلستان۔ اور فرانس۔ پہلے دو ملکوں کے حملوں سے اہل بربر کی قوت مضمحل ہوئی۔ اور تیسرے کے حملہ سے منتشر ہو کر بالآخر اُسی میں مُدغم ہو گئی۔

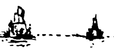
امریکا اور دیا ستہائے بربر

شروع میں امریکا نے دول یورپ کے ساتھ بربر کو خراج دینا مرض لاعلاج سمجھکر قبول کر لیا تھا۔ لیکن ۱۷۸۳ء کے بعد انگلستان کے بندِ غلامی سے آزاد ہو کر ترقی

---

[1] لین پول صفحہ ۲۷۰ و ۲۷۱



الجزائر کی ترکتاز کشتیوں اور یورپ کے میری روز بیڑے کا مقابلہ (سنہ ۱۶۷۰) عیسوی۔

شروع کی اور تجارت میں بھی علمِ یکتائی بلند کیا تو الجزائر کے گورنر نے اسکو ایک نیا شکار سمجھکر دوست بنالیا تھا چنانچہ الجزائر کے ارادتمندوں میں امریکا سب سے زیادہ عزیز و مبارک تھا۔ اسلئے کہ جہازرانی اور جہازسازی میں انکو جسقدر ملکہ تھا اسیقدر بحری حرب کے سامان سے عدم توجہی تھی۔ اور گورنران الجزائر انسے سخت شرائط پر دوستی کیا کرتے تھے۔ اور ۱۰ لاکھ ڈالر نقد اور کچھ سامان سالانہ لیتے تھے۔ اخیر پر ایک مرتبہ اہل امریکا میں جوش پھیلا۔ کیونکہ الجزائر میں دوستی کے باوجود امریکن غلاموں کی تعداد بہت زیادہ بڑھگئی تھی تو گورنر نے شرطیں فوراً ڈھیلی کردیں اور اس ترکیب سے اہل امریکا کو موقع نہ دیا کہ جنگی بیڑے کی ضرورت کو زیادہ محسوس کریں۔ اودھر امریکا والوں نے بھی اسکو غنیمت سمجھا اور ایک بڑی رقم بطور پیشکش سالانہ ادا کرنے کی شرط پر گورنر سے صلح کرلی۔ یہ دیکھکر بربری اور ریاستوں نے بھی سر اُٹھایا سب سے اول یوسف پاشا گورنر طرابلس نے بڑے زور سے دھمکی دی کہ اگر امریکا کی متحدہ ریاستیں انگلستان۔ فرانس۔ اور اسپین کی طرح گرانبہا تحائف وخراج ادا نہ کرینگی تو اُنکے جہازات اسقدر بیرحمی سے لوٹ لیے جائینگے کہ دولتمند ونامی تاجروں تک کا دیوالہ نکلجائیگا۔ یوسف نے مراسلہ میں یہ شکوہ بھی کیا کہ جب ٹیونس اور الجزائر جیسی ہمسر وہمسایہ ریاستوں کو بیدریغ پیشکش دیے جاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم اس سے محروم رہیں۔ کم ازکم ایک تجارتی جہاز تو بطور نذرانہ ملنا چاہئے۔ امریکا کے پریسیڈنٹ نے اسکے جواب میں مہذب طریقہ سے اطمینان دلایا اور خشک وعدے کیے

الجزائر

اسپر گورنر نے پھر لکھا کہ آپ اپنے قول کو فعل سے ثابت کریں اور اس چاپلوسی کو چھوڑ کر چھ مہینے کے اندر وعدہ کو پورا کریں ورنہ ہر شخص کو اختیار ہے کہ جو مناسب و مفید سمجھے کرے

تیونس کا طریق عمل

اسیطرح گورنر ٹیونس نے بھی مطالبہ کیا اور مراسلہ میں لکھا کہ جب ڈنمارک۔ اسپین۔ سسلی۔ اور سویڈن نے پیشکش دینا بطیب خاطر گوارا کرلیا تو کیا وجہ ہے کہ امریکا ساکت ہے۔

اہل مراکو

اہل مراکو ہر چند کہ بہت ہی کم آزار تھے جیساکہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ لیکن وہ بھی اِس خوان یغما میں شریک ہونے سے نہ چوکے۔

الجزائر

اُدھر سے الجزائر نے پھر سر اُٹھایا اور بقایا رقم خراج کا تقاضا کیا۔ سب سے زیادہ ڈانٹ یوسف پاشا نے دی تھی اسلئے افتتاح بھی اُسی کی طرف سے ہوئی۔ چنانچہ جب چھ ماہ بلاجواب گذر گئے تو اُسنے جنگ کی تیاری شروع کردی اور امریکن قونصل کی کوٹھی سے جھنڈا اُکھاڑ کر پھینکدیا اور ۱۴۔ مئی سنہ۱۸۰۱ء کو اشتہار جنگ دیدیا۔

اِدھر اہلِ امریکا نے بھی قومیت کا نیا نیا سبق پڑھا تھا۔ اُنکے دل جوانی کی اُمنگوں سے لبریز تھے اور حق یہ ہے کہ وہ بیچارے برسوں خراج کی سختیاں سہتے سہتے اُکتا بھی گئے تھے۔ پہلے سے تو انگلستان کے ساتھ خونریز لڑائیاں لڑنے سے اُنھیں فرصت نہ تھی۔ مگر اب کہ وہ اپنے انگریزی بھائیوں کی کمندِ عنایت سے آزاد تھے اور ایک مختصر سا بیڑا جہازات معہ سامانِ حرب بھی تیار ہوگیا تھا۔ اُنھوں نے طرابلس کے اشتہار جنگ کے جواب میں صاف صاف لکھ بھیجا کہ "قومی عزت اور قدرتی حق کی حمایت میں

---

ك لین پول صفحہ ۲۷۰۔

لاکھوں کروڑوں پھینکدینگے لیکن نذرانے کے نام کا ایک حبّہ نہ دینگے " بایںہمہ امریکا نے کوئی نمایاں کوشش نہیں کی۔ بلکہ تین حملوں میں سے دو مرتبہ تو سخت ناکامی ہی ہوئی۔ تیسری مرتبہ ۱۸۰۳ء میں بسرکردگی کموڈور پربل کسیقدر کامیابی ہوئی جسکی مفصل کیفیت حسب ذیل ہے۔

طرابلس پر ایلغار

کموڈور کا منشاء تو یہی تھا کہ طرابلس پر چڑھائی کرکے قزاقوں کو ایسا سبق دے کہ وہ آیندہ غارتگری سے باز آجائیں اور اسطرح مغربی دنیا کو جو بوجہ پالیسی یا بزدلی کے ذلتوں پر ذلتیں اُٹھائے چلی جاتی تھی " عذاب الیم " سے ایک حد تک نجات ملے مگر آبنائے جبل الطارق میں لنگرانداز ہو کر امریکن امیر البحر کا خیال غالبًا تھوڑی سی دیر کے لئے بدلگیا۔ قرن وسطیٰ کے بحیرۂ روم کی آب و ہوا ہی کچھ اس قسم کی ولولہ انگیز تھی کہ بری آزاد منش مہذب۔ اور حق شناس قوموں کو بھی لوٹ مار کی طرف مائل کردیتی تھی۔

۳۶ توپوں کا فلاڈلفیا نامی ایک کوہ پیکر جنگی جہاز جو ساحل اسپین کی طرف بظاہر اس مقصد کے لئے بھیجا گیا تھا کہ اگر کوئی طرابلس کی غارتگر کشتی ملے تو اسکو پکڑ لائے مگر حقیقت میں اس سے یہ منشا تھا کہ کوئی شکار ہاتھ لگجائے۔ یہ جہاز مراکو کے مشبہ نامی ایک جہاز کو گرفتار کرکے لایا۔ مشبہ کے ساتھ سیریا نامی ایک اور جہاز جو بوسٹن کے ایک دولتمند تاجر کا تھا اور مشبہ والوں کے ہاتھ گرفتار ہوگیا تھا۔ وہ بھی پکڑا آیا مشبہ کے کپتان ابراہیم رئیس سے جواب طلب کیا گیا تو اُس سے معلوم ہوا کہ مشبہ در اصل تنجیر کا جہاز تھا۔ اسپر کموڈور نے تنجیر پر حملہ کیا۔ اور گورنر کو ہر طرف سے گھیر کر مجبور کیا

کہ ۱۸۰۵ء کے عہد نامہ کی پابندی کرے۔ جسکی رو سے امریکن جہازوں پر دست درازی
ممنوع تھی۔ اس حجت کا نتیجہ یہ ضرور ہوا کہ کموڈور نے دونوں جہاز بھی اپنے بیڑے میں
داخل کر لیے۔ اور اکتوبر (۱۸۰۳ء) میں چند جہاز بسر کردگی کپتان بیمبرج طرابلس پر
حملہ کرنے کے لئے بڑھا ہمنے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ مغربی بحر روم کی خاصیت
اور سواحل بربر کے نشیب و فراز سے اجنبی جہازراں کبھی واقف نہ ہو سکتے تھے۔
طرابلس والوں کو جب اس چڑھائی کی خبر ہوئی تو انھوں نے دھوکا دینے کی غرض سے
ایک چھوٹا سا جہاز امریکن امیر البحر کی حد نظر میں مشرق کی جانب ایسے مقام پر بھیجدیا
جہاں عمق کم تھا۔ امریکا والے اس جہاز کو دوسرا اشبہ سمجھکر خوشی خوشی فلاڈلفیا سمیت
اُسطرف بڑھے۔ اِدھر طرابلس کے جہاز نے فلاڈلفیا کو قریب تر ہونے کا موقع دیکر
یک بیک حرکت کی اور نہایت تیزی سے طرابلس کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ فلاڈلفیا نے
آتشباری شروع کردی اور تعاقب بھی کرتا رہا یہاں تک کہ شہر طرابلس سامنے دکھلائی
دینے لگا۔ ساتھ ہی عمق کم ہونا شروع ہوا۔ ساحل طرابلس کے قریب سمندر میں اکثر
پہاڑیاں ہیں انمیں سے ایک میں فلاڈلفیا ٹکرا کر رہ گیا۔ اسکے ٹکراتے ہی طرابلس سے
آتشبار کشتیاں فی الفور موقع پر پہنچگئیں۔ اُنھوں نے فلاڈلفیا پر کچھ دیر آگ برساکر
اُسکو گرفتار کر لیا۔ جب کپتان بیمبرج نے بجز اسکے چارہ نہ دیکھا کہ خود ملازموں سمیت
خط غلامی لکھدے اور جہاز کو دشمن کے حوالہ کردے تو اُسنے یہ چالاکی کی کہ جہاز سپرد
کرنے کے قبل تمام سامان جنگ اور آذوقہ پانی میں پھینکدیا اور فلاڈلفیا میں جابجا

سوراخ کردیے جس سے جہاز مذکور کچھ عرصہ میں وہیں غرقاب ہوگیا۔ لیکن اہلِ طرابلس نے جنکو جہازرانی میں اہل امریکا سے زیادہ مشق تھی جہاز کو صرف ایک ہفتہ کی کشش و کوشش میں پانی سے نکالکر اور آراستہ کرکے سطح سمندر پر جما دیا۔ فلاڈلفیا کے ہاتھ سے نکلجانے کا پرنیل کو بڑا صدمہ ہوا اسلئے کہ یہ اکیلا کل بیڑے کی دو تہائی قوت تھا۔ پھر بھی اسنے ہمت نہیں ہاری اور ۳۔ فروری ۱۸۰۴ء کو فلاڈلفیا کی جگہہ تین اور جہاز شامل کرکے پھر طرابلس کی طرف بھیجے۔ انمیں ایک تو انٹرپیڈ نامی جہاز تھا جو تھا تو اصل میں فرانسیسی۔ مگر مصر کے قریب انگریزی قزاقوں نے گرفتار کرلیا تھا اور سالانہ خراج میں طرابلس والوں کو دیدیا تھا۔ اور اب امریکا کے کپتان ڈیکیٹر نے بحر روم سے پکڑکر اپنے بیڑے میں شامل کرلیا تھا۔ اسکے علاوہ ایک سائرین نامی اور چند اور جہاز تھے۔

امریکن بیڑا چھٹے روز طرابلس کے حوالی میں پہنچا۔ شہر سامنے دکھلائی دیتا تھا مگر طوفان کی شدت اور ہوا سامنے کی تھی اسلئے خلیج میں داخل نہوسکا۔ رات کو اور زیادہ تیز ہوا چلی یہانتک کہ امریکن بیڑا سنبھلتے سنبھلتے مشرق کو ہولیا اور خلیج سدرہ میں جا پڑا۔ بالآخر ۱۶۔ تاریخ کی سہ پہر کو کشاں کشاں پھر طرابلس کی حوالی میں داخل ہوئے ہوا ہلکی۔ موسم خوشگوار۔ آسمان کا چہرہ بالکل صاف۔ اور سمندر کی سطح تلاطم امواج سے خالی تھی۔ اسلئے ڈیکیٹر نے قصد کیا کہ رات کو چھاپا مارے۔ حسب قرارداد جہاز سائرین کو دن بھر حد نظر سے باہر رکھا اور اُسکی وضع قطع کو حتی الوسع بدلدیا تاکہ طرابلس والوں میں

کوئی پہچان نہ لے۔ ہوا ہلکی ہونے کے سبب جہاز مذکور دُور سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا رات ہونے سے پہلے بندرگاہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ اہالیِ جہاز تمام نیچے کے درجہ میں آگئے۔ عرشہ پر صرف ایک دو آدمی اور اسیطرح ڈک (تختہ) پر چند سپاہی مالٹا والوں کا سا لباس پہنکر کھڑے ہوگئے۔ بندرگاہ طرابلس کے قریب پہنچکر ڈیکیٹر کو دُور سے فلاڈلفیا دکھائی دیا جسکے مستول پر ہلالی پرچم ہوا میں لہرا رہا تھا۔ یہ قلعہ کی توپوں کی زد کے اندر لنگر انداز تھا اور آس پاس تین کشتی نما جہاز اور قریبًا بیس آتشبار کشتیاں لنگر انداز تھیں۔

اِدھر دمبدم اندھیرا ہوتا جاتا ہے اور اُدھر انٹریپڈ خشکی کے قریب آتا جاتا ہے بندرگاہ پر پہنچکر مغربی راستہ میں کھولتے ہوئے پانی کی طرح تیز و تند موجیں محسوس ہوئیں۔ اسلئے شمالی راستہ سے داخل ہونا مصلحت سمجھا گیا جو سنگلاخ بلندیوں اور بالوریت کے ٹیلوں کے درمیان پیچ و خم کھاتا ہوا شہر کی طرف بڑھتا ہے۔ اب رات کے دس بجے ہیں اور امریکن جہاز جیسے جیسے مشرق کی ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکوں سے تھپیڑ کھا کھا کر سطح آب پر ڈگمگاتا ہوا بڑھتا جاتا ہے ویسے ویسے اہالی جہاز کے دل امید و بیم سے اُٹھتے بیٹھتے جاتے ہیں۔ رات نہایت خوشنما۔ چاندنی کی نورانی چادر سمندر کی بلوریں سطح پر بچھی ہے۔ سامنے ایک طرف قلعہ کے فصیل و بروج سے اور دوسری طرف شہر کے بلند مکانوں سے صدہا چراغ ٹمٹما ٹمٹما کر اپنی شعاعیں سمندر کے انتہاء عمق تک ڈال رہے ہیں۔ اِدھر ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے انٹریپڈ کو لوریاں دیدیکر

سنگلاخ ٹیلوں کے بیچ سے اندر کی جانب آہستہ آہستہ اور بیخبر داخل کر رہے ہیں
ہر طرف خاموشی کا عالم طاری ہے۔ صرف کبھی کبھی پال کے ڈنڈے گرانبار ہوکر
بول اُٹھتے ہیں یا لوہے کی کیلیں بوجھ کی شکایت کر بیٹھتی ہیں۔ یا جہاز کے مستک
پر پانی کی چھوٹی چھوٹی لہریں دمبدم تھپیڑ دیتی ہیں یا جہاز کے سینہ کے نیچے کی چرخیاں
پانی کے زور سے گھوم گھوم کر ایک قسم کی سُریلی آواز پیدا کرتی ہیں۔ اسکے سوا ہر طرف
سناٹا ہے۔ سامنے فلاڈلفیا کے ڈک پر چند آدمی کھڑے ہیں۔ پیچھے قلعہ کی سفید
دیوار کا سلسلہ کھنچا دکھلائی دیتا ہے۔ اور اُور پیچھے ہٹکر اُفق پر آسمان کی نیلگوں دیوار
بلند ہے جسکو اس خوشنما تصویر کا پشتہ کہنا چاہئے۔ جہاز انٹرپیڈ پوری تیز قدمی سے مگر
نامعلوم فلاڈلفیا پر قبضہ کرنے کے لئے برابر بڑھتا آتا ہے۔ چونکہ اسکا مستول طرابلس
کی وضع پر آراستہ کیا گیا ہے۔ اور ناخدا بھی سسلی کا رہنے والا اور طرابلس کے انداز
ناخدائی سے واقف ہے۔ اسلئے کسی کو شُبہ نہیں ہوتا۔ امریکا والوں کا منشاء تھا کہ
اسیطرح رفتہ رفتہ اور بے معلوم بڑھکر فلاڈلفیا پر قبضہ کرکے اہلِ طرابلس کا قلع قمع کر ڈالیں
مگر جیسے ہی اُسکے قریب پہنچے فوراً خبر ہوگئی اور اسکے ساتھ "امریکا والے! امریکا والے!"
کا شور بلند ہوا۔ الارم دیتا تھا کہ سامنے قلعہ میں فالن ہوگیا۔ توپچی فلیتے لیکر توپوں
کی طرف بڑھے۔ رات کی خاموشی کا سلسلہ یک بیک مُنقطع ہوگیا۔ بم کے گولوں کے
چلنے اور پھٹنے سے تمام شہر اور محلسرا میں کھلبلی مچگئی۔ امریکا والوں نے بڑی جرأت
اور اُلوالعزمی سے دُشمن کی آتشباری کا مقابلہ کیا اور فلاڈلفیا کے قریب کے دونوں

جہازوں کو آگے بڑھکر تھام لیا۔ اور تمام اہلِ جہاز کو تہ تیغ کرڈالا اور پھر فلاڈلفیا کو لیکر پلٹ آئے۔

ادھر ۲۵۔ جولائی تک کموڈور ریبل بنیں جنگی جہازوں کا ایک زورمند بیڑا لیکر طرابلس کے حوالی میں آموجود ہوا اور شہر کو گھیر کر پیامِ صلح کا انتظار کرنے لگا۔ بڑی قیل وقال کے بعد بالآخر ۳۔ اگست کو اہلِ طرابلس نے صاف جواب دیدیا۔ اور لڑائی چھڑ گئی۔ ۴۔ ستمبر تک محاصرین نے پانچ بڑے حملے کئے جنمیں کموڈور اور اسکے رفیقوں نے بڑھ بڑھکر دادِ مردانگی دی۔ مگر محصورین کا اس سے کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا۔ صرف قلعبندی کو کسیقدر صدمہ پہنچا۔ محاصرہ ۱۸۰۵ء تک برابر جاری رہا اور جب طرابلس کا بال تک بیکا نہوا تو اہلِ امریکا نے اسکو ناقابلِ تسخیر سمجھکر چھوڑدیا اور ویرنا نامی ایک چھوٹے سے قصبہ پر حملہ کیا۔ اہل طرابلس کی ناعاقبت اندیشی اور سوء تدبیری سے یہاں کوئی جنگی سامانِ حفاظت نتھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امریکا والے خشکی اور تری دونوں طرف سے چڑھ گئے۔ اہلِ قصبہ نے بھی فوجی قوت کے ساتھ فولادی دیوار بنکر مقابلہ کیا مگر دشمن کی آتشباری کے سامنے کچھ نہ کرسکے اور مغلوب ہوگئے ویرنا پر قبضہ ہونے سے طرابلس میں گویا رخنہ پڑگیا۔ اخیر بر گورنر کو اس شرط پر صلح کرنا پڑی کہ آیندہ سے امریکا کے جہازات بحر روم سے جنگی دیے بدون گذرجایا کرینگے۔ اہلِ امریکا نے بربری غلاموں کو اور اہلِ طرابلس نے امریکن غلاموں کو ایک ایک کرکے آزاد کردیا۔ اور کموڈور نے بیڑے سمیت معاودت کی۔

معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ امریکا کو اس نمایاں کامیابی اور سفید عہدنامہ پر زیادہ ناز کرنا نصیب نہوا - چنانچہ اگلے ہی برس طرابلس نے پھر خراج طلب کیا اور امریکانے طوعًا نہیں تو کرہًا ادا کیا - ایک انگریزی مورخ اسکی تعداد ۶۰ ہزار ڈالر لکھتا ہے[1] - چونکہ اسی زمانہ میں انگلستان اور امریکا کی مشہور لڑائی ختم ہی ہوئی تھی اور ابھی تک صلح متشکل بھی نہیں ہوئی تھی اسلئے امریکا والوں نے فی الحال اسطرف زیادہ توجہ نکی - مگر ۱۸۱۵ء میں عہدنامہ گینٹ کی تحریر و تکمیل کے بعد جب امریکا مسٹر جان بل[2] کے "حالا کشیدند" سے آزاد ہو گیا تو پھر اہلِ بربر کی طرف متوجہ ہوا - جنگی بیڑے کے بجائے

امریکا ڈیپوٹیشن

اس مرتبہ ایک معزز ڈیپوٹیشن گورنر الجزائر کی خدمت میں بھیجا گیا جسمیں مسٹر ولیم شیلز قونصل - کپتان بیمبرج - اور کپتان ڈیکٹیر شریک تھے - انھوں نے گورنر کو آشتی صلح پر راضی کر لیا - اور ۳۰ جون ۱۸۱۵ء کو ایک عہدنامہ لکھا لیا جسکی رو سے

امریکا اور ریاستہائے بربریہ میں صلح

یہ قرار پایا کہ اہلِ امریکا کوئی محصول ادا نہ کریں - فریقین ایک دوسرے کے غلام آزاد اور لوٹ کا مال واپس کر دیں اور آئندہ ہمیشہ دوست رہیں - لیکن ریاستہائے بربر سے پوری مصالحت اسیوقت ہوئی جبکہ اہلِ امریکا نے اپنے ساحل کے شہروں میں بردہ فروشی کے بازار بند کیے اور غارتگروں کو سخت سزائیں دیں -

انگلستان اور بابعالی کی دوستی سب سے اول ۱۵۸۲ء میں ہوئی اور تقریبًا سوا دو

---

۱ لین پول صفحہ ۲۹۰ -

۲ جان بل سے انگلستان مراد ہے -

اسکاٹلینڈ کے دو قیدی امیرزادے

برس تک یہ تعلقات مسلسل قایم رہے۔ اُسوقت انگلستان کے اعلیٰ خاندانوں کے لئے بھی بحر روم کا سفر خطرناک ہونے سے خالی نتھا۔ اسکاٹلینڈ کے دو امیرزادے مارٹن اور اولیفنٹ الجزائر میں برسوں قید رہے۔ سرطامس رو جب انگریزی سفیر مقرر ہوکر قسطنطنیہ گئے تو اُنھوں نے اپنی گورنمنٹ پر متواتر ظاہر کیا کہ "اگر الجزائر کی غارتگری

سرطامس رو کی رپورٹ

مسدود نہ کیگئی تو دول یورپ کی بڑی سے بڑی فوجی قوت کے دھوئیں اُڑ جائینگے اور ساحل بربر ایک ایسا خوفناک مقام بنجائیگا کہ وہاں سے کبھی کوئی مسافر پھر کر نہ آئیگا" سرطامس نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی لکھا کہ آخری غارتگرانہ حملوں میں ۴۹۔ انگریزی جہاز پکڑے گئے ہیں۔ اور وہ وقت قریب ہے کہ الجزائر کے نخاس میں انگلستان کے سوا اور کسی ملک کے غلام دکھلائی نہ دینگے۔ اسلئے کہ بربر کے لٹیرے بڑھ بڑھکر کہتے ہیں کہ اسپین کی طرح ہم انگلستان کے اندرونی مقامات میں گھسکر انگریزوں کو سوتے سے پکڑ لائینگے اور غلام بناکر بیچڈالینگے"۔ چنانچہ خاص حد تک اُنھوں نے اِس وعدہ کو پورا بھی کیا۔

بربری غارتگروں کی انگلستان پر ترکتازیاں

یعنے اِس رپورٹ کے چندہی برس بعد یہ سُنا گیا کہ چند بحری قزاق علاقہ صوبہ کارک کے شہر بالٹیمور[۵۱] میں رات کے وقت گھس آئے اور اُسکو تاخت تاراج کر ڈالا۔ اور یہ تو اُس زمانہ میں ایک نہایت معمولی بات تھی کہ ہارٹلینڈ[۵۲] اور پلائیموتھ[۵۳] کے کسی اونچے مقام

---

۵۱ آئرلینڈ کا جنوبی صوبہ اور مشہور بندرگاہ۔
۵۲ ہارٹلینڈ انگلستان کے جنوب میں صوبۂ سومرسٹ کا ایک شہر جو سمندر میں نکلے ہوئے گوشہ پر واقع ہے۔
۵۳ پلائیموتھ انگلستان کے صوبۂ ڈیون کی مشہور بندرگاہ۔

پر کھڑے ہو کر جب چاہتے بربری قزاقوں کی کشتیوں کو سامنے سمندر میں سانپ کی طرح لہراتے دیکھ لیتے۔ اسیطرح برسٹل[1] کے سوداگر جو گویا تجارتی دنیا کے شہزادے تھے قزاقوں کو سامنے آتا دیکھکر اپنے تجارتی جہازوں کو بلا تامل غرقاب کر ڈالتے تھے کہ مبادا وہ لوگ حملہ کریں اور مال کے ساتھ جان بھی جاتی ایک مرتبہ ریورینڈ ڈیویریو نامی ایک مشہور پادری سے صرف اتنا قصور ہوا کہ کارک سے برسٹل کو پانی کے راستہ جاتے تھے یوگیل کے مقام پر پکڑے گئے اور ایک پلک جھپکنے میں سرزمین انگلستان سے الجزائر پہنچگئے۔

پادری ڈیویریو کی گرفتاری

حالت روز بروز بدتر ہوتی جاتی تھی ۱۶۲۲ء کے بعد تین چار برس میں الجزائر والوں نے چار سو انگریزی جہاز گرفتار کیے جس سے تجارتی طبقہ میں ایک غلغلہ پڑ گیا اور دیوالیوں کی فریاد سے پارلیمنٹ کے کان بہرے ہونے لگے۔ اِدھر مسٹر فرزل انگریزی قونصل متعینہ الجزائر نے مسلسل درخواستیں بھیجکر برٹش گورنمنٹ کو اسطرف توجہ دلائی۔ الجزائر کے انگریزی غلاموں نے درخواستیں بھیجیں مگر بیس برس تک کچھ شنوائی نہیں ہوئی۔ بیچارے سوداگر برسوں کی محنت کے بعد مال و دولت کما کر گھر لا رہے ہیں اور راستہ میں الجزائر کے قزاق آن پڑے اور کپڑے تک اُتار کر لیگئے۔

چار سو انگریزی جہازوں کی گرفتاری

سترھویں صدی کے چوتھے عشرہ کی مردم شماری کے بموجب تین ہزار انگریز الجزائر میں حلقہ بگوش تھے۔ اِس عرصہ میں گورنمنٹ نے کبھی کبھی ایک خفیف سی رقم بطور فدیہ

تین ہزار انگریز غلام

[1] صوبہ گلوسسٹر کا ایک شہر جو تجارت کی بڑی منڈی ہے۔

بھیجکر غلاموں کو آزاد بھی کرایا چنانچہ ایک مرتبہ مجلس امراء نے تین ہزار پونڈ چندہ کر کے دیا تھا۔ اسیطرح سترھویں صدی کے رُبع اول میں دو سو چالیس انگریزوں کو ۱۲ سو پونڈ فدیہ دیکر آزاد کرایا۔ ایڈنبرا کی ایک لیڈی جسکا نام ایلس ہینز تھا ۲۱ سو فرانک دیکر آزاد ہوئی۔ سیرا رپلے نامی ایک اَور لیڈی جو لندن کی رہنے والی تھی ۸ سو دیکر۔ اور ڈنڈی کی دو اَور عورتیں دو سو اور ۱۳۹۰ دیکر آزاد ہوئیں۔ مردوں سے عموماً ۱۵ سو فرانک سے زیادہ نہ لئے جاتے تھے[۵۱]۔ اسکے علاوہ اکثر یورپین غلام موقع پاکر بھاگ بھی جاتے تھے۔ جیساکہ ۱۶۳۹ء میں چار انگریز لڑکے اور قریباً ۷۰ اَور یورپین جنمیں بکثرت مجورکا کے رہنے والے تھے بھاگ گئے تھے۔ لیکن بھاگ کر یا فدیہ دیکر جتنے آزاد ہوتے تھے اُتنے ہی پھر گرفتار ہوجاتے تھے۔ غرضکہ سلسلہ بندھا رہتا تھا۔ اسمیں صرف اہلِ بربری کا قصور نہ تھا بلکہ یورپ والوں کا بھی تھا۔ کیونکہ یہ لوگ ایکطرف تو معاوضہ کی رقمیں طے کرتے۔ اور آیندہ کے لئے عہدنامے لکھتے۔ اور دوسری طرف حملے بھی کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۶۵۵ء میں جب انگریزی امیر البحر بلیک ٹیونس سے حسب دلخواہ شرائط صلح طے نہ کر سکا تو ۳۔ اپریل کو پوٹو فارنیا (بندرگاہ فرنیہ) میں بزور شمشیر گُھسگیا۔ اور شاہی بیڑے کو جسمیں ۹ جہاز تھے تباہ کر کے الجزائر آیا اور پاشا کو مجبور کیا کہ تھوڑا سا فدیہ لیکر تمام مسیحی غلام آزاد کر دے۔ کچھ دنوں بعد ارل آف انچیکوئن جو سخت خطرناک اور جنگجو جرنیل تھا اور اُسکا بیٹا لارڈ او برائن دونوں الجزائر

انگریزی لیڈیوں کی گرفتاری اور رہائی۔

انگریز غلاموں کی فراری

انگریزی امیر البحر کا بندرگاہ فرنیہ پر حملہ

ارل آف انچیکوئن اور لارڈ او برائن کی گرفتاری

[۵۱] دیکھو سر آر ایل پلے فئر کی "مسیحی دنیا پر عذاب الیم" صفحہ ۴۴۔

پر حملہ کرنے بھیجے گئے مگر گرفتار ہو گئے اور سات آٹھ ماہ قید رہ کر ۷ سو کرون (ایک کرون پندرہ روپیہ کا) کے بدلے آزاد ہوئے۔

جو جہاز بھیس بدلکر یا صلحائے بربر سے پاس (پروانہ راہداری) خرید کر بحر روم سے گذرتے تھے اُنمیں اکثر کے ملّاح انگریز ہوتے تھے۔ اور چونکہ اُس زمانہ کے بحری سفر کے قواعد کے بموجب یہ ایک جُرم تھا۔ لہذا اہالی جہاز کے ساتھ وہ بھی پکڑ کر غلام بنالئے جاتے تھے۔ اِس طریقہ سے انگریزی غلاموں کی الجزائر میں اِس درجہ کثرت ہوئی کہ ہر چند کہ سنہ ۱۶۹۴ء میں انگریزی قونصل کی رپورٹ[1] کے مطابق کوئی انگریزی غلام آزاد ہونے سے نہیں رہا تھا۔ لیکن جب کچھ دنوں بعد مسٹر بیٹن نامی ایک مستطیع اور فیاض منش انگریز نے ۱۲ ہزار پونڈ سے ایک سرمایہ غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے قائم کیا اور یہ خبر رفتہ رفتہ بربر کے بڑے بڑے شہروں میں پہنچی تو وہاں سے صدہا انگریزوں نے درخواستوں کے ذریعہ سے استمداد[1] کی۔

انگلستان کے نجات دہندہ قافلے

انگلستان سے آئے دن جہازوں کے چھوٹے چھوٹے بیڑے بھیجے جاتے تھے ہمدرد اور دلسوز نجات دہندہ قافلہ کی شکل میں سواحل بربر پر نازل ہو کر گورنران الجزائر و ٹیونس سے حجت کرتے تھے۔ ڈرلاتے اور دھمکاتے تھے کہ بردہ فروشی بند کرو۔ غلاموں کی گیر و دار موقوف کرو۔ اور بحر روم سے گذرنے والے انگریزی جہازوں کی تلاشی نہ لیا کرو۔ مگر چونکہ اقوام یورپ خود ان شرائط کی پابندی نہ کرتی تھیں اور

---

[1] لین پول صفحہ ۲۷۰ و ۲۷۲۔

یورپین جہازوں کا فریب

جہازوں کے جھنڈے بدلکر بحر روم سے گذرنا ایک عام رسم تھی اسلئے اہل الجزائر یا ٹیونس مجاز تھے کہ ہر جہاز کی تلاشی لیکر مخالف ممالک کے تاجروں کو گرفتار کرلیں اور اُنکا اسباب لوٹ لیں۔

سر ابرٹ مینسل کا حملہ چالیس انگریزی جہازوں کی گرفتاری۔

سنہ ۱۶۲۱ء میں سر رابرٹ مینسل ۱۸ جنگی جہاز جنمیں ۵ سو بندوقچی اور ۲ ہزار جوان تھے لیکر الجزائر والوں کی گوشمالی کے لئے آئے مگر خود سبق لیکر واپس گئے۔ انکے پیٹھ موڑتے ہی قزاقوں نے ۴۰ انگریزی جہاز گرفتار کئے۔ پھر سر طامس رو بیڑا اُٹھاکر آئے۔ انھوں نے ایک عہدنامہ بھی تحریر کرایا لیکن بالآخر وہ ایک سادہ کاغذ ثابت ہوا جنرل بلیک اور لارڈ سینڈج نے ایک دوسرے کے بعد الجزائر پر چڑھائی کرکے گولہ باری کی مگر کچھ نہوا۔

جنرل بلیک۔ لارڈ سینڈج اور سر طامس ایلین کے ناکام حملے

سر طامس ایلین ایک مضبوط جنگی بیڑا لیکر چار مرتبہ خلیج الجزائر میں داخل ہوئے اور چاروں مرتبہ ناکام واپس آئے۔ انکے آنے کی خبر سُنکر علی پاشا نے اپنے سرداروں سے کہا تھا کہ "کیا یہ لوگ عقل سے خارج ہیں یا نشہ میں ہیں کچھ اسطرح باتیں کرتے ہیں کہ گویا ہمکو مجبور ہی کرڈالینگے اور اپنے ملک کے غلاموں کو فدیہ دیے بدون چھڑاکر لیجائینگے۔ انسے کہدو کہ اپنا راستہ لیں[۱]" اس پچاس برس کے عرصہ میں صرف ایک معتدبہ کامیابی ہوئی۔

ان حملوں کی نسبت گورنر کا خیال۔

سر اسپرگ کا حملہ اور بربری بیڑے کی تباہی

یعنی سر ای اسپرگ نے ایک جنگی بیڑے سے الجزائر پر حملہ کیا اور شاہی بیڑے کو بوجیہ کے قریب بالکل تباہ کرڈالا۔ اس سے اتنا ہوا کہ شاہی فوج کے سرداروں نے غصہ میں اپنے آغا کو قتل کرڈالا اور اُسکا سر گورنر کے

آغا کا قتل

[۱] پلیفر کی "مسیحی دنیا پر عذاب الیم" صفحہ ۹۴۔

سامنے لیجاکر درخواست کی کہ انگریزوں سے صلح کرلیجائے۔ چنانچہ صلح کیگئی مگر صرف

سرجان نار بارو کا حملہ

پانچ سال بعد سرجان ناربارو کو پھر الجزائر پر فوجکشی کرنے کی ضرورت ہوئی۔ یہ

جسقدر جوش میں بھر کر گئے تھے اُسیقدر تحمل ۹۰ ہزار پونڈ بطور فدیہ غلامان دیکر چلے آئے

امیرالبحر ہربرٹ کا حملہ

سنہ ۱۶۸۱ء میں امیرالبحر ہربرٹ نے جو بعد کو لارڈ ٹارنگٹن سے مخاطب ہوئے کئی مرتبہ

الجزائر پر چڑھائی کی لیکن خراج معاف نہ کراسکے۔ اس سے تیسرے سال سرڈبلیو

سوم نے بڑی مشکل سے لڑجھگڑ کر ٹیکس کی طرح یہ حق وصول کیا کہ انگلستان کے شاہی

انگلستان کے علمبردار کی سلامی

علمبردار کو اہل الجزائر ۲۱ توپ کی سلامی دیا کریں۔ سنہ ۱۷۴۹ء میں امیرالبحر کیپیل نے

اور سنہ ۱۷۶۳ء میں انگریزی قونصل جیمس بروس نے انگلستان اور الجزائر کے دوستانہ

انگریزی سفیروں کی کوشش صلح

تعلقات کو مستحکم کرنے کی کوشش کی لیکن نمایاں کامیابی نہوئی۔ بالآخر انگلستان۔

اسپین۔ پرتگال۔ نیپلز۔ مالٹا۔ نے متفق ہو کر سخت تر تدابیر عمل میں لانے کا ارادہ کیا

دول یورپ کا مشترکہ حملہ اور ناکامی

اور سنہ ۱۷۸۴ء میں ایک زورمند بیڑا اکٹھا کرکے غارتگران الجزائر کی گوشمالی کے لئے بھیجا

مگر سخت ناکامی ہوئی جسکی وجہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ جہاز چھوٹے تھے اور فوج کارآزما

نہ تھی۔ مگر سچ یہ ہے کہ باربروسہ اور اُسکے اولوالعزم جانشینوں نے اپنی مردانگی اور

دلیری کا وہ سکہ جمایا تھا کہ دول یورپ کو فرداً فرداً اور مجموعتاً اُنیسویں صدی سے پہلے

کبھی یہ بات نصیب نہوئی کہ اہل بربر کی اطاعت کا قشقہ اپنی پیشانی سے دھو ڈالیں۔

ابتداء اُنیسویں صدی میں لارڈ نیلسن بحر روم میں موجود تھا لیکن بربری

غارتگروں کے مُنہ آنے کی اُسے بھی جرأت نہوئی۔ اسیطرح کا لنگوٹ بھی بجز اسکے کچھ

گورنرالجزائر کو ہدیہ

نہ کرسکا کہ ایک معزز سولین کے ہاتھ ایک قیمتی گھڑی بطور نذرانہ گورنر الجزائر کی خدمت میں بھیجکر اظہار ارادت کرے۔ حتیٰ کہ ۱۸۱۲ء میں جب اہل پرتگال اور گورنر الجزائر میں کچھ اَن بن ہوئی اور پرتگیز تاجروں کا دیوالہ نکلنے لگا تو مسٹر اے کورٹ نے جو بعد کو لارڈ ہیٹسبری سے مخاطب ہوئے بیچ میں پڑکر گورنر کو بمنت اس بات پر راضی کیا کہ دس لاکھ ڈالر فدیہ لیکر تمام پرتگیز غلاموں کو آزاد کردے اور آیندہ کیلئے پرتگال کے جہازات اور مضافات پر دست درازی نہ کرے۔ اور شاہ پرتگال اسکے عوض میں

پرتگال کا خراج

۴۲ ہزار پونڈ سالانہ خراج ادا کیا کرے۔ خلاصہ یہ کہ اُنیسویں صدی کا عشرۂ اول بھی اسی کشمکش میں ختم ہوگیا مگر انگلستان کو اہل بربر کی طرف سے جیسا چاہئے اطمینان نہوا۔ بالآخر امریکا کی کامیابی سے انگلستان کا حوصلہ بڑھا اور ۱۸۱۶ء میں لارڈ ایکس موتھ کو سفیر بناکر بھیجا اور یہ ہدایت کی کہ معاملہ کو جسطرح ممکن ہو یکسو کرے۔

ہمارے نزدیک اسمیں کسیقدر قصور انگلستان کا بھی تھا۔ یہ کہ اپنے ساتھ دوسروں سے بھی اہل بربر کا رشتۂ مؤدت قایم کرانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اور چونکہ مؤدت کے دوسرے معنی تھے بحر روم سے ہر قسم کے جہازوں کو محصول لئے بدون گذرنے دینا اسلئے اہل بربر اسکو بطیب خاطر منظور نہ کرتے تھے۔ چنانچہ اب جو لارڈ ایکس موتھ بھیجا گیا اُسکا بھی یہی مقصد تھا کہ جزائر آئی اونین انگلستان کے ہم پلہ سمجھا جایا کرے۔ گورنر الجزائر نے کچھ خفیف رد و قدح کے بعد منظور کرلیا کہ اہل نیپلز کم محصول ادا کیا کریں۔ اسیطرح اہل سارڈینیا کا محصول بھی گھٹا دیا اور جزائر آئی اونین کو تاجرانہ حقوق

نیپلز اور سارڈینیا کے محصولات میں تخفیف

میں انگلستان کے برابر تسلیم کرلیا۔ پھر لارڈ موصوف نے ٹیونس اور طرابلس میں جاکر
وہاں کے گورنروں سے مسیحی بردہ فروشی کو قطعًا مسدود کردینے کا وعدہ لیا۔ ان میں
ٹیونس کے حالات کی تفصیل خالی از دلچسپی نہوگی۔ ٹیونس کے لٹیروں نے سارڈینیا
والوں کی چند جہازات لوٹ لئے تھے۔ لارڈ ایکس موتھ کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے
جوش ہمدردی میں آکر اہل ٹیونس کی گوشمالی کا قصد کیا اور ۱۲ اپریل ۱۸۱۶ء کو حلق الوید
میں لنگر انداز ہوئے۔ اور گورنر کو صاف کہلا بھیجا کہ یا تو مسیحی بردہ فروشی قطعًا مسدود
کرو ورنہ گولہ باری کرکے ہم شہر کو تباہ کردینگے۔ اور مزہ یہ کہ حسن اتفاق سے اسی
زمانہ میں شہزادی کیرولائن[۱] محمود پاشا ٹیونس کی مہمانی سے مسرور الوقت تھی۔ اب
ادھر تو انگریزی افسر نے تننا شروع کیا اور ادھر اہل ٹیونس کشیدہ ہوئے معاملہ دن
بہ دن خطرناک صورت اختیار کرنے لگا۔ شہزادی بیچ میں پڑی لیکن پھر بھی مصالحت
نہوئی۔ لارڈ ایکس موتھ نے شہزادی کی عزت اور جان کا ذرا بھی پاس نہ کیا اور اسکو
لٹیروں کے بادشاہ کے رحم پر چھوڑ دیا۔ نوبت بانیجا رسید کہ شہزادی نے ہر طرف سے
مایوس ہوکر اپنا اسباب حلق الوید کی طرف چلتا کیا۔ تمام انگریزی تاجر جو ٹیونس میں
مقیم تھے اثاثہ سمیت جہازوں میں سوار ہوکر چلدیے۔ ادھر لارڈ ایکس موتھ نے
جہازوں کو ترتیب دیکر بڑھنے کا سگنل دیا۔ ادھر محمود پاشا نے اپنا بیڑا استقبال کے

ٹیونس کو دھمکی

شہزادی کیرولائن کی مہمانی

کیرولائن کی بیچارگی

[۱] پرنس آف ویلز یعنے ولیعہد انگلستان جو بعد کو جارج چہارم کے نام سے تخت نشین ہوا۔ کیرولائن اسکی بی بی تھی۔

لئے بڑھایا۔ اہل ٹیونس میں سخت جوش پھیلگیا۔ کیرولائن بہت پریشان تھی کہ اب کوئی دم میں پاشا کے سپاہی آتے ہیں اور ولیعہد انگلستان کی بی بی کو پابجولاں کرکے لیجاتے ہیں۔ شہزادی کو لارڈ ایکس موتھ کا اسطرح مخل ہونا ویسے ہی سخت ناگوار گذرا تھا۔ مسلمانوں کی فیاضانہ مہمانی۔ پاشا کے چھ گھوڑوں کی گاڑی میں صبح شام سوار ہونا جسکے اردگرد ساٹھ مملوک زرق برق وردیاں پہنکر اور خوبصورت گھوڑوں پر سوار ہوکر حلقہ باندھکر چلتے تھے۔ اور کارتھج کے کھنڈرات کی سیر کرنا ٹیونس کے سرسبز و شاداب حاشیہ کی سیر سے مسرور الوقت ہونا۔ وغیرہ۔ اس قسم کی تفریح نہ تھی جسکو شہزادی کیرولائن جلد بھول جاتی۔ مگر افسوس لارڈ ایکس موتھ کو اسپر ذرا بھی رحم نہ آیا۔ اور عین اُسوقت جبکہ شہزادی گرفتاری اور بیعزتی کے خوف سے کانپ رہی تھی محمود پاشاہی کو اُسپر رحم آیا اور اُسنے کہلا بھیجا کہ آپ ذرہ برابر فکر نہ کریں۔ مجھپر جا ہے جو کچھ گذرے۔ اسلام کے قانون مہمان نوازی کی خلاف ورزی کرنا میرا شعار نہیں۔ باایں‌ہمہ لڑائی کی نوبت نہیں پہنچی۔ ایک معمولی عہدنامہ سے فیصلہ ہوگیا اور یہ قرار پایا کہ حدود ٹیونس میں غلام نہ بکا کرینگے بشرطیکہ انگلستان بھی اپنے مضافات میں بردہ فروشی مسدود کردے[۱]۔

کیرولائن کی ملاقات

کیرولائن سے گورنر کا غایت رحیمانہ برتاؤ

انگلستان اور الجزائر کی مصالحت

یہاں سے لارڈ ایکس موتھ پھر الجزائر آئے تاکہ یہاں کے گورنر سے بھی اسیطرح کا ایک عہدنامہ لکھائے چنانچہ دو انگریزی افسر اس مقصد کے لئے

---

[۱] تاریخ براڈلے صفحہ ۸۵ و ۸۶ [۲] لین پول صفحہ ۲۹۵۔

بھیجے بھی گئے مگر اہل الجزائر نے سفیروں کی بہت بڑی گت بنائی - سر بازار خاک اُڑایا انکو گھوڑوں سے کھینچکر نیچے گرا دیا - اور مشکیں کسکے باندھ دیں - شہر میں تشہیر کیا پھر مسٹر مکڈانل انگریزی قونصل کو قید کر دیا - اور انگریزی رزیڈنسی کو لوٹ لیا[1] - اسی اثناء میں الجزائر کی اطالین رعایا میں بغاوت پھیلگئی - گورنر کو فوجی قوت سے مدد لینا پڑی جسمیں بہت سے باغی قتل ہوئے - انگریزی جرنیل نے دست اندازی کے لئے کافی حجت دیکھکر اس مرتبہ سخت تر تدابیر عمل میں لانا ضروری سمجھا اور ایک بڑا بیڑا اکٹھا کیا جسمیں ۲۵ جنگی جہاز تھے - اُدھر سے اہل ہالنڈ نے اپنا جنگی بیڑا بسرکردگی امیر البحر برن بھیجا - یہ دونوں ۲۷ - اگست ۱۸۱۶ء کو الجزائر میں داخل ہوئے - لارڈ اکیس موتھ نے لڑائی شروع کرنے سے پہلے ایک جہاز کپتان ڈاشوڈ کے ساتھ مسٹر مکڈانل کے خاندان کو لینے کے لئے بھیجا - کپتان نے رزیڈنسی کے سامنے ٹھیرکر اور رات کے وقت ایک چھوٹی سی کشتی لیکر قونصل کے بی بی بچوں کو لانے کا قصد کیا - مکڈانل کی بی بی اور ایک بیٹی تو بخیریت جہاز پر پہنچا دیگئیں - لیکن ایک شیرخوار بچہ اور شاگرد پیشہ جو رہگئے تھے جب اُنکو لانے لگا تو اتفاق سے بچہ رو پڑا - سنتریوں نے الارم دیدیا اور یہ تمام قافلہ گورنر کے روبرو پیش ہوا - اور ہمکو یہ دیکھکر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ اُن لٹیروں کے سردار نے جو نہایت قسی القلب اور بیرحم بیان کئے جاتے ہیں ان سب کو چھوڑ دیا اور بچہ کو ایک شاہی کشتی میں بحفاظت تمام اُسکی ماں کے پاس بھجوا دیا[2] -

سفیروں کی توہین اور بیعزتی -

اہل ہالنڈ اور انگریزوں کا حملہ

گورنر کی انسانیت

---

[1] بلے فتر کی "مسیحی دنیا پر عذاب الیم" صفحہ ۲۵۶ [2] لین پول صفحہ ۲۹۰ -

مگر مسٹر مکڈانل بدستور مقید رہے۔

۲۸ کی صبح کو بڑے سویرے انگریزی علمبردار خلیج کے اندر داخل ہوکر بندرگاہ کے عین دروازہ میں لنگر انداز ہوا۔ متحدہ بیڑے کے باقی جہاز اپنے اپنے قرینہ سے پیچھے پیچھے جا ئے گئے۔ ادھر سے شاہی جنگی بیڑا بھی ساحل کے سامنے جمایا گیا اور پیچھے بندرگاہ کے تمام بالائی حصوں پر پشتوں اور سنگین سدوں پر۔ اور آور پیچھے ہٹکر قلعہ کی فصیل و برج پر جابجا اُن توپوں کے دہانے سُوجھتے تھے جو شاید ابھی کچھ دن ہوئے کہ یورپ والوں نے سالانہ خراج میں نذر کی تھیں۔ الجزائر میں عام طور پر جوش پھیلا تھا۔ گورنر رات بھر لڑائی کے اہتمام میں مصروف رہا۔ ٹھیک ۱۱ بجے ساحل سے ایک توپ سر ہوئی جو انگریزی علمبردار کے بالمقابل تھی۔ اور اسکے ساتھ ہی دونوں طرف سے آگ برسنے لگی۔ اور رات کے ۱۰ بجے تک لگاتار برستی رہی۔

جنگ کا خوفناک سین

گولے توپوں سے نکل نکل کر رات کے دامن تیرگی کو دمبدم منقطع کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آج تمام ساحل پر جابجا آتشیں ناگنیں قابض ہیں جنکے ہر سانس سے شرارے جھڑ رہے ہیں۔ بم کے گولے ہر طرف سے ہوا میں بلند ہوکر اور ایک ذرا چمک کر پھٹتے تھے تو گمان ہوتا تھا کہ آسمان سے تارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔ اِدھر محاصرین کی توپوں کی شدت آتشباری سے ہر جہاز پر کوہ آتش فشاں کا دھوکا ہوتا تھا۔ ۱۱ بجے کے قریب الجزائر کے جہازوں میں آگ لگ گئی اور پھر گدام اسٹیشن۔ تمام بندرگاہ اور ساحل پر ایک خوفناک آتشیں سین پیش نظر ہوگیا۔ ابھی تک

ارضی آفات تھے آسمان کے تیور نہ بدلے تھے مگر اب اُسکے چہرہ پر بھی کدورت آنا شروع ہوئی۔ سیاہ بادل فوجوں کی طرح حرکت کرنے لگے۔ بجلی کی چمک اور گرج مینھ اور آندھی کی شدت سے بحر و بر میں اسقدر تہلکہ مچا کہ گویا وہ قدرتی طاقتیں جو ۱۵۴۱ء میں اہل الجزائر کی طرف سے لڑی تھیں آج انکے خلاف ہیں۔ ہوا کے تھپیڑ اور پانی کے چھینٹوں سے آگ اور زیادہ بھڑک اُٹھی۔ انگریزی توپخانہ نے اسی حالت میں پھر اپنا کام شروع کیا اور اگرچہ ۲ بجے کے قریب الجزائر کی توپیں بالکل مدھم پڑگئیں اور لڑائی بھی ختم ہو گئی لیکن متحدہ بیڑے کو سخت صدمہ پہنچا۔ خاصکر امپرگنبل نامی انگریزی جہاز اور ڈچ بیڑے کے عقب کا ایک جہاز بالکل تباہ ہو گیا[1] ایک انگریزی وقائع نگار لکھتا ہے کہ اس رات کو انگریزی بیڑے نے ۱۱۸ ٹن باروت۔ ۵۰ ہزار گولیاں اور ایک ہزار گولے خرچ کئے تھے۔ ۱۱سو آدمی کام آئے۔ امیر البحر ایکس موتھ سخت زخمی ہوا۔ اور نتیجہ بجز اسکے کچھ نہوا کہ اُسی قدیم عادت کے بموجب حملہ آوروں نے چند شرائط کے ساتھ صلح پیش کی اور اُنھوں نے منظور کر لی۔ یہ کہ آئندہ سے اسیرانِ جنگ بدل لئے جایا کریں غلام نہ بنائے جائیں الجزائر میں جو ۱۶۴۲ یورپین غلام ہیں وہ فوراً آزاد کر دیے جائیں اِسال جو کچھ خراج اٹلی کے مضافات سے وصول کیا ہے وہ بجنسہ واپس کریں۔ آیندہ کے لئے اپنا چال چلن درست رکھیں۔ اور انگریزی قونصل مسٹر مکڈانل کو فی الفور قید سے رہا کر کے حتی الوسع اسکی تلافی مافات کریں۔ گورنر الجزائر نے نہایت خوشی سے اِن سب شرائط

قدرتی حوادث

الجزائر کی ہزیمت

یورپین بیڑوں کا نقصان

صلح اور شرائط عہدنامہ

انگریزی سفیر کی رہائی

[1] پلے فئر کی "مسیحی دنیا پر عذاب الیم" صفحہ ۲۶۹ تا ۲۷۲۔

کو قلمبند کرا کر عہد نامہ پر دستخط کر دیے مگر بایں ہمہ جو پہلے عہد ناموں کا حشر ہوا تھا وہی اسکا ہوا۔ چنانچہ ۶ برس بعد ۱۸۲۴ء میں جب سر ہیری نیل سفیر بنکر الجزائر بھیجے گئے تو "ہموں آتش در کاسہ" کا مضمون تھا۔ اور ۱۸۲۷ء میں ڈنمارک کو ۱۲۵ توپوں کی نذر دینا پڑی۔ ✦

# بارھواں باب

فرانسیسیوں کا حملہ۔ شیر دل عبد القادر کی خونریز کشمکش۔ الجزائر کا الحاق۔ ٹیونس میں فرانسیسیوں کی مداخلت بیجا۔ محمد صادق پاشا کا عہد نامۂ قصر السعید اور خاتمہ

امریکا اور انگلستان کے مسلسل حملوں سے الجزائر کی قوت گو مضمحل ہو گئی لیکن غارتگرانہ جذبات ہنوز اسی شد و مد پر تھے چنانچہ پچھلے محاصرہ سے صرف تین برس کے عرصہ میں شہر اور بندرگاہ الجزائر اسکی سدیں اور دمدمے۔ پہلے سے دوچند مستحکم ہو گئے۔ شکاری کشتیاں بحیرۂ روم میں اسیطرح بیباکانہ دورے کرنے لگیں اور ساحل کے قریب سے صحیح سلامت گذر جانے کے لئے وہی شرطیں پیش ہونے لگیں۔ بایںہمہ وہ طلسم جو بار بروسہ نے برسوں کی عرق ریز محنت سے بنایا تھا ٹوٹ چکا تھا اور ساعت ناگزیر سر پر تھی۔ اپریل ۱۸۲۷ء میں گورنر اور فرانسیسی قونصل کے درمیان ایک خفیف سی بات پر نزاع لفظی کی نوبت پہنچی۔ قونصل نے خلاف مراسم شاہانہ برسر دربار بدزبانی کی۔ گورنر نے غصہ سے بیتاب ہو کر ایک پنکھے کی ڈنڈی سے قونصل کی خوب گت بنائی قونصل نے اسکی شکایت اپنی گورنمنٹ سے کی۔ اور گورنمنٹ نے ایک مضبوط جنگی بیڑا گورنر کی گوشمالی کے لئے بھیجدیا۔ دو برس تک فریقین میں سخت کشمکش ہوا کی۔ اور گو آخیر پر پالا اہل الجزائر ہی کے ہاتھ رہا لیکن مغربی دنیا کی سر برآوردہ سلطنتیں جو

فرانس کی مداخلت

فرانسیسی قونصل اور گورنر میں نزاع۔

پہلا حملہ

عہد نامہ ایکسلا چیپل کی پابند تھیں آمادۂ پرخاش ہوگئیں۔ علاوہ ازیں اثناء جنگ میں اُس زمانہ کی رسم جنگ کے بموجب فریقین نے ایک دوسرے کی رعایا پر خوب دل کھولکر ہاتھ صاف کئے جن سے معاندت کی آگ دونی بھڑک اُٹھی۔ اسپر طرہ

برانگیختگی کے اسباب

یہ ہوا کہ ۱۸۲۹ء میں ایک فرانسیسی سفیر تصفیہ معاملات کے لئے الجزائر آیا۔ گورنر نے اُسکو سخت جواب دیکر ناکام رخصت کردیا اور بندرگاہ سے نکلتے وقت اسکے جہاز پر گولہ باری کی۔ یہ بدسلوکی مراسم سفارت کے خلاف تھی لہذا فرانسیسی گورنمنٹ

دوسرا حملہ

الجزائر کی بساط اُلٹنے کے لئے اُٹھ کھڑی ہوئی اور ۲۶ مئی سنہ ۱۸۳۰ء کو ایک نہایت

غنیم کی قوت

مہیب جنگی بیڑا جو مقدار اور اثر میں چارلس پنجم کے بیڑے سے کہیں زیادہ تھا بسر کردگی امیر البحر ڈوپرے بندرگاہ طولون سے چلتا کیا۔ اسمیں کئی سو قلعہ شکن توپیں۔ وافر سامان جنگ بحری وبری۔ چالیس ہزار پیادے اور کئی رسالے تھے۔ اگرچہ ساحل بربر کی طوفان خیز خاصیت اور پُرپیچ راہ ورسم منزل نے حسب عادت حملہ آورین کی مزاحمت کی مگر فرانسیسی بیڑا بالآخر ۱۳ جون کو الجزائر کی حد نظر میں داخل ہوکر اگلے دن خلیج شیدی فرج میں اطمینان کے ساتھ لنگر انداز ہوگیا۔ پانچویں روز یعنے ۱۹ کی صبح کو فوج جہازوں سے

محاصرہ

اُترکر شہر کی طرف بڑھنا شروع ہوئی۔ اِدھر سے بربری اور عربی قبیلوں نے چھوٹے چھوٹے دستوں میں مرتب ہوکر جابجا مزاحمت کی۔ مگر یہ آہنی دیوار سے سر ٹکرانا تھا سخت نقصان کے بعد پسپا ہوئے محاصرین کی تعداد ۵۰ ہزار سے زیادہ تھی اور

اہل الجزائر کا مقابلہ

الجزائر والوں کی قوت برسوں ڈول یورپ کے تھپیڑے سہتے سہتے نہایت مضمحل ہوگئی تھی

پھر بھی انھوں نے اپنی صدیوں کی آزادی کو اُس میراث کو جو اُلوالعزم عربوں سے سینہ بسینہ منتقل ہوتی چلی آتی تھی۔ ایک آخری خونریز کشمکش کئے بدون ہاتھ سے نہیں دیا۔ فرانسیسی غاصبوں کے گھوڑے انکی لاشوں کو روندروندکر شہر کی طرف بڑھنے پاتے تھے جو شخص جسجگہ مقابلہ کرتا تھا وہیں کشکر ڈھیر ہوجاتا تھا۔ اگر الجزائر والوں کی فوجی طاقت فرانسیسیوں سے تہائی چوتھائی بھی ہوتی تو الجزائر کا محاصرہ آج اُسی نظر سے دیکھا جاتا جس نظر سے کہ ویانا کا محاصرہ دیکھا جاتا ہے جب یہ لوگ باہر بندرگاہ اور میدانوں میں محاصرین کے قدم نہ روک سکے تو بالآخر سمٹکر شہر میں محصور ہوگئے وہ شہر جو اس منحوس صدی کے آغاز سے لیکر آجتک صدہا مرتبہ یورپین توپوں کی زد پر رہچکا تھا۔ ۴ جولائی کو بڑی صبح شہر پر آگ برسنا شروع ہوئی اور شام تک لگاتار برستی رہی۔ اہل شہر نے قلعہ کی فصیل وبروج سے دلیرانہ جواب دیے مگر ۱۵۴۱ء کے معرکہ کی طرح دنداں شکن نہ تھے اخیر کو قلعہ ہاتھ سے نکلگیا۔ مگر ساتھ ہی میگزین کے پھٹنے سے جسمیں محصورین نے چلتے وقت آگ لگادی تھی ہزاروں فرانسیسی کھیت رہے۔ قلعہ کے بعد شہر کی ساعت ناگزیر آئی۔ اہل شہر طوفان زدہ مچھلیوں کی طرح سراسیمہ ہوہوکر کسی خیرالدین اور طرغد کو تلاش کرتے پھرتے تھے گو گورنر نے جہانتک ہوسکا دادِ مردانگی دینے میں دریغ نہیں کیا لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے جب فصیل وبروج میں رخنے پڑگئے تو ہر طرف سے مایوس ومجبور ہوکر اُسنے بالآخر صلح کا پیام دیدیا۔ اور یہ قرار پایا کہ گورنر اور اہل شہر جان ومال کی حفاظت

ایک تاریخی نظیر

شہر میں قلعہ بند ہونا۔

گولہ باری

قلعہ کی تسخیر

پیام مصالحت

---

۱ لین پول صفحہ ۳۰۲۔

شرائط
عہد نامہ
بارِ عظمت سے سبکدوشی
فرانسیسیوں کی بدعہدی

کی شرط پر شہر اور قلعہ خالی اور سپرد کر دیں چنانچہ ۵ جولائی کی صبح مختصر کو عہد نامہ پر دستخط کر کے اور قلعہ کی کنجیاں فاتحین کو سونپ کر گورنر ہمیشہ کے لئے بارِ عظمت سے سبکدوش ہو گیا۔ شہر پر قابض ہوتے ہی فرانسیسیوں نے بدعہدی کی اور گورنر کو عشیرہ اور متعلقین سمیت اپنے جہاز میں سوار کر کے نیپلز میں لیجا کر قید کر دیا[۱]۔

ایک ریمارک

فرانسیسی دَور کے آغاز پر الجزائر کے قدیم فرمانرواؤں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور اسکے ساتھ ہی تاریخ اقصائے مغرب بھی تمام ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر تتمہ کے طریق پر الجزائر کے حالات مابعد ہدیۂ ناظرین کئے جائیں تو گو اُنکے مطالعہ سے رقیق القلب اور رحمدل ناظرین کو حزن اور ملال کے سوا اَور کچھ نہیں ملیگا۔ مگر ساتھ ہی اس بات کا اندازہ بھی ہو جائیگا کہ مسیحی دنیا جو آج ترکوں کے طرزِ حکومت پر نکتہ چینی کرنے کے پیرایہ میں اسلام کے کیرکٹر اور پولیٹکل اصول پر دھبہ لگانے کی کوشش کرتی ہے اُسکی ایک جلیل القدر اور مہتم بالشان قوم کا نیشنل کیرکٹر اور اندازِ حکمرانی کہانتک اچھا تھا۔

تسخیر کے حالات مابعد

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ فرانسیسیوں نے فوجکشی اور تسخیر کے وقت اہل الجزائر پر وہ ظلم و ستم نہیں کئے جو اسپین کی کیتھلک گورنمنٹ نے کمبخت اندلسیوں پر کئے تھے۔ کاش مابعد کا طریق عمل بھی یہی ہوتا۔ لیکن افسوس کہ یہ ایک نہایت تلخ حقیقت ہے کہ مغربی

ایک تلخ حقیقت

دنیا میں صدہا برس رحم و عفو سے حکومت کرنے کے بعد جب اسلام معتوبِ زمانہ ہو کر ایوانِ حکومت سے نکلا تو باستثنا چند مقامات۔ اُسکو حریفوں کا ظلِّ حمایت دنیا میں کہیں راست

---

[۱] پلے فیئر کی "عذاب الیم" صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۲۔

فرانس کی دغا

نہیں آیا۔ فرانسیسیوں نے صرف شہر الجزائر کو اس غرض سے لیا تھا کہ اسکو ایک بحری مقام گردانکر غارتگری قطعًا مسدود کریں۔ لیکن اگلے ہی برس مظفر و منصور فوجیں صوبہ کے اندرونی مقامات کی طرف بڑھنا شروع ہوئیں تمام الجزائر تسخیر کر کے ۱۸۸۱؁ء تک صوبۂ ٹیونس کو بھی خونریز تلوار اور غاصبانہ پالیسی کا شکار کر ڈالا۔

الجزائر کے فرمانروا

ان سچاپن[۵] برس کے واقعات کی تفصیل سے پائے قلم میں آبلے پڑتے ہیں مدبر۔ عفو گار۔ اور بندہ نواز سولین کے بجائے۔ الجزائر پر سخت احمق۔ کور عقل اور ناتراشیدہ ملٹری افسروں کی حکومت کا "عذاب الیم" نازل رہا۔ یہ تلوار کی آب بدون پولیٹکل

ظلم آفریں تہدید اور اُسکے نتائج

عوارض کا ازالہ نکر سکتے تھے۔ انکے ظلم آفریں تہدید سے صدہا شریف بیبیوں کو طلاقیں ملگئیں۔ ہزاروں عہد و پیمان ٹوٹ گئے۔ رعایا پر دست تظلم دراز کرنے میں یہ نہ مرد و عورت کا لحاظ کرتے تھے اور نہ بچہ اور بڈھے کا۔ نہ انکو تشدد میں باک تھا اور نہ سیاست میں

اسباب بغاوت

معقولیت۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تسخیر کے تیسرے ہی برس تمام صوبہ اس آہنی شکنجہ سے بلبلا اُٹھا اور عربی اور بربری قبیلوں میں یک بیک بغاوت کی آگ بھڑک گئی۔ فرانسیسی گورنمنٹ آئے دن نئے نئے جرنیل بھیجتی تھی جو اپنی نالائقی اور سفاکی کا ثبوت دیکر ناکام چلے جاتے تھے۔ تسخیر اور الحاق تاریخی دنیا کا نہایت معمولی واقعہ ہے۔ لیکن الجزائر کی تسخیر سے فرانس کے دامن تہذیب پر اسقدر گہرا دھبہ لگتا ہے کہ اندلس کے سوا شاید اور کہیں اُسکی نظیر نہیں

سوء تدبیری

ملیگی۔ کاش فرانس کے آہنی پنجہ جرنیل حکومت شروع کرنے کے ساتھ محکوم کے قومی کیرکٹر

[۵] لین پول صفحہ ۳۰۲

کو سمجھنے کی کوشش بھی کرتے۔ اگر ذرا بھی فاتحانہ تحمل۔ فرزانگی اور حسن تدبیر۔ رحم اور انصاف سے کام لیا جاتا تو جو بات چالیس برس کی مسلسل سختیوں کے بعد حاصل ہوئی وہ صرف چار برس میں ممکن تھی۔

بغاوت کے چھوٹے چھوٹے حملوں اور بے ترتیب لڑائیوں سے صوبہ میں ایک طوفان بے تمیزی برپا رہا۔ بوگیڈ۔ پیلیشیر۔ کانروبرٹ۔ سینٹ ارناڈ۔ سیکماہن۔ جیسے فرانسیسی جرنیلوں نے ناحق خون بہانے۔ لوٹنے اور جلا دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور اگر کسی قوم کی مردانہ جسارت۔ استقلال اور اُلوالعزمی ہمکو حیرت و استعجاب میں ڈالتی ہے تو وہ عربی اور بربری قبائل تھے۔ مانا کہ قضا و قدر سے لڑنا عقلمندی نہ تھا لیکن جس دلیری اور جانبازی سے اُنھوں نے اپنے سے دس گُنی قوت کا مُقابلہ کیا ہمکو مجبوراً اسکا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اُنھوں نے فرانس کی عظیم الشان فوجوں کو شکستوں پر شکستیں دیں۔ بڑے بڑے شہر اُنسے چھین چھین لئے اور اسقدر آڑے ہاتھوں لیا کہ کارآزما جرنیلوں کے چھکے چھوٹ چھوٹ گئے۔ اور فرانسیسی ایوان حکومت جڑ سے ہل ہل گیا۔ لیکن ان شہر آشوبیوں کا باعث کون تھا؟ اہل الجزائر؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ خود فرانس۔ اسلئے کہ اگر سب سے پہلا فرانسیسی جرنیل کلاسل ذرا بھی مذاق ملکداری رکھتا تو لوگ رفتہ رفتہ اس جدید انقلاب کو بطیب خاطر گوارا کر لیتے لیکن افسوس کہ اس کورعقل شخص نے اپنے جابرانہ طریق عمل سے ہر طرف مخالفت کی آگ بھڑکا دی اہل ملک کے دلوں کو جوش انتقام سے بھر دیا۔ اور فاتح و مفتوح کو ایک دوسرے کے

عربوں کا استقلال اور شجاعت

شہر آشوبیوں کا اصلی سبب

خون کا پیاسا بنا دیا[1]۔

ان خانہ جنگیوں کا رگیولیٹر الجزائر کا ایک مشہور و معروف ہیرو تھا یعنی عبد القادر

عبد القادر اور اُسکے مختصر حالات زندگی

یہ شہر مسقارا کے ایک قدیم شریف خاندان سے تھا جسکے ممبر الجزائر میں ہمیشہ سے دینی پیشوا چلے آتے تھے۔ عبد القادر خود بھی فقیہ۔ پکا دیندار۔ اور حاجی تھا۔ اسمیں تمام باتیں قدیم عربوں کی سی تھیں۔ مہمان نواز۔ فیاض منش۔ راستباز۔ آزادرو۔ اور مزید بریں فن سپہگری میں پورا مذاق رکھتا تھا۔ اعلیٰ درجہ کا شہسوار اور دلیر معرکہ آرا۔ اور ان سب سے بڑھکر قوم پرست اور جاں نثار ملک تھا۔ چونکہ عبد القادر بچپن ہی سے ہونہار تھا اور تمام عربی قبائل میں خاص نظر سے دیکھا جاتا تھا اسلئے گورنر الجزائر اُسکے درپے تخریب ہوگیا اور یہ تھوڑی سی عمر میں ترک وطن کر کے مصر کی طرف چلا گیا۔ چوبیس برس کی عمر میں جب عبد القادر پھر وطن آیا تو اُسنے دیکھا کہ بساط اُلٹ گئی ہے ملک پر ایک غیر قوم قابض ہے اور اُسکے ہموطن سخت مایوس ہیں۔ اُسکا اور اُسکے باپ دادا کا نام ملک میں طلسمی اثر رکھتا تھا چنانچہ اُسکے آتے ہی تمام قبیلے ایک مقناطیسی قوت سے اُسکی طرف کھنچ گئے۔ اور جب اسطرح اُسکی قوت بڑھتے بڑھتے ایک اوسط درجہ کی ریاست کے ہم پلہ ہوگئی تو فرانسیسیوں نے دفع الوقتی کے طور پر ۱۸۳۴ء میں اُسکو مسقارا کا خودسر حاکم تسلیم کرلیا۔ مسقارا میں حاکم عبد القادر نے ایک بڑے جنگ کی تیاری شروع کی اور صرف ایک سال کے عرصہ میں اپنی جنگی قوت کو اسقدر مستحکم کرلیا کہ جب ۱۸۳۵ء میں فرانسیسیوں سے حسب عادت

کیریکٹر

ترک وطن

معاودت

صوبہ مسقارا کی حکومت

استحکام قوت

[1] لین پول صفحہ ۳۰۴۔

فرانسیسیوں کی نوبکشی اور ہزیمت۔

ایک پولیٹکل حیلہ نکالکر مسقارا پر حملہ کیا تو انکو اسی نام کے دریا پر سخت نقصان اُٹھاکر پسپا ہونا پڑا۔ پھر ۱۸۳۶ء میں اسنے فرانسیسیوں کی ایک ٹڈی دَل فوج کو مطیحہ کے میدان

مطیحہ کا میدان

میں ایک اَور شکست دی۔ اس روزافزوں ترقی سے ڈرکر بیس ہزار کی ایک اَور تازہ فوج مسقارا کا قلع قمع کرنے کے لئے بھیجی گئی مگر اسکو بھی عربی سردار کا لوہا ماننا پڑا۔ پھر تو عبد القادر کی دلیری اور کاردانی کا ہر طرف شور مچگیا حتّٰی کہ ڈیوک آف ولنگٹن بھی حیرت و استعجاب کیے بدون نہ رہ سکا۔ فرانسیس ہر مرتبہ حملہ کرتے تھے اور ہر مرتبہ ہزیمت اُٹھاتے تھے۔ تمام شہر اور قلعے ایک دوسرے کے بعد ہاتھ سے نکلگئے اور اخیر کو دو تین مقامات کے سوا در وبست صوبۂ الجزائر پر عبد القادر قابض ہوگیا۔ اسوقت کی

عبد القادر کا عروج

حالت دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا قدرت نے اہل الجزائر کی تمام پچھلی خطائیں معاف کرکے پھر ایک مرتبہ باربروسہ کو بھیجدیا ہے۔ لیکن افسوس کہ الجزائر کے زوال کا فتوٰے لکھا جاچکا تھا۔ باربروسہ کے بلند کیے ہوئے ایوانِ حکومت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔

فتوائے زوال

اور یہ عروج کی سی کیفیت صرف ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کا سا سنبھالا تھا چنانچہ ۱۸۴۱ء کے اخیر میں فرانسیسی گورنمنٹ نے اسّی ہزار سپاہیوں کا ایک ٹڈی دَل بسرکردگی مارشل بوگیڈ

آخری ایلغار

بھیجدیا۔ یہ گویا سنگ آمد و سخت آمد کا مضمون تھا۔ عبد القادر کیا بوناپارٹ سا اولو العزم جرنیل بھی اِس خدائی قوت کا جنگ آزمایانہ تدابیر سے مُقابلہ نہ کرسکتا تھا اور نہ کرسکا۔ مارشل پوری قوت سے ہر شہر پر طوفان کی طرح جھکتا تھا اور اُسکو پامال سفاکی کرکے

الجزائر کی فتح

---

۱؎ لین پول صفحہ ۳۰۵ و ۳۰۶

تقیدمہ کی تسخیر

دوسرے شہر کا رخ کرتا تھا حتّٰی کہ عبد القادر کا پایۂ تخت تقیدمہ بھی تباہی سے نہ بچ سکا
شہروں پر شہر اور قبیلوں پر قبیلے مطیع ہونے لگے ۱۸۴۱ء میں مسقارا بھی مسخر ہوگیا۔
مگر عربی جرنیل نے اطاعت قبول نہ کی اور وہاں سے نکلکر مراکو میں چلا گیا۔ اور مراکو سے

عبد القادر کی آخری کشمکش اور ہزیمت

۱۸۴۳ء میں اور پھر ۱۸۴۵ء میں متواتر دو مرتبہ فوجیں لیکر پلٹا لیکن کامیابی نہوئی۔
۱۸۴۴ء سے ۱۸۴۷ء تک پورے تین برس الجزائر پر قیامت نازل رہی۔ خاصکر جرنیل
پیلیشیر نے بڑے بڑے وحشیانہ ظلم کئے۔ اور پانسو مرد و عورت بچوں اور بوڑھوں کو جو قتل عام

مظالم

سے بچکر کوہستانی غار میں جا چھپے تھے دھوئیں سے گھونٹکر مار ڈالا۔ جب عبد القادر نے
دیکھا کہ تمام تدبیریں الٹی پڑتی ہیں۔ قومی ادبار روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ مایوسی کے سوا کوئی

صلح

شکل نہیں۔ تو ناچار صلح کرلی۔ اور ۱۸۴۷ء میں اس شرط پر اپنے تئیں ڈیوک آمیل کے حوالہ
کردیا کہ اسکندریہ یا نیپلز میں چلے جانے کی اجازت دیجائے۔ لیکن عہد کی پابندی فرانس کے
قومی قانون کی شرط نہیں۔ ڈیوک نے اس نامور شخص کو فرانس کے قیدخانہ میں پانچ

عہد شکنی

برس تک قید رکھا اور طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ آخر لوئیس نپولین نے اتفاقاً یہ حالات سنکر

عبد القادر کی موت

ترس کھایا اور اسکو رہا کرکے بروسہ میں چلے جانے کی اجازت دیدی۔ تیس برس اسیطرح
ادھر ادھر دھکّے کھانے کے بعد عبد القادر ۱۸۸۳ء میں دمشق میں مرگیا۔ ناظرین کو یہ پڑھکر
حیرت ہوگی کہ وہی عیسائی جنھوں نے اسکی صدیوں کی قومی آزادی کو پامال سفاکی۔ اسکے
ہزاروں برادرانِ اسلام کو تہ تیغ۔ اور خود اسکو خانہ برباد اور جلاوطن کردیا تھا۔ اس نامور اور
سچے شجاع نے مرتے مرتے بھی انکی خدمت سے دریغ نہیں کیا اور دمشق کے سنہ ۱۸۶۰ء

کے قتل عام میں انگوٹھی مددوی۔[۱]

بغاوت کا فوری انسداد

گو عبد القادر گرفتار اور قید ہو گیا تھا مگر آتش بغاوت اُسی شدّ و مدّ پر تھی۔ عربی قبائل رہ رہ کر بغاوت کرتے تھے۔ گرتے تھے اور پھر سنبھلکر مقابلہ پر کھڑے ہوجاتے تھے لیکن ہر مرتبہ فرانسیسی جرنیلوں کے پامالِ ظلم ہوتے تھے۔ آخر جب لوئس نپولین ۱۸۶۵ء میں الجزائر آیا تو اُسنے عربی قبیلوں کو اطمینان دلایا کہ شخصی جاگیرات اور ریاستوں میں گورنمنٹ کسی قسم کی دست اندازی نکریگی تب کہیں جاکے ملک کو تسکین ہوئی۔ لیکن یہ حالت نپولین ہی تک قایم رہی چنانچہ اسکے برطرف ہوتے ہی فرانس کی گورنمنٹ میں ضعف آگیا۔ قبیلوں پر پھر وہی ظلم ہونے لگے اور اُنھوں نے پھر وہی سرکشی اور طغیانی اختیار کی۔ اور جوش سے مبہوت ہوکر اپنے پہاڑی مقامات سے بلائے بے درماں کی طرح فرانسیسیوں پر آپڑے۔ اِدھر جنرل ڈوریو نے پھر وہی خون آشام تلوار ہاتھ میں پکڑی اور پھر وہی قتل عام اور غارتگری شروع ہوئی۔ اور پانچ برس تک الجزائر ایک ظلمتکدہ بنا رہا۔ آخر کار جب ۱۸۷۰ء میں فرانس کا پولیٹیکل اسٹیج منقلب ہوا اور جمہوری گورنمنٹ قایم ہوئی اور الجزائر میں انگھڑ سپاہیوں کے بجاے مدبر اور تہذیب یافتہ سولین بھیجنا شروع ہوئے تب کہیں جاکر ملک میں امن ہوا۔ شروع سے آخر تک فرانسیسیوں کے پچاس ہزار آدمی کھیت رہے۔

سرکشی

فرانس کی پالیسی پر ایک سرسری نظر۔

جب الجزائر میں فرانس کا دخیل ہوا تو برٹش گورنمنٹ نے عہدنامہ ایکسلاچیپل کے مطابق اُس سے بازپرس کی تھی۔ اور اُدھر سے یہ جواب ملا تھا کہ صرف شہر الجزائر پر براے

[۱] لین پول صفحہ ۳۰۰ اور تاریخ مارگن۔

چند سے قبضہ کیا جاتا ہے تاکہ مسیحی دنیا کو "عذاب الیم" سے نجات ملے۔ لیکن اسکے تھوڑے ہی دن بعد مستقل اور دائمی قبضہ کا اعلان دیکر فرانس نے فوجی حکومت قایم کرلی۔ پھر بھی اس بات کا یقین دلایا کہ فرانسیسی مداخلت صوبۂ الجزائر کی حدود سے متجاوز نہو گی۔ لیکن افسوس کہ زبان سے اقرار کرکے پھر جانا اور اطمینان دلاد لاکر آشفتہ کرنا یورپ کا قدیم شعار ہے آج ۱۹۰۵ء میں چین میں جو غاصبانہ انداز روس کا ہے۔ وہی بیس برس پہلے فرانس کا طریق عمل بربر میں تھا۔ اور ابھی تک ہے۔

ٹیونس میں مداخلت بیجا

الجزائر پر قابض ہوکر بھی فرانس کی حرص بیجا کو تسکین نہوئی۔ ۱۸۸۱ء میں اسکا غاصب ہاتھ رفتہ رفتہ ٹیونس کے عنانِ حکومت کی طرف بڑھنا شروع ہوا۔ حالانکہ ٹیونس میں کوئی معقول وجہ دست اندازی نہ تھی۔ لیکن جہاں پرخاش کے لئے کوئی معقول حجت نہیں ہوتی وہاں یورپ کے مدبر پولیٹکل حجت نکال لیا کرتے ہیں چنانچہ ایم تھیوڈور روسٹن نے اسی قسم کی حجتوں سے ٹیونس کے ایوانِ حکومت کے گرد جال تننا شروع کیا۔ اور ترکی گورنر محمد الصادق کو ایسی شرائط کا پابند کرنا چاہا جو بابعالی کے شاہانہ حقوق کے لیے مضر تھیں۔ گورنر نے اس سے انکار کیا اور اسکا وہی نتیجہ ہوا جو قدرتی طور پر ہونا چاہیئے۔ اگر ایک تیز نوکیلا فولادی برما کسی نرم لکڑی پر مسلسل اور بے روک چلتا رہے تو انجام کار لکڑی میں رخنہ پڑ جائیگا۔ اسیطرح اگر کوئی زبردست مگر بے اصول گورنمنٹ کسی زیردست مگر مستقل ریاست پر اپنی غاصبانہ پالیسی کا عمل چپکے چپکے جاری رکھے۔ اور کوئی ہمسر طاقت مزاحمت نہ کرے تو بالآخر اُسکو لے ڈالیگی ٹیونس کا بھی یہی حشر ہوا۔ مواد تو پہلے سے نضج پا رہا تھا

نو چلنے کا حیلہ

الصادق کی معذرت

گورنمنٹ فرانس کا جواب

ٹیونس کا حشر

ٹیونس میں بغاوت

سنہ ۱۸۸۱ء میں صوبۂ مذکور کے اُن سرحدی اضلاع میں جو الجزائر سے ملتے تھے کچھ خفیف سی شورش ہوئی اور ایم اوسٹن اپنی پوری فوجی قوت لیکر فی الفور ٹیونس پر چڑھ گیا۔ مظلوم محمد الصادق نے ہر چند یقین دلایا کہ "فساد فرو ہوگیا ہے۔ اب آپ کی دست اندازی کی ضرورت نہیں" اخیر پر دول یورپ سے فریادیں کیں۔ لیکن ایک پیش نہ گئی۔ برٹش گورنمنٹ نے گو فرانس سے باز پرس کی مگر اُدھر سے وہی ڈپلومیٹک جواب ملا کہ "الجزائر اور ٹیونس کے درمیانی اضلاع میں جو لڑائی چھڑنیوالی ہے اُس سے صرف یہ مقصود ہے کہ ٹیونس کے سرکش قبیلے جو آئے دن الجزائر کی سرحد پر ترکتازیاں کرتے رہتے ہیں اُنکی قرار واقعی سرکوبی کیجائے۔ محمد الصادق کے نیم خودمختارانہ حقوق اور صوبۂ ٹیونس کے حدود کا ہر طرح لحاظ رہیگا" اور مزہ یہ کہ لارڈ گرنیول وزیر دول خارجہ اس جواب پر نازاں ہی رہے اور فرانسیسی فوجیں ٹیونس کی طرف بے تکلّف بڑھکر ۲۶۔ اپریل تک کیف اور تبارکہ پر قابض ہوگئیں جھیل بزرطہ پر فرانسیسی جھنڈا لہرانے لگا۔ جرنیل بریرٹ نے تمام علاقہ آگ اور تلوار سے برباد کرکے اور گورنر کے محلسرا پر گولہ باری کرکے ۱۲ مئی کو عہدنامہ قصر السعید پر جبراً دستخط کرا لئے[1]۔

اگرچہ محمد الصادق اور اسکے انتقال پر سیدی علی دونوں ایم اوسٹن کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنگئے۔ لیکن اہل ٹیونس نے اطاعت قبول نہ کی۔ اور تمام جنوبی اضلاع میں کُھلی بغاوت پھیلگئی۔ اور کچھ دنوں وہ طوفان بدنظمی برپا رہا کہ فرانسیسی منتظم مایوس ہوکر

---

[1] مسٹر اسے ایم براڈلے کی تاریخ ٹیونس میں نہایت تفصیلی حالات درج ہیں۔

فرانسیسیوں کے مظالم

بیٹھ رہے۔ لیکن پھر کچھ سنبھلکر اُٹھے اور سفاکس پر بلائے بیدرمان کی طرح ٹوٹ پڑے۔ شہر پر بیدریغ گولہ باری کی۔ گھروں کو لُوٹ کر جلا دیا۔ یا سرنگیں لگاکر گھر والوں سمیت باروت سے اُڑادیا۔ کوچہ و بازار مذبح سے بدتر بنگئے۔ اخیر پر اہل سفاکس کی آتش انتقام بھی بھڑک اُٹھی اور اب دونوں طرف سے مظالم شروع ہوئے۔ فریقین نے وحشی درندوں کی طرح ایک دوسرے پر رہ رہ کر حملے کیے۔ سیکڑوں ہزاروں بیگناہ مردوں عورتوں کو ذبح کرڈالا۔ قلعبند چوکیوں سے باہر تمام علاقہ تلوار کا کھیت۔ بیرحم لٹیروں کا جولانگاہ۔ اور میدان قیامت کا نمونہ بنگیا۔ مگر اگلے برس ٹیونس والوں کی خوش نصیبی سے گورنر اوسٹن واپس بُلالیا گیا۔ اُسوقت سے کسیقدر امن ہے۔ ایم ہنری ڈی راجیفورٹ نے بغاوت کے خاتمہ پر اپنی رپورٹ میں درست لکھا تھا کہ ” فرانسیسیوں نے ٹیونس کی مہم کو ایک بات سمجھا تھا مگر یہ غلط فہمی تھی۔ ٹیونس کی فتح حقیقت میں کُھلی رہزنی اور خُونریزی تھی۔ اہل ٹیونس اسکو کبھی نہ بھولینگے “

زشرح قصۂ من رفتہ خواب از چشم خاصاں را
شب آخر گشتۂ و افسانہ از افسانہ میخیزد

حامد علی صدیقی سہارنپوری

بقلم احقر العباد غلام رسول کاپی نویس پنجابی غفرلہٗ

# ضروری اطلاع

اقصاے مغرب کا حق تالیف پانچ برس کے
واسطے مطبع روزانہ اخبار دہلی نے خرید لیا ہے۔
اِس عرصہ میں اصل مؤلف کو کتاب ہذا کے
بجنسہ یا کسی تغیّر و تبدل سے خود چھاپنے یا کسی
کو اجازت دینے کا حق نہیں ہے۔جس کسی کو خریداری
منظور ہو دفتر روزانہ اخبار دہلی سے طلب کر لے۔

مینجر روزانہ اخبار
مقام دہلی

# محاربہ فرانس و پرشیا

جسکو

محمد مصباح الدین خلف حافظ محمد یوسف صاحب رئیس قلعہ رہتک و مالک موضع
بھینسوال تحصیل پانی پت ضلع کرنال نے ایک انگریزی تاریخ سے برائے واقفیت عام
اردو میں ترجمہ کرکے شایع کیا

سنہ ۱۸۹۸ء

روزانہ اخبار پریس دہلی میں ۱۳۱۶ھ بحسن اہتمام منشی میر محمد
صاحب مینیجر طبع ہوکر شایع ہوئی

طبع اول ایکہزار جلد

قیمت فی جلد ایک روپیہ عہ علاوہ محصول ڈاک




یہ ناچیز ترجمہ جب مرتب ہو چکا تو مجکو خیال ہوا کہ کسی ایسے نامور اور مربّی علوم و فنون کے نام کے ساتھ اسکو منسوب کیا جاوے جو بلحاظ اس خصوصیت کے شہرۂ آفاق ہو

بناءً علیہ

یہ حقیر ترجمہ

محض ازراہ عقیدت مستمندانہ وخلوص محبّت غائبانہ عالی جناب مستطاب معلّے القاب نواب علی یار خاں بہادر مؤتمن جنگ عماد الدولہ عماد الملک مولٰنا سیّد حسین صاحب بلگرامی ڈایرکٹر سر رشتہ تعلیمات ریاست حضور نظام دکن دام اقبالہ کے نام نامی کے ساتھ صرف جناب موصوف کے عام شہرت فضائل و برگزیدگی اخلاق کے باعث معنون اور منسوب کیا جاتا ہے

مصباح الدین احمد

# فہرست مضامین جنگ فرانس و پرشیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# دیباچہ

اللہ تعالیٰ بطفیل اپنے حبیب پاک کے میرے والد ماجد کو صد و سی سال کی عمر عطا فرمائی اُنہوں نے مجھ کو زمانہ حال کی ضرورت کے موافق بڑی محنت وجانفشانی سے تعلیم دلائی۔

میرے والد معظم جس وقت میر منشی ریاست ٹونک المخاطب بہ دبیر الملک تھے میں ہیچمدان چند سال تک پرائیویٹ سکرٹری ہز ہائینس نواب صاحب بہادر ٹونک کا رہا اُس وقت سے ابتک میں اپنی تعلیم انگریزی اور معلومات تجربہ کو بڑھاتا رہا۔ ایک روز والد بزرگوار نے مجھ خاکسار سے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر کسی تاریخ انگریزی کتاب کا ترجمہ عام فہم سلیس اُردو زبان میں کرو تو اصحاب اُردو خواں کو اُس کے مطالعہ سے بڑا فائدہ اور اُس کے مضامین سے عام واقفیت حاصل ہوگی میں نے بموجب ارشاد آنجناب کسی عمدہ کتاب کو ترجمہ کے لئے تلاش کیا۔ انقلابات وتغیرات زمانہ پر لحاظ کرکے مجھ کو کوئی کتاب اس جنگ فرانس و پرشیا سے بہتر ترجمہ کے لئے پسند نہ آئی۔ یہ جنگ ان ہر دو ممالک میں ۱۸۷۰ء و ۱۸۷۱ء میں ہوئی تھی بلحاظ اُس کثرت فوج کے جو میدان کارزار میں لائی گئی اور اُن بڑے واقعات مختلف لڑائیوں کے جو اس معرکہ میں ہوئیں یہ ایک ایسی عظیم الشان جنگ ہوئی ہے کہ اگر تمام دنیا کی تاریخ کے ورق گردانی کی جائے تب بھی اس جنگ کی نظیر بہت ہی کم ملے گی اس مشہور عالم جنگ میں پرشیا ۱۰ لاکھ اور فرانس ۱۵ لاکھ فوج میدان کارزار میں لایا فاتحان نے پانچ لاکھ سے زائد اسیران جنگ گرفتار کئے ۲۴ جنگ اور ۱۵ چھوٹے چھوٹے معرکے اس جنگ کے دوران میں واقع ہوئے فرانس کے ۲۴ قلعے جنمیں دنیا کا سب سے پہلا بنا ہوا قلعہ یعنے پیرس کا قلعہ بھی شامل تھا فتح کئے گئے اور بیشمار سامان جنگ اور توپیں اور بندوقیں اور

نشان و جھنڈے وغیرہ وغیرہ مال غنیمت فاتحان کے ہاتھ لگا مزید براں تقریباً تین ارب ۵۳ کروڑ ۴۳ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ خرچہ جنگ علاوہ اُس ملک مفتوحہ کے جو کہ دوام کے لئے سلطنت جرمن میں شامل ہو گیا اور جسکی آبادی ۱۵۹۰۱۴۵ کی ہے سلطنت فرانس کو ادا کرنا پڑا نپولین شہنشاہ فرانس نے معہ اسی ہزار فوج مسلح کے اپنے تئیں سپرد کر کے شاہ پرشیا کے قدموں پر اپنی تلوار رکھدی اس جنگ کے واقعات مثل قصہ کے پیچ در پیچ ہیں اس کے مطالعہ سے بڑی عبرت اور خداوند تعالےٰ کی قدرت نظر آتی ہے کہ ادھر چند ہی روز میں ایک شاہ کا نام اوّل درجہ کے شہنشاہوں کی فہرست میں اُس کے حکم سے بڑھا کر لکھا گیا اور ادھر ایک زبردست سلطنت کے شہنشاہ کا درجہ ذلت و گمنامی سے بدل کر شہنشاہی تاج اُس سے چھین لیا گیا سچ ہے وہ چاہے جسکو عزت دے چاہے جسکو ذلت دے

یہ کتاب دلپر بڑا اثر پیدا کرتی ہے اور حقیقتاً بڑا ہی عبرتناک سچا فسانہ ہے۔

یکم نومبر ۱۸۹۸ء
مطابق
۱۶ جمادی الثانی ۱۳۱۶ ہجری قدسی

نیازمند محمد مصباح الدین متوطن قلعہ رہتک
خوش باش شہر پانی پت
شہر پانی پت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تمہید

آغاز سنہ ۱۸۷۰ء میں یورپ کی کل سلطنتوں کی گورنمنٹوں میں کسی قسم کا عناد اور فساد نہ تھا اور تمام ملکوں میں دوستانہ تعلقات تھے۔ اہنیت اور اتحاد کل بر اعظم میں پھیلا ہوا تھا۔ ایسے پرامن زمانہ کی خوشنما تصویر میں ایک تاریک دھبہ نظر آتا تھا اور یہ ملک ہسپانیہ تھا۔ سنہ ۱۸۶۸ء میں ہسپانیہ والوں نے اپنے فرمانروا ملکہ اسابلا کو معزول کر دیا تھا اور یہ ملکہ اسپین سے بھاگ کر کسی دوسرے ملک میں چلی گئی تھی۔ اُس وقت سے اسپین میں طوائف الملوکی ہو رہی تھی۔ سازشوں کا بازار گرم تھا۔ ایسے پُرآشوب زمانہ میں انتظام ملک کے واسطے جو گورنمنٹ قایم ہوئی اس میں ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ مجھ کو ہی سرکاری عہدہ ملے اور نہ ملنے پر فساد اور شورش مچا دی جاتی تھی یہاں تک کہ اگر موقعہ ملجاتا۔ تو حریف عہدہ دار کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا جاتا تھا[1]۔ ایسے پرخطر زمانہ میں اسپین کی بادشاہت پر کسی غیر ملک کے شہزادے کو تخت پر بٹھانے کی تجویز ہوئی اور کئی لائق لائق شہزادوں سے درخواست کی گئی کہ وہ تخت ہسپانیہ پر جلوہ افروز ہوں۔ لیکن ہر ایک شہزادہ نے تخت پر بیٹھنے اور بادشاہ بننے سے انکار کر دیا۔ آخرکار جون سنہ ۱۸۷۰ء میں ہوہنزولرن کے شہزادہ لیوپولڈ نے جو شاہ پرشیا کا بھتیجا تھا اسپین کی بادشاہت منظور کر لی۔ جونہی کہ اس شہزادہ کے تخت اسپین کے منظور

---

[1] جنرل پریم عارضی گورنمنٹ کے پریزیڈنٹ کو میڈرڈ کے شارع عام میں ۲۸ دسمبر سنہ ۱۸۷۰ء کو گولی ماردی گئی جو دو دن کے بعد ۳۰ دسمبر کو زخم شدید کی وجہ سے راہی ملک بقا ہوئے ۱۲۔

کر لینے کی خبر فرانس کی گورنمنٹ کو پہنچی تو وہاں کے سرآوردہ لوگوں کو بڑا غصہ آیا۔ ڈیوک ڈی گرمونٹ اور ایم اولیوئر نے دوران بحث میں نہایت سخت الفاظ زبان سے نکالے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ سلطنت پرشیا کو دھمکی بھی دی گئی کہ اگر شہزادہ لیوپولڈ آف ہوہنزولرن کو تخت اسپین کے منظور کرنے کی اجازت دیگئی تو بہتر نہیں ہوگا۔ فرانس کے اس مخوفانہ رویہ نے تمام یورپ میں ایک بے انتہا جوش پھیلا دیا۔ اور یہ بات زبانزد عام ہوگئی کہ فرانس اور پرشیا میں اب کھٹکنے والی ہے۔ مگر برٹش گورنمنٹ کی عاقلانہ اور معقول صلاح سے یہ معاملہ اصلاح پر آ گیا یعنے پرنس ہوہنزولرن نے تخت اسپین سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اور عوام کو اطمینان ہوگیا کہ اب یورپ میں جنگ کے خطرہ کا احتمال جاتا رہا۔ مگر افسوس یہ اون کو دھوکا ہوا۔ فرنچ گورنمنٹ کے ایک جلسہ میں جسمیں شہنشاہ نپولین والئے فرانس بھی شریک تھے یہ رائے قرار پائی کہ بادشاہ پرشیا سے اسبات کا اقرار لیا جاوے کہ وہ شہزادہ لیوپولڈ کے تخت اسپین کی امیدواری کو آئندہ بھی کبھی منظور نہ کرے گا۔ ایم بینی ڈیٹی فرانسیسی سفیر متعینہ دربار پرشیا کو اسبات کی ہدایتیں فوراً روانہ کی گئیں کہ وہ مفصلہ بالا تجویز کو شاہ پرشیا کے حضور میں گذرانے۔ ایم بینی ڈیٹی نے ہدایتوں کے بموجب یہ تجویز شاہ پرشیا کے حضور میں پیش کی۔ بادشاہ موصوف اس درخواست کو سنکر نہایت غصہ ہوا اور ایسی درخواستوں کے منظور کرنے سے بالکل انکار کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایم بینی ڈیٹی دوبارہ بادشاہ کے حضور میں گیا اور بادشاہ کو اس درخواست کے قبول کرلینے کی ترغیب دی۔ اس پر شاہ پرشیا کو بے انتہا غصہ آیا اور اُس نے فرانسیسی سفیر کو حکم دیا کہ ہمارے سامنے سے چلا جاوے۔

ایم بینی ڈیٹی نے اپنی فضول کوششوں کے نتیجہ سے فرانسیسی گورنمنٹ کو اسیوقت فوراً اطلاع دی اور ۱۵ جنوری ۱۸۷۰ء کو فرانس نے پرشیا کے برخلاف اعلان جنگ دیدیا۔

برٹش گورنمنٹ نے نہایت کوشش کی اور دونوں سلطنتوں کو ہر ایک طور سے سمجھایا کہ کسیطرح سے جنگ ہوا اور آپسمیں سمجھوتہ ہوجاوے۔ مگر اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ دونوں سلطنتوں نے جنگ کی تیاری شروع کردی عموماً خیال کیا جاتا تھا کہ یہ ایک نہایت ہی خوفناک جنگ ہوگی یہ لڑائی ایسی ہی ثابت ہوئی۔

---

؁ ماہ دسمبر ۱۸۷۰ء میں اسپین کی (کورٹس) پارلیمنٹ نے شہزادہ اموڈیس پسر بادشاہ اٹلی کو اسپین کا بادشاہ منتخب کیا اور یہ نیا منتخب بادشاہ ۲ جنوری ۱۸۷۱ء کو میڈرڈ میں داخل ہوا۔ عوام نے نہایت جوش اور تپاک سے اوس کا استقبال کیا۔

۱۹- جولائی ۱۸۷۰ء کو شاہ ولیم نے نارتھ جرمن پارلیمنٹ افتتاح کیا اور تخت کی جانب سے مفصلہ ذیل اسپیچ خود ادا کی -

" شمالی جرمنی تعہد کے معزز جنٹلمین -

جبکہ تمہارے گذشتہ جلسہ میں متعہدہ گورنمنٹ کی جانب سے ہم نے تمہارا خیر مقدم کیا تھا - اُس وقت بڑی خوشی اور شکر کا مقام تھا - چونکہ یورپ کے امن و امان میں کسی قسم کی خلل اندازی ڈالے بغیر - تہذیب کے پھیلانے میں اور ہماری رعایا کے خواہشات کے مطابق جو دلی کوششیں ہم نے کی تھیں اُسکے صلہ میں کامیابی کا انعام ہم کو خداوند کریم کی مدد سے ملگیا تھا - باوجود ایسی طمانیت کے اب متحدہ گورنمنٹوں کو جنگ کا خوف اور اُنپر اُسکا بار ڈالا گیا ہے - آپ کو ایک غیر معمولی اجلاس کے لئے طلب کیا گیا ہے اس سے آپ کو شمل ہمارے [illegible] بات کا یقین ہو جاوے گا کہ شمالی جرمنی تعہد نے قومی فوجوں کی درستی اسقدر محنت سے جو کی ہے تو اس سے کسی کو خطرہ اور خوف میں ڈالنے کا منشا نہیں تھا بلکہ ایک امن عام کی زیادہ تر حفاظت کی وجہ سے ایسا کیا گیا تھا - اور اب جبکہ ہم اپنی قومی فوجوں کو اپنی آزادی کے بچاؤ کے لئے طلب کرتے ہیں تو یہ صرف ہم اپنی عزت اور فرض کے احکام کی تعمیل کے بموجب کرتے ہیں - ایک جرمنی شہزادہ اسپین کے تخت کے لئے نامزد ہونے سے جسکی نامزدگی اور کنارہ کشی سے متحدہ گورنمنٹوں کو کوئی تعلق نہیں ہے شہنشاہ فرانس کو جنگ کرنے کیلئے ایک بہانہ ہاتھ لگ گیا ہے - اور یہ معاملہ سفرا کے ذریعہ سے اس طرح سے کہلایا گیا کہ سفارت کی تاریخوں میں آجتک ایسی کوئی نظیر نہیں ملسکتی ہے اور جبکہ یہ باعث جنگ ہی جاتا رہا یعنے اُس شہزادہ نے کنارہ کشی بھی کرلی تب بھی امن عام میں خلل اندازی ڈالنے کی نیت سے اُسی کے متعلق گفتگو جاری رکھی اور اسی طرح فرانس کے ایک حاکم سابق کے امن میں خلل اندازی کرنے کی بہت سی نظیریں ملتی ہیں - اگر جرمنی نے گذشتہ صدیوں میں اپنے حقوق کے تلف ہونے پر خاموشی اختیار کرلی تھی تو اُس کا سبب یہ تھا کہ جب جرمنی کی طاقت بنی ہوئی تھی - اور منتشر ہو رہی تھی اب جبکہ آجکل جرمنی کی کُل قومیں آزادی کے جنگ کے زمانہ سے متفق ہوتی جاتی ہیں اور اب جرمنی کی فوج ہر طرح سے مکمل اور تیار ہے اور دشمن کے آنے کے لئے کوئی گوشہ فوج سے خالی نہیں چھوڑا ہے لہذا جرمن قوم کی یہ خواہش ہے کہ فرانس کے حملے کی پوری مدافعت کرے - یہ الفاظ ہم نے ازرہ تکبر اور گھمنڈ نہیں کہے ہیں - تمام متعہدہ گورنمنٹوں اور ہم کو اس بات کا یقین کامل ہے کہ فتح اور شکست اُسی واحد کے ہاتھ میں ہے جو لڑائیوں کی قسمت کا فیصلہ کرتا ہے -

سے حاکم سابق نپولین اوّل ہے -

حشر کے دن خدا وند کریم اور تمام مرد مان کے روبرو وہ شخص اس بات کا ذمہ وار ہوگا جس نے کہ یورپ کے درمیان دو ملکوں کی صلح جو قوموں کو آپس میں ایک خونریز جنگ میں بھڑوا دیا ہے۔ اُمید ہے کہ شمال اور جنوب کی سب گورنمنٹیں حفظ حقوق اور آزادی کے لئے پورے طور سے اور جانبازی سے حملہ آوروں سے مقابلہ کرینگی۔ خداوند کریم ہمارے ساتھ ہوگا جسطرح کہ اُس نے ہمارے بزرگان کی مدد کی تھی" منفصلہ بالا تخت کی اسپیچ کے جواب میں شمالی جرمن پارلیمنٹ نے جو ایڈریس دیا وہ حسب ذیل ہے۔

"جس مبارک زبان سے حضور نے ہم کو مخاطب کرکے تقریر فرمائی اُس تقریر نے جرمن قوم میں ایک گونج پیدا کردی ہے اور تمام جرمنیوں کے دلوں میں ایک خیال دوڑ گیا ہے۔ فرانس کی تکبرانہ درخواست کو حضور نے جسطور سے مسترد فرمایا اُس سے تمام قوم کو بڑی خوشی اور بڑا فخر حاصل ہوا۔ جرمن قوم کو اُسی قوم کے ساتھ امن سے رہنا چاہئے کہ جو ہماری آزادی کی عزت کرے۔ فرانس جو خراب بیج بو رہا ہے اُسکا اثر فرانسیسی قوم کو بعد میں معلوم ہوگا۔ ہم اپنے فوجی بھائیوں کی بہادری پر بھروسہ کرکے کہتے ہیں کہ وہ ایک غیر حملہ آور کے آگے کبھی سر نہیں جھکا ئینگے۔ ہم اپنے بہادر بادشاہ پر بھروسہ رکھتے ہیں کہ جسطرح سے وہ اپنے ایام جوانی میں لڑا ہے۔ خدا کی مرضی یہی ہے کہ وہ اپنی ضعیفی عمر میں اس جنگ کو اختتام پر پہنچائے آخر میں ہم کو خداوند کریم پر بھروسہ ہے کہ وہ حملہ آور کی اس خراب جرأت کا اُسکو بدلہ دیگا۔ عوام میں بڑا جوش ہے اور تمام دنیا نے اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ حق بجانب ہمارے ہے کل جرمن قوم میدان جنگ میں ایک دل ہوکر لڑیگی۔ اور عزت اور آزادی اور یورپ کا امن اور عوام کی خوشحالی اسی پر منحصر ہے۔"

۲۰۔ جولائی کے پیرس کے اخبار آفیشیل جرنل میں ہفتہ وار ملکی معاملات پر مفصلہ ذیل آرٹیکل شایع ہوا جس کے پڑھنے سے فرینچ گورنمنٹ کے سرکاری رویّہ کا اندازہ معلوم ہوتا ہے۔

"ہمارے شہنشاہ اور چیمبر اور وزارت اور ملک میں جسقدر دلی اتحاد اور اتفاق ہے وہ اظہر من الشمس ہے کسی قوم کو اپنے شہنشاہ پر اسقدر بھروسہ نہ ہوگا اور نہ شہنشاہ کو اپنی رعایا سے ایسی دلبستگی ہوگی جیسے کہ آجکل ہمارے ملک میں ہے۔ فرانس اپنے حقوق سے واقف ہے اور حب الوطنی کی خوشی میں اُسنے اپنی قسمت اپنی بہادر فوج کے ہاتھ میں دیدی ہے۔ وزیر صیغہ خارجہ نے ۱۵ جولائی کو جو بیان سینٹ کے روبرو کیا اور وزیر عدلت عالیہ نے جو بیان مجلس واضعان قانون کے روبرو کیا۔ اُس سے بڑا اثر ہوا۔ عوام کی رائے نے ایک لمحہ کے واسطے بھی اس امر کی تمیز کرنے میں تامل نہیں کیا کہ اس جنگ کی ذمہ داری اُن لوگوں پر

نہیں ہے جنہوں نے اپنی عزت کے بچاؤ کے لئے اعلان جنگ دیا ہے۔ بلکہ اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں کہ جو بوجہ حرص کے غیر قوم کو خطرہ میں ڈالتے ہیں اور جنہوں نے کہ گورنمنٹوں اور قوموں کے عام فائدوں میں خرابی ڈالی ہے۔ شاہ پرشیا نے اس بات کا خود اقرار کر لیا تھا کہ اُس نے شہزادہ ہوہنزولرن کو تخت اسپین قبول کر لینے کے لئے اختیار دیدیا تھا۔ اُس نے اس خفیہ طور سے ایک ایسا اتحاد کرنا چاہا تھا جو ہمارے اقتدار اور آئندہ حکمت عملیوں کا منافی ہوتا چیمبر کی رائے ہی کہ ہمارے اعتراضات جائز تھے۔ پرشیا کا رویہ جو ڈنمارک کے ساتھ رہا جو کہ ابتک اضلاع شلیسوگ طلب کر رہا ہے۔ اُس پر بھی ہم نے اعتراض نہیں کیا اور جو بموجب عہد نامہ پریگ ڈنمارک کو ملنے چاہئیں اور گذشتہ چار سال سے وہ جنوبی جرمنی سلطنتوں میں جسطرح سے دخل دے رہا ہی اُس پر بھی ہم نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ہم میں جو سلامت روی کی عادت ہے اس وجہ سے ہم ایسی بحث کو نہیں چھیڑتے ہیں جس سے دوسری قومیں دق ہوں۔ گو عہد نامجات اور ثالثی کے بموجب ہم کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہے۔ ہم ملک اسپین سے کچھ نہیں چاہتے اور نہ اُس کی آزادی میں دخل دہی کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے تو صرف پرنس آف ہوہنزولرن کے بارہ میں جسکو ہم جانتے ہیں کہ شاہ پرشیا کا مطیع ہے گفتگو کی تھی اور شاہ پرشیا کو اس بارہ میں ہمارے سفیر نے جائز درخواست دی تھی۔ اور ہمارے مطالبہ زائد نہ تھے۔ ہم نے تو صرف اس بات پر قناعت کر لی تھی کہ پرنس آف ہوہنزولرن نے تخت اسپین سے جو کنارہ کشی کی ہے اُس کی ضمانت دیدیجا دے اور جس حادثہ نے کہ ہم کو واجبی طور سے ایسا مشتعل کر دیا تھا اُس کا آئندہ وقوع نہ ہو وے۔ چونکہ ڈنمارک کی ڈچیوں[۵] (جاگیرات) کے بارہ میں جو معاملہ گذرا ہے وہ اس قابل نہیں ہے کہ فراموش کیا جا سکے۔ فرینک فورٹ میں ۳۰- نومبر ۱۸۵۲ء کو جو عہد نامہ ہوا تھا اُس کے ذریعہ سے اگسٹنبرگ خاندان کے سرگروہ نے ایک شہزادہ کے ایمان اور عزت پر بعوض پندرہ لاکھ ڈالر کے جو ڈنمارک سے اُس نے وصول پائے ڈچیون کے تمام حقوق چھوڑ دئے تھے۔ مگر چند سالوں کے بعد اس شہزادہ کے بیٹے نے ان ڈچیز کی وراثت کا دعویٰ کیا لیکن جو روپیہ اس حقوق چھوڑنے کے عوض میں لیا تھا اُس کو واپس دینے کیلئے کچھ نہیں کہا

۵ - شہنشاہان آسٹریا خاندان اگسٹنبرگ سے ہیں۔ اسی خاندان کے ایک شہزادہ نے یہ ڈچی ڈنمارک کو بیع کر دی تھی۔ مگر قاعدہ ہے کہ شہنشاہوں میں ہوس زیادہ ہوتی ہی شہنشاہ آسٹریا نے پرشیا کی معاونت سے ۱۸۶۴ء میں زبردستی ڈنمارک سے اُنکو فتح کر لیا۔ پرشیا کی نیت بدلگئی اُس نے ان پر قبضہ کرنا چاہا۔ مگر پنچایت نے یہ آسٹریا ہی کو دلائیں۔ اس بات سے آزردہ ہو کر پرشیا نے ۱۸۶۶ء میں آسٹریا کو شکست دیکر اُس سے یہ صوبے لیلئے۔ اس تمثیل کو بیان کرکے فرانس والے یہ ثابت کرنا چاہتی تھی۔ کہ پرشیا بڑا غاصب اور بدعہد ہے۔ مصباح مترجم ۱۲-

خلاصہ یہ کہ تنازعہ حال اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ ایک غیر طاقت نے اپنی عزت وقوت بڑھانے کیلئے جس سے ہماری عزت اور ہمارے فوائد کو نقصان پہنچے۔ یورپ کی موازنہ قوت میں خلل اندازی کرنا چاہا۔ ہم نے تو صرف ایک چیز چاہی تھی۔ کہ ہمارا اس بات سے اطمینان کردیا جاوے کہ آئندہ پھر یہ بات نہ ہوگی۔ ہمارے شہنشاہ کا ابتدا سے یہی خیال ہے اور اس سے زیادہ بالکل نہیں ہے۔ ہمارے سفیر کو جو مراسلہ بھیجا گیا جو مقام ایمس میں شاہ پرشیا سے گفتگو کرنے گیا ہوا تھا اُس کا آخری فقرہ یہ تھا۔ تاکہ کنارہ کشی موثر ہو اسلئے یہ ضروری ہے کہ شاہ بھی اس میں شامل ہوں اور ہم کو اس قسم کا اطمینان دلادیں کہ وہ آئندہ بھی ایسی نامزدگی کا اختیار نہ دینگے۔ اسطرح سے یہ سوال جو ابتدا ہی میں بیان کردیا گیا تھا۔ ہمارے اس سوال کا جواب کیا دیا گیا۔ یہی کہ کانفرنس یعنے سفارتی گفتگو بند کردیگئی۔ کوشی بینی ڈیٹی نے مرسولہ ہدایات پر عمل کرکے ایک لفظ بھی زبان سے ایسا نہیں نکالا تھا کہ جو پرشیا کے لئے متزلزل حیثیت ہو۔ نہایت ادب سے اُس نے شاہ ولیم سے صرف یہ درخواست دی کہ اگر تخت اسپین کسیکو پھر دیا جاوے تو آپ پرنس ہنزولرن کو اس کے منظور کرنیکا اختیار نہ دیں۔ شاہ نے اسبات کو نامنظور کرکے فرانس کی عزت کو نقصان پہونچایا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اپنے ایک ایڈیکانگ کی معرفت ہمارے سفیر کو کہلا دیا کہ ہم سفیر فرانس کو رکھنا نہیں چاہتے اور اس طرح سے ہماری عزت کو صدمہ پہنچایا۔ علاوہ ازیں شاہ پرشیا نے جنگی تیاری شروع کردی ہے اور برلن کی کیبنیٹ نے اپنے تمام سفیران ممالک غیر کو اس مضمون کے تار بھیجے اُس میں فرانس کی نسبت سخت توہینی کلمات استعمال کئے ہیں۔ غصے سے لرزتے ہوئے فرانسیسیوں نے اب اپنا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھا ہے۔ سینٹ اور مجلس وضعان قانون نے اپنی حب الوطنی کا پورا پورا ثبوت دیا ہے جسطرح سے کہ سینٹ کے پریزیڈنٹ نے کہا تھا فرانس اب صرف خدا ہی سے امید رکھتی ہے اور اپنی بہادری سے اپنی فتحمندی کی اُمید ہے"۔

۲۱۔ جولائی کے آفیشل جرنل اخبار میں مفصلۂ ذیل شہنشاہی اعلان تمام فرانسیسی قوم کے نام شایع ہوا۔

"اے فرانسیسی قوم"!

"انسان کی زندگی میں کچھ ایسے موقع بھی ہوتے ہیں جبکہ قوم کی عزت کو نقصان پہنچایا جاوے تو تمام فوائد کو نظرانداز کرکے جان و مال سے ملک کو فائدہ پہنچانا چاہئے اور وہ موقع اب فرانس میں آگیا ہے سلطنت پرشیا نے جسکی جانب ہم نے دوران جنگ ۱۸۶۶ء سے اور بعد ختم جنگ سے ہم نے نہایت دوستی کا رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ ہماری عمدہ خواہشوں اور تحمل کی کچھ قدر نہیں کی۔ اور خوفناک رویہ اختیار کر لینے

اسسے اُس نے ہر چہار جانب بے اطمینانی پھیلادی ہے اور اپنی حفاظت کے لئے اسوجہ سے ہر سلطنت کو اپنی فوج زیادہ کرنے پر مجبور کردیا ہے اور اپنی طرز عمل سے یورپ کو اُس نے لشکرگاہ بنا دیا ہے۔ جہانکہ ہر روز غیر قابل اطمینان حالت ہے اور ہر روز آئندہ کا خوف کیا جاتا ہے کہ خدا جانے کل کیا ہوگا۔ یہ آخری واقعہ جو ہوا ہے اس سے بین الاقوام تعلقات کی کمزوری ظاہر ہے اور اب حالت نازک ہوگئی ہے۔ پرشیا کے اس آخری طرز عمل پر ہم نے اعتراض کیا۔ ہمارے عذرات کی پرشیا نے کچھ پروا نہیں کی۔ اور ہمارے واسطے حقارت آمیز کارروائی شروع کی۔ ہمارے کل ملک کو اس رویہ پر بہت غصہ ہے اور فرانس کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک ایک ہی آواز جنگ جنگ کی گونج رہی ہے۔ اب ہمارے لئے صرف یہ بات باقی ہے کہ ہم اپنی قسمتوں کو ہتھیاروں کے فیصلے پر چھوڑ دیں "

"ہم جرمنی سے جنگ نہیں کرتے۔ جسکی آزادی کا ہم ادب کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ لوگ جنکو قوم جرمنی کہا جاتا ہے اُنہیں اختیار ہے چاہے وہ اپنی قسمتوں کا فیصلہ کسیطرح کریں۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے تئیں مضبوط اور اپنی آئندہ حفاظت کو زیادہ مستحکم کریں۔ عوام کے فوائد مدنظر رکھکر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیشہ کو امن نصیب ہو جاوے اور اُس خطرہ کی حالت کا خاتمہ ہو جاوے جسکے خوف سے تمام قومیں اپنی تمام آمدنی کو فوج اور ہتھیار کی درستی پر صرف کر رہے ہیں"

"اے فرنچ قوم۔ ہم اب اپنے تئیں اپنی بہادر فوج کی اعلےٰ افسری پر مقرر کرتے ہیں جو اپنے فرض کی ادائگی اور حب الوطنی کے جوش سے بھری ہوئی ہے۔ وہ اپنی قدر خود خوب جانتی ہے چونکہ دنیا کی ہر چہار جانب جدھر اُس نے رُخ کیا فتح اُسکے ساتھ ساتھ رہی ہے۔ گو ہمارا فرزند ابھی نوعمر ہے لیکن ہم اُسکو بھی اپنے ہمراہ رکھینگے وہ اپنے فرائض سے بخوبی واقف ہے جو اُسکے نام نے اُسپر مقرر کئے ہیں اور جو لوگ کہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے لڑتے ہیں اُن کے خطروں میں شریک ہونے کا اُس کو فخر ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہماری کوششوں میں برکت دیوے۔ وہ بڑی قوم جو اپنے واجبی حق کی حفاظت کرتی ہے وہ کبھی شکست نہیں پاتی "

راقم۔ نیپولین

شاہ پرشیا کی جانب سے ۲۱۔ جولائی کو اسٹائس انزیگر اخبار میں حسب ذیل شاہی اعلان مشتہر ہوا۔

"ہم معہ کل جرمنی افواج کے ایک خود غرضانہ حملہ کے مدافعت کے لئے تلوار کھینچنے کے لئے مجبور کئے گئے ہیں۔ خداوند کریم اس بات سے خوب آگاہ ہے اور عوام الناس بھی جانتے ہیں کہ ہم نے اپنی جانب سے جنگ

نہیں چھیڑا ہے اور اس خیال سے ہم کو بڑی تسلی ہوتی ہے۔ ہمارا دل طمانیت دیتا ہے کہ خداوند کریم وہی حق کو
سچ کردیگا۔ گو لڑائی بڑے پیمانہ پر ہوگی اور جرمنی کے بہت آدمی ضایع ہونگے اب ہم اُس عالم الغیب کے بھروسہ
پر میدانِ جنگ میں جاتے ہیں اور اُس سے بعاجزی التجا کرتے ہیں کہ وہ ہماری مدد کرے۔ ہم خداوند کریم کا شکر
ادا کرتے ہیں کہ جنگ کا اعلان ہوتے ہی تمام جرمنی قوم کے دلوں میں جوش بھر گیا اور اس خود غرضانہ حملہ پر
اُنھوں نے علانیہ اپنی ناراضگی ظاہر کی اور خداوند کریم پر اُن کو خوشی کے ساتھ یہ بھروسہ ہے کہ وہ فتح اُسی قوم
کو دیگا جو راہ راستی پر ہوگی۔ ہماری رعایا ہمارے ساتھ ہمراہ ہو کر اُسیطرح لڑے گی جسطرح کہ ہمارے والد
مرحوم کے زمانہ میں لڑی تھی یقین ہے کہ رعایا ہمارے ہمراہ ہو کر جانبازی سے لڑکر قوم کے لئے امن کا زمانہ
پھر کردیگی۔ ہم کو اپنے بچپن ہی کے زمانہ سے اس بات کا یقین ہوتا گیا ہے کہ تمام امور کا انحصار اور خاتمہ خداوند
کریم کی مدد پر موقوف ہے۔ ہم کو اُسی پر بھروسہ ہے اور ہم اپنی رعایا سے بھی کہتے ہیں کہ وہ بھی اپنا بھروسہ اُسی معبود پر
رکھیں۔ ہم خداوند کریم کے آگے اُس کے رحم کے لئے سر جھکاتے ہیں اور اپنی رعایا اور ہم وطنوں سے ہم کو امید
ہے کہ وہ بھی ایسا ہی کرینگے۔ اس لئے ہم حکم دیتے ہیں کہ ۲۷ جولائی بُدھ کا دن ہم نے دعا اور عبادت کیلئے
مقرر کیا ہے اُسدن سرکاری اور خانگی سب امور سے الگ ہو کر ہمارے ملک کے تمام گرجاؤں میں دعا مانگی
جاوے اور جب تک جنگ جاری رہے ہمیشہ عبادتوں میں فتح کے لئے دعا مانگی جایا کرے۔ اور یہ کہ ہم اپنے دشمنوں
سے بھی مثل سچے عیسائیوں کے سلوک کریں۔ اور ہم کو خداوند کریم ایک ہمیشہ کے امن کا زمانہ نصیب کرے
جسکی بنیاد جرمنی کی عزت اور آزادی پر مبنی ہو۔

دستخط۔ ولیم

مقام برلن۔ مورخہ ۱۲ جولائی۔ ون موبلر۔

۲۲ جولائی کو پرشیا والوں نے شہر کیل کے قریب جو پل تھا اُس کو بارود سے اُڑا دیا اور پل پر جو برجیاں
بنی ہوئی تھیں وہ اُڑکر دریائے بیدن کے پرلے کنارے پر فرانسیسی علاقہ میں جا گریں۔

۲۷ جولائی کے اسپیز گزٹ میں ایک معاہدہ کا مسودہ شایع ہوا جو کچھ عرصہ گذرا کونٹ مینی ڈیٹی نے کونٹ
بسمارک کو دیدیا تھا۔ اخبار مذکور کو اس معاہدہ کے شایع کرنے کی اجازت دیدی گئی تھی۔ اصل مسودہ جو کونٹ بنی ڈیٹی
کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔ وہ اب برلن کے سرکاری دفتر میں موجود ہے۔ وہو ہذا۔

"شاہ پرشیا اور شہنشاہ فرانس کو یہ بات قرین مصلحت معلوم ہوئی ہے کہ ان ہر دو سلطنتوں میں جو رشتہ اتحاد

اور دوستی ہے وہ اور زیادہ مستحکم کیا جاوے اور ماسوا اس کے دنیا کے امن و امان کے قیام کی حفاظت کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ دونوں ملکوں میں آپسمیں ایسا سمجھوتہ ہوجاوے کہ اُن کے درمیان جو امر آئندہ رشتۂ اتحاد میں واقع ہو آسانی فیصلہ ہوجایا کرے۔ اس غرض سے دونوں سلطنتوں نے ایک معاہدہ کرنے کی خواہش کی ہے اور اس امر کے کرنے کے لئے چند آدمیوں کو اپنی جانب سے ہر ایک سلطنت نے اپنا مختار باختیار کامل مقرر کیا ہے اور اُن کے اتفاق سے حسب ذیل شرائط معاہدہ کے ٹھیرے ہیں :۔

"شرط اوّل۔ آسٹریا اور اُس کے مددگار سلطنتوں سے پرشیا نے جسقدر قطعات ملک جنگ میں حاصل کئے ہیں شہنشاہ فرانس اُسکو منظور کرکے اُس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور شمالی جرمنی تعہد کے قیام کے لئے اُن مفتوحہ ممالک میں جو محکمہ جات یا انتظامات کہ شاہ پرشیا نے تعمیر یا مقرر کرے ہیں یا آئندہ مقرر کرینگے۔ اُس کو شہنشاہ فرانس منظور کرتے ہیں۔ اور اُس کے قیام کے لئے بوقت ضرورت شہنشاہ فرانس شاہ پرشیا کی مدد کے لئے اقرار کرتے ہیں "۔

"شرط دویم۔ شاہ پرشیا اقرار کرتے ہیں کہ فرانس اگر صوبہ لکسمبرگ کو فتح کرے یا اپنی سلطنت میں ملا دے تو شاہ پرشیا اُس کی مدد کرینگے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے شاہ پرشیا شاہ نیدرلینڈ سے عہد و پیمان کرکے شاہ نیدرلینڈ کو اس بات کی ترغیب دینگے کہ وہ ڈچی مذکور کے شاہانہ حقوق شہنشاہ فرانس کو دیدیں اور اُس کے عوض کوئی معقول معاوضہ لیلیں۔ اس کارروائی میں جسقدر روپیہ صرف ہوگا وہ شہنشاہ فرانس ادا کرنے کا اقرار کرتے ہیں "۔

"شرط سوم۔ اگر شمالی جرمنی تعہد کا جنوبی جرمنی ریاستوں سے پھر دوبارہ اتحاد ہوجاوے تو بشرطیکہ اس اتحاد سے آسٹریا الگ رہے۔ شہنشاہ فرانس کو اس اتحاد پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اس اتحاد کے بعد ایک مشترک پارلیمنٹ سب ریاستوں کی ہوگی اور ریاستہائے مذکورہ کے شاہی اختیارات کا پورا لحاظ ہوگا "۔

"شرط چہارم۔ اگر شہنشاہ فرانس ملک بلجیم پر قبضہ کرنا یا اُس کو فتح کرنا چاہینگے تو شاہ پرشیا فرانس کو اپنی فوج سے مدد دینگے۔ اور ایسی حالت میں اگر کوئی دیگر سلطنت فرانس سے جنگ کریگی تو شاہ پرشیا فرانس کو برخلاف ایسی کسی دوسری سلطنت کے بحری اور برّی فوج سے مدد دینگے "۔

"شرط پنجم۔ شاہ پرشیا اور شہنشاہ فرانس آپسمیں معاہدہ کرتے ہیں کہ اگر کسی ملک پر حملہ کرینگے تو شامل ہوکر حملہ کرینگے اور اگر کوئی حملہ کرے تو ہر دو سلطنتیں شامل ہوکر اُس حملہ کی مدافعت کرینگی اور اس معاہدہ کے قیام کیلئے

اقرار کرتے ہیں اور مفصلہ بالا معاہدہ کے بموجب وہ اپنی اپنی سلطنتوں کے اغراض کی حفاظت باہم ملکر کیا کرینگے"

اس مسودۂ معاہدہ کے شایع ہونے سے - انگلینڈ اور دوسری یورپین سلطنتوں میں بڑا جوش عظیم پھیل گیا اور برٹش وزیر صیغۂ خارجیہ نے ایک یادداشت اپنے ہردو سفیران متعینۂ پیرس اور برلن کے پاس ارسال کی اور اُس میں دریافت کیا کہ کونسی سلطنت نے اول یہ مسودۂ معاہدہ لکھا ہے - مگر اس بات کا ٹھیک پتہ نہ لگ سکا کیونکہ فرانس نے کہا کہ پرشیا نے اسے اوّل شایع کیا اور پرشیا نے یہ بیان کیا کہ کونٹ بینی ڈیٹی نے اُس کو تحریر کیا تھا -

جرمنی فوج کی تقرری خاص حسب ذیل نامزد ہوگئی -

شاہ پرشیا - کل فوجی اختیار شاہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا - گویا اپنی فوج کا کمانڈر انچیف مقرر ہوا اور جنرل مولٹکی کو اپنے ہمراہ رکھا - اور ملک کی کل فوج کو تین بڑے بڑے حصوں میں منقسم کرکے ایک حصہ پر اپنے ولیعہد کو افسر اعلےٰ مقرر کیا اور دوسری فوج پر ہزرائل ہائنس پرنس فریڈرک چارلس کو افسر اعلےٰ متعین کیا اور تیسرے حصے پر جنرل شٹائن مٹز کو افسر اعلےٰ مقرر کیا - اور شمالی جرمنی کی کل ریاستوں کی فوجیں اس میں شامل تھیں -

جولائی کے تیسرے ہفتے کے ختم پر ایک بڑی مضبوط فرانسیسی فوج سرحد پر شل محراب کے تھیون ویلی سے سیلی اور بلفورٹ ہوتی ہوئی ووسجز کے جنوبی پہاڑیوں تک مقیم ہوگئی - اوّل فوج جو زیر کمان مارشل میکمہن کی تھی اور جسمیں خاصکر الجیریا کی فوج تھی وہ کچھ عرصہ پہلے ہی جنوب سے روانہ ہوگئی تھی اور اسٹراسبرگ میں اور اُس کے نواح میں جمع ہوگئی تھی - پانچویں اور دوسری (کورز) فوجیں جو زیر کمان جنرل فیلی اور جنرل فروسارڈ کی تھیں جسمیں سے پہلی ٹورس سے آئی تھی اور دوسری چالنز سے آئی تھی لیپچی اور سنیٹ اوائڈ پر مقیم تھیں - جو ہینش پراونس کے کنارہ کنارہ پر رہے - چوتھی کورز کا کمانڈر لاڈمیرالٹ تھا اور تیسرے کورز کا کمانڈر بزین تھا جو مٹز کے قلعہ کے پاس مقیم تھا - چھٹی کو بنڈ کنروبرٹ کے ماتحت تھی جو چالنز سے نانسی کو آرہی تھی اور امپیریل گارڈ کی فوج پیرس سے سرحد کو آرہی تھی - اور جنوب مشرق میں جو ساتویں کورز تھی وہ زیر کمان ڈووے شہر بلفورٹ کے قریب مقیم تھی اور اسجگہ فرانس کی طاقت بہت کم تھی -

فرانس کی فوجوں کی یہ حالت تھی اور جسطریقہ سے کہ وہ جمع ہوئیں سرحد جرمن کی جانب بتدریج

بڑھی جارہی تھیں۔ اور بعض جگہ تو ماہِ جون کے ختم سے پہلے ہی جمع ہوگئی تھیں اس سے یہ بات معلوم ہوتی
ہے کہ اعلان جنگ سے پیشتر ہی فرانس نے پرشیا پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رکھا ہوگا۔ دن پہ دن گذرتا گیا مگر فرانسیسی
فوج اُسی طرح خاموش رہی اور فوج کے ڈویژن بھی حملہ کرنے کے لئے باہم نہیں ملیں اور ابھی تک یہ سونچا جا رہا
تھا کہ کسطرح اور کہاں پر حملہ کیا جاوے۔ اس بات کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ شہنشاہ فرانس کو اب معلوم ہوا
کہ فرانس کی فوج جیسا کہ اُس کو خیال کیا گیا تھا اُس سے بہت کمزور پائی گئی اور کمسریٹ اور رسد رسانی کا انتظام
نہایت ناقص اور خراب تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جنگ کا اعلان دئے ہوئے تین ہفتے گذر گئے اور کوئی حملہ نہیں کیا گیا
اور اس عرصہ میں دشمن کو خاصی مہلت سرحد تک آنے کی مل گئی۔ جبکہ شہنشاہ فرانس سار کے کنارے پر آرام میں
پڑا ہوا تھا اُس کے دشمن لڑائی کے لئے خوب تیاری کر رہے تھے۔ جنگ کا اعلان ہوتے ہی تمام جرمنی ریاستوں
کو یہ حکم بھیجا گیا تھا کہ وہ اپنی اپنی فوجوں کو لڑائی کے لئے تیار رکھیں اور تمام فوجیں حب الوطنی کے جوش میں لڑائی
کے لئے تیار ہوگئیں بحیرۂ شمالی سے دریائے ڈینوب تک اور اس سے نیمن تک پرانے دشمن کے مقابلہ کیواسطے
کل فوج اور عوام لوگ بڑی خوشی سے لڑنے کیلئے تیار ہوگئے۔ اور غیر ممالک میں جو جرمنی آباد تھے۔ وہ بھی لڑائی
میں شامل ہونے کو آمادہ بخوشی ہوگئے۔ اور ہر دیہہ اور شہر میں عام لوگ مسلح ہوکر تجربہ کار افسروں کی ترتیب
میں قواعد وغیرہ کرنے لگے اور لڑائی کے لئے سب تیار ہوگئے۔ اور اسطرح سے باقاعدہ فوج کی مدد کو ایک
اور بڑی فوج تیار ہوگئی اور مغرب کی جانب تمام فوج سرحد فرانس پر ریلوں میں جلد جلد جانے لگی عینی شاہد کا
بیان ہے جولائی کے دوسرے ہفتے سے اخیر جولائی تک جرمنی کی ریلوے لائن پر بے شمار جرمنی فوجیں ہر روز
برابر چلی آتی تھیں۔ اور ہر فوج کے لئے جو جو مقامات مقرر کر دئے گئے تھے وہاں باقاعدہ فوج چلی جارہی تھی۔
اور اسیطرح سے جرمنی کے صوبہ رہائن کے قلعوں میں برابر فوج قلعہ بند الگ ہوتی جاتی تھی۔ دمدمے اور فصیلوں
کی مرمت کی جاتی تھی خندقیں پانی سے بھری جاتی تھیں۔ اور توپیں قلعوں کے برجوں پر چڑھائی جاتی تھیں
تاکہ حملہ آور کا خوب مقابلہ ہوسکے مگر سب سے اوّل دنوں میں ان تینوں بڑی بڑی جرمن فوجوں نے اُس قطعہ
ملک پر قبضہ کر لیا جو رہائن اور موسلی کے درمیان واقعہ ہے اور جو مدتوں تک جرمنی اور فرانسیسی قوم کے درمیان
جنگ گاہ رہا ہے۔ اوّل وہ فوج جس میں ساتویں اور آٹھویں اور کچھ حصہ دسویں کور کا شریک تھا اور جو زیر
کمان جنرل شتائن مٹز تھے۔ شمال سے روانہ ہوکر وادی موسلی کی جانب چلی گئی تھی اور شہر بنجن سے جو ریلوے
لائن آتی تھی اُس کے متوازی متوازی مقیم تھی اور اب وہ سار تک خیمہ زن ہوگئی تھی جہاں سے اُس کا پچھلا

ڈویژن کچھ دور فاصلہ پر تھا۔ فوج دوم جسکے افسر پرنس فریڈرک چارلس تھے اور جو برائے نام شاہ کے زیر کمان
تھے۔ اُس نے دریائے رہائن کو مینہیم اور مینیس پر عبور کر کے ۔اُس قطعہ ملک پر قبضہ کر لیا جو شمالی وسجز اور ہوچ ویلڈ
کے درمیان واقع ہے مگر جسقدر فوج اوّل بڑھگئی تھی یہ تمام فوج اس قدر ملک کے اندر نہ بڑہی تھی۔ مگر اس کا مقدمہ
الجیش سٹائن مٹز کی فوج کے ساتھ شریک ہوگیا تھا اور رہائن لینڈ کا راستہ فوج دوم کے قبضہ میں تھا۔ اس فوج
میں سات کورز شریک تھیں۔ یہ فوج دوم جرمن افواج کی مرکز تھی اور حملہ کرنے اور حملہ روکنے دونوں باتوں کیلئے
یہ تیار تھی تیسری فوج ولیعہد کے زیر کمان تھی جس نے بھی دریائے رہائن کو عبور کر لیا تھا اور اسمیں تین کورز تھیں
اور اُس کے ہمراہ بوبریا کی دو کورز اور بیڈن اور ورٹمبرگ کی کنٹنجنٹ بھی تھیں۔ اور یہ فوج لاٹر تک پہنچ گئی
تھی معلوم ہوتا ہے کہ آل ساس کی سرحد پر فرانسیسی فوج بہت کمزور تھی۔ جنگ کے اعلان کے وقت فرانسیسی
فوج کی آٹھ کورز کی تعداد تین لاکھ پچاس ہزار آدمیوں کی بتلائی جاتی تھی اور توپوں اور گھوڑوں کی تعداد
بھی مناسب تناسب سے ظاہر کیگئی تھی۔ مگر کہتے ہیں کہ ان آٹھ کورز میں مشکل سے تین لاکھ جوان ہونگے۔ ڈرہینش
پر اولنسز کے قریب صرف ۲ کورز ہی قابل جنگ تھیں۔ چونکہ ڈوئے اور کنرو برٹ کی فوجیں ابھی بہت فاصلہ پر
تھیں۔ اسلئے یہ بات مشتبہ ہی کہ فرانسیسی فوج جو تھیون ویلی۔ مٹز اور اسٹراسبرگ کے درمیان خیمہ زن تھی
اُس کی تعداد آیا دو لاکھ بیس ہزار جوان کی ہوگی۔

لیکن یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچگئی کہ اگست کی ۲ اور ۳۔ تاریخ تک جرمنی کی دو لاکھ فوج دریائے سار
اور لاٹر کے پیچھے سرحد فرانس پر پہنچگئی تھی اور رہینش پر اولنسز سے جو شارع عام ملک فرانس میں آتے ہیں
اُس راہ سے اور دو لاکھ جرمنی فوج سرحد فرانس پر آرہی تھی اور اگلی فوج اور اس فوج میں ہر بات کے متعلق
گفتگو ہوا کرتی تھی۔ فرانس کی جانب سے جو توقف ہوا اس سے جرمنی نے فائدہ اٹھاکر رہائن لینڈ میں اپنی
اس قدر فوج لاڈالی کہ فرانس کی فوج سے اُسکا تناسب ۲ اور ایک کا ہوگیا۔ یہ بات فرانسیسی کمانڈروں کی غفلت
اور جرمن کمانڈروں کی ہشیاری اور چالاکی سے عمل میں آئی کہ جرمن کی فوج اور زیادہ مضبوط ہوگئی۔ نقشہ پر
اگر نظر ڈالی جاوے تو معلوم ہوکہ تھیون ویلی سے اسٹراسبرگ کے شمال تک جو فرانسیسی فوج بطور مقدمہ
الجیش پڑی ہوتی تھی وہ بالکل منتشر اور بکھری ہوئی تھی اور مٹز سے جو مدد موقع پر ملتی یہ اُس سے بھی الگ ہوگئی
تھی۔ پس اگر دشمن اُسپر آپڑتا۔ تو اس فوج کا ایک آدمی بھی جاں بر نہ ہوتا۔ دوسری جانب جرمنی کی فوج سار
لوس اور ولسبرگ کے درمیان جمع تھی اور اُسکی مدد کے لئے دیگر فوجیں بہت قریب مقاموں میں موجود تھیں

اور تین ریلوے لائن اور بے شمار سڑکوں پر تقسیم تھیں۔ اور حملہ کرنے کے وقت اس طرح بہت جلد ایک بڑی فوج جرمنی کی فرانس میں داخل ہو سکتی تھی۔ اس بات سے جرمنی کمانڈروں کی لیاقت اور بہادری اور قوت اور عزم کا پتہ لگتا ہے جو کہ فوجی کارروائی میں ضروریات سے ہیں۔

ناظرین کو مختصر طور سے دونوں قوموں کے حالات سے آگاہ کر کے آئندہ اُن لڑائیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو دونوں قوموں میں ہوئیں۔ اور اُن کے کیا کیا بڑے نتیجے نکلے۔ اس سے آگاہی دی جاوے گی۔

# فصل اوّل

## آغازِ جنگ

۲۔ اگست ۱۸۷۰ء کو فرانسیسوں کی جانب سے جنگ کا آغاز ہوا۔ جنرل فروسارڈ کے کور کے ایک دستہ فوج نے شہر ساربروک سے ایک چھوٹی سی پرشیا کی فوج کو ہٹا دیا۔ فرنچ فوج نے پہاڑیوں پر مقیم ہو کے یہاں سے ساربروک نیچے کی جانب عین اُن کی زد میں تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں پرشیا کی فوج کو پسپا کیا تقابلہ بھی بہت ذرا سا ہوا۔ اور حملہ آور کیونکہ آگے نہیں بڑھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بس انہوں نے صرف حملہ کا آغاز کر دیا اور نوئن کرچن کی اس مفید جنگ تقضبہ قبضہ کر کے اُن کی یہ خواہش تھی کہ اس جگہ جو مشرق اور مغرب سے ریلیں آتی ہیں اُن دونوں لائن کا سلسلہ توڑ دیا جائے اور زیادہ تر یہ بات تھی کہ پرنس امپیریل (ولیعہد فرانس) کو جو شہنشاہ فرانس کے ہمراہ اس لڑائی کے اخیر میں یہاں موجود تھا جنگ کی نقل یعنے چھوٹی سی لڑائی کر کے دکھا دیجا وے۔ فرنچ فوج کی جانب سے اس موقعہ پر خوانخوار آلہ حرب میٹرلیوز سے بھی اوّل ہی اول کام لیا گیا (میٹرلیوز ایک قسم کی کئی نال والی توپ تھی جس میں سے گولی اور گولیاں مثل بوچھاڑ کے نکلتی تھیں) اور پرنس امپیریل نے ایکدفعہ اپنے ہاتھ سے اس خونخوار توپ کو فیر کیا۔ تو شہنشاہ فرانس نے شہنشاہ بیگم یوجین کو ایک تار بھیجا اور اسمیں تحریر کیا کہ لوئس (نام ولیعہد فرانس) نے توپ چلانے کا بپتسمہ لیا ہے (مجازاً ابتدائی کام یا آغاز کرنے کو کہتے ہیں) دوسرے روز اس فرنچ لائن میں بالکل خاموشی رہی۔ فوجیں اپنی سابقہ جگہوں پر ہی مقیم رہیں اور کہتے ہیں کہ فرنچ فوج نے ساربروک اور سارلاوس کے درمیان قطعہ ملک کے ایک حصہ میں دشمن کی فوج کی دیکھ بھال بھی کی مگر کسی فرانسیسی جنرل کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ دشمن کے تینوں لشکروں کے کمانڈر سامنے سرحد پر چند میل ہی کے

فاصلہ پر پڑے ہوتے ہیں۔ اور دوسرے روز اُن کو اُس کا خمیازہ اُٹھانا پڑا۔

## جنگ ویسمبرگ

۴۔ اگست کی صبحکو ولیعہد پرشیا کی فوج نے دریائے لاٹر کو عبور کرکے جرنیل میکمہن کی فوج کے ایک حصہ پر جو اپنی کل فوج سے آگے بڑھ آیا تھا اور ویسمبرگ کے پرانے شہر کے نزدیک خیمہ زن تھا حملہ کردیا۔ شہزادہ پرشیا نے مثل ایک عاقل کمانڈر کے کل فوج اکٹھی کرکے حملہ کیا اور اُسکی خواہش تھی کہ دشمن پر یہ ایسا حملہ کیا جاوے کہ قطعی ہوا اور دشمن کو کامل شکست ہو۔ کیونکہ جنگ کے موقعہ پر ایسا ہونا بہت مفید ہوتا ہے شاہزادہ نے ریاست بیڈن کی فوج کے ڈویژن کو اپنے میسرہ پر مقرر کرکے تین ڈویژن فوج سے فرانسیسی فوج پر حملہ کردیا۔ فرنچ فوج بالکل بیخبر تھی اور اُسکو دشمن کے یکایک پڑنے سے تعجب ہوا۔ پرشیا کی فوج چالیس ہزار تھی اور فرانسیسی فوج دس یا بارہ ہزار ہوگی۔ اور نتیجہ وہی ہوا جو ایسی حالت میں ہونا چاہئے تھا یعنی جبکہ تین گُنا زیادہ فوج یکایک دشمن پر حملہ کرے جو لڑائی کے لئے تیار نہو۔ فرانسیسی فوج بے پرواہی سے اپنے کیمپ میں اِدھر اُدھر پڑی ہوئی تھی اور کہتے ہیں کہ صبح کا ناشتا کھا رہی تھی کہ یکایک پرشیا کی فوج نے جنگل میں سے برآمد ہوکر جہاں کہ وہ چھپی ہوئی تھی فرانسیسیوں پر حملہ کردیا۔ اور فرانسیسی فوج کو بالکل منتشر کردیا۔ اور گو فرانسیسی فوج نے تھوڑی دیر تک دلیری سے حملہ کو روکا اور ویسمبرگ کے قریب احاطوں اور مکانوں کی آڑ میں سے لڑتی رہی لیکن دشمن کی فوج کی زیادتی کیوجہ سے وہ گھبرا گئی اور جبکہ پرشیا والوں نے گیس برگ کو اُڑا دیا تو بہت سی فرانسیسی فوج گھبراہٹ میں بھاگ نکلی اور جبکہ جنرل ڈوے اس فوج کا کمانڈر بھی مارا گیا تب باقیماندہ فوج نے بھی راہ گریز اختیار کی۔ اور بھاگتے ہوئے ایک توپ بھی چھوڑ گئے۔ جو پرشیا والوں کے ہاتھ لگی اور پانچسو فوج فرانسیسی قید ہوکر پرشیا والوں کے پاس مقید ہوئے۔

گو ویسمبرگ کی لڑائی سے کوئی مفید نتیجے تو نہیں نکلے لیکن فاتح قوم کے ہتھیاروں کو کامیابی کا وہ خطاب ملگیا جو ابتدائی معرکہ میں بڑے شوق سے دیکھا جایا کرتا ہے۔ ۵۔ اگست کا تمام دن ولیعہد نے اُن فوجوں کے جمع کرنے میں گذارا جو ویسمبرگ سے آگے بڑھ گئی تھیں اور شام ہونے سے پہلے پہلے ایک لاکھ بیس ہزار پرشیا کی فوج ایک جگہ جمع ہوگئی اور سرحد سے اسٹراسبرگ کو جو سڑک عظیم جاتی تھی اُسکے قریب یہ فوج جمع تھی اور بیڈن کی فوج اُس سڑک پر خیمہ زن تھی جو پہلی سڑک کے متوازی لاٹربرگ سے جاتی ہے۔ اگرڈی فیلی پانچویں فرانسیسی کور ز

کے ساتھ دیگر فرانسیسی فوج کو ملا کر جو سامنے پڑی ہوئی تھی جرمنی کی فوج پر حملہ کرتا تو پرشیا کی فوج کو آگے بڑھنے سے روک ہو جاتی - مگر ڈی فیلی نے صرف ایک ڈویژن فوج پہاڑیوں کی پرلی طرف بھیجی جس سے بہت کم فائدہ ہوا اور اپنی تمام فوج لیے ہوئے ایک ہی جگہ پڑا رہا - اور اُدھر جرمنی فوج سب ایک جگہ جمع ہو گئی -

اس اثنا میں مارشل میکمہن نے جو اول فوج کور کے ساتھ جسمیں تھوڑی کمک آکر شریک ہوئی جاتی تھی - شہر ہیگیناکے قریب مقیم تھا اور لارڑ جانے کی تیاریاں کر رہا تھا - ویسمبرگ میں فرانسیسی فوج کی شکست سنکر - اپنی تمام فوج کو بغیر توقف کے جمع کر لیا اور لڑائی کے لیے تیار ہو گیا - اُس نے ایک مضبوط اور بلند مقام تلاش کر کے اپنی فوج کو دریا کے سارے کنارے کنارے شہر ریچ شوفن سے الساس ہاسن تک پھیلا دیا - فرانسیسی میمنہ کی فوج قصبہ ریچ شوفن پر مقیم تھی جو قرب شہر اور پہاڑیوں کی وجہ سے محفوظ جگہ تھی - اور قلب کی فوج اُس مقام میں خیمہ زن تھی جو فروش ویلر اور شہر دوارتھ کے درمیان واقع ہے اور میسرہ الساس ہاسن تک پھیلی ہوئی تھی اس کے قریب ایک گاؤں اور ایک پہاڑی تھی ان پہاڑیوں کی مغرب کی جانب جو میدان پڑا ہوا تھا میکمہن کا مقدمۃ الجیش یہاں بہت مضبوط تھا اور میمنہ اور میسرہ کی فوج محفوظ جگہ پر تھی اور میکمہن کی فوج ایسی جگہ مقیم تھی کہ اگر دشمن حملہ کرتا - تو ہر ایک قسم کی روک اُس کو حائل ہوتی مثلاً احاطہ اور دیہات اور باغات اور ندیاں وغیرہ - پس میکمہن اسی مقام پر دشمن کے حملہ کرنے کا منتظر ہو کر مقیم ہوا - اور معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ بند و بست جنگ کے واسطے لائق کمانڈر کو کرنے چاہئیں وہ اُس نے سب کر لئے میکمہن کی فوج سینتالیس ہزار تھی اور اُس نے اس فوج کو دو قطاروں میں صف آرا کیا - اور سواروں کی فوج الگ فوج محفوظ کے طور پر علیحدہ رکھی -

ولیعہد پرشیا کے پاس بھی دشمن پر حملہ کرنے کے لئے بہت فوج موجود تھی - اُس نے قلب میں دو کور بویریا کی فوج کے اور دو کور پرشیا کی فوج کے رکھے - اور ایک ڈویژن ورٹمبرگ کی فوج کی تھی - غرضکہ ایک لاکھ بیس ہزار فوج اور چار سو توپیں لیکر ولیعہد پرشیا - فرانسیسی سپہ سالار میکمہن کے مقابلہ کے واسطے روانہ ہوا - پرشیا کی فوج نے مجبوراً اپنا رُخ اب دہنی جانب پھیرا اور اسٹراسبرگ کو جو سڑک جاتی ہے اُس سے وہ ذرا علیحدہ کر دئے گئے - اس وجہ سے ۶ - اگست کی صبحکو جرمنی کی فوجیں ذرا دور دور ہو گئی تھیں - اور جبکہ پرشیا کی قلب اور میمنہ فوج کی فرانسیسی فوج سے مڈبھیڑ ہوتی - پرشیا کی فوج کے بہت سے ڈویژن بہت فاصلہ پر دور تھے -

# جنگ وُوارتھ

۶۔ اگست کو دن نکلے کے دو گھنٹے کے بعد پرشیا کی قلب و میمنہ کی سپاہ نے لڑائی شروع کردی
فرانسیسی فوج نے بھی اسکا سختی کے ساتھ جواب دیا جسکی وجہ سے پانچویں پرشیا کورز نے اپنی توپیں بغرض
حفاظت آگے کیں۔ جرمنی کے کمانڈر ابھی تک اپنی فوج کے بڑھکر حملہ کرنے کے منتظر تھے۔ بوبریا کی فوج
نے آگے آگے بڑھکر فرانسیسی میسرہ فوج پر حملہ کرکے اُنہیں پریشان کردیا مگر دس بجے کے قریب یہ بوبریا کی
فوج واپس ہٹنے پر مجبور ہوتی۔ جب یہ فوج پیچھے ہٹ گئی تو پرشیا کی پانچو کورز فرانسیسی فوج کی زد میں آگئی۔
میکمہن نے اس موقع کو پاکر اپنی فوج سے دشمن کی اس تنہا فوج پر حملہ کرکے اُس کو نیست ونابود کرنا چاہا اور
ووارتھ کے قریب دو گھنٹے تک نہایت خونریز لڑائی رہی۔ دونوں فوجیں نہایت بہادری سے لڑیں
لیکن پرشیا کی گیارہویں کورز کے آجانے سے۔ فرانسیسی فوج جو اب کم تعداد تھی مجبوراً پیچھے اپنے مرکز پر
ہٹ آئی۔ اب جرمنی فوج کے آگے بڑھنے کی باری آئی اور پرشیا کی دو کورز نے فروش ویلر کے نزدیک
بلندیوں پر بہادری کے ساتھ حملہ کیا اور بوبریا کی ایک فوج نے فرانسیسی میسرہ فوج پر حملہ کردیا۔ حملہ آور
اُس کی مدافعت دونوں بڑی بہادری سے کی گئی۔ جرمنی کی فوج جبکہ وہ پہاڑیوں پر چڑھنے کا ارادہ
کرتی تھی کئی دفعہ بھاری نقصان کے ساتھ پیچھے ہٹادی گئی۔ فرانسیسی فوج گو تعداد میں بہت کم تھی مگر
اپنی بلند جگہ کی وجہ سے بہت فائدے میں رہی۔ دو بجے جرمنی کی کل فوج لائن میں آگئی اور اب ولیعہد
پرشیا نے دشمن کے قطعی مقابلہ کی ٹھان لی۔ ولیعہد کی فوج میکمہن کی فوج سے اِدھر لڑتی رہی اُدھر بوبریا
کی فوج کو فرانسیسی میمنہ کی فوج پر حملہ کرنے کو روانہ کیا۔ اور بوبریا کی دوسری فوج اور ورٹمبرگ کی فوج کو
دشمن کی میسرہ فوج پر روانہ کیا۔ فرانسیسوں نے جرمنی کی فوج قلب پر نہایت دلیری سے حملہ کیا کہ جرمنی
کی فوج کچھ منتشر ہوگئی لیکن آخرکار فرانسیسی فوج ویلر پر پسپا ہوئی میکمہن نے اب سب حصہ فوج کو اپنی قلب
فوج میں ملایا۔ مگر جرمنی فوج اب حملہ کرتی ہوئی بڑھی آتی تھی یہاں تک کہ فرانسیسی قلب اور میمنہ فوج کی دو
دو الگ الگ حصے ہوگئے۔ جرمنی فوج نے فرانسیسی میسرہ فوج بھی پیچھے ہٹادی یہاں تک کہ شام کے
چھ بجے سے پہلے پہلے وہ فرانسیسی فوج جو ووارتھ کے قریب پہاڑیوں پر بڑی مضبوطی سے مقیم تھی اب جی چھوڑ
کر بھاگنے لگی۔ اور نیڈر برون اور سیودن اور راسٹراسبرگ کو جو سڑکیں جاتی ہیں۔ اُن منتشر ہوکر فرانسیسی

فوج نے راہ گریز اختیار کی۔ جب یہ فرانسیسی فوج بھاگ نکلی تو جرنیل ڈی فیلی کی فرانسیسی فوج نے جو پیچھے سے آگئی تھی جرمنی فوج کا تھوڑی سی دیر تک مقابلہ کیا۔ لیکن فرانسیسی فوج کو یہ کامل اور فاحش شکست ہوئی۔

بیس ہزار سے زیادہ فرانسیسی فوج مقتول اور مجروح اور قیدی ہونے سے کم ہوگئی۔ بتیس توپیں اور چھ مٹریلیوز جرمنیوں کے ہاتھ آئیں۔ اور تھوڑے عرصہ کے لئے میکمہن کی فوج گویا بالکل معدوم ہوگئی۔ لڑائی کا نقشہ اور فرانسیسی اول کورز کا خزانہ فاتح فوج کے ہاتھ لگا اور بہت سا مال نقد اور لیڈیوں کی پوشاکیں اور زیورات جرمنی فوج کو ہاتھ لگے جنکو فرانسیسی فوج بھاگتے ہوئے چھوڑ گئی تھی۔ ایک روزنامہ اخبار کے نامہ نگار نے لڑائی کے ایک دن کے بعد یہ موقع جنگ جا کر دیکھا اور وہ حسب ذیل حالات بیان کرتا ہے۔

"میں نے یہ جنگ گاہ ایسے وقت میں دیکھا کہ مقتول ابھی تک دفن نہیں کئے گئے تھے اور اُن کی تعداد دیکھ کر یہ خیال ہو سکتا ہے کہ لڑائی کیسی خونخوار ہوئی ہوگی۔ شہر ووارتھ ایک زرخیز وادی میں واقع ہے اور اس کے قریب جہاں فرانسیسی فوج مقیم تھی ایک بڑا جنگل ہے جس میں درخت کثرت سے ہیں۔ دریائے بروڈر قصبہ ووارتھ میں ہو کر بہتا ہے جسکے کناروں پر بھی بہت درخت اُگے ہوئے ہیں اور یہ دریا وادی کے مشرق کی طرف ہے۔ اس جگہ جرمنی فوج مقیم تھی جو چپ و راست بہت دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ سڑک کے کنارے پر سپاہیوں کی نوکدار ٹوپیوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور ایک درخت کے نیچے بندوقوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ فرانسیسی توپخانہ نے اس لڑائی میں خوب کام دیا۔ اور گو مختلف جماعتیں جرمنی کشتگان کو ووارتھ کے مشرقی جانب دفن کرنے میں مصروف تھیں۔ مگر اُس کے مغربی جانب بندوقوں کی آواز دو ایک دفعہ آئی۔ یہاں پرشیا اور بویریا کی فوج بہت مضبوطی سے آگے بڑھتی چلی گئی اور فرانسیسیوں کا بہت نقصان ہوا۔ فرانسیسی فوج دشمن کو آگے بڑھنے سے جب روکنے آتی تو اُس کی تمام کی کمپنیاں کٹ جاتی تھیں۔ اس مقام پر جرمنی کی فوج بہت ضایع ہوئی کیونکہ جرمنی کشتگان بھی بہت پڑے ہوئے تھے۔ مگر فرانسیسی مقتولان بکثرت تھے۔ جس راہ سے فرنچ فوج بھاگ گئی تھی وہاں فولادی سینہ بند اور برنجی کلاہ کثرت سے پڑی ہوئی تھیں اور ہر طرف سینکڑوں گھوڑوں کی نعشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور مغربی جانب جنگل کی طرف یہ خوفناک نظارہ اور زیادہ ترہیب تھا۔

افسروں اور سپاہیوں کی نعشیں پڑی ہوئی تھیں۔ خون کے گڈھے بھرے ہوئے تھے۔ قبور اور رائیفل اور کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ فرانسیسی بہت گھبراہٹ سے بھاگے تھے کیونکہ جدھر سے وہ بھاگے تھے ان گاڑیاں اُلٹی ہوئی پڑی ہوئی تھیں اور اسباب سڑک پر پڑا ہوا تھا اور سپاہیوں کے تھیلے پڑے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ اس جگہ فرانسیسی فوج کا بہت نقصان ہوا گو اس وقت تک بہت سے زخمی اُٹھا کر لے گئے تھے تاہم ٹھیک ٹھیک نقصان کا پتہ لگانا ناممکن ہے۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس لڑائی میں دس ہزار فرانسیسی اور سات ہزار جرمنی فوج ماری گئی اور جرمنی والوں نے سات ہزار فرانسیسی فوج کو گرفتار کیا۔ چار ہزار کو لڑائی میں اور تین ہزار کو تعاقب کرکے اسیر کر لیا۔ علاوہ ازیں بہت سی توپیں اور جھنڈے جرمنی والوں کے ہاتھ لگے۔ غرضکہ یہ جنگ وورتھ فرانس کے حق میں بہت خراب ہوئی۔ جب ولیعہد جرمنی اس میدان میں سے گذرا۔ تو جرمنی کے زخمی بخوشی اُٹھے اور خوشی سے چلائے کہ ملک جرمنی ہمیشہ محفوظ رہے۔"

یہ لڑائی فاتح اور مفتوح دونوں کے لئے قابل فخر تھی۔ جرمنی کی فوج تو بے شمار تھی۔ لیکن دوپہر تک اس کو کچھ زیادہ فائدہ نہ ہوا اور کئی گھنٹوں تک فرانسیسیوں کی جگہ بہت مضبوط رہی۔ فرانسیسوں نے نہایت بہادری اور استقلال سے مقابلہ کیا اور باقاعدہ اور چست اور اعلےٰ درجہ کی فوج ہونے کا ثبوت دیا لیکن ختم لڑائی پر اُنمیں خوف کے آثار پائے گئے اور دشمن کی فوج کی بے شمار تعداد دیکھ کر وہ بڑی گھبراہٹ میں بھاگ نکلے۔ شروع شروع میں جرمنی فوج کا حملہ اچھے طور سے نہ تھا۔ فوج الگ الگ ہوگئی تھی اور اگر ڈی فیلی کی فوج بھی آکر میکمہن کی فوج کی شریک ہو جاتی۔ میکمہن کو جرمنی کی قلب فوج پر دو دو دفعہ حملہ کرنے کا موقع ملگیا تھا اگر وہ حملہ کر دیتا تو اس لڑائی کا نتیجہ اور ہی طرح کا نکلتا۔ اس بات کو جرمنی والوں نے بھی مان لیا ہے۔ کہ اگر جرمنی کے سواروں کے رسالے اُس وقت اور بہادری سے لڑتے جس وقت کہ فرانسیسی فوج نے بھاگنے کا ارادہ کیا تھا تو میکمہن کی تمام فوج برباد ہو جاتی اور اگر یہ نہوتا تو بیشک ماری بہت جاتی اور توپخانہ تو بالکل ہی برباد ہو جاتا۔ جس طریقہ سے ولیعہد نے اپنی فوج کو دو طرفہ فرانسیسوں سے لڑایا وہ طریقہ بیشک قابل تعریف ہے گو خطرہ سے خالی نہیں تھا اور گو یہ بات تامل سے کہی جاتی ہے کہ اُس نے احتیاط سے عمل کیا اور اغلباً اُس کو اتنی بڑی فتح کی اُمید نہ تھی مگر تاہم اُس نے مثل اصلی جرنیل کے مضبوطی اور جرأت سے عمل کیا۔ میکمہن نے نہایت ہشیاری اور چستی اور قواعد دانی سے اپنی فوج کو لڑایا

لیکن اُس کو ذرا پہلے بھاگنا چاہئے تھا جبکہ اُس کی دیگر دستہ فوج لڑ رہی تھی تاکہ اتنا نقصان نہ ہوتا۔ سٹر بلیوز کا کیمپن نے اس موقع پر استعمال نہیں کیا۔ یہ شاید اس وجہ سے تھا کہ درختوں اور جنگل کی وجہ سے اُس کا موقع نہیں ہو سکا۔ ورنہ اگر موقع ہوتا تو یہ ہشیار جرنیل موقع کو کب ہاتھ سے جانے دیتا۔ مگر آخری حصہ دن میں فرانسیسوں سے ایک غلطی ہوئی کہ چھٹی کور نے کارسیبر بریگیڈ کو بڑھتے ہوئے جرمنی فوج سے ایسی جگہ مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا کہ جو جگہ رسالہ کے لئے بالکل خراب تھی۔ اور اس وجہ سے یہ اعلیٰ درجہ کا رسالہ بالکل تباہ اور قتل ہو گیا۔

## جنگِ فورباچھ

جبکہ مفصلۂ بالا خونخوار لڑائی فرانسیسی لائن فوج کے میمنہ پر ہو رہی تھی۔ ایک اور لڑائی اُس کی فوج قلب کے قریب دوسرے پہلو پر ہو رہی تھی۔ ۵۔ اگست کو فرانسیسی دوسری کور نے سار بروک کی بلندیوں کو خالی کرنا شروع کیا جس پر تین دن پہلے سے قبضہ کئے ہوئے تھی اور شام ہوتے ہوتے یہ فوج اُس وادی کے قریب جو اس مقام سے فورباچھ کو جاتی ہے پھیل گئی۔ اس لڑائی کا مختصر کاری بیان حسب ذیل ہے۔

۶۔ اگست کی سہ پہر کو، کور ڈی آرمی کا ایک دستہ فوج ہرحن باچھ تک بڑھ گیا جو ساربروک سے بجانب شمال و مغرب ۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور دریائے سار تک جگہ بجگہ اپنی تھوڑی تھوڑی فوج ڈالدی دشمن نے اس سے پہلی رات کو ساربروک کی قواعد کی جگہ خالی کر دی تھی۔

دوپہر کے قریب سواروں کی ڈویژن فوج زیر کمان جنرل رہیں ہین اس قصبہ میں سے گذری۔ سواروں کے دو اہکواڈرن آگے آگے تھے جبوقت کہ وہ پریڈ کے سب سے بلند موقع پر پہنچا اور جنوب سے جبوقت وہ نظر آئے۔ تو اسپیچرن کے نزدیک جو پہاڑیاں ہیں وہاں سے اُن پر فیر کئے گئے۔

یہ قواعد کی پہاڑی ایک وادی کے سرے پر ہے جو فورباچھ اور اسپیچرن تک پھیلی ہوتی ہے اور دوسری جانب اس کے وہ بلندی ہے کہ جو اسپیچرن قصبہ کی وجہ سے اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ پہاڑیاں عمودی طور سے اس وادی سے کئی سو فیٹ بلند ہیں اور ایک قدرتی قلعہ کے طور پر ہیں۔ جو ناممکن الفتح ہے بہت سی برجوں کے طور پر یہ پہاڑ چاروں طرف نکلا ہوا ہے اور بحالت محصور ہونے کے یہ ناقابل التسخیر ہے۔ جو

فرانسیسی افسران کہ اسجگہ گرفتار ہوئے تھے وہ خود یہ بیان کرتے تھے کہ پرشیا والوں کی اس جگہ پر حملہ کرنیکے خیال پر ہم ہنستے تھے۔ فرانسیسی ۲ کورز میں ہر ایک کا یہ خیال تھا کہ اگر اسپیچرن پر حملہ کیا گیا تو تمام محاصرین بالکل تباہ ہو جاوینگے۔

ایک بجے اور ۲ بجے کے درمیان ۱۴ ڈویژن ساربروک پہنچے۔ فوراً جنوب کی طرف روانہ ہو کر اُس وادی میں جو ساربروک اور اسپیچرن کے درمیان واقع ہے ایک مضبوط فرانسیسی فوج سے اُسکی مڈبھیڑ ہوئی اور فوراً فیر کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت جنرل فروسارڈ پھر لوٹا اور اپنی کل فوج سے اسپیچرن پہاڑی پر پھر قابض ہو گیا۔ ۲ کورز کا ایک ڈویژن زیر کمان جنرل بیزین بر موقع اُس کی مدد کو آ گیا۔ ۱۴۔ ڈویژن کو اوّل اوّل تو بڑی تعداد فوج سے مقابلہ کرنا پڑا۔ اس وجہ سے دشمن سے صرف سامنے سے ہی لڑنا بے فائدہ تھا۔

جنرل وان کیمیکی نے اس لئے دشمن کی میسرہ فوج پر شہر اسٹرنگ کی جانب سے الگ حملہ کرنا چاہا لیکن پانچ پلٹن فوج جو اُس نے اس مقصد کے لئے علیحدہ کیں وہ فرانسیسی مضبوط فوج پر کسی قسم کا اثر ڈالنے کے لئے بالکل کمزور تھیں۔ دو دفعہ فرنچ فوج میسرہ پر حملہ کیا گیا لیکن جنرل فروسارڈ نے ہر دفعہ حملہ آوروں کو پسپا کر دیا۔ ۳ بجے کے قریب جبکہ کل فوج ڈویژن مصروف کارزار تھی لڑائی بڑی تیزی سے جاری رہی۔

توپوں کے برابر شلک سے پرشیا کی فوج کے دیگر دستے جو فاصلہ پر تھے ادھر متوجہ ہوئے جنرل بارنیکو کے ماتحت جو ڈویژن تھا وہ سب سے اوّل آ پہنچا۔ اُس کی فوج کے دو توپخانے اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے بہت تیزی سے آ پہنچے۔ اس کے بعد ہی ۴۰ پیدل فوج زیر کمان کرنل رکس اور ۹۔ ہزار کے تین اسکوڈرن آ پہنچے۔ اس وقت ۵۔ ڈویژن کا مقدمۃ الجیش ونٹربرگ پہاڑی پر مقیم نظر آیا۔ جنرل سٹوپ نگل جو اُس روز سلٹ باچ پر مقیم تھے حسب الحکم جنرل آلون سلیبن معہ اپنے کل ڈویژن فوج کے توپوں کی آواز پر یہاں پہنچگئے۔ دو توپخانے سڑک اعظم پر روانہ ہو کے تیزی سے یہاں آئے۔ ساربروک سے نوئن کرچن تک کچھ پیدل فوج بذریعہ ریل بھیجی گئی۔

۳½ بجے جنرل گٹبن کی فوج نے معہ جنرل کیمیکی کے کمکی فوج کی دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ پہاڑی پر جہاں جنگل زیادہ تھا وہاں پر کیا گیا۔ ۴۰ پیدل نے جسکے داہنی جانب ۱۰۔ ڈویژن فوج کی اور بائیں جانب چار پلٹنیں ۵۔ ڈویژن کی تھیں۔ حملہ شروع کیا۔ فوج کے پانچویں اور ۱۶۔ ڈویژنوں کو محفوظ رکھا گیا۔

حملہ نہایت کامیابی سے ختم ہوا۔ جنگل پر قبضہ کر لیا گیا اور فرانسیسی وہاں سے ہٹا دئے گئے۔ حملہ آور دل

سنے اور زیادہ بلندی پر آگے بڑھ کر فرانسیسی فوج کو جنگل کی جنوبی حد تک ہٹا دیا۔ یہاں پر فرانسیسیوں نے مقیم ہو کر توپخانہ اور سوار اور پیدل ملا کر پھر مقابلہ کرنا چاہا۔ مگر جرمنی کی پیدل فوج بالکل نہیں ہٹی اس مقام پر ۵۔ ڈویژن کے توپخانہ نے بڑی بہادری سے کام کیا توپخانہ کی دو باڑیاں ایک تنگ اور خراب پگڈنڈی سے اسپیچرن کی پہاڑی پر چڑھ گئیں۔ اُن کی مدد سے دشمن کا ایک اور نیا حملہ پسپا کیا گیا۔ جرمنی کی میسرہ فوج پر السلنگن اور اسپیچرن کی جانب سے حملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ لیکن ۵۔ ڈویژن نے جو بطور محفوظ فوج کی مقیم تھی اس حملہ کو رد کیا۔ یہ لڑائی جو کئی گھنٹے تک دونوں جانب سے نہایت تہورانہ طور سے ہو رہی تھی اب اس نے اور سخت پہلو اختیار کیا۔ فرانسیسی فوج نے جو تعداد میں بھی زیادہ تھی اب کے کل فوج سے پھر حملہ کرنا چاہا جب سے کہ ہم نے جنگل پر قبضہ کیا تھا فرانسیسی فوج کا یہ تیسرا حملہ تھا۔ لیکن ہماری پیدل اور توپخانہ کے استقلال سے یہ حملہ بھی رد ہوا۔ جس طرح کہ لہر کسی پہاڑ سے ٹکر کھا کر پیچھے ہٹ جاتی ہے اسی طرح سے فرانسیسی پلٹنیں ہماری بہادر فوج نے منتشر کر دیں۔ اس آخری ناکامیابی پر فرانسیسی فوج میں واپس لوٹنے کا بگل ہوا۔ اس لڑائی میں فرانس کی ۲۰ پلٹنیں تھیں اور ایک پوری کور کا توپخانہ تھا اور ایک قابل التسخیر مقام پر مقیم تھی اور پرشیا کی ۲۰ پلٹنیں تھیں اور ایک ڈویژن کا توپخانہ تھا۔ اس پر بھی فرانس کو شکست ہوئی اور پرشیا والوں کے ہاتھ میں میدان رہا یہ ایک بڑی بھاری فتح ہوئی کیونکہ جرمنی والوں کی نسبت فرانس کی سب چیز زیادہ تھی۔ فوج زیادہ تھی۔ توپیں زیادہ تھیں فوج بہت مضبوط جگہ پر مقیم تھی لیکن تاہم جرمنی کی فتح ہوئی رات ہو جانے سے فرانسیسی فوج کو بھاگنے میں زیادہ سہولیت ہو گئی۔ تاکہ بھاگ جانا فوج کا معلوم نہ ہو اسلئے فرانسیسی توپخانہ میدان جنگ کے جنوب میں پہاڑیوں پر مقیم رہا۔ جہاں کہ وہ بہت عرصہ تک متواتر توپیں چلاتا رہا مگر اُس سے فوج جرمنی کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔

یہ میدان جنگ سواروں کے رسالے کے حملے کے لئے بالکل کام کا نہ تھا۔ اس لئے وہ اسمیں شریک نہیں ہو سکے۔ تاہم یہ فتح بڑی مشہور فتحوں میں سے ہوئی۔ جنرل فروسارڈ کے ماتحت جسقدر فوج تھی اُسکی ہمت ٹوٹ گئی تھی۔ اس لئے وہ بالکل منتشر ہو گئی۔ جس راہ سے کہ یہ فوج جلدی سے بھاگی تھی اُس راہ کا پتہ بے شمار گاڑیوں اور سامان اور کپڑے وغیرہ سے جو وہاں پڑا ہوا تھا ملتا تھا۔ فوجی بھگوڑوں سے تمام جنگل بھرا ہوا تھا۔ بہت سا سامان رسد اور ہر قسم کی چیزیں جرمنی والوں کے ہاتھ آئیں۔

جبکہ اسپیچرن پہاڑی پر لڑائی ہو رہی تھی ۱۳۔ ڈویژن پرشیا کی فوج نے دریائے سار کو قصبہ ورڈن پر عبور کر کے فورباچ پر قبضہ کیا۔ خوراک اور رسد اور کپڑوں کے بڑے بڑے انباروں پر قبضہ کیا جرنیل فروسارڈ جو اپنی فوج کو پیچھے ہٹائے لئے جاتا تھا اور جس کی مدد کے لئے جرنیل بیزین کی دو ڈویژن فوج پہاڑی پر آ گئی تھیں۔ اس فوج ۱۳۔ ڈویژن نے فروسارڈ کو جنوب مغرب کی جانب ہٹنے پر مجبور کیا اور جو سڑک کہ شہر سینٹ اوالڈ کو جاتی ہے وہ بالکل صاف کرالی۔

اس لڑائی میں دونوں جانب کا نقصان عظیم ہوا۔ صرف ۵۔ ڈویژن کے ۲۳۰ سپاہی مارے گئے اور ۱۸۰۰ زخمی ہوئے۔ ۱۲ پیدل کے ۲۷ افسر اور ۸۰۰ سپاہی قتل اور زخمی ہوئے اس کے بعد چالیسویں اور آٹھویں اور ۴۸۔ اور ۳۹ اور ۷۴ پلٹنوں کا بہت نقصان ہوا۔ اور توپخانوں کو بھی بڑا نقصان پہنچا توپخانوں کے مقتول اور مجروحوں کی تعداد دونوں جانب برابر تھی۔ غیر مجروح قیدی جو جرمنی والوں نے گرفتار کئے وہ ۲۰۰۰ سے زائد تھے اور ہر گھنٹے بڑھتے جاتے تھے۔ علاوہ اسکے چالیس پل پیپوں کے اور بہت سے خیمے جرمنی والوں کو ملے۔

اس فتح سے جرمنی فوج کی بڑی تعریف ہوئی کیونکہ وہ دن بھر اپنے سے زیادہ تعداد دشمنوں سے لڑتی رہی اور ایک مضبوط جگہ سے دشمن کو مار کر ہٹا دیا۔ گو فرانسیسی بھی تھوڑے عرصہ تک بہت دلیری اور بہادری سے لڑے لیکن وہ بہت قتل ہوئے اور لڑائی کے آخر میں اُن کی ہمت ٹوٹ گئی اور پیچھے ہٹ جانا اُن کے لئے شکست ہو گیا۔ اوّل جرمن ڈویژن کا آگے بڑھنا ذرا وقت سے پہلے تھا لیکن جب لڑائی شروع ہو گئی اُسوقت جنرل کمانڈروں کی تقسیم فوج بالیاقت تھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ حملے کے لئے انہوں نے اچھے موقع تلاش کر لئے تھے بعض عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ جنگل کی آڑ لے کر انہوں نے بڑی عقلمندی سے فرانسیسی میمنہ فوج کو پریشان اور برباد کر دیا۔ دوسری جانب فرانسیسی فوجیں بہت بری طرح صف آرا ہوئی تھیں۔ انہوں نے موقع نکل جانے کے بعد حملہ کیا۔ ۶۔ تاریخ کی دو لڑائیاں جنکو کہ جرمنی والوں نے وورتھ اور فورباچ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ان کے نتیجے سے وہ فاحش غلطی ظاہر ہوتی ہے جو فرانسیسی کمانڈر انچیف نے علم جنگ کے قاعدہ سے کی تھیں اور فرانسیسی فوج کو ایسی خراب جگہ مقیم کر رکھا تھا۔ فرانسیسوں کا اگلا دستہ فوج دو حصے کر دیا گیا تھا۔ اور اُس کے پھر آپس میں ملکر دوبارہ دشمن کی فوج سے مقابلہ کرنے کا شبہ کیا جاتا تھا۔ فرنچ فوج میمنہ زیر کمان میکمہن کوہ وسجز کے پیچھے بحالت انتشار

ایک بددلی کی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ ڈی فیلی کی فوج اُن دو فوجوں کے درمیان تھی جنکو دوار تھا اور فوراً پچھے شکست ہوئی تھی اور وہ اب دشمن کی زد میں تھی۔ فرانسیسی قلب اور میسرہ کی فوج بڑی دور اور ایک دوسری سے فاصلہ پر تھی۔ وہ اور رفوسارڈ کی فوج جو قریب تھی مگر شکست یافتہ یہ سب اس قابل نہ تھیں کہ جرمنی کی فوج کو جو اب شل پل آب کے آگے بڑھی چلی آتی تھی کامیابی سے روک سکیں۔ جرمنی کی فوجیں اب دریائے سار کو عبور کرکے بڑھی جاتی تھیں اور وسجز کی گھاٹیوں میں سے آگے گذر رہی تھیں۔

فرانسیسی فوج کی اس بربادی کی خبر نے تمام قوم میں اور خصوصاً پیرس میں جوش عظیم پیدا کر دیا لوگوں کا ہجوم جمع ہو گیا۔ لیکن کسی قسم کا فساد نہیں ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حب الوطنی کے جوش نے تمام لوگوں کے دلوں کو بھر دیا ہے۔ ۷۔ اگست کی دوپہر کو شہنشاہ بیگم نے مفصلۂ ذیل اعلان پیرس میں شایع کیا:۔

"اے فرانسیسی قوم"

جنگ کے شروع سے اب تک ہماری کوئی فتح نہیں ہوئی۔ ہماری فوج نے بہت نقصان اُٹھایا۔ ہم کو استقلال کے ساتھ اب جلدی سے دشمن کو شکست دینا چاہئے۔ اور ہم میں ایک پارٹی ہو وہ کون۔ پارٹی فرانس۔ اور ہم میں ایک جھنڈا ہونا چاہئے وہ کون سا۔ ہماری قومی عزت کا جھنڈا۔ میں تم لوگوں کے درمیان میں ہوں۔ اور میں اپنا فرض ادا کرنے کو موجود ہوں۔ جہاں کہیں کہ خطرہ کا خوف ہوگا وہاں تم سب مجھکو فرانسیسی علم کی حفاظت کرنے کو سب سے پہلے موجود پاؤگے میں تمام معززین شہر سے کہتی ہوں کہ وہ انتظام کو برپا رکھیں۔ اور جو شخص کہ مخلِ انتظام ہوگا تو وہ گویا ہمارے دشمنوں کا سازشی ہوگا۔

راقم۔ یوجین۔

پیرس میں ایک حالت محاصرہ کا اعلان کر دیا گیا اور وزارت نے ایک اعلان شایع کیا جس کے آخری فقرے حسب ذیل ہیں:۔

جو خبریں کہ جنگ گاہ سے موصول ہوئی ہیں اُن کے دیکھتے اب ہم سب کا فرض ہے کہ ملک کی حفاظت کریں ہم تمام لوگوں کو از راہ حب الوطنی آگاہ کرتے ہیں کہ اب وہ ہمت سے کام لیں۔ چیمبرز کے جمع ہونے کا حکم دیدیا گیا ہے۔ اب ہم کو چاہئے کہ پیرس کو محاصرہ کی حالت میں کر دیں تاکہ فوجی تیاری

کے عمل در آمد میں آسانی ہو جاوے۔ کوئی کمزوری کا نشان یا آپس میں تفرقہ نہ ڈالا جاوے۔ ہمارے وسائل بہت ہیں۔ ہم کو قوت سے لڑنا چاہئے اور تب ملک محفوظ رہے گا۔

۸ اگست کو پیرس میں ایک حکم جاری ہوا کہ نیشنل گارڈ نامی فوج جو یہاں تیار کیگئی ہے اُس میں تیس ۳۰ سے چالیس ۴۰ برس کی عمر والے آدمی جن کے جسم صحت ور ہیں اور جو اس سے پہلے شریک نہیں ہوئے ہیں شریک ہو جاویں۔

۹ اگست کو یہ خبر آئی کہ پرشیا والوں کا ایک لشکر دریائے سار کے کنارہ جمع ہو رہا ہے اور فرانسیسی فوج شہر مٹز کے سامنے جمع ہونی شروع ہوئی ہے۔ اس تاریخ کو پرشیا کے سفیر نے انگلستان کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کئے اور فرانسیسی سفیر کو دستخط کرنے کی اجازت پہنچ گئی۔ اس معاہدہ کا منشا یہ تھا کہ بلجیم جو اس جنگ میں فریقین جنگجو سے علیحدہ رہا ہے اگر اُس پر کسی نے حملہ کیا تو انگلستان دوسرے فریق سے ملکر بلجیم کی حفاظت کے واسطے فریق غدار سے لڑے گا۔ لیکن جنگ کی عام کارروائیوں میں شریک ہونے کا انگلینڈ ذمہ وار نہیں ہے۔ اس روز فرانسیسی چیمبر میں بڑا تماشہ ہوا سخت الفاظ بولے گئے اور بعض ممبروں میں تو گھونسہ بازی تک کی نوبت آگئی۔ ایک ووٹ پاس ہوا کہ وزارت قابل بھروسہ نہیں ہے۔ ایم اولیویٔر اور اُسکے ساتھیوں نے اسپر استعفا داخل کیا اور کونٹی ڈی پالیکاؤ کو نئی وزارت کے بھرتی کرنے کا کام سپرد ہوا۔

۱۰۔ اگست کو پرشیا والوں نے اسٹراسبرگ کا اوّل محاصرہ کیا اور ریلوں پر جو وہاں سے اطراف میں جاتی تھیں قبضہ کر لیا۔ باشندگان شہر نے شہر کو حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔

۱۱۔ اگست کو شاہ پرشیا نے فرانسیسیوں کے نام ایک اعلان شایع کیا جس کا یہ مضمون تھا کہ ہم صرف سپاہیوں اور فوج سے جنگ کر رہے ہیں اور فرانسیسی شہری آدمیوں سے جو لڑائی میں شامل نہیں ہم جنگ نہیں کرتے۔ بلکہ اُنکی عزت مدنظر رکھی جاویگی۔

## فصل دوم

### فرانسیسیوں کو اور شکستیں

جنگ ووارتھ میں خوفناک شکست پاکر میکمہن کی فوج منتشر ہوگئی تھی اور اُس کی فوج میمنہ کا ایک

بڑا حصہ شکستہ دل ہو کر بھاگتا اور اشٹراسبرگ کی طرف بھاگ گیا تھا۔ باقیماندہ فوج اُس کی اُن سڑکوں پر پھیل گئی تھی جو کہ وسجز میں سے گذر کر جنوب کی جانب جاتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مارشل نے بسچی میں پہنچکر ڈی فیلی کی فوج سے شامل ہو جانے کا ارادہ کیا تھا اور شہر نینڈ ربرون پر مقیم ہو جانے کا عزم کر لیا تھا۔ لیکن اُس کی فوج جرمنی والوں کی شکل دیکھتے ہی بھاگ گئی اور وہ جلدی سے سیورن واپس چلا آیا۔ جہاں اپنی بھاگی ہوئی فوج کو جمع کر کے اُس نے جلدی سے مغرب کی جانب کوچ کیا۔ اس عرصہ میں باقیماندہ فرانسیسی فوج نے لورین پر باہمی شریک ہونے کی کوشش کی۔ دشمن کے خوف سے یہ فوجیں اِدھر اُدھر بھاگی بھاگی پھرتی تھیں۔ مگر بوجہ فاصلہ بعید کے جو درمیان اُن کی پہلی لائن کے جو سار پر مقیم تھی اور دوسری لائن کے جو مٹز پر مقیم تھی۔ تھا۔ اس وجہ سے وہ لورین کے راہ پر سے ہٹ گئی۔ ڈی فیلی جو کہ سب سے الگ بسچی میں پڑا ہوا تھا۔ اب اُس لشکر میں پہونچنے کے ناقابل تھا۔ اب اُس نے جنوب کی طرف اس اُمید میں رُخ کیا کہ شاید میکمہن سے ملجاوے۔ بہت خوش قسمتی کی بات ہوتی اگر وہ پانچویں کورز کو جو خطرہ میں تھی بچا سکتا۔ فروسارڈ تو فوزباچ میں شکست پا کر اپنی باقی فوج کے ساتھ مٹز کی طرف چلا گیا تھا۔ اور سینٹ اوالڈ اور دوسرے اچھے مقاموں کو خالی چھوڑ گیا تھا۔ جنرل لا ڈمیرلٹ کی فوج پر ابھی تک گو حملہ نہیں ہوا تھا وہ بھی مصیبت میں تھا وہ بھی معہ ۴۔ کورز کے تھیوں ویلی کو خالی کر کے چلا آیا تھا اور دریائے موزل کے کنارے کنارے مٹز کی جانب جا رہا تھا۔ بے زین کو ۳۔ کورز کے ساتھ مٹز سے آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا تھا تاکہ وہ مقابلہ کے لئے لشکر کو جمع کرے اور وہ شہر نینڈ پر ایک جگہ مقیم ہوا یہ ایک ایسا مقام تھا کہ فرانسیسی فوج کو بڑا نقصان پہنچتا۔ اگر دشمن آکر اُس پر حملہ کر دیتا۔ امپیریل گارڈ فوج مٹز کے قریب اپنی جگہ پر مقیم تھی۔ کروبرٹ کی ۶۔ کورز کا ایک حصہ بڑے قلعہ مٹز کی طرف جا رہا تھا اور باقی ماندہ فوج شہر نانسی پر مقیم تھی۔ ۷۔ کورز یعنے ڈوے کی فوج اپنی جگہ پر مقیم رہی۔ سوائے اُس ڈویژن کے جو وارتھ میں لڑا تھا اور وہ یہاں سے بہت فاصلہ پر تھا۔

فورباچ اور ووارتھ کی لڑائیوں کے تین دن کے بعد فرانسیسی فوج کی مفصلہ بالا کیفیت تھی میکمہن اپنی شکست خوردہ میمنہ فوج کے ساتھ جسکی جانب اب ڈی فیلی آرہا تھا اصل فوج سے بہت فاصلہ پر تھا اور اُس کی میسرہ اور قلب کی فوجیں بھی آپس میں شریک نہ تھیں اور مٹز پر جمع ہوتی جاتی تھیں۔ یہ فوج جو یہاں مقیم تھی اور جس پر فرانس کی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ اس میں تین کورز شامل تھیں یعنی دو شکست یافتہ

کور زا ور کچھ حصہ ۶۔ کور کا جس کی تعداد غالباً ایک لاکھ پچاس ہزار کی تھی اور جس میں چار سو یا پانسو توپیں تھیں اور یہ خوب معلوم تھا کہ بمقابلہ دشمن کی بیشمار فوج کے جو اس سے پہلے سرحد پر فتح پا چکی ہے یہ فوج دشمن کی فوج کے مقابلہ کے لئے بالکل ناکافی ہے۔ اس عرصہ میں جرمنی کی فوج نے میکمہن کی منتشر شدہ فوج کے دستوں کو شکست دی اور قید کیا۔ جرمنی فوج جو تعداد میں دو لاکھ تھی سارے نینڈ کو بڑھی جارہی تھی اور میسرہ پر و لیعہد جرمنی تھا جو وسجز کی گھاٹیوں میں سے گذر کر اس سڑک پر جارہا تھا جو میٹز پہنچی کو جاتی ہے۔ ان حالات میں یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی اگر شہنشاہ فرانس جنہوں نے نینڈ میں بہت سی فوج جمع کر لی تھی بہت جلد میٹز کو واپس لوٹ آتی اور قلعہ کی پناہ میں اپنی باقیماندہ میسرہ اور قلب کی فوج کی صف آرائی کرتے اور یہ بات بہت ہی اچھی ہوتی اگر وہ واپس بہت جلد لوٹ آتی۔ لیکن بد شگونی سے شہنشاہ اپنی تلون مزاجی اور کاہلی سے جلد نہیں لوٹے۔ اور خطرہ جو جلدی سے لوٹ آنے کی حالت میں رفع ہو جاتا پھر سر پر آموجود ہوا۔ ۱۰۔ اور ۱۱۔ اگست تک میٹز پر تمام فرانسیسی فوج سوائے میکمہن۔ ڈی فیلی اور ڈوئے کی فوج کے جمع ہو گئی۔ اور اس جگہ قلعہ میں فوج رکھ کر باقی فوج کو براہ ورڈن چالنز پر بھیجدینا چاہئے تھا جہاں کہ شکست یافتہ میسرہ کی فوج اس فوج سے مل جاتی اور اگر اچھے طور سے صف آرائی کی جاتی تو مارنی اور سین کی لائن کی بھی حفاظت ہو سکتی تھی۔ تین دن بیکار کھو دیئے۔ اس عرصہ میں شہنشاہ میٹز میں پڑے رہے۔ کبھی فوجوں کا معائنہ کرتے کبھی جنگ کے لئے کونسلیں کرتے اور کبھی لڑائی کے نقشے کی تجویزیں سوچتے رہتے۔ ۱۴۔ اگست تک کل فوجیں اپنی جگہ پر مقیم رہیں۔ صرف ۱۴۔ کو یہ حکم دیا گیا کہ موزل کو عبور کر کے آگے بڑھیں۔ یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس توقف کا ذمہ دار کون تھا آیا شہنشاہ تھے یا جنرل بے زین تھا جو کہ کمانڈر انچیف ہو گیا تھا۔ یہ کہدینا کافی ہوگا کہ اس توقف سے فرانس پر بڑی مصیبت پڑی اور فوجوں کی بڑی بربادی ہوئی۔ اس عرصہ میں جرمن کی فوجیں بڑی تیزی سے بڑھی آرہی تھیں اور میٹز پر ولیعہد کی بے شمار فوج جمع ہو گئی۔ ۱۳۔ اگست کو اسٹائن میٹز کی فوج بھی آگئی اور پرنس فریڈرک چارلس کی فوج نے موزل کو پانٹا موسن پر عبور کر لیا اور شمال کی جانب بڑھا آرہا تھا اور اگر فرانس کی فوج اب براہ وردن چالنز پر پیچھے بھی ہٹتی تو پرنس چارلس کی فوج اسکو روک سکتی تھی۔ غرضکہ جرمنی کی دو لاکھ پچاس ہزار فوج معہ آٹھ سو توپوں کے لورین کے قلعہ کے چاروں طرف ملک میں پھیلی پڑی تھی۔

فرانس کی فوج میٹز پر چاروں طرف سے دشمن کے بیچ میں تھی اور اگر چالنز کی طرف اب واپس ہٹتی تو بھی دشمن کا خوف تھا اور اگر میٹز کے آگے روانہ ہوتی تو بھی بے شمار دشمنوں کے حملہ کرنے کا اندیشہ تھا۔ ۱۴ اگست کو فرانسیسی مقدمۃ الجیش نے ورڈن جاتے ہوئے دریائے موزل کو عبور کیا اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے افسروں کو اس بات کا کچھ خیال نہیں رہا کہ جرمنی کی فوج پہلے ہی سے واپس ہٹنے کو روکنے کے لئے پڑی ہوئی ہے۔ شہنشاہ فرانس اس فوج کے ہمراہ تھا اور بغیر کسی قسم کے نقصان کے اس فوج نے میٹز کو خالی کر دیا۔ لیکن میٹز سے تھوڑی دور آگے جا کر قیام کر دیا۔ اور شہنشاہ دوسرے روز آگے روانہ ہو کر چالنز میں پہنچ گئے۔ اور اس چلے جانے سے اُنہوں نے فوج کی کمانڈ چھوڑ دی۔ جو فرانس کی حالت دیکھتے یہ کہنا چاہئے کہ اُن کو یہ کمانڈ نہیں لینی چاہئے تھی مگر کل فرانسیسی فوج ۱۴ تاریخ تک موزل پر نہیں پہنچی۔ فوج کی تیسری کورز یعنی لاڈمیرلٹ کی کورز اور فروسارڈ کی اور ۳ کورز جو بجائے بے زین کے اب جنرل ڈنکین کے زیر کمان تھی۔ یہ سب میٹز کی مشرقی جانب مقیم رہیں اور ۱۴ اگست کی سہ پہر تک ان فوجوں نے کوچ نہیں کیا۔ اس فوج پر پرشیا کی ، کورز اور لشکر دوم کی ایک کورز نے زیر کمان جنرل اسٹائن میٹز حملہ کر دیا۔ فرانسیسی فوج نے دو چار دیہات کے پیچھے قیام کیا اور اپنے گرد اگرد خندقیں کھود لیں۔ فرانسیسی بہت بہادری سے لڑے۔ دمدمے بنا کر اور گڈھے کھود کر اُن کی آڑ میں سے پرشیا والوں کا مقابلہ کیا۔ مگر جرمن والے جو بتدریج آگے بڑھے جاتے تھے اُنہوں نے نہایت عمدہ طور سے آگ برسائی یعنی بندوقیں اور توپیں بہت جلد اور نشانہ باندھ کے فیر کرتے تھے جس کا ثبوت اس سے ہو سکتا ہے کہ جب ایک گڈھا اور دمدمہ پرشیا والوں نے فتح کر لیا تو باوجود اس آڑ کے وہاں پر سات سو اکیاسی فرانسیسی مقتول پائے گئے۔ تین یا چار گھنٹے تک نہایت خونخوار لڑائی رہی حملہ آوروں کا بھی بہت نقصان ہوا چونکہ وہ توپخانہ قلعہ کی زد میں آ گئے تھے اور دوسری جانب فرانسیسی بہادری سے لڑے تھے مگر شام ہوتے ہی فرانسیسی فوج پسپا ہوئی اور قلعہ کی آڑ میں پناہ لی۔ اس سے حملہ آوروں کا مقصد پورا ہو گیا یعنے فرانسیسی فوج اپنی سابقہ جگہ پر مقیم ہو گئی اور ہر گھنٹے جرمنی کی فوج برابر چلی آتی تھی۔

دوسرے روز اور پرشیا کی فوجیں ورڈن کی سڑک پر سے برابر چلی آ رہی تھیں اور شہر میٹز

کی چاروں جانب پھیل گئیں۔ لیکن شاہ کے مراسلوں سے یہ بات ظاہر معلوم ہوتی ہے کہ ابھی تک پوری کامیابی مشتبہ معلوم ہوتی تھی۔ اور فرانسیسی فوج کا واپس ہٹ جانا ناممکن نہ تھا۔ اس اثنا میں بے زین جس کو اب تمام کارروائیوں کا ذمہ دار سمجھنا چاہئے دریائے موزل کو عبور کرکے مٹز کی جانب آرہا تھا اور آگے روانہ ہونے کے لئے فوج کا سامان آگے روانہ کر دیا تھا اور فوج مقدمتہ الجیش سے ملکر شام کے قریب فوج کے دستے مارس لاٹور اور ڈوَن کورٹ تک پھیلائے گئے تھے۔ یہ دونوں شہر اُن دو سڑکوں پر ہیں جو ورڈن اور ایٹین کو جاتی ہیں باقی فوج بے زین کے پیچھے کی جانب مٹز کی طرف پھیلی پڑی تھی۔ ایک ایسے جرنیل کو جس نے پوری لیاقت کا ثبوت دیا ہو الزام دینا نازیبا ہے کہ وہ استقلال کے ساتھ آگے نہیں بڑھا۔ حالانکہ اُس نے ایسے خطرناک موقع پر فوج کا کمانڈ لیا تھا درحقیقت فرانس کے لئے یہ وقت بڑا خطرناک تھا اور اس جرنیل کو اس بات سے واقف ہونا چاہتے تھا کہ پرشیا کی فوج اُس کی جانب چلی آرہی ہے اور اُس کی فوج کے پیچھے ہٹ جانے کو وہ قطعی طور سے روک سکتی ہو اور بے زین جو ۱۲ یا ۱۵ میل اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے چلا تو یہ فاصلہ اُس کی مقصد برآری کے لئے بہت کم تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو خطرہ واقع ہونیوالا تھا اُس سے بے زین آگاہ نہ تھا چونکہ ۱۵ تاریخ کی شب کو یا دوسری صبح اُس نے یہ پیغام بھیجا کہ وہ معہ اپنی کل فوج کے ۱۶۔ تاریخ کو ایٹین میں پہونچ جاویگا یعنے وہ اپنے دشمن کی پہونچ سے باہر ہو جاوے گا۔

## جنگ ویان ویلی

۱۶۔ اگست کو مٹز کے قریب یہ لڑائی واقع ہوتی۔ اور مفصلہ ذیل بیانات اُس شخص نے تحریر کئے ہیں کہ جو اس لڑائی میں موجود تھا:-

آج صبح لشکر دوم دشمن کی دیکھ بھال کے لئے نکلا تھا کہ یکایک اُس کو جنگ پیش آگئی۔ صبح کے پانچ بجے ہم فیان کورٹ سے روانہ ہوئے اور ہم نے خیال کر لیا تھا کہ شکست کھانیکے بعد ہمارا یہ معمولی کوچ ہے کہ یکایک توپخانہ کی چند بیٹریاں اور سواروں کا ایک سکواڈرن ہم سے الگ ہوا اور ہم کو معلوم ہوا کہ مٹز کی جانب دشمن کی دیکھ بھال کے لئے یہ جاتا ہے۔ پرشیا کی فوج

کے محافظ سوار کچھ فاصلہ پر نظر آئے۔ ہم جلدی سے کوچ کر کے ۶۔ ڈویژن کے سواروں کے کیمپ پر
پہنچ گئے جو جنرل کین بار بن کے زیر کمان تھی وہ بھی تیار ہو گیا اور ہم سب ایک چھوٹے سے گاؤں
دیان ویلی کی جانب بڑھے تھوڑی دیر بعد سواروں کی بندوقوں کے فیر ہونے کی آوازیں آنے لگیں اور
سوا نو بجے توپ کے چلنے سے معلوم ہوا کہ لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ پرشیا کی فوج نے لڑائی شروع
کر دی اُس وقت اُس کی تعداد یہ تھی کہ ۶۔ رسالہ تھا اور ایک پیدلوں کا بریگیڈ تھا اور چھ باڑیاں
توپخانہ کی تھیں۔ اور ہماری فوج پرشیا کی فوج سے چار گُنا زیادہ تھی۔ توپوں کا چلنا اب متواتر
شروع ہو گیا اور پرشیا کی فوج نے بشکل نصف دائرہ کے آگے بڑھنا شروع کیا۔ فرانسیسی فوج اپنی
میسرہ کی جانب سے ذرا پیچھے ہٹ گئی اور معلوم ہوا کہ دیان ویلی پر مقیم ہو گی جہاں بلندیوں پر اُن کا
توپخانہ موجود تھا اس کا جواب پرشیا والوں نے یہ دیا کہ وہ بھی پیچھے ہٹنے لگے۔ گیارہ بجے پیدلوں کے
اول بریگیڈ کی آٹھ پلٹنیں زیر کمان جنرل لھین ٹریلیوز کی برستی ہوئی آگ کے سامنے بڑھیں
پرشیا والوں کی نسبت فرانسیسی توپیں بہت جلد جلد چلتی تھیں۔ لیکن اس سے نقصان کم ہوتا تھا ایک
موقع پر فرانسیسی اور پرشیا کے توپخانوں کا مقابلہ ہو گیا۔ اور فرانسیسی توپخانہ سے سات گولے جتنی
دیر میں چلتے اتنی دیر میں پرشیا کے توپخانہ سے تین گولے چلتے تھے۔ لیکن اس تین بار کے فیر ہی
سے فرانسیسی توپخانہ بالکل خاموش ہو گیا۔ میں نے بعد ختم لڑائی اس امر کا ایک توپخانہ کے افسر سے
ذکر کیا اور آپ نے میری کلام کی من وعن تصدیق کی۔ میمنہ اور میسرہ سب جانب کے پیادے لڑائی
میں مصروف تھے کہ ہزار کی ایک رجمنٹ سواران معہ توپخانہ کے ایک بارٹی کے گھوڑے دوڑاتی
ہوئی آئی اور گاؤں کا چکر دے کر میسرہ کی جانب پیادگان سے لڑائی میں مصروف ہو گئی یہ ایک
بہت خوشنما نظارہ تھا مگر جبکہ یہ جوش اور گرد و غبار جاتا رہا تو بہت سے لال کوٹ اور گھوڑوں
کی نعشیں زمین پر نظر آنے لگیں اور مجھے اس بات کا یقین ہوا کہ آج کل رسالہ سواران کو بغیر
پیادگان اور توپخانہ کی مدد کے پیادوں کی لڑائی کے لئے بھیجنا گویا اُن کو موت کے مُنہ
میں بھیج دینا ہے۔

فوج ڈریگون رسالہ کا ایک اسکوڈرن زیر کمان پرنس وچن اشاٹن لڑائی میں شریک تھا
اور اُس میں سے نصف سے زیادہ سوار میدان جنگ میں کام آئے۔ پرشیا کے توپخانہ نے ایک

چھوٹی سی پہاڑی پر مقیم ہو کے فرانسیسی فوج پر بہت صحیح نشانہ سے گولہ باری شروع کی اُس سے گھبرا کر فرانسیسی میمنہ فوج نے پھر پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ لڑائی کے آغاز سے اسوقت تک یہی معلوم ہوتا رہا کہ ہماری فوج دشمن کے مقابلہ کے لئے بہت کم ہے۔ ہماری ایک فوج اسوقت تک نہیں آئی اور اُس کا بہت انتظار تھا۔

اسوقت تک ہر سپاہی کی یہ رائے تھی کہ فرانسیسوں نے نہایت قابل تعریف طور سے آگ برسائی اور بمقابلہ جنگ حال کی گولہ باری کے ۱۸۷۰ء کی جنگ کی آتشباری مثل بچوں کے کھیل کی تھی۔ اور علاوہ ازیں وہ کہتے تھے کہ فرانسیسی جسقدر آج جمے ہیں۔ اتنے استقلال سے آجتک نہیں لڑے تھے۔ لیکن بوجہ پیادوں کی کمی کے سواروں کو جو پیدلوں اور توپخانہ سے لڑنا پڑا۔ اس وجہ سے سواروں کی بہت بڑی تعداد ماری گئی۔ ایک رجمنٹ یعنے ۷۔ کیرلسیر فوج کو توپخانہ کی ایک باٹری پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا اور وہ توپخانہ کے اوپر جا پڑی اُس میں ایک جوان انگریز بھی تھا جس نے پرشیا کی فوج میں نوکری کر لی تھی اور ابھی اُس کو لفٹنٹی کا عہدہ ملا تھا وہ سب سے پہلے توپخانہ پر جا پڑا۔ رجمنٹ میں کل آدمی تین سو تھے لیکن نتیجہ بہت خراب رہا۔ جبکہ میں نے دوبارہ اس رجمنٹ کو دیکھا تو اُس میں مشکل سے سو آدمی ہی باقی رہے تھے۔ ½ ۲ بجے محفوظ توپخانہ بھی بُلا لیا گیا اور اب توپوں کا بہت جلد جلد چلنا شروع ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت آفتاب بھی آدمیوں کا فوج ہونا دیکھنے کے لئے ہمارے بہت قریب آ گیا تھا کیونکہ گرمی کی وہ شدت تھی کہ بیان سے باہر ہے اور ہر جانب سے یہی آواز کان میں آئی تھی کہ پانی۔ پانی۔ خدا کے لئے رحم کر کے پانی پلا دو۔ بیماروں کے اُٹھانے کے لئے جسقدر آدمی مقرر تھے وہ اپنا کام نہایت جلدی اور عمدگی سے کر رہے تھے۔ لڑائی کے میدان سے فوج کے بڑھنے یا اور کسی سبب سے آگ کے برسنے کے کم ہوتے ہی یہ لوگ اپنے رحم والے کام پر جاتے تھے اور بیمار کو گاڑی میں ڈالکر لاتے تھے ایک گھنٹہ تک لڑائی اور برابر جاری رہی اور اس عرصہ میں بہت سی فوج گرفتار بھی ہو گئی تھی۔ پونے چار بجے پرشیا والوں نے اپنے حملہ کو بدلا اور میسرہ سے حملہ موقوف کر کے میمنہ فوج کی جانب سے ۵ پلٹنیں ایک پہاڑی کے پیچھے چلی گئیں اور تھوڑی ہی دیر کے لئے دونوں جانب آتشباری موقوف ہو گئی۔ اور گیارہ گھنٹے کے کچھ اور لڑائی کے بعد یہ کوئی تعجب کی بات نہیں معلوم ہوتی۔ ۵ بجے کے قریب ۶ سویں کور لڑائی کے لئے پھر بڑھی۔

اب دونوں جانب سے پھر آگ تیزی سے برسنی شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ پاؤ ویل تک فرانسیسی فوج پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن لڑائی کے آخر تک وہ وہاں مقیم رہی۔ شام کے وقت جرمنی رسالہ کو پیدلوں پر حملہ کرنے کا پھر حکم دیا گیا۔ لیکن اس حملہ میں سواروں کا بہت نقصان ہوا۔ چونکہ آٹھ بج چکے تھے اور کچھ نظر نہ آتا تھا جب رسالہ واپس آیا تو بہت سے گھوڑوں پر سوار موجود نہ تھے۔ ۱۶۔ اگست کی یہ لڑائی ہے جس پر مارشل بے زین نے فرانسیسیوں کی فتح کا دعویٰ کیا۔ گو یہ بات ضرور ہے کہ فرانسیسیوں کی نسبت جرمنی والوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا لیکن فرانس کے دو جھنڈے اور سات توپیں جرمنی والوں کے ہاتھ لگیں اور دو ہزار فرانسیسی قید ہوئے اور یہ سب باتیں فتح ظاہر نہیں کرتیں۔ علاوہ اس کے فرانسیسیوں کا پسپا ہونا رک دیا گیا تھا اور وہ قصبات ویان ویلی اور ڈون کورٹ سے جو ورڈن اور اشین کی سڑک پر واقع ہیں ہٹنے پر مجبور کر دیئے گئے تھے اور مجبوراً ان کو مٹز کی جانب جانا پڑا اور جرمنی کی فوج کے لئے اب چالنز جانے کو رستہ صاف تھا۔ مارشل مذکور نے اپنے لفٹنٹوں کو بھی یقین دلایا کہ ۱۶۔ تاریخ کو ہماری فتح ہوئی اور فرانسیسی فوج جو واپس پیچھے ہٹی تھی تو اس کے پاس گولا اور بارود سامان جنگ ختم ہو گیا تھا اس وجہ سے ہٹی تھی یہ الفاظ مارشل نے کہکر سپاہیوں کی ڈھارس بندھائی۔ اس کی پاس فوج کی ۴۔ کورز تھی جنکی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی اول اس کو یہ چاہیے تھا کہ کوئی مضبوط جگہ تلاش کر کے باستقلال دشمن سے لڑتا تاکہ چالنز جانے میں اس کو آسانی ہو جائی اس کو ایسی جگہ ان میدانوں میں ملی جہاں کہ نالے کثرت سے تھے اور تھوڑی دور پر جنگل تھا اور یہ جنگل ایک گاؤں گریولٹ نامی سے شمال مشرق کی طرف شہر راویٹ لامان ٹگینی تک اس سڑک کے برابر پھیلا ہوا تھا جو شہر مٹز سے سرحد کو جاتی ہے۔ ۱۷۔ اگست کو مارشل اپنی فوج کو اس لائن پر مقیم کرنے میں مصروف رہا اور نہایت عقلمندی سے فوج کی حفاظت کے انتظام کرتا رہا۔ فرانسیسی فوج میسرہ نے گریولٹ گاؤں پر اسجگہ قبضہ کیا تھا کہ جہاں اشین اور ورڈن کی سڑکوں کا اتصال ہوا ہے اور جہاں سے مٹز کو سڑک اعظم جاتی ہے اس جگہ ایک بلند مقام پر فرانسیسی فوج مقیم ہوئی۔ جس کے نیچے جنگل تھا اور چاروں طرف کا ملک اس بلندی پر سے دکھتا تھا اور سامنے خندقیں کھودی تھیں اور توپخانہ مقیم تھا اور پیچھے ایک فرانسیسی قلعہ موسوم بہ سینٹ کوئنٹن تھا۔ ان وجوہات سے یہ مقام ناممکن الفتح معلوم ہوتا تھا۔ فرانسیسی فوج قلب گو اس قدر مضبوط نہ تھی مگر بلند مقام پر مقیم تھی اور اس کے سامنے دشمن کے

آنے کے لئے بہت سی رکاوٹیں تھیں اور اُس کے بھی چاروں طرف خندق کھودی گئی تھی۔ بے زین نے اس مضبوط مقام گریولٹ پر ایک لاکھ دس ہزار فوج ٹھیرائی اور مٹز کے قریب بیس ہزار فوج محفوظ رکھی۔

اس انتظام سے فرانسیسی کمانڈر کی ہشیاری اور چالاکی معلوم ہوتی ہے اور بیشک اور دوسرا شخص بھی اس سے زاید بندوبست نہ کرسکتا۔ جبکہ بے زین یہ تیاریاں بچاؤ کی کررہا تھا۔ جرمن کمانڈر حملہ کرنے کا بندوبست کررہے تھے۔ ۱۷۔ اگست کو تمام فوج پونٹ اے موسون سے روانہ ہو کر ایک لائن میں آگئی تھی اور ورڈن اور ایٹین کی سڑکوں پر شہر روزن ویلی سے شمال کی جانب ڈون کارٹ تک قبضہ کئے ہوئے تھی اور اس کے علاوہ جو فوج مٹز پر تھی وہ اس کی مدد پر اور تھی جرمنی کے جرنیلوں کے پاس اب ۹۔ کورز تھیں اور ایک حصہ ۱۰۔ کورز کا تھا اور اور فوج کمک کے لئے آگئی تھی اس وجہ سے جرمنی کی کُل فوج کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار کی تھی اور یہ فرانسیسی فوج سے مقابلہ کرنے کو کافی تھی۔ کیونکہ گریولٹ پر فرانسیسی فوج میسرہ بہت مضبوط جگہ مقیم تھی۔ اور پرشیا والوں کو یہ جگہ فتح کرنا بہت مشکل کام تھا۔ اس وجہ سے پرشیا والوں نے اپنے لشکر عظیم کا ایک بڑا حصہ بے زین کی فوج کے مقابلہ کے لئے بھیجا تاکہ حملہ کرکے اُس کو دوسری جانب لوٹا دیں اور اس عرصہ میں میسرہ پر بھی حملہ جاری رکھکر فرانسیسی فوج پر دباؤ ڈالنے کا ارادہ کیا۔ تاکہ فرانسیسی اس دباؤ سے اگر ایٹین اور ورڈن کی سڑکیں چھوڑکر شہر مٹز کی جانب بڑھیں تو وہاں جو پرشیا کا توپخانہ مقیم ہے وہ گولہ باری کرکے فرانسیسی فوج کو بالکل تباہ کردے۔ جرمنی کمانڈروں کی یہ تجویز تھی۔ اور بے زین کی فوج کے مقابلہ کے لئے اُنھوں نے ۵ کورز بھیجیں اور ۳ کورز فرانسیسی میسرہ فوج سے لڑنے کے لئے رکھیں۔ اور ایک کور زسالم اور دوسری کورز کا ایک حصہ فوج سرحد سے خط و کتابت جاری رکھنے کے لئے مٹز کی مشرق میں محفوظ رکھا۔

## جنگ گریولٹ

اس خونریز جنگ کی بابت جرمنی سرکاری بیان حسب ذیل ہے:۔

۱۸۔ اگست کی صبح کو ہمارے دونوں لشکروں کا مقام اس طرح تھا کہ ۷۔ کورز تو قصبہ گریولٹ کے جنوب میں مقیم تھی اور ۸۔ کورز اور اوّل رسالہ سواران کا ڈویژن قصبہ ریزن ویلی کے جنوب میں تھا

اوّل کورز اور تیسرے رسالہ سواروں کا ڈویژن شہر سٹز کے مقابل دریائے موزل کے داہنے کنارے مقیم تھے۔ یہ کل فوجیں لشکر اوّل کہلاتی تھیں اور شہر بوئے ڈی واکس سے گریولٹ تک پھیلی ہوئی تھیں اور اس لشکر اوّل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اگر لشکر دوم پر دشمن حملہ کرے تو یہ اس کی مدد کرے۔ لشکر دوم جس کا ایک حصّہ لشکر اوّل کے قریب رہا کرتا تھا وہ ورڈن کی سڑک کے شمال کی طرف جاتا تھا اور اُس کی فوجیں حسب ذیل مقاموں پر متعین تھیں۔ ۱۲۔ کورز ڈی آرمی کو قصبہ مارس لاٹورس سے قصبہ جارنی تک کارروائی کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور فوج گاردس کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ مارس لاٹوس اور ویان ویلی کے بیچ میں سے ڈوون کورٹ کی جانب بڑھے۔ اور نویں کورز کو یہ حکم تھا کہ سڑک اعظم کو شہر ریزون ویلی پر عبور کرکے شہر کالری فرم کی جانب کوچ کرے جو شہر سینٹ مارسل کے شمال میں ہے۔ یہ تینوں کورز اوّل لائن میں تھیں اور ان مقامات متذکرہ بالا پر قبضہ کرنے سے سڑک اعظم پر ان کا قبضہ ہوجاتا اس فوج کی روانگی سے پہلے سکینی اور پرشیا کے رسالوں نے کوچ کیا۔ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اگر دشمن نے اپنے مقام سے کوچ نہ کیا ہو تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ دشمن سٹز کے سامنے مقیم ہوگیا ہے اور پھر تینوں کورز داہنی جانب پھر جاویں اور اول اور دوم دونوں لشکر حملہ کرنے کو بڑھ جاویں۔ دوسری لائن میں ۳۔ اور ۱۰۔ کورز ڈی آرمی کی فوج تھی جو شہر پونٹ ای موسن سے رات کے دو بجے روانہ ہوگئی تھی اور شہر بگر زیز کی جانب بڑھی جارہی تھی۔ ۱۰ ½ بجے صبح کے ہم کو معلوم ہوا کہ دشمن نے کوچ نہیں کیا اور شہر سٹز کے سامنے جو آخری سلسلہ پہاڑیوں کا ہے اُس پر مقیم ہے۔ اُس وقت لشکر دوم کو یہ حکم دیا گیا کہ داہنی جانب سے ذرا ہٹ کر اور تھوڑی دور لشکر اوّل سے رہکر اپنی قلب فوج کو شہر ورنی ویلی اور امان ویلرز کی طرف کوچ کرنے کا حکم دے۔ جب یہ فوج اُس جانب چلی جاوے اُس کے بعد دشمن کی فوج میمنہ پر اور سامنے کی فوج پر حملہ کردیا جاوے۔

سب سے پہلے نویں کورز ڈی آرمی کو دشمن کی فوج کا مقدمۃ الجیش ملا۔ بارہ بجے کے قریب شہر ورنی ویلی کے قرب و نواح میں توپیں چلنے کی آوازیں آنے لگیں اور اس سے معلوم ہوا کہ وہ فوج لڑائی میں مصروف ہے اس لئے لشکر اوّل کو حکم دیا گیا کہ اپنے توپخانہ سے دشمن کے سامنے کی فوج پر گولہ باری کرے۔ لشکر اوّل نے سوا بجے کے قریب اپنے آہستہ مگر پورے نشانہ والے گولوں سے لی پاوَنٹ ڈی جور پہاڑ کی دشمن کی فوج پر گولہ باری شروع کی۔ فرانسیسوں نے اس کا جواب اپنے بے شمار توپخانہ سے دیا۔ توپوں

کی گرج میں شریلیوز کی آواز صاف طور سے خوب پہچانی جاتی تھی۔ درمیان دو اور ۳ بجے کے پیادہ دوں کو لڑائی میں بلایا گیا۔ اب یہ معلوم ہو گیا کہ دشمن کی تمام فوج اُن پہاڑیوں پر مقیم ہے جو قصبہ سینٹ سیری آچینی سے قصبہ سینٹ ایل تک پھیلی ہوئی ہیں اور قصبہ بوتس لاکسی سے قصبہ پاؤنٹ ڈی جوڑ کی سڑک اعظم کے اتصال تک برابر چلی گئی ہیں۔ دشمن کی یہ جگہ بڑی مضبوط تھی۔ پہاڑیوں کی بلند چوٹیوں پر قلعے تھے اور دمدمے اور گڑھے کھود کر فوج اُن میں بٹھا دی تھی اور ایک کے ذرا اوپر آگے ایک دمدمے اس طور سے بنائے تھے جیسے کسی کے تماشے میں جگہیں بنائی جاتی ہیں۔ ہم ان پہاڑیوں پر اوّل سے قبضہ نہیں کر سکے کیونکہ ہم کو شمال اور مشرق دونوں جانب لڑائی کی تیاریوں میں مصروف رہنا پڑا۔ اور ہماری بہت سی فوج مشرق کی جانب بھی جب بڑھی جب ہم کو معلوم ہو گیا کہ فرانسیسی بھی بجانب شمال نہیں جاوینگے اور اسی وجہ سے فرانسیسی فوج کے میمنہ والے دستہ کو ہم چاروں طرف سے نہیں گھیر سکے۔ اب سوائے اس کے کہ اس مضبوط جگہ پر حملہ کر دیا جاوے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ یہ لڑائی بڑی دیر تک ہوتی رہی اور بہت سخت لڑائی تھی یکینی کی فوج نے فرانسیسی میسرہ فوج پر حملہ کیا اور فوج گارڈ قصبہ سینٹ سیری آچینی کے پاس لڑتی رہی اور بعد اس کے سینٹ پریوٹ لاماںٹگینی کی پہاڑی پر اور بعد ازاں اسی نام کے قصبہ پر اور ڈون کارٹ پر فرانسیسوں سے لڑی۔ علاوہ ازیں قصبہ سینٹ ایل کی داہنی جانب قصبات ہوبن ویلی۔ بوئس ڈی لاکسی اور برنی ویلی کے شمال کی جانب جو سڑک سڑنے سے ورڈن کو جاتی ہے۔ ان سب مقامات پر فوج گارڈ کا کچھ حصہ اور نویں کور زمشغول کارزار رہی۔ قصبہ گریولٹ اور بوئس ڈی واکس سے دریائے موزل کے کنارے تک ۷۔ اور ۸۔ کورز لڑتی تھیں اور اوّل کورز کا ایک بریگیڈ اس دریا کے پرلے کنارے سے فرانسیسوں پر گولہ باری کر رہا تھا۔ فرانسیسوں کی تمام فوج سوائے سیکھن اور ڈی فیلی۔ کی تھوڑی سی فوجوں کے یہاں جمع ہو گئے تھے۔ ہماری لاثانی بہادر فوج نے آخر کار یہ پہاڑیاں فتح کر لیں۔ رات کے ہوتے ہی ہماری فوج نے تمام فرانسیسی فوج کو پسپا کر دیا۔ ہماری فوج میسرہ یعنے دو کورز ڈی آرمی جو گذشتہ رات کے دو بجے سے کوچ کرتی ہوئی آئی تھی اور آتے ہی لڑائی میں شریک ہو گئی۔ اس فتح میں اس فوج سے بڑی مدد ملی۔

۸½ بجے رات کے جبکہ بالکل اندھیرا ہو گیا یہ لڑائی ختم ہوئی۔ رات کو شکست خوردہ فرانسیسی اپنے اُس لشکر گاہ میں شہر میٹز کو چلے گئے جہاں خندقیں کھود رکھی تھیں۔ لیکن بے شمار فرانسیسی زخمی ہی

اور فوج کے دستے میدان کارزار میں موجود تھے۔ شاہ پرشیا نے جو اس لڑائی میں فوج کی کمان پر تھے
اور آخری حصہ لڑائی کے وقت ایک پہاڑی پر سے جنگ کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ ریزن ویلی کو اب اپنا ہیڈ کوارٹر
(صدر مقام) مقرر کیا۔ ہمارا نقصان اس جنگ میں بہت ہوا۔ اس لڑائی میں فرانسیسی گرفتار بھی کم ہوئے
جس کی یہ وجہ ہوئی کہ قلعہ کے قریب کی وجہ سے تعاقب کرنا ناممکن تھا۔ اس لڑائی میں فرانسیسی فوج کا
پیرس سے تعلق خط و کتابت چھٹ گیا۔ یہ ایک بڑی مشہور فتح ہے اور ہم کو زیادہ تر خوشی یہ اور ہوئی
کہ اس لڑائی میں پرشیا اور سیکسنی اور ہشیا کی فوج شانہ بشانہ ہو کر دشمنوں سے لڑے۔ جرمنی فوج کی یہ
تجویز تھی کہ جنرل بے زین کی فوج میسرہ پر چند گھنٹے تک حملہ جاری رکھا جاوے تاکہ نویں اور بارہویں
کور اور فوج گارڈ شامل ہو کر فرانسیسی میمنہ فوج پر حملہ کردیں۔ اس وجہ سے فرانسیسی میسرہ فوج کے مقابلہ پر بہت
فوج روانہ کی گئی۔ بارہویں کور نے فرانسیسی میمنہ فوج کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔ دوپہر کے بعد قصبہ مدنی ویلی
کے دونوں جانب جو فرانسیسی فوج مقیم تھی وہاں سے ہٹ گئی اور جرمنی کی فوج نے ان دونوں جگہوں
پر قبضہ کر لیا اور اسی عرصہ میں ۷۔ اور ۸۔ کور نے جو فرانسیسوں سے لڑتی ہوئی جنوب میں بہت بڑھ گئی
تھی قصبہ گریولٹ پر قبضہ کر لیا شام ہونے کے قریب جرمنی فوج کی دوسری کور نے گریولٹ کی شرقی
جانب سے فرانسیسوں پر آخری حملہ کر دیا۔ اور اس وقت فرانسیسی فوج اپنے قلعوں کی آڑ میں پیچھے ہٹنے پر
مجبور ہوئی۔ اور جرمنی فوج آگے بڑھی گئی۔ ۱۸۔ اگست کی یہ بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ اس میں فرانسیسی فوج
کے اُنیس ہزار آدمی ضایع ہوئے اور جرمنی فوج کا جس قدر نقصان ہوا اُس کے سُننے سے جرمنی میں
ماتم ہو گیا۔ چونکہ اس لڑائی میں جرمنی کے پچیس ہزار سپاہی قتل ہوئے۔ اس سے فرانسیسی فوج کی بہادری
اور بے زین کی عقلمندی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ فرانس کی فوج بمقابلہ فوج جرمن کے تعداد میں
بہت کم تھی اور کئی دفعہ شکست پا چکی تھی مگر یہاں اُس نے اپنے دشمنوں کو سخت صدمہ پہنچایا۔ اس مارشل
نے اپنی فوج کو بالکل مدافعانہ کارروائی پر محدود رکھا۔ اور فرانسیسوں نے از خود کوئی حملہ جرمنی کی فوج پر نہیں
کیا۔ اس لئے فرانسیسوں کو ہر دفعہ شکست ہی ہوئی تھی جرمنی فوج نے جو لمبے لمبے کوچ کئے۔ گو موقع تو ایسا
ہی تھا مگر یہ بات خطرہ سے خالی نہ تھی۔ فرانسیسی فوج پر گریولٹ میں جو حملہ کیا گیا۔ اس حملہ میں جانوں کا
بیحد نقصان ہوا۔ اور خاصکر رسالہ سواران کا تو ناس ہو گیا۔ گو جرمنی کی فتح ہوئی۔ مگر جنرل اشٹائن مٹز
کا جو جرمنی فوج کی کمانڈ پر تھا۔ بوجہ اس قدر نقصان جانوں کے شکریہ اس فتح کا ادا نہیں کیا گیا۔

مارشل بے زین نے یہ لڑائی ایسی عاقلانہ تدبیر سے کی کہ جرمنی والوں کا بیحد نقصان ہوا۔ اب تمام فرانسیسی فوج سٹز کی جانب پسپا ہو گئی۔ اور جرمنی فوج نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ چالنز کے جانے کا رستہ اور اٹین اور وردن کی سڑکیں اب سب جرمنی فوج کے قبضہ میں تھیں۔ فرانسیسی فوج جو اب چاروں طرف سے گھر گئی تھی اب اُس کو نکلنے کا صرف ایک چارہ تھا کہ اپنے دشمن پر جسکی تعداد بہت زیادہ تھی فتح پا کر نکل جائے۔ بے زین کی فوج اب اسطرح گھر گئی تھی کہ فرانس کی دوسری اور فوج سے اُس کے خط و کتابت وغیرہ سب بند ہو گئے تھے اور سٹز کے قلعہ میں یہ فوج محصو ہو گئی۔ اب اُس کے لئے صرف دو چارۂ کار تھے۔ یا تو وہ دشمنوں میں سے راستہ چیر کر نکل جاوے اور یا اپنے تئیں جرمنی فوج کے حوالہ کر دے۔

اخبار کولون گزٹ کے مشہور نامہ نگار ہانس ویچن ہوزن نامی نے اس ۱۶۔ اگست کے معرکۂ کارزار کا حال میدان جنگ سے مفصلۂ ذیل تحریر کیا تھا:-

یہ لڑائی بڑی خوفناک ہوئی اور جہاں کہیں ہماری جرمنی فوج بڑھی اُس کے پیچھے بربادی ہی کے آثار نظر آتے تھے۔ میدان جنگ گویا ذبح خانہ ہو گیا تھا۔ نعشوں سے تمام میدان بھرا ہوا ہے۔ فرانسیسی فوج کے لال پاجامے اور سفید اور چمکدار ٹوپیوں سے میدان بھرا ہوا تھا۔ فرانسیسی دفتر فوج سے سفید کاغذ کے سیکڑوں ورق میدان میں اُڑتے پھرتے تھے اور مثل بگلوں کے معلوم ہوتے تھے جبکہ وہ ہوا میں اُڑتے تھے۔ ہتھیار دھوپ میں چمک رہے تھے لیکن جنکے ہتھیار تھے وہ موت کے مُنہ میں چلے گئے تھے۔ مقتول سپاہیوں کی آنکھیں جلی ہوئی تھیں اور سینے کھُلے ہوئے پڑے تھے معلوم ہوتا تھا گویا خدا سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آدمی کی ہاتھ میں ہمارے قتل کے لئے بجلی کیوں دیدی تھی۔ فلہرکورز کی جانب جو سڑک جاتی ہے جب میں اُس پر مُڑا۔ تو مجھے بہت خوفناک نظارہ نظر پڑا۔ فرانسیسوں کی نعشوں کے ڈھیر کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں فرانسیسی ایک ایک انچہ زمین کیواسطے نہایت بہادری سے لڑ لڑ کر پیچھے ہٹتے تھے۔ ہماری جرمنی سپاہیوں کی نعشیں بھی ان میں کہیں کہیں پڑی ہوئی تھیں۔ گھوڑوں کی نعشوں اور ٹوٹے ہوئے ہتھیاروں۔ خیموں۔ چوبوں۔ چبوتروں۔ بندوقوں اور توپوں اور سپاہیوں کی نعشوں سے میدان جنگ بالکل بھرا ہوا تھا۔ مقتول سپاہیوں کی آنکھیں خوفناک طور سے کھلی ہوئی تھیں جنکو کسی محبتی ہاتھ نے بند نہیں کیا تھا۔ گذشتہ سب لڑائیوں

سے یہ لڑائی سخت تھی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ زمانہ میں ایسے خوفناک ہتھیار نہ تھے جو اب آدمی کی تباہی کے لئے ایجاد کئے گئے ہیں۔سوئی دار کارتوسی بندوق نے بہت جانوں کا نقصان فرانسیسی فوج میں کیا اور چیساپو بندوق سے جرمنی کی فوج کا بہت نقصان ہوا۔جرمنی فوج کے نقصان کی جو فہرست تیار ہوئی ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرمنی کا بیحد نقصان ہوا۔مٹز سے ورڈن کو جو سڑک جاتی ہے اُسپر سخت معرکہ ہوا۔مُردوں کی نعشیں پڑی ہوئی تھیں اور اُن کی وردی سے فوراً معلوم ہوجاتا تھا کہ یہ سپاہی فلاں فوج کا تھا۔گاڑیاں بہت سی ٹوٹی ہوئی پڑی تھیں۔تھیون ویلی اور ریزن ویلی دیہات میں بھی نقصان جانوں کا ہوا تھا۔یہاں پر فرانسیسی اور جرمنی ڈاکٹر اپنے کاموں میں مصروف دیکھے جاتے تھے۔زخمیوں کی گاڑیوں اور پلنگوں سے سڑک بھری ہوئی تھی۔خون کے گڈھے کے گڈھے بھرے ہوئے تھے اور گاڑیوں میں سے زخمیوں کے چہرے زرد اور سفید نظر آتے تھے۔مُردہ سپاہیوں کو گلیوں میں سے لیجا رہے تھے۔گو ہم کو فتح حاصل ہوئی ہے لیکن جرمنی کو یہ گراں فتح بے انتہا خون کے عوض ہوئی ہے۔معلوم نہیں کہ یہ جنگ کب ختم ہوگی۔گو اب جنگ سے دونوں قومیں نفرت کرتی ہیں۔مگر لڑتے برابر جاتی ہیں اور کسی کی جانب سے جنگ کا اختتام نہیں کیا جاتا ہے۔بندوق ابھی کامل طور سے آدمی کی جان لے لیتی ہے جنگ کے بعد ان ہتھیاروں میں اور بھی زیادہ ترقی کی جاویگی تاکہ انسان کی جان کی اور زیادہ جلدی سے بربادی ہوا کرے۔اُس وقت خدا جانے یہ ہتھیار اور کیا غضب ڈھاوینگے۔جرمنی کے سپاہی بڑی بہادری سے لڑے۔شروع شروع میں تو وہ اس لڑائی کو کچھ خیال ہی نہیں کرتے تھے۔اُن کا مقولہ تھا کہ یہ صرف ذرا سا سخت کام ہے لیکن اب جبکہ اُن کو روزمرہ لڑائی کرنا پڑی تو اُن کا مقولہ ہے کہ ہر لڑائی میں موت یقینی ہے اور صرف موت ہی سے فتح حاصل ہوسکتی ہے۔افسران فوج جب ایک دوسرے سے دوستانہ طور پر ملا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ آہا ابتک آپ زندہ ہیں۔خدا جانے یہ لڑائی کب ختم ہوگی جبکہ ابھی سے رجمنٹ کم ہوتی ہوتی پلٹنیں رہ گئی ہیں اور پلٹنیں کم ہوتی ہوتی کمپنیاں رہ گئی ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ جب تک دونوں قومیں خوب تھک نہ جاویں گی یہ لڑائی ختم نہ ہوگی۔ہماری بہادر فوجیں فرانسیسی فوج کو روز شکست دیکر مقاموں پر مقام چھینے جاتی ہیں۔

# فصل سوم

## اسٹراسبرگ کا محاصرہ مختلف حالات جنگ۔ جنگ بیومونٹ اور جنگ گارگنن

معلوم ہوتا ہے کہ ۴۔ ۱ور ۱۶۔ ۱۰ ور ۱۸۔ اگست کو فرانسیسی فوج کو جو فاحش شکستیں ہوئیں۔ اس سے مارشل بے زین کو بڑا صدمہ ہوا۔ کیونکہ ۱۸۔ تاریخ کی لڑائی کے خونخوار نتیجے کی پیرس میں کوئی اطلاع نہیں پہونچی۔

۱۹۔ اگست کو پرشیا والوں نے شہر اسٹراسبرگ پر گولہ باری شروع کردی۔ اس شہر کے قلعہ کی فوج نے جو زیر کمان جنرل اُہرچ تھی محاصرین پر گولہ باری کرکے اُن کو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ ۲۰۔ اگست کو شہر فالسبرگ کے قلعہ نے جو وسجز کی پہاڑیوں میں ہے۔ اپنے تئیں پرشیا والوں کو بچند شرائط سپرد کردیا۔ شہر میٹز اور چالنز کے درمیان خط وکتابت کا راستہ فرانسیسوں کے لئے بالکل مسدود اور بند ہوگیا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ شہر چالنز کو شہنشاہ فرانس نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنا رکھا تھا۔ اور شہنشاہ معہ پرنس امپیریل (ولیعہد فرانس) کے وہاں اب مقیم تھے۔ کونٹ ڈی پالیکاؤ وزیر اعظم فرانس نے مجلس پارلیمنٹ فرانس کو یہ اطلاع دی کہ "۱۸۔ اگست کو پرشیا والوں کو فرانسیسی فوج پر حملہ کرکے کچھ ایسا بہت زیادہ فائدہ نہیں ہوا اور پرشیا کی فوج کو شہر جاؤمونٹ کی کھانوں (معدن) کی جانب بھگا دیا گیا ہے"

چونکہ فرانسیسی میمنہ کی فوج قتل ہونے سے بچ گئی تھی اور اب از سر نو جمع کی جا رہی تھی گو یہ فوج میسرہ اور قلب فرانسیسی فوج میں مقام میٹز پر شامل نہو سکی۔ اسی اثنا میں ولیعہد پرشیا کی فوجیں کوہ وسجز کے دروں میں سے گذر رہی تھیں۔ بتاریخ ۱۷۔ اگست اس شاہزادہ کی فوج کوہ وسجز کو عبور کرکے اس سڑک اعظم پر پہونچی جو شہر سٹرنی برگ کو جاتی ہے لیکن پیدل فوج شاہزادہ کی ابھی نہیں آئی تھی اور ۱۷۔ اگست تک دریائے موزل کے کنارے شہر نانسی پر مقیم رہی گو شاہزادہ کی فوج کا رسالہ سواران آگے بڑھ کر چیمپکنی کے میدانوں سے بھی آگے بڑھ گیا تھا۔ ۲۱۔ اگست کو مکمین جسکے ساتھ ڈی فیلی کی فوج شریک ہوگئی تھی اپنی فوج کے ہمراہ یکایک چالنز سے روانہ ہوکر شہر ریلینز میں آگیا جہاں کہ ایک کونسل جنگ منعقد ہوئی تھی۔ اور اس بات کے محرک یا تو مارشل مکمین کی رگ حمیت

تھی کہ اُس نے اپنے ساتھی بے زین کو مصیبت سے چھٹکارا دلانے کا ارادہ کر لیا ہوگا یا یہ بات
ہو گی کہ اُس کو خفیہ طور سے اطلاع ملی ہو گی کہ اگر معہ فوج پیچھے ہٹ کر پیرس کو واپس آنا پڑا تو بڑا
خوف ملک میں پھیل جائے گا اور یہ بھی خوف تھا کہ کہیں اس پیرس میں واپس جانے سے قوم
فرانسیس شہنشاہ کو معزول نہ کر دے۔ اسلئے اس کو یہ ترغیب دی گئی کہ شہر مٹز کو جا کر بے زین کی
فوج کے ساتھ شریک ہو کر جو ۱۸۔ اگست سے محصور ہے جرمنی کی فوج پر حملہ کر دے۔ ۲۲۔ اگست
کو میکمہن کے لشکر نے بجانب شمال کوچ کرنا شروع کر دیا اور شہنشاہ فرانس نے معہ پرنس امپیریل
کے اس لشکر کے پیچھے پیچھے کوچ کیا جرمنی کے کمانڈروں کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ میکمہن
جرمنی فوج کے حملہ کا انتظار کر رہا ہوگا یا پیرس میں واپس جانے کا ارادہ کر رہا ہوگا۔ لیکن جبکہ اُن کو
یہ اطلاع ملی کہ وہ شہر ریم کی طرف شمال کی جانب جا رہا ہے تو کچھ عرصہ تک اُنھوں نے اس بات کا
یقین نہیں کیا مگر کچھ عرصہ بعد جب اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو ون مولٹکی کمانڈر انچیف جرمنی نے
مارشل کے ارادہ کو فوراً تاڑ لیا اور اُس کے تدارک کی تیاریاں کرنے لگا۔ کہ اگر ولیعہد سیکسنی کی
فوج دریائے میوز کے کنارہ کنارہ جاوے تو اُس کے راستہ میں میکمہن کی فوج سے ضرور مڈبھیڑ
ہو گی اور بر تقدیر اگر ولیعہد پرشیا کی فوج بھی میکمہن کی فوج کے قریب آ جاوے تو اس صورت میں
سرحد پر فرانسیسی فوج چاروں طرف سے جرمنی فوج سے گھر جاوے گی۔ اسلئے افواج جرمنی کو یہی حکم
دیا گیا کہ وہ شمال کی جانب بڑھیں اور ۲۶۔ اگست کو ولیعہد سیکسنی دریائے میوز کی جانب شہر سٹینی
کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ بڑھا جا رہا تھا اور ولیعہد پرشیا اپنی فوج کے ساتھ بڑے بڑے کوچ
کر کے شہر کلرمونٹ۔ اور گرینڈ اور سی اُپ سے بھی گذر گیا تھا اس اُمید میں کہ میکمہن کی فوج کے پچھلے
حصہ پر جبکہ وہ مشرق کی جانب جا رہا ہو حملہ کر دیا جاوے۔ جبکہ ولیعہد سیکسنی حسب الحکم شاہ جرمنی کے شہر
بارلی ڈیوک کی طرف ولیعہد پرشیا کی فوج کی داہنی جانب ہو کر جا رہا تھا تو میکمہن نے اس بات کا ضرور
خیال کیا ہوگا کہ اب جرمنی کی تمام فوج کو چیر کر نکلنا ناممکن ہو گیا ہے میکمہن جو شہر واؤزیر اور گرینڈپری
اور وارینس کی جانب جا رہا تھا۔ اس سے اُس کا مقصد یہ تھا کہ شہر ورڈن میں جا کر مقیم ہو جائے لیکن
مٹز میں جو فوج محصور تھی اُس فوج کا اس کو بہت خیال تھا جبکہ ولیعہد پرشیا معہ اپنی فوج کے شہر سٹینی
کے سامنے میکمہن سے لڑائی کرنے کے لئے خیمہ زن ہوا تو میکمہن نے اپنی فوج کو ایسی ہشیاری سے

صف آرا کیا تھا کہ جرمنی کی ۵ کوروز کے کمانڈر نے یہ رپورٹ کی کہ چونکہ میرے سامنے دشمن کی فوج کے تین ڈویژن صف آرا ہیں اسلئے میری فوج حملہ کرنے کے لئے پوری نہیں ہے لیکن میکمہن اس وقت درحقیقت شہر سیڈان کے قریب جانے کے لئے اپنی فوج کو دریائے میوز سے جلدی جلدی پار اتار رہا تھا اور اگر وہ توپخانہ اور ریٹر یلیوز کو آگے رکھکر ہشیاری سے اپنی یہ کارروائی نہ چھپاتا اور دشمن کو دھوکہ نہ دیتا تو اس وقت اُسپر وہی مصیبت پڑتی جو چند دنوں کے بعد اس پر پڑی اور جسمیں انتہا جانوں کا نقصان ہوا میکمہن کا ارادہ مغرب کی جانب جانے کا تھا مگر جرمنی کی فوج دباؤ ڈالتے ڈالتے اُس کو مشرق اور جنوب کی جانب ہٹاتی جارہی تھی اور اس طرح سے وہ شہر مٹز سے دور ہوجاتا تھا - اب اُس نے ایک مضبوط جگہ پسند کرکے دریائے میوز کے جنوبی کنارہ پر قیام کرلیا لیکن اُسکے اس قیام سے چار روز پہلے جرمنی جنرل ملو متھل نے نقشہ پر انگلی رکھکر یہ تبلادیا تھا کہ اگر میکمہن نے اس جگہ پر قیام کرلیا تو اُس کی تمام فوج برباد ہوجاوے گی اور درحقیقت ایسا ہی ہوا - اس لڑائی کی خوفناک کیفیت اور اُس کے نتیجوں سے آئندہ فصل میں اطلاع دیجاویگی -

۲۲ - اگست کو جرمنی کی فوج نے شہر مٹز کو بالکل گھیر لیا اور تھیون ویلی اور مونٹ میڈی اور مٹز کے درمیان آمدورفت کا راستہ بالکل مسدود کردیا -

۲۴ - اگست کو یہ بات سرکاری طور پر مشتہر کی گئی کہ جرمنی کی فوج جو اسٹراسبرگ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے اس میں سے فوج پیدل نے شہر کہل کے توپخانہ کی مدد سے قلعہ اسٹراسبرگ سے ہزار گز کے فاصلہ پر دمدمے بناکر اُس میں قیام کرکے اپنی اس کارروائی میں کامیاب ہوگئی ہے اور ریلوے اسٹیشن پر بغیر کسی قسم کے نقصان کے قابض ہوگئی ہے - شہر کی داہنی جانب کی فصیل پر گولے برسا کے اُسکو توڑ ڈالا ہے اور سلحہ خانہ برباد کردیا گیا ہے - شہر کہل میں قلعہ سے آگ برسا کر بہت سے گھر جلادئے گئے ہیں - ۲۵ - اگست کو جرمنی فوج اور آگے بڑھی اور قلعہ اسٹراسبرگ سے چار سو یا پانسو گز کے فاصلہ پر پہونچ گئی ہے - شہر میں بہت سی عمارتیں جلاکر خاکستر کردی گئیں -

۲۵ - اگست کو جنرل ٹروچو نے پیرس میں یہ حکم جاری کیا کہ تمام مفلس لوگ جنکے پاس کھانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے پیرس سے نکلجاویں اسلئے کہ اُن کی موجودگی سے عوام کی ذلت اور مال کو خطرہ ہے وزیر داخلیہ فرانس کے پاس ۲۵ - اگست کو شہر ورڈن کے حاکم کی جانب سے مفصلۂ ذیل اطلاع پہونچی

۷ - اگست کو صبح کے نو بجے پرشیا کی ایک فوج نے جسکی تعداد آٹھ ہزار یا دس ہزار ہو گی اور جو زیر کمان ولیعہد بیکسنی کی تھی شہر ورڈن پر حملہ کیا۔ توپخانہ اور پیدل جنکی تعداد چار ہزار ہو گی مصروف کارزار رہی۔ تین گھنٹے تک مقابلہ رہا۔ اس عرصہ میں تین سو شل (ایک قسم کا گولہ) شہر میں پھینکے گئے۔ ہمارے توپخانہ سے پرشیا والوں کا بہت نقصان ہوا۔ بعدازاں پرشیا والے پیچھے ہٹ گئے۔ ہماری جانب سے پانچ آدمی مارے گئے۔ بیماروں کے لئے جو شفاخانہ گاڑیوں میں تھا پرشیا والوں نے اُس پر بندوقیں چلائیں۔ ہمارے دو آدمی مارے گئے اور تیسرا آدمی زخمی ہوا۔

ایک شخص نے جو اسٹراسبرگ میں مقیم تھا ۲۰ اگست کو شہر اسٹراسبرگ کے جو محصور رہو ہا تھا مفصلۂ ذیل حالات لکھے ہیں:۔

آج صبح جب میں فوج میں گیا تو معلوم ہوا کہ تین بجے سے نو بجے صبح تک تو جرمنی فوج نے ذرا سرگرمی سے حملہ نہیں کیا تھا مگر اب بڑی تیزی سے حملہ کیا جا رہا تھا اور ریاست بیڈن کی توپیں پرشیا کی توپوں سے بھی تیز چلتی تھیں اور اُن میں آواز بھی زیادہ تھی رات سے توپخانہ کی چار باتریوں نے حملہ میں اور شرکت کر لی ہے اور ۱ بجے سے شام کے ۷ بجے تک برابر توپیں چلتی رہیں اور تمام رات یہ توپیں حملہ کئے جاویں گی اور فرانسیسوں کو پانچ منٹ بھی آرام سے نہیں بیٹھنے دینگی۔ جرمنی کی فوج میں اسوقت ایک سو چھپن ۱۵۶ توپیں ہیں جو شہر اور قلعہ پر بربادی برسانے کے لئے تیار ہیں اور تین سو ۳۰۰ توپیں اور دوسری فوج میں ہیں جو یہاں سے قریب پڑی ہے اور اسی طرح سے جرمنی فوج کا بے انتہا گولہ بارود موجود ہے۔ پرشیا کے توپخانہ کے یہاں پر چھ ہزار گولہ انداز ہیں اور اسی قدر ریاست بیڈن کے توپخانہ کے ہیں۔ جنرل اُہرچ کی جتنی قلعہ بند فوج ہے اُس کے مقابلہ میں فوج محاصرین بہت زیادہ ہے۔ باشندگان اسٹراسبرگ کا خوف اور مصیبت ہر روز بڑھتی جاتی ہے۔ قلعہ کہل کا جس میں جرمنی کی فوج مقیم ہے گولوں سے اُڑا دینا گو شہنشاہی فوج کے کمانڈروں کے لئے تو چاہئے کہیل ہی ہو مگر باشندگان اسٹراسبرگ کی تو یہ موت ہے کیونکہ ہر روز شہر پر جرمنی کی جانب سے گولے برسائے جاتے ہیں جس سے غریب باشندگان کی جان و مال کا بہت نقصان ہوتا رہتا ہے کہل کی مقیم فوج نے اب اسکا یہ بدلہ لیا ہے کہ اسٹراسبرگ کی فصیل گولوں سے توڑ ڈالی ہے اور شہر میں گولوں سے آگ لگ گئی اُس سے بہت سخت نقصان ہوا۔ آج دوپہر کو ایک بجے گولوں کی وجہ سے

اسٹراسبرگ میں دس جگہ آگ لگ رہی تھی - چھ بجے شام کے اُن شعلوں سے جو جلے ہوئے گھروں
میں سے اُٹھتی تھی تمام آسمان پر شفق سی پھیلی ہوئی معلوم ہوتی تھی اور محلہ رو پرٹ سجا کی جانب اسقدر
دھوان تھا کہ ریاست بڈن کے پہاڑ جو وہاں سے نظر آتے تھے بالکل دکھائی نہیں دیتے تھے اور
جرمنی فوج سے اس دھوئیں میں جو لال لال گولہ آکے پڑتا تھا وہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا شبِ یلدا میں
تیر شہابی معلوم ہوا کرتا ہے - فرانسیسی گولوں سے آج کوئی گانوں نہیں جلا کیونکہ اُن کی زیادہ توجہ اُس
توپخانہ پر رہی جو رات میں جرمنی کی فوج نے دمدمے بنا کر قلعہ کی دیوار سے اٹھارہ سو گز کے فاصلہ پر
بنائے تھے اور اُسی پر فرانسیسی گولے برساتے رہے لیکن اُن کے گولے اُن پر بھی باقاعدہ نہیں پڑتے تھے
اور جرمنی والے متواتر فرانسیسوں پر گولہ باری کئے جا رہے تھے - میرے سامنے جو گولے کہ جرمنی والوں
نے شہر اور قلعہ پر دہ منٹ کے عرصہ میں چلائے اور جو بوجہ قریب ہونے کے مجھے بہت اچھی طرح
نظر آتے تھے اُن کی تعداد ایک سو نو تھی یعنی ایک منٹ میں چھ توپخانوں سے سات سے زیادہ
گولے چلتے تھے - اس گولہ باری سے جو تباہی اور بربادی رعایا پر ہوتی ہے اُس کا اندازہ ناظرین
اس بات سے کرسکتے ہیں کہ اسٹراسبرگ سے ملا ہوا شہر سینٹ میری لی بون ہے اور یہ اسٹراسبرگ سے
بڑا ہے - اس شہر پر ایک گھنٹہ میں پانسو گولے برسائے گئے جنکی وجہ سے مکانوں کی چھتیں پاش پاش
ہوگئیں بازار اور مکانوں کے قریب گولہ گر کے جب اُڑتا تھا تو بہت سارے مکانات اور عمارات منہدم
ہو جاتے تھے - عورتیں اور بچے اپنے بستروں پر مُردہ پڑے پائے جاتے تھے - عمارات جل کے خاکستر
ہو جاتی تھیں اور عورتیں اور مرد خواہ جوان ہوں یا بوڑھے یا بچہ جو اُس کی جھپٹ میں آتے تھے اگر وہ مرتے
نہ تھے تو لنگڑے اور زخمی ضرور ہو جاتے تھے - اس سے بھی سخت باشندگان اسٹراسبرگ پر یہ مصیبت
پڑی ہوتی تھی کہ کھانے کی تمام اشیا گراں ہوتی جاتی تھیں - قصائی گوشت دس روپیہ فی سیر کا دیتے
تھے - باورچی دس یا بارہ آنے سے کم میں ایک روٹی نہ دیتے تھے - دودھ - گھی - پنیر اور ترکاریاں
کے لئے سیر بھر وزن کی قیمت میں اگر سیر بھر سونا بھی دیا جاتا تھا تب بھی یہ چیزیں نہ ملتی تھیں - نہایت
سادہ خوراک کی قیمت بھی چھ گنی بڑھ گئی تھی اور ان چیزوں کی قیمتیں ہر روز بلکہ ہر گھنٹے گراں ہوتی جاتی
تھیں - بیشک باشندگان اسٹراسبرگ کی مصیبت بیان نہیں ہوسکتی ناظرین اس مصیبت کو خود قیاس کرسکتے
ہیں - آج ہیڈکوارٹر میں یہ افواہ اُڑ رہی ہے کہ اسٹراسبرگ کے معزز باشندوں کا ایک گروہ جس کا سرگروہ

اسٹراسبرگ کا میئر (حاکم) تھا جنرل اُہرچ کے پاس کل ایک پیغام لے کے گیا تھا کہ اب آپ قلعہ کو جرمنی والوں کے سپرد کردیں کیونکہ باشندگان پر بڑی مصیبت پڑی ہوئی ہے اس پر جرنیل نے اپنی میز پر سے ایک ریوالور (تپنچہ) اُٹھا کر میئر کو وہیں مار ڈالا کہ یہ تمہاری غداری کی سزا ہے۔ لیکن ایک فرانسیسی افسر سے ایک ایسے حادثہ کا ہونا قابل یقین نہیں ہے مگر مجھے یہ خبر ایک معتبر آدمی کی زبانی معلوم ہوئی ہے۔ لیکن ایک بات یقینی ہے کہ باشندگان شہر جنرل اُہرچ اور اُس کی فوج سے اس قدر ناراض ہیں کہ جرنیل مذکور کو جتنا خوف اپنی بیرونی دشمن فوج پرشیا سے ہے اُسی قدر خوف باشندگان اسٹراسبرگ سے ہے۔ کل علی الصباح اسٹراسبرگ کا بشپ (پادری اعظم) جرمنی کی فوج میں آیا اور جرنیل ورڈر کمانڈر فوج سے ملاقات کی خواہش یہ کہکر ظاہر کی کہ گرجا کی طرف سے خصوصًا اور باشندگان اسٹراسبرگ کیطرف سے جو لڑائی میں شامل نہیں ہیں عمومًا آپ سے صلح کی گفتگو کرنے آیا ہوں۔ لیکن جرنیل ورڈر نے بشپ کی ملاقات سے انکار کردیا اور اپنے اڈیکانگ کی معرفت کہلا بھیجا کہ جرمنی فوج کو ہدایت کردی جاویگی کہ وہ حتے الامکان کیتھڈرل (گرجا اعظم) کو نقصان نہ پہنچاویں اور شہر کو بھی ضرورت سے زیادہ نقصان نہ پہنچایا جاوے گا۔ بعد ازاں بشپ کی اردلی میں دو سوار مقرر کرکے اُس کو شہر کے دروازہ تک پہنچوا دیا اُسی اثنا میں ایک ایسی درخواست جنرل اُہرچ کے پاس بھیجی گئی تھی اور فرانسیسی فوج کے جو جو نقصانات شہر مذکور پر ہوئے تھے وہ سب اُس میں مفصل طور سے لکھدئے تھے اور درخواست کی گئی تھی کہ قلعہ کو آپ جرمنی کی فوج کے سپرد کردیں زیادہ محصور رہنے سے سوائے اس کے کہ سینکڑوں جانوں کا نقصان ہو اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ جرنیل نے اُس کا صرف یہ زبانی جواب دیا کہ جب تک میرے زیر حکم ایک آدمی بھی رہے گا تب تک میں اسٹراسبرگ نہ چھوڑوں گا اور اس کے بعد ہی فورًا فرانسیسی فوج نے جرمنی کی فوج پر گولہ باری شروع کردی۔ افسوس باشندگان اسٹراسبرگ۔ تم کو بشپ کی مداخلت سے بھی کوئی فائدہ نہ پہنچا۔

۲۷۔ اگست کو پرشیا کا ایک جاسوس مسمی چارلس ہارڈٹ پیرس میں گرفتار کیا گیا اور اُسکے گولی مار دی گئی۔ پیرس میں اب ہر قسم کی رسد غلہ وغیرہ کی جمع کرنا شروع کردیگئی۔

۲۸۔ اگست کو یہ خبر پہونچی کہ پرنس امپیریل شہر سیڈان میں آگیا ہے اور اسی تاریخ کو ۱۳۔ آرمی کور جس میں پچاس ہزار آدمی تھے مارشل میکمہن کی فوج میں شامل ہونے کو پیرس سے روانہ کیگئی۔ آج کی

تاریخ چالیس ہزار فرانسیسی گرد و نواح سے آکر پیرس میں داخل ہوئے۔

۲۰۔ اگست کو پیرس کے تمام باشندگان کو یہ حکم دیا گیا کہ بہ طور پیشبندی تمام قسم کی رسد و خوراک وغیرہ جمع کرلیں تاکہ اگر محاصرہ ہو تو کام آوے۔ اور جرنیل ٹروچو نے ایک اعلان شایع کیا کہ پیرس میں جو شخص اصلی باشندہ فرانس کا نہ ہو یا اُن ممالک کا رہنے والا ہو جنسے آجکل فرانس برسر جنگ ہے وہ شہر پیرس اور ضلع سین سے تین دن کے عرصہ میں سب نکل جاویں۔ اب اس بات کی تیاریاں ہونے لگیں کہ اگر پرشیا کی فوج بڑھتی چلی آوے تو پیرس کے گرداگرد نوّے میل اور ایک سو بیس میل تک مقابلہ کرکے پرشیا کی فوج کو روکا جاوے۔

۲۹۔ اگست کو پرشیا کی فوج نے موضع وریزی پر حملہ کرکے جو درمیان شہر وزیرس اور راگنی کے واقع ہے اُس پر قبضہ کرلیا۔ اسی تاریخ کو پرنس امپیریل شہر مزریس میں پہنچگیا۔

اسٹراسبرگ بٹز۔ اور ٹول ان سب محصور شہروں پر اب بڑی سختی سے حملہ کیا گیا۔ اسٹراسبرگ میں تو بہت نقصان ہوا۔ تمام بڑے بڑے بازار برباد ہوگئے۔ ایک گولہ لڑکیوں کے مدرسہ کی چھت پر جاکر گرا جس سے سات لڑکیاں مرگئیں اور چار زخمی ہوئیں۔ بہت سے لوگ تہ خانوں میں رات کو سونے لگے۔ آلو کی قیمت تیس روپے فی سیر ہوگئی اور دوسری خوردنی اشیاء کی قیمت بھی اسی نسبت سے بڑھ گئی تھی۔ صرف گھوڑے کا گوشت کھانے کو ملتا تھا۔ باشندوں نے جنرل اُہرچ سے التجا کی کہ وہ محاصرین سے صلح کرلے مگر اُس نے یہی جواب دیا کہ جب تک شہر راکھ کا ڈھیر جلکر نہ ہوجائیگا میں اپنے تئیں سپرد نہ کروں گا۔

۳۰۔ اگست کو یہ خبر پہنچی کہ مارشل میکمہن نے اب اپنا صدر مقام سڈان کو مقرر کرلیا ہے میکمہن ملبے ملبے کوچ کرکے شہر مونٹ میڈی کے قرب و جوار میں پہنچا اور ولیعہد جرمنی بھی اُس کا تعاقب کرتے ہوئے اُس کے قریب جا پہنچا۔ ۲۹۔ اگست کی شام کو میکمہن کی فوج کا بڑا حصہ قصبہ واکس میں مقیم تھا جو شہر کارگنن کے قریب ہے اور شہر مونٹ میڈی سے تو گویا ملا ہوا تھا شہنشاہ نپولین بھی یہاں آپہونچے تھے اور اُن کے قیام کی تیاریاں ہورہی تھیں۔ ۳۰۔ اگست کو کارگنن پر ایک لڑائی ہوئی جس میں فرانسیسی فوج کو شکست ہوئی اور کئی مٹرلیوز جرمنی والوں کے ہاتھ لگیں۔ یہ لڑائی بڑی سرگرمی سے ہوئی اور دونوں فوجوں کا بہت نقصان ہوا۔ اس لڑائی

کا جرمنی سرکاری بیان حسب ذیل ہے:۔

"ہم نے سیکسن کی فوج پر شہر بیومونٹ کے نزدیک حملہ کیا۔ فرانسیسوں کو شکست ہوئی اور حدود بلجیم کی طرف وہ بھگا دئے گئے۔ فرانسیسوں کے لشکرگاہ پر ہمنے قبضہ کر لیا ہے۔ دشمن کا چند میل تک تعاقب کیا گیا۔ رات ہو جانے کی وجہ سے تعاقب ختم کیا گیا"۔

دوسرے دن ۳۱۔ اگست کو لڑائی پھر شروع ہوئی اور اس لڑائی کے چند حالات اخبار ڈیلی نیوز کے نامہ نگار نے حسب ذیل لکھے ہیں:۔

۳۱۔ اگست کو علے الصباح یہ حکم دیا گیا کہ گاڑیاں اور بیل جو باہر فصیل کے کھڑے ہوئے ہیں وہ تمام شہر میں بلائے جاویں۔ اس وقت شہر میں تمام فوجیں موجود تھیں جو شہر میں رات کو داخل ہوئی تھیں۔ میں نے گھوڑے پر سوار ہوکے محلہ پورٹی ڈی پیریس میں جانا چاہا جہاں کہ یہ گاڑیاں اور بیل ٹھیرائے گئے ہیں لیکن راستوں اور گلیوں میں فوج اور گھوڑوں کی ہجوم کی وجہ سے مجھے پیدل جانا پڑا۔ جبکہ میں وہاں پہونچا تو دیکھا کہ گاڑیاں تیز تیز وہاں جا رہی تھیں اور بیل بھاگے ہوئے جا رہے تھے۔ اور خوف زدہ دہقانوں کے رونے چلّانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ جو اپنے گاؤں چھوڑ کر یہاں شہر میں پناہ لینے کے لئے آئے تھے۔ مگر اُن بیچاروں کو کیا خبر تھی کہ یہاں جو وہ پناہ لینے آئے تھے یہاں پر بھی سخت مصیبت پڑی ہوئی تھی۔ اُس طرف کے شہر کے دروازے فوراً بند کر لئے گئے اور فوجیں دوسرے دروازہ سے موضع ڈوئی ذی کی جانب قطار در قطار جا رہی تھیں جہاں کہ سیکسن کی فوجیں مقیم تھیں اور پرشیا کی فوج کے حملہ کا انتظار کر رہی تھیں جو فرانسیسی فوج کے قریب پڑی ہوئی تھی۔ صبح کے دس بجے کے قریب چھ یا سات میل کے فاصلہ پر توپوں کے چلنے کی آواز سنائی دی جو موضع بیزیلس کی جانب سے آرہی تھی۔ میں فصیل شہر پر چڑھ کر اُس جانب دیکھنے لگا۔ وہاں سے مجھے پرشیا کی فوج خوب نظر آتی تھی اور دوربین سے اُن کو گولہ باری کرتے ہوئے میں صاف دیکھ سکتا تھا مگر مجھ کو فرانسیسی فوج کی لائن اچھی طرح نظر نہ آتی تھی وہ ذرا درختوں کی آڑ میں تھی جو شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر تھی۔ دوپہر کے قریب میں شہر سے باہر نکلا اور اُس بلندی پر کھڑا ہوکے جو شہر کے قریب ہے میں نے دیکھنا شروع کیا۔ جبکہ میں شہر سے آدھ میل ہی گیا ہوں گا کہ مجھے فرانسیسی پیدل فوج محفوظ کی رجمنٹیں ملیں۔ اُن کے ہتھیار ایک جگہ جمع تھے اور آگ میں سے دھوئں

نکل رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی کھانا کھاکے بیٹھے ہیں۔ میں آگے بڑھے چلا گیا اور ہر جگہ توپخانہ اور پیدل کی محفوظ فوجوں میں سے گذرتا رہا۔ موضع بیزیلیس میں جسکو جرمنی والوں نے جلا دیا تھا اب شعلے اُٹھ رہے تھے۔ کچھ عرصہ تک آپسمیں فریقین میں توپیں چلتی رہیں۔ دو بجے کے قریب پرشیا کی پیدل فوج پل کو عبور کرکے موضع ڈوزی کی جانب بڑھی اور فوراً بندوقیں بڑی تیزی کے ساتھ چلنا شروع ہوئیں اور یہ کارروائی ۱۰ منٹ تک جاری رہی۔ میں نے خیال کیا کہ فرانسیسی اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ گئے ہوں گے چونکہ درختوں کی وجہ سے میں اُن کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن چھ مٹرلیوز کی ایک باڑی نے آگے بڑھ کر درختوں میں سے جرمنی کی فوج پر گولہ باری شروع کردی۔ معلوم ہوتا تھا کہ گویا چھ باڑھیں ایک دفعہ چلی ہیں۔ ۴½ بجے کے قریب گولہ باری ہر جگہ بند ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ پرشیا کی فوج بڑی گھبراہٹ سے پیچھے ہٹ گئی تھی۔ فرانسیسی اپنی اُسی جگہ پر قایم رہے۔ آج کی لڑائی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا مگر کل آئندہ کے عجب حادثہ کی وجہ سے اس کا بیان کردینا ضروری تھا۔

اخبار "ملٹیر وچن بلاٹ" جو برلن کا ہفتہ وار فوجی خبروں کا اخبار ہے ۳۱۔ اگست کا حسب ذیل بیان کرتا ہے۔

"آج صرف دونوں فوجوں کی تھوڑی سی دیر لڑائی ہوئی اور ہماری فوج دریائے میوز کو چند جگھوں سے عبور کرگئی ہے اسلئے فرانسیسی فوج جو سیڈان پر واپس لوٹ گئی تھی وہ گویا گھر گئی ہے بشرطیکہ وہ رات ہی رات میں شہر میزیریس کی جانب نہ چلی جاوے۔"

فرانسیسی فوج میزیریس کی جانب نہیں گئی بلکہ سیڈان پر ہی پیچھے ہٹ گئی جہاں کہ پرشیا کی دو فوجوں کے بیچ میں وہ شل شکار کے گھر گئی۔

# فصل چہارم

فرانسیسوں کی اور شکست۔ شہنشاہ نپولین کا اپنے تئیں سپرد کردینا۔ بہت سے آدمیوں کی رائے میں فرانسیسی فوج حکام نے علم جنگ کے اصول سے جو غلطی کی تھی اُس کی تصدیق۔

# جنگ سیڈان

سے ہو گئی جو یکم ستمبر ۱۸۷۰ ء کو واقع ہوئی۔ اس جنگ کی بابت سرکاری جرمنی بیانات حسب ذیل ہیں
شہر ڈونچری ۔ ۲۔ ستمبر ۔ ۳۰۔ اگست کی لڑائی کے بعد یہ بات غالب معلوم ہوتی تھی کہ اب فرانسیسی
فوج آرمی ڈی نورڈ پر آخری تباہی پڑنے والی ہے ۔ ۳۰ کی شام کو فرانسیسی فوج نے پرشیا کی فوج
۴۔ کورز ڈی آرمی اور بویریا کی فوج پر گولہ باری کی اور شہر موسن کی جانب پیچھے ہٹ گئی اُس روز
جرمنی فوج کا بہت بڑا حصّہ دریائے میوز کے بائیں کنارے پر مقیم رہا لیکن جو فوج زیر کمان ولیعہد
سیکسنی تھے اُس نے کئی جگہ سے دریا کو عبور کر کے موسن سے آگے کارگنن اور سیڈان کی جانب کوچ
کر دیا تھا ۔ اور ہمارے تیسرے لشکر نے ۳۱۔ اگست کو حسب ذیل حرکت کی ۔ اوّل بویریا کی کورز نے
رنکورٹ کی راہ ریمیلی کی جانب کوچ کیا ۔ پرشیا کی ۱۱۔ فوج سٹون سے شہرہائے چیمیری اور چی یوز کی
طرف بڑھی اور اُس کو یہ حکم تھا کہ دریائے میوز کے بائیں کنارے پر ٹھیر جاوے اور ڈونچری کے مقابل
خیمہ زن ہووے جو دریا کے اُس پار ایک چھوٹا سا شہر ہے ۱۱۔ کورز کے بعد پرشیا کی ۵۔ کورز نے
کوچ کیا اور فوج پہلی بویریا کورز کے بعد دوسری کورز روانہ ہوئی ریاست ورٹمبرگ کی فوج بھی شہر ونڈریسی
اور بوڈن کورٹ کی راہ دریائے میوز کی جانب بڑھی ۔ یہ سب فوجیں جن جن سڑکوں پر بڑھیں یہ سب
سڑکیں سیڈان پر آکر ملتی تھیں ۔ ہم کو یہ حکم تھا کہ فرانسیسی فوج کو گھیرے رہیں یہانتک کہ وہ اپنے تئیں
سپرد کر دیں یا ملک بلجیم کی حدود میں گھُس جاویں اور چونکہ یہ آخر الذکر کارروائی زیادہ ممکن معلوم ہوتی تھی تو فوج
جرمنی کو ۳۰۔ تاریخ کے حکم کا آخری فقرہ یہ بھی تھا کہ اگر اُس حد پر بھی فرانسیسی فوج ہتھیا نہ ڈالے تو بلجیم کے
ملک میں فوج اُن پر حملہ کرتی چلی جاوے ۔

۳۱۔ اگست کو کوئی مشہور معرکہ نہیں ہوا ۔ صرف شہر ریمیلی میں اوّل بویریا کورز نے فرانسیسی فوج پر حملہ
کر دیا اور بڑی دیر تک گولہ باری کر کے فرانسیسی فوج کو پیچھے بھگا دیا اور دوپہر کو دریائے میوز کے کنارے
پہنچ گئی ۔ ولیعہد پرشیا معہ اپنے اسٹاف کے ۳۱۔ اگست کی یہ مفید کارروائی اُس بلندی سے دیکھ
رہے تھے جو موضع اسٹون کے گرجا کے قریب ہے ولیعہد پرشیا نو بجے صبح کے اپنے لشکرگاہ پریمونٹ
سے یہاں آگئے تھے اور ریمیلی کی وادی کا انہوں نے ایک حصّہ دیکھا جب یہ لڑائی ختم ہوگئی تو ولیعہد

پرشیا شہر چمپیری کو گئے اور وہاں اپنی فوج میں رات بسر کی۔ بویریا کی دو کورز اور ورٹمبرگ کی فوج کو جو احکام دئے گئے تھے اُن کے پورا کرنے میں کسی قسم کی دقت اُن کو نہیں ہوئی۔ پرشیا کی ۵ کورز جو براہ چمپیری جارہی تھی اور کمانڈر انچیف فوج جرمنی کے سامنے سے گذری تھی وہ اپنی منزل مقصود پر ذرا شام سے دیر ہوتے پہونچی۔ یکم۔ستمبر کی صبح ہونے سے پہلے پہلے جرمنی کی فوج میں ہر قسم کی تیاری مکمل ہوچکی تھی۔ جو افواج دریائے میوز کے بائیں کنارہ پر تھی اور خاصکر فوج گارڈس وہ دریا کے عبور کرنے کے لئے تیار کھڑی تھی اور جو افواج دریا کے داہنے کنارہ پر زیر کمان ولیعہد سیکسنی تھی وہ حملہ کرنے کے لئے صرف حکم کی منتظر تھی اور ہماری فوج ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس قدر تیار تھی کہ اگر ذرا سا بھی اشارہ پاتی تو شہر سیڈان کو چاروں طرف سے گھیر لیتی۔

اوّل اوّل یہ ارادہ کیا گیا تھا کہ ۲ستمبر تک حملہ ملتوی کردیا جائے کیونکہ یہ مناسب معلوم ہوا کہ سیکسنی کی فوج کو ایک دن کا آرام دیا جاوے واسطے کہ اس فوج نے ۳۰ اور ۳۱ تاریخ کو بڑے لمبے کوچ کئے تھے اس سے یہ بہت تھک گئی تھی لیکن جبکہ شاہ پرشیاہ اور ۶ بجے شام کے درمیان شہر وَنڈریسی کو جانے کے لئے شہر چمپیری میں سے گذرے تو وہاں شاہ پرشیا نے ولیعہد پرشیا۔ جنرل ون مولٹکی اور جنرل بلومنتھل سے مشورہ کرکے یہی ارادہ کرلیا کہ شہر سیڈان اور فوج پرجو درمیان دریائے میوز اور کوہ آرڈینس کے پڑی ہوئی ہے کل یکم۔ستمبر ہی کو حملہ کردیا جاوے یکم۔ستمبر کو ایک بجے رات کے ولیعہد سیکسنی کے پاس حکم پہونچا کہ یکم۔ستمبر کو آگے بڑھ جاؤ اور صبح کے ۵ بجے ہی گولہ باری شروع کردو۔

ہماری فوج لڑائی کے لئے اس طرح صف آرا تھی۔ کہ ہماری میمنہ کی جانب سیکسنی کے ولیعہد کی فوج تھی اُسکی مقدمۃ الجیش فوج میں ۱۲۔ کورز ڈمی آرمی تھی اُس کے بعد ۲۔ کورز اور گارڈس تھی اور پیچھے ۴۔ ڈویژن رسالہ سواران تھا اور اُن کی پشت پر شہر ریملی تھا۔ ولیعہد سیکسنی کی وہ فوجیں جو دریائے میوز کے بائیں کنارہ پر تھیں وہ دریائے میوز کو موضع ڈوزلے پر عبور کر آئی۔ اس فوج کی بائیں جانب اوّل بویریا کی کورز مقیم تھی اور اُس کے پیچھے دوسری کورز تھی۔ بویریا کی فوج نے اپنا پل دریا پر موضع بیزیلس کے مقابل ڈال لیا تھا۔ ۱۱۔ پرشیا کورز نے اپنا پیپوں کا پل رات ہی رات میں شہر ڈونچری سے ایکہزار قدم ورے ڈال لیا تھا۔ اُسکے تھوڑی سی دور بائیں جانب ۵۔ کورز نے ایک اور پل سے دریا کو عبور کرلیا۔ اور اُسی جانب تھوڑے سے فاصلہ پر موضع ڈوم لی منزل کے قریب ورٹمبرگ کی فوج نے دریا کو

عبور کرا۔ ۷ کورز بطور فوج محفوظ کے اگیئنی اور لاچینی کے درمیان مقیم تھی۔ اس فوج کے مقابلہ میں سکھن فیلی کروبنرٹ۔ اور دوئے کی باقیماندہ فوج اور نئی بارہویں کورز جو جنرل لبرن کے ماتحت تھی یہ سب فرانسیسی فوجیں تھیں۔ فرانسیسی فوج کا مرکز قلعہ سیڈان تھا اور بائیں جانب فرانسیسی فوج موضع گیودن تک اور داہنی طرف موضع بیزیلیس تک پھیلی ہوئی تھی اور اس فرانسیسی لشکرگاہ کی عقب میں کوہ آرڈینس کی پہاڑیاں تھیں۔

ولیعہد پرشیا شہر چیری سے ۴ بجے صبح کے بگھی میں روانہ ہوا۔ ڈونچری کی سڑک پر شہر چیویز پر ولیعہد مذکور گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور شہر ڈونچری کے نزدیک دریائے میوز کی وادی میں ایک پہاڑی پر مقیم ہوا اُسکے قریب ہی ایک مختصر محل جو بنام شاتو ڈونچری موسوم تھا واقع تھا اس جگہ سے تمام جرمنی فوج نظر آتی تھی اور چاروں طرف جو لڑائی ہو وہ بھی نظر آسکتی تھی۔ شہر سیڈان دریائے میوز کی وادی میں ایک بہت دلفریب جگہ پر آباد ہے اور دریا کے ہر دو جانب پہاڑیوں پر قلعہ جات بنے ہوئے ہیں دریا کے داہنے کنارہ پر پانی کے قریب ایک تھوڑا سا قطعہ چراگاہ کا ہے اور سیڈان کی بائیں جانب تھوڑے سے فاصلہ پر ایک کشادہ میدان ہے جسکے بیچ شہر ڈونچری واقع ہے۔ اسکی دائیں جانب دریائے میوز نے دو چکر کاٹے ہیں اُن کے بیچ میں ایک قطعہ زمین ہے جس پر موضع اگیس آباد ہے اور اُس کی بائیں جانب موضع ویلٹ اور داہنی جانب موضع گلیزی آباد ہے۔ اگیس اور سیڈان کے بیچ میں موضع فلونگ ہے اور اس کی داہنی جانب دریا کے داہنے کنارہ پر قصبہ گیودن ہے ڈونچری سے ایک پل پر ہو کر سیڈان کو سڑک اعظم جاتی ہے اور دونوں شہروں کے بیچ میں سڑک پر موضع فرینوئی آباد ہے موضع بیزیلیس جسکے مقابل بویریا کی فوج پڑی ہوئی تھی وہ سیڈان سے جنوب مغرب کی طرف ہے اور موضع ڈورسے جہاں سے فوج گارڈس نے دریا کو عبور کیا تھا سیڈان سے ذرا دور داہنی جانب ہے۔

صبح کے وقت ایک گہرے کُہر نے تمام وادی اور پہاڑیوں کو چھپا رکھا تھا ۲½ بجے صبح کے بادلوں میں سے آفتاب نکلا اُس وقت بڑا حبس اور گرمی ہو گئی۔ ولیعہد سیکسنی کی فوج نے ۵ بجے کے تھوڑی دیر بعد حملہ کرنا شروع کر دیا ½۷ بجے ہماری داہنی جانب سیڈان کے پیچھے سے توپوں کی متواتر آواز آنے لگی اس سے معلوم ہوا کہ ہماری فوج نے دشمن پر حملہ کر دیا ہے لیکن فرانسیسی

فوج پہاڑیوں پر مضبوط جگہ پر مقیم تھی اور اُن کو اُن کی جگہ سے ہٹانا دشوار تھا جبکہ یہ لڑائی اس جانب
ہو رہی تھی ہماری فوج میسرہ نے اپنے تئیں میدانوں کی بلندیوں پر تیار کر لیا تھا اور ۵۔ کورز سیدھی
چلی گئی تاکہ دشمن کے پچھلے حصہ فوج پر حملہ کرے۔ لڑائی کے نقشہ کے موافق ہماری داہنی جانب میمنہ
سے آپسمیں مل جانے کا ان فوجوں کو حکم تھا اور یہ بھی حکم تھا کہ دشمن کو چاروں طرف سے بالکل گھیر لیا
جاوے تاکہ وہ کوہ آرڈینس کی جانب پیچھے نہ ہٹ سکے۔ ورٹمبرگ کی فوج اور رسالہ کا چوتھا ڈویژن
اس فوج کی مدد کے لئے میدان کی حفاظت کے لئے بھیجا گیا کہ شاید اگر دشمن اِدھر سے پیچھے ہٹے
تو یہ فوج اُس کو روکے گو یہ بات غالبات سے معلوم نہیں ہوتی تھی چونکہ دشمن کو معلوم تھا کہ اس
جانب سے دریائے میوز کا عبور کرنا مشکل ہوگا اور ڈوںچری اور سیڈان کے درمیان میں جو ریلوے
پل تھا وہ دشمنوں نے خود ہی توڑ ڈالا تھا۔ سوا نو بجے گیارہویں آرمی کور نے فرانسیسی دستۂ فوج
پر یہاں تک حملہ کیا کہ اُس کو فرانسیسی لشکرگاہ کے قریب تک ہٹاتے ہوئے چلی گئی۔ اس وقت توپخانے
بڑی سرگرمی کے ساتھ اپنی کارروائی میں مصروف تھے سیکسنی کی فوج جو اسی وقت کے لئے محفوظ رکھی
گئی تھی اب وہ آگے بڑھی اور اُس نے حملہ کرنا شروع کر دیا تھوڑی ہی دیر میں فرانسیسی میمنہ فوج نے پیچھے
ہٹنا شروع کیا۔ لیکن اُنھوں نے پرشیا کی دو فوجوں کو اپنے پیچھے مقیم پایا۔ اُس مقام پر جہاں کہ پرشیا
کی ۱۱ کورز نے پہاڑیوں پر سے اُتر کر دشمن پر حملہ شروع کر دیا تو ½ ۱۰ بجے کے قریب فرانسیسی فوج نے
حملہ کے جواب میں فیر کرنا کم کر دئے۔ بعض جگہوں میں اور خاصکر ایگس اور اُن میدانوں میں جو سیڈان
کی جانب جاتے ہیں لڑائی سختی سے ہو رہی تھی۔ چونکہ ہماری جانب سے توپخانہ سے گولہ باری ہو رہی
تھی اسلئے فرانسیسیوں نے اپنے سواروں کو توپخانہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ فرانسیسی رسالہ نے
دو دفعہ بہت بہادری سے حملہ کیا لیکن اُن کی پیدل فوج بھاگ نکلی اور بارہ بجے سے پہلے پہلے بہت
سی فرانسیسی پلٹنوں نے اپنے تئیں ہمارے سپرد کر دیا۔ ہماری ۵۔ کورز بھی اب ایک دور کے رستہ
سے پہاڑیوں پر چڑھ گئی اور بڑی سخت لڑائی کے بعد فرانسیسیوں کو کوہ آرڈینس کی طرف بھگانے
میں کامیاب ہوئی۔ ½ ۱۲ بجے یہ خبر معلوم ہوئی کہ فرانسیسی محفوظ توپخانہ جسکو شہنشاہ نے ہماری ۵ کورز
کے مقابلہ کے واسطے مقرر کیا تھا اُسکو پیچھے ہٹا دیا گیا ہے اور یہ کہ فرانسیسی پیدل فوج کے صرف چند
دستے بھاگ کر سرحد کے پار ہو گئے ہیں۔ اب اسطرح سے فرنچ فوج کا بھاگنا مسدود کر کے اب ہم

کو میدان کارزار کی درمیانی فوج سے کام رہ گیا یعنے اُس فوج کو پہاڑیوں سے بھگادیا جاوے
تو صرف یہ قلعۂ سیڈان اُن کے آخری پناہ لینے کی جگہ رہجاتا ہے۔ سوا ایک بجے پرشیا کے توپخانوں
نے داہنی اور بائیں طرف سے فرانسیسی فوج پر اس قدر تیزی سے گولہ باری شروع کردی اور دونوں
آپسمیں قریب آگئے۔ معلوم ہوتا تھا اب فرانسیسی فوج بالکل گھر جاوے گی۔ فوج گارڈس بغیر
رُکے بڑھی چلی جاتی تھی اور یہ فوج ۱۲۔ کورز ڈمی آرمی کے کبھی پیچھے اور کبھی برابر برابر فرانسیسی فوج میسرہ
پر بڑھی جاتی تھی۔ سوا دس بجے کے قریب فوج گارڈس جسکے آگے اُس کا توپخانہ تھا سیڈان کی بائیں
جانب جنگل کی جانب چلی جارہی تھی اُن کے فیروں سے جو دھواں آگے بڑھ بڑھ کے اُٹھتا تھا تو
ہم خیال کرتے جاتے تھے کہ وہ فرانسیسی فوج کو پیچھے ہٹا کر کیسی جلدی جلدی زمین پر قبضہ کررہے ہیں
فوج گارڈس کی مدد بویریا کی فوج نے اچھی طرح کی۔ فرانسیسیوں کی بڑی تیز مدافعت کے بعد بویریا والوں
نے موضع بیزیلیس فتح کرلیا جو جل رہا تھا۔ بعد اس کے سیڈان کے جنوب مغرب میں موضع بلن کو اُنہوں
نے فتح کرلیا اور وہاں ایک تنگ درہ میں بویریا کی فوج کو بہت تکلیف پہونچی۔ اس جگہ سے اُنہوں
نے موضع ولیٹ پر آگ برسانی شروع کی۔ جسکا مینار شعلوں سے فوراً جل گیا۔ چونکہ فرانسیسی توپخانہ
کو اب خاموش کردیا گیا تھا۔ اسلئے اب فوج ۱۱۔ اور ۱۲ کورز کی سیڈان کی جانب بڑھنے میں اب کوئی
چیز مانع نہیں رہی فرانسیسی فوج نے پسپا ہو کر اب جلد جلد قلعہ میں واپس جانے کا سامان کرلیا
تھا۔ لڑائی ابھی تک جاری ہی تھی کہ بہت سارے فرانسیسی قیدیِ جنگ پہاڑیوں پر سے میدان
میں لاتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔

فوج گارڈس دو بجے سے ذرا پہلے پانچویں کورز فوج کے ساتھ شامل ہوگئی تھی۔ اب جرمنی فوج
نے فرانسیسیوں کو بالکل بطور دائرہ کے گھیر لیا۔ فرانسیسیوں کو معلوم ہوا کہ اب ہم زندہ دیوار
(فوج) کے بیچ میں گھر گئے ہیں اور سیڈان کے چھوٹے سے قلعہ میں پسپا ہونے کے لئے مجبور کئے
گئے ہیں۔

فوج کے چاروں جانب کہیں یہاں کہیں وہاں بہت سے گاؤں جلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔
فوجوں کے دستے کہیں کہیں آپسمیں لڑ رہے تھے اور توپوں کا چلنا ابھی تک بند نہیں ہوا تھا
تھوڑی دیر کے بعد بالکل خاموشی ہوگئی۔ اور ہم نے اس بات کا انتظار کیا کہ دیکھیں اب فرانسیسی اپنے

اس خطرناک حالت میں کیا کارروائی کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اگر وہ برابر مقابلہ پر اور حملہ کی مدافعت پر اڑی رہی تو لاحاصل ہے۔ سیڈان کی قسمت پر اب آخری مُہر لگ چکی ہے۔

۴ بجے کے قریب ولیعہد پرشیا نے ہیڈ کوارٹر میں یہ پیغام بھیجا کہ ہماری کامل فتح ہو گئی ہے۔ اور فوراً اس کے بعد مع ڈیوک آف کوبرگ۔ اور دیگر شہزادگان اور افسران کے شاہ پرشیا سے ملنے کو روانہ ہوا جو اُس دن شہر ڈونچری کی داہنی جانب ایک پہاڑی پر مقیم تھے۔ چونکہ قلعہ سیڈان کے برج پر کوئی سفید جھنڈا نہیں اُڑا گیا۔ اس لئے ۴½ بجے ہم نے فیر کرنا پھر شروع کر دیا۔ بویریا کے توپخانوں نے قلعہ پر گولے برسائے۔ سوا ۵ بجے کے قریب ہمارے ایک گولے سے قلعہ میں آگ لگ گئی۔ ایک بھوسے کے انبار میں آگ لگ گئی تھی اور آناً فاناً میں دھوئیں سے تمام آسمان تاریک ہو گیا۔ اس وقت فرانسیسوں نے عہد و پیمان کی گفتگو شروع کی۔ ولیعہد ابھی تک شاہ پرشیا کے پاس ہی تھے کہ وہاں یہ اطلاع دی گئی کہ شہنشاہ نپولئن بھی سیڈان ہی میں موجود ہیں۔ اس پر ہم آگاہ ہوئے کہ ہم نے فرانس کی اصلی فوج کو صرف شکست ہی نہیں دی ہے بلکہ بارہ گھنٹے کی لڑائی کے بعد جنگ کے فتحمندانہ نتائج کی ضمانت بھی ہم نے حاصل کر لی ہے۔ یعنے شہنشاہ نپولین کو بھی ہم گرفتار کر لینگے۔

ہماری جانب سے پرشیا کی فوج کے لفٹنٹ کرنل ون بروسارٹ فرانسیسوں سے عہد و پیمان کرنے کے لئے معتمد مقرر کئے گئے۔ اُسی دن شام کے وقت کرنل ون بروسارٹ شاہ پرشیا کے پاس شہنشاہ فرانس کا (جو اب اسیر جنگ ہو گئے تھے) ایک خط لائے وہ خط شہنشاہ فرانس نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور اُس میں صرف یہ چند لفظ تھے "میں اپنی فوج کا سرگروہ ہو کر اب نہیں سکتا اسلئے میں اپنی تلوار یو میجسٹی (حضور) کے قدموں پر رکھتا ہوں"

یہ امر واقعی ہے کہ نپولئن اس لڑائی کے غالب نتیجے سے اوّل ہی آگاہ ہو کر موضع ایلگس کے قریب ۴ گھنٹے تک ہماری گولہ باری کا حتے الامکان جواب دیتا رہا اور آگے روانہ ہوا رات کو شہنشاہ سیڈان ہی میں رہے۔ سپردگی کے شرائط کل تک ختم ہو جاوینگے۔

۸ بجے کے قریب رات کو ولیعہد پرشیا اپنے ہیڈ کوارٹر میں آئے اور ہیڈ کوارٹر کے تمام افسران اور فوج نے اپنے اس تیسرے لشکر کے کمانڈر کا خوشی کی وجہ سے مناسب موقعہ تہوار کی طرح خوشی منا کر استقبال کرنا چاہا۔ موضع کے بڑے بڑے بازاروں اور محلوں میں روشنی کی گئی اور سپاہیوں نے

رستہ میں دو رویہ کھڑے ہو کر اپنے ہاتھوں میں موم بتیاں لے کر روشنی کی۔ جبکہ ہز رائل ہائینس
ولیعہد قریب پہونچے تو بڑے زور سے نعرہ ہائے خوشی مارے گئے۔ بینڈ باجے نے جرمن
نیشنل انتھم (قومی گیت) بجایا اور پھر شکست خوردہ فوج کے لئے ڈیڈ مارچ (ایک قسم کا حسرتناک
گیت) گایا۔

جبکہ میدان کارزار سے ہماری فوج واپس آئی تو سپاہیوں نے آج کی لڑائی کے نتیجہ معلوم کرنے
کی بڑی خواہش ظاہر کی۔ یہ تو ظاہر ہی تھا کہ آج انہوں نے بڑا مفید کام کیا ہے۔ اور سپاہی ایک ایسی
فتح میں شامل ہونے سے جو دنیا کی تواریخ پر اثر ڈالے گی اور ہمارے ملک کی تاریخ میں بھی شاید ہی
کوئی لڑائی اس لڑائی کے برابر ہو۔ مغرور معلوم ہوتے تھے۔

۲۔ ستمبر کو صبح کے دس بجے شاہ پرشیا ڈونچری اور چھیری کے بیچ میں سڑک اعظم پر ولیعہد پرشیا سے
ملے۔ ہز میجسٹی (شاہ پرشیا) بگھی میں سے اتر کر جنرل موٹکی سے ملے جو اسواسطے آیا تھا کہ سپردگی کے
بارہ میں جو عہد و پیمان ہو رہے ہیں اُن سے شاہ کو مطلع کرے۔ چونکہ ابھی تک ابتدائی معاہدہ کا
کوئی قطعی نتیجہ نہیں نکلا تھا۔ اس لئے جنرل موٹکی واپس چلا گیا اور اُس سے پھر ملنے کے لئے شاہ
پرشیا نے وہ پہاڑی مقرر کی جو موضع فری نوئس اور ڈونچری کے درمیان واقع ہے جہاں سے
کہ گذشتہ روز ولیعہد پرشیا نے لڑائی کی کمان کی تھی۔ اُسی جگہ بارہ بجے کے بعد سپردگی کے شرائط
کا خلاصہ شاہ پرشیا کو پیش کیا گیا اور اُسپر شاہ پرشیا نے دستخط کر کے ولیعہد اور افسران ہیڈکوارٹر
کو جو گردا گرد جمع تھے۔ بآواز بلند پڑھکر سنا دیا۔ شہنشاہ فرانس سیڈان سے صبح کے پانچ بجے
ہی روانہ ہو گئے اور قلعہ سے جو سڑک ڈونچری کو جاتی ہے اُس سڑک پر شہنشاہ نے کونٹ
بسمارک سے ملاقات کی۔ شہنشاہ نے اب سیڈان جانا نہیں چاہا۔ اسلئے سیڈان کی سڑک کی بائیں جانب
موضع ویلٹ اور فری نوئس کے درمیان ایک محل موسوم بہ ویلا بلیویو میں شہنشاہ کو پہنچا دیا گیا۔ شہنشاہ کے
ہمراہ ایک بڑا مضبوط دستہ سواران کا کر دیا گیا تھا اور اب شہنشاہ کی بابت شاہ پرشیا کے حکم کا انتظار تھا۔
اس پُر واقعات جنگ میں یہ ایک بہت مشہور نظارہ تھا جبکہ ایک بجے کے قریب شاہ پرشیا معہ ولیعہد
پرشیا اور ڈیوک آف سیکس کوبرگ اور پرنس ولیلم آف ورٹمبرگ اور معہ دیگر شہزادگان اور افسران
کے محل ویلا بلیویو کے باغ میں شہنشاہ فرانس سے ملاقات کرنے کے لئے داخل ہوئے۔ شہنشاہ

نپولین نے اس فاتح سیڈان کا محل کے زینہ تک نیچے اُتر کر آگے بڑھکر استقبال کیا۔ شہنشاہ نے اپنی فوجی ٹوپی اُتار لی اور ادب سے جھک گیا۔ پھر وہ شاہ اور ولیعہد پرشیا کو لے کر محل کے اندر آیا جہاں اُن میں آدھے گھنٹے تک گفتگو رہی۔ بادشاہ پرشیا نے ریاست کیسل کے نزدیک جو محل ولہلمشوہی ہے وہ شہنشاہ فرانس کے رہنے کے لئے شہنشاہ سے کہا اور قیدی شہنشاہ نپولئن سوم نے یہ بات شکر گذاری کیساتھ منظور کی۔ شہنشاہ فرانس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میرے اُس حصّہ سفر کے راستہ میں جو فرانسیسی علاقہ میں ہو کر گذرتا ہے ایک بڑا مضبوط فوجی دستہ میری اردلی میں ہونا چاہیئے۔ شہنشاہ فرانس نہائت متاثر ہوا جبکہ ملاقات کے اختتام پر شاہ اور ولیعہد پرشیا سے اُس نے رخصتانہ اجازت لی۔ شہنشاہ فرانس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے جنکو شہنشاہ نے اپنے جیبی رومال کے پیچھے چھپانے کی کوشش کی۔ شاہ پرشیا نے اپنی وضع سنجیدہ اور بادبدبہ قایم رکھی۔ ۳ستمبر کو صبح کے نو بجے شہنشاہ فرانس ڈونچری سے بلجیم کی حدود کی طرف روانہ ہوا۔ ۲-بلیک ہزار رسالہ کا ایک اسکوڈرن شہنشاہ کی گاڑی کے آگے آگے تھا۔ شہنشاہ جنکے چہرے پر رنج سے زردی چھا گئی تھی سب سے اگلی گاڑی میں تھے۔ اُن کے ہمراہ اُسی گاڑی میں جنرل کاسل نا بیٹھا تھا۔ قیدی جنرل اور افسران اور درباریان اور نوکر چاکران سب کی گاڑیاں شہنشاہ کی گاڑی کے پیچھے تھیں۔ شہنشاہی نشانات تمام گاڑیوں پر تھے اور شہنشاہی اصطبل کے گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ سب سے پیچھے رسالہ ھزار کا ایک دستۂ سواران تھا اور یہ تمام قافلہ بلجیم کے شہر بوئلین کی جانب روانہ ہوا۔ ایک متعجب گروہ فرانسیسوں کا یہ روانگی کا تماشا دیکھ رہا تھا مگر اُسنے کسی جوش کا بیرونی اظہار نہیں کیا۔ پرشیا کا جنرل ون بوئن شہنشاہ کے ہمراہ جرمنی تک گیا جس جرمنی فوج نے شہنشاہ کو حدود بلجیم تک پہنچایا وہ فوج زیر کمان کونٹ لی نار تھی۔

مفصلۂ ذیل نقل اُن شرائط کے ہیں جن پر مارشل میکمہن کی فوج نے اپنے تئیں سپرد کر دیا:-

"سیڈان۔ ۲ستمبر۔ جرمنی کے کمانڈر انچیف کو ہز مجسٹی شاہ پرشیا کی طرف سے اور شہنشاہ فرانس کی طرف سے جنرل کمانڈنگ انچیف کو عہد و پیمان کے جو اختیار دئے گئے ہیں اُن دونوں نے مفصلہ ذیل عہد نامہ منظور کیا ہے۔

"شرط اوّل۔ وہ فرانسیسی فوج جو زیر کمان جنرل ومپفن کے ہے اور جو سیڈان میں درحقیقت چاروں جانب سے بے انتہا فوج میں گھر گئی تھی۔ اس فوج کے تمام سپاہیان و افسران

اسیران جنگ ہیں۔

شرط دویم - چونکہ یہ فوج نہایت بہادری سے مدافعت حملہ کرتی رہی اسلئے اس فوج کے سب جنرل اور افسران سے یہ رعایت کی جاتی ہے کہ اُن کی عزت کا لحاظ کرکے یہ تحریر لی جاوے کہ وہ موجودہ جنگ میں جرمنی کے برخلاف نہ تو ہتھیار اُٹھاوینگے اور نہ موجودہ جنگ کے دوران میں قوم جرمن کے فائدوں کے برخلاف کوئی عمل کرینگے - جو افسر کہ اس شرط پر راضی ہیں وہ اپنے ہتھیار اپنے پاس رکھینگے یعنے اُن سے ہتھیار نہیں لئے جاوینگے اور اُن کا ذاتی مال و اسباب بھی وہی رکھینگے۔

شرط سوم - اور تمام فوج کے ہتھیار اور فوجی سامان - جھنڈے اور علم اور توپیں اور گھوڑے اور سامان جنگ اور گولہ و بارود اور گاڑیاں وغیرہ وغیرہ سیڈان میں جرمنی کے محکمہ کمسریٹ کو فوراً سپرد کردینی چاہئیں۔

شرط چہارم - شہر سیڈان جرمنی کے قبضہ میں فوراً دے دیا جاوے - اُسی حالت موجودہ میں جیسے کہ اب ہے اور ۲ - ستمبر کی شام سے پہلے پہلے شاہ پرشیا کا قبضہ اُس پر کردینا چاہئے۔

شرط پنجم - جو افسران کہ شرط دوم پر رضامند نہ ہوں گے وہ اور دیگر تمام فوج فرانس یہ سب اسیران جنگ ہونگے۔

یہ تجویزیں ۲ ستمبر سے شروع ہونگی اور ۳ ستمبر تک ختم ہوجاویں گی - تمام سپاہی قصبہ ڈیز کے نزدیک دریائے میوز سے اُتارے جاوینگے اور جرمنی افسران کے سپرد کردئے جاوینگے مگر اسمیں استثنا یہ ہے کہ فوجی ڈاکٹر پیچھے رکھے جاویں گے تاکہ وہ زخمیوں کا علاج کریں۔

شاہ پرشیا نے شہنشاہ فرانس کے اپنے تئیں سپرد کردینے اور شہنشاہ فرانس کی ملاقات کے دلچسپ احوال اور شہر سیڈان کی سپردگی کے احوال سے ملکۂ پرشیا کو مفصلۂ ذیل خط میں اطلاع دی:-

"میں نے گولہ باری کے بند ہونے کا حکم دیا - اور لفٹنٹ کرنل ون بروسارٹ کو صلح کا جھنڈا دیکر اس درخواست کے ساتھ فرانسیسی فوج میں بھیجا کہ قلعہ سیڈان اور فوج کو اب ہمارے سپرد کردو - ایک بویریا کا افسر اُسکو راستہ میں ملا اور اُس سے کہا کہ تمہارا انتظار قلعہ میں ہورہا ہے کرنل بروسارٹ

قلعہ میں داخل ہوا اور وہ بے خبر شہنشاہ فرانس کے روبرو لایا گیا۔ شہنشاہ نے ایک خط میرے نام کا
اُس کو دیا۔ شہنشاہ نے اُس سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ کرنل بروسارٹ نے کہا کہ قلعہ اور فوج
کا سپرد کردینا ہم چاہتے ہیں۔ اس پر شہنشاہ نے جواب دیا کہ اس معاملہ میں جنرل ڈی ویمفن سے کہو
جس نے جنرل میکمہن کے زخمی ہونے پر فوج کی کمان لے لی ہے۔ پھر شہنشاہ نے کہا کہ میں اپنے
ایڈجوٹنٹ جنرل ریلی کو خط دیکے شام کے پاس تمہارے ہمراہ بھیجوں گا۔ سات بجے ریلی اور بروسارٹ
میرے پاس آئے۔ بروسارٹ ذرا پہلے آگیا تھا اور بروسارٹ کی زبانی یہ مجھے تحقیق طور پر معلوم ہوا
کہ شہنشاہ فرانس بھی قلعہ سیڈان میں موجود ہے۔ تم خیال کرسکتے ہو اس بیان سے ہم سب اور خاصکر
مجھ پر جیسا کچھ اثر ہوا۔ ریلی اپنے گھوڑے سے کودا اور شہنشاہِ فرانس کا خط مجھے یہ کہتے ہوئے دیا کہ مجھکو
اس سے زیادہ گفتگو کا حکم نہیں ہے۔ پیشتر اس کے کہ میں نے خط کھولا میں نے اُس سے یہ کہا
کہ اوّل شرط یہ ہے کہ فوج فرانسیسی اپنے ہتھیار رکھدے۔ خط اس طرح سے شروع ہوا تھا کہ
میں اپنی فوج کا افسر ہوکر اب نہیں مرسکتا۔ اسلئے میں یورمیجسٹی کے قدموں پر اپنی تلوار رکھتا ہوں
اور باقی سب آپ کو اختیار ہے۔" میں نے اس خط کا یہ جواب دیا کہ ہماری تمہاری ملاقات کے اسطرح
ہونے پر مجھے بڑا رنج ہے اور آپ اپنی جانب سے کسی کو مختار کرکے بھیجیں تاکہ اُس سے سپردگی
کے شرائط کئے جاویں۔ جبکہ میں نے جنرل ریلی کو خط کا جواب لکھکے دے دیا تو چونکہ جنرل ریلی سے
اور مجھسے پرانی شناسائی ہے میں نے اُس سے دو چار باتیں کیں۔ اور اسطرح سے یہ کام ختم ہوا۔
میں نے مولٹکی کو عہد و پیمان کرنے کے اختیارات دے دئے ہیں اور بسمارک کو ہدایت کردی ہے
کہ وہ بھی اُس کے ہمراہ رہے اور اگر کوئی پولیٹکل سوال اُٹھے تو اُس کا جواب دے۔ چونکہ ستمبر
کی صبح تک مولٹکی کے پاس سے عہد و پیمان کے بارہ میں کوئی خبر نہیں آئی اور یہ عہد و پیمان پیٹرگی
کے ڈونچری میں ہو رہے تھے۔ اسلئے مطابق قرارداد کے میں میدان کارزار میں گیا اور آٹھ بجے
مولٹکی سے میری ملاقات ہوئی جو شرائط سپردگی پر میری منظوری لینے آرہا تھا۔ اُس نے مجھے اطلاع
دی کہ شہنشاہِ فرانس ۵ بجے صبح کے سیڈان سے چلے گئے ہیں اور ڈونچری میں آئے ہیں چونکہ وہ مجھ سے
ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے قریب ہی ایک باغ اور محل تھا اور میں نے وہ جگہ ملاقات کیلئے
پسند کری۔ سیڈان کے آگے جو پہاڑی ہے میں دس بجے وہاں پہونچا۔ مولٹکی اور بسمارک ۱۲ بجے میرے پاس

شرائط عہد و پیمان پر دستخط کرا کے لے آئے - ایک بجے میں معہ ولیعہد اور دیگر افسران اور سواران کے روانہ ہوا اور محل کے سامنے میں گھوڑے سے اُتر پڑا جہاں شہنشاہ فرانس میرے استقبال کو آئے اور مجھ سے ملاقات کی - ہماری ملاقات پاؤ گھنٹہ تک رہی - ہم دونوں اس حالت میں ایک دوسرے کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے ہیں کہ تین برس ہوئے جب نپولین کو اُس کے پورے عروج پر دیکھا تھا - اور اس موقع پر دیکھ کر جو کچھ مجھے عبرت ہوئی میں اُس کا بیان نہیں کرسکتا - بعد اس ملاقات کے ½ ۲ بجے سے ½ ۳ بجے تک میں تمام فوج میں گھوڑے پر سوار پھرتا رہا جو سیڈان کے سامنے پڑی ہوئی تھی - میری فوج نے جس طرح سے میرا استقبال کیا اور جسطرح فوج گارڈس سے میں ملا جو فرانسیسی فوج سے کٹ کر اب دسواں حصہ رہگئی ہے یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ میں آج بیان نہیں کرسکتا - فوج میں اسقدر محبت اور عقیدت دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا - اب زیادہ خداحافظ میرے دل میں اس خط کے اخیر میں بہت جوش ہے اور دل متاثر ہو رہا ہے - اور مجھے جوش رقت ہو رہا ہے -

راقم - ولیلم -

جبکہ جرمن لشکر گاہ میں یہ بات معلوم ہوگئی کہ شہنشاہ نے اپنے تئیں سپرد کر دیا تو کونٹ بسمارک کے لئے بڑی خوشی کے نعرے لگائے گئے - کونٹ بسمارک کو جب فوج نے مبارکباد دی تو بسمارک نے اُسکا حسب ذیل جواب دیا :-

"جنٹلمین"

اس جنگ میں جو فتحیابی ہوئی ہے - اس میں میری کوئی کارروائی نہیں ہے - ہاں - تم شاہ اور ون مولٹکی کو مبارکباد دو - میں نے کچھ نہیں کیا - لیکن ایک لمحہ کے لئے آپ توقف کریں - میں نے صرف ایک کام کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ میری کوششوں سے کل جنوبی ریاستہائے جرمنی نے ہماری فوج کی اپنی کل فوج سے مدد کی ہے - اور یہ اُنہیں کی مدد اور بویریا اور ورٹمبرگ کی بہادر فوجوں کی مدد سے ہوا ہے کہ ہم نے آج فتح پائی ہے

سیڈان کے اس واقعہ کے متعلق ایک غمناک اور دل توڑنے والا حادثہ موضع بیزیلیس میں ہوا جسکا ذکر ایک عینی شاہد حسب ذیل بیان کرتا ہے :-

جو لڑائی کہ اس قصبہ کے باہر ہوئی اُس میں فرانسیسی بہت بہادری سے لڑے - اور وہ جنگل میں سے

ہو کر چلے جاتے مگر وہ اس قصبہ کی گلیوں میں بھگا دئے گئے - اور اس موقع پر طریقہ جنگ زمانہ حال کا ایک بڑا افسوسناک حادثہ واقع ہوا - فرانسیسی فوجیں پسپا ہوتے ہی گھروں میں گھس گئیں اور کھڑکیوں میں سے فوج جرمنی پر فیر کرنا شروع کیا - فرانسیسی فوج یہاں بڑی بہادری سے لڑی اور اپنے تئیں سپرد کرنا نہیں چاہتی تھی اور فوج جرمنی بھی استقلال سے حملے کئے جاتی تھی - اور شہر میں کوئی ایک سو جگہ کے قریب آگ لگ رہی تھی - اور عورتوں اور بچوں اور بوڑھے آدمیوں کو جلتے گھروں میں سے کوئی نہیں نکالتا تھا - اور برابر لڑے جاتے تھے - افسوس اس تہذیب کے زمانہ میں ابنائے ہمدردی! اس قصبہ کی آبادی قریب تین ہزار کے ہے - اور یہ قصبہ ہی ہے مگر بہت سی باتیں اسمیں شہر کی سی ہیں - بہت سے آدمی رات کو تہ خانوں میں مکانوں کے جلکر گر جانے سے سوتے تھے - اور دھوئیں سے دم گھٹ کر وہ سب مر گئے - خاص قصبہ میں زخمیوں اور ڈاکٹروں پر جبکہ وہ زخمیوں کا علاج کر رہے تھے گولیاں چلا کر ان کو مار ڈالا گیا - اس سے زیادہ اور کیا ظلم کی بات ہو سکتی ہے -

# فصل پنجم

پیرس کی حالت - اعلان سلطنت جمہوری - اور اسٹراسبرگ اور ٹول کا محاصرہ -

شہنشاہ نپولین سوم نے اپنے تئیں شاہ پرشیا کو ۲ - ستمبر ۱۸۷۰ء کو سپرد کیا اور دوسرے دن شاہ پرشیا نے اس واقعہ سے ملکۂ پرشیا کو بذریعہ تار اطلاع دی اور شکست یافتہ شہنشاہ کی رہائش کے لئے جو مقام مقرر کیا تھا اُس سے بھی ملکۂ پرشیا کو آگاہی دی -

سیڈان میں فرانسیسی فوج پر جو مصیبت پڑی تھی اور شہنشاہ فرانس نے اپنے تئیں سپرد کر دیا اس خبر کے سنتے ہی شہر پیرس میں بڑی دہشت چھا گئی - ۴ - ستمبر کی رات کے ایک بجے جنرل ڈی پالیکاؤ وزیر اعظم فرانس پارلیمنٹ فرانس میں گیا اور ممبران کو اطلاع دی کہ مارشل میکموہن کی فوج سیڈان میں واپس بھاگ آئی ہے اور باقی فوج نے اپنے تئیں دشمنوں کو سپرد کر دیا اور شہنشاہ بھی اسیر جنگ ہو گئے ہیں - پھر اُس نے یہ کہا کہ اس خبر کے سننے سے اس واقعہ کے نتائج پر بحث کرنے کے لئے ہاؤس (پارلیمنٹ) ابھی تیار نہیں ہے - کیونکہ ابھی تک جلسہ وزرا میں اس بات پر گفتگو نہیں ہوئی ہے اور اس لئے میری رائے میں کل آئندہ تک بحث کرنا ملتوی

کر دیا جاوے۔

ایم جولئیس فاورنے ایک تحریک پیش کی کہ شہنشاہ اور اُس کے خاندان کے تمام حقوق دربارہ حکومت فرانس کے ضبط کرلئے جاویں اور ایک پارلیمنٹری کمیٹی کو مقرر کرکے اُسکو اختیار حکومت دیدئے جاویں اور اُس کا یہ بھی فرض ہو کہ دشمن کو فرانسیسی علاقہ سے باہر نکالدے! ور جنرل ٹروچو کو گورنر پیرس کے عہدہ پر مستقل کر دیا جاوے۔

ایم جولئیس فاور کی تجویز کو سب ممبروں نے نہایت خاموشی سے سنا اور کچھ جواب نہ دیا۔ تمام مجلس میں سناٹا رہا۔ چیمبر نے دنہیں اجلاس کرنے کی تجویز کی اور یہ جلسہ برخاست ہوا۔

چند اخبارات میں یہ بات مشتہر ہوئی کہ پرنس امپیریل مُلک بلجیم کو بھاگ گیا ہے۔ ۴۔ستمبر کے اخبار جرنل آفیشل میں مفصلۂ ذیل اعلان جلسۂ وزرار کی جانب سے شایع ہوا۔

"اے فرنچ قوم"

مُلک پر بڑی مصیبت پڑی ہوئی ہے۔ تین دن کی بہادرانہ لڑائی کے بعد مارشل میکمہن کی فوج میں سے چالیس ہزار فوج اسیر جنگ ہو گئی ہے۔ مارشل کی فوج کے مقابلہ میں پرشیا کی تین لاکھ فوج تھی۔ جنرل ومپفن نے۔ جس نے کہ مارشل میکمہن کے زخمی شدید ہو جانے کے باعث فوج کی کمان لی تھی سپردگی پر دستخط کر دئے ہیں"

اس سپردگی سے ہم بے ہمت نہیں ہوئے ہیں۔ پیرس کو اب محاصرہ میں سمجھنا چاہئے ملک میں فوجیں بھرتی کی جارہی ہیں۔ تھوڑے عرصہ میں ایک نئی فوج پیرس میں داخل ہو گی اور ایک اور نئی فوج دریائے لوائر کے کنارے بھرتی کی جارہی ہے۔ تمہاری حب الوطنی۔ تمہارا اتفاق۔ اور تمہاری قوت وہمت ہی سے فرانس محفوظ رہے گا"

شہنشاہ اس لڑائی میں اسیر جنگ ہو گئے ہیں۔ تمام حکام کے ہمراہ ملکر گورنمنٹ کارروائی کریگی اور وقت کی مناسب تدبیریں کیجاوینگی"

۴۔ستمبر کو اتوار کی شام کو مجلس واضعان قانون جمع ہوئے اور جنرل ڈی پالیکاؤنے" ایک بل پیش کیا جسکا منشا یہ تھا کہ ایک کونسل آف گورنمنٹ مقرر کیجاوے اور نیشنل ڈیفنس (قومی حفاظت) مقرر کی جاوے جسمیں پانچ ممبر مقرر ہوں جس کو لیجیسلیٹو باڈی (مجلس واضعان قانون) منتخب کریں

اور ممبران کونسل کی منظوری سے وزرا مقرر ہوا کریں اور جنرل پالیکاؤ کونسل کے لفٹننٹ جنرل مقرر رہیں "

ایم تھیبرز نے ایک تحریک پیش کی جس پر رامت اور جیپ کے مرکزوں (ضلع) کے ۴۸ ممبروں کے دستخط تھے۔ اُس نے کہا کہ باہم قومی اتفاق ہونے کے لئے یہ پیش کی جاتی ہے۔ اس تحریک کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"موجودہ حالت کی وجہ سے چیمبر ایک گورنمنٹ اور نیشنل ڈیفنس کے کمیشن مقرر کرتی ہے"

جنرل پالیکاؤ نے یہ تجویز پیش کی کہ جونہی کہ موجودہ مصیبت سے ملک آزاد ہو تو عوام سے بھی مشورہ لیا جاوے۔

چیمبر نے اس تمام تجویزوں کو بڑا ضروری خیال کیا اور ان تجویزوں کو منظور کرکے مجلس وزرا کو لکھا کہ ایک کمیشن مقرر کی جاوے۔ اسکے بعد جلسہ ملتوی ہوا۔

مجلس کے ملتوی ہونے پر محکمہ لیجسلیٹو باڈی کے سیڑھیوں پر عوام کا ایک بڑا مجمع ہوا اور سلطنت کے زوال اور جمہوری حکومت کے قیام کی خوشی میں بڑے زور شور سے نعرۂ ہائے خوشی لگائے کہ خدا سلطنت جمہوری کو تا ابد قایم رکھے۔ محلہ پانٹ کنکارڈ میں جو لوگ تھے یہ نعرے سنکے اُنہوں نے بھی خوب خوشی کے نعرے لگائے نیشنل گارڈ فوج اور دیگر تمام فوج نے عوام الناس سے بھائی چارہ کرلیا نیشنل گارڈ کی مسلح اور غیر مسلح جماعت جسکی ایک بڑی تعداد تھی باوجود دربانوں کے سخت روک ٹوک کی عدالت کے احاطہ میں گھس گئی اور احاطہ میں تل رکھنے کو جگہ باقی نہ تھی اس قدر انبوہ کثیر آدمیوں کا تھا (نیشنل گارڈ عوام الناس تھے جو اَب قومی حفاظت کے لئے بغیر تنخواہ بطور والینٹر کے اپنے ملک کے بچاؤ کے لئے فوجی خدمات کے لئے تیار ہوئے ہیں) نیشنل گارڈ جو پُل پر مقیم تھے وہ بھی چلاتے ہوئے چیمبر کیطرف دوڑے اور اُن کے عقب عوام الناس کے گروہ در گروہ چلے آتے تھے۔ نہایت ہی وحشیانہ جوش تھا۔ اور سب کی آواز یکساں تھی جبکہ وہ خوشی میں غل مچا کے کہتے تھے کہ خدا جمہوری سلطنت کو تا ابد قایم رکھے۔ شہنشاہ کا کوئی نام نہ لیتا تھا۔ جمہوری کی تعریف میں مارسلیز (ایک قسم کا مداحی گیت) گایا گیا۔ اور جمہوری سلطنت مقرر ہونے کی خوشی میں لوگ خوشی میں آپسمیں معانقہ کرتے اور بغلگیر ہوتے تھے۔ کسی قسم کی بدانتظامی یا بلوہ اور فساد نہیں ہوا۔

عوام کے ہاتھوں میں تین رنگ کے بہت سے جھنڈے بھی تھے۔
نیشنل گارڈ کے سپاہی ہر جانب سے محلہ لا گنگارڈ کی جانب آرہے تھے۔

تین بجے کے بعد نیشنل گارڈ کی ایک بڑی جماعت اور ساکنان شہر پیرس چیمبر کے بالاخانوں میں داخل ہوئے اور جبکہ پریزیڈنٹ بعد ختم جلسہ اٹھ گیا تب یہ سب لوگ کمرہ میں آ گئے۔ اصلاع چپ کے ڈپٹی ہوٹل ڈی ولی میں اپنی جائے قیام پر گئے۔ ایم پکارڈ اور ایم گیمبیٹا کو عوام الناس مارے خوشی کے اپنے کندھوں پر چڑھا کے لے گئے۔

ایم راچفورٹ ہوٹل ڈی ولی میں موجود تھا جو کہ اب عوام الناس سے بھر گئی تھی اور کھڑکیوں میں سے ٹکٹ پھینک رہا تھا تاکہ عوام اپنے ووٹ (رائے) دیں۔ اس مجمع نے شہنشاہی علامات ہر جگہ سے توڑ ڈالے اور سپاہیوں نے بارک کی کھڑکیوں میں سے عوام سے بھائی چارہ کا عہد کیا۔ ٹولیریز (شہنشاہی محل) کا دریا کی جانب کا دروازہ توڑ ڈالا۔ ۴۔ستمبر کو شہنشاہ کی معزولی اور خاندان بونا پارٹ کی حکومت کا اختتام مشتہر کیا گیا اور یہ سب کارروائی (محل) لیجسلیٹو پیلس کی سیڑھیوں پر سے مشتہر کی گئی۔

۵۔ستمبر کو اخبار "جنرل آف ڈی فرنسچ ریپبلک" میں مفصلہ ذیل اعلان شایع ہوا۔

اے فرانسیسی قوم:

عوام الناس نے چیمبر کو اب موقوف کر دیا ہے جو اس خطرہ کی حالت میں ملک کے بچانے میں تساہل کرتی ہے۔ اور جمہوری سلطنت کی ضرورت ہے ۱۷۹۲ء کی بغاوت بھی تقرر سلطنت جمہور سے فروہوئی تھی۔ اسلئے اب سلطنت جمہوری کا اعلان کیا جاتا ہے۔ یہ گردش سلطنت احقاقِ حق اور حفاظت عامہ کے لئے کیجاتی ہے۔

اے ساکنین شہر۔ تمہاری حفاظت میں یہ شہر پیرس ہے اسکی حفاظت کرو۔ کل تم فوج کے ہمراہ ہو گے تاکہ اپنے ملک کے دشمنوں سے بدلہ لو۔

نئے وزرا اس طور سے مقرر کئے گئے۔ جنرل ٹروچو۔ معہ کامل فوجی اختیارات اور نیشنل ڈیفنس کے پریزیڈنٹ آف گورنمنٹ مقرر کئے گئے۔ ایم جولیس فاور۔ وزیر صیغۂ خارجیہ مقرر ہوا۔ ایم گیمبیٹا وزیر داخلیہ جنرل ڈی فلو وزیر جنگ۔ ایم فورچن وزیر بحریہ۔ ایم کریمو وزیر عدالت عامہ۔ ایم پکارڈ وزیر مال۔ ایم جولیس سیمون وزیر تعلیم عامہ اور مذہب۔ ایم میجن وزیر زراعت۔ اور ایم ڈوریان وزیر تعمیرات

مقرر ہوا

وزرا کے حکم سے مجلس اضعان قانون موقوف کی گئی جو از سر نو پھر مقرر ہوگی اور مجلس سینٹ اور کونسل آف اسٹیٹ کی پریزیڈنٹی بالکل موقوف کر دیگئی۔

ہتھیاروں کی ساخت اور فروخت کیلئے بالکل آزادانہ طور سے اجازت دے دیگئی۔

ایم ایٹین اریگو شہر پیرس کا میر (حاکم) نامزد ہوا اور ایم فلوکے اور ایم بریسو اُسکے مشیر مقرر ہوئے۔

تمام پولیٹیکل اور دیگر جرایم جو ہو چکے تھے اُن کے مرتکبوں کو معافی دیدی گئی۔

سلطنت جمہوری کا تقرر شہر لوین۔ بورڈو اور دوسرے بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں مشتہر کیا گیا۔ فرانسیسی اخباروں سے معلوم ہوا کہ ۴ ستمبر کو شہنشاہ بیگم پیرس سے روانہ ہوگئیں اور اُسی دن شام کو ملک بلجیم میں پہونچ گئیں۔

۵۔ ستمبر کے اخبار ٹائمس میں یہ خبر چھپی کہ ہر دو ولیعہد پرشیا اور سیکسنی معہ ایک بڑی فوج کے پیرس کی جانب بڑھے جارہے ہیں۔ شاہ پرشیا اور کونٹ بسمارک بھی فوج کے ہمراہ ہیں۔ ۵ ستمبر کے ایک تار سے واضح ہوا کہ پرشیا کی فوج نے شہر مونٹ میڈی پر ۴ ستمبر کو گولہ باری کی لیکن فرانسیسوں نے بہادرانہ طور سے مدافعت کی۔ شہر کا ایک حصہ گولہ باری کرکے تباہ کر دیا گیا۔

۶۔ ستمبر کو پرنس امپیریل شہر ڈوور (ملک انگلینڈ) میں پہونچ گیا اور لارڈ وارڈن ہوٹل میں ٹھیرا۔ ڈیوک ڈی گریمونٹ جو پیشتر ہی انگلینڈ میں آگیا تھا اُس کی ملاقات کے لئے ڈوور گیا یہ پرنس کچھ عرصہ ڈوور میں رہکر معہ اپنے نوکر چاکروں کے شہر ہیسٹنگز کو چلا گیا۔

۷۔ ستمبر کو وکٹر ہیوگو (اس کا زمانہ شہنشاہی میں پولیٹیکل جرم میں فرانس سے اخراج ہو گیا تھا) بھی پیرس میں داخل ہوا۔ جب کہ وہ ریلوے اسٹیشن پر اُترا۔ عوام نے اُس کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ عوام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُس نے کہا کہ میں فرانس میں جمہوریت کے تقرر ہوتے ہی واپس آیا ہوں تاکہ پیرس کو جو تہذیب کا دارالخلافہ ہے دشمن سے بچاؤں اور وحشیانہ حملہ جو اُس پر کیا جاوے اُس کو ہم سب مل کے رد کریں۔ پیرس جب فتح پاویگا کہ کل لوگ آپس میں اتفاق کرلیں اور تمام کینہ و حسد دل سے دور کریں۔ آپس میں بھائی چارہ کرنے سے آزادی محفوظ رہے گی۔ جس دن وکٹر ہیوگو فرانس میں آیا اُسی دن ایم لوئی بلانک (اخراج شدہ) بھی پیرس

میں آگیا تھا۔

۷۔ستمبر کو جنرل ٹروچو نے ایک اعلان شایع کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ۔ دشمن پیرس کی طرف بڑھا آرہا ہے۔پیرس کی حفاظت سے تو اطمینان ہے۔ قرب وجوار کے اضلاع میں بچاؤ کے لئے تیاریاں کرنے کے احکام جاری کر دئے گئے ہیں۔ گورنمنٹ کو تمام لوگوں کی حب الوطنی اور بہادری پر اعتبار ہے۔

۷۔ستمبر کو ایم جولس فاور۔ فرانسیسی سفیر صیغۂ خارجیہ نے تمام ممالک کے فرانسیسی سفیروں کے نام ایک سرکلر بھیجا کہ ہم نے امن کی حکمت عملی پر کارروائی جاری رکھی ہے اور شاہ پرشیا نے اپنی طرف سے یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ فرانس سے لڑائی نہیں کرتے بلکہ خاندان نپولین سے لڑائی کرتے ہیں۔ تو اب وہ خاندان شہنشاہ کا معزول کر دیا گیا ہے اور فرانس آزاد ہو گیا ہے۔اگر شاہ پرشیا اس ناپاک جنگ کو اب بھی جاری رکھنا چاہتے ہیں تو وہ تمام دنیا کے روبرو اسکے ذمہ وار ہیں۔اگر انھوں نے یہی رائے قایم کر لی ہے تو ہم بھی جنگ کو قبول کرتے ہیں۔ہم اپنے ملک کی ایک انچہ زمین اور اپنے قلعوں کا ایک پتھر بھی اُن کو نہیں دینگے۔اگر ہم ایسے صلح کر لیں جو بےعزتی کی صلح ہو اُس صلح سے تو برباد ہو جانا بہتر ہے۔ہمارا سب سے بڑھکر یہ منشاء ہے کہ ایک پائدار صلح ہو جاوے۔جو کچھ ہمارے اغراض اور فوائد ہیں سب موافق یورپ کے اغراض کے ہیں۔علاوہ اسکے ہمارے پاس مضبوط فوج ہے اور فوج کے علاوہ تین لاکھ آدمی بطور والینٹر لڑنے کیلئے موجود ہیں جو اخیر وقت تک لڑنے کے لئے تیار ہیں۔پیرس میں اول تو لڑنے کے لئے قلعے ہیں اور قلعوں کے بعد فصیلیں اور برج ہیں اُن کے بعد وہ مضبوط دمدمے ہیں جو دشمن کی روک کے لئے بنائے گئے ہیں جو تین ماہ تک کارآمد ہو سکتے ہیں اگر بر تقدیر پیرس بھی دشمنوں کے ہاتھ میں چلا جاوے تو پھر تمام ملک بدلہ لینے کو تیار ہو جاوے گا۔ہم نے تمام باشندگان فرانس اور ساکنان پیرس کی مرضی سے حکومت اپنے ہاتھ میں لی ہے اور اب ہم صلح چاہتے ہیں۔لیکن اگر یہ بربادی کرنے والی جنگ ہی ہمارے مقابلہ میں جاری رکھی جاوے گی تو ہم اخیر دم تک اپنا فرض انجام دینے کے لئے تیار ہیں اور ہم کو کامل یقین ہے کہ سچائی اور انصاف ہی آخر میں فتح پاویں گے۔

۸۔ستمبر کو شہنشاہ بیگم یوجین انگلستان پہنچ گئیں اور فوراً شہر ہیسٹنگز کو روانہ ہو گئیں تاکہ شہزادہ امپیریل

اپنے بیٹے کے ساتھ رہیں۔

اخبار ڈیلی نیوز کے خاص نامہ نگار نے ۸۔ستمبر کو شہر کارلسروسے مفصلۂ ذیل احوال تحریر کیا:۔

اس وقت اُس فوج جرمنی کی تعداد جو شہر اسٹراسبرگ کے سامنے زیر کمان جنرل وارڈر ہے ستر ہزار سے ہے یہ ظاہر ہے کہ اس قدر مضبوط فوج اسٹراسبرگ کے محاصرے کو صرف ایک کامیاب نتیجہ پر لانے ہی کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اگر کوئی اور فوج اسٹراسبرگ کے چھڑانے کے لئے بھی آوے تو اُس کی مدافعت کیلئے بھی کافی ہے اسٹراسبرگ کی کمزوری بہ سبب اُسکے جائے وقوع کی ہے۔ اگرچہ وہ برائے نام دریائے رائن پر آباد ہے لیکن درحقیقت دریا سے تین میل کے فاصلہ بستا ہے۔ دریا اور قلعجات کے درمیان ایک میدان وسیع پڑا ہوا ہے جو محاصرین کے توپخانہ کے ودمے بنانے کے لئے کافی جگہ ہے۔ زمین وہاں ایسی ہے جو کہ محاصرین کو بہت فائدہ دے سکتی ہے۔ شہر اسٹراسبرگ بھی ایک کھلے میدان میں آباد ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ جرمنی کی جتنیں فرانسیسی توپخانہ کی عین زد میں جارہی تھیں لیکن بوجہ زمین کی ہمواری کے وہ بالکل پناہ میں تھیں اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ محاصرین یہاں کسی قدر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ محاصرین کے لئے ایک اور یہ فائدہ ہے کہ شہر سنڈ ولسہیم سے اسٹراسبرگ کو جو سڑک جاتی ہے اُس کی داہنی جانب جو پہاڑیاں ہیں اُسپر سے شہر کا اندرونی حصہ محاصرین کی عین زد میں ہے۔ یہاں سے شہر کی اندرونی فوج کی ہر ایک حرکت معلوم ہوسکتی ہے اگر کوئی نیا دمدمہ بناتے ہیں یا پرلنے کام کی مرمت کرتے ہیں تو اُن کا کام روکنے کے لئے فوراً تدابیر اختیار کئے جاتے ہیں۔ جو نگہبان سپاہی کے اس بلند زمین پر اندرونی شہر کے حالات دیکھنے کے لئے متعین ہیں وہ اشاروں کے ذریعہ سے سب احوال جرمنی فوج سے کہدیتے ہیں جو دمدموں اور خندقوں میں مقیم ہے رات کے وقت تو بیشک محصورین اور محاصرین کی ایک سی حالت ہو جاتی ہے کیونکہ محاصرین بہ سبب تاریکی کے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ فرانسیسی فوج نے بہت دفعہ قلعہ سے نکلکر دشمن کا مقابلہ کیا اور اُس کو حیران کیا اور اُس کے توپخانہ کو نقصان پہونچایا۔ اگر محاصرین کی بہت بڑی تعداد نہ ہوتی تو بیشک فرانسیسی فوج کا بنا ہو جاتی۔ اس قلعہ سے نکلکر حملہ کرنے کا سوائے چند سپاہیوں کے خون بہانے کے اور کوئی فائدہ اسکے نہیں ہے کہ آپسمیں دشمنی بڑہتی جارہی ہے۔

جنرل اُہرچ کمانڈر فوج اسٹراسبرگ نے ۹ ستمبر کو یہ تار بھیجا کہ اب حالت بہت خراب ہوگئی ہے۔ میرا ارادہ

آخر وقت تک لڑنے کا ہے جو وقت کہ اب بہت دور نہیں ہے۔ آج صبح فوج نے قلعہ سے نکلکر خوب بہادری سے مقابلہ کیا اور اسمیں بہت سے آدمی کام آئے مگر کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلا۔ توپخانوں کے فیروں سے کان بہرے ہوئے جارہے ہیں۔ تیسرا دمدمہ جرمنی کی فوج نے ۱۱۔ستمبر کی رات کو قلعہ سے دو سو گز کے فاصلہ پر بنا لیا ہے۔

۱۰۔ستمبر کو شہر ٹول پر پھر گولہ باری شروع کی گئی اور نو گھنٹے تک جاری رہی شہر کا بہت نقصان ہوا اور فوج قلعگیر نے بہت دلیری سے مقابلہ کیا لیکن پرشیا کی فوج اور توپخانہ اپنی جگہ پر مقیم رہا۔ پیچھے نہیں ہٹا۔ محاصرہ کے لئے اب بڑی بھاری توپیں لائی گئیں ہیں اور ٹول کے قلعہ کو سمجھ لینا چاہئے کہ گویا اُس کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے

شہر لاؤن کی سپردگی کے بعد جب فوج شہر میں داخل ہوئی تو اُس نے فصیل کو باروو سے اُڑا دیا پچاس آدمی جرمنی کی فوج کے قتل ہوئے۔ اور تین سو آدمی فرانسیسی فوج کے مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے ڈیوک ولیم آف میکنبرگ شویرن (جرمنی) بھی زخمی ہوا۔

# فصل ششم

## شہر مٹز کا محاصرہ۔ پرشیا اور فرانس کے سرکاری کاغذات۔ شہر ٹول کی سپردگی

۱۸۔اگست کی اُس خونریز لڑائی کے بعد جس سے فرانسیسی فوج کی اس قدر بربادی ہوئی جنرل بے زین نے ایک لاکھ فرانسیسی فوج کے ساتھ مٹز کے مشہور مضبوط قلعہ میں پناہ لی۔ پرنس فریڈرک چارلس نے جسکے ساتھ ایک لاکھ تیس ہزار جرمنی کی فوج تھی مٹز کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔

جب کہ دشمن کی فوج نے مٹز کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا تو مارشل بے زین نے اپنی فوج کو حسب ذیل ایڈریس دیا:۔

"اوّل کام جو اب ہم سب کو کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ دشمن کو برابر حیران کرتے رہیں۔ اور یہ بات اس طرح ہو سکتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے فوجی کالم دشمن پر حملہ کرنے نکلا کریں۔ اس صورت میں ان کو (فوجی کالم کو) شکست کبھی نہیں ہونے کی کیونکہ حملہ کرکے جب وہ دیکھیں کہ دشمن قابو پاتا معلوم ہوتا ہے تو وہ فوراً قلعہ میں چلے

آیا کریں جو اُن کے لئے مضبوط جائے پناہ ہے اس طرح سے حملہ کرتے رہنے میں دشمن کی فوج کی تعداد اور جائے قیام سب اچھی طرح معلوم ہوتا رہے گا اور موقع پڑ جاوے تو سامان رسد خوراک وغیرہ اور نیز دشمن کی توپیں بھی ہاتھ آسکتی ہیں۔ اور اس طرح سے ہماری فوج میں چستی اور چالاکی رہے گی اور قواعد جنگ کی مشق بھی ہوتی رہے گی یہ نتیجے جب حاصل ہو سکتے ہیں کہ ہمارے سپاہی رات کی روانگی میں مشق بہم پہنچائیں اور اس میں بھی مہارت بہم پہنچائیں کہ اسباب کے لئے زیادہ باربرداری کی ضرورت نہو۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہر سپاہی اپنے ساتھ ایک بڑی تعداد کارتوسوں کی رکھا کرے اور ایک یا دو بسکٹ جیب میں ڈال لیا کرے۔ اس سے زیادہ تیاری فضول ہے کیونکہ اُس کو اپنی جائے قیام سے بہت عرصہ الگ رہنا نہیں پڑا کرے گا اُن تمام باتوں کے حاصل ہونے کے لئے ہم ایک کتاب کی جسکا نام "آرمی ان دی فیلڈ" ہے اور جس کو جنرل بگوڈ نے تصنیف کیا ہے۔ سفارش کرتے ہیں کہ تمام سپاہی وہ کتاب جو علم جنگ کی ہے دیکھا کریں۔ ان سب باتوں کے علاوہ ایک یہ بات ہے کہ وقت بڑی دولت ہے۔ اس کی قدر کرنا چاہئیے"

چندروز تک تو فرانسیسی فوج محصور بالکل خاموش رہی۔ جرمنی فوج جو اُن کو گھیرے ہوئے تھی اُس سے لڑکر نکل جانے کا کوئی ارادہ نہیں کیا گیا۔ لیکن ۳۱ اگست کو فرانسیسی فوج نے یہ ارادہ کیا کہ اب آج جرمنی فوج پر حملہ کرکے اور اُن کو چیر کر شمال کی جانب شہر تھیون ویلی کی طرف چلی جاوے۔ یہ ارادہ ظاہرا سکیمن نے صلاح کرکے کیا گیا ہوگا کیونکہ یہ عام خیال تھا کہ قلعہ میٹز سے شہر سیڈان تک زمین کے اندر اندر ایک تار لگا ہوا ہے اور اُس میں سے بے زین اور سکیمن کے آپس میں صلاح اور مشورے ہوا کرتے ہیں۔ مگر فرانسیسی فوج کو اپنی اس کوشش میں اور اسی طرح اگلے دن کی کوشش میں بھی محض ناکامی ہوئی اور محصورین بہت بھاری نقصان کے ساتھ قلعہ میں واپس بھگا دئے گئے۔

چند دنوں کے بعد جنرل ومپفن جس نے کہ لڑائی سیڈان میں مارشل سکیمن کے زخمی ہونے کے بعد فوج کی کمان لے لی تھی ایک صلح کا جھنڈا لئے ہوئے میٹز میں آیا اور محصورین کو یعنے فوج قلعہ گیر کو اطلاع دی کہ سیکمن کی فوج کو جو بیزین کی فوج کی مدد اور اُس کو رہائی دلانے آرہی تھی کامل شکست ہوگئی ہے اور اُس فوج نے اپنے تئیں دشمن کو سپرد کر دیا ہے اور ومپفن نے یہ بھی کہا کہ اب زیادہ مدافعت کرنا بالکل لاحاصل ہے۔ بے زین کے چال چلن میں یہ ایک مشہور خوشنما نشان ہے کہ اُس نے اپنے تئیں اور اپنی فوج

کے سپرد کر دینے سے بالکل انکار کر دیا۔ اگرچہ وہ بالکل گھر گیا تھا اور تنہا رہ گیا تھا اور کسی قسم کی مدد کی اُمید نہیں رہی تھی اور گو ایسے کرنے میں اُس کو اپنی کامیابی کا بھی یقین نہ تھا۔

جرمنی کی توپوں سے قلعہ سٹرمیں مؤثر گولہ باری کرنے کے لئے اچھے طور سے جگہ توپوں کے لئے بنانے میں بہت عرصہ لگا۔ لیکن آخر کار ۹۔ ستمبر کو فوج جرمنی نے گولہ باری شروع کر دی۔ مگر اس گولہ باری سے کچھ فائدہ فوج جرمنی کو نہیں ہوا۔ جبکہ یہ نئی جگہ توپیں رکھنے کے لئے بنگئی۔ تو ایک ذرا سی غلطی ایک ہزار گز کی ہوگئی یعنے جرمنی کی توپیں پانچ ہزار گز پر گولہ باری کر سکتی تھیں اور اب جس جگہ وہ رکھی گئی تھیں وہاں سے قلعہ سٹر چھ ہزار گز کے فاصلہ پر تھا۔ یہ بات سچ ہے کہ موضع فراسکاٹی پر جو جرمنی توپخانہ مقیم تھا تو وہ فرانسیسی توپخانہ مقیم مون ٹگنی کی عین زد میں تھا اور فرانسیسوں نے جو اپنا توپخانہ اس جگہ سے ہٹا لیا یہ پرشیا کی فوج کی گولہ باری کی وجہ سے نہیں ہٹایا بلکہ دریائے موزل کی طغیانی کی وجہ سے ہٹایا گیا تھا چونکہ دریا کی طغیانی سے وہاں کے تمام دمدمے وغیرہ بہ گئے اور فرانسیسی گولندازوں کو مجبوراً وہاں سے ہٹنا پڑا۔ علاوہ ازیں جرمنی فوج نے جو گولہ باری کی اُس سے سوائے اس کے کہ مواضعات لیسی اور لونگ ویلی کے مکانوں میں چند سوراخ ہوگئے اور بارود جرمنی فوج کی ضایع ہوئی جرمنی فوج کو اور کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

شہر سٹر کا محاصرہ آٹھ ہفتہ تک رہا بعد اُس کے جرمنیوں نے اُس کو فتح کر لیا۔ اس کے متعلق جو جو کارروائیاں ہوئیں وہ ترتیب وار لکھی جاتی ہیں۔

ایم بسمارک (وزیر خارجیہ جرمنی) نے شمالی جرمنی تعہد کے سفیران متعینہ ممالک ہائے غیر کو اب وسط ستمبر کے قریب دو سرکلر بھیجے۔ جس میں سے ایک حسب ذیل ہے:۔

مقام شہر ریمس ۱۳۔ ستمبر۔ جو تعلقات کہ ہمارے ملک فرانس سے ہیں۔ اُن کے سمجھنے میں دوستانہ ممالک میں بھی غلط فہمی ہوئی ہے اسلئے حسب الہدایت اس بارہ میں شاہ پرشیا کے جو خیالات ہیں اور جس رائے سے جرمنی کی تمام گورنمنٹیں متفق ہیں آگاہی کے لئے روانہ کئے جاتے ہیں۔ فرانسیسی قوم نے اپنے شہنشاہ کو معزول کر کے جو جمہوری سلطنت قایم کی اور تمام قوم نے اس بات پر نہایت خوشی کا اظہار کیا تھا تو ہمارا خیال ہوا تھا کہ فرانسیسی قوم حامی امن ہے اور اب فرانسیسی امن کی بابت خیالات ظاہر کرینگے۔ مگر واقعات مابعد نے ہمارا یہ شبہ رفع کر دیا اور ہم پر ظاہر ہو گیا کہ فرانس کی قوم کے امن پسند خیالات بھی نہایت آسانی سے دشمنی میں متبدل ہو جاتے ہیں۔ فرانس کے پارلیمنٹ کے ڈپٹی اور سینیٹر اور ٹنگ

کے اخبارات۔ یہ سب یکزبان ہو کر جنگ کے اوپر اصرار کر رہے ہیں تا کہ جرمنی پر کسی عنوان فتح پاویں
اور ان لوگوں کا جوشِ غضب اس قدر تیز تھا کہ چند اشخاص جو حامی امن اور امن دوست تھے وہ بھی
ان کی مخالفت نہ کر سکے اور شہنشاہ نپولین نے غالباً یہ بات شاہ پرشیا سے جھوٹ نہ کہی تھی کہ عوام کی
رائے سے وہ جنگ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ یہ واقعات یاد کر کے ہم کو فرانسیسی قوم کے خیالات پر یقین
نہیں ہو سکتا کہ وہ ضامن امن و امان ہو سکتی ہے ہم اسبات سے بھی واقف ہیں کہ موجودہ جنگ کی وجہ سے
فرانس کی ہمیشہ یہی خواہش رہے گی کہ وہ ہم پر پھر حملہ کرے۔ اور اس بات کا اُس کو کچھ خیال نہیں ہوگا کہ
ہم نے اُس سے کیا کیا شرائط کرائے ہیں۔ اپنی شکست اور ہماری فتح فرانسیسی قوم کبھی نہیں بھولیگی۔
اگر ہم اب فرانس کو بغیر کسی حصۂ ملک حاصل کئے خالی کر دیں اور تاوان جنگ بھی نہ لیں اور کوئی دوسرا
فائدہ سوائے لشکر کی عظمت کے حاصل کریں تب بھی فرانسیسی قوم ہم سے ہمیشہ اُس دن کی تلاش میں رہا
کرے گی جبکہ اُن کو اُمید ہو گی کہ اب کامیابی سے جرمنی سے بدلہ لیا جا سکتا ہے۔ ہماری قوت جب ۱۸۶۶ء
میں بڑھ گئی تھی اسی وجہ سے ہم پر ۱۸۷۰ء میں بھی جنگ کی گئی تھی اور ہم کو پھر جو فتح حاصل ہوئی تھی اُسکی
وجہ سے ہم نے فرانس کو کسی قسم کے جوش دلانے کی ترکیب نہیں کی نہ ہمارا یہ ارادہ تھا کہ اب ہماری جانب
سے سنین جنگ شروع ہو جاویں۔ اگرچہ ہم کو اب بھی اُمید ہے کہ احتیاط اور صبر کے ساتھ اگر دونوں ملکوں
کے رشتۂ اتحاد ظاہر کئے جاویں تو دونوں قوموں کو فارغ البالی حاصل ہو سکتی ہے اور زمانۂ امن و امان شروع
ہو جاوے۔ لیکن چونکہ اب ہم تلوار کھینچنے پر مجبور کر دئے گئے ہیں جسکو کہ ہم میان میں رکھنا چاہتے تھے اس لئے
اب ہماری یہ خواہش ہے کہ امن و امان ہونے کے لئے ہم صرف فرانس کے اپنی جانب دوستانہ اظہارات
ہی نہیں چاہتے بلکہ امن و امان کے قیام کے لئے اب زیادہ ضمانت چاہتے ہیں تا کہ وہ اب ہم پر حملہ
نہ کر سکے۔ ۱۸۱۵ء میں یورپ کے دول نے جو قیام امن یورپ کے لئے فرانس کے برخلاف ایک
اتحاد قایم کیا تھا جو بنام "پاک اتحاد" مشہور ہے اور دیگر تدابیر فرانس کے برخلاف کی تھیں کیونکہ فرانس
کو اُس زمانہ میں یہ لالچ ہو گئی تھی کہ سب ملک فرانس ہی فتح کر لے۔ اُن تدابیر کا کرنا بھی اب قرین مصلحت
نہیں ہے اور اب جرمنی نے فرانسیسی حملوں کو تنہا ہی روکنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور اس لئے اب ہم
یہ بات کرنے کے لئے مجبور ہوئے ہیں کہ جرمنی کی آئندہ حفاظت اور فرانس کے آئندہ حملہ کی روک کے
لئے فرانس سے پوری ضمانت لیں۔ چونکہ جرمن قوم ایک امن پسند قوم ہے کہ جسکی وجہ سے تمام یورپ

کے امن کی بھی ضمانت ہو سکے ۔ یہ ضمانت ہم کسی فرانسیسی عارضی گورنمنٹ سے نہیں چاہتے بلکہ یہ ضمانت
ہم خود فرانسیسی قوم سے ہی چاہتے ہیں ۔ چونکہ چاہے فرانس کی کسی قسم کی حکومت ہو ۔ فرانس کی عادت جرمنی پر
ہمیشہ حملہ کرنے کی ہو گئی ہے ۔ اس لئے ہماری جانب سے صلح کے شرائط اس قسم کے مترتب کئے جاوینگے
جس کی وجہ سے فرانس کو حدود جرمنی پر اور خصوصاً جنوبی جرمنی حدود پر کوئی اور حملہ کرنا بہت ہی مشکل ہو جاوے
اور یہ ترکیب عملی یوں ہو سکتی ہے کہ ہم فرانس کا کچھ ملک لیکر اپنی سرحد کو مغربی جانب اور بڑھا دیں گے ۔
اور ہم فرانسیسی قلعوں پر قبضہ رکھیں گے اور اُن کو جرمنی کے نہایت مضبوط قلعہ بنا دینگے جہاں سے کہ اوّ
حملہ کی حالت میں پوری مدافعت ہو سکے ۔

تم سب کو ہمارا منشاء معلوم ہو گیا ہے اگر کوئی اندریں بارہ سوال کیا کرے تو اسی منشا کے موافق
جواب دیدیا کرو۔"

دوسرا سرکلر پرنس بسمارک کا حسب ذیل تھا :-

۱۶ ستمبر شہر میوکس ۔ موجودہ گورنمنٹ فرانس نے جو خواہش صلح ظاہر کی ہے اُس کے خالص
ہونے پر ہم یقین نہیں کر سکتے ہیں چونکہ موجودہ گورنمنٹ فرانس کے ممبران اپنی زبان اور اپنے عمل
سے عوام کے جوش کو اور اُبھار رہے ہیں اور عوام پر جنگ کی وجہ سے جو مصیبتیں اور تباہیاں پڑ رہی ہیں
اُن کے اوپر اُن کو جوش دلاکر اُن کو ہم سے اور زیادہ نفرت انگیز کر رہے ہیں ۔ جب یہ حال ہے تو ہم
خواہشِ صلح کو خالص کس طرح تصور کریں ۔ اس طریقہ سے تو صلح اور ناممکن ہوتی جاتی ہے صلح کے لئے تو
نہایت خاموش اور سنجیدہ الفاظ میں حالت ملک ظاہر کیجانی چاہئے تاکہ ہم کو اس بات کا یقین ہو کہ
بیشک عوام ایمان سے صلح چاہتے ہیں ۔ یہ درخواست کہ ہم چند روز کے لئے لڑائی موقوف رکھیں اور اگر یہ
بات ہم بلا ضمانت شرائط صلح کے منظور کر لیں تو یہ بات ایسی ہو گی جس سے ظاہر ہو کہ ہم میں فوجی اور پولیٹیکل
قوت فیصلہ نہیں ہے یا ہم جرمنی کے اغراض و فوائد سے بالکل بے بہرہ ہیں ۔ فرانس کے موجودہ حکام کو جو
یہ اُمید ہے کہ دیگر دول یورپ اب فرانس کی جانب ہو کر مداخلت کرینگے معلوم ہوتا ہے اسی امید پر فرانسیسی
قوم صلح کی طلبگار نہیں ہوئی ہے جبکہ فرانسیسی قوم کو یہ معلوم ہو جاوے گا کہ اُنہوں نے خود غرضی سے
لڑائی اکیلے ہی شروع کر دی تھی اور جرمنی نے بھی اکیلے ہی اُن کے مقابلہ کا ارادہ کر لیا ہے اور یہ کہ
اب جرمنی سے وہ عہد و پیمان بھی اکیلے ہی کر سکتی ہے ۔ تب فرانسیسی قوم لڑائی کا جاری رکھنا موقوف

کردے گی جس سے اب بھی اُس کو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ دول یورپ کی مداخلت کی اُمید پر فرانسیسی قوم کا لڑائی کو جاری رکھنا۔ باوجودیکہ اُن کی یہ اُمید بر نہیں آسکتی۔ یہ فرانسیسی قوم کے لئے ظلم ہے" بعد اس کے بسمارک نے اسبات کا اشارہ کرکے کہ ہم شہنشاہ کی گورنمنٹ ہی تا ہنوز سرکاری طور پر تسلیم کرتے ہیں اور اسٹراسبرگ اور میٹز کے فرانس کے قبضہ میں رہنے سے جرمنی کو خوف رہا کریگا۔ کونٹ بسمارک نے اس کے آگے اسی مراسلہ مذکورۂ بالا میں حسب ذیل اور تحریر کیا ہے :-

"اس بیس برس کے عرصہ میں ہم نے فرانس پر کبھی حملہ نہیں کیا اور وہ ہمارے ملک پر ہمیشہ حملہ کرتا رہا ہے اسلئے ہم فرانس سے اس کے سوا اور کچھ ضمانت نہیں چاہتے کہ ہم آئندہ اپنے ملک میں حفاظت سے رہیں۔ فرانس سے اب اگر یونہی بغیر ملک لئے صلح کرلیجاویگی تو وہ اُس کو مہلتِ جنگ سمجھیگا۔ اور تاکہ اپنی موجودہ شکست کا ہم سے بدلہ لے جب کبھی اُس کی طاقت کافی مضبوط ہوجاویگی یا بیرونی ممالک سے اتحاد ہو جاوے گا تو وہ ہم پر پھر اُسی خودسری سے حملہ کردے گا جیسا کہ اس سال میں حملہ کردیا تھا فرانس کے لئے ہمارے ملک پر آئندہ حملہ کرنا مشکل کرنے کے لئے۔ چونکہ اب بھی اُسی کی جانب سے حملہ شروع ہوا تھا جس سے یورپ کے امن میں خلل ہو رہا ہے۔ اور اُس کے حملہ کی آئندہ مدافعت کرنے کے لئے ہم اب یورپ کے اغراض پر لحاظ کرکے عمل کرینگے اور یورپ کے اغراض بھی صلح ہے۔ ہم فرانس سے اپنی حفاظت کی ضمانت چاہتے ہیں۔ ہمارے اس اعتدال پر اور ہمارے اس حق بجانب اور صاف درخواست پر کوئی شخص اعتراض نہ کرسکے گا۔"

۱۴- ستمبر کو ایم تھیرز لنڈن میں وارد ہوا اور ارل گرینوائل نے اُس سے ملاقات کی ایم تھیرز کے لنڈن آنے کا اصلی حال ظاہر نہیں کیا گیا لیکن یہ کہا جاتا تھا کہ وہ ایک اہم کام کے لئے آیا ہے اور پیرس کے اخباروں نے یہ اشارۃً بیان کرنا شروع کیا کہ اس ملاقات کی غرض یہ تھی کہ اب دول متمدنۂ یورپ کی مداخلت کا وقت آگیا ہے۔

۱۷- ستمبر کو فرانسیسی بیڑۂ جہازات جو چند ہفتے سے بحیرۂ جرمن میں پڑا ہوا تھا اور جس نے تمام دیگر جہازوں کی آمدورفت بند کر رکھی تھی واپس بلا لیا گیا اور جہازوں کو آزادانہ طور سے آمدورفت کی اجازت ہوگئی۔

لارڈ لائنس۔ برٹش سفیر متعینۂ فرانس کی کوششوں سے کونٹ بسمارک۔ فرانسیسی سلطنت

جمہور کے وزیر خارجیہ ایم جولیس فاورسے ملاقات کرنے پر رضامند ہو گیا۔ ایم فاورکی جانب سے اس ملاقات کا مطلب یہ تھا کہ مہلت جنگ ہو کر پھر شرائط صلح کئے جاویں چنانچہ ۱۹ ستمبر کو ایم جولیس فاور نے کونٹ بسمارک سے پرشیا کی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں ملاقات کی۔ اور پھر کئی ملاقاتیں ہوئیں لیکن دوستانہ تعلقات قایم ہو سکے اور اب یہ سمجھ لیا گیا کہ ابھی صلح ہونے کا زمانہ بہت دور ہے۔

۱۷۔ اور ۱۸۔ ستمبر کو فوج محاصرین نے اسٹراسبرگ پر حملہ کرنا شروع کیا اور آگے بڑھی لیکن فوج جرمنی کا بہت نقصان ہوا اور وہ پسپا ہوئی۔ اسٹراسبرگ سے جو لوگ بھاگ کر چلے آئے تھے وہ بیان کرتے تھے کہ شہر میں خوراک کافی موجود ہے۔

گورنمنٹ فرانس نے اب اپنا صدر مقام پیرس سے شہر ٹورس میں منتقل کر لیا اور تمام سفیران ممالک غیر نے اُس شہر میں سکونت اختیار کی۔

مٹز کے سامنے ۲۳۔ ستمبر کو ایک بڑا تیز حملہ ہوا۔ فرانسیسی فوج نے جرمنی فوج کو چیر کر تھیون ویلی کی جانب جانے کا ارادہ کر لیا تھا اور اس ارادہ کی تکمیل کے لئے اُنہوں نے قصبہ مرسی لاہانٹ پر ایک مصنوعی حملہ بھی کیا تا کہ جرمنی فوج کی توجہ اُدھر مبذول رہے اور یہ اِدھر حملہ کردیں۔ چار گھنٹے تک بڑی سخت گولہ باری جاری رہی آخر کار فرانسیسی فوج پسپا ہوئی۔ یہ لڑائی کئی میل تک ہوئی۔ فرانسیسی فوج کا بہت نقصان ہوا پرشیا کی فوج کے جتنے آدمی گرفتار ہوے۔ بے زین نے اُن کو پرشیا کی فوج میں واپس بھیجدیا۔

فرانس کی عارضی گورنمنٹ کی جانب سے مقام ٹورس سے ۲۷ ستمبر کو ایک سرکلر دربارۂ گذشتہ معاہدۂ صلح شایع ہوا جس کا مضمون حسب ذیل تھا:۔

"ایم جولیس فاور کی رپورٹ مورخہ ۲۱۔ ماہ حال سے۔ جو دربارہ گفتگوئے صلح کی ہے جو فوج پرشیا کے ہیڈ کوارٹر میں ہوئی۔ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فرانس کی گورنمنٹ حال کے قایم ہونے کے دوسرے روز پیرس میں اُسکے تمام سفیرانِ ممالک غیر سے ملاقات ہوئی۔ شمالی امریکہ۔ سوٹزرلینڈ۔ اٹلی۔ اسپین اور پرتگال نے سرکاری طور سے فرانسیسی جمہوری سلطنت تسلیم کر لی ہے۔ دوسرے دیگر ممالک نے اپنے سفیروں کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ وہ نئی گورنمنٹ فرانس سے نیم سرکاری تعلق قایم کریں۔ ایم جولیس نے بیان کیا ہے کہ اس جنگ کے حل ہونے کے لئے بہت سی تجویزیں بتلائی گئیں مثلاً دوسری طاقتوں سے اتحاد وغیرہ کر لینے کا۔ مگر چونکہ وقت گذرا جاتا تھا اور دشمن قریب آتا جاتا تھا اس لئے میں نے خود

براہِ راست تدبیر اختیار کی۔ اسلئے ۱۰ ستمبر کو میں نے ایم ڈی بسمارک سے دریافت کیا کہ آیا تم صلح کرنے پر راضی ہو۔ اوّل تو اُس نے جواب دیا کہ وہ ایسی تجویز کو پسند نہیں کرتا چونکہ ہماری گورنمنٹ کو اس نے بتلایا کہ ابھی باترتیب اور قاعدہ سے قایم نہیں ہوئی ہے لیکن اُس نے یہ دریافت کیا کہ جو صلح کہ تم کرنا چاہتے ہو اُس کی کیا ضمانت دیسکتے ہو اُس دولت کے سفیر نے کہ جس کی معرفت ہماری گفت گو ہوئی تھی مجھ سے کہا کہ اب مجھکو پرشیا کی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں جانے سے تامل نہیں کرنا چاہیئے میں نے وہاں جانا چاہا لیکن میں نے اپنا افسوس بھی ظاہر کر دیا کہ حسب قرار داد یہ شرائط صلح خفیہ نہیں رکھی گئیں۔ میں پرشیا والوں کے ہیڈ کوارٹر میں گیا اور بسمارک سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ظاہر کیا کہ فرانسیسی لوگ آزادی کی بہت قدر کرتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ فرانسیسی ایسی کوئی شرط نہیں کرینگے جسکی روسے صلح مجوزہ ایک ناپایدار مہلت جنگ ہی ثابت ہو۔ بسمارک نے جواب دیا کہ "اگر مجھکو پایدار اور دائمی صلح کے ممکن ہونے کا یقین ہو جاوے تو فوراً ابھی صلح کر لی جاوے گی"۔ اُس نے بیان کیا کہ فرانس کی موجودہ گورنمنٹ کی حالت قابل اطمینان نہیں ہے اور اگرچند دنوں میں پیرس پر قبضہ نہ کیا جاویگا تو عوام الناس اُس کو تباہ کر دینگے۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ فرانس سیڈان کی سپردگی بہت کم بھولیگا جس طرح سے کہ وہ واٹرلو وغیرہ کی بھولا نہیں ہے اور جسکا ہم سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ پھر کونٹ بسمارک نے یہ کہا کہ "فرانسیسی قوم کا جرمنی پر حملہ کرنے کا مستقل ارادہ معلوم ہوتا ہے"۔ میں اُس کے بیانات کے جوابات دیتا رہا اور جنگ کے سبب اُس کو بتلائے اور میں نے اُس سے یہ کہا کہ تم صلح کی بابت جو شرائط چاہتے ہو وہ ٹھیک ٹھیک ظاہر کر دو۔ اس کا بسمارک نے یہ جواب دیا کہ "جرمنی کی حفاظت کے لحاظ سے یہ امر ضروری ہے کہ جرمنی فرانس کے کسی حصہ پر قبضہ رکھے" تاکہ جرمنی کی حفاظت کی ضمانت ہو جائے۔ اور اسلئے اضلاع بالائے رہائن اور نشیبی رہائن اور اضلاع موزل مع قلعہ سیلنس اور سوسون کے جرمنی کے قبضہ میں رہنا ضروری ہیں اور ان کو اب جرمنی چھوڑنا نہیں چاہتے"۔ جبکہ میں نے یہ اعتراض کیا کہ اس امر کیلئے کل فرنچ لوگوں کی منظوری ہونا چاہئے جیسا کہ یورپ کے کل عوام کا قانون ہے اور بغیر اُن کی منظوری کے اُن اضلاع کا قبضہ ناجائز ہوگا۔ اس پر بسمارک نے کہا کہ "وہ خود اس بات سے اچھی طرح سے آگاہ ہے لیکن چونکہ جرمنی والوں کو فرانسیسیوں سے تھوڑے ہی عرصہ میں اور جنگ کرنا پڑے گا اسلئے جرمنی اپنے تمام فائدوں کے ساتھ ان اضلاع پر قبضہ رکھے گی"۔ میں نے

(ایم فاور) اُس پر یہ جواب دیا کہ یورپ حدِ اعتدال سے گذر جانے کا بہانہ رکھکر پرشیا کے قبضہ کی مخالفت
کرے گا اور علاوہ ازیں ہم کو یہ شرائط ہی منظور نہیں ہیں۔ہم بطور ایک قوم کے مر سکتے ہیں مگر ہم اپنے
تئیں بے عزت ہونا پسند نہیں کرتے۔تمام عوام فرانس کے صرف اسباب کے مجاز ہیں کہ وہ اپنے ملک کا
کوئی حصہ دے سکیں۔بہر حال ہم ملک کی رائے اس بارہ میں لینگے۔آخر میں میں نے یہ بھی کہا کہ پرشیا
تو فتحیابی کے نشہ میں فرانس کے برباد کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔بسمارک نے اس بات سے انکار کیا
میرے اس کہنے پر کہ سلطنت جمہوری کے اجلاس تک مہلت ملنا چاہیئے تاکہ ان شرائط پر غور کیا جاوے
اس پر بسمارک نے کہا کہ اسباب کے لئے مہلتِ جنگ کی ضرورت ہوگی اور پرشیا والے مہلتِ جنگ ہرگز
منظور نہیں کرتے۔۱۵۔ستمبر کی شام کو قصبہ فیرئیر میں بسمارک سے میری دوسری دفعہ پھر ملاقات ہوئی
اب کی دفعہ بسمارک نے مہلتِ جنگ دینا منظور کی جو میں نے کہا کہ پندرہ دن کی ہونی چاہئے اور دوسرے دن ۹ بجے
صبح کے اُس نے میرے پاس مفصلہ ذیل شرائط منظور کر کے بھیجیں

جس کا مضمون یہ تھا کہ مہلتِ جنگ کی ضمانت کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ اسٹراسبرگ۔ٹول اور
فالسبرگ پر جرمنی کا قبضہ ہونا چاہیئے۔اور چونکہ میں نے اُس سے یہ کہا تھا کہ اسمبلی (مجلس جمہوری)
کا پیرس میں اجلاس ہوگا۔اُس حالت میں بطور ضمانت اُس نے قلعہ مونٹ ویلیرین مانگا جس کی زد
میں عین پیرس آباد ہے۔میں نے اس بات پر اعتراض کیا اور کہا اس سے بھی آسان تو یہ بات تھی
کہ تم پیرس ہی مانگتے۔میں نے اُس سے کہا کہ اسمبلی کا شہر ٹورس میں اجلاس ہوگا اس حالت میں پیرس
کے برخلاف اب ضمانت کی کیا ضرورت ہے۔بسمارک نے پھر یہ درخواست کی کہ قلعہ اسٹراسبرگ میں جو فوج
محصور ہے وہ اپنے تئیں بطور اسیران جنگ سپرد کر دیوے۔میں نے اس تجویز پر ناراضی ظاہر کی۔بسمارک
شاہ پرشیا سے صلاح و مشورہ کرنے گیا۔شاہ نے بھی یہی اصرار کیا کہ اسٹراسبرگ کی محصور فوج اپنے تئیں بطور
اسیرانِ جنگ سپرد کر دیوے۔مجھے جو اختیارات تھے وہ اب ختم ہو گئے تھے۔میں وہاں سے اُٹھا اور
میں نے رخصت چاہی اور بسمارک سے یہ ظاہر کر دیا کہ جب تک پیرس میں سامان جنگ اور فوج موجود ہے
ہم برابر تم سے لڑے جاویں گے۔ایم فاور بیان کرتے ہیں کہ میں صلح کے لئے گیا تھا اور جرمنیوں میں فتح کا
جوش اور اُن میں جنگ کا ارادہ پایا۔اسلئے یورپ کی تمام سلطنتوں پر یہ واقعات ظاہر کر دئے جاتے ہیں
۲۱۔ماہِ حال کو ایم فاور نے ایک سرکاری مراسلہ بسمارک کے پاس بھیجا کہ نیشنل ڈیفنس کی گورنمنٹ تمہارے

پر صلح کے لئے تیار نہیں ہے - ایم فاور بیان کرتے ہیں کہ سیاریہ کام بے فائدہ نہیں ہوا کیونکہ پرشیا کی دھوکہ
وہی سب پر ظاہر ہو گئی ہے - سلطنت پرشیا نے وقت جنگ یہ اعلان دیا تھا کہ وہ نپولین اور اُس کی سپاہ
سے جنگ کریگی - اور فرانسیسی قوم کا پرشیا ادب ملحوظ رکھتی ہے - لیکن آج سب پر ظاہر ہو گیا کہ پرشیا والوں کا
کیا ارادہ ہے - اخیر میں ایم فاور نے تمام ملک فرانس کے کل باشندگان کو یہ ترغیب دی ہے کہ یا تو جلسہ وزراء
کو موقوف کر دیا جاوے یا کل قوم کو چاہئے کہ اخیر دم تک دشمن سے لڑائی جاری رکھے -

سرکاری بیان جرمنی کا متذکرۂ بالا واقعہ کی بابت حسب ذیل ہے :-

"ایم جولیس فاور نے شمالی جرمنی تعہد کے صدر نشین (بسمارک) سے اپنی ملاقات کی جو رپورٹ شایع
کی ہے وہ کچھ درست ہے لیکن بالکل صحیح نہیں ہے - صرف مہلت جنگ کا سوال زیر بحث تھا کسی حصہ
ملک کے لینے کی بابت کونٹ بسمارک اپنے خیالات تب ہی ظاہر کرینگے جبکہ حصہ ملک کے جرمنی کو دینے کا
اصول منظور کر لیا جاوے"

۲۴ - ستمبر کو چھ گھنٹے کی گولہ باری کے بعد شہر ٹول نے اپنے تئیں سپرد کر دیا - فوج قلعگیر کو اسیران جنگ
نہیں شرائط پر کر لیا گیا جو شرائط کہ سپردگی سیڈان پر کی گئی تھیں - اس شہر کا محاصرہ ۱۴ - اگست کو شروع
ہوا تھا - ۱۶ - اگست کو اُس جانب حملہ کیا گیا جسطرف توپیں نہ تھیں - مگر یہ حملہ پسپا کر دیا گیا اور کئی سو جرمنی
فوج ماری گئی - بعدازاں ایک بے ترتیب گولہ باری ہوتی رہی جس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا یہ گولہ باری ۲۳
تاریخ کو شروع ہوئی - جو توپخانہ کہ اس محاصرہ میں موجود تھا اُس میں پرانے زمانہ کی میدانی توپیں تھیں -
بویریا کی ریلوے کمپنی نے جس کی لائن شہر ویسمبرگ - نانسی - اور پیرس تک ہے اُس نے پندرہ
دن کے عرصہ میں شہر ٹول کے گرداگرد ایک شاخ ریلوے کے بنا دینے کا ادعا یہ خواہش کیا - لیکن
مولٹکی نے جواب دیا کہ نہیں ہمیں ریل کی ضرورت نہیں ہے - ہم پندرہ دن سے پہلے ہی اس شہر کو
فتح کر لینگے - جرمنی کے حملہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ اس قلعہ کی دوہری فصیل تھی اور دوہری خندق
تیس فیٹ چوڑی تھی اور بے شمار برج تھے اور پچھتر توپیں قلعہ پر چڑھی ہوئی تھیں جن میں سے ۲۶
بھاری بھاری توپیں رفل کی تھیں جو فرانسیسی اسٹراسبرگ سے لائے تھے جبکہ اُنھوں نے ٹول کو
سرگرمی سے بچانے کا ارادہ کر لیا تھا - بڑی بھاری توپیں محاصرہ کی جرمنی سے یہاں پہنچیں اور کوہ چل
کی ایک پہاڑی پر جانب شمال اُن کو جما یا گیا اور جنوب مغرب کی جانب پہاڑی پر دوسرا توپخانہ

مقرر کیا گیا اور جنوب مشرق میں ایک تیسرا توپخانہ مقرر کیا گیا۔ ۲۲ تاریخ تک جرمنیوں کی مفید کارروائی نہیں ہوئی۔ ۲۲۔ تاریخ کی صبح ہوتے ہی تیسرے اور چوتھے توپخانہ کی باڑیوں نے ایک دم سے گولہ باری شروع کر دی اور تمام فوج نے ملکر حملہ کر دیا جو زیر کمان گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ شویرن کے تھے۔ تمام دن گولہ باری رہی فوج قلعگیر بھی گولہ باری کرتی رہی مگر اس کی گولہ باری کسی کام کی ثابت نہیں ہوئی۔ شام کو بسبب گولہ باری کے شہر میں ۳۰ جگہ آگ لگ رہی تھی۔ تمام باشندوں نے جمع ہو کر اب کمانڈنٹ فوج فریخ کو یہ ترغیب دی کہ وہ قلعہ پر سفید جھنڈا نصب کر دیں اور قلعہ کو سپرد کر دیں۔ کرنل مانٹفل کمانیر فوج محاصرین نے یہ درخواست صلح فوراً قبول کر لی اور جرمنی کی فاتح فوج اسی شام کو سات بجے شہر میں داخل ہو گئی۔ شرائط سپردگی بالکل وہی تھیں جو شیڈان پر ہوئی تھیں۔ میونسپلٹی کی ایک کونسل نے سپردگی سے ناراضگی ظاہر کی لیکن باشندگان شہر نے بے فائدہ بربادی کا اسقدر خوف دلایا کہ سول اور فوجی حکام سپردگی پر رضامند ہو گئے۔

قلعگیر فریخ فوج کی تعداد بہت ہی کم نکلی۔ کل دو سو فوج تھی اور دو ہزار عام آدمی تھے جو لڑائی کے لئے حب الوطنی سے آ گئے تھے۔ اور کوئی باقاعدہ گولنداز نہ تھا۔ میجر بک ایک پنشنر بوڑھا افسر رسالہ اس فوج کا کمانڈنٹ تھا۔ محاصرہ کے دوران میں ۵۰۰ عوام کی نئی فوج کو توپوں کا فیر کرنا سکھلایا گیا تھا۔ جو توپخانہ سے گولہ باری کرتے تھے لیکن ۱۶۔ تاریخ کے حملہ کے پسپا کرنے میں تمام مرد باشندگان شہر جن کے پاس ہتھیار تھے شامل ہوئے تھے۔ اس لڑائی میں نقصان فریقین کا بہت کم ہوا۔

## فصل ہفتم

پیرس کی طرف جرمنی فوج کا بڑھنا۔ دارالخلافت کے قلعہ اور حفاظتوں کا بیان

## شہر اسٹراسبرگ کی سپردگی

اب جرمنی کی فوج نے بتدریج مگر باستقلال پیرس کی جانب کوچ شروع کر دیا۔ سیڈان اور بیومونٹ کی خونریز لڑائی کے بعد کہ جو معزول شہنشاہ اور اس کی فوج کے واسطے اس قدر بربادی بخش ثابت ہوئیں کھلے میدان میں پھر بہت ہی کم جنگ ہوئی۔ فرانس کی فوج جس طرح شکست پر شکست کھائی

کھاتی تھک گئی تھی اسی طرح جرمنی کی فوج بھی فتح پر فتح کرتی تھک گئی تھی اور خاصکر جرمنی کو یہ فتح بہت ہی گراں پڑی یعنے جرمنی فوج کا بھی بہت ہی سخت نقصان ہوا - اب جرمنی والوں کو اپنی اس ضایع شدہ فوج کے عوض دوسری فوج بھرتی کرکے کمی پورا کرنے کے لئے وقت کی ضرورت تھی - لیکن تاہم جرمنی کی فاتح فوج نے استقلال سے مگر آہستہ آہستہ فرانسیسی دارالخلافہ کیطرف کوچ کردیا -

جرمنی کی فوج کے تین لشکروں نے اب بتدریج پیرس کی جانب کوچ کردیا - اس فرانسیسی فوج نے جو بیزیریس میں تھی اور جنرل وینوئی کے کوڑنے جو ابھی تک جرمنی فوج سے نہیں لڑی تھی راہ گریز اختیار کی - ۱۷ ستمبر اور ۱۸ ستمبر کو جرمنی فوج کا ایک بڑا حصہ پیرس تک پہنچ گیا ۱۹ ستمبر کو ولیعہد پرشیا کی فوج کے مقدمۃ الجیش اور کچھ فرانسیسی فوج سے مڈبھیڑ ہوگئی - فرانسیسی فوج نے اچھی طرح مقابلہ کیا - لیکن فرانسیسیوں کی کچھ بے قاعدہ فوج نے جرمنی کی فوج کی شکل دیکھتے ہی بھاگنا شروع کردیا اسلئے فرانسیسی کو مجبوراً اپنی جگہ چھوڑکر پسپا ہونا پڑا اور ان کے بہت سے آدمی گرفتار ہوئے اور بہت سی توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ آئیں -

۲۰ ستمبر کو مقام وارسلیز سے ولیعہد پرشیا نے ملکہ پرشیا کو ایک تار اس مضمون کا بھیجا کہ شہر وارسلیز سے شہر ونسنس تک پیرس کا محاصرہ کرلیا ہے اور فرانسیسی فوج کو ان دونوں شہروں کے بیچ میں سے پیرس کی جانب واپس بھگا دیا ہے - ایک مضبوط دمدمہ اور سات توپیں ہمارے ہاتھ لگیں اور ہمارا نقصان بہت خفیف ہوا - شاہ پرشیا نے اسی تاریخ کو ملکہ پرشیا کے پاس جو تار بھیجا اس کا مضمون یہ تھا کہ جب ۵ پرشیا کے کورز اور ۲ - بویریا کی کورز نے دریائے سین کو قصبہ ویلی نیو سینٹ جارج پر عبور کرلیا تو جنرل وینوئی کی فوج کے تین ڈویژنوں نے سیکاکس کی پہاڑی پر سے ہماری فوج پر حملہ کردیا - لیکن آخرکار فرانسیسی فوج قلعہ جات پیرس کے پیچھے بھگا دی گئی - سات توپیں ان کی ہمارے ہاتھ آئیں اور بہت سی فرانسیسی فوج گرفتار ہوئی - ہماری نویں رجمنٹ کے سپاہی بہت کام آئے - معلوم ہوتا ہے کہ پیرس کے تمام باشندوں نے باستثنا رچند یہ مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ مرجاویں گے مگر دشمن کو اپنے تئیں سپرد نہ کریں گے - غالباً یہ بات یوں معلوم ہوتی ہے کہ پیرس کے چاروں طرف جو مضبوط قلعے بجاؤ کے لئے ہیں اس پر ان کو اپنی کامیابی کا پورا اعتماد ہے اور وہ درحقیقت بہت ہی مضبوط ہیں جنکا بیان حسب ذیل ہے :-

پیرس کا خاص قلعہ پنج گوشہ ہے اور اُسمیں ۹۳ برج ہیں اور اُن کے آگے دمدمے بنے ہوئے ہیں اور قلعہ کے
اندر کا احاطہ شمالاً جنوباً آٹھ ہزار پانسو گز کا ہے اور شرقاً غرباً اس سے بھی تھوڑا سا زیادہ ہے - وہ فصیل خورد جس کی
دشمن چڑھکر فصیل کلاں تک پہنچتا ہے ۳۰ فیٹ بلند ہے - اور اس قلعہ سے بیرونی قلعہ جات پیرس کا فاصلہ کسی
کا دو ہزار گز ہے اور کسی کا تین میل کا ہے - ان قلعجات کا سلسلہ شہر پیرس سے شمال اور مشرق اور جنوب کیجانب
پھیلا ہوا ہے - یہ قلعے اندر سے شرقاً غرباً اُنیس ہزار اور شمالاً جنوباً پندرہ ہزار گز رقبہ کے ہیں شہر سینٹ ڈینس مع
اپنے تین قلعوں کے پیرس کے سب سے اخیر شمالی مدافعت کی جگہ ہے اس شہر کے ایک حصّہ پر بھی دمدمے وغیرہ بنے
ہوئے ہیں - سینٹ ڈینس کے شمال کی جانب قلعہ ڈی لابرچ ہے - اور اس قلعہ سے میل بھر آگے قلعۂ ڈبل کورون
ڈیو نورڈ ہے جو شہر ڈینس کے بالکل شمال میں ہے - شہر ڈینس کے جنوب مشرق میں قلعہ ڈی ایسٹ ہے یہ قلعہ
مربع ہے اور اُسمیں برج بھی ہیں - اس سے اور تین میل آگے جنوب مشرق کی طرف قلعہ ڈی آبر و یلیئرز بھی
پنجگوشہ قلعہ ہے اور اسمیں برج بھی ہیں - ان سب متذکرہ بالا قلعوں میں سینٹ ڈینس کی نہر جاری ہے - اور
ان ہر سہ قلعجات کے درمیان جو میدان پڑا ہوا ہے اُسمیں نہر کے کناروں پر تین جگہ تین چھوٹے چھوٹے قلعے اور
بنے ہوئے ہیں - پیرس کی یہ تمام حفاظتی (قلعجات) تو میدان میں ہیں - لیکن قلعہ ڈی آبرو یلیئرز اور نہر اورق کے
جنوب میں زمین بہت بلند ہے اور اس بلند میدان کی وجہ سے مشرقی پیرس خوب محفوظ ہے اور یہ میدان شہر
ون سنس تک چلا گیا ہے پیرس سے بہت آگے جاکے یہ میدان مائل بہ نشیب ہوتا جاتا ہے اور اس میدان کے
اُس تار پر قلعجات بنے ہوئے ہیں - انیں سے اوّل قلعہ ڈی رومن ویلی ہے یہ مربع قلعہ ہے اور اس میں بھی برج
ہیں اور اس کے آگے دمدمے بنے ہوئے ہیں جو اُس سڑک تک پھیلے ہوئے ہیں جو پیرس سے میٹز اور نہر اورق
کو جاتی ہے - اور میدان پر جو قلعے ہیں اُن کے نام یہ ہیں - قلعہ ڈی نوئزی - قلعہ ڈی رورنی - اور قلعہ ڈی نوجنٹ
یہ سب مربع قلعہ ہیں اور ان کے باہر دمدمے علیحدہ بنے ہوئے ہیں - شہر رومن ویلی اور قصبۂ نوئزی کے درمیان
ایک چھوٹا سا قلعہ موسوم بہ نوئزی ہے - قلعجات نوئزی اور رورنی کے درمیان چھوٹے قلعے مانٹرل اور لا بانسیر
ہیں - رورنی اور نوجنٹ کے درمیان قلعہ فونٹنی ہے - نوجنٹ سے ساڑھے چار میل کے فاصلہ پر ایک قلعہ اور
ہے جس کا نام قلعہ چارنٹن ہے اور یہ قلعہ سب قلعجات متذکرۂ بالا سے بڑا ہے - یہ پنج گوشہ قلعہ ہے اور دریائے
سین اور دریائے مارن کے اتصال سے جو گوشہ بنا ہے اُس پر یہ قلعہ بنا ہوا ہے - دریائے سین کے بائیں
کنارہ پر جو قلعجات ہیں اُن کی تفصیل یہ ہے - اوّل تو قلعہ آیوری ہے جو قلعہ چارنٹن سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ

پر ہے۔ اور اس قلعہ کی زد میں شہر لائنس کی ریلوے اور سڑک اور دریائے سین اور دریائے مارن کے گھاٹ وغیرہ ہیں یہ قلعہ قصبہ آیوڑی اور ورٹری کے درمیان بلند میدان پر بنا ہوا ہے اور آرلینز کو جو ریلوے جاتی ہے وہ اس کے قریب ہے گو یا ریلوے لائن کا یہ محافظ ہے۔ دوسرا قلعہ بٹری ہے اور یہ بھی بلند میدان پر ہے۔ بٹری کا قلعہ شہر پیرس کے خاص قلعہ سے ایک میل سے کچھ کم ہے اور شہر اورسی کو جو ریل جاتی ہے وہ اور شہر فونٹن بلیو کو جو سڑک جاتی ہے یہ سب اس کی زد میں ہیں اورسی کی ریل کی سڑک کی دوسری جانب قلعہ مونٹروگ ہے جو شہر ٹولوس کی سڑک کے قریب ہے پھر اس کے آگے ایک اور قلعہ ہے جس کا نام ڈی ونوس ہے اور جو شہر چیوروزا اور شہر وارسلیز کی ریلوے کا محافظ ہے اور سب سے اخیر قلعہ "ڈی ایسی" ہے جو بلند میدان کی مغربی اُتار کی طرف ہے اور وارسلیز کو جو ریل اور سڑک جاتی ہے وہ دونوں اس کی زد میں ہیں۔ اور پیرس سے نکلکر دریائے سین کا جو پہلا موڑ ہے وہ بھی اس قلعہ کی زد میں ہے یہ آخری پانچ قلعے ایسے عمدہ جگہ پر بنے ہوئے نہیں ہیں جیسے وہ قلعے ہیں جو پیرس کے مشرق کی طرف اُس کی حفاظت کے لئے ہیں۔ چونکہ جس میدان میں یہ بنے ہوئے ہیں وہ جنوب کی جانب بہت دور تک چلا گیا ہے اور وہ میدان بعض جگہ سے اتنا بلند ہو گیا ہے کہ اُس بلندی سے یہ قلعے عین زد میں ہو گئے ہیں۔

مغربی جانب شہر پیرس جنوباً قصبہ ایسی سے قصبہ سینٹ ڈینس تک شمالاً دریائے سین کے دوبارہ واپس لوٹ آنے سے محفوظ ہے یعنے دریائے سین مغربی جانب پیرس کے بطور خندق کے اسطرح ہو گیا ہے کہ جبتک دشمن یہ دریا عبور نہ کرلے مغربی جانب سے پیرس میں داخل نہیں ہو سکتا ہے یہاں آکر دریا سے ایک دوسرا موڑ بنجاتا ہے اور کچھ قطعہ زمین مثل جزیرہ نما کے پانی سے محدود ہو جاتی ہے۔ اس جزیرہ نما میں جو پیرس کے مرکز سے عین مغربی جانب ہے ایک اور قلعہ بنا ہوا ہے اور اُس کا نام مونٹ ویلیرین ہے۔ یہ قلعہ اُس ریلوے کے قریب ہے جو شہر کلاؤڈ کو جاتی ہے۔ جنرل ٹروچو نے اس قلعہ کی توپوں کی عین زد میں ایک میدان لشکرگاہ کے لئے بنا کے اُس کی چاروں جانب خندقیں کھدوا دی تھیں اور اُس کا یہ خیال تھا کہ جب دشمن سے لڑتے لڑتے پیرس میں غلہ وخوراک وغیرہ بالکل نہ ملے گی اور پیرس کے باشندے جب سپردگی کے لئے حیران کرنے لگینگے۔ تب یہاں آجاؤنگا۔ یہ قلعہ بذات خود ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ اور اس پر گولہ باری نہیں ہو سکتی تھی شہر پیرس اس قلعہ کی عین زد میں ہے۔

۱۵ ستمبر کی رات وہ جرمنی فوج جس نے اسٹراسبرگ کا محاصرہ کر رکھا تھا دریائے رہائن کے بائیں کنارہ

قلعہ کہل کے مقابلہ میں اپنے توپخانہ کی باٹریاں جمانے میں کامیاب ہوئی ۱۷ ستمبر کو ۲۰۰ فرانسیسی فوج نے قلعہ سے نکلکر اس توپخانہ پر حملہ کیا اور اُن کے مقابلہ میں ریاست بیڈن کے چار سو سپاہی تھے - بیڈن والے اپنی جگہ پر قایم رہے اتنے میں پرشیا کی اور فوج اُن کی مدد کو آگئی - اور فرانسیسی فوج کو واپس بھگا دیا۔ اس مصاف میں فرانسیسی بہت قتل و زخمی ہوئے اور بہت سے دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو گئے - اور تین توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ آئیں - جرمنی فوج کی گولہ باری سے فصیل قلعہ میں ایک شگاف ہو گیا تھا دریائے رائن کے بائیں کنارے پر جو دمدمے اور قلعے تھے اب اُن سب کو جرمنی توپخانہ نے گھیر لیا تھا جنھوں نے اب متواتر اور برباد ی بخش گولہ باری جاری رکھی - فرانسیسی فوج بھی اس گولہ باری کا جواب دیتی تھی اور اُن کی گولہ باری سے بعض اوقات جرمنی فوج بہت ضایع ہو جاتی تھی - شہر اسٹراسبرگ رات دن گولہ باری کی وجہ سے دھوئیں میں چھپا رہتا تھا - قلعوں کا بہت بڑا حصہ اب ملبہ ہو ہو کر گر رہا تھا - ۱۷ ستمبر کو یہ یقین کر لیا گیا تھا کہ اگر جنرل ورڈر اپنے دو ہزار آدمی کو جان کے خطرہ میں ڈال کر حملہ کرے تو وہ شہر کو فتح کر سکتا ہے - جرمنی فوج نے یہ بھی ارادہ کیا تھا کہ غبارہ پر چڑھ کے قلعہ میں جو بارود کا میگزین ہے اُس میں غبارے سے اُڑنے والے مادّہ کا گولہ پھینک دیا جائے فوج محاصرین نے جو دمدمے اپنی حفاظت کے لئے بنائے تھے اُن سب میں آپس میں تار لگا ہوا تھا اور سب جگہ سے یہ تار جرمنی ہیڈ کوارٹر میں پہونچتا تھا -

۱۸ ستمبر سے ۲۶ ستمبر تک اسٹراسبرگ پر برابر گولہ باری جاری رہی اور جان اور مال کا بہت نقصان ہوا - بعض اوقات قلعہ میں سے فرانسیسی فوج نکل کر جرمنی فوج پر حملہ کیا کرتی - مگر ہمیشہ نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کر دی جاتی تھی ''

آخر کار ۲۷ ستمبر کی صبح کو ایک سفید جھنڈا جسکو ایک فرانسیسی افسر پکڑے ہوئے تھا قلعہ کی فصیل پر سے اُڑتا ہوا دکھائی دیا - گولہ باری فوراً بند کر دی گئی - اور محاصرین اور محصورین کی گفتگو ہو کر شرائط پیش کی تحریر کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر ہوئی - شہر کے چھوڑ دینے کا ابتدائی معاہدہ جب مکمل ہو گیا تو فرانسیسی فوج نے ۲۷ ستمبر کی دوپہر کو شہر اسٹراسبرگ چھوڑنا شروع کر دیا - اس کی بہادر محافظوں میں سے اوّل جنرل اُہرچ قلعہ سے نکلا - اُس کے پیچھے افسران اسٹاف تھے - اور جرمنی فوج کے کمانڈر جنرل ورڈر سے ملنے گیا جنرل ورڈر اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا اور آگے بڑھکر جنرل اُہرچ سے ملا اور اُس سے مصافحہ کیا - اس کے بعد جنرل بیرل اور تمام افسران فوج قلعہ میں سے نکلے اور بعد ازاں تمام قواعد داں اور بیقاعدہ فوج جھنڈے لئے ہوئے

اور کندھوں پر ہتھیار رکھے ہوئے نکلے۔ یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ سوائے معدودے چند سپاہ کے اس فوج کا برتاؤ نہایت خراب تھا۔ اور شرائط سپردگی کے خلاف اس طرح سے عمل کرتے تھے جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ فوج اپنے افسران کی مطیع نہیں ہے۔ اور جنرل اُہرچ کی سپردگی کا سب سے بڑا سبب یہی ہوا (یعنے سپاہیوں کی نافرماں برداری) دو تہائی سے زیادہ فوج شراب پئے ہوئے تھی۔ اور شراب پر شراب پی کے نہایت مدہوش ہو رہی تھی۔ جبکہ یہ فوج شہر کے برباد شدہ دروازہ سے باہر نکلنے لگی تو سینکڑوں فرانسیسی سپاہی بوجہ نشۂ شراب کے لڑکھڑا کر گر پڑے اور اُن کی رفلیں اور ہتھیار پتھروں کی دیواروں سے لگ لگ کر چکنا چور ہو گئے اور بعضوں کے ہتھیار خندق میں گر پڑے۔ ایک پلٹن نے صرف یہ خوشی کا نعرہ مارا، کہ خدا سلطنت جمہوری کو قایم رکھے، سلطنت پرشیا کو قایم رکھے! اور شہنشاہ کو قایم رکھے۔ افسروں نے بھی ان سپاہیوں کو باقاعدہ رکھنے کی کوشش نہیں کی نہ اُن کو اُن کے ہتھیار برباد کرنے سے روکا اور جو کہ سپردگی کے شرائط کے بموجب جرمن فاتحان کو دینے چاہئیں تھے۔ پرشیا اور بیڈن کی فوجوں نے جو فتح کا بینڈ باجہ بجایا بہت سے فرانسیسی سپاہی اُس پر ناچنے ہی لگ پڑے۔ بعض سپاہی گھانس پر لوٹ گئے اور ناقابل فہم الفاظ نکالنے لگے۔ بعضوں نے جرمنی سپاہیوں سے معانقہ بھی کرنا چاہا اور جرمنیوں نے اُن کو جھڑک کر الگ کر دیا۔ یہ تمام نظارہ بہت ہی تکلیف دہ اور نفرت انگیز تھا اور ان کے چال و چلن سے فرانسیسی فوج سے نفرت ہوتی تھی۔ جنرل اُہرچ بھی جنرل ورڈر سے ملاقات کرنے کے دوران میں اس فرانسیسی فوج کے طرز عمل سے بہت دل ہی دل میں شرمندہ ہوتا تھا۔

سپردگی کے بعد شہر اسٹراسبرگ کی جو حالت تھی وہ بیان نہیں ہو سکتی۔ اسٹراسبرگ کے مغربی اور شمالی مغربی مضافات تو بالکل ویران ہو گئے تھے محلہ فابرگ نیشنل تو جلکے بالکل جلا ہوا ملبہ پڑا ہوا معلوم ہوتا تھا اور محلہ پیری جس جگہ آباد تھا وہ بالکل ویران ہو کر وہاں میدان نکل آیا تھا۔ اس میں نہایت بلند نو ساختہ بڑے خوبصورت خوبصورت مکانات اور عمارات تھیں جن پر سینکڑوں روپے صرف ہوئے تھے۔ اس کی بجائے اب صرف یہ رہ گیا تھا کہ کہیں کہیں کوئی دیوار کھڑی نظر آجاتی تھی یا لوہے کے جلے ہوئے ٹکڑے نظر آتے تھے یا راکھ کے ڈھیر نظر آتے تھے۔ فصیل شہر پر اگر کوئی دیکھتا تو فابرگ اس طرح سے نظر آتا تھا گویا کوئی دبا ہوا شہر معلوم ہوتا ہے اور اُس کا ملبہ اوپر کھود کھود کے ڈالا جا رہا ہے۔ اس قدر کامل اور پوری بربادی اسکی ہوئی تھی کہ اگر کوئی سچ مچ یہ کہتا اب سے چھ ہفتہ پیشتر یہ شہر نہایت

خوبصورتی سے آباد تھا اور یہاں بڑے مخیر لوگ رہا کرتے تھے اور روپے کے لین دین کا کاروبار یہاں خوب ہوا کرتا تھا تو شاید کسی کو بمشکل یقین آتا۔ جدھر آنکھ اٹھا کے دیکھتے سوائے بربادی اور تباہی کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ بڑے بڑے برج اور مکانات جو گر گئے تھے یا اب گر رہے تھے۔ مکانات گرجا۔ اور کارخانجات اور قلعہ کی فصیلیں یہ سب گر گر کے خاک ہوتے جاتے تھے اور درختوں کا یہ حال تھا کہ کوئی بالکل ہی گر گیا تھا اور کوئی گرنے کی حالت میں تھا۔ انیسویں صدی کا یہ کیسا غمگین نظارہ تھا۔ ہمارے زمانہ میں تہذیب کو جو ایسا مکمل سمجھ لیا گیا ہے اور سائنس (علم) کی ہر شاخ میں ترقی ہو رہی ہے اس بربادی کو سوائے اس کے اور کیا کہا جاوے کہ یہ بربادی بھی ایک ضمیمہ تہذیب ہے۔ ہماری فخریہ ترقی کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاکھوں روپوں پر پانی پھر گیا اور لاکھوں کی لاگت اور بڑی محنت اور عقل سے جو جو اشیاء مہیا کی گئیں تھیں وہ یوں برباد کر ڈالی گئیں۔ اصلی بات تو یہ ہے کہ درحقیقت جنگ تمام بے وقوفیوں سے بڑھ کر بیوقوفی اور تمام جرموں سے بڑھکر جرم ہے۔ ہمیں اس جگہ اس بحث سے کیا غرض۔ اب ہم اپنے کام کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں۔ اسٹراسبرگ کا قلعہ بالکل راکھ کا ڈھیر نظر آتا تھا۔ شہر کا اندرونی حصہ گو اس قدر برباد تو نہیں ہوا تھا جتنا کہ اسٹراسبرگ کے مضافات اور دیگر قرب و جوار کی عمارات ہوئی تھیں لیکن چونکہ یہ درمیان شہر میں تھا اس کا بھی بہت نقصان ہوا۔ محلہ کلیبر پلیٹ میں جو نہایت مشہور قہوہ خانہ تھا وہ بنیاد سے چھت تک بالکل برباد ہو گیا تھا۔ گرجا اور شہنشاہی محل اور اعلیٰ اعلیٰ عمارات تمام چکنا چور ہو رہی تھیں۔ نہر کے تین یا چار پل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ گئے تھے اور بعض عالیشان مکانات ایسے شکستہ ہو گئے کہ مجبوراً اُن کو اُسی وقت گرا دینا پڑا۔ شہر میں تمام سڑکیں بوجہ گولوں کے گرنے کے اکھڑی پچھڑی ہوئی تھیں اور گڈھوں پر گڈھے ہو رہے تھے۔ شہر کا باغ دوران محاصرہ میں قبرستان بنا لیا گیا تھا اور اب وہاں تمام سپاہیوں اور سولین اور مرد و عورت اور بچے وغیرہ کی قبریں بنی ہوئی تھیں۔ بالمختصر یہ ہے کہ اس مشہور زمانہ شہر اسٹراسبرگ پر جو مصیبتیں نازل ہوئیں۔ اُس کے بیان کرنے کے لئے کافی الفاظ نہیں ہیں۔

گولہ باری سے اسٹراسبرگ میں جو نقصان ہوا اُس نقصان کی میزان بہت زیادہ ہے۔ شہر کے چار سو (۴۰۰) مکانات برباد ہوئے اور ستر سو شہری آدمی قتل اور زخمی ہوئے۔ اور آٹھ ہزار آدمی بے گھر ہو گئے۔ اسٹراسبرگ کے نقصان کا اندازہ اٹھارہ کروڑ فرانک یا ستر لاکھ پونڈ اور اسّی لاکھ پونڈ کے درمیان

کیا گیا تھا - یہودیوں کے محلہ میں اور ماہی گیروں کے محلہ میں اور محلہائے سینٹ نکولاس اورفنکن سیٹ اوربرو گلی میں اوراسٹین اسٹریسی کے قریب بہت ہی سخت نقصان جان ومال ہوا۔

# فصل ہشتم

پیرس کے سامنے لڑائی۔ شہنشاہ نپولین کا تحریری اعلان

## وسجنر میں لڑائی

جرمنی فوج اب پیرس کی جانب بڑھی جارہی تھی اور اُس کے روکنے کے لئے اب ایسی کوئی فرانسیسی فوج نہیں رہی تھی کہ جو قواعد دان فوج کہی جاسکے۔ اس لئے ستمبر کے اخیر میں جرمنی فوج نے پیرس کا پورا محاصرہ کرلیا اور بیرونی دنیا سے پیرس کے تمام تعلقات مسدود ہوگئے۔ بے شمار قواعد دان سپاہی کہ جنہوں نے گذشتہ خونریز لڑائیوں میں فتح پائی تھی۔ اس شہر کے چاروں جانب پڑی ہوئی تھی اور فوج کے آٹھ یا ½ ۸ کور تھیں جن کی تعداد دو لاکھ دس ہزار سے دو لاکھ چالیس ہزار تک تھی اور شمال مشرق سے جنوب مغرب تک پیرس کو گھیرے ہوئے تھی۔ ریل کی سڑکوں پر رسالہ سوار ان محاصرہ کئے ہوئے تھے۔

۳۰۔ ستمبر کو فرانسیسی فوج نے زیر کمان جنرل وینوئی اور جنرل ڈوکروٹ فوج محاصرین پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔

قلعجات آئوری اور مان ٹروگ سے اُن پہاڑیوں کی چوٹیوں پر گولہ باری کی گئی جو قصبہ چوزی لی روئ سے قصبہ لاہے تک پھیلے ہوئے ہیں تاکہ جرمنی فوج کی توجہ ادھر منعطف کرا کے لانگ بو یو کے میدان پر حملہ کردیا جاوے۔ دریائے سین کی وادی اور اوس وادی کے درمیان جس پر شہر بیوری آباد ہے ایک پہاڑی حائل ہے جسکی چوٹی بہت چوڑی ہے اور یہ ½ ۲ میل تک عریض ہے اس کے مشرق کی طرف دریائے سین کی جانب قصبہ چوزی لی روئی سے ذرا اوپر موضع تھیاس آباد ہے۔ اور مشرقی طرف شہر بیوری کی جانب لاہے آباد ہے۔ وینوئی کی غرض یہ تھی کہ شہر چیویلی پر قبضہ ہوجائے۔ اسلئے وہ پچیس ہزار فرانسیسی فوج ہمراہ لے کر سامنے بڑھا۔ اور جنرل ڈوکروٹ مغرب کی طرف شہر بوکیوال کی جانب دشمن

کی دیکھ بھال کے لئے چلا - اور جنرل ڈاکیسی نے شہر نوجنٹ کے سامنے اسی غرض سے کوچ کیا - نوجنٹ پر
دریائے سین اور مارن کے اتصال پر اور فرانسیسی فوج بھی پڑی ہوئی تھی شہر ڈینس سے آگے شمال
کی جانب بھی فوج کو دشمن کی دیکھ بھال کے لئے کوچ کرنے کا حکم بھی دیا گیا تھا - علاوہ پچیس ہزار فوج
متذکرۂ بالا کے ۲۰۰ اور ۱۲۰ اور ۱۰۱ اور ۱۰۷ اور ۱۰۵ اور ۱۰۵ اور ۹۰۰ فوجیں بھی سٹریلیوز اور توپوں
کے ساتھ اس حملہ میں مصروف تھیں اور بہت سی نئی بھرتی شدہ فوج کے سپاہی بھی اس میں شریک تھے
اور یہ سب فوج قلعۂ ایسی کے عقب سے قلعہ منٹروگ تک پھیلی پڑی تھی - فوجی رپورٹ کے مطالعہ سے یہ واضح
ہوتا ہے کہ جنرل وینوئی کا یہ ارادہ تھا کہ اگر ممکن ہو سکے تو قصبات - لاہے اور چیویلی - تھیاس اور چوزیلی روئی
پر قبضہ کر لیا جاوے چونکہ اس قبضہ کرنے سے شہر وارسلیز کے ساتھ آمد و رفت کی راہ جاری ہو سکتی تھی - اول
اول تو اُس فرانسیسی فوج کو جو ایک شب پہلے قلعجات آئیوری بٹیٹری - اور منٹروگ کے پیچھے جمع ہوئی تھی پوری
کامیابی حاصل ہوئی - فوج گلہیم بریگیڈ ۱۰۵ اور ۴۲ - نے چیویلی پر قبضہ کر لیا اور مڈھوئی کے ڈویژن فوج نے
تھیاس پر قبضہ کر کے تھوڑے عرصہ کے لئے جرمنی توپخانہ کی ایک باڑی پر قبضہ کر لیا مگر توپوں کو نہیں لیجا سکے -
اس فوج پر اب پرشیا کی تیس ہزار فوج نے حملہ کیا - جنرل ڈاکیسی جو شہر کریٹیل کی طرف لڑ رہا تھا اس کو بھی پیچھے
ہٹنا پڑا - لیکن جنرل ٹروچو فوج کے اس طرح لڑنے سے خوش ہوا اور اُس نے فوج کے طرز عمل کی تعریف
کی - فرانسیسی بائیس ہزار فوج دشمن کی دیکھ بھال کے لئے نکلی تھی لیکن پرشیا والے زیادہ تعداد بتلاتے ہیں -
جرمنی کی فوج کے نوسو یا ایک ہزار آدمی مارے گئے اور فرانسیسی فوج کے بارہ سو آدمی قتل و گرفتار ہوئے -
یہ لڑائی اس طرح شروع ہوئی کہ صبح ہوتے ہی قلعوں سے گولہ باری شروع ہو گئی اور پھر پیدل فوج نے آگے
بڑھنا شروع کیا اور میدانی توپخانہ نے شہر چیویلی کے سامنے گولہ باری شروع کی اور پیدل فوج تین لائن
میں ہو کر آگے بڑھی - اس پیدل فوج کا میمنہ حصہ سڑک پر ہوتا ہوا اُس پہاڑی کی چوٹی تک گیا جو وادی
بویری میں ہے اور جو درمیان قلعہ ہاٹس برور ی اور قلعہ لاہے کے واقع ہے - اور پیدل فوج کا میسرہ شہر
فانٹن بلیو کی سڑک پر ہو کر شہر لاہے کی طرف گیا - باوجودیکہ جرمنی فوج کے ۶ - کور نے چیویلی میں سے گھروں
اور دیواروں کی آڑ میں سے فرانسیسی فوج کی مدافعت کی لیکن ۳۵ - فرانسیسی فوج نے آٹھ بجے شہر چیویلی
لے لیا - فوج میسرہ جو زیر کمان جنرل مڈھوئی تھی اُس کو کامیابی کم ہوئی - چونکہ اس فوج پر لاہے سے جرمنوں
نے سخت گولہ باری کی - جب فوج میمنہ موضع تھیاس میں پہنچی تو وہاں پر جرمنی کی بہت فوج دکھائی دی اور چونکہ

جنرل وینوئی کو اور زیادہ حملہ کرنے کی ہدایت نہیں کی گئی سوائے اس کے کہ دشمن کی دیکھ بھال کر کے فوج پرشیا کی تعداد معلوم کریں اور اُن کو ذرا سی بھڑکا دے۔ اس لئے جنرل وینوئی پیچھے ہٹ آیا۔

یکم اکتوبر کو شہنشاہ نپولین کا اعلان شایع ہوا۔ یہ بعنوان "خیالاتِ شہنشاہ فرانس" طبع ہوا تھا۔ اور اس کا دیباچہ اس طور سے شروع ہوا ہے کہ ایم جولیس فاورنے جو گفتگو کونٹ بسمارک سے صلح کے لئے کی تھی اور اس میں ناکامیابی ہوئی۔ بسمارک نے اس بات کی ٹھیک رپورٹ ولہلمشوہی میں شہنشاہ کے پاس فوراً بھیجدی تھی۔ شہنشاہ نے اُس پر غور کر کے ایم ڈی کاسلنا کے ہاتھ مفصلہ ذیل نوٹ خود اپنے ہاتھ سے لکھکر پرشیا کے ہیڈ کوارٹر میں بھیجا جسکا مختصر خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

"جبکہ تجربہ سینڈ جب قدرت نے مجھ کو اپنی تلوار شاہ پرشیا کو سپرد کر دینے پر مجبور کر دیا۔ شاہ پرشیا مجھ اپنے قیدی کو ہر مصیبت سے جو فوج جرمنی ملک فرانس پر برپا کر رہی ہے اور جسکو شاہ مذکور جرمنی کے فوائد کہتے ہیں مطلع رکھتے ہیں یا جیسے میری رائے ہے اور جسکی کہ اب کونٹ بسمارک کے خطوط سے اور تصدیق ہو گئی ہے مجھ کو مطلع رکھنا چاہتے ہیں۔ ۴ ستمبر تک تو میں نے اپنے خیالات یوں محفوظ رکھے تاکہ شہنشاہ بیگم کو ملک کی خواہش کے موافق عمل کرنے کی پوری آزادی رہے۔ لیکن ۴ ستمبر سے میں ہمیشہ یہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ فرانس سے اپنی حدود سے اپنے دشمنوں کو نکال دے۔ گو فرانس نے میرے خاندان کے حقوق زائل کر دیئے ہیں۔ فرانس بے شک ایسے کوئی شرائط قبول نہیں کرے گا جس سے اُس کے ملک کی آبرو جاوے۔ اور شاہ جرمنی نے بھی بروقت ملاقات یہ تذکرہ کیا تھا کہ وہ بہ نسبت فرانس کی بربادی کی اُس سے اتحاد ہونے کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ اگر شاہ کے درحقیقت یہ خیالات ہیں تو اُن کے عملدرآمد کے لئے کوئی شئے مانع نہیں ہو سکتی۔ فرانس اور جرمنی کے حدود پر جو قلعہ جات تھے اور جو اب برباد ہو گئے ہیں۔ فرانسیسی بیشک عقلمندی کا ثبوت دینگے اگر ان کے رکھنے پر اصرار نہ کرینگے۔ اور صلح اور اتحاد ہر حال میں بہتر ہے ورنہ دوسرے حال میں تو اس قسم کی جنگ سے جیسا آج کل فرانس اور جرمنی میں ہو رہا ہے سوائے اس کے اور کوئی انجام نہیں ہوتا کہ ایک ملک بالکل برباد ہو جاوے۔ فرانس پر جو مصیبت پڑ رہی ہے اس کا تمام سبب یہ ہے کہ فرانسیسوں میں پولٹیکل اتفاق نہیں ہے۔ اور اگر اب صلح نہ کر لی گئی اور جنگ ہی جاری رکھا گیا تو یہ بات جرمنی اور فرانس دونوں کے لئے بہت ہی بربادی بخش ثابت

ہو گی"

نپولین

مقام ولہلمشوہی - مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۷۰ء -

## ووجز کے پہاڑوں میں لڑائی

سیڈان کی لڑائی کے بعد چند فرانسیسیوں نے جرمنی فوج سے لڑنے کیلئے اپنا ایک دستۂ فوج بنا لیا تھا جو فرینکس ٹیرئر کہلاتا تھا۔ اس دستۂ فوج میں خاصکر وہ آدمی تھے جو فرانسیسی لشکروں میں سے بھاگ گئے تھے یا جو فوج سے بچھڑ کر پیچھے رہ گئے تھے۔ اور ان فرینکس ٹیرئر کی لڑائی کا طریقہ وہ تھا جس کو گوریلا کہتے ہیں (گوریلا اس قسم کے حملہ کو کہتے ہیں کہ کمینگاہ میں بیٹھ کر دشمن کی بیخبری میں اس پر حملہ کر دینا) رفتہ رفتہ یہ دستۂ فوج بڑھتا گیا اور آخرکار اس کی کئی بٹالینیں مقرر کی گئیں۔ جرمنی کمانڈروں کو ان کے اس طریقۂ جنگ پر نہایت غصہ آیا۔ اور سیڈان کی ایک بڑی مضبوط فوج پر میجر جنرل ڈیجن فیلڈ کو افسر اعلیٰ مقرر کر کے ان فرینکس ٹیرئر کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا تاکہ وہ ملک کو ان کے وجود سے [illegible] اور ان کا بالکل انتشار ہو جاوے۔ یہ جرمنی فوج تین حصہ ہو کے روانہ ہوئی اور یہ قرار دیا گیا تھا کہ یہ تینوں ڈویژن شہر راؤن لی ایٹپ اور شہر ایپوال کے درمیان آپس میں مجتمع ہوں۔ ان پہاڑوں کے درے بہت تنگ بمشکل عبور ہوئے اور ان میں سے بہت سے درخت وغیرہ کاٹے گئے تاکہ گاڑیوں کے لئے راستہ ہو جائے ان دروں کے بچاؤ کے لئے کوئی کارروائی نہیں کی گئی سوائے اس کے کہ قصبۂ سینٹ ڈائیس اور ایپوال کی سڑک پر موضع چیمپینی پر ۴ اکتوبر کو فرانسیسی فوج نے مقدمۃ الجیش جرمنی پر حملہ کیا۔ لیکن فرانسیسی بڑی آسانی سے بھگا دیئے گئے۔ اسی دن جرمنی کی اس فوج نے جو دشمن کی دیکھ بھال کے لئے گئی ہوئی تھی قصبۂ [illegible] اور [illegible] کے درمیان فرینکس ٹیرئر سے مقابلہ کر کے ان کو کامل شکست دی۔ ۶ اکتوبر کو قصبۂ [illegible] پر ایک خفیف لڑائی ہوئی جس پر فرانسیسی قابض تھے لیکن جبکہ جرمنی کی فوج کے تینوں ڈویژنوں کے افسر ایک ساتھ ہی آ گئے تو فرانسیسیوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ شہر کے ایک کنارے اور جنگل اور مضافات کے مکانوں سے آگ برسانے کے بعد فرانسیسی منتشر کر دیئے گئے۔ ۷ اکتوبر کو تیسرے ڈویژن کی میمنہ فوج پر ایک قواعد دان فرانسیسی دستۂ فوج نے حملہ کیا جو شہر برویریس اور رامبرویلر کے جنوب میں سے جلدی سے آ گئی تھی۔

منہدم کر ڈالیں۔ ان دیہات پر قبضہ کر کے اُس نے ایک بڑی فوج داہنی جانب دریائے موزل کے قریب بھیجی اور یہ فوج وادی موزل تک پہنچی اور پرشیا کے توپخانوں نے دریا کے دونو جانب سے گولہ باری کر کے یہاں اس فوج کو آگے بڑھنے سے روکا۔ اور جرمنی فوج کی ۱۰ آرمی کور ز لینڈ ویہر کے دو برگیڈ نے آگے بڑھ کر اس فرانسیسی فوج کا نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ ۵۰ لینڈ ویہر رجمنٹ کے فیوزیلیر پلٹن جرمنی کی فوج کے تو گویا تمام کے سپاہی ہی مارے گئے۔ اس رجمنٹ کی دوسری پلٹنوں اور ۵۹ لینڈ ویہر رجمنٹ کے بھی بہت سے آدمی کام آئے۔ آخر کار ۴½ بجے کے قریب ۱۰ آرمی کور ز اور لینڈ ویہر رجمنٹ نے برابر بڑھے جا کر فرانسیسی فوج کو بھگا دیا جرمنی اور فرانسیسی فوج کے ان گاؤں میں بندوق کی نوکوں سے بہت دور تک دست بدست لڑائی رہی۔ ۵۰ لینڈ ویہر ڈویژن کا کمانیر جنرل وان برانڈ اسٹائن بھی زخمی ہوا۔ جرمنی فوج کی کامل فتح ہوئی۔ جرمنی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ کثرت سے سپاہی مارے گئے اور بہت ہی مجروح ہوئے فرانسیسی فوج کا نقصان اس سے بھی زیادہ ہوا۔ فرانسیسی فوج کا تمام میدانی توپخانہ اور فوج پیدل لڑنے کے لئے نکل آئی تھی اس کے علاوہ قلعہ سینٹ جولین اور قلعہ سینٹ الائی سے بھی گولہ باری ہوتی تھی۔ جرمنی کی کل ۱۰ اور ۳ آرمی کور ز اور لینڈ ویہر ڈویژن مصروف کارزار تھی۔ ۱۰ آرمی کور کا جنرل وان ووئٹ ان سب فوج کا افسر اعلیٰ تھا۔ فرانسیسوں نے اس طرح شہر ونی اور شہر سیلیس۔ اور چارلی۔ اور ملاوری پر حملہ کیا تھا جو قلعہ سینٹ جولین کے شمال مشرق کی طرف آباد ہیں مگر وہاں سے فرانسیسی فوج رات ہوتے ہی پسپا ہوئی۔

۵۔ اکتوبر کو فرانسیسی جنرل ریان نے معہ تین برگیڈ سواران اور پیدل اور ۳ بیٹری توپخانہ کے شہر تولے کی جانب کوچ کیا۔ سات بجے صبح کے وہ موضع جاسیس کے پاس پہنچا۔ سواران کے ایک اسکواڈرن نے اس گاؤں کو گھیر لیا اور رایل بویرین رجمنٹ کے پانچ سپاہی گرفتار کر لئے۔ باوجودیکہ جرمنی توپخانہ سے گولہ باری ہو رہی تھی اور جس کی گولہ باری سے کئی فرانسیسی توپیں ناکارہ بھی ہو گئیں تھیں لیکن تاہم یہ فرانسیسی فوج آگے بڑھتی چلی گئی۔ اور جنرل ریزاری کے برگیڈ نے داہنی جانب سے اس قصبہ کے گرد چکر لگایا۔ جرمنی فوج کے ۴ سو پانچ سو سوار تھے اور دو ہزار پیدل تھے ان کو مجبوراً پیرس کی جانب بہت جلدی جلدی واپس آنا پڑا۔ فرانسیسوں نے تولے کے باہر جا کر تین یا چار گھنٹے تک جرمنی فوج کا تعاقب کیا۔ بعد اس کے فرانسیسی فوج بوجہ تھک جانے کے مقیم ہو گئی۔ جنرل ریان نے دیکھ بھال کر کے دشمن کی پوری طاقت معلوم کر لی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ اس فوج کے ہمراہ پرنس البرٹ آف سکس سینجن اور پرنس سکس آلٹن برگ بھی ہیں۔ اس لڑائی میں جنرل ریان نے جرمنوں سے

ایک گلہ مویشی بھی چھینا۔ جس میں ۷۴، گائیں اور ۲۰ ۵ بھیڑیں تھیں اور یہ گلہ شہر آخیمنی کو بھیجدیا۔

# فصل نہم

محاصرہ ہائے شہر پیرس۔ شہر سوئی سنس اور شہر میٹز۔ اور جنگ آرلینز۔

شروع اکتوبر میں جبکہ پیرس محصور ہو رہا تھا باشندگانِ پیرس میں بڑا جوش و استقلال تھا کہ عوام کی صدا یہ تھی کہ جنگ کو جاری رکھا جاوے اور ہم اپنے تئیں ہرگز سپرد نہ کریں گے۔ جبکہ پیرس کا محاصرہ اول ہی اول ہوا تو شہر میں نہایت ہی بدانتظامی پھیل گئی لیکن پھر انتظام ہو گیا۔ غلہ خوراک اور سامان جنگ یعنے گولہ بارود کا تخمینہ لگایا گیا تھا کہ یہ سب سامان اس قدر موجود ہے کہ دو مہینے تک باشندگان پیرس کو کافی ہوگا۔ اور پیرس میں کم سے کم چار لاکھ پچاس ہزار مسلح آدمیوں کی فوج موجود تھی اور اسی قدر آدمی اور بھی تھے جنسے فوج بھرتی ہو سکتی ہے۔ قلعوں کی زمین اگر یہ ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ جرمنی فوج ہے تو قلعوں سے فوراً گولہ باری ہوتی تھی اور دریائے سین میں جو جنگی کشتی توپ دار تھی وہ کسی جرمن توپخانہ کی باڑی کو بلند میدان میوڈن پر نصب نہ ہونے دیتی تھی۔ لیکن جس کا نام محاصرہ ہے وہ یہاں پورا پورا نہیں ہو سکا چونکہ یہاں سے بیرونی دنیا کو خطوط وغیرہ بھیجنے کے بہت سے وسائل تھے اور بعض بڑے عجیب تھے منجملہ ان کے سب سے عجیب ذریعہ آمد و رفت کا غبارے تھے جن میں مسافر و خطوط پیرس سے بیرونی دنیا کو آتے جاتے تھے۔ نامہ بر کبوتروں کے ذریعہ سے بھی بیرونی دنیا سے خط و کتابت جاری تھی۔ اور پیرس کے باہر جرمنی فوجیں بڑی محنت سے بھاری بھاری توپیں قلعوں کے مقابلہ پر جمانے میں مشغول تھیں۔ فرانسیسی قلعجات پر کل توپیں ۲۰۰ تھیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

قلعہ چارنٹن پر ۷۰ توپیں تھیں اور قلعہ ون سنس پر ۱۱۲ اور نوجنٹ پر ۵۴۔ اور روزنی میں ۶۵ اور مونٹ رو سک بی میں ۵۷۔ روہن ویلی میں ۹۴۔ بروبلینز میں ۶۲۔ سینٹ ڈینس میں ۵۲۔ لابرچ سینٹ ڈینی میں ۲۲۔ مونٹ ویلیرین میں ۹۰۔ ایسی میں ۴۴۔ وانویس میں ۵۴۔ مانٹروگ میں ۳۴۔ بیسٹری میں ۴۰۔ اور قلعہ آیوڑی میں ۷۰ توپیں تھیں۔

۲۲ ستمبر کو شہر سوئی سنس کا محاصرہ شروع ہوا۔ پرشیا کی فوج نے شہر میں سے آکر تمام دیہات پر قبضہ کر کے اس بلندی پر قبضہ کر لیا جس کی زد میں ریلوے اسٹیشن تھا۔ اس فوج میں بہت سے رسالہ سواران اور کئی ہزار فوج پیدل تھی اور توپخانہ بہت کم تھا فصیل شہر سے پرشیا کی فوج درختوں اور خندقوں کی آڑ میں ریلوے اسٹیشن کی جانب

بڑھتی ہوئی دکھائی دی - فرانسیسی فوج نے قلعہ سے نکل کر اس فوج پرشیا کا مقابلہ کیا اور اپنے توپخانہ سے سڑک کے
اُن تمام درختوں کو گرا دیا جو دشمن پر گولہ باری سے روکتے تھے - یہ لڑائی ایک بجے دوپہر سے صبح کے چھ بجے تک
رہی - لڑائی کے شروع ہوتے ہی فرانسیسی فوج پندرھویں لائن کا کمانڈر ڈینس ٹانگ میں گولی لگنے سے مجروح ہوا
ابھی لڑائی جاری ہی تھی کہ جرمنی فوج کے ایک دستے نے جس میں تین سو آدمی تھے ریلوے اسٹیشن پر قبضہ کر لیا -
دوسرے دن ۲۵ ستمبر کو پھر لڑائی شروع ہوئی اور فرانسیسی توپخانہ کی گولہ باری سے فوج پرشیا کا بہت نقصان ہوا
اُسی تاریخ اور بہت سے دیہات پر حملہ کیا گیا اور شہر ریمس کی سڑک پر قبضہ ہو جانے سے پرشیا کی فوج پیرس
کی سڑک تک قابض ہو گئی - ۲۶ ستمبر کو پرشیا کی فوج نے کٹے ہوئے درختوں کی آڑ میں اور تھوڑا تھوڑا آگے بڑھنا
شروع کیا اور اُن کا ارادہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے ایک توپخانہ کی باڑی موضع ویلوینو کے سامنے نصب کرنا
چاہتے ہیں - جو دریائے ایزن کے بہت خوبصورت پل کے قریب ہے اور افسوس کہ جس پل کو تین ہفتے ہوئے
بارود سے اُڑا دیا تھا - فرانسیسی فوج نے اس جگہ سے پرشیا کی فوج کو ہٹانے کا ارادہ کر کے حملہ کرنے کا ارادہ کیا
اور جرمنی فوج جہاں مقیم تھی یہ جگہ اس قدر بلند تھی کہ قلعہ کی فصیل کے تمام فرانسیسی گولنداز نظر آتے تھے اور جرمنی
کی فوج اُن پر گولہ باری کرتی تھی - فوج پرشیا آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی کہ اُن کے درمیان اُڑنے والے گولوں اور
گراب کی ایک بوچھار آ کے پڑی اور پڑ کر اُڑی - ڈیڑھ گھنٹہ سے کم عرصہ میں قلعجات سینٹ جین اور سینٹ لٹ دا
اور گیٹ سینٹ مارٹن سے ڈیڑھ سو گولے جرمنی کی فوج پر برسائے گئے - اس کے بعد قلعہ گیٹ سینٹ مارٹن سے
ایک فوج نے نکل کر اُس پر حملہ کر دیا - فرانسیسی فوج بہت بہادری سے لڑی لیکن جرمنی فوج جس جگہ مقیم تھی وہ بڑی
مضبوط جگہ تھی اور اُس کے گرد خندقیں کھودی ہوئی تھیں - اس لئے فرانسیسی فوج جرمنی فوج کو اُس جگہ سے
ہٹا نہیں سکی اور اس لئے ایک گھنٹے کی لڑائی کے بعد فرانسیسی فوج مجبوراً سوے سنس میں پھر داخل ہو گئی -
فرانسیسی فوج کے ۲۰ آدمی مارے گئے اور بارہ یا تیرہ زخمی ہوئے شہر ریمس کے باہر جو آبادی ہے چونکہ اُس میں
پرشیا کی فوج پناہ لیتی تھی اسلئے فرانسیسیوں نے اس آبادی کو بالکل جلا ڈالا - ۲۲ ستمبر کو یہ خفیف جنگ شروع ہوئی
تھی اور دوسری شام کو ختم ہوئی شہر ریمس کے باہر دو سو گھر تھے اور وہ ایک تھوڑے سے عرصہ میں بالکل جلا ڈالے
گئے - اس آبادی میں کئی کارخانہ تھے اور ایک لوہے کا کارخانہ - ایک چکی اور بہت سے نہایت عالیشان مکانات
تھے - افسوس جس جگہ دو گھنٹے پیشتر خوشی اور اُمید اور محنت اور ہنر فیاضی اور دولت تھی وہ جگہ دو تین ہی گھنٹے کے
عرصہ میں یوں تباہ ہو گئی -

قلعہ سے گولہ باری کرکے فرانسیسی فوج نے ایک کارخانہ قالین اور اُن تمام مکانات کو جو ریلوے اسٹیشن کے نزدیک تھے بالکل ویران کر دیا۔

۱۳۔ اکتوبر کو چار دن کی گولہ باری کے بعد گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ (افسر فوج جرمنی) نے شہر اور قلعہ سوئی سنس پر قبضہ کرلیا۔ قلعہ کی تمام فوج جس کی تعداد چار ہزار تھی گرفتار ہوئی اور ۱۳۰ توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ لگیں۔

شہر بیچی کا محاصرہ وسط ماہ اگست میں کیا گیا۔ اور جرمنی فوج نے ۲۴۔ اگست کو قلعہ پر ۵ باڑی توپخانہ سے گولہ باری شروع کردی۔ جرمنی کی فوج محاصرین میں ۴۔ ورٹمبرگ فوج اور ۴ بویرین فوج کی دو پلٹنیں تھیں۔ ۴ ستمبر کو فرانسیسی فوج نے قلعہ سے نکلکر جرمنی فوج پر حملہ کرکے پھر قلعہ میں لوٹ گئی۔ ۱۱۔ اگست کو اور پھر ۲۵۔ اگست کو قلعہ سے فوج نے نکلکر پھر خفیف جنگ کی۔ فرانسیسی فوج ہر حملہ میں پسپا ہوکر قلعہ میں لوٹ جاتی تھی اور دونوں جانب نقصان بہت کم ہوتا تھا۔ ۱۱ تاریخ سے ۲۰ تک بڑی سخت گولہ باری رہی جس کی وجہ سے کئی توپیں بھی ناکارہ ہو گئیں اور شہر کے ایک سو بیس گھر جل کے خاکستر ہوگئے اور قلعہ کا بڑا محل بھی گر پڑا۔ بیس ہزار گولے چلانے کے بعد جرمنی توپخانہ بیکار ہوگیا اور شہر جرمشل کو بھیجدیا گیا۔ ورٹمبرگ کی فوج بھی واپس بھیجدی گئی اور بویریا کی فوج نگہبانی اور دیکھ بھال کے لئے مقیم رہی۔ ۲۵۔ اور ۳۰ ستمبر اور یکم اکتوبر کو فرانسیسی فوج نے قلعہ سے نکلکر جسمیں سوار اور پیدل شامل تھے محاصرین پر حملہ کردیا اور جرمنی کے توپخانہ کی باڑی اور دمدمے سب کو توڑ گئے۔ اس قلعہ کی شکل شل جبرالٹر کے عمودی ہے۔ ۴۰۰ فٹ بلند ہے اور ہر برج پر توپیں چڑھی ہوئی ہیں اور قریباً ناقابلِ تسخیر ہے۔ اس میں دو ہزار فرانسیسی فوج مقیم تھی۔ اس شہر کے نواح میں دہقانوں کی زبان جرمنی ہے۔ لیکن اُن کی رگوں میں فرانسیسی خون اور جوش بہت بھرا ہوا ہے۔

۲۔ اکتوبر کو فوج پرشیا نے مختلف اطراف سے آکر شہر بیوائس پر اس عجلت سے قبضہ کرلیا کہ جو نگہبان گرجا اعظم کے مینار پر اس غرض سے مقیم تھا کہ دشمن کے دیکھتے ہی خوف کا بگل بجا دے وہ بھی خوف کا بگل تک نہ بجا سکا اور حکام میونسپلٹی فوج پرشیا کا بڑھنا نہ روک سکے۔ پرشیا کی فوج نے فوراً مکان ہوٹل ڈی ویلی پر قبضہ کرکے فرانسیسی جھنڈا جو اُڑ رہا تھا نیچے گرادیا۔ مگر شہر کے حاکم کی درخواست پر ۲۰ فرانسیسی سپاہیوں کے ہتھیار اُن سب سے نہیں لئے گئے تاکہ شہر میں بدانتظامی نہ ہو جاوے۔ فوج پرشیا کے جنرل نے کہا کہ میں شہر بیوائس کو صرف رسد رسانی کے لئے مرکز فوج بنانا چاہتا ہوں تاکہ یہاں سے حسب ضرورت گرد و نواح میں آئی فوج کیلئے بھیجتا رہوں

اور اُس نے باشندگانِ شہر سے درخواست کی کہ جو دوکانیں کھلی رہیں چونکہ جرمنی فوج کو حکم دیدیا گیا ہے کہ جو سامان خریدے اُسکے دام فوراً ادا کرے۔

۴۔ اکتوبر کو جرمنی کی فوج نے شہر اپرنن پر قبضہ کرلیا۔ اور ایک سخت لڑائی کے بعد فرانسیسی فوج کو بھگادیا۔ فرنیکس ٹیرئیرؔ اور گارڈس موبائل فوج فرانس نے اس جنگ میں بڑی بہادری دکھائی۔ جانبین کا بہت خفیف نقصان ہوا۔

۹۔ اکتوبر کو فرانسیسی عارضی گورنمنٹ کے دارالخلافہ شہر ٹورس میں گریبالڈی داخل ہوا۔ گریبالڈی ایک محب الوطن اٹلی کا باشندہ تھا۔ اُس نے فوج جمع کرکے ۱۸۶۰ء میں جزیرہ سسلی کو فتح کرلیا تھا اور وہاں کا اعلٰے حاکم بھی ہوگیا تھا لیکن اُسی سال اُس نے استعفاء دیدیا۔ بعد اُس کے وہ جزیرہ کیپریرا میں چلا گیا اُس کے بعد ۱۸۶۲ء میں سسلی میں پھر آیا اور روم پر حملہ کرنے کیلئے ایک فوج جمع کی۔ لیکن اُسی سال شہر اسپرومنٹی میں اسکو شاہی فوج نے شکست دی جس میں گریبالڈی زخمی ہوگیا۔ ۱۸۶۷ء میں وہ پوپ کے علاقہ میں داخل ہوتا ہوا گرفتار کیا گیا اور بطور قیدی کے جزیرۂ کیپریرا کو بھیجدیا گیا۔ (از مترجم) یہ اٹلی کا محب وطن کیپریرا سے اس غرض سے آیا تھا کہ فرانسیسی سلطنت جمہور کو مدد دے کے جرمنی حملہ آوروں کو ملک فرانس سے نکالدے۔ گریبالڈی اس طرح بلاخبر آگیا کہ ریلوے اسٹیشن پر کوئی اُس کے استقبال کو بھی نہ جاسکا۔ فرانسیسی فوج کا ایک لفٹنٹ اُس وقت اسٹیشن پر موجود تھا اُس نے گریبالڈی کو پہچانکر اس اطالین جرنیل کی اردلی میں بطور محافظ چلنا چاہا لیکن گریبالڈی نے جواب دیا کہ مجھ کو اردلی میں سپاہی رکھنے کی عادت نہیں ہے۔ اور اب تم جاؤ ہم تم میدان جنگ میں ملیں گے تاکہ فرانسیسی جمہوری سلطنت کو حملہ آوروں سے بچاویں۔ گریبالڈی جنرل ہمبرٹ کے ساتھ شہر کے حاکم اعلٰے کے مکان پر گیا اور باوجودیکہ بہت تھکا ہوا تھا اور اسپرومونٹی میں جو زخم لگا تھا اُس سے ابھی تک مجروح اور تکلیف میں تھا لیکن شہر کے حاکم اعلٰے اور فرانسیسی عارضی گورنمنٹ کی ممبروں سے اُس نے ملاقات کی۔ فرنیکس ٹیرئیر اور عوام کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ گریبالڈی یہاں آیا ہے تو وہ سب شہر کے حاکم اعلٰے مکان کے باغ میں جمع ہوئے اور درخواست کی کہ گریبالڈی ہماری قواعد دیکھے۔ اور چلائے کہ خدا گریبالڈی کو ہمیشہ قایم رکھے۔ یہ اٹالین جرنیل ایم کریمو اور ایم گلاس بزو کے ہمراہ مکان کی کھڑکی پر آیا اور اُن سب کو دیکھا لیکن چونکہ بیمار تھا اسلئے نیچے اُن کے پاس نہ جاسکا لیکن ایم کریمو اور ایم گلاس بزو نیچے اُترے اور فرنیکس ٹیرئیر کی قواعد دیکھی اور پھر گریبالڈی کے پاس آگئے۔ فرنیکس ٹیرئیر کی درخواست پر ایم گلاس بزو نے

منجانب آن کے گریبالڈی سے معانقہ کیا۔ گریبالڈی اور ایم کریمیئے ونیکس ٹیریئر کو کچھ کلمات بہادرانہ جوش کے قایم رکھنے کے لئے کہے اور پھر فرنیکس ٹیریئریہ چلاتے ہوئے منتشر ہوگئے کہ گریبالڈی ہمیشہ سلامت رہو! جمہوری ہمیشہ سلامت رہے! اکریمیہ ہمیشہ سلامت رہے۔

۹۔ اکتوبر کو ایم گمبیٹھا۔ فرانسیسی وزیر داخلہ نے مفصلہ ذیل ہمت دلانے والا اعلان شایع کیا:۔

"حسب الحکم گورنمنٹ جمہور میں پیرس سے یہاں اس قدر مقصد سے آیا ہوں کہ پیرس کے لوگوں کی اُمیدیں ہیں ا۔ جنھوں نے فرانس سے دشمنوں کے نکالدینے کی ٹھان لی ہے۔ اُن سے میں آپ سب لوگوں کو واقف کردوں کہ آج سترہ دن سے پیرس کا محاصرہ ہو رہا ہے۔ اور بیس لاکھ آدمی جو وہاں آباد ہیں سب نے آپس کے رنج و عناد دور کرکے اور سلطنت جمہور کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوکر دشمن کی یہ اُمید کہ باشندگان پیرس میں آپس میں خانہ جنگی ہوجاوے گی۔ مایوسی سے متبدل کردی ہے۔ جبکہ سلطنت جمہور قایم ہوئی اُس وقت پیرس میں کوئی توپ اور ہتھیار نہ تھا۔ اور اب اسوقت فوج نیشنل گارڈس چار لاکھ موجود ہے اور ایک لاکھ فوج اور جمع کیجارہی ہے اور ساٹھ ہزار قواعد داں فوج جمع ہوگئی ہے۔ کارخانوں سے اب رات دن تھیر ڈھل کے نکلتی ہیں اور عورتیں دس لاکھ کارتوس روزانہ بنالیتی ہیں نیشنل گارڈ کی ہر ایک پلٹن میں دو دو مٹریلیوز موجود ہیں۔ اور محاصرین پر قلعہ سے باہر نکلکر حملہ کرنے کے لئے میدانی توپیں بھی ڈھالی جارہی ہیں قلعجات میں فوج بحری بھی مقیم کردیگئی ہے اور نہایت عمدہ توپخانہ وہاں موجود ہے۔ ابتک تو اُن کی گولہ باری کی وجہ سے دشمن اپنا ذرا سا بھی مورچہ یا دمدمہ نہیں بنا سکا۔ ۱۸ ستمبر تک پیرس کے خاص قلعہ میں صرف پانسو توپیں تھیں اور اب تین ہزار آٹھ سو ہیں اور ہر ایک توپ کیلئے چار چارسو دفعہ چلائے جانیکا گولہ اور بارود موجود ہے۔ جو گولے کہ دشمن پر پھینکے جاتے ہیں اور وہاں گرکے اُڑتے ہیں وہ بھی بڑی سرگرمی سے بنائے جارہے ہیں۔ ہر شخص اُس جگہ پر مقیم ہے جو لڑائی کے لئے اُسکو تبلادی گئی ہے۔ پیرس کے قلعہ میں نیشنل گارڈس برابر مقیم رہتے ہیں اور از صبح تا شام حب الوطنی اور استقلال سے قواعد سیکھتے ہیں۔ اور ان نو بھرتی شدہ سپاہ ہو کا روز بڑھتا جاتا ہے۔

قلعہ پیرس کے عقب میں تیسری لائن دمدموں کی ہے جو پیرس والوں نے حفاظت جمہوری کیلئے بنائے ہیں۔ یہ تمام کارروائی نہایت سنجیدگی۔ خاموشی اور اتفاق سے ہورہی ہے۔ یہ کوئی بیہودہ خیال

نہیں ہے کہ پیرس نا قابل التسخیر ہے۔ پرشیا والوں کے لئے اب صرف دو ذریعے پیرس پر فتح پانے کے ہیں اوّل تو پیرس میں بغاوت ہو جاوے یا قحط پڑ جاوے۔ لیکن پیرس میں نہ بغاوت ہو گی نہ قحط پڑے گا۔"

۱۰۔اکتوبر کو ولیعہد پرشیا کی فوج نے شہر آرٹینی پر حملہ کیا جو شہر آرلینز کے قریب ہے جس فرانسیسی فوج نے یہاں مقابلہ کیا وہ جنرل ریان کے ماتحت تھی اور دو رجمنٹس اور بہت سی پلٹنیں تھیں۔اور جرمنی فوج زیر کمان جنرل ون ڈرٹین تھے۔ پانچ گھنٹے تک لڑائی ہوتی رہی۔اس لڑائی میں فرانسیسوں کو شکست فاش ہوئی۔ایک ہزار فرانسیسی فوج قید کی گئی اور ان سے تین توپیں چھینی گئیں شکست یافتہ فرانسیسی فوج بڑی بے ترتیبی سے بھاگی۔

۱۰۔اکتوبر کو پرشیا کی ایک اور فوج نے جس میں چھ اسکوڈرن سواروں کے تھے اور دو رجمنٹیں فوج پیدل تھیں اور توپخانہ کی ایک باٹری تھی شہر ڈورکے نزدیک جو قصبہ چریزی ہے اسپر حملہ کیا۔باشندگان نے بازاروں اور گلیوں میں دمدمے بنا کر مقابلہ کیا اور بہت عرصہ تک جرمنی فوج کو حیران رکھا۔لیکن پرشیا کا توپخانہ ہر جگہ قایم رہا اور باشندگان پر گولہ باری کرتا رہا۔چریزی کا ایک حصہ اور دیہات جیویلی نیپنچری اور بروسار ڈجلا دئے گئے اور پرشیا کی فوج جو دشمن کی دیکھ بھال کے لئے گئی ہوئی تھی اس نے میدان بائس میں جو شہر دوس تک چلا گیا ہے کئی جگہ آگ لگادی۔

## اوّل جنگ آرلینز اور اس کی فتح

یہ جنگ ۱۱۔اکتوبر کو ہوئی۔جرمنی فوج زیر کمان پرنس آف سکیس مینجن تھے اس فوج کی کل تعداد ۳۵۰۰۰ تھی۔اور توپخانہ کی باٹری اور میر یلیوز اس فوج میں بہت تھیں۔اور یہ فوج بہت قواعد داں اور ہشیار تھی فرانسیسی فوج کی تعداد ۱۵۰۰۰ تھی اور یہ زیر کمان جنرل ریان تھے لیکن اس فوج کا توپخانہ کمزور تھا۔ اور اس فوج کے خاص احکام جنرل ڈی لاموٹ روگ صادر کرتا تھا۔اس فوج میں کئی ڈویژن پیدلوں کے تھے اور سواران کی تین رجمنٹ تھیں اور دو کمپنی فرینکس ٹیرٹر کی تھیں اور آٹھ سو والینٹر زیر کمان کرنل چارٹ کے تھے۔

صبح کے ۱۱ بجے فوج جرمنی کا مقدمۃ الجیش موضع لاکروئی بریکو میں تھا جو شہر آرٹینی اور جیویلی کے بیچ میں واقع ہے

اور ریلوے لائن اور سڑک اعظم کے قریب اور دیگر فوجیں شہر آرٹینی کی طرف مقیم تھیں جو شہر آرلینز کے جنگلات کے سرے پر آباد ہے۔ فرانسیسی فوج شہر چیویلی اور سرکوٹس سے روانہ ہوئی اور فوج کی ایک لائن قایم کرتی رہی تاکہ اگر ضرورت پسپا ہونے کی ہوئی تو اس لائن کی آڑ میں جنگل اور گاؤں میں پسپا ہو کر چلے جاویں اور یہ لائن آرلینز کی طرف چلی گئی تھی۔ اس لائن فوج نے مواضعات ویکس۔ سرکوٹس۔ سرن اور جاٹولیس کا ٹری جمینی اور لاویلی پر قبضہ کر رکھا تھا۔ تین بجے تک جرمنی اور فرانسیسی فوج میں لڑائی ہوتی رہی۔ لیکن پرشیا کا توپخانہ آگے بڑھتا گیا اور وہ زمین پر قبضہ کرتا گیا اور کچھ جرمنی فوج نے سرکوٹس پر حملہ کر دیا چند گھنٹے کے بعد جرمنی فوج نے فتح حاصل کی اور فرانسیسی فوج اپنی جگہ سے ہٹ دریائے لوائر کے بائیں جانب پسپا ہو گئی۔ بعد اس کے پرشیا کی فوج شہر آرلینز میں داخل ہوئی۔ تین توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ لگیں اور بہت سے فرانسیسی گرفتار ہوئے۔ شہر لیس آبریاس اور آرلینز کے ریلوے اسٹیشن جلکر خاک ہو گئے۔

جانبین کا بہت سخت نقصان ہوا۔ اور خاصکر فرانس کے والنیٹر فوج بہت ماری گئی۔ ان والنیٹروں میں فرانس کے شریف خاندان کے جوان آدمی بہت تھے اور وہ بڑی بے رحمی سے ذبح کئے گئے شام کے قریب لڑائی خاص شہر آرلینز کے قریب ہوئی تھی۔ گولے باشندوں کے گھروں تک پہنچتے تھے اس وجہ سے شہر میں بڑا خوف اور دہشت پھیل گئی تھی۔ فرانسیسی توپخانہ اور سپاہی شکست یافتہ بھاگے جا رہے تھے۔ باشندگان شہر بہت ہی خوف زدہ تھے اور بحالت خوف دوڑتے تھے اور پکارتے تھے کہ وہ پرشیا کی فوج آگئی وہ پرشیا کی فوج آگئی۔

## فصل دہم

پیرس کے آگے خفیف معرکے۔ دیگر احوال جنگ۔ شہر میٹز کا محاصرہ اور اس کا فتح ہو جانا

ان لوگوں کی خاص توجہ کہ جنکو جنگ فرانس اور پرشیا میں دلچسپی تھی اب اس وقت یعنے وسط اکتوبر میں دونوں محصور شہر پیرس اور میٹز کی جانب لگی ہوئی تھی۔ پیرس کا محاصرہ تو چند ہفتے تک جاری غالبًا رہے گا چونکہ وہاں کے باشندوں نے ابھی تک کوئی نشان اطاعت ظاہر نہیں کیا ہے بلکہ برعکس اس کے اپنی جگہ پر قایم رہ کر دشمن سے برابر لڑنا چاہتے ہیں جسکی بے شمار فوج شہر کو گھیرے ہوئے ہے۔ لیکن شہر میٹز کا حال ان لوگوں کی زبانی جو اس کے اندرونی حالات سے واقف ہیں سُنکر یہ رائے قایم ہو گئی ہے کہ وہ بہت جلد

محاصرین کی اطاعت قبول کریگا۔

۱۳ اکتوبر کو ایک بہت بڑی فرانسیسی فوج زیرکمان جنرل دینوئی۔ دشمن کی دیکھ بھال اور قواعد کیلئے پیرس کے قریب اُس بلند میدان میں مجتمع ہوئی۔ جہاں شہر بگینی اور چٹیلن آباد ہیں جنرل سبیل کی ڈویژن فوج نے جبکہ چٹیلن پر حملہ کرنے کا کام سپرد ہوا تھا۔ اس قصبہ کے دروازہ پر اپنے تئیں جرمنی فوج کے دمدموں کے پاس پایا مگر ایک بہادرانہ لڑائی کے بعد فرنچ فوج نے جرمنی فوج سے یہ جگہ چھین لی۔ اور شہر بگینی پر حملہ کرنے کا کام ضلع کوٹی ڈی اور۔ اور ضلع آبی کی فوج سوبائل کو سپرد ہوا تھا اور اس فوج نے بڑی بہادری سے اپنا کام انجام دیا اور اس فوج کا کمانڈر کونٹ ڈی ڈبمپئر اُس وقت مارا گیا جبکہ وہ اپنی فوج کو حملہ کرنے کیلئے بڑھا رہا تھا۔ یہ لڑائی پانچ گھنٹے تک جاری رہی۔ اس عرصہ میں فرانسیسی فوج نے دیکھ بھال کر کے اور قواعد کر کے باترتیب پسپا ہونا شروع کر دیا۔ جرمنی کی فوج اُن پر آگ برساتی رہی اور قلعجات مانٹروگ۔ وین ویس اور اِیسی سے جرمنی فوج پر گولہ باری ہوتی رہی۔ فوج بحری نے بہادری سے جرمنی فوج سے لڑائی جاری رکھی اور اس فوج کی آڑ میں فرانسیسی فوج پسپا ہوئی۔ اس لڑائی میں جرمنی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ کیونکہ صرف شہر بگینی پر جرمنی کے تین سو سپاہی مرے ہوئے پڑے تھے اور فرنچ فوج کے تیس آدمی قتل اور ۸۰ زخمی ہوئے۔ فرانسیسی فوج نے پرشیا کے ایک سو سے زاید آدمی گرفتار کئے اور سہ پہر کے وقت ان قیدیوں کو پیرس بھیجدیا۔ ان قیدیوں میں بعض بہت ہی نوجوان تھے مگر بہت دُبلے ہو رہے تھے اور اُن کی وردی بھی پھٹی ہوئی بہت خراب حالت میں تھے۔ یہ قیدی جیلخانہ لا روکیٹ میں بھیجدئے گئے۔ اُسی تاریخ یعنے ۱۳۔ اکتوبر کو ایک اور فرانسیسی فوج نے قلعہ مونٹ ویلیئرین سے نکلکر فوج پرشیا پر شہر بوجیول کے قریب حملہ کیا۔ بوجیول دریائے سین کے بائیں کنارے شہر ویلیئرین اور سینٹ جرمن کے بیچوں بیچ آباد ہے۔ بوجیول سے آگے بڑھکر دریائے سین نے جہاں موڑ کھایا ہے جرمنی فوج وہاں مقیم تھی۔ فرانسیسی فوج کی تعداد ۲۰ ہزار آدمیوں کی تھی اور بڑی بڑی چالیس توپیں تھیں۔ ان کے علاوہ میدانی توپیں بے شمار تھیں۔ لڑائی شام تک ہوتی رہی لیکن اس کے بعد فرانسیسی فوج پسپا ہوگئی اور اُس نے قلعہ مونٹ ویلیئرین کی توپوں کی زد میں پناہ لی۔ فرانسیسی توپخانہ کی آدھی باڑی جرمنی فوج کے ہاتھ لگی۔ اس لڑائی میں پرشیا کی فوج نے اپنا توپخانہ بہت کم استعمال کیا۔ جرمنی کا نقصان فرانسیسی نقصان کی نسبت نصف تھا۔ جرمنی فوج کے تین سو یا چار سو آدمی مارے گئے اور ایک سو گرفتار کئے گئے۔ شاہ پرشیا نے اس لڑائی کو مارلی کی پہاڑی پر سے دیکھا جہاں سے اردگرد کا ملک بہت اچھی طرح نظر آتا ہے۔ جرمنی فوج کی

۴-آرمی کورز کے توپخانہ نے ۵-کورز فوج کے ڈویژن کی مدد جواکر اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ پیرس کے محاصرہ میں جرمنی فوج کتنی قریب قریب پڑی ہوئی تھی -پرشیا کی فوج کا یہ مقولہ تھا کہ اس لڑائی میں ہماری کامل فتح ہوئی کیونکہ فرانسیسی فوج اپنے قلعوں کے توپوں کی زد سے آگے بڑھکر ہم سے نہیں لڑی اور جبکہ فرانسیسی پسپا ہوئے تب بھی اُنہوں نے اپنے قلعوں کے توپوں کی زد میں جگہ لی اور پسپا ہوتے ہوئے فرانسیسی دو بڑی توپیں چھوڑ گئے جو پیرس میں ہر روز بے شمار بنا کرتی تھیں اور یہ توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ آئیں -چند دنوں کے بعد جانب مشرق پیرس کے دریا مارنی کے پار قصبۂ جون ویلی پر فرانسیسی فوج نے جرمنی فوج پر اور حملہ کیا لیکن فرانسیسی فوج بہت آسانی سے پسپا کردیگئی -

۱۳-اکتوبر کی شام کو قلعہ مونٹ ویلیرین سے چند گولے قصبۂ سینٹ کلاؤڈ کیجانب پھینکے گئے جن سے اُس قصبہ کے ایک محل شاہی میں آگ لگ گئی اور جو کئی گھنٹے تک جلکر بالکل راکھ ہوگیا اس محل کا تمام سامان فرش و فروش وغیرہ محاصرہ سے پہلے ہی اُٹھا لیا گیا تھا -

۱۳-اکتوبر کو جرمنی کی فوج نے ضلع ائیریٹ لوائر کے صدر مقام شہر چارٹرس پر قبضہ کرلیا یہ شہر ملک فرانس میں غلّہ کی سب سے بڑی منڈی تھی -

۱۵-اکتوبر کو قلعہ روزنی اور رومن ویلی سے گولہ باری کرکے جرمنی فوج کو مواضعات گرینلے اور رین سے کے میدان میں سے بھگا دیا گیا اور اُسی وقت قلعہ نوئزی سے جرمنی فوج پر گولہ باری ہوئی جو موضع پونٹ ڈی لا پوڈریٹ کے قریب میدان پر اُس کے گرد خندقیں کھود کر قابض تھی -جرمنی فوج کا یہاں بہت نقصان ہوا -دریائے سین کی بے قاعدہ فوج فرنخ نے اس گولہ باری سے فائدہ اُٹھانے کا ارادہ کرکے موضع بونڈی سے نکل کر اُس جرمنی فوج پر حملہ کردیا -جو نہر اورق کے کنارے کمین میں بیٹھی ہوئی تھی -اور جرمنی فوج کو واپس ہٹا دیا -

۲۴-اکتوبر کو چھ دن کی گولہ باری کے بعد قلعہ شیٹس ڈٹ کی فرانسیسی فوج نے جسکی تعداد دو ہزار چار سو تھی معہ ۱۲۰ توپوں کے اپنے تئیں جرمنی والوں کے سپرد کردیا -

۱۴-اکتوبر کو جنرل بوئر جو مارشل بے زین کا اڈیکانگ تھا معہ ایک پرشیا کے افسر کے متز سے شہر واسیلز میں وارد ہوا گیارہ بجے دوپہر کے قریب اُس نے کونٹ بسمارک سے ملاقات کی اُس کے بعد کونٹ بسمارک شاہ پرشیا کے پاس گیا -جنرل بوئر کے اس شاہی ہیڈ کوارٹر میں آنے کی غرض خفیہ رکھی گئی لیکن یہ عام طور سے خیال کرلیا گیا

کہ شہر مٹز کی سپردگی کے بارہ میں یہ جنرل یہاں آیا ہے۔ کیونکہ اس بارہ میں کوئی بات بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ اس بارہ میں کوئی عہد و پیمان ابھی نہیں ہو سکا۔ اُس نااندیشانہ اصول جنگ کے نتیجے جسکی وجہ سے فرانسیسی فوج مٹز میں محصور ہو گئی تھی اور فرانس سے اُس کا تعلق خط و کتابت تک کا بالکل جاتا رہا تھا۔ وہ قابل اصلاح نہ تھے۔ مارشل بے زین جرمنی فوج سے لڑکر اور اُس کو چیر کر نکل بھاگنے کے ناقابل تھا اور کسی قسم کی کمک فوج کی بھی اُس کو اُمید نہ رہی تھی اسلئے اُس کو مجبوراً فاقہ کشی کرنی پڑی۔ اور ۱۸ اگست کے بعد سے بلحاظ اصول جنگ اُس کی تقدیر کی بابت جو خیال کر لیا گیا تھا آخرکار بعد کچھ عرصہ کے وہی بات ظہور میں آئی۔ ۲۷ اکتوبر کو یعنے اپنے محصور ہونیکے ستر دن کے بعد کُل فرانسیسی فوج نے جو مٹز میں محصور تھی معہ کُل تعداد فوج سوبائل او نیشنل گارڈس کے جو بے شمار تھے مجبوراً اپنے تئیں پرشیا کی فوج کے سپرد کر دیا اور فرانس کی یہ آخری باقاعدہ عظیم الشان فوج اس طرح سے اسیر جنگ ہو گئی۔ اس بارہ میں مارشل بے زین کے چال چلن پر چاہے کسی قدر نکتہ چینی کیجاویں لیکن اسمیں شک نہیں کہ جب تک ممکن ہو سکا بے زین نے فوج کو سپرد نہیں کیا۔ اگرچہ یہ بات بڑی تعجب انگیز ہے کہ باوجود اُس کے پاس خوراک وغیرہ بہت کم تھی وہ کس طرح اتنے دنوں تک قلعہ میں قایم رہا۔ اور یہ یقین کر لینا بڑی ہی افسوس کی بات ہوگی کہ یہ شیر دل جنرل مٹز کا ملک فرانس کا غدار آدمی تھا جیسا کہ ایم گمبیٹا نے اُس پر الزام لگایا ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ایک ہشیار جنرل تو کسی نہ کسی طرح اس قلعہ سے نکل ہی بھاگتا شاید وہ اس بات کا خیال نہیں کرتے ہونگے کہ فوج محاصرین کی کیا تعداد تھی اور کیسے مضبوط دمدمے وغیرہ اُنہوں نے بنائے تھے اور نہ وہ اُس بربادی کا خیال کرتے ہونگے کہ جو اُس وقت غالباً واقع ہوتے اگر بے زین مٹز سے بھاگ جاتا۔ تمام بے تعصب آدمی خیال کر سکتے ہیں کہ مارشل بے زین نے اپنی بہادری کی وجہ سے ایک اس قدر بڑی جرمنی کی فوج کو اتنے دنوں تک سرحد پر ہی مقیم رکھا۔ یہ کچھ کم ہشیاری کی بات نہیں ہے۔ اصل امر یہ ہے کہ جس حالت میں بے زین کی فوج تھی یعنے اُس کے پاس خط و کتابت اور فوج کی کمک اور غلہ وغیرہ آنا بالکل مسدود ہو گیا تھا ایسی فوج کا اپنے تئیں سپرد کر دینا لازمی ہی ہوتا ہے صرف ایسی حالت میں وقت کا خیال ہوتا ہے کہ کس قدر عرصہ میں ایسا کیا گیا۔ چنانچہ یہ امر ظاہر ہے کہ سپردگی صرف بوجہ فاقہ کشی کی گئی۔ جرمنی فوج جو مٹز کا محاصرہ کئے ہوئے تھی اُس کے صبر و استقلال پر بھی آفرین ہے کہ باوجود فاقہ کے وہ بھی اپنی جگہ قایم رہی۔ جب کہ اس قدر عظیم الشان فوج سے کسی قلعہ کا محاصرہ کیا جاتا ہے تو اکثر ایسی جگہ فاقہ بھی ہو جایا کرتا ہے۔ اور اس امر سے جرمنی فوج کے افسران کی پوری لیاقت ظاہر ہوتی ہے۔

سٹرز کا محاصرہ اور اُس کی فتح کی بابت چند خیالات ظاہر کرکے اب سپردگی کے مفصل حوال سے ناظرین کو مطلع کیا جاتا ہے۔

۲۰۔ اکتوبر کو مارشل بے زین نے پرنس فریڈرک چارلس کو یہ کہلا بھیجا کہ شرائط سپردگی کے سوچنے کے لئے دوبارہ ایک کانفرنس پھر منعقد کیجا وے۔ جرمن کی جانب سے اس کانفرنس میں جرمنی کے دونوں لشکروں کیجانب سے جو زیر کمان پرنس فریڈرک چارلس تھے۔ جنرل اسٹیہل اور جنرل کونٹ وارٹسلیبن کمشنر مقرر کئے گئے۔ اور فرانسیسی فوج کی جانب سے جنرل جیراس معہ دو افسروں کے جو کمانڈر قلعہ "جوفینیز" کی جانب سے تھے کمشنر مقرر ہوئے۔ یہ کانفرنس قصبہ فرسکاٹی کے محل میں منعقد ہوئی۔ جو مٹز کے قریب ہے اور اُسی تاریخ سہ پہر کو یہ کانفرنس تین گھنٹے تک مجتمع رہی۔ فرانسیسی کمشنر اوّل تو بہت دیر تک رضامند نہوئے لیکن آخرکار جرمنی کے اصلی اصلی شرائط مان گئے۔ اول مشکل تو اس بارہ میں ہوئی کہ مارشل بے زین نے یہ اصرار کیا تھا کہ افسروں کے ہتھیار نہ لئے جاویں وہ ہتھیار لگائے رہیں۔ یہ اختلاف بحث آخر شاہ پرشیا کی رائے پر چھوڑ دی گئی اور ہز میجسٹی نے ایک مراسلہ کے ذریعہ سے جو ۲۷۔ اکتوبر کو تین بجے رات کے پہنچا افسروں کے ساتھ یہ رعایت منظور کرلی۔ ۲۷ کے علی الصباح کو کانفرنس موافق اقرار کے پھر منعقد ہوئی اور رات کے آٹھ بجے تک رہی اور شرائط سپردگی پر دستخط ہو گئے جسکی رو سے شہر مٹز اور اُسکے تمام قلعجات معہ توپ گولہ بارود اور کُل ہتھیاروں کے جرمنی فوج کے سپرد کر دیئے گئے اور بے زین کی کُل فوج اُنہی شرائط پر سپرد کر دی گئی جو سیڈان کی سپردگی پر شرطیں ہوئی تھیں۔ بے زین کی اس سپرد شدہ فوج میں ۶۶ جنرل اور ۳ مارشل (سپہ سالار) اور ۶۰۰۰ افسران اور ایک لاکھ ۷۳ ہزار اور نو تعداد سپاہیان کی تھی۔ یہ سپردگی ۲۹۔ اکتوبر کے سہ پہر کو زیر عمل لائی گئی اور قلعجات سینٹ کونٹن۔ پلیٹ ویلی۔ سینٹ جولین۔ کوئی لک۔ اور سینٹ پریویٹ جرمنی فوج کو سپرد کر دیئے گئے اور شہر کا دروازہ مزل گیٹ جس طرف سے اسٹراسبرگ کو سڑک جاتی ہے یہاں سے بھی فرانسیسی فوج ہٹ گئی اور ان سب قلعجات اور دروازہ شہر پر جرمنی کی ۷۔ آرمی کور کے توپخانہ نے قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد فوراً پرنس فریڈرک چارلس نے ایک جرمنی فوج کے ڈویژن کو ملاحظہ کرکے اُس کو پیرس روانہ کر دیا اس کے بعد امپیریل گارڈ جو فرانس کی سب سے اعلیٰ فوج تھی وہ اپنے ہتھیار لگائے مٹز سے باہر نکلی اور پرنس کے روبرو سے گذر کر اپنے ہتھیار شہر فرسکاٹی میں جرمنی فوج کو سپرد کر دیئے (یہ امپیریل گارڈ شہنشاہ فرانس کا بطور باڈی گارڈ تھا) یہ عزت صرف فوج امپیریل گارڈ ہی کو ملی باقی تمام فرانسیسی فوج سے مٹز کے اسلحہ خانہ پر ہتھیار رکھا لئے گئے اور پھر اس فوج کو شہر کے باہر چھاونی میں بھیجدیا گیا تاکہ جب تک اُن کو جرمنی کو روانہ کیا جاوے وہیں ٹھیرے رہیں

امپیریل گارڈ کا فوج پرشیا نے بڑا ادب اور لحاظ کیا اور کوئی لفظ ہتک کا زبان سے نہ نکالا نہ اپنی خوشی اُنکی گرفتاری پر ظاہر کی۔ اس سے پہلی دوسری فرانسیسی فوج کو دیکھکر اُنھوں نے بڑی خوشی کے نعرے متواتر لگائے تھے نہ بجے سہ پہر کو جرمنی فوج نے شہر میں جاکر اُس فرانسیسی فوج کو سبکدوش کیا جو ابتک شہر کے مختلف دروازوں پر اور سلحہ خانہ وغیرہ پر بطور محافظ مقیم تھی جرمنی فوج پیدل کی دو رجمٹیں اور ایک رجمنٹ سوار ان شہر میں داخل ہوئے۔ جرمنی کے فوجی گورنر جنرل ون زسٹر ؤنے جو ۷۔ کورز فوج کا کمانڈر تھا شہر مٹز اور قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ مارشل بے زین نے جو یہ شہر سپرد کردیا تھا۔ اس پر مارشل سے باشندگان شہر بہت ہی ناراض تھے۔ مارشل جرمنی کو روانہ ہوگیا اور فرانسیسوں نے اُس کو روک کر اس کے ساتھ بدسلوکی کا جو ارادہ کیا تھا اُن سے وہ بال بال بچگیا جرمنی جاتے ہوئے اُسنے فرانسیسی فوج سے مخاطب ہوکر یہ گفتگو کی کہ جس قدر خیر خواہی اور وفاداری سے لڑنا ممکن تھا یہ سب آپ لوگوں نے کیا۔ جرمنی فوج کو چیر کر نکل بھاگنے کا دوبارہ ارادہ کرنا بالکل فضول ہوتا اور بے فائدہ ہزارہا جانیں ضایع ہوتیں یاد رکھو کہ آپ لوگوں پر صرف بوجہ قحط کے فتح حاصل ہوئی ہے کیونکہ ہم سب قلعہ میں فاقہ مرنے لگے اس وجہ سے ہم نے اپنے تئیں سپرد کردیا ہے اور آپ اُسی بہادری سے لڑے ہو جس طرح آپ کے پہلے فرانسیسی بہادری سے لڑتے تھے اور تاریخ فرانس جسکے ذکر سے بھری پڑی ہے۔ سپردگی کے جو شرائط کئے گئے ہیں اُن کا آپ ہر طرح سے لحاظ کریں اور فرانس کی عزت کا خیال کرکے اُن کی خلاف ورزی ہرگز نہ کریں۔ اور نہ ہتھیار اور نہ سامان کو بگاڑیں ؟ فرانسیسی فوج میں اُنیس ہزار آدمی بیمار تھے اور شروع جنگ سے ابتک شہر مٹز میں یا اُسکے قریب ۳۵ ہزار فوج موت سے مرچکی تھی۔

پرشیا کی فوجیں جو ابتک مٹز کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں اب وہ علیحدہ علیحدہ کردی گئیں دو آرمی کورز کے جسمیں سے ہر ایک میں تیس تیس ہزار فوج تھی پیرس کی فوج محاصرین میں شامل ہونے کو پیرس بھیجدیگئیں اور ۲-۳ آرمی کورز کو پرنس فریڈرک چارلس اپنے ہمراہ وسط فرانس کی جانب لے گیا۔ اور باقی فوج شمال کیجانب بھیجدیگئی۔

جرمنی میں بھیجنے کے لئے فرانسیسی اسیر فوج کے دو حصے کر دیئے گئے۔ ستر ہزار کے قریب بذریعہ ریلوے شہر سار بروک سے جرمنی کی جنوبی ریاستوں میں بھیجدیئے گئے اور پچاسی ہزار زیر حراست فوج پرشیا کے شہر سارلوس لے جائے جاکر ریلوے میں براہ شہر ٹریوس مُلک پرشیا اور شمالی جرمنی میں بھیجدیئے گئے۔ مارشل بے زین ۱۳۔ اکتوبر کو شہر کاسل میں وارد ہوا اور قیدی شہنشاہ نپولین سے ملاقات کی

مٹز کی سپردگی کی خبر نے افسران سلطنت جمہوریہ کے دل میں بڑا غصہ پیدا کر دیا اور ایم گمبیٹا نے سلطنتِ جمہوری کی جانب سے شہر ٹورس سے ایک اعلان شایع کیا جس میں بے زین کو نمک حرام اور غدار ظاہر کیا ۔

۲۴ - اکتوبر کو چند گھنٹے کی بہادرانہ مدافعت کے بعد شہر ڈیجون بھی فتح ہو گیا جرمنی کی دس یا بارہ ہزار فوج اس شہر کی جانب بڑھی اور اس شہر کے مضافات میں ساڑھے چار بجے تک لڑائی ہوتی رہی اور بعد ازاں جرمنی فوج نے گولہ باری شروع کر دی فرانسیسی کمانڈر فوج یہ دیکھکر کہ مقابلہ کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا شہر سے معہ فوج چلا گیا ۔

۲۹ - اکتوبر کی شام کو ایک مضبوط فرانسیسی فوج نے قلعہ سے نکلکر قصبۂ بورگٹ پر جو سینٹ ڈینس کے مشرق میں ہے جہاں جرمنی فوج مقیم تھی حملہ کر دیا ۔ دوسرے دن پرشیا والوں نے سخت لڑائی کرکے اس جگہ کو پھر لے لیا جسمیں پرشیا والوں کے ۵۰۰ آدمی قتل و مجروح ہوئے ۔

اس لڑائی میں تیس فرانسیسی افسر اور بارہ سو سپاہی قید کئے گئے ۔

۳۱ - اکتوبر کو ایم تھیرس پیرس میں معہ اُن شرائط تجاویز کے آیا جو کونٹ بسمارک نے دربارہ مہلت جنگ اُس کو بھیجی تھیں ۔ مگر فرانس کی عارضی گورنمنٹ نے یہ تجاویز منظور نہ کیں اس لئے یہ تجاویز نامنظور کر دی گئیں ۔

# فصل یازدہم

## پیرس میں جوش ۔ فرانسیسوں کا آرلینز پر دوبارہ قبضہ ۔ دیگر حالات جنگ ۔

پیرس کے باشندگان میں جو لوگ صلح پسند تھے اور جنگجو نہ تھے اب اُن کی اُمیدیں مایوسی میں تبدیل ہو گئیں ۔ ایم تھیرز اور کونٹ بسمارک میں دربارۂ مہلت جنگ جو گفتگو ہو رہی تھی کہ آپس میں عہدنامہ مہلت جنگ تحریر ہو جاوے ۔ اُس میں بالکل ناکامیابی ہوئی ۔ اور جس کا بابِ گذشتہ کے اختتام پر بطور اختصار ذکر کیا گیا ہے ۔

ہر چہار دول متمدنہ یعنے انگلستان ، روس ، آسٹریا اور اٹلی نے اب اس وقت یہ تجویز پیش کی کہ تاوقتیکہ ملک فرانس میں نیشنل اسمبلی (باقاعدہ مجلس حکومت قومی) کا انتخاب نہ ہوئے جب تک ہر دو ملک مہلت جنگ

منظور کریں نیشنل ڈیفنس (فرانس کی عارضی موجودہ گورنمنٹ) اگر گورنمنٹ نے اس مہلت جنگ کے منظور کرنے کے لئے یہ شرطیں ظاہر کیں کہ ایک تو پیرس میں اس عرصہ میں سامان خوراک ورسد وغیرہ پھر جمع کر لیا جاویگا اور دوسرے نیشنل اسمبلی کی تقرری کے لئے یہ ضروری ہے کہ کل فرانسیسی باشندگان کے ووٹ لئے جاویں۔ پرشیا نے پیرس میں غلہ ورسد وغیرہ کا جمع کیا جانا تو بالکل صریح طور سے منظور نہیں کیا۔ صرف صوبہ السا س اور لورین کے فرانسیسی باشندگان کو بچند شرائط ووٹ دینے کی اجازت دی۔ گورنمنٹ نیشنل ڈیفنس فرانس نے بالاتفاق اس مہلت جنگ کو نامنظور کرکے یہ تجویز مسترد کردی۔ اخیر اکتوبر میں پیرس میں صرف دو واقعات قابل تذکرہ تھے اول تو یہی مہلت جنگ کی نامنظوری۔ اور دوسرا یہ امر کہ فرانس کے ایک فرقہ نے جو آزاد اور جمہوری خیالات کا تھا۔ فرانس کی عارضی گورنمنٹ کو تہ و بالا کرنا چاہا۔ گو فرانس کی خوش نصیبی سے وہ اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہیں ہوا۔ مارشل بے زین کی شکست اور قلعہ میٹز کے دشمن کے قبضہ میں چلے جانے سے فرانس کی گورنمنٹ اور باشندگان پیرس کا جوش تھوڑا نہوا اور ہمت اور بہادری اور زیادہ بڑھ گئی۔ جیسا کہ اوّل ہم بیان کر آئے ہیں۔ بے زین کی فوج کی بربادی کی خبر پیرس میں ۳۱۔ اکتوبر کو پہنچی اور اسی وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ پرشیا والوں نے سینٹ ڈینس کے قریب قصبہ بورگٹ پر پھر قبضہ کر لیا ہے جسکو فرنچ والنیٹرول نے دو تین دن پہلے پرشیا والوں سے لے لیا تھا۔ پیرس کے باشندے یہ سنکر نہایت غضبناک ہوئے اور اسی فرقہ رڈ ریپبلکن (آزاد او رجمہوری) کی سازش سے بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔ اس فرقہ کی یہ خواہش تھی کہ جنرل ٹروچو اور ایم جولیس فاور اور باقی تمام ممبران عارضی گورنمنٹ کو موقوف کردیا جاوے اور کمیون (کمیون اس بغاوت کا نام ہے کہ جس میں ہر ضلع کو باختیار خود اختیار حکومت حاصل ہو اور بالکل ہر ایک ضلع اپنے کاروبار میں کسی کا ماتحت نہو) کو مقرر کرنا چاہتے تھے گویا کہ ۱۷۹۲ء کی بغاوت کا نمونہ قایم کیا چاہتے تھے۔ اس فرقہ کو اس بات کا یقین تھا کہ عارضی گورنمنٹ کے تمام ممبران ملک فرانس کے غدار نمک حرام ہیں اور پیرس کو بھی دشمنوں کو عنقریب ہی سپرد کردینگے کیونکہ ایم تھیئرز پرشیا والوں کے ساتھ پیرس کے باہر مہلت جنگ کیلئے بات چیت کرنے گیا ہے۔" اسکے بعد ان باغیوں کا ایک گروہ محلہ ہوٹل ڈی ویلی کے سامنے جمع ہوا جہاں کہ عارضی گورنمنٹ کی مجلس کا انعقاد ہوا کرتا تھا اور باغی زبردستی کمرۂ اجلاس میں چلے گئے۔ اور جنرل ٹروچو اور ایم جولیس فاور اور گارنیئر پیجیس اور جولیس فری اور جولیس سیمن وغیرہ وزراء کو خوب ڈرایا دھمکایا اور خوب گالیاں دیں اور اس باغی مجمع نے اپنی موجودگی سے گویا وزراء کو کئی گھنٹے تک قید رکھا۔ اور فوج نیشنل گارڈس کی ایک میکر سی

ایم گسٹوافلورنس نے کمیشن آف پبلک سیفٹی (حکومت برائے حفاظت عامہ) کا اپنے آپ کو افسر مشتہر کیا اور بیان کیا کہ عوام نے یہ کمیشن حکومت ملک کیلئے قایم کی ہے - آخر کار ۳۱- اکتوبر کی آدھی رات کو ایم ارنسٹ پیکارڈ نے جو عارضی گورنمنٹ کا ایک ممبر تھا اپنے ساتھیوں کی خلاصی کے لئے نمک حلال فوج نیشنل گارڈس کا ایک مضبوط دستہ بھیجا - اور اس فوج کے آنے سے یہ بدانتظامی اور زبردستی فرو ہوئی - بغیر ایک قطرۂ خون بھی یہ گروہ منتشر کردیا گیا اور چند سرغنے جو نہایت درجہ باغی تھے دوسرے روز گرفتار کئے گئے -

اس مہلتِ جنگ کے عہد و پیمان کی ناکامیابی پر شروع نومبر میں پیرس میں تین لشکر علیحدہ علیحدہ مقرر کئے گئے - لشکر اوّل جس میں ۲۶۶ پلٹنیں نیشنل گارڈس کی تھیں وہ زیر کمان جنرل کلیمنٹ تھامس تھا - لشکر دوم جس میں دو کور زدی آرمی اور ایک ڈویژن رسالہ سواران تھا وہ زیر کمان جنرل ڈوکرٹ تھا لشکر سوم جس میں فوج پیدل کی ۷ ڈویژن اور رسالہ سواران کے دو بریگیڈ تھے وہ بذات خاص جنرل ٹروچو کے زیر کمان تھا -

نومبر کے شروع میں جنرل آریلیس پی لیڈائن معہ پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار فرانسیسی فوج کے شہر آرلینس اور شہر ٹورس کے بیچوں بیچ مقیم ہوا اور یہ فوج دس یا بارہ میل میں پھیلی ہوئی تھی اور یہ درمیان اُن دو سڑک اعظم اور ریلوے لائن کے تھی جو شمال مشرق کی جانب سے آکر شہر ٹورس میں ملتی ہیں - اور یہ ریلوے لائن جنوب اور مشرق تک یعنے شہر آرلینس سے ٹورس کی جانب - دریائے لوائر کے برابر برابر جاتی ہے اور شہر بینیگ بوجنسی اور شہر مر کے درمیان ہوکر گذرتی ہے اور اس ریلوے کی دوسری لائن جو ذرا مغرب کیجانب پڑی ہے وہ شہر شاٹودن - فرؤال اور وندوم میں سے گذرتی ہے - چونکہ جرمنی کی فوج نے شہر ہائے شاٹودن اور آرلینز پر قبضہ کر رکھا تھا اس لئے دریائے لوائر کی یہ فرانسیسی فوج نہ پیرس کے بچانے کو بڑھ سکتی تھی اور نہ جنرل ٹروچو کے ساتھ ملکر کوئی کارروائی کرسکتی تھی - فرانسیسی گورنمنٹ جو شہر ٹورس میں مقیم تھی اس لئے اب اُس کا یہ ارادہ ہوا کہ اب یہ کارروائی کرنی چاہئے کہ جنرل ڈی آریلیس پی لیڈائن معہ اپنی فوج کے شہر آرلینز پر جاوے اور پیرس اور آرلینز کے درمیان اپنی فوج جابجا مناسب جگہ پر مقیم کرکے بویریا کی فوج کو جو زیر کمان جنرل وان ڈرینٹن شہر آرلینز میں مقیم ہے اُس کو محصور کرلے - اور آرلینز کی مشرقی جانب سے جنرل پی لیئرز معہ فوج لوائر کے اُس کی مدد کو آجاوے - لیکن بویریا کی فوج کے کمانڈر کو فرانسیسوں کا یہ ارادہ معلوم ہوگیا اور وہ معہ اپنی فوج کے ۹- نومبر کو آرلینز سے فوراً بسرعت تمام روانہ ہوگیا اور شمالی سڑک پر ہوکر بجانب پیرس پسپا ہوگیا مگر

موضع کولمیرز پر جو دریا کے کنارے واقع ہے فرانسیسی فوج نے اس فوج جرمنی کو جالیا۔ دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی مگر جرمنی کی فوج کو بوجہ کمی تعداد کے شکست فاش ہوئی۔ اس لڑائی کی بابت فرانسیسیوں کا بیان حسب ذیل ہے:-

"دریائے لوائر کی فوج نے جو زیر کمان جنرل ڈی آریلیس پی لیڈائن تھی۔ دو دن کی لڑائی کے بعد ۱۰ نومبر کو شہر آرلینز کو فتح کر لیا ہے۔ مقتول اور مجروح ملا کر ہمارا نقصان دو ہزار سے کم ہوا ہے اور دشمن کی فوج کا بہت ہی نقصان ہوا ہم نے ایک ہزار فوج جرمنی کی گرفتار کی اور تعاقب سے اُن کی تعداد قیدیوں کی اور زیادہ بڑھتی جارہی ہے۔ ہمارے ہاتھ پرشیا کی دو توپیں آئیں اور کوئی بیس گاڑیوں سے زیادہ گولہ بارود اور کارتوس کی گاڑیاں معہ اُن کے گھوڑوں کے ہم نے گرفتار کیں اور علاوہ ازیں ایک بڑی تعداد رسد اور غلہ کی گاڑیوں کے ہم نے جرمنی والوں سے چھین لی۔ ۹۔ نومبر کو موضع کولمیرز میں لڑائی ذرا زیادہ جمکر ہوئی گو موسم خراب تھا مگر ہماری فوج نہایت بہادری سے لڑے۔

۱۰۔ نومبر کو فرانسیسی کمانڈر فوج نے مفصلہ ذیل حکم اپنی فوج کے نام شایع کیا:-

افسران و سپاہیان فوج دریائے لوائر۔

"کل کی لڑائی میں ہم فتحمند ہوئے۔ دشمن جس جگہ مقیم تھا وہ ہم نے چھین لیں اور اب دشمن پسپا ہو رہا ہے۔ میں نے گورنمنٹ کو تمہاری کارروائی سے اطلاع دی۔ اور گورنمنٹ نے بذریعہ میرے تمہارا شکریہ ادا کیا ہے۔ اور اب میں تم کو نہایت خوشی سے اُس کا شکریہ پہنچاتا ہوں۔ گورنمنٹ کی اس مصیبت کے زمانے میں تمام مُلک کی آنکھیں تمہاری جانب لگی ہوئی ہیں۔ فرانس کو تمہاری بہادری پر بھروسہ ہے۔ اب ہم سب کو ایسی کارروائی کرنی چاہیے جس سے فرانس کی اُمیدیں بر آئیں۔"

ہیڈکوارٹر۔ ۱۰۔ نومبر ۱۸۷۰ء

"دستخط۔ جنرل کمانڈر انچیف۔ آریلیس ڈی پی لیڈائن۔"

لڑائی کے احوال کو مفصل پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرانسیسی فوج کی لائن شہر ونڈوم سے شہر ٹوجنسی تک پھیلی ہوئی تھی۔ اول ہی اوّل شہر مارچن آئر کے جنگل میں معرکہ ہوا۔ یہاں ایک جرمنی فوج نے شہر بیکون سے آکر فرانسیسی فوج پر قصبہ سینٹ لارنٹ ڈی بوئی کے قریب حملہ کر دیا۔ لیکن پسپا ہوئی۔ دوسرے روز خود فرانسیسی فوج نے جرمنی فوج پر حملہ کیا۔ یہ لڑائی ۹ نومبر کی صبح کو شروع ہوئی اور رات تک ہوتی رہی۔ فرانسیسی فوج نے

کامیابی کے ساتھ قصبات بیکون اور کولمیئرز پر قبضہ کر لیا۔ جنرل جینسزی اب بسرعت تمام شہر جینجی کی جانب بڑھا۔ یہاں فوج جرمنی نے جمکر اُس کے حملہ کی مدافعت کی۔ اور اسی وقت جنرل ریان ذرا بائیں جانب شہر سلینٹ پریوی لاکولمب کی جانب بڑھا۔ جنرل ون ڈرٹین۔ اس بات سے بروقت آگاہ ہو گیا اور اپنی فوج کو شہر آرلینز خالی کرنے کا حکم دیا اور اپنی تمام فوج کو لیکر براہ شہر آرٹینی اور بیٹی کے پسپا ہوا۔ اس اثناء میں پرشیا کی فوج کے ایک مضبوط دستہ نے شہر بوجینسی سے کوچ کر کے جنرل ریان کا شہر سینٹ پریوی پر بڑھنا روک دیا۔ یہانتک جنرل ریان جرمنی فوج کی کثرت دیکھکر شہر جینجی کیطرف پھر آیا۔ جنرل پیلیئرز نے بھی اپنی فوج سمیت کوچ کیا اور جنرل ون ڈریٹن کی فوج کے بہت سے سپاہی گرفتار کئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فرانس کی فوج کی بے شمار تعداد نے جنرل ون ڈریٹن کو بغیر اس کے شہر پر حملہ ہوتے شہر چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اور فرانسیسی فوج مسرہ جوا چن آئرگی جانب پھیل گئی اس لئے بویریا کی فوج کو یہ خوف ہوا کہ فرانسیسی فوج کہیں ہم کو محصور نہ کرلے اور اس طریقہ سے پیرس سے ہماری خط وکتابت جاتی رہی۔ اسی غرض سے فرانسیسی فوج رسالہ کی کئی رجمنٹیں زیر کمان جنرل پیلیئرز سمندر کے کنارے سے آئی تھیں۔ جنرل ون ڈریٹن نے اپنے تئیں اس قدر مضبوط نہ پایا کہ شہر پر قابض رہ کر فرانسیسی حملہ کی مدافعت کرتا اور اسی وجہ سے وہ معہ اپنی فوج کے شمال کی جانب شہر پیرس کی طرف براہ شہر چیولی اور شہر بیٹی کے پسپا ہو گیا۔ شہر بیٹی کے قریب اُس کی فوج کے پچھلے حصہ پر کئی بار سخت حملہ ۱۲ نومبر کو ہوا اور ان تمام حملوں میں فرانسیسی ہی فتحیاب رہی۔ گو شہر ٹورس میں ایک دفعہ یہ بات بیان کی جارہی تھی کہ فرانسیسی ۱۲۔ کو ز کو اس جگہ ذرا سی دیر کے لئے پسپا ہونا پڑا تھا اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنرل ون ڈریٹن شہر ٹورس کی جانب پسپا ہو گیا۔ شہر آرلینز سے اس شہر تک دو دن کی راہ ہے اور جرمنی فوج کے دو ہزار پانسو سپاہی فرانسیسوں نے گرفتار کئے اور دو توپیں فرانسیسوں کے ہاتھ آئیں اور ان کل معرکوں میں جرمنی کی پانچہزار فوج ضایع ہوئی۔ اس لڑائی کی بابت جو جرمنیوں کا بیان ہے وہ فرانسیسی بیان کے مطابق نہیں ہے۔ شاہ پرشیا نے ۱۱۔ نومبر کو کوئین آگسٹا کو جو مراسلہ بھیجا وہ حسب ذیل تھا۔

"جنرل ون ڈریٹن کل کی تاریخ دشمن کی بے تعداد فوج دیکھ کر پیچھے ہٹ آیا۔ وہ لڑتا ہوا آلینز سے شہر ٹورس میں آگیا ہے اور یہاں اُس کی اور جنرل وٹچ کی فوج شامل ہو گئی اور شہر چارٹرس سے پرنس البرکٹ بھی معہ اپنی فوج کے اُن میں آکر شریک ہو گیا۔ گرینڈ ڈیوک آف مکلنبرگ بھی معہ اپنی فوج کے جنرل ون ڈریٹن سے کوچ بلکہ اُسکی فوج میں شامل ہو جاویگا۔"

ایک اور جرمنی مراسلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرانسیسوں نے جس قدر حملے کئے وہ ہر حملہ میں بڑے نقصان کے ساتھ پسپا کردیئے گئے۔ اور بعدازاں جرمنی فوج نے پسپا ہونا شروع کردیا۔ ایک دستۂ فوج نے جسکے ہمراہ بوربیا کی محفوظ فوج کے لئے سامانِ جنگ تھا اُس نے اپنا راستہ گم کردیا اور اُس کے ہمراہ دو توپیں بھی تھیں اور یہ سب سامان فرانسیسوں کے ہاتھ آیا۔ فرانسیسوں کا بیان ہے کہ جرمنی فوج کا پسپا ہونا بالکل باقاعدہ تھا۔ جنرل وان ڈرین نے اپنے نقصان کا صرف مفصلہ ذیل بیان کیا کہ ۴۲ افسران اور ۱۰۰۰ سپاہیان مقتول اور مجروح ہوئے جنرل وِتّیچ اور پرنس البرکٹ اور گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ کے آنے سے جو جنرل وان ڈرین کی کمک کو آئے تھے جنرل وان ڈرین کی فوج کی تعداد اب ستر ہزار ہوگئی تھی اور اسکے مقابلہ میں فرانسیسی فوج لوائر کی تعداد غالباً کچھ زیادہ تھی لیکن تواعددان فوج صرف بارہ ہزار تھی۔

فرانسیسی فوج کی اس کامیابی اور فتح پر شہر ٹورس میں بڑی خوشی ہوئی اور ایم گیمبیٹا نے اس فوج لوائر کے نام ایک اعلان شایع کیا جسمیں اس فوج کی بڑی تعریف کی اور ہمت بندھائی کہ تمہاری بہادری سے آئندہ بھی اُمید ہے کہ تم دشمن پر فتحیاب ہوگے۔

مٹز کے قریب سرحد پر جو شہر تھیون ویلی ہے ۲۴۔ نومبر کو اُس نے بھی اپنے تئیں جرمنیوں کے سپرد کردیا اور دوسرے دن سپردگی کی بالکل تکمیل ہوگئی۔ اس شہر پر ۲۲ نومبر کو ۶۰ توپوں سے گولہ باری شروع کی گئی تھی شہر میں کئی جگہ آگ لگ گئی اور دو دن تک آگ لگی رہی۔ کئی ہزار فرانسیسی قید ہوئے اور کئی سو توپیں محاصرین کے ہاتھ آئیں۔ اُسی دن یعنے ۲۴۔ نومبر کو فرانسیسی فوج سوبائل گارڈس کو جو شہر رو ئی اور امینز کے بیچوں بیچ مقیم تھی جرمنی فوج نے جو زیرکمان جنرل لوڈرٹز تھی شکست دی۔ فوج سوبائل اپنا سب سامان میدان کارزار میں چھوڑکر شہر بری کی جانب مفرور ہوگئی۔ ایک فرانسیسی فوج کو جس میں چھ پلٹنیں اور توپخانہ تھا جرمنی کی ایک فوج نے جو دشمن کی دیکھ بھال کے لئے نکلی تھی اور جس میں فوج پیدل کی دو کمپنیاں اور چار اسکواڈرن رسالہ کے اور دو توپیں تھیں قریب سیز پریس کے شکست دی۔ اس لڑائی میں جرمنی والوں کا نقصان بہت کم ہوا۔

۲۵۔ اور ۲۶۔ نومبر کی راتوں کو جرمنی فوج نے شہر بلفورٹ کے قلعوں پر دو حملے کئے لیکن فرانسیسی قلعگیر فوج نے جرمنی فوج کو مضبوطی کے ساتھ پسپا کردیا۔ جرمنی فوج کا بہت نقصان ہوا۔

۲۶۔ نومبر کی شب کو گریبالڈی کی فوج نے زیرکمان گریبالڈی۔ جرمنی فوج ۳۴۔ رجمنٹ کی رائیفل پلٹن پر تین سخت حملے کئے۔ اس جرمنی فوج کی مدد پر ایک اور جرمنی فوج انگر پلٹن تھی۔ گریبالڈی کی فوج پسپا ہوئی اور بڑی بے ترتیبی

سے بھاگی اور بھاگتے ہوئے اپنے ہتھیار پھینک گئی۔ ۲۷۔ نومبر کو جنرل ورڈر تین بریگیڈ فوج کے ہمراہ فوج گریبالڈی پر حملہ کرنے کو بڑھا اور شہر ڈیکوس کے نزدیک شہر پلومبیئر کا چکر کاٹ کر گریبالڈی کے پچھلے حصۂ فوج پر حملہ کر دیا۔ جرمنی کے ۵۰ سپاہی مارے گئے اور فوج گریبالڈی کے تین سو یا چار سو مقتول و مجروح ہوئے۔ ۳۰۔ نومبر کو صبح کے نو بجے مشرقی کوہ پرنیز کے فرنیکس ٹیریرا اور پرشیا کے دو دستہ فوج میں جس میں توپخانہ بھی تھا شہر جیوری پر لڑائی ہوئی۔ دوپہر کے دو بجے کے قریب یہ لڑائی شہر نویش تک پھیل گئی جہاں کوہ وشیجز کے فرنیکس ٹیریئر کی ۱۳ کمپنیوں نے جسکے ساتھ شہر بیان کی فوج گارڈ موبائل بھی شامل ہو گئی تھی پرشیا کی فوج پر حملہ کر دیا اور فرانسیسوں کی کامل فتح ہوئی۔ پرشیا والوں کا سخت نقصان ہوا۔ پرشیا کی فوج کے مقتولین سے تمام سڑک بھری ہوئی تھی۔ اور پرشیا کے پندرہ سپاہی گرفتار ہوئے۔

## فصل دوازدہم (۱)

دریائے لوائر پر بڑی بڑی لڑائیاں۔ پیرس سے نکلکر فرانسیسی فوج کا دشمنوں سے بہادرانہ مقابلہ

۹ اور ۱۰۔ نومبر کی فتح کے بعد جس فتح کو اُس کی بزدلانہ احتیاط نے غیر مفید کر دیا جنرل ڈی آرلیبس شہر آرلینز میں لوٹ آیا شہر کے قریب جنگل تھا اور یہاں فوج کو خیمہ زن کر کے اس مقام کو اپنے لشکر کا مرکز بنانا چاہا۔ اس مقام کو اُس نے مورچوں اور دمدموں سے بہت مضبوط بنا لیا۔ اور گو یہ مقام بوجہ قریب ہونے دریائے لوائر کے زیادہ خطرہ سے خالی نہ تھا مگر جنگل کی آڑ میں فوج پسپا بھی ہو سکتی تھی۔ اور اس جگہ مقیم ہو کر اُس نے اپنی محفوظ فوج اور دیگر کمک کو جسکے آنے کی اُس کو اُمید دلائی گئی تھی۔ دریا کے جنوبی کناروں کی جانب بلایا۔ ایمبیٹا کی کوشش اور عوام کی سرگرمی سے یکلخت فوج ایک بے شمار تعداد میں وہاں پہنچ گئی اور اول لڑائی کے ۱۵ دن کے بعد جنرل ڈی آرلیبس کی فوج جو اول تین کورز تھیں اب چھ کورز ہو گئیں اور اب اس کی فوج میں دو لاکھ (۲۰۰۰۰۰) آدمی ہو گئے اور اس فوج ۴۰۰ یا ۵۰۰ توپیں تھیں۔ یہ تین نئی کورز اُس کی پہلی فوج کی نسبت عمدہ کم تھیں۔ اس فوج میں چھوٹی عمر کے لڑکے بہت تھے اور افسران اور سامان اور ترتیب وغیرہ ناقص تھیں۔ جنرل مذکور نے کئی دن تک اس فوج کی درستگی اور قواعد سکھلانے میں اپنی اوقات صرف کی۔ اور پھر اس طریقہ سے اُس فوج کو جابجا مقیم کر دیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کو علم جنگ سے پوری وقفیت ہے۔ اُس نے اپنی فوج قلب کو آرلینز اور شاٹونیف تک پھیلا دیا جو جنگل اور اُسکے لشکرگاہ کی پناہ میں تھی اور اپنی فوج میسرہ کو اُس سڑک

تک پھیلا دیا جو شہر جاین سے شہر مونٹ آرجس تک جاتی ہے اور فوج میمنہ کو شہر مارچن آئر تک پھیلا دیا۔ ان تمام انتظامات سے وہ اس قابل ہو گیا کہ یہاں سے دشمن پر حملہ کرنے کیلئے بڑھے اور پیرس کو جو تمام سڑکیں جاتی ہیں اُن پر اسکا اس طرح قبضہ ہو گیا کہ دشمن بغیر خوف یہاں سے نہیں گذر سکتا۔ اس اثناء میں اُسکے دشمن بھی تیاریوں میں مصروف تھے۔ پرنس فریڈرک چارلس کے لشکر کا مقدمۃ الجیش جو شہر فانٹن بلیو سے شہر نیمورس اور پتھیوئیر تک پھیلا ہوا تھا ۱۹۔ نومبر کو یا اُسکے قریب جنرل ون ڈُریٹن کی فوج سے جا ملا۔ اور جنرل ون ڈُریٹن کی فوج قاب اُس سڑک پر پھیلی ہوئی تھی جو شہر انگرویلی سے شہر ٹوری تک ہے اور گو پرنس فریڈرک چارلس کی اصلی فوج بھی ون ڈریٹن کی شریک نہیں ہوئی تھی تاہم فرانسیسی فوج لوائر کے لئے اب یہ فوج بڑی روک ہو گئی۔ لیکن جرمنی نے اپنی فوج کو جو مثل نصف دائرہ کے ڈال رکھا تھا۔ اس فوج کے چلے آنے سے اُس نصف دائرہ کا ایک گوشہ خالی ہو گیا اور فرانسیسی جنرل ڈی آریلیس کو اب اس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے تھا۔ گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ جسکے خط و کتابت ون ڈریٹن کے ساتھ جاری تھی اور جس کی فوج مغرب جانب شہر ڈریکس تک پھیلی ہوئی تھی اُس کو شہر لی مانس کی جانب روانہ کر دیا گیا تاکہ وہ مغرب کی فرانسیسی فوج کا تعاقب کرے جسکی حس و حرکت سے شہر وارسیلز میں خوف کیا جاتا تھا۔ گرینڈ ڈیوک نے اس فوج کا شہر سارتھی تک تعاقب کیا اور گو اب اُس کو واپس بُلا لیا تھا لیکن تاہم وہ ون ڈریٹن کی فوج سے بہت فاصلہ پر تھا اور نومبر کے آخری ہفتہ تک وہ درمیان شہر نوجنٹ لی روترو اور شہر چارٹرس کے تھا۔ اس فوج کی حس و حرکت بھی تیزی کے ساتھ نہیں تھیں اور فوج کو ایک گروہ فرانسیسی موسوم فری شوٹرز نے بہت ستایا اور اُس کی فوج جناح اور پچھلے حصہ فوج پر حملہ کرتی رہی جس سے اُس کی فوج بہت ضایع ہوئی۔

۲۶۔ نومبر کو اُن دونوں فوجوں کے کہ جنمیں سے ایک فوج پیرس کو محاصرہ سے خلاصی دلانے اور دوسری فوج محاصرین مدد دینے آئی تھی۔ یہ حالت تھی جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے۔

فرانسیسوں کو بلحاظ وقت جنگ اس جگہ سے بڑا فائدہ تھا۔ کیونکہ شہر مارچن آئر سے شہر آرلینز ہوتے ہوئے مونٹ آرجس کی سڑک تک کے یہ محرابی لین اُن کے قبضہ میں تھی۔ اور یہ لین شہر نوجنٹ لی روترو چارٹرس اور توڑے ہوتی ہوئی شہزادہ فریڈرک چارلس کی فوج بیسرہ تک یہ لین پھیلی ہوئی تھی اور شہر مونٹ آرجس کے کچھ شرقی جانب بھی تھی۔ اور فرانسیسوں کے قبضہ میں وہ سب بڑی بڑی سڑکیں تھیں جو پیرس کو جاتی ہیں۔ اور وہ اپنی فوج کو بہ نسبت دشمن کی نہایت جلد ایک مقام پر جمع کر سکتی تھی۔ اور بہ نسبت فوج جرمنی کے یہ فرانسیسی

فوج ڈگئی تھی - چونکہ بعد اس کے کہ پرنس فریڈرک چارلس نے اپنی کچھ فوج محاصرہ پیرس میں شریک ہونے کیلئے بھیجی اُس کے پاس پچپن ہزار یا ساٹھ ہزار فوج سے زیادہ نہ تھی - اور جنرل ون ڈ ریٹن اور گرینڈ ڈیوک آف مکلنبرگ کی فوج کی تعداد ۴۵۰۰۰ ہزار سے زائد نہ تھی اور گو درحقیقت فرانسیسی فوج اپنے دشمن کے مقابلہ کی تو نہ تھی لیکن اُس کی نصف فوج میں کل سپاہی بہت عمدہ اور بہادر تھے - ان انتظامات سے جنرل ڈی آریلیس کی جنگی لیاقت اور فرانسیسیوں کی حب الوطنی اور سرگرمی معلوم ہوتی ہے اور ان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یا تو جرمنی فوجی کمانڈروں نے دریائے لوائر کی فرانسیسی فوج کو کم تعداد سمجھا تھا یا دشمن نے جرمنی فوجوں کو اتنا دبا رکھا تھا کہ وہ اس جگہ زیادہ فوج روانہ نہ کر سکے - اور گو اُنھوں نے فرانسیسیوں کو پھر ایسا کوئی عمدہ موقع کامیابی کا نہیں دیا جیسا کہ فرانسیسیوں کو ۹ اور ۱۰ نومبر کو موقع ہاتھ لگا تھا لیکن ایک عمدہ کمانڈر اس تھوڑی سی فوج سے ہی بہت اچھی کارروائی کر سکتا ہے - اس اثناء میں گورنر پیرس نے بھی یہ خیال کیا کہ پیرس کی خلاصی کیلئے جو تدبیریں اُس نے سوچی تھیں اب اُن کی آزمائش عملی کا وقت آگیا ہے - اُس نے مدافعت اور بچاؤ کی تمام ترکیبیں مکمل کر لی تھیں اور محاصرین کی فوج کی لائن کو بہت پیچھے ہٹا دیا تھا اور ذرا اور آگے بڑھکر قصبات ویلی جوف اور اورن پر چہ مورچے اور دمدمے بنائے تھے وہاں سے اُس کو یہ یقین تھا کہ دشمن کی فوج پر کامیابی چیری جاسکتی ہے - اور اپنی فوج کو اُسنے نہایت عمدہ قواعد سکھائی تھی اور اس فرانسیسی فوج کی تعداد دو لاکھ تھی اور اسکی رائے میں منجملہ ان دو لاکھ کے ڈیڑھ لاکھ بہت عمدہ سپاہی تھے - اس تمام فوج کا یہ کام تھا کہ دشمن کی جمعیت کو چیر لینے کی کوشش کرے اور دریائے لوائر کی فرانسیسی فوج جو پیرس کی طرف آرہی ہے وہ اس فوج میں آکر شریک ہوجاوے - ماہ نومبر کا آخری ہفتہ اس مشترک مہم کے لئے مقرر ہوا تھا لیکن اتفاق کے وقوع پر بھی بہت کام سپرد کر دیا گیا تھا اور ٹروچو نے ڈی آریلی کی فوج کی حس و حرکت میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی اُسکو اُسی کی رائے پر چھوڑ دیا -

## دریائے لوائر کی لڑائیاں

جنرل ڈی آریلیس نے اب وہ کارروائی شروع کر دی کہ جس سے فوج لوائر کا پیرس کی جانب بڑھنا ممکن ہو سکے - اس نے براہ شہر لیڈن، میزیرس اور مونٹ آرجس کے اپنی فوج میمنہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور اپنی فوج قلب اور میسرہ کو آگے نہیں بڑھایا - اور ۲۴ نومبر کو اپنی دو کورز سے جنمیں غالباً ساٹھ ہزار سپاہ تھی جرمنی فوج کے ایک کورز پر جسمیں تیس ہزار فوج تھی اور جو شہر بین لارولنڈ کے قریب اس سڑک پر پھیلی ہوئی تھی جو فانٹن بلیو

شہر سیڈن کو جاتی ہے حملہ کر دیا۔ یہ لڑائی نہایت خونریز تھی اور فوجیں بہت بہادری سے لڑیں اور جرمنی فوج کے دو ڈویژن شہر بیٹھی ویڑز سے اور آگئے اور فرانسیسی فوج بھاری نقصان کے ساتھ پسپا ہو گئی فرانسیسی فوج کے نوعمر سپاہی جیسا عموماً ہوتا ہے۔ خوف زدہ ہو کر سینکڑوں اپنی فوج سے علیحدہ ہو کر پیچھے رہ گئے لیکن جرمنی کی فوج بھی پیچھے ہٹ گئی اور ایک توپ اور بہت سے قیدی فرانسیسیوں نے گرفتار کئے۔ جنرل ڈی آرلیئس جس نے بلحاظ علم جنگ کے ایک بہت ہی بڑی غلطی کی تھی شہر آرلینز میں اپنی لشکر گاہ پر واپس آگیا اور دو دن تک بے کار پڑا رہا۔ اور یہ توقف اسکے لئے اور بھی مہلک ثابت ہوا۔

۲۷۔ نومبر کو فرانسیسی فوج شہر شاٹوڈن سے سونٹ آرجس تک پھیلی ہوئی تھی اور ان دونوں شہروں کا فاصلہ ۲ میل کا ہے۔ اس دن جرمنی کی فوج نے فرانسیسی فوج میمنہ پر سونٹ آرجس میں حملہ کر دیا اور انہوں نے معلوم کر لیا کہ نہایت آسانی سے اس فرانسیسی فوج کی سب لائن کو ہم فتح کر سکتے ہیں۔ اس لئے جرمنی فوج آگے بڑھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر شاٹوڈن سے فرانسیسی چلے گئے۔ دیگر چھوٹے چھوٹے معرکے قصبات آرٹینی۔ نیو لاباٹس۔ سینٹ لوپ اور بیان رولنڈی اور جیبن پر ہوئے لیکن ان میں کوئی خاص بات قابل تذکرہ نہیں ہے۔ ۲۹۔ نومبر کو ایک بڑا معرکہ شہر امینز کے سامنے ہوا۔ اس لڑائی میں فرانس کی فوج نے شمال سے آکر جرمنی کی فوج اول آرمی پر جو زیر کمان مانٹیفل تھی حملہ کر دیا۔ شروع شروع میں تو یہ لڑائی فرانسیسیوں کے حق میں اچھی رہی جو ۴½ بجے تک اپنی جگہ پر قایم رہی لیکن جرمنی کے طاقتور توپخانہ اور بے انتہا فوج کی وجہ سے فرانسیسی شہر بریٹین نکس سے ہٹ گئے۔ فرانسیسی فوج کو قصبہ بووس پر شکست ہوئی لیکن قصبہ ڈوری میں فرانسیسی اپنی جگہ پر قایم رہے۔ اس لڑائی میں جس قدر جرمن فوج شریک تھی اسکی تعداد تیس ہزار تھی۔

جرمنیوں کا بیان ہے کہ اول لڑائی درمیان فرانس کے شمالی فوج اور جرمن کی اول آرمی (فوج) کی شہر موریل میں واقع ہوئی۔ فرانسیسی فوج جو خوب مسلح تھی اور جرمنی فوج سے زیادہ تھی ضلع سوم کی جانب واپس بھگا دی گئی اور یہ فوج بھاگ کر شہر امینز کے سامنے اپنی لشکر گاہ میں مقیم ہوئی جسکے گرداگرد خندقیں کھدی ہوئی تھیں اس لڑائی میں فرانسیسی فوج کے کئی ہزار آدمی ضایع ہوئے۔ جرمنی ہزار کی ۹ رجمنٹ نے ایک فرانسیسی بحری پیدل فوج کو بالکل تباہ کر دیا۔ جرمنی فوج کا بھی کثرت سے نقصان ہوا۔ اس لڑائی میں جرمنی کی فتح ہوئی اور اس کا ظاہر ثبوت اس بات سے ہوا کہ لڑائی ختم ہونے کے تھوڑی دیر کے بعد ضلع سوم کے حاکم نے یہ اعلان شایع کیا:-

"کہ اے باشندگان شہر سوم - آزمائش کا دن آپہنچا ہے - با وجود ہماری کوششوں کو شہر آمینز کو اب دشمن عنقریب ہی فتح کرینگے - کونسل جنگ کی یہ رائے ہے کہ فرانس کی فوج شمال کو پسپا ہو جانا چاہیئے اور فوج نیشنل گارڈس ہتھیار ڈال دے - میں فی الحال تمہارے درمیان سے جاتا ہوں لیکن اُمید ہے کہ جلد واپس آجاؤں گا - خاموشی اور صبر کے ساتھ بھروسہ رکھو اُمید ہے کہ ملک فرانس محفوظ رہے گا - فرانس ہمیشہ قایم رہے - سلطنت جمہور ہمیشہ قایم رہے "

پرنس فریڈرک چارلس نے اب اپنی تمام فوج ایک جا جمع کرلی اور اب اُس نے دل میں یہ ٹھان لی کہ فرانسیسوں کو ایک قطعی شکست دینی چاہیئے - ۳۰ - نومبر کو وہ شہر پیتھی ویئرز اور بیان رولنڈ کے درمیان مقیم ہوا اور شہر فانٹن بلیو کو اپنی پشت کی جانب رہنے دیا اور شہر بیان پر جنرل ڈی آریلیس نے جو حملہ کیا اُس کا بڑی بہادری سے جواب دیا اور ڈی آریلیس کی فوج کو بہت سخت صدمہ پہنچایا جرمنی میمنہ فوج نے زیر کمان گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ - جو شہر ڈری سے فرانکلر پیرس اور آرلینز کی سڑک پر ولائن میں مقیم تھی فرانسیسی فوج لوائر پر جو زیر کمان جنرل چینزی تھی حملہ کردیا - اس جنرل نے جو ۲۷ - نومبر کو شہر پیٹی سے آیا تھا اس گرینڈ ڈیوک کے مقدمۃ الجیش لشکر کو جو زیر کمان جنرل ون ڈریٹن تھا واپس بھگا دیا لیکن دوسرے دن یہ گرینڈ ڈیوک اپنی کل فوج لیکر آگے بڑھا اور فرانسیسی فوج کو شہر لوگنی اور پوپری کیجانب بھگا دیا اور یہاں آخری جگہ فرانسیسوں کا لشکرگاہ بھی فتح کرلیا جو شہر آرٹینی کے نہایت قریب واقع ہے جرمنی فوج کے ہاتھ گیارہ توپیں آئیں اور کئی سو فرانسیسی گرفتار ہوئے پہلی دسمبر کا واقعہ صرف یہ ہے کہ پرنس فریڈرک چارلس جو شہر بیان میں مقیم تھا وہاں سے روانہ ہوا اور فرانسیسی فوج کو جو آرلینز کے جنگل میں تھی وہاں سے ہٹا دیا اور اُن کی دو توپیں گرفتار کیں - بعد اس کے اور بہت سے فائدے جرمنی فوج کو لوائر کی اس فرانسیسی فوج کی زک سے ہوئے اور ۲ - اور ۳ - دسمبر کو میکلنبرگ کی فوج نے اور جنرل مین اسٹائین کی فوج نے فرانسیسی فوج کو پسپا ہونے پر مجبور کر کے شہر آرلینز کا مضافات شہر سینٹ جین اور اُس کی ریلوے اسٹیشن پر قبضہ کرلیا ۳۰ توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ آئیں اور ایک ہزار سے زیادہ فرانسیسی گرفتار ہوئے جرمنی فوج کا نقصان بھی بہت ہوا جرمنی فوج کے جنرل رنگل کے ڈویژن کے بہت آدمی مارے گئے - ۴ - دسمبر کی شام کو ایک سخت لڑائی کے بعد جس میں فرانسیسوں کی توپیں اور فوج بہت ضایع ہوئی جرمنی فوج نے شہر آرلینز کو پھر فتح کرلیا اور فرانسیسی فوج پسپا ہوئی اور جرمنی فوج نے تھوڑی دور تک اُن کا تعاقب کیا - ۳ - دسمبر کو جرمنی فوج کی ۳ - اور ۹ - آرمی کور نے فرانسیسی فوج کو شہر چلی آکسن ہوئے اور شہر چویلی کی راہ بجانب آرلینز بھگا دیا - اور ۵ - دسمبر کو جرمن کی اسی فوج نے حسب الہدایت پرنس فریڈرک چارلس شہر فابرگ سینٹ جین ڈی لاریلی کی مضافات اور اُس کی ریلوے اسٹیشن پر قبضہ کرلیا - اور گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ کے ماتحت جو فوج تھی وہ اور مغربی جانب اس شہر کے نہایت قریب چلی گئی - بوجہ رات ہونے کے زیادہ تعاقب

نہیں کیا گیا۔ فرانسیسوں کی چالیس توپیں ہاتھ آئیں اور ایک ہزار سے زیادہ فرانسیسی گرفتار ہوئے۔

فرانسیسی گورنمنٹ مقیم ٹورس نے اس لڑائی کا حال جرمنیوں کے بیان سے بالکل مختلف بیان کیا۔ فرنچ گورنمنٹ نے ۷۔ دسمبر کو ان لڑائیوں کی رپورٹ شایع کی وہ اس طرح پر ہے کہ چند لڑائیوں کے بعد جو پہلی اور ۲۔ دسمبر کو ہوئی اور جس میں جرمنیوں کا بہت نقصان ہوا۔ لیکن ان لڑائیوں کی وجہ سے فرانسیسی فوج لوائر کا آگے بڑھنا موقوف ہو گیا ہے ۷۔ دسمبر کی رات کو جنرل آرلیلیس نے ٹورس میں ایک تار بھیجا کہ اب آرلینز کو خالی کر دینا اور دریا کے بائیں کنارہ پسپا ہو جانا ضروری ہے۔ اُس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اُس کے اختیار میں اسوقت دو لاکھ فوج ہے اور پانسو سے زائد توپیں ہیں اور ایک مضبوط جگہ پر مقیم ہے جسکی حفاظت پر بحری توپخانہ ہے۔ اور اس جگہ جنرل آرلیلیس دشمن کے حملے کی مدافعت کے لئے تیار ہیں۔ جنرل مذکور نے اپنے پسپا ہونے کے اوپر اس دلیل سے اصرار کیا ہے کہ جنگ گاہ میں موجود ہونیکی وجہ سے میں معاملات سے بہ نسبت دیگر غیر موجودین کے زیادہ آگاہ ہوں۔

فرانس کی گورنمنٹ نے جو کونسل مشورہ منعقد کی اُس کی یہ رائے ہوئی ہے کہ آرلینز پر اُس کے مورچوں اور دمدموں کی مدد سے پورے طور سے قبضہ رکھا جاوے اور یہ کہ جنرل آرلیلیس پیرس سے بہت فاصلہ پر نہ رہیں لیکن چونکہ جنرل کا یہ بیان ہے کہ پسپا ہونا ضروری ہے چونکہ پسپا ہونے سے فوج کا نقصان بہ نسبت خالی کر دینے آرلینز کے بہت کم ہوگا اسلئے اُسکو پسپا ہونے کا اختیار دیا جاتا ہے۔

فرانسیسی گورنمنٹ نے فوج لوائر کے کمانڈر کو حکم مذکورۂ بالا بذریعہ تار بھیجدیا اور ایم گیمبیٹا نے اُس میں یہ حکم اور زیادہ لکھا کہ "پیشتر سابق میں جو جو احکام دربارہ جمع ہونے فوج کے آرلینز میں اور دشمن کی مدافعت جاری رکھنے کے لئے دیئے تھے وہ اب منسوخ کر دیئے جاتے ہیں۔ ایم گیمبیٹا نے جنرل ڈی آرلیلیس کو یہ اختیار دیا کہ اگر ضرورت ہو تو آرلینز کو خالی کر دیا جاوے اور شہر ٹورس میں جتنے جنرل فوج ہیں وہ تمہارے ماتحت کر دی گئی ہیں"

آخر کار جنرل آرلیلیس نے ٹورس میں ایک اور مراسلہ بھیجا اور اُس کے ذریعہ سے گورنمنٹ فرانس کو مطلع کیا کہ "مَیں نے اپنی تجویز جنگ تبدیل کر دی ہے اور ۱۵۔ اور ۱۷ کورز کو بھیجدیا ہے اور ۱۸۔ اور ۲۰۔ کورز کو اپنے پاس بلا لیا ہے اور اب خود آرلینز میں مقیم ہو کر شہر کے بچاؤ کی تدبیریں کر رہا ہوں۔ بعد اس کے جنرل آرلیلیس نے کامیابی کے ساتھ مدافعت کرنا ناممکن پایا اور شہر آرلینز کو خالی کر دیا اور ۳۔ دسمبر کی آدھی رات کو جرمنی فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ ان لڑائیوں میں فرانسیسی فوج کا نقصان بمقتولین مجروحین اور قیدیوں میں سولہ ہزار فوج کا ہوا۔ جرمنی والے فرانسیسی نقصان کو اور بھی زیادہ بتلاتے ہیں۔

جبکہ یہ واقعات شہر آرلینز کے شمال اور جنوب میں ہو رہے تھے پیرس کی فوج نے ایک اور کوشش دشمن کی فوج کو چیر کر
نکل جانے کی کی۔ ۲۸۔ نومبر کی رات کو قلعجات پیرس نے اور خاصکر اُن قلعوں نے جو جنوب کی جانب تھے بڑے
خوفناک طور سے گولہ باری شروع کردی۔ اور شہر سینٹ جرمین سے دریائے سین اور مارنی کے اتصال تک گولوں
اور گولیوں کی بوچھار برابر محاصرین کی لائن پر ہو رہی تھی۔ اس گولہ باری کی آڑ میں جو خاصکر اسوجہ سے کی گئی تھی تاکہ
فوج لوائر کو حملہ کردینے کا حال معلوم ہو جسکا خیال کیا گیا تھا کہ وہ فوج بہت دور نہیں ہے۔ قلعجات مانٹروگ۔ بیسٹری
اور آیوڑی سے بہت سی فوج نکل آئی اور بعدہ دریائے سین کی جنگی کشتیوں اور شہر ویلی جوئف کے توپخانہ کی مدد اور
اپنی خاص توپوں کی مدد سے اس فرانسیسی فوج نے فوج جرمنی سے شہر ہاے لاہے۔ چیویلی۔ اور چیوزی لی روئی کے فتح کرنے
کی کوشش کی جو محاصرہ کے دائرہ کے قریب شہر آرلینز کی سڑک پر واقع تھے۔ یہ بھی ارادہ کر لیا گیا تھا کہ مشرق اور جنوب
مشرق سے بھی فوج آکر اس مہم میں شریک ہووے لیکن اُس دن دریائے مارنی میں یکایک طغیانی ہو گئی۔ اور
فرانسیسی فوج بغیر قطعی لڑائی کے قلعوں میں لوٹ آئی۔ دوسری شب کو گولہ باری پھر شروع کی گئی۔ اور ۳۰۔ نومبر کو علی الصباح
ایک لشکر عظیم زیر کمان جنرل ڈوکرٹ۔ جنوب مشرقی اور مشرقی قلعوں سے اُس جانب کی جرمنی فوج پر حملہ کرنے کے لئے
روانہ ہوا۔ جنوب مشرق پر جنرل وینوئی کا حملا ور ایسا ہی شمال سے سینٹ ڈینس سے حملہ ہونا یہ کارروائی صرف جرمنی
فوج کو دھوکہ دینے کے لئے کی گئی تھی ورنہ یہ درحقیقت حملہ نہ تھا۔ لیکن ڈوکرٹ نے جو حملہ کیا وہ بہت ہی سخت تھا یا ساٹھ ہزار
فوج کو لے کر جسکی مدد پر بہت سی محفوظ فوج تھی ڈوکرٹ قلعہ ونسنس کے سامنے سے دریائے مارنی پر پیپوں کا پل ڈالکر
دریا کو عبور کر لیا۔ اور ایک کالم فوج کو شہر نوبل میں اُتار دیا جو اُس قطعہ زمین پر آباد ہے جو دریائے سین اور دریائے مارنی
کے بیچ میں بطور جزیرہ نما آ گئی ہے۔ ڈوکرٹ نے اپنی تمام فوج کو چار دیہات نوئزی لا گرینڈ۔ برائی۔ ویلیئرز اور چیمپگنی کے
سامنے لاکے ڈال دیا۔ فرانسیسی فوج پوری ترتیب سے آگے بڑھی اور ایک مختصر مگر خونخوار لڑائی کے بعد اُس نے ویلیئرز
چیمپگنی اور برائی فتح کر لئے اور جرمنی فوج ان جگھوں سے بوجہ ہونے زائد فوج دشمن کے ہٹ گئی۔ موضع لاگرینڈ پر
بھی فرانسیسی فوج نے حملہ کیا اور چند گھنٹے تک فرانسیسی فوج میدان کارزار میں فائدہ میں رہی۔ اور ان کی فوج اس قدر
زائد تھی کہ ان کی مدافعت نہایت مشکل تھی لیکن زمین میدان کارزار کی ایسی تھی کہ تمام فوج فرانس کو اپنی پوری [illegible]
باری کرنے کا موقع نہ ملا۔ آخرکار جرمنی فوج کو اور کمک آگئی اور بڑی خونخوار لڑائی کے بعد موضع ویلیئرز جرمنی والوں نے
پھر لے لیا۔ لیکن مواضعات برائی اور چیمپگنی فرانسیسوں ہی کے پاس رہے۔ اس لڑائی کے مفصل حالات
حسب ذیل ہیں:

پیرس کے جنوب مشرق میں قلعہ ولنس کے مقابل میں جو جنگل ہے اُس کے سامنے دریائے مارنی پر سخت لڑائی ہوئی
دریائے مارنی اپنے مقام اتصال دریائے سین سے یعنے شہر چارنٹن سے شہر نیلی تک مثل سانپ کے چکر کھاتا ہوا بہتا
ہے۔ اور ایک نشیبی ضلع کی زمین میں سے گذرتا ہے جو اُن قلعجات کی زد میں ہے کہ جو خاص پیرس کے بچاؤ کے
قلعے ہیں۔ جب کہ جرمنی فوج اوّل ہی اول حملہ کرتے ہوئے پیرس کے قرب وجوار میں پہنچی تو اس ضلع کے تمام بائیں کنارہ
پر قابض ہو گئے) دریا کے قریب اور فرانسیسی آگ کی زد میں جرمنی فوج نے صرف موضع برائی اور چیمپگنی پر تھوڑی تھوڑی فوج
ڈال دی تھی۔ لیکن ان کے پیچھے مواضعات ویلیئرز۔ کوٹیلی۔ نوئزی لی گرینڈ اور دیگر جگہوں میں اُنھوں نے اپنی فوج دمدموں
اور مورچوں اور توپخانہ سے نہایت مستحکم کر رکھی تھی۔ پیرس کے قلعجات اور جرمنی فوج کے درمیان گویا کہ ایک زمین آزاد
تھی جس پر کوئی قابض نہ تھا۔ اور اس آزاد زمین میں دریا تھا اور اُس بائیں کنارہ پر دو تین میل اور زمین تھی۔ اس قطعہ
زمین پر فریح جنرل ڈوکرٹ نے اپنی فوج کو لا ڈالا اور ۲۸۔ نومبر کو اس پر قابض ہو گیا۔ اُس نے پیپوں کے پُل کے ذریعہ سے
معہ اپنی تمام فوج کے دریا کو عبور کیا اُس کی فوج کی تعداد کوئی ۸۰۰۰۰ ہزار بتاتا تھا اور کوئی ۱۵۰۰۰۰ بیان کرتا تھا۔ اور
مواضعات چیمپگنی اور برائی سے جرمنی فوج کو بھگا دیا۔ لیکن اپنے قلعوں کی زد سے باہر ہو کر اُس نے جرمنی فوج پر موضع
ویلیئرز پر حملہ کر دیا اور یہاں جرمنی فوج نے پورے طور سے اُس کا مقابلہ کیا۔ اور ڈوکرٹ کو اب اُنہیں متذکرہ صدر دو
دیہات میں لوٹ کے آنا پڑا۔ چار قلعوں کی توپوں کی زد میں ان دو دیہات پر قبضہ کر لینا صرف یہی کام تھا جو ۲۸۔ نومبر
کو اس عظیم الشان فرانسیسی فوج نے کیا۔ اور ۲۹۔ نومبر کو نہایت مبالغہ کے ساتھ اس کی بابت دنیا کے تمام حصوں میں
خبر بذریعہ تار بھیجی گئی۔ ۲۹۔ تاریخ کو لڑائی اس وجہ سے بند کر دی گئی تاکہ مقتولین کو دفن کر دیا جاوے۔ جرمنی والوں کا
بیان ہے کہ فرانسیسوں کی درخواست پر ایسا کیا گیا اور فرانسیسی کہتے تھے کہ جرمنی والوں کی درخواست پر لڑائی ملتوی کی گئی
۳۰۔ نومبر کو لڑائی پھر شروع ہوئی۔ جرمنی فوج نے اپنے دشمنوں کو مواضعات برائی اور چیمپگنی سے ہٹا دینے کی کوشش
کی اور علی الصباح اُن کا یہ مقصد تھوڑا سا یا کل حاصل ہو ہی گیا تھا کہ اس عرصہ میں فرانسیسی کل فوج لڑتی ہوئی آگے بڑھتی
چلی آئی اور نہایت سخت اور خونخوار لڑائی واقع ہوئی جس کے آخر میں فوج جرمنی نے فرانسیسی فوج کو پیچھے ہٹا دیا۔ گو دریائے
مارنی کے پار تو نہیں بھگا سکے لیکن دریا کے قریب چراگاہوں اور بنگلوں میں ہٹا دیا۔ اس لڑائی کی حالت گویا ۳۰ نومبر
کی شام کو وہی تھی جو اس سے ۴۸۔ گھنٹے پیشتر تھی۔ فرانسیسی فوج ابھی تک دریائے مورنی کے بائیں کنارہ پر کئی جگہ قابض
تھی اور یہ سب جگہ فرانسیسی قلعجات کی زد میں تھیں اور جرمنی فوج کی لائن بالکل نہیں ٹوٹی۔ اس کے بعد جنرل ڈوکرٹ
اپنی فوجیں دریا کی دوسری جانب لے گیا اور اپنی فوج کے نام مفصلہ ذیل ایڈریس جاری کیا:

مقام ولنسن - ۲۴ - دسمبر

"اے سپاہیان - دو دن کی شاندار لڑائیوں کے بعد میں نے تم کو دریا کے اس کنارے پھر ڈالا ہے کیونکہ مجھے یہ یقین ہو گیا تھا کہ دشمن نے اُس جانب اپنی ساری فوج ایک جا جمع کر لی تھی اور لڑائی کی تیاریوں میں تھا اور اُسجگہ ہماری کوششیں بے فائدہ ہوتیں - اگر میں وہاں پڑا رہتا تو ہزارہا بہادروں کی جانیں بے فائدہ ضایع ہوتیں - سمجھ لو کہ لڑائی تھوڑے عرصے کے لئے موقوف ہوئی ہے - بہادری سے لڑنے کے لئے تم پھر تیار ہو جاؤ - جلدی سے اپنا سامان جنگ تیار کر لو اور رسد جمع کر لو - تم جانتے ہو کہ ہم ملک کے بچانے کے ایسے پاک کام میں مصروف ہیں کہ بوقت ضرورت ہمکو اپنی جانوں سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہئے "

اپنی بڑی کوششیں کرنے سے پہلے جنرل ٹروچو اور جنرل ڈوکرٹ نے دو اعلان شایع کئے جن سے بڑا جوش پھیلا - جنرل ٹروچو نے اُس خون کی ذمہ داری جو عنقریب بہنے والا ہے اُن اشخاص پر ڈالی جنکی قابل نفرین خواہشیں زمانہ حال کی تہذیب اور انصاف کو پامال کئے جاتی ہیں - جنرل ڈوکرٹ نے اپنے اعلان میں یہ شایع کیا کہ "میں تمام قوم کے آگے قسم کھاتا ہوں کہ اب کے پیرس میں یا تو فتحمند داخل ہوں گا یا مردہ ہو کر داخل ہونگا" شہر ٹورس میں اس خبر نے کہ پیرس سے فوج نکلکر دشمن سے لڑے سخت جوش پھیلا دیا اس بارے میں گورنمنٹ کو بڑے مبالغہ آمیز حالات پہنچے اور نہایت پرجوش طریقہ سے اُن کو بیان کیا گیا - ۳۰ - نومبر کے حکم میں جنرل آریلیئس پی لیڈائن نے فوج کو یہ لکھا "کہ پیرس کی فوج نے پرشیا کی فوج کی لائن کو توڑ ڈالا ہے - جنرل ڈوکرٹ معہ اپنی فوج کے ہماری جانب آ رہے ہیں اب ہم کو بھی اُن سے ملنے کے لئے اُسی ہمدردی سے کوچ کرنا چاہئے کہ جسکی فوج پیرس نے ایک نظیر قایم کر دی ہے" فرانسیسوں کے اور بیانات اس قسم کے تھے کہ "پرشیا کی فوج دریائے سین کے بائیں کنارے کیجانب پسپا ہو گئی ہے" اور ڈوکرٹ ایک لاکھ سے زاید فوج کیساتھ فوج لوائر کے شریک ہونے کو آ رہا ہے"

پیرس سے ایک غبارہ چلا اور وہ ۲۵ - نومبر کو قصبہ بیلس ضلع موربیہن میں اُترا اور ٹورس میں اُس کے ذریعہ سے یہ خبریں تحریری آئیں - دربارۂ پیرس سے فوج کا نکلکر دشمن پر حملہ کرنے کے حال میں یہ تحریر کیا تھا کہ "جنرل ٹروچو جس نے فوج کی تعریف اپنی رپورٹ میں کی ہے اُس رپورٹ میں اپنی خدمات کا بیان کرنا بھول گیا تھا - یعنے جب پیدل فوج لڑتے لڑتے پیچھے رہ جاتی تو وہ اُن کو ہمت دلا کر آگے بڑھاتا تھا - اس لڑائی میں پیرس کی چاروں جانب کے قلعوں سے گولہ باری ہوتی رہی - جنرل رینالٹ جسکی زیر کمان فوج ہے - کور زخمی ہوا اور جنرل لیچار بھی زخمی ہوا - جنرل ٹروچو نے کہا کہ تمام ملک کو جنرل ڈوکرٹ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے - جرمنی والوں کا بیان ہے کہ بیشک فرانسیسی فوج کا

بہت مضبوط تھا اور اُس سے برابر گولہ باری ہوتی رہی لیکن اُس سے جرمنی فوج کا بالکل بھی نقصان نہیں ہوا۔ شہر لوٹیں میں عوام کا ایک ہجوم غفیر حاکم شہر کے مکان پر جمع ہوا اور ایم گیمبٹیا کو پکارا۔ اس وزیر نے چھت کے اوپر سے اپنے تئیں عوام کو دکھایا اور عوام کو ایک ایڈریس دیا لیکن بوجہ جوش کے اکثر اُس کی آواز نہیں نکلتی تھی اور وہ ٹھیر کر آواز درست کرتا جاتا تھا۔ اس نے جنرل ٹروچو اور جنرل ڈوکرٹ کی ہمت بہادری استقلال اور تمام فوج کی بہادری کی تعریف کی۔ اُس نے بیان کیا کہ تمام بچاؤ کے ذریعوں سے کام لیا گیا تھا اور پیرس سے جس فوج نے نکلکر دشمن پر حملہ کیا تھا اُس کی مدد پر قلعجات پیرس جنگی کشتیاں اور جنگی ریلوے آہن پوش گاڑیاں تھیں۔ تمام فوج اور فوج موبائل اور فوج نیشنل گارڈس نے بڑی بہادری سے لڑائی کی ایم گیمبٹیا نے آخر ایڈریس میں یہ کہا کہ مجھے اُمید ہے کہ اب ہماری فوج فتحیاب ہوگی۔ فتح ہمارے ہتھیاروں سے پھر ملاقات کرے گی۔ اور فرانس کے لوگوں کی بہادری گو تھوڑے عرصہ سے روپوش ہے لیکن اب وہ جلد فتح کی صورت حاصل کرکے جلوہ افروز ہونے والی ہے۔ پرشیا کی فوج ہماری فوج کی نئی ہمت اور بہادری دیکھ کر اب ہر جانب بے دل ہوگئی ہے اور اب وہ پسپا ہونے والی ہے۔ پرشیا کی فوج کو شہر اٹری ہگینی پر شکست دی گئی ہے اور پیرس کی فوج کی فتح کی خبر سنکر فوج جرمنی نے شہر اسینز کو خالی کردیا ہے ہماری فوج لوائر پیرس کی فوج میں شریک ہونے کے لئے استقلال سے کوچ کر رہی ہے۔ اب نتیجہ پر کون شبہ کرسکتا ہے؟ اب ہم ایک مطلق العنان بادشاہ میں جو اپنے لالچ اور خواہش نفسانی کے لئے لڑتا ہے اور ایک قوم میں جو انصاف اور حق اور اپنی عزت کے لئے لڑتی ہے تمیز و فرق کرسکتی ہیں۔ یہ فتح صرف سلطنت جمہوری کی ہوئی ہے چونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جمہوری نے تمام سامان مکمل کرلیا ہے۔ فرانس کو سب نے یکہ و تنہا چھوڑ دیا تھا لیکن فرانس نے اپنے تئیں مضبوط اور طاقتور بنالیا ہے یہی کام ہے جو ایک آزاد قوم کرسکتی ہے۔"

ایم گیمبٹیا کو اپنے ایڈریس میں اس آواز سے اکثر توقف کرنا پڑتا تھا جو سب لوگ یکساں پکارتے تھے کہ پیرس ہمیشہ قایم رہے! جمہوری سلطنت ہمیشہ قایم رہے۔

# فصل دوازدہم (ب)

دریائے لوائر پر چند دنوں تک لڑائی رہنا۔ شہر بوجنسی کی فتح۔ پیرس سے دوبارہ فوج کا نکلکر دشمن پر حملہ کرنا۔ جنگ بونٹ نوئیس

فرانسیسی فوج نے پیرس کے محاصرہ توڑنے کی جتنی کوششیں کیں وہ سب بالکل فضول گئیں۔ اور جنرل ٹروچو کو

الزام دینے کی خواہش کئے بغیر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس بات کے حصول کے لئے اس سے بہتر موقع اُس کو پھر کبھی نہیں ملا۔ اور یہ بات غالب معلوم ہوتی تھی کہ اگر ذرا ہشیاری اور بہادری اور ہمّت کی جاتی تو فرانسیسوں کا یہ مقصد برآتا۔ اس محصور شہر کے باہر وہ بربادی بخش واقعات جو فرانسیسی فوج لوائر کے سر پر منڈلا رہی تھی اب جمع ہونی شروع ہوگئی۔ لیکن تاہم فرانس کے سطح تاریک پر ایک روشن دھبہ نظر آتا تھا۔ جبکہ فوج جرمنی نے آرلینز پر دوبارہ قبضہ کرلیا تو فرانسیسی فوج لوائر علیحدہ علیحدہ ہوگئی۔ فوج میمنہ اور قلب تو دریا کے پار بھاگ گئی اور فوج میسرہ دریا کے شمال کے کنارہ کیطرف شہر بلوس میں مقیم ہوگئی۔ پرنس فریڈرک چارلس پچاس ہزار سپاہ کے ہمراہ فوج میمنہ کے تعاقب میں گیا۔ جو بغیر زائد نقصان ہونے کے شہر بورجس کی جانب چلی گئی اور یہاں یکایک ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ جسکی وجہ سے پرنس مذکور شہر ویئرزن سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اسی اثنائیں ون ڈرٹین اور گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ چالیس ہزار فوج کے ساتھ فرانسیسی فوج میسرہ پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے لیکن فرانسیسی فوج نے اُن کے حملہ کی مدافعت اس طور سے کی کہ جسکی وجہ سے اس جنگ میں پیچ درپیچ دلچسپ واقعات نمودار ہوتے گئے۔ فرانسیسی فوج میسرہ میں دو کور تھیں جنکی تعداد پچاس ہزار سپاہ کی تھی اور مصیبتوں کے پڑنے کی وجہ سے یہ فوج بے دل سی ہوگئی لیکن یہ فوج ایک ایسے جنرل کے زیر کمان تھی کہ جسنے اپنی تعجب انگیز غیر معمولی جنگی لیاقتوں کا پورا پورا ثبوت دیا۔ شہر بلوس اور شہر مارچن آئر کے درمیان آرلینز کے جنگلوں میں ایک مضبوط جگہ پر مقیم ہو کے جنرل چینزی نے ایک خونخوار لڑائیوں کا سلسلہ شروع کر کے فاتح فوج جرمنی نے جسقدر حملے کئے سب کو روک کر کے فوج جرمنی کو پسپا کیا اور ایک دفعہ سے زیادہ فوج جرمنی پر خود حملہ کیا۔ بعدازاں پرنس فریڈرک چارلس نے کمک کے لئے ایک اور فوج بھیجی اور اس وجہ سے چینزی پیچھے ہٹ آیا لیکن اُس کا یہ پسپا ہونا نہایت باقاعدہ اور استقلال کے ساتھ تھا۔ شہر لی مانس کی مضبوط جگہ سے اس فوج کو بہت فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ اور اگر چینزی اسجگہ پہنچ جاتا تو وہ مغرب کی فرانسیسی فوج کے شریک ہوجاتا اور پھر اُس کو بہت کمک پہنچ جاتی۔ اس لئے اُس نے لی مانس کی جانب کوچ کرنا شروع کردیا اور کئی جگہ اور خاصکر دریائے لوائر کے مضبوط دمدموں اور موروچوں کو اُس نے فوج سے خوب مستحکم کیا اور بعض اوقات اپنے تعاقب کنندگان پر لوٹ کے حملہ کرکے اُن کو بہت نقصان پہونچاتا تھا۔ اور آخرکار ۱۷ دسمبر کو اُس نے شہر لی مانس لے ہی لیا اور اپنی فوج کو نقصان سے بچائے رکھا اور اپنی کمک سے جا ملا۔

---

# دریائے لوائر پر چند دن تک لڑائی رہنا

پہلی دسمبر سے ۵۔ دسمبر تک فرانسیسی فوج لوائر سے ایک بڑا خونریز سلسلۂ جنگ جاری رہا اور یہ لڑائیاں پیرس اور آرلینز کی سڑک پر شہر اُرجرس سے شہر آرٹینی تک ہوتی ہوئی شہر چلورس تک جاری رہیں۔ جو آرلینز سے شمال کی جانب کئی میل پر ہے۔ جرمنی فوج میمنہ زیرکمان گرینڈ ڈیوک میکلنبرگ تھی اور جبکہ جرمنی فوج قلب اور میسرہ فرانسیسی فوج کو اُن کے مورچوں اور دمدموں سے دریائے لوائر کی جانب واپس بھگا رہی تھی جرمنی کی فوج میمنہ مغربی جانب کوچ کر رہی تھی اور اس سے یہ خوف تھا کہ کہیں جنرل پلیئرز اور جنرل آرلینیس کو شہر ٹورس سے علیحدہ نہ کردے۔

یکم دسمبر کو ہر دو افواج معاندین مفصلۂ ذیل جگہوں پر مقیم تھیں:-

شہر اُرجرس کی داہنی جانب بویریا کی فوج پڑی ہوئی تھی۔ ۱۷۔ ڈویژن فوج قلب اور پہلی فوج مقرر کیگئی تھی اور ۲۲۔ ڈویژن شہر آرلینز کی سڑک پر بڑھکر آدھی رات کو درمیان شہر جیس ویلی اور آرٹینی کے مقیم تھی اور میسرہ پر چوتھی ڈویژن سواران تھی۔ پرنس فریڈرک چارلس کا ہیڈ کوارٹر شہر پیتھی ویئرز میں تھا اور تیسری آرمی کور زشہر بونہ جولیس گیٹر ینڈ سے شہر چیٹلین تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور فرانسیسی فوج جو زیرکمان جنرل چینزی تھی وہ شہر آرٹینی میں دمدمے اور مورچے بناکے خوب مستحکم جگہ مقیم تھی اور اس فوج کی جناح۔ بویریا کی فوج کے سامنے مواضعات پوپری سٹرینئن اور رجیالن ویلی تک پھیلی ہوئی تھی۔ جرمنی کی ۳۔ کورز کے مقابلہ میں فرانسیسی فوج پھیلی ہوئی نہیں تھی۔ درحقیقت اگر وہاں کوئی فوج ہوتی تو وہ غیر محفوظ ہوتی چونکہ اس کے پیچھے بیس میل تک گھنا جنگل تھا اور یہ جنگل دریائے لوائر کے شمال میں اور شہر آرلینز اور شاٹوڈیف کے بیچ میں واقع تھا۔

پہلی۔ دسمبر کی سہ پہر کو تین بجے کے قریب لڑائی شروع ہوئی لڑائی اسطرح شروع ہوئی کہ فرانسیسی فوج نے جس میں ۵ پلٹنیں تھیں فوج بویریا کے مقابلہ پر بڑھنا شروع کردیا جس میں بویریا کی ۲۰ بریگیڈ فوج تھی اور فرانسیسی فوج نے بویریا کی فوج کو اُرجرس پر واپس بھگا دیا۔ اور ان کی دو توپیں فرانسیسی فوج کے ہاتھ لگیں۔

۲۔ دسمبر کو علی الصباح لڑائی پھر شروع ہوئی۔ آرلینز کے شمال اور شمال مغرب میں جو قطعہ ملک ہے وہ دہ میل تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک وسیع میدان چلا گیا۔ اس میدان میں بے شمار دیہات ہیں۔ دہاقین کے مکانات

مٹی اور پتھر کے بنے ہوئے ہیں اور اُن پر چھپر پڑے ہوتے ہیں۔ آج فرانسیسی فوج نے بویریا کی فوج پر حملہ کیا جسکو چار دفعہ شکست دیکر پیچھے ہٹایا۔ اور یہ بویریا کی فوج اب زیادہ تاب مقابلہ نہ لا سکی۔ اسلئے یہ ہٹ گئی اور اس کی جگہ ۱۷۔ ڈویژن کی ۱۷ رجمنٹ آزاد شہروں کی لائی گئی (جرمنی میں تین شہر اپنے اندرونی معاملات میں بالکل آزاد ہیں ان کا نام ہمبرگ بریمن اور لیوبک ہے اور یہ شمالی جرمنی میں واقع ہیں۔ از مترجم) اور فرانسیسی فوج نے اس رجمنٹ سے دوپہر کو قریب ۱۱ بجے کی لڑائی شروع کر دی۔ یہ لڑائی مشرقی جانب بڑھتی جاتی تھی اور دو بجے کے قریب شہر آرٹینی سے بویریا کی فوج کی لائن تک ایک مسلسل بوچھاڑ گولے اور گولیوں کی ہو رہی تھی۔ فرانسیسی اپنی جگہ پر نہایت بہادری سے قایم رہے۔ جرمنی کی فوج نے جو بہت درماندہ ہوئی تھی اور لمبے لمبے کوچوں سے تھک گئی تھی اُس نے بہت ہی سخت کوشش کی تاکہ فرانسیسی فوج کو پسپا کرے جو جرمنی فوج سے تعداد میں زیادہ تھی اور توپوں اور مٹرلیوز سے مسلح و مستحکم تھی۔ علاوہ ازیں تمام ۱۷۔ ڈویژن فوج بڑے معرکہ میں بالکل نئی آتی تھی۔ میدان کارزار کی لائن میں تمام مکانات دیہات کے اُڑنے والے گولوں کی وجہ سے جل رہے تھے اور جب رات ہوئی تو ایک طرف تو چاند چمک رہا تھا اور دوسری جانب مکانات اور دیہات کے جلنے سے زمین سے آسمان تک روشنی ہو رہی تھی اس میدان کارزار کی زمین حملۂ سواران کے لئے بہت مناسب تھی اور شہر آرٹینی کے مقابل میدان کارزار میں ۱۷۔ ڈویژن رسالہ بہت اچھی طرح لڑ رہا تھا۔ مگر فرانسیسی فوج نے اپنی مٹرلیوز توپوں سے آگ برسا کر اس ڈویژن کی ایک رجمنٹ کو بالکل نیست و نابود کر دیا۔ اور سینکڑوں گھوڑے بلا سوار جنکے سوار قتل ہو گئے تھے اور بعض گھوڑے زخمی بھی ہو گئے تھے۔ چاروں جانب بڑے خوف سے ہنہناتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ آج کی لڑائی بھی مثل اُن تین خونریز لڑائیوں کے تھی جو ماہ اگست میں شہر مٹز کے آگے ہوئی تھیں اور مثل اُن لڑائیوں کے اس لڑائی سے بھی ظاہراً کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

میدان کارزار میں ہر جانب مقتولوں اور مجروحوں کی بے شمار تعداد پڑی ہوئی تھی اور کسی جانب یہ تمیز نہیں ہو سکتی تھی کہ کونسا فریق فائدہ میں رہا ہے جو نقصانات ہوئے تھے اُن کا تخمینہ صحیح طور سے نہیں ہو سکتا تھا۔ لفٹنٹ جنرل ون سٹیفن کمانڈر اول ڈویژن فوج بویریا اور ۱۷ رجمنٹ کا کرنل نیومیں اور ۷۵۔ رجمنٹ کا میجر ون ہرچ فیلڈ۔ یہ تینوں نہایت سخت مجروح ہوئے۔ جرمنی فوج نے ۱۸۰۰۔ اٹھارہ سو قیدی گرفتار کئے جن میں ایک جنرل بھی تھا۔ رات کو بڈھے آدمی اور عورتیں اور بچے اپنے جلتے ہوئے مکانوں سے نکلکر اِدھر اُدھر چھپ رہے تھے اور افسوس اُن کی کوئی پناہ کی جگہ نہیں رہی تھی۔ فوجوں نے بھی تمام رات کھلے میدان

میں گذاری۔

۳۔دسمبر کو گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ کی فوج سے اور فرانسیسی باقیماندہ فوج لوائر سے جسمیں شہر ٹورس سے اور کمکی فوج آکر شریک ہو گئی تھی۔ شہر بوجنسی کے پاس ایک جم کر لڑائی ہوئی اور اس میں افواج جرمنی کو کامیابی ہوئی اور شہر بوجنسی کی فتح ہو جانے کا فرانسیسوں کو اندیشہ ہو گیا جرمنی کی فوج نے پندرہ سو قیدی گرفتار کئے اور چھ توپیں اُنکے ہاتھ لگیں۔ ۲۔دسمبر کی لڑائی کے بعد ۱۷۔۱۰ اور ۲۲۔ ڈویژن فوج جرمنی نے معہ اوّل کور فوج بویریا کی بوجنسی کیجانب کوچ کر دیا۔ فرانسیسی فوج شہر مارچن آئر کے جنگل اور بوجنسی کے درمیان مقیم تھی۔ علاوہ اُس فوج کے جو اول دن کی لڑائی میں شریک تھی۔ فرانسیسی فوج لوائر کی دو کورز جو شہر آرلینز سے بھگا دی گئی تھیں اُنھوں نے بھی اس جرمنی فوج کا کوچ روکنا چاہا۔ مگر جرمنی فوج مضبوطی کے ساتھ آگے بڑھی گئی اور دیہات کراونٹ ہیو مونٹ میساس پر قبضہ کر لیا اور آخر کار شہر بوجنسی بھی لے لیا۔ چھ توپیں اور ایک ہزار سے زائد قیدی فوج جرمنی نے گرفتار کئے۔ ۷۔دسمبر کو موضعات رونو بلیٹ۔ ویلرسا اور سرنی بھی فرانسیسی فوج سے چھین لئے۔ اور بہت سے فرانسیسی گرفتار ہوئے۔ شہر ویرزن کی ریلوے پر بھی جرمنی فوج نے قبضہ کر لیا۔ ۸۔دسمبر کو گرینڈ ڈیوک کی تمام فوج نے فرانسیسوں پر پھر حملہ کر دیا اور اور اُن کی تمام مضبوط جگھوں پر قبضہ کر کے فرانسیسی فوج کو مارچن آئر کے جنگل میں بھگا دیا اور بہت سے فرانسیسی گرفتار ہوئے۔

اس لڑائی کی بابت بھی فرانسیسی بیان جرمنی بیان سے ذرا مختلف ہے۔ جنرل چینزی کا بیان ہے کہ اگرچہ گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ کی تمام فوج نے حملہ کر دیا تھا مگر فرانسیسی فوج ان تمام معرکوں میں اپنی جگہ پر قایم رہی۔ ۵۔دسمبر کو ۹۔جرمن کورز کے ایک دستے نے جو شہر بلوئس کی جانب بڑھ رہا تھا ایک فرانسیسی ڈویژن فوج کو جو اُن کے مقابلہ کے لئے آئی تھی بلوئس کے قریب موضع مونٹ الوالڈ پر شکست دیکر اُس کو پسپا کر دیا۔ اُس کورز کے اور دیگر دستوں نے دیگر فرانسیسی فوج کو شہر چیمبورڈ کی جانب بھگا دیا اور آخر کار دریائے لوائر کے کنارہ بلوئس کے مضافات پر قبضہ کر لیا۔ ریاست ہیسی کی پلٹنوں نے ۵۔ توپیں فرانسیسی فوج سے چھین لیں۔ ۸۔دسمبر کو ۳۔ آرمی کورز نے ایک فرانسیسی فوج کا تعاقب کر کے اُس کو براشکے آگے موضع نیوائی تک پیچھے ہٹا دیا۔ جو فرانسیسی فوج گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ کی فوج کا مقابلہ کرنے کو بڑھی ہوئی تھی وہ پسپا ہو گئی اور بہت دور تک اُن کا تعاقب کیا گیا۔

شروع دسمبر میں شاہ پرشیا نے جرمنی فوج کے نام مفصلۂ ذیل اعلان شایع کیا۔

"اے جرمنی متحدہ کے لشکر کی سپاہ۔

"ہم اب اسوقت جنگ کے قطعی نتیجے پر پہنچنے والے ہیں جب کہ میں نے تم کو گذشتہ ایڈریس دیا تھا اُسوقت دشمن کی آخری فوج جو شروع جنگ پر ہمارے مقابلہ میں تھی وہ بوجہ سپردگی میٹز کے گویا بالکل برباد کر دی گئی تھی مگر دشمن نے اب غیر معمولی کوششوں سے ہمارے مقابلہ کے لئے نئی فوج تیار کر لی ہے۔ اور باشندگان فرانس کے ایک بہت بڑے حصّہ نے اپنے آرام کا پیشہ چھوڑ کر اور جنکو ہمیشہ سے ہم نے نہیں روکا تھا ہتھیار سنبھال لئے ہیں۔ اگرچہ دشمن بعض اوقات فوج جرمنی کی تعداد سے زیادہ تھا لیکن ہم نے اُن کو شکست دی ہے۔ اسلئے کہ بہادری اور قواعددانی اور امرراست کا بھروسہ کرنے کی قوت۔ شمار کی تعداد سے زیادہ ہوتی ہے۔ دشمن کے پیرس کے محاصرہ توڑ دینے کے تمام ارادہ پسپا کر دیئے گئے اور اکثر خونریزی کے ساتھ بھی دشمن کو پسپا کیا گیا جیسا کہ چیمپگنی اور لابورگٹ کی لڑائی کے موقع پر ہوا ہے۔ لیکن یہ سب امور بوجہ تم لوگوں کی بہادری کے ہوئے ہیں دشمن کی تمام فوجیں جو ہر چہار جانب سے پیرس کی خلاصی کے لئے آرہی تھیں اُنکو شکستیں دی گئی ہیں۔ ہماری فوجیں جنمیں سے بعض چند ہفتے ہوئے کہ میٹز اور اسٹراسبرگ کے آگے مقیم تھیں۔ اب شہر روئن آرلینز اور ڈیجوں تک پہنچ گئی ہیں اور ان چھوٹے چھوٹے معرکوں میں دو لڑائیاں بڑی مفید ہوئیں۔ ایک تو شہر امینز کی لڑائی اور دوسری وہ لڑائی جو چند دنوں تک شہر آرلینز میں ہوئی۔ ان لڑائیوں کی فتح سے ہماری سابقہ فہرست فتحجات میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ ہم نے دشمن کے کئی قلعجات فتح کر لئے ہیں اور بہت سامان جنگ ہمارے ہاتھ آیا ہے۔ اسلئے ہم کو بہت بڑی خوشی ہے اور ہم اپنی خوشی کا نہ سے اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہم تم سب لوگوں کا سپاہی سے لیکر جنرل تک کا شکریہ ادا کرتے ہیں اگر دشمن اب بھی جنگ کو جاری رکھے تو ہمیں یقین ہے کہ تم اپنی اُسی قسم کی قوت اور ہمت اُسکو دکھاؤ گے جس کی وجہ سے تم کو اب تک فتح حاصل ہوتی رہی۔ تا وقتیکہ دشمن ایک با عزت صلح نہ کر لے۔ کیونکہ اس جنگ میں ہمارا بہت خون اور فوج ضایع ہوئی ہے۔"

دستخط۔ ولیم۔

ہیڈ کوارٹرز ورسلینز۔ ۶۔ دسمبر ۱۸۷۰ء

۲۱۔ دسمبر کو۔ انگریزی جہازوں کو جو شہر ڈکلیئر کے پاس دریائے سین میں خالی کھڑے ہوئے تھے پرشیا کی فوج نے گرفتار کر کے اُن کو دریا میں ڈبو دیا۔ کیونکہ فرانسیسوں کے دریائے سین میں کئی جنگی کشتیاں تھیں اور اُنہوں نے فوج پرشیا کو شہر روئن کی جانب کوچ کرتی ہوئی بہت حیران کیا تھا۔ ۲۱۔ دسمبر کو ایک جنگی کشتی شہر ڈکلیئر کے قریب تک چلی گئی جہاں کہ دریا کے داہنے کنارے پر کچھ پرشیا کی فوج مقیم تھی۔ ڈکلیئر ایک چھوٹا سا بند رہے

جو درمیان شہر کوئے بلوف اور شہر روئن کے واقع ہے اور فوج پرشیا کو جب یہ معلوم ہو گیا تھا کہ فرانسیسی جنگی کشتیوں کا بیڑا ادھر آرہا ہے تو انہوں نے دریا کا یہ راستہ مسدود کر دیا تھا۔ خوش قسمتی سے یا بدنصیبی سے پانچ انگریزی کوئلہ بھرنے کے جہاز اور ایک دیگر جہاز وہاں سے قریب ہی تھے اور دریائی راستہ روکنے کے لئے ان جہازوں کا ڈبو دینا ضروری تھا۔ اسلئے پرشیا والوں نے ان کو ڈبو دیا۔ اس سے مالکان جہاز کا کچھ نقصان نہیں ہوا کیونکہ پرشیا والوں نے اُن کے تاوان کا ایک تمسک لکھ کے دیدیا۔ ۲۱۔ دسمبر کو پیرس سے ایک فوج نے نکلکر فوج محاصرین پر شمالی جانب حملہ کیا تاکہ جنرل فیڈہرب کی فوج کے شریک ہو جاویں جو بیرونی جانب شمال میں لڑائی کر رہا تھا۔ فرانسیسی فوج نے مواضعات نیلی سور مارنی۔ ویلی اور ارڈ اور ہوئین بلینشی پر قبضہ کر لیا اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم نے اس جانب جرمنی آگ چاروں طرف سے خاموش کر دی۔ توپخانہ کی ایک سخت لڑائی کے بعد امیر البحر لارون سیئر نے معہ فوج قلعہ سینٹ ڈینس کے قصبۂ لابورگٹ پر حملہ کر دیا لیکن وہ اپنے تئیں وہاں قایم نہ رکھ سکا اور واپس چلا آیا۔ جرمنی فوج نے ایک سو فرانسیسی قید کئے۔ جنرل ڈوکرٹ نے مواضعات پونٹ ایلان اور بلینک میزنل پر جرمنی کے توپخانہ پر سخت حملہ کر دیا۔ اور مغرب کی جانب جنرل نوئل نے مواضعات مانٹری ٹاوٹ اور بزن وال پر فوج لا ڈالی اور فوج گارڈس موبائل نے اس لڑائی میں پورا حصہ لیا۔ شب کو جنرل ڈوکرٹ نے مواضعات گروسلی اور گرینڈ ڈرین سی کے میدانوں پر قبضہ کر لیا۔ ان معرکہ جات میں امیر البحر لارون سیئر کی فوج بہت ماری گئی اور فوجوں کا نقصان کم ہوا۔ جرمنی فوج کا نقصان کم ہوا۔ معلوم ہوا کہ فرانسیسوں نے یہ غلط خیال قایم کر لیا تھا کہ فوج شمالی ہمارے قریب آگئی ہے اور اسی لئے انہوں نے پیرس سے نکلکر حملہ کیا تھا اور جرمنی کی فوج نے اس فوج کو پسپا کر دیا اور جرمنی کی دو کورز اور فوج گارڈس کی فیوزیلیئر پلٹنوں نے شہر سنٹیئر پر قبضہ کر لیا۔ جنرل ٹروچو بھی اس شب میدان کارزار میں رہا۔ شہر لابورگٹ پر توپخانوں سے سخت گولہ باری ہوئی۔ آخرکار فوج جرمنی نے الیزبیتھ رجمنٹ کی ایک پلٹن اور آگسٹا رجمنٹ کی دو پلٹنوں سے اس شہر کو فتح کر لیا۔ جرمنی فوج نے کئی سو قیدی گرفتار کئے اور جرمنی فوج کا نقصان بہت کم ہوا۔ فرانسیسی فوج نے شہر بوگنی سے آکر موضع سیون پر بیکستی کی فوج پر حملہ کیا اور دریائے مارنی پر قلعجات روزنی اور نوئیلی ہیں وہاں سے موضع چلیس میں جرمنی فوج پر حملہ ہوا لیکن حملہ آور نہایت سخت نقصان اُٹھا کے پسپا ہوئے۔ ایک ہزار سے زائد فرانسیسی گرفتار ہوئے۔ اس حملہ کے دوران میں جرمنی فوج کے مورچوں پر پھٹنے والے گولے مسلسل پھینکے گئے۔ جرمنی کی صرف ۱۲-۱۵ امی کور پر اس قسم کے تین سو پچاس گولے گرے اور اس فوج کا نقصان یہ ہوا کہ صرف ایک سپاہی مجروح ہوا۔ ۲۲۔ دسمبر کو

فرانسیسوں نے اُسی جانب مواضعات سیورن اور چلیس پر بظاہر اکم تعداد فوج سے حملہ کیا جرمنی فوج نے حملہ روکر کے فرانسیسی فوج کو نہایت آسانی سے پسپا کر دیا۔

# جنگ پونٹ نویلیس

یہ لڑائی ۲۲- دسمبر کو واقع ہوئی۔ اس لڑائی میں پرشیا کی فوج کی تعداد ۴۰۰۰۰ سپاہی کی تھی جو زیر کمان جنرل مانٹ افل تھی اور فرانسیسی فوج کی تعداد ۶۰۰۰۰ تھی اور یہ زیر کمان جنرل فیڈہرب تھی اس لڑائی سے دو روز پیشتر فرانسیسی فوج اپنی چھاؤنی شہر کوربائی میں مقیم تھی اور مواضعات بیوکورٹ۔ مونگنی بیچن کورٹ۔ ڈرڈنکس۔ پونٹ نویلیس بسی وکیوئی مونٹ اور ڈوارس پر قابض تھی۔ لیکن جرمنی فوج نے ۲۳- دسمبر کو فرانسیسی فوج پر حملہ کر کے اُس کو ان موضعات سے بھگا دیا تھا اور باوجود فرانسیسی فوج کے سخت حملہ کے فوج پرشیا ان پر قابض ہوگئی یہانتک کہ بوجہ رات ہونے کے یہ لڑائی ختم ہوئی۔ فرانسیسوں کے پاس اس جنگ میں اس قدر توپخانہ تھا کہ اگر یہ توپخانہ کی لڑائی کہی جاوے تو زیادہ مناسب ہے۔ اور یہ لڑائی ختم اس طرح ہوئی کہ فرانسیسی فوج نے کُل میدان کارزار میں سنگین سے حملہ کرنا شروع کر دیا (سنگین اُس خنجر کو کہتے ہیں جو بندوق کے منہ پر لگایا جاتا ہے۔ از مترجم) جبکہ جرمنی کی فوج نے ان دیہات کو لے لیا تو فرانسیسی فوج سخت نقصان کے ساتھ وادی ہلو کی جانب بھگا دی گئی۔ اور بوجہ رات ہو جانے کے تعاقب نہ ہو سکا۔ جرمنیوں نے تو اس لڑائی کا یہی حال بیان کیا ہے جو ابھی بیان ہوا ہے لیکن اس لڑائی کی بابت فرانسیسوں کا جو بیان ہے وہ اس بیان سے بہت مختلف ہے۔ فرانسیسوں کا بیان ہے کہ لڑائی کے دو روز پیشتر فرانسیسی فوج اپنی چھاؤنی شہر کوربائی میں مقیم تھی اور دریائے لاہلو کے بائیں کنارے کے دیہات پر قابض تھی۔ لاہلو ایک چھوٹی سی ندی ہے جو بمقام ڈوارس پر دریائے سوم میں ملجاتی ہے فرانسیسی فوج نے میدان کارزار کیلئے اس دریا کے بائیں کنارے پر جو بلند زمین ہے وہ پسند کی تھی اور وادی کے عبور کرنے کا کام پرشیا کی فوج پر چھوڑ دیا تھا جو شہر امینز سے آتی تھی اور جو دریا کے داہنے کنارے ہو کر وادی میں پہنچ سکتی تھی۔ جنرل فیڈہرب نے اپنی فوج کو یہ حکم دیا تھا کہ ان دیہات میں فوج جرمنی کا خفیف مقابلہ کرنا اور فوراً پیچھے ہٹ کر بلند جگہ پر آجانا۔ اس حکم کی پورے طور سے تعمیل کی گئی اور ۲۳- دسمبر کو ۱۱ بجے کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ پر آ گئے۔ دونوں لشکروں کے درمیان صرف ایک تنگ مگر دَل دَل دار وادی رہگئی اور اب دیہات کے مکانات پر گولہ باری شروع کر دی گئی جانبین کی طرف سے اس لڑائی میں ستر ستر یا اسی اسی توپیں گولہ باری کر رہی تھیں۔ جرمنی توپوں کے

گاؤں میں داخل ہوتے ہی فرانسیسوں نے بھی گولہ باری شروع کردی۔ ۱/۲ ۳ بجے کے قریب دونوں جانب کے توپخانوں سے گولہ باری کم ہوئی اور فرانسیسی فوج پیدل کو حکم دیا گیا کہ وہ ذرا تیز قدمی کے ساتھ جرمنی فوج پر حملہ کرتی ہوئی بڑھتی چلی جاوے اور ان تمام دیہات سے جرمنی فوج کو نکالدے۔ یہ حکم نہایت مستعدی اور بہادری سے عمل میں لاکر پورا کیا گیا جنرل مولاک کے ڈویژن فوج نے دیہات ڈوارس اور دائیکہ سونٹ پر پھر قبضہ کرلیا۔ بیسل کے ڈویژن فوج نے مواضعات پونٹ نویلس اور کواریکس لے لئے۔ شمالی فوج کے ایک ڈویژن نے جو زیر کمان روبن تھی موضع بے ہن کورٹ پھر لے لیا۔ اور داہنی جانب ڈروجل کے ڈویژن فوج نے بویلن کورٹ اور بریہن کورٹ پر قبضہ کرکے دور تک دشمنوں کا تعاقب کیا۔ شام کے پانچ بجے ہر چہار جانب ہماری کامیابی نظر آتی تھی اب رات آگئی اور دوست اور دشمن میں کچھ تمیز نہیں ہوسکتی تھی۔ فوج پرشیا نے ان واقعات سے فائدہ اُٹھایا۔ کیونکہ اس لڑائی کا ابھی تک کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا اسلئے وہ بغیر لڑائی جاری رکھی مواضعات ڈوارس۔ کواریکس اور بے ہن کورٹ کی جانب پیچھے لوٹ گئی فرانسیسی فوج نے فوج جرمنی سے اب وہ سب جگہیں لیکر کہ جس پر وہ لڑائی سے پہلی شب کو قابض تھی۔ رات میدان کارزار ہی میں بسر کی اور دوسرے دن دوپہر کے دو بجے تک وہیں مقیم رہی اور اس بات کا انتظار کرتی رہی کہ فوج پرشیا اب پھر لڑائی شروع کرتی ہے یا نہیں مگر فوج پرشیا نے لڑائی دوبارہ شروع نہیں کی۔ صرف چند گولیاں اور وہ بھی فاصلہ سے دونوں فوجوں نے چلائیں۔ یہ فتح پاکر فرانسیسی فوج اپنی چھاؤنی میں واپس آئی جو شہر کوربائی اور البرٹ کے بیچ میں ہے۔ فرانسیسی فوج میں جو نوجوان سپاہی تھی اُس کو موسم کی سختی کی وجہ سے اور بھوکے رہنے کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچی اور یہ بھوکا رہ جانا ایسی بڑی لڑائیوں میں اکثر ہوجاتا ہے۔ میدان کارزار میں سپاہیوں کے لئے جو روٹی بھیجی گئی وہ منجمد ہوگئی اور کھانے کے قابل نہیں رہی۔ فرانسیسی نقصان کا تخمینہ یہ لگایا گیا ہے کہ دوسو سپاہی فوج کے قتل ہوئے اور ایک ہزار سے دوہزار تک سپاہی زخمی ہوئے مگر یہ سب خفیف زخم تھے۔ پرشیا کی فوج کا بہت نقصان ہوا اور خاصکر فرانسیسی توپخانہ سے اُس کو سخت نقصان ضرور پہونچا ہوگا اس دن کے ختم ہونے پر کچھ جرمنی زخمی اور کچھ جرمنی فوج گرفتار کی گئی۔

باوجود فرانسیسی شاندار بیان کے جو دربارۂ جنگ پونٹ نویلس فرانسیسوں نے بیان کیا۔ معلوم ہوا کہ فرانسیسیوں کو اسقدر فخر کرنے کا کوئی موقع ملا ہی نہیں کیونکہ بعد کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اوّل بیان میں فوج کی تعداد بہت بتلائی تھی۔ جو آخری صحیح بیان سے بہت کم ثابت ہوئی۔ آخری بیان کے مطابق پرشیا کی فوج کی تعداد

چونتیس ہزار تھی اور چالیس توپیں تھیں۔ اور فرانسیسی فوج کی تعداد ستر ہزار تھی اور اسمیں ساٹھ یا ستر توپیں تھیں۔ گویا جنرل فیڈہرب کے پاس جنگ نوبلیس میں جرمنی فوج سے تین گنا فوج زیادہ تھی۔ اس حالت میں جنرل مانٹ الیفل صرف حملہ کی مدافعت ہی کر سکتا تھا اور یہ مدافعت اُس نے نہایت لیاقت سے کی اور جب کبھی اُسکو موقع ملتا تھا بہت سی فرانسیسی فوج کو مار ڈالتا تھا۔ ۲۴۔ دسمبر کو تمام دن جنرل فیڈہرب نے اپنی فرانسیسی فوج کو بالکل بیکار رکھا۔ ۲۵۔ دسمبر کی صبح کو پرشیا کی فوج یہ معلوم کرکے بڑی متعجب ہوئی کہ وہ مضبوط فرانسیسی فوج جس نے پونٹ نوبلیس پر ایسی فائدہ مندی کے ساتھ قبضہ کر رکھا تھا۔ پونٹ نوبلیس کو خالی کرکے یکایک روانہ ہوگئی اور شہر ارّاس کی جانب واپس چلی گئی ہے۔ پرشیا کی فوج کا رسالہ سواراں فوراً تعاقب کرنے کے لئے تیار گیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ جنرل فیڈہرب کی فرانسیسی فوج کے تعاقب میں مصروف ہوا۔ اُن کا مقصد یہ تھا کہ اس پسپا شدہ فوج کے آخری حصہ کو حیران کریں اور جو سپاہی فوج سے علیحدہ ہو جاوے اُس کو قتل کریں یا گرفتار کرلیں۔ سواران فوج جرمنی نے شہر البرٹ تک اس فوج کا تعاقب کیا اور جب یہ تعاقب کنندگان وہاں پہنچے تو اُن کو معلوم ہوا کہ جنرل رائن اس پسپا شدہ فوج کے آخری دستہ کے ساتھ ابھی یہاں سے روانہ ہوا ہے۔ اس پر تعاقب کنندوں نے تعاقب موقوف کر دیا۔ میدان کارزار کے گرد اگرد بہت دور تک کشتوں اور مقتولوں کی نعشیں بکھری ہوئی پڑی تھیں۔

## فصل سیزدہم

ہاور کے قریب لڑائی ہونا۔ فرانسیسی قلعجات پر گولہ باری۔ باپام کے نزدیک لڑائی ہونا۔ مختلف واقعات جنگ۔

سنہ ۱۸۷۰ء کے گذشتہ پانچ ماہ اب ختم ہونے کو ہیں اور ان مہینوں میں اُس قوم کو جو یورپ میں اب تک اوّل درجہ کی جنگی قوم سمجھی جاتی تھی بہت ہی بڑے بڑے واقعات پیش آئے۔ سنہ ۱۸۷۰ء کے اختتام پر اب ملک فرانس کی یہ حالت ہے کہ اُس کا شہنشاہ ملک جرمنی میں قید ہے۔ شہنشاہ بیگم اور ولیعہد فرانس انگلستان کو بھاگ گئے ہیں۔ فرانس کی زرخیز زمین فاتح فوج کی لوہے کی ایڑیوں کے نیچے پامال ہو رہی ہے اور ملک کی کل آبادی نتائج نو کی غارت اور وصول خراج کے باعث ماری ماری پھر رہی ہے اور کُل ملک میں یہ فاتح فوج پھیلی ہوئی ہے ملک کے تمام تجارتی اور زراعتی پیشے کہیں کُلی اور کہیں جزئی بند ہوئے پڑے ہیں۔ فرانس کا خوبصورت دارالسلطنت جس

تمام فرانسیسی قوم کو فخر ہے اور جس شخص نے کہ اُس کا خوش منظر سواد دیکھا ہے اُس کی تعریف کیئے بغیر نہیں
رہا ہے وہ ایک بہت بڑا جیلخانہ ہو رہا ہے جسمیں لکھو کھا مردمان و مزارعان مقید ہوکر وہ صعوبتیں اور
تکلیفیں برداشت کر رہے ہیں جو عموماً محصور شہر پر نازل ہوا کرتے ہیں سچ ہے۔ جنگ تمام برائیوں سے بڑھ کر
برائی ہے۔

۲۳- دسمبر کو فوج ہاور کے ایک حصۂ فوج نے پرشیا کی فوج پر قصبۂ بولبک کے نزدیک پہلا حملہ کیا یہ قصبہ شہر ہاور
کے قریب واقع ہے۔ اُس دن کرنیل ڈی بیومونٹ نے فرانسیسی فوج کا ہیڈکوارٹر قصبہ میلاہیر میں مقرر کیا تھا۔ یہ
مشہور ہو رہا تھا کہ پرشیا کی فوج کی ایک کور نے جس نے اپنی ساٹھ گاڑیاں فوج پیدل کے استعمال کے لئے روانہ کردی
ہیں۔ اُس میدان کی جانب بڑھی جا رہی ہے جو شہر نوئین لاٹ اور بولبک کے درمیان واقع ہے ۲۴- دسمبر
کی صبح کو پرشیا کی فوج کے مقدمۃ الجیش نے بولبک کے قریب قصبۂ رونچریلیں پر جو فرانسیسی فوج تھوڑی سی پڑی ہوئی
تھی اُس کو بآسانی بھگا دیا۔ آٹھ بجے کے قریب لڑائی شروع ہو گئی۔ فرانسیسی فوج ہاور کے آٹھ سو سپاہی تھے اور اُنہوں
نے جرمنی فوج کا تخمینہ تین ہزار سپاہ کا کیا تھا مگر جرمنی فوج درحقیقت اس کی نصف تھی۔ فرانسیسی فوج ایک بلند
کھیت پر جسکا نام لاجولی تھا پیچھے ہٹ گئی اور فرانسیسی فوج کی دو توپوں نے پرشیا کی فوج کی ایک توپ کو بیکار کردیا
اور فرانسیسی گولہ باری سے جرمنی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ اسی میدان میں فرانسیسی فوج قلب بھی تھی اور فوج میمنہ بھی
آکے شریک ہو گئی اور اس فوج نے دشمن پر اب بندوقوں سے خوب گولیاں برسائیں۔ فرانسیسی فوج میمنہ بہت بہادری
لڑی اور ایم موچز فرانسیسی فوج کا کمانڈر اعلیٰ مع بارہ توپوں کے اور ایک ہزار فوج اور آیا۔ فرانسیسی فوج اب جرمنی
فوج کا ایک بہادرانہ تعاقب کرنے ہی کو تھی کہ یکایک ایک نامعلوم خوف کیوجہ سے اُن کی فتح فوج کے پسپا ہونے میں
متبدل ہو گئی۔ کرنل ڈی بیومونٹ جو اس فوج کا کمانڈر تھا اُس کو یکایک یہ خیال ہوا کہ پرشیا کی دس ہزار فوج اُس
کی فوج میسرہ پر حملہ کرنے کو ہے کوئی شخص نہیں جانتا کہ یہ مجنونانہ خیال اُس کے دماغ میں کہاں سے آگیا۔ شہر سینٹ
رومین میں جو کونسل جنگ منعقد ہوئی اُس میں کرنیل مذکور نے بیان کیا کہ دس ہزار جرمنی فوج کے ہونے کا مجھے یقین تھا
اور میں نے شہر ہاور پر لوٹنے ہی میں مصلحت اور حفاظت فوج سمجھی۔ دیگر افسران فوج اپنے اس سردار کی غلطی میں مداخلت نہیں کرسکے
اور فوج کو پسپا ہونے کا حکم دیدیا گیا۔ شب کے آٹھ بجے ایک طولانی کوچ کے بعد ۸ ہزار فرانسیسی فوج جو ۲ ہزار فوج پرشیا کے مقابلہ پر
بھیجی گئی تھی اُن مورچوں اور دمدموں کے پیچھے آکر مقیم ہو گئی کہ جو شہر ہاور کی حفاظت کے لئے بنے ہوئے ہیں اور اس فوج نے
اپنے گرداگرد خندقیں کھود لیں۔ ایم ریکل حاکم شہر ہاور جو میدان کارزار میں گیا تھا اور جس نے فرانسیسی فوج کو بھاگتے ہوئے

دیکھا تھا اُس نے رات کا کچھ حصّہ فوج فرانس کو اِدھر اُدھر دشمن کی تلاش میں بھیجکر صرف کیا اور دشمن کی موجودگی کی تحقیقات کی۔ اُس مفروضہ دس ہزار جرمنی کی فوج کا کہیں پتہ بھی نہ تھا پھر حاکم مذکور شہر کا دریں لوٹ آیا اور فرانس کی فوج کے پسپا ہونے پر اسکو نہایت غصہ تھا۔ فوج ہاذرا اپنے افسر کی نالائقی سے شرمندہ معلوم ہوتی تھی اور جرمنی کی فوج پر حملہ کرنیکو تیار رہتی تھی۔ کرنیل ڈی بیوسونٹ کیجگہ کرنیل پوسٹ افسر مقرر ہوا۔

۲۷۔ دسمبر کو پیرس کے شمال مشرق کی جانب قلعہ مونٹ اورن پر گولہ باری شروع کی گئی اور پرشیا کے توپخانہ نے اس قلعہ کو گرادیا۔ صرف ایک روز تک فرانسیسی فوج نے لڑائی جاری رکھی اور پھر فرانسیسی فوج اس قلعہ کو چھوڑکر بھاگ گئی اور فوج پرشیا ۲۹۔ دسمبر کو اس قلعہ میں داخل ہوئی۔ بعد ازاں جو فرانسیسی فوج کہ پیرس کے باہر پڑی ہوئی تھی وہ پیرس کیجانب پسپا ہوگئی۔ اس لڑائی میں پرشیا کی فوج کا بہت کم نقصان ہوا۔ اس قلعہ میں فرانسیسی ۱۷۔ افسر مقتول پڑے ہوئے ملے اور بہت سا گولہ بارود اور بندوقیں پائی گئیں۔ یہ قلعہ ذرا کچھ بلند زمین پر واقع ہے۔ ۲۸۔ دسمبر کو پورے سوا نو بجے فصیلہ مونٹ فریل کے مقابلہ میں توپوں کا چلنا شروع ہوا اور ہوا میں اُن کی آواز مثل رعد صاف معلوم ہوتی تھی تھوڑی دیر توپوں کی شلک سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ دن میں برف بھی برسنے لگ گیا۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے برف کے گرتے تھے اور تمام میدان سفید نظر آتا اور پاؤ میل سے آگے سوائے برف کے اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی سے ایک دن پہلے جرمنی گولندازوں نے اس قلعہ کی شست باندھ لی تھی کیونکہ اُن کا گولہ ہمیشہ صحیح نشانہ پر پڑتا تھا۔ ۲۷۔ دسمبر کو تمام دن گولہ باری جاری رہی لیکن موسم کی سختی کی وجہ سے کسی شخص کو نتیجہ کی بابت کچھ یقین نہ تھا۔ شام کے ۵ بجے تک جرمنی توپخانہ کی ہر ایک توپ نے پچاس پچاس بار گولہ باری کی۔ فرانسیسی گولہ باری سے صرف بیس جرمنی گولنداز مارے گئے۔ ۲۸۔ دسمبر کو اس بات کا شبہ سا ہوا کہ فرانسیسی فوج اس قلعہ کو خالی کرکے چلی گئی ہے۔ لیکن اس پر بمشکل یقین ہوتا تھا۔ دوسرے دن تمام شکوک رفع ہوگئے اور فوج پرشیا نے اس خالی قلعہ میں جاکر اپنا قبضہ کرلیا۔

اس قلعہ کے فتح کرلینے کے بعد ۳۰ اور ۳۱۔ دسمبر کو فوج جرمنی نے قلعہ ہائے روزنی۔ نوئزی اور رونجنٹ پر گولہ باری جاری رکھی۔ باوجودیکہ موسم میں نہایت سختی تھی اور تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور برف اتنا گر رہا تھا کہ جرمنی گولندازوں کو سو گز سے زیادہ فاصلہ کی کوئی چیز نہیں دکھتی تھی۔ لیکن جرمنی کے توپخانوں نے یکم جنوری کی شام سے پہلے پہلے ان ہر سہ قلعجات کی گولہ باری کو خاموش کردیا اور فرانسیسی فوج ان شمال مشرقی قلعوں کو خالی کرکے چلی گئی۔ ان قلعجات کے لے لینے سے پرشیا کی فوج نے گردا گرد جو قلعوں کا سلسلہ پڑا ہوا تھا اُسمیں گویا رخنہ ڈال دیا۔ لیکن باشندگان پیرس کی ویسی ہی ہمت

رہی جیسی کہ تھی اور قلعہ مونٹ اورن کا حال وہ اس طرح سے بیان کرتی تھی کہ اس قلعہ پر فوج جرمنی نے جو حملہ کیا وہ پسپا کر دی گئی اور جرمنی کی فوج کی آٹھ ہزار یا سات ہزار سپاہ ماری گئی اور دربارہ خالی قلعہ مونٹ اورن پیرس والے یہ بیان کرتے تھے کہ چونکہ اُس میں کوئی ہیچ نہیں تھا اس لئے حسب الہدایت جنرل ٹروچو یہ قلعہ خالی کر دیا گیا ہے۔

۳۱۔ دسمبر کو جرمنی فوج اوّل ڈویژن کی پانچ پلٹنوں نے جو زیر کمان جنرل مانٹ الفل تھیں اپنے سے زیادہ تعداد کی فرانسیسی فوج پر دریائے سین کے بائیں کنارے شہر روئن کے نزدیک حملہ کر دیا۔ یہ فرانسیسی فوج ضلع بریان سے آتی تھی اور قصبات سونیلکس اور گرینڈ کورون کی جانب جا رہی تھی۔ فرانسیسی فوج کچھ تو منتشر ہو گئی اور کچھ قلعہ رو برٹ لی ڈائیبل میں بھاگ گئی جو ایک مضبوط قلعہ تھا۔ جرمنی فوج نے اس قلعہ پر بھی حملہ کر دیا۔ فرانسیسی فوج کی بہت سی توپیں دشمن کے ہاتھ آئیں اور ایک سو سے زیادہ فرانسیسی قید ہوئے جس میں فوج فرنیکس ٹیریر کا کمانڈر بھی تھا۔

یکم جنوری ۱۸۷۱ء کو نئے سال کی خوش آمدید کے موقع پر شاہ پرشیا نے محل وارسلینز میں جو دعوت دی اُس میں اپنے مہمانوں کو حسب ذیل اسپیچ دی:۔

"بڑے بڑے واقعات گذر گئے ہیں کہ ہم اور آپ آج کے دن اس جگہ ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔ ہمارا اس جگہ موجود ہونا تمہاری صرف بہادری اور استقلال کی وجہ سے ہے اور نیز ہماری فوج کی بہادری کی وجہ سے ہے کہ ہم کو اس قدر فتوحات حاصل ہوئی ہیں۔ پیشتر اسکے کہ ہم ایک باعزاز اور دائمی صلح پر پہنچیں ہم کو بہت بڑے بڑے کام کرنے باقی ہیں۔ ایسی دائمی صلح کا ہو جانا یقینی امر ہے بشرطیکہ آپ اُسی طور سے کارروائی کئے جاویں کہ جس کارروائی کی وجہ سے ہم اور آپ آج یہاں مقیم ہیں۔ آئندہ کیلئے ہم کو خداوند تعالےٰ پر بھروسہ کر کے اُس بات کا منتظر رہنا چاہیئے جو کچھ کہ اُس کی رحیمانہ مشیت نے ہماری تقدیر میں لکھدیا ہے"۔

دعوت کے آخر میں شاہ پرشیا نے حسب ذیل تقریر بھی ادا کی:

"میں نئے سال کے خوش مقدم کیلئے اب اپنا جام اُٹھا کے پیتا ہوں۔ گذشتہ سال کا شکریہ ادا کر کے نئے سال سے ہر طرح کی اُمید رکھنا چاہیئے۔ ہماری فوج شکریہ کی مستحق ہے کہ جو فتح پر فتح پاتی چلی آئی ہے۔ مگر میں اُن شہزادگان جرمنی کا خاص مشکور ہوں کہ جو قبل جنگ فوج سے تعلق رکھتے تھے اور نیز ان شہزادگان کا بھی کہ جو بعد میں فوج میں شریک ہو گئے ہیں ہم سب نے جو عمارت بنائی ہے اب اُس کی چوٹی کی جانب ہماری اُمیدیں لگی ہوئی ہیں یعنے ایسی صلح کی جانب جو باعزت ہو"۔

# جنگ باپام

۲- جنوری کو ایک سخت لڑائی درمیان فرانسیسی اور جرمنی فوج کے واقع ہوئی۔ جرمنی فوج زیرکمان سونٹیفل تھی اور فرانسیسی فوج زیرکمان جنرل فیڈہرب تھی۔ یہ لڑائی شہر باپام کے نزدیک ہوئی اور متخاصمین میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ تھا کہ ہماری فتح ہوئی۔ ۲- جنوری کی دوپہر کو ایک فرانسیسی فوج عظیم نے قصبۂ ساپگنس کے قریب لڑائی شروع کردی جرمنی کی فوج شام تک یہ حملہ روکتی رہی۔ جس میں اُس کا نقصان کم ہوا اور فرانسیسوں کا نقصان زیادہ ہوا۔ دوسو پچاس ۲۵۰ سپاہی جرمنی فوج کے فرانسیسوں نے گرفتار کئے۔

۳- جنوری کو جنرل ون گوبٹ نے جو ۱۵- ڈویژن جرمنی فوج کا افسر تھا اور ایک دیگر دستۂ فوج نے جو زیرکمان پرنس البرکٹ کے بیٹے کے تھا باپام کے نزدیک شمالی فوج فرانسیسی کے مقابلہ میں اپنی جگہ قایم رکھی اور دوسو ساٹھ فرانسیسی گرفتار کئے۔ فرانسیسی فوج کا غیر معمولی سخت نقصان ہوا اور شام کے قریب یہ فوج پسپا ہوگئی اور جرمن رسالہ نے اُس کا تعاقب کیا جرمنی فوج نے اپنی چند سابقہ جگہوں پر قبضہ کرلیا۔ جرمنی فوج کی اوّل آرمی کے جنرل ون بین تہیم نے ۴- جنوری کو علی الصباح دریائے سین کے بائیں کنارہ پر فرانسیسی فوج کو جو زیرکمان جنرل رولف تھی یکایک جا گھیرا اور تین جھنڈے اور دو توپیں اُن سے چھین لیں اور چارسو یا پانسو فرانسیسی گرفتار ہوئے۔

فرانسیسی فوج شمالی ۲- جنوری کو قصبۂ باریان سے جو شہر اراس کے قریب ہے روانہ ہوئی۔ اور اُسی دن فوج جرمنی سے لڑائی شروع کردی جس نے اپنی لائن فوج شہر کورسلیز اردیلرز اور مار کے مقابل ڈال رکھی تھی۔ یہ لڑائی بڑی خونریز ہوئی صبح کے نو بجے سے شروع ہوئی اور تمام دن ہوتی رہی۔ اس لڑائی کا نتیجہ فرانسیسی فوج میمنہ کے لئے بہت اچھا رہا لیکن فوج قلب اور میسرہ کا نتیجہ قطعی نہیں نکلا۔ ۳- جنوری کو ۷ بجے صبح کے لڑائی پھر جاری ہوئی اور نہایت سختی کیساتھ تمام دن جاری رہی۔ جرمنی فوج کو شکست فاحش ہوئی اور وہ شہر باپام کی جانب بھگا دی گئی۔ فرانسیسی فوج نے کئی دیہات سنگین سے حملہ کرکے فتح کرلئے۔ جرمنی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ فرانس کی فوج سوبائل نہایت بہادری سے لڑی اور فرانسیسی فوج نے سخت سردی بہادری سے برداشت کی۔

جنرل فیڈہرب نے مفصلۂ ذیل حکم اپنی فوج کے نام شایع کیا

پونٹ نویلس کے جنگ میں تم فتحمندی سے اپنی جگہ قایم رہے اور جنگ باپام میں تم نے دشمن کو اُس کی سب جگہوں سے نکال باہر کیا اب دشمن بھی تمہاری فتح سے انکار نہیں کرسکتا۔ میدان کارزار میں جس بہادری سے تم لڑے

ہو اور جس سخت موسم کی تم نے برداشت کی ہے۔ اس سے تمام ملک کو تمہارا مشکور ہونا چاہیئے۔ تمہارے کمانڈر تمہاری بہادری کی بابت اپنی رپورٹ میں انعام ملنے کے لئے تمہارے نام پیش کرینگے۔ سامان جنگ اور غلہ وغیرہ تم اب پھر جمع کرسکتے ہو تاکہ لڑائی جاری رکھو"

جنگ باپام کی بابت اور دیگر حالات بھی موصول ہوئے۔ یہ بات سب سے زیادہ عقلمندی کی ہے کہ لڑائی کے مفصل احوال پر اُس وقت تک تشریح نہیں کرنی چاہیئے جب تک کہ اُن خبروں کی سرکاری طور پر رپورٹ موصول نہ ہو جاوے جو ہر دو افواج متخاصمین کے افسر بھیجتے ہیں۔ جنگ باپام کے متعلق جس قدر خبریں جرمنی ذریعہ سے معلوم ہوئیں وہ یا تو وہ خبریں ہوتی تھیں جو شاہ پرشیا کے ہیڈ کوارٹر یعنے وارسلیز سے آتی تھیں یا وہ تھیں جو شہر امینز سے جنرل مانٹ ایفل کے اسٹاف کے ذریعہ سے آتی تھیں۔ لڑائی کی جگہ جو افسر تھا وہ جنرل ون گوئبن تھا اور اس وجہ سے اُس کی بابت خبریں دوسرے شخصوں کی معرفت موصول ہوتی تھیں۔ لیکن فرانسیسی ذریعہ سے جو خبریں موصول ہوتی تھیں وہ وہ ہوتی تھیں جو جنرل فیڈہرب نے تمام معرکوں کی بابت جو باپام کے نزدیک ہوئی اپنی فوج کو حکم میں لکھ کے دیں اور سینز حاکم اراس کے نام جو مراسلہ لکھا اُس میں اُن کی اطلاع دی۔ درحقیقت جنرل فیڈہرب ایک عمدہ سپاہی اور لایق جنرل ہے اور جس طرح سے کہ وہ بہادر ہے اسی طرح اُس کے الفاظ بھی غلط تصور نہیں کئے جا سکتے۔ تاہم ہر شخص اُسکے بیان کی سچائی کی بابت تو نہیں بلکہ اس نتیجہ کی بابت جو اُس نے نکالا ہے چند سوالات پیدا کرسکتا ہے شہر امینز کے قریب پونٹ نویلیس یا کوٹ ہلیس کی لڑائی کی مشتبہ فتح کے بعد جنرل فیڈہرب اراس کے آگے شمالی قلعجات کے پیچھے واپس چلا گیا۔ اور وہاں اپنی شمالی فوج پھر جمع کی جس کی بابت یہ بیان کیا تھا کہ وہ بہادری سے اپنی جگہ پر قایم رہی مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ میدان کارزار میں قایم نہ رہ سکی۔ وہ یکم جنوری ۱۸۷۱ء کو اراس سے ایک بار پھر روانہ ہوا اور پرشیا کی فوج کے مقابلہ کے لئے بڑھا جو باپام میں مقیم تھی۔ باپام شہر اراس سے جنوب مغرب کو چودہ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے جس میں قلعہ بھی ہے اور سڑک ہائے اعظم جو اراس سے شہر کیمبری۔ پیرون اور امینز کو جاتی ہیں اُن کے اتصال پر آباد ہے۔ ۲ جنوری کو فرانسیسی فوج جرمنی فوج کی مقدمۃ الجیش چوکیوں میں گھس آئی اور فوج جرمنی کو اپنی داہنی جانب اکیٹ لاگرینڈ کی جانب بھگا دیا۔ لیکن اپنی بائیں جانب موضع بی ہگینز پر وہ اسی طرح کامیاب نہ ہو سکے۔ لیکن چونکہ فوج جرمنی موضع بی ہگینز سے راتوں رات پسپا ہو گئی اسلئے دوسرے دن علی الصباح ہربیہ فرانسیسی جنرل اس امر سے فائدہ اٹھا کر آگے بڑھا اور صرف قصبہ ہائے سیپگنس۔ اور ویلرز۔ فاوریل بیف ویلرز۔ اونیس لا باپام اور باپام کے شمال میں تمام مقامات پر حملہ ہی نہیں کر دیا بلکہ مغرب کی جانب قصبہ گریویلرز اور جنوب میں قصبہ ٹگنی۔ ٹلوئی پر بھی حملہ کر دیا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنرل فیڈھرب کی فتح امر یقینی ہے وہ میدان کارزار کا مالک تھا اور اب اُس نے پرشیا
کی تمام فوج کو باپام پر گھیر لیا تھا اور اب پرشیا کی فوج پر اُس کو صرف حملہ کرنے کا کام باقی تھا۔ مگر جنرل فیڈھرب نے
حملہ نہیں کیا۔ اُس کا مقولہ تھا کہ اگر حملہ کر دیا جاوے گا تو شہر باپام تباہ ہو جائیگا اور شہر کو برباد کرکے وہ فتح کرنا نہیں چاہتا
تھا اس لیئے باپام کے نزدیک جو فرانسیسی فوج کہ پرشیا والوں سے لڑنے گئی تھی اُس فوج کو بھی اُس نے واپس بُلا لیا
چونکہ باپام کے اردگرد کے تمام دیہات بالکل برباد اور ویران ہو گئے تھے اسلیئے فیڈھرب اپنی فوج کو باپام اور اراس
کے درمیان جو دو فوجی چھاؤنیاں اڈنفر اور بوئیلس کی ہیں وہاں واپس لے آیا۔ اس فرانسیسی جنرل نے اپنی فوج کو
جب یہ سمجھا دی کہ اُنھوں نے باپام کے نزدیک کی تمام جگہیں جرمنی فوج سے فتح کر لیں ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت
وہ باپام کا حال بھول گیا تھا اور جرمنی والوں نے جو بیان کیا ہے کہ اُنھوں نے اپنی سابقہ جگہیں پھر لے لیں۔ اس سے
بھی اُس نے انکار نہیں کیا چونکہ باپام اور بوئیلس کے درمیان اُس نے تمام قطعہ زمین فوج جرمنی کے لیئے چھوڑ دیا
تھا یعنے خود واپس چلا آیا تھا۔ اگر فیڈھرب نمود جنگ ہی کے لیئے یا اپنی نوجوان سپاہ کی بہادری آزمانے کیلیئے
لڑائی کرتا تو وہ یہ فخر کر سکتا تھا کہ گو فرانسیسی فوج کا بھی بہت نقصان ہوا مگر جرمنی فوج کو بہت ہی سخت نقصان پہونچا۔
اگر اسکی یہی خواہش تھی کہ وہ پیرس کی جانب بڑھے اور انصاف اسبات کا مقتضی ہے کہ یہی خیال کرنا چاہیئے کہ اُس کا
یہی ارادہ تھا۔ اور اس وجہ سے اُس نے جرمنی فوج کو باپام سے ہٹانا چاہا اور اُس کی راہ میں جو یہ روک تھی اُسکو صاف
کرتا تھا تو یہ بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ فرانس کی شمالی فوج کی یہ فتح بالکل غیر مفید ثابت ہوئی۔ پیرس کو جو سڑک جاتی
ہے اُس سڑک کی ایک انچ زمین پر بھی قبضہ کیئے بغیر جنرل فیڈھرب تیسری دفعہ شہر اراس اور ڈوئی کی جانب
واپس لوٹ آیا۔

۵۔ جنوری کو صبح کے ۸½ بجے پیرس کے جنوب میں فرانسیسی قلعجات پر گولہ باری شروع کی گئی۔ اوّل اوّل تو
بخارات زمین سے آسمان کو چڑھ رہے تھے لیکن جوں جوں دن چڑھتا جاتا تھا دھوپ بھی تیز نکلتی آتی تھی اور ہوا اس قدر
تیزی سے چل رہی تھی کہ جو دھوئیں کے اڑا لیجانے کو کافی تھی چونکہ ہوا بہت تیز چل رہی تھی اسلیئے توپوں کی شلک کی
آواز وارسیلز میں اتنی نہیں آتی تھی کہ جتنی ہوا کے نہ ہونے کی حالت میں آتی۔ اور عموماً باشندگان وارسلیز کو اسبات
کی بھی خبر نہ تھی کہ بیرون شہر کیا ہو رہا ہے۔ قصبہ میڈون کے قرب وجوار میں برابر گرج کی سی آواز آرہی تھی جس سے
معلوم ہوا کہ جرمنی فوج گولہ باری کر رہی ہے۔ میڈون کے پیچھے جو میدان ہے اور قصبہ چیٹی یلنے کے مغرب میں جو
پہاڑی ہے وہاں بڑا شور ہو رہا تھا کیونکہ جو گولے وہاں آ کے گر کے پھوٹتے تھے اُن کی بڑی آواز ہوتی تھی اور توپوں کی شلک

کی آواز الگ آ رہی تھی۔ اب فوج جرمنی نے قلعجات پر آگ برسانا شروع کر دی اور اُن کی توپوں کے اوپر سفید دھواں اٹھتا
نظر آتا تھا۔ فرانسیسی قلعجات سے بھی گولہ باری ہو رہی تھی اور اُن کے گولے اب پہاڑ کی چوٹی پر آ کے گرتے تھے اور
بڑا شور ہوتا تھا۔ سخت زمین پر جو گولے گر کر پھوٹتے تھے تو وہاں سے سیروں خاک اُڑ جاتی تھی اور قریب کے درختوں
اور جھاڑیوں پر سے کہرا جو پڑا ہوتا تھا اُس کی کئی بوندیں ٹپک پڑتی تھیں۔ بیشتر اس کے کہ اس گولے کی جھنجھناہٹ
ختم ہوتی کہ دوسرا گولہ ہوا میں غل مچاتا ہوا آ پڑتا تھا۔ جرمنی گولے کی آواز فرانسیسی گولے سے بڑی تیز ہوتی تھی۔ تمام دن
یہ لڑائی جاری رہی گو اس کا نتیجہ کوئی ظاہر نظر نہ آتا تھا مگر اس بات کا چرچا ہوتا رہا کہ قلعجات روزنی اور نوجنٹ کا بہت
نقصان ہوا ہے۔ دوسرے دن یعنے ۶۔ جنوری کو جرمنی توپخانہ سے قصبۂ پونٹ ابجون سے قلعجات سینٹ ڈینس اور ڈرینسی
پر برابر آگ برستی رہی۔ کبھی کبھی ان قلعجات سے بھی ایک آدھ گولہ اس کے جواب میں آ جاتا تھا اور اس کے جنوب
میں قلعجات روزنی اور نوجنٹ پر گولہ باری ہو رہی تھی۔ ان قلعوں سے بھی گولہ باری بہت آہستہ آہستہ ہو رہی تھی۔ ۵ تاریخ
کو جرمنی فوج نے جو پیرس کے جنوبی قلعوں پر گولہ باری کی تھی اُس گولہ باری کے نتیجے سے جرمنی فوج نہایت خوش تھی۔

۱۔ جنوری کو قلعجات پیرس پر بڑی سرگرمی سے گولہ باری جاری رہی اور آج قلعہ کے اندر جس قدر گولے پڑے وہ تعداد
میں اُن لوگوں سے زیادہ تھے جو ۶۔ تاریخ کو قلعوں میں گرے تھے۔ جنوب کے فرانسیسی قلعوں سے بھی سرگرمی سے گولہ باری
ہو رہی تھی اور یہ عام رائے تھی کہ فرانسیسی گولہ باری جرمنی گولہ باری سے بہت جلد اور تیز ہوتی ہے۔ قلعجات اِسّی۔ وینوس
اور مانٹروک سے تمام رات گولہ باری ہوتی رہی۔ اس سے جرمنی کی فوج میں ۶۔ جنوری کو ایک سپاہی مارا گیا۔ اور کئی زخمی
ہوئے۔ اور دریائے سین کے بائیں کنارہ پر بہت دوسرے خاندان اپنے گھروں سے نکلتے نظر آ رہے تھے جن کے مکانات
گولوں سے ٹوٹ گئے تھے۔ عام باشندگان خاموش نظر آتے تھے۔

۸۔ جنوری کی صبح کو فوج جرمنی نے قصبۂ کورینو پر آگ برسانی پھر شروع کر دی جس سے تین آدمی زخمی ہوئے اور ایک
بحری فوج کا سپاہی مارا گیا۔ ۸۔ کو قلعجات اسّی۔ وینوس۔ اور مانٹروک پر مسلسل گولہ باری ہوتی رہی جو بعض اوقات
بہت سخت ہو جاتی تھی۔ مگر اس گولہ باری سے ان قلعوں کو بہت کم نقصان پہنچا لیکن اُن میں چار آدمی مارے گئے اور بہت سے
زخمی ہوئے مگر آج جرمنی فوج کی گولہ باری ایسی اچھی ثابت نہیں ہوئی جیسی کہ سات تاریخ کو قلعجات کان لسٹ۔ برؤرس اور
مولن سیڈویٹ پر ہوئی تھی۔ زخمیوں کی شمار میں فوج انجنیر کا کپتان انگوئین بھی تھا۔ ۸۔ تاریخ کو نوئزی کے قلعہ سے جرمنی توپخانہ
کی تمام باڑیوں پر تین بارھیں گولوں کی چلائی گئیں اور اس کا بڑا خوفناک نتیجہ ہوا جرمنی فوج کے سپاہی کثرت سے
مقتول اور مجروح ہوئے۔ فرانسیسی گولے جرمنی فوج کے مورچوں اور دمدموں پر گر کے ٹوٹے اور اس سے

بہت نقصان ہوا۔

۹۔ جنوری کو پیرس کے جنوبی قلعوں سے گولہ باری نہیں ہوئی۔ موسم خراب تھا اور برف پڑ رہا تھا اور نشانہ کا شست لگانا بہت مشکل تھا۔ بظاہر جرمنی گولنداز بہ نسبت فرانسیسی گولندازوں کے ذرا زیادہ صحیح نشانے لگاتے تھے کیونکہ گولہ باری کے دوران میں اُنہوں نے کئی دفعہ فرانسیسی قلعوں کی گولندازی کو خاموش کر دیا۔ ۹۔ تاریخ کو قلعہ اسّی کو بالکل بیکار تو نہیں ہوا۔ لیکن اُس کی بابت یہ خبر مشہور تھی کہ اس قلعہ کو نقصان بہت پہنچا ہے۔

۱۰۔ جنوری کو پیرس کے شمالی جانب ایک آگ لگ گئی جس سے بہت نقصان ہوا۔ کیونکہ ۹۔ تاریخ کو برف بہت پڑا تھا اسلئے گولہ باری آج برائے نام کچھ یونہی سی ہوئی۔ تمام زمین برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔

۱۰۔ جنوری کو قصبۂ پرون نے اپنے تئیں جرمنی کی فوج کو سپرد کر دیا۔ اس قصبہ میں ایک اوّل درجہ کا قلعہ ہے اور قصبہ کی آبادی ۴۲۰۰ سو باشندوں کی ہے۔ یہاں جو دمدمے اور مورچے تھے وہ مختلف زمانہ کے تھے اور بعض بد وضع بھی تھے۔ ۲۷۔ دسمبر کو کرنیل کیمیکی نے توپخانہ کی میدانی ۹۔ باڑیوں سے پیرون پر گولہ باری شروع کر دی۔ چونکہ کوئی بھاری توپ یا محاصرہ کی توپ سر دست جرمنی فوج میں موجود نہ تھی اور تمام شہر پرون میں آگ لگ گئی۔ ۲۷۔ اور ۲۸۔ اور ۲۹۔ تاریخوں کی راتوں کو برابر گولہ باری جاری رہی اور بعض اوقات فرانسیسی فوج بھی اُس کے جواب میں بڑی بھاری سے گولہ باری کرتی رہی۔ تب کچھ بھاری توپیں قلعہ امینز سے منگائی گئیں لیکن جب وہ آئیں تو معلوم ہوا کہ یہ بالکل ناکارہ ہیں۔ اس اثناء میں جنرل فیڈھرب نے اپنی فوج کو آرام دے لیا اور اب یکایک اُس کو یہ خیال ہوا کہ پرون پر گولہ باری ہو رہی ہے اب اس قصبہ کو بچانا چاہیئے۔ چنانچہ ۲۔ جنوری کو اسکی فوج کا مقدمۃ الجیش قصبۂ سی ہگنیز میں پہنچا۔ جو شہر باپام کی داہنی جانب اور ائیٹ کی بائیں جانب واقع ہے۔ اس فوج نے وہاں پرشیا کی تھوڑی سی فوج سے لڑائی جاری کر دی اور دو گھنٹے تک دونوں فوجوں میں گولیاں برستی رہیں۔ دوسری صبح یعنے ۳۔ جنوری کو جبکہ قصبۂ پرون پر گولہ باری ہونے کی آواز اُس کے کانون میں آ رہی تھی جنرل فیڈھرب نے باپام میں جنگ کرنا شروع کر دیا جسمیں چار ہزار تین سو فرانسیسی اور آٹھ سو جرمنی کی فوج ضایع ہوئی۔ اس جنگ میں جرمنی کی فوج کے ۱۵ ڈویژن کے ۱۶ بریگیڈ نے کل فوج فرانسیسی کا مقابلہ کیا۔ بعد اس کے کہ فرانسیسی جنرل نے مواضعات گریویلرز اور بیف ویلرز اور ونیس لی باپام پر قبضہ کر لیا فرانسیسی فوج آگے بڑھکر شہر باپام کی ایک مضافات فابرگ ڈی ارّاس میں مقیم ہو گئی لیکن کسی سبب سے فرانسیسی فوج نے آگ برسانا یکایک موقوف کر دیا۔ اور اس سے پرشیا کی فوج کو ایک جا جمع ہونے کا موقع مل گیا جنہوں نے اب تازہ دم ہو کر بڑی جرأت سے فرانسیسی فوج پر حملہ کر دیا اور اس کو سب جگہوں سے بھگا کر اسپیگنیز کیجانب ارّاس کی سڑک پر پسپا ہونے

کیلئے مجبور کر دیا - پرشیا کی فوج کا کرنیل اب ایک خطرہ کی حالت سے رہا ہو کر آزاد ہو گیا - اب اُس نے اپنی تمام توجہ پیرون کی فتح کرنے پر صرف کی اور ۱۰ جنوری کو پیرون نے اپنے تئیں فوج جرمنی کو سپرد کر دیا - گولہ باری سے اس قصبہ کو بہت نقصان پہنچا اُس کے کئی حصے بالکل ویران ہو گئے تھے - فوج پرشیا نے تین ہزار فرانسیسی گرفتار کئے - دو جھنڈے - ۸۰ توپیں اور ایک بہت بڑی مقدار گولہ بارود اور دیگر ذخیرہ کی فوج جرمنی کے ہاتھ لگی -

# فصل چہاردہم

شہر لی مانس پر بڑی بڑی لڑائیاں - اور مختلف واقعات جنگ -

شروع ۱۸۷۱ء میں جرمنی اور فرانس کے خونخوار جنگ کے ختم ہونے کے آثار پائے جاتے تھے - باوجودیکہ فرانسیسی قوم نے اپنی حب الوطنی سے ہمت اور غیر زائل استقلال قایم رکھا - لیکن یہ بات آشکارا تھی کہ اب تھوڑے ہی عرصہ میں فرانسیسی اپنے تئیں سپرد کر کے بہادر حملہ آوروں کی درخواستیں اور مطالبے سب قبول کرینگے - سیڈان کی برباد کن لڑائی کے بعد سے - اہالیان فرانس نے جو جو کوششیں جرمنی فوج کو اپنے ملک سے باہر بھگا دینے کے لئے کیں وہ کوششیں ہر ایک تعریف کی مستحق ہیں جو اُن کی کیجا وے - لیکن جنگ کے شروع ہو جانے کے بعد ہی جو مصیبتیں کہ ان کوششوں کے بعد وقوع ہوئیں اُن مصیبتوں نے فاتح جرمنی فوج کے فرانس سے باہر بھگا دینے کے کام کو بالکل ناممکن کر دیا - اگرچہ ہر معرکہ اور ہر لڑائی میں جس میں کہ فرانسیسی فوج شامل ہوئی اُس کی کوششوں میں اُس کو ہمیشہ ناکامیابی ہی ہوئی تاہم اُن کا جوش اور اُن کی ہمت کبھی پست نہیں ہوئی اور فرنچ لوگوں کے اخلاق میں یہی ایک ایسی خوشنما شئے ہے کہ فرانسیسی لوگ اسبات کے مستحق ہیں کہ ہر فرد بشر اُن کی تعریف کرے -

## شہر لی مانس پر بڑی بڑی لڑائیاں ہونا

۱۰ - جنوری کی شام کو یہ خونریز معرکے شروع ہوئے شہر آرڈینی کی جانب فرانسیسی فوج اور جرمنی فوج کے درمیان ایک خفیف سی گولہ باری ہوئی لیکن یہ صرف اس عظیم جنگ کی تمہید ثابت ہوئی جو جنگ کہ ۱۱ - تاریخ کو واقع ہوئی -

۱۱ - جنوری کی صبح کو برف زمین پر ۶ انچ گہرا پڑا ہوا تھا - لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں یہ برف کی سپیدی مقتولین کے خون سے رنگی جاکر سرخ ہو گئی - فوجوں کی تعداد جو اس لڑائی میں شریک تھیں اس قدر تھی کہ جس کی وجہ سے یہ جنگ ہمیشہ یادگار زمانہ رہے گا - اس جنگ میں پرشیا کی فوج کی تعداد مع فوج محفوظ کے ڈیڑھ لاکھ سپاہ سے کم نہ تھی اور سیب فوجیں

چار یا پانچ مختلف کورز کی تھیں۔ ان کے مقابلہ کے لئے جنرل جینزی فرانس کی فوج کے تین کورز لایا جنمیں سے ہرایک کور میں برائے نام پچاس ہزار فوج تھی۔ لیکن اغلبًا اس فوج کا ایک پانچواں حصہ کم ہو گیا تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ کچھ فوج تو اس معرکے میں ضایع ہوئی جو اس لڑائی سے پہلے ہوا تھا اور کچھ اس وجہ سے ضایع ہوئی کہ فرانسیسی نئی بھرتی شدہ فوج بوجہ جوش حب الوطنی کے دشمن کے دباؤ بغیر آگے بڑھ بڑھکر دشمن سے لڑتی تھیں۔ جنرل جینزی کی تین کورز فوج کے مفصلہ ذیل تھیں یعنے ایک تو ۱۵- کورز تھی جو امیر البحر جنرل جوریگبری کے زیر کمان تھی اور ۱۷- کورز جنرل کولمب کے ماتحت تھی اور ۱۶- کورز امیر البحر جنرل جوری کے ماتحت تھی۔ اس لئے یہ دونوں لشکر جنگجو گویا برابر ہی کی جوڑ تھے۔ لیکن فرانسیسی فوج بڑی مضبوط اور مستحکم جگہ پر مقیم تھی۔ جنرل جینزی۔ فوج فرانس کو لڑائی پر باترتیب بھیجنے کے انتظام میں بذات خود مصروف تھا۔

میدان کارزار شہر لی مانس سے قریب پانچ میل کے دور تھا اور وسیع سڑک اعظم کے دونوں جانب ایک قطار در قطار میں فرانسیسی باربرداری کی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں اور جن میں روئی۔ شراب۔ گھانس۔ سبز گھانس اور بھوسہ خوب اچھی طرح بھرا ہوا تھا اور مویشیوں کا بہت بڑا گلہ ساتھ تھا اور یہ سب اس انتظار میں کھڑی تھیں کہ اگر فرانسیسی فتحمند ہوکر آگے بڑھیں تو اُس کے پیچھے پیچھے جاویں اور بر تقدیر اگر آج بھی فرانسیسیوں کو شکست ہو تو فوج فرانسیسی کے آگے آگے پسپا ہو جاوے۔

۱۱- جنوری کو صبح کے دس بجے پرشیا کے ایک مضبوط توپخانہ نے فرانسیسی فوج میسرہ پر آگ برسا کے لڑائی شروع کردی۔ بوجہ دھوئیں کے بادلوں کے جو صاف مطلع میں اور پر ہوا میں بلند اوڑ رہی تھی کچھ نظر نہ آتا تھا لیکن توپوں کی شلک اور بندوقوں کے جلدی جلدی چلنے کی آواز سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ شہر چارٹرس اور پیرس کو جدھر سے ریل جاتی ہے اُدھر کوئی سخت لڑائی ہو رہی ہے۔

شہر لی مانس کے مشرقی جانب ایک جھاڑی دار فراز میدان چلا گیا ہے۔ فرانسیسی لائن فوج کی انتہائی دہنی جانب موضع ریٹی تھا اور اس موضع کے جنوب اور مشرق میں ایک بڑا وسیع جنگل دور تک چلا گیا ہے۔ اس جگہ ۱۶- فرانسیسی کورز مقیم تھی اور یہاں پر سخت خونریز لڑائی واقع ہوئی۔ اس لڑائی کا اصل مقصد یہ تھا کہ موضع ریٹی کے پاس جو جنگل ہے اُس پر قبضہ کر لیا جاوے چونکہ یہ موقع ایسا محفوظ اور عمدہ تھا کہ جانبین میں سے ہر ایک کی خواہش اُسپر قبضہ کرنے کی تھی۔ فرانسیسی فوج کا دستہ اُس کھلے میدان سے آگے بڑھا جو قریب نصف میل کے چوڑا تھا۔ تاکہ اُس جرمنی فوج پر حملہ کرے جو جنگل میں مقیم تھی۔ اس معرکہ میں ..... ۲۰ ہزار فوج سے کم نہ تھی اور فرانسیسی فوج بڑی تیزی سے ڈبل قدم جا رہی تھی ۱۵- نمبر فرانسیسی

توپخانہ سے بڑی زبردست گولہ باری ہو رہی تھی جسکا اثر بتدریج معلوم ہو رہا تھا گو اس سے پرشیا کا توپخانہ بالکل ہی خاموش نہوا۔ فرانسیسی فوج نے یہ حملہ بڑی بہادری سے کیا لیکن فوج پرشیا نے بھی اس کی مدافعت بڑی ہی بہادری سے کی حملہ آور جو سیاہ وردی پہنے ہوئے تھے بار بار پرشیا کی لائن فوج پر بڑھتے تھے اور جرمنی توپوں کے چلنے کی چمک جنگل کی کالی زمین میں صاف نظر آتی تھی بوجہ اس جنگل کے پرشیا کی فوج بڑی مضبوط جگہ پر تھی۔ مگر فرانسیسوں نے پرشیا کی فوج کی مدافعت کا کچھ خیال نہیں کیا اور بڑھتی چلی گئی اور جنرل جوریگبری نے ایک سخت لڑائی کے بعد کامیاب ہو کر پرشیا کی فوج کو اس جائے مقصود سے نکال باہر کیا۔

پرشیا کی فوج نے اب پیچھے جاکر وادی میں سے گولہ باری شروع کر دی۔ گولے ہر چہار جانب گرتے تھے مگر اسجگہ پیدل فوج سے کوئی حملہ نہیں کرایا گیا۔ صرف توپخانہ ہی سے لڑائی ہوتی رہی۔ ۴ بجے ۱۰ منٹ گذرنے پر پرشیا کی فوج کا ایک بڑا دستہ معہ بہت سارے توپخانوں کے موضع شانوڈی ایجس کے مقابل آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ قلب فوج فرانسیسی کا کل حال تعداد وغیرہ کا اور نیز فرانسیسی زبردست توپخانہ کا اثر یہ سب پرشیا کی فوج کو معلوم تھا۔ جنرل چینزی نے یہ حکم دیا کہ توپخانہ کی باڑیوں سے اب گولہ باری کیجائے اور فوراً فرانسیسی میدانی توپوں سے آگ برسنا شروع ہو گیا اور ان توپوں کو فوج بحری کے گولنداز چلا رہے تھے۔ پرشیا کے توپخانوں نے بھی اس کا جواب دیا لیکن پہلی بار کے چلانے کے بعد انکے توپخانہ سے بلندی پر فوج پیدل اور فرانسیسی توپخانہ پر کچھ اچھا اثر نہوا۔ جبکہ جرمنی کی فوج نزدیک پہنچی فرانسیسی فوج پیدل کو پہاڑی کی چوٹی پر بڑھنے کا حکم دیا گیا اور پہاڑی کی سڑک پر سے ایکدم پچاس سٹیر لیوزوں سے فوج پرشیا پر آگ برسانی شروع کی گئی۔ گولے اور گولیوں اور گراب کی ایک بوچھاڑ چاروں جانب برسنی شروع ہو گئی۔ پرشیا کی فوج نے بھی اپنی بندوقوں سے بڑی تیزی کے ساتھ آگ برسانی شروع کر دی۔

قصبہ جیہنگنی کی انتہائی جیپ کیجانب فوج جرمنی ایک تنگ اور عمیق وادی میں ہو کر گذری جو دریائے ہوزنی اور جنگل کے درمیان واقع تھی اور ادھر سے فرانسیسی فوج قریب دو میل کے پیچھے ہٹ گئی۔ جب سوا پانچ بجے سات ہو گئی تو لڑائی ایک دفعہ ہی اسطرح موقوف کر دی گئی کہ جیسے مشترک رضامندی سے موقوف ہوئی ہو۔ تاہم فرانسیسی اب تک بلندی پر قابض تھے اور جرمنی کی فوج نیچے میدان اور جنگل میں پڑی ہوئی تھی۔

اس لڑائی میں فرانسیسی فوج کا نقصان زائد نہیں ہوا۔ لیکن چونکہ پرشیا کی فوج نیچے وادی میں فرانسیسی توپخانہ کی عین زد میں تھی اسلئے پرشیا کی فوج کا نسبتاً بہت زیادہ نقصان ہوا۔ جرمنی فوج دو ہزار یا تین ہزار ماری گئی۔ آج کی تاریخ جرمنی فوج کو کسی قسم کا فائدہ نہیں ہوا۔ یہ لڑائی شہر لیمانس پر قبضہ کرنے کے لئے کیگئی تھی مگر لیمانس

لڑائی کے اختتام پر فرانسیسیوں ہی کے قبضہ میں رہا۔ اور فرانسیسیوں کی فوج کی لائن دریائے ہوزنی کے بائیں کنارے پراُس ریلوے لائن کے متوازی پڑی ہوئی تھی جو بیل کر پیرس کو جاتی ہے اور فوج کا رُخ جنوب مشرق کیطرف تھا۔

آخر کار جرمنی کی فوج نے فرانسیسی فوج کو گھیر کر جو زیر کمان جنرل چینزی تھی اُس کو بالکل منتشر کر دیا اور شہر لیمانس میں بھی بہت سی فرانسیسی فوج نہ تھی۔ گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ شہر چارٹرس سے براہ نوجنٹ لی روٹرن شہر لی مانس کی جانب روانہ ہوا اور پرنس فریڈرک چارلس براہ شاٹوڈی لوائر۔ لا چارٹری اور سینٹ کلائس کے لیمانس کیجانب آیا۔ جرمنی کے یہ دونوں کمانڈر شہر لی مانس کی جانب آتے ہوئے اُس فرانسیسی فوج کو بھگاتے آئے جسکو جنرل چینزی نے ان دونوں کمانڈروں کو روکنے کیلئے مقرر کیا تھا اور ۱۲ جنوری کو جرمنی فوج نے لیمانس پر قبضہ کر لیا۔
۱۲۔ تاریخ کی لڑائی میں جرمنی کے یہ دونوں کمانڈر شریک تھے اور جرمنی کے ایک مراسلہ میں یہ تحریر تھا کہ جرمنی کی فتح اور فرانسیسیوں نے اپنی شکست کا اقرار گویا پہلے پہل اپنے فرانسیسی سرکاری مراسلوں میں بھی قبول کر لیا ہے"۔

جنرل چینزی نے درحقیقت ایک مراسلہ وزیر جنگ کے نام بھیجا تھا جو شہر بورڈو میں مقیم تھا اور اُس میں تحریر تھا کہ "۱۱۔ جنوری کی رات کو فرانسیسی فوج اپنی جگہوں پر اچھی طرح قایم تھی سوائے لالوری کے مورچے کے جہاں کہ شہر بریٹینی کی فوج موبائل نے اپنے آپ کو منتشر کر دیا۔ اور دریائے ہوزنی کے دائیں کنارے پر جس قدر فرانسیسی مضبوط جگہیں تھیں وہ سب خالی چھوڑ دیں۔ امیر البحر جوریگیبری اور دیگر جنرلوں کی یہی رائے ہوئی کہ اب پسپا ہو جانا ضروری ہے اور میں بھی بڑی بددلی کے ساتھ اس بات پر راضی ہو گیا جرمنی فوج بھی گرفتار کی گئی ہے مگر ابھی اُن کی تعداد معلوم نہیں ہوئی۔ جو فوج جرمنی کہ ہمارے مقابلہ پر ہے اُس کی تعداد کا تخمینہ موافق جرمنی قیدیوں کے بیان کی ایک لاکھ اسی ہزار فوج کا ہے اور اُنہیں قیدیوں کا بیان ہے کہ یہ سب فوج زیر کمان پرنس فریڈرک چارلس ہے۔ اور یہ پرنس مشرقی فرانس کی جانب نہیں گیا ہے۔ فرانسیسی فوج کا نقصان بہت ہوا اور اگلے دن اُمید ہے کہ پرشیا کی فوج ہماری فوج پر پھر حملہ کرے گی"۔

۱۲۔ جنوری کو فرانسیسیوں نے شہر لیمانس بالکل خالی کر دیا اور جرمنی فوج نے اُسپر فوراً قبضہ کر لیا۔ جرمنی فوج نے بہت سے قیدی گرفتار کئے اور یہ قیدی فرانسیسیوں کی بدچلنی اور بداخلاقی کی تصدیق کرتے تھے۔ صرف پرنس فریڈرک چارلس کی فوج نے اٹھارہ ہزار فرانسیسی گرفتار کئے۔ اس لڑائی کے شروع میں ایم گیمبٹا بھی موجود تھا۔ شہر لیمانس کے بازاروں میں بڑا دنگہ فساد ہوا۔ جرمنی فوج نے ریلوے پر بھی بہت سی گاڑیاں گرفتار کیں جنہیں فرانسیسیوں کا سامان

جنگ اور غلّہ کا ایک بڑا ذخیرہ بھرا ہوا تھا۔ فرانسیسی فوج تین مختلف اطراف کیجانب پسپا ہو گئی اور جنرل جینزی کا لشکر بالکل تتر بتر ہو گیا۔

۱۰ جنوری کو لڑائی پھر شروع ہوئی اور شام کا اندھیرا ہونے تک ہوتی رہی۔ ۱۱ تاریخ کو تمام لائن فوج میں لڑائی پھر شروع ہو گئی۔ جنرل جینزی کی فوج میں سے جسپر جرمنی فوج برابر دباؤ ڈالے رہی دو ہزار فرانسیسی اور قید ہوئے اور اس جنگ کے فرانسیسی قیدیوں کی کل تعداد بائیس ہزار ہو گئی ان چھ روز کی لڑائیوں میں جرمنی فوج کا جو نقصان ہوا وہ حسب ذیل تھا۔ جرمنی فوج کے ۱۷۷ افسر مقتول او مجروح ہوئے اور تین ہزار دو سو تین سپاہی مقتول اور مجروح ہوئے۔ ۱۹ توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ آئیں۔ جس گھوڑے پر امیر البحر جوریگبیری سوار تھا وہ گھوڑا گولی لگ کے مر گیا اور ایک دیگر افسر فوج جو امیر البحر کے پہلو میں کھڑا تھا مارا گیا۔

جنرل جینزی نے اُس روز اپنی فوج پر بے ہمتی اور بزدلی کا الزام مفصلہ ذیل حکم میں لگایا جو حکم کہ اُسنے فوج کے نام بھیجا۔

"دریائے سوزنی اور دریائے لوائر سے شہر وِنڈوم تک جو لڑائی ہوئی اور اُس کا خراب نتیجہ فرانسیسی فوج کے حق میں ہوا اُس کے بعد۔ بعد اس کے کہ دشمن کے حملہ کی کامیابی سے مدافعت کی گئی۔ ۱۱ جنوری کو شہر لیمانس کے آگے جب دشمن کی فوج نے حملہ کیا جو زیر کمان گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ اور پرنس فریڈرک چارلس کے تھی۔ اُس وقت کچھ حصہ ہماری فوج پر ایسی نامردی اور بزدلی چھائی کہ خوف سے اُس نے تمام مضبوط مقامات خالی کر دیئے کہ جنکے قبضہ میں رہنے سے کل فوج کی حفاظت ہو سکتی تھی۔ یہ بات بڑی شرم اور غیرت کرنے کی ہے۔ اور کوئی بہادرانہ کوشش نہیں کی گئی باوجودیکہ اس بات کا فوراً حکم دیدیا گیا تھا اور اس وجہ سے شہر لیمانس کو خالی کر دینا ضروری ہو گیا۔ تمام ملک فرانس کی آنکھیں اب دوسرے لشکر پر ہیں۔ اب توقف کرنے کی اجازت نہیں دیجاتی۔ موسم سخت ہے اور تھکن اور فاقہ کو لشکر میں رہا ہے لیکن تمام ملک بڑی تکلیفیں برداشت کر رہا ہے اور جبکہ ایک بڑی کوشش سے ملک بچ سکتا ہے تو اب ہرگز توقف اور دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ تم سب لوگ یہ خوب جان لو کہ حفاظت خوب جمکے حملہ کرنے میں ہے نہ پسپا ہو جانے میں۔ اپنے افسران کے گرد جمع ہو جاؤ اور یہ بات ثابت کر دو کہ اضلاع کولمبیز۔ ویلیپوئر۔ جورنس اور وِنڈوم کے سپاہی ایسے بہادر ہیں۔"

۱۰ جنوری کو علی الصباح فرانسیسی فوج نے اُس توپخانہ کی باڑی پر حملہ کر دیا جو شہر نوٹری ڈیم ڈی کمارٹ پر بنی قایم کی گئی تھی اور یہ شہر جرمنی والوں نے فرانسیسوں سے چند روز پیشتر ہی فتح کیا تھا۔ فرانسیسی حملہ کرتے ہوئے

توپوں کے قریب چلے گئے اور وہاں پہنچکر فرانسیسی فوج نے سنگین سے حملہ کرنا شروع کردیا۔ لیکن ۲۰ بویریا کی فوج نے فرانسیسی فوج کو واپس بھگا دیا۔ ایک افسر فوج بویریا سنگین سے قتل ہوا۔

۱۰۔ جنوری کی دوپہر کو قلعہ سینٹ ڈینس سے تھوڑی سی فرانسیسی فوج نے خاص جنرل ٹروچو کی ہدایت کے بموجب نکلکر جرمنی فوج کو چیر کر باہر نکلجانا چاہا۔ مگر فرانسیسی فوج آسانی سے پسپا کردی گئی اور فوج جرمنی کا بہت کم نقصان ہوا۔

۱۱۔ جنوری کی صبح کو قلعہ ڈینوبس سے جو درمیان شہرہائی کلارسٹ اور چیٹیلن کے واقع ہے ایک بڑی فرانسیسی فوج نے اسی غرض سے برآمد ہوکر فوج پرشیا پر حملہ کردیا۔ بہت سخت لڑائی کے بعد آخرکار فرانسیسی فوج قلعہ کی فصیل کے نیچے تک پسپا کردیگئی۔

۱۱۔ جنوری کو پیرس کے جنوب مغرب میں سے پرشیا کے توپخانہ کی کل باٹریوں نے غیر معمولی اور جلد جلد آگ برسانا شروع کردیا۔ اس کے جواب میں فرانسیسی قلعجات سے بھی جلدی جلدی گولے برسائے جاتے تھے ان قلعوں کے درمیان جو سیدان تھا اُس پر سے بھی فرانسیسی فوج نے گولہ باری جاری رکھی اور پیرس کے خاص قلعہ بھی صبح کو گولہ باری ہوتی رہی۔ اسی عرصہ میں قلعہ مونٹ ویلیریَن سے بڑے بڑے گولے قصبات بوجیول اور دا کرین پر اور خاص کر بڑی سختی سے موضع ویلی ڈی اور آئی اور سیورلیس پر برسائے گئے۔ ۱۱۔ جنوری کی سہ پہر کو پیرس میں بڑے زور و شور کی آگ لگی۔ محلہ مانٹ مارٹری کی مغربی جانب جاتے ہوئے دھوئیں کے بادل کے بادل نظر آتے تھے لیکن بوجہ دھوئیں کی کثرت کے شام تک آگ کے شعلے نظر نہیں آئے صرف دھوئیں کے اوپر شعلہ کی ذرا سی زرد چمک کبھی کبھی صاف نظر آجاتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیرس میں بہت بڑی آگ لگ رہی ہے۔

# فصل پانزدہم

## جنگ بلفورٹ۔ اور دیگر مختلف واقعات جنگ

شاہ پرشیا نے محل وارسلیز میں یکم جنوری ۱۸۷۱ء کو نئے سال کی خیر مقدم کی دعوت میں اپنے مہمانوں سے یہ کہا تھا کہ "اب ہماری اُمیدیں اُس عمارت کی چوٹی کی طرف لگی ہوئی ہیں جو ہم نے بنائی ہے یعنی ایک ایسی صلح کی جانب جو باعزت صلح ہو"

تمام فرانس اور جرمنی اور نیز تمام مہذب دنیا میں شاہ کے اس مقولے نے بازگشت کی۔ وارسلیز میں یا فرانس میں جو دیگر شاہی محلات ہیں اُن کے اندر نئے سال کی خیر مقدم کے موقع پر ہمیشہ یہ قاعدہ اب تک جاری تھا کہ

شہنشاہ نپولین یورپ کے معاملات پر اپنے خیالات ظاہر کیا کرتے تھے اور ان معاملات کی بابت جو ان کی حکمت عملی ہوتی تھی اُس کا اظہار کیا کرتے تھے اور ان کے خیالات اور اظہارات کے سننے کیلئے فرانس کی کل قومیں بڑی دلچسپی سے اپنے کان لگائے رہتی تھیں۔ لیکن اب زمانہ کا تغیر دیکھئے کہ ۱۸۷۱ء کی پہلی تاریخ کو محل وارسلیز ایک دیگر مطلق العنان بادشاہ کے قبضہ میں ہے اور یہ اس وجہ سے قابض نہیں ہے کہ شہنشاہ فرانس فوت ہو چکا ہے بلکہ یہ امر اس وجہ سے ہوا ہے کہ شہنشاہ فرانس اُس شخص کے پاس ایک قیدی ہے کہ جو آج کے دن فرانسیسی محل وارسلیز پر قابض ہے۔ لیکن شہنشاہ فرانس کا کوئی اظہار یا مقولہ جو نئے سال کی خیر مقدم کے موقع پر دیا جاتا تھا ایسی دلی آواز بازگشت کے ساتھ کبھی نہیں سنا گیا۔ جیسا کہ شاہ پرشیا کا یہ مقولہ یکم جنوری ۱۸۷۱ء کو سنا گیا۔

# جنگ بلفورٹ

۱۵۔ جنوری کو فرانسیسی جنرل بوربکی نے جو اپنی بے شمار فوج اور توپخانوں اور مٹر بلیوزوں کی وجہ سے فتح پانے کا پورا بھروسہ کئے ہوئے تھا جنرل ون ورڈر کی فوج پر جو عمدہ اور مستحکم جگہ پر مقیم تھی حملہ کر دیا۔ جرمنی کی فوج قلب موضع ہری کورٹ کے سامنے مقیم تھی اور فوج میمنہ زیر کمان جنرل گرف ون ڈجر فیلڈ قصبہ پر ہیئر پر مقیم تھی اور فوج میسرہ زیر کمان جنرل ون گلومر قصبہ مونٹ بلیارڈ پر مقیم تھی۔ جنوبی لائن فوج زیر کمان جنرل ون ڈبس جو قصبہ مونٹ بلیارڈ سے قصبہ ڈیلی تک پھیلی ہوئی تھی۔ فرانسیسی فوج میں چار کورز تھیں اور ہر ایک کور میں تیس تیس ہزار سپاہ تھی۔ اگر ہم ان مقتولین کو اس فوج میں سے منہا کر دیں جو ۵ تاریخ کو راستہ میں مارے گئے تھے تب بھی یہ فرانسیسی فوج ایک لاکھ سپاہ سے کچھ زائد تھی۔ جنرل کریمر کے ماتحت ایک کور تھی اور ۲۴۔ کور تھی۔ دیگر کورز ۲۵۔ ۱۵۔ ۲۰۔ ۱۸ اور ۱۵ تھیں جن کے کمانڈروں کے نام بالتحقیق معلوم نہ ہو سکے اور یہ آخری تین کورز فوج لوائر کا ایک حصہ تھیں ۲۴۔ اور ۱۵۔ دو نئی کورز تھیں جو شہر لائینز میں بھرتی کی گئی تھیں جو اس جنگ کا فرانسیسی صدر مقام ہے ان کورز میں سے ایک کور ۱۷۔ جنوری کی شام تک یعنی لڑائی کے دوسرے دن تک میدان کارزار میں نہ پہنچ سکی۔ اور اس کور کے آجانے سے فرانسیسی فوج کی تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار [۱۲۵۰۰۰] یا ایک لاکھ تیس ہزار [۱۳۰۰۰۰] سپاہ کی ہو گئی جنرل ون ورڈر کے ماتحت جس قدر جرمنی فوج تھی وہ چالیس ہزار [۴۰۰۰۰] سے زائد نہ تھی۔ اس فوج میں چار ہزار سے زیادہ سوار تھے۔ گویا جرمنی فوج کی نسبت فرانسیسی فوج سے وہ تھی جو ایک کو چار سے ہے۔ یعنے جرمنی فوج کی نسبت فرانسیسی فوج

چارگنی تھی علاوہ ازیں جرمنی توپخانہ کی نسبت فرانسیسی توپخانہ بھی زیادہ تھا اور ماسوا اس کے مٹر یلیوز کی تین بیٹریاں الگ تھیں اور ہر بیٹری میں چھ چھ مٹریلیوز تھیں۔

۱۵۔ جنوری کو آٹھ بجے صبح کے توپخانہ سے گولہ باری کر کے حملہ کر دیا گیا اور شام ہونے تک توپخانہ نے مسلسل آگ برسائی۔ اس کے دو گھنٹے کے بعد بندوقوں سے لڑائی شروع کی گئی جو تمام دن جاری رہی اور چار بجے کے قریب تمام ہتھیاروں کی آواز سننے میں نہایت خوفناک معلوم ہوتی تھی۔ جرمنی فوج جس جگہ مقیم تھی اُس سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹی اور جبکہ رات ہونے کی وجہ سے لڑائی موقوف ہو گئی اُنہوں نے تمام رات کھلے میدان میں یعنے میدان کارزار میں اسی جگہ بسر کی جبجگہ کہ صبح کو اُنپر حملہ کیا گیا تھا اور جاڑا بڑی شدت سے پڑتا تھا۔ دوسرے دن ۱۶۔ جنوری کی صبح کو جنرل بوربکی کی کمک کو کیونکہ ایک کور فوج اور آگئی تھی اُس نے پھر حملہ کر دیا اُس نے یہ حملہ خاصکر جرمنی فوج میمنہ پر کیا اور بوربکی اپنی بے شمار فوج کو آگے بڑھا کر بے فائدہ یہ کوشش کر رہا تھا کہ اپنے دشمن کی لائن فوج کو تتر بتر کر دے۔ اگر یہ لائن فوج جرمنی کی ایک بار بھی شکست ہو جاتی تو بلفورٹ کے محاصرہ کے لئے جسقدر سامان جنگ جمع تھا وہ سب فرانسیسوں کے ہاتھ لگتا اور دیگر نئی فوج قلعہ میں داخل ہو جاتی اور شہر میں سامان غلہ وغیرہ پھر جمع کر لیا جاتا۔ اور جنرل ون ورڈر کی فوج کو اگر شکست نہ ہوتی تو وہ بیشک پسپا ضرور ہو جاتی اور یہ فوج دریائے رائن کے پار بھگا دی جاتی اور فرانسیسی فوج اس دریا کو عبور کر کے ریاست بیڈن میں یعنے ملک جرمنی میں جنگ کرتی۔۔۔ اور فرانسیسی فتح کا یہ نتیجہ ہوتا۔ دوسرے روز بھی تمام میدان کارزار میں جرمنی کی فوج اُسی طرح مقیم رہی۔ اور حملہ آور فرانسیسی فوج کا بہت سخت نقصان ہوا۔ اور جرمنی فوج کا نقصان جتنا اول دن ہوا تھا دوسرے دن اُس سے زیادہ ہوا۔ پہلے دن تو جرمنی فوج کے دو یا تین سو سپاہی مارے گئے لیکن دوسرے دن قریب ایک ہزار کے جرمنی فوج ماری گئی۔ مقتولوں مجروحوں اور قیدیوں میں فرانسیسی دس ہزار فوج کا نقصان ہوا اور سامان جنگ کی بربادی کا ناظرین اسبات سے خیال کر لیں کہ صرف ایک ایکڑ زمین میں جہاں ایک بھی سپاہی نہ تھا ایک ہزار سے زاید گولے فرانسیسی فوج نے پھینکے تھے۔ دوسرے دن بھی جرمنی فوج نے میدان کارزار میں اُسی جگہ رات کھلے میدان میں بسر کی کہ جسپر وہ صبح سے قابض تھے۔ تیسرے دن ۱۷۔ جنوری کو فرانسیسی فوج نے حملہ بہت سستی اور کمزوری سے کیا اور دوپہر کے بعد سے تمام فرانسیسی فوج نے پسپا ہونا شروع کر دیا اور جرمنی توپخانہ نے اُن کا تعاقب کیا۔ چوتھے دن ۱۸۔ جنوری کو جنرل ڈیبس جینرنی نے اس پسپا شدہ فرانسیسی فوج پر حملہ کر دیا اور اُن کو سخت نقصان پہنچایا اور شہر بلامونٹ تک اُن کا تعاقب کیا۔ اسجگہ سے اس جنرل کو شہر بلفورٹ

کا محاصرہ کرنے کو واپس بلالیا۔ ۱۹۔ اور ۲۰ جنوری کو یہ پسپا شدہ فرانسیسی فوج شہر بسنکان کی جانب چلی جارہی تھی سوائے جرمنی کے توپخانہ کے دیگر جرمنی فوج نے اس فرانسیسی فوج کو حیران نہیں کیا اور یہ فوج جرمنی کو تھک گئی تھی اور آرام کرنے کی بڑی ضرورت تھی مگر یہ کوچ کئے گئی۔ کیونکہ اس فوج نے تین راتیں سخت کُہر میں کھلے آسمان کے نیچے بسر کی تھیں اور چوتھی رات گویا برف میں میدان کارزار میں بسر کی تھی اور ایسی سخت کوششیں کی تھیں کہ فہرست جنگ میں ایسا کوئی جنگ موجود نکلیگا کہ جسمیں فوج نے اتنی سخت برداشتِ تکالیف کی ہو اور ایسی کوشش کی ہو جیسے کہ اس فوج جرمنی نے کیں۔ اور اس جنگ سے بڑھکر تو کیا اس جنگ کی نظیر بھی شاید مشکل ہی سے ملے گی۔ جبکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دشمنوں کے دو قلعوں کے بیچ میں اس جرمنی فوج نے دشمن کے حملہ کی مدافعت کی یعنے قلعہ بلفورٹ شمال میں تھا جو میدان جنگ سے چار میل سے زیادہ دور نہ تھا اور جنوب مغرب میں قلعہ بسنکان تھا جو دو یا تین دن کے کوچ کے فاصلہ پر تھا اور پھر اس فوج نے دشمن کی فوج کے اُس حملہ کی مدافعت کی کہ جسمیں دشمن کی فوج چوگنا زیادہ تھی باوجود ان باتوں کے دشمن اس جرمنی فوج کو ایک دفعہ بھی پیچھے نہ ہٹا سکا۔ تو یہ چمکدار اور باشوکت مدافعت اور فوج کی بہادری گویا یہ اس جنگ کے اعلےٰ ترین کام میں ہیں جو ہمیشہ یادگار رہینگے۔

اس بے شمار یعنے ایک لاکھ تیس ہزار فرانسیسی فوج کی شکست کے سبب۔ کہ جسمیں اعلےٰ درجہ کا توپخانہ تھا اور مہلک ہتھیار سٹریلیوز کی کئی باٹریاں تھیں معلوم کرلینا آسان امر ہے۔ اس فوج کے گھوڑوں کو تو چار دن سے دانہ گھاس بالکل نہیں ملا تھا اور تین دن سے فوج کو بھی خوراک تقسیم نہیں کی گئی تھی۔ بہت سے فرانسیسی قیدی جب گرفتار ہو گئے تو بیان کرتے تھے کہ دو دن سے کچھ زیادہ عرصہ گذرا کہ ہم نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ تمام رستہ میں قبور۔ ٹوٹی ہوئی توپیں۔ بندوقیں۔ ٹوپیاں۔ پکانے کے برتن۔ شکستہ تلواریں اور بیسیوں قسم کی چیزیں جن کا بیان دردسری ہے بکھری پڑی ہوئی تھیں۔ جرمنی گولہ باری کا نشانہ ایسا ٹھیک لگتا تھا کہ اس سے پہلے شاید ہی اس عمدگی سے لگا ہو۔ قصبۂ لسورل کے نزدیک ایک فرانسیسی فوج نے جسمیں چھ سو سپاہی تھے جرمنی کی لینڈ ڈمیر پلٹن پر حملہ کردیا۔ فرانسیسیوں کو ڈیڑھ سو ۱۵۰ قدم کے فاصلہ پر آنے دیا گیا۔ اور جب وہ اس فاصلہ پر آ گئے تو جرمنی فوج نے آگ برسائی جس سے یہ چھ سو کے چھ سو فرانسیسی یا تو مر گئے یا زخمی ہو گئے سوائے بیالیس سپاہیوں کے کہ جنپر بے انتہا خوف چھا گیا تھا اور وہ گرفتار کرلئے گئے۔

جنرل بوربکی کا قلعہ مُنسٹر سے خفیہ طور سے غائب ہو جانا اور فرانس کی عارضی گورنمنٹ کا اُس کی درخواستِ مدد پر اوّل اوّل شبہ کرنا اور پھر اُس پر اعتبار کرلینا اور اُس کا اس عجیب مہم پر روانہ ہونا کہ جس کو واقعات نے بہ

ثابت کر دیا کہ اگر وہ معہ اپنے لشکر کے پیرس کے نزدیک رہتا تو زیادہ مناسب ہوتا یہ سب ایسے مشہور واقعات ہیں کہ جو اس قابل ہیں کہ ان کا تواریخ میں ذکر کیا جاوے۔ جنرل بوربکی نے جلدی بہت کی اور یہ جلدی جب ہی کرنی چاہئے تھی کہ جب یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ صرف آخری ہی لڑائی ہے لیکن فرانس کے مشرق میں اس نے یہ موقع دیکھا تھا کہ اگر فتحیاب ہو جاؤں گا تو اس سے یہ یہ فائدہ ہونگے۔ مگر اس موقع پر اس کی مصیبتیں شکست کے بعد اور دگنی خطرناک ہوگئیں۔ جنرل بوربکی کو جنرل ورڈر پر حملہ کرکے جو ناکامیابی ہوئی۔ اس سے ملک فرانس کی قسمت کے سدھرنے کی امید کا آخری موقع بھی جاتا رہا۔

۱۹۔ جنوری کو فرانسیسوں نے ایک دلیرانہ کوشش کی کہ فوج محاصرین کی لائن پر حملہ کرکے اور اس کو چیر کر نکل جاویں۔ پیرس سے بھی اسی ارادہ سے فوج نکل کر شمال کی جانب گئی اور ایک اور فرانسیسی فوج نے اس جرمنی فوج پر حملہ کر دیا کہ جو قلعہ مونٹ ویلیئرین کے سامنے پڑی ہوئی تھی اور اس سرگرمی اور شدت سے آگ برسائی کہ تمام وارسلیز کے باشندگان خوف سے گھبرا گئے۔ شہر وارسلیز کے تمام بازاروں اور محلوں میں خوف چھا گیا اور شہر میں نظام کے لئے سواروں کا رسالہ گشت کرتا پھرا۔ مقام پلیس ڈی آرمینر پر توپخانہ کی باٹریاں مقیم کر دی گئیں اور گاڑیاں جو شفاخانہ ہوتا ہے وہ میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہو گیا اور محفوظ سامان جنگ کی گاڑیاں آہستہ آہستہ سڑک پر لاکے کھڑی کر دی گئیں۔ شہنشاہ جرمنی بھی تھوڑی سی فوج اردلی میں لے کر وارسلیز سے شہر سینٹ جرمین کیجانب روانہ ہوئے۔ اور ولیعہد پرشیا بھی اسی راستہ سے مشرق کیجانب اپنی فوج کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ شروع ہی سے بندوقوں اور توپوں کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ قلعہ مونٹ ویلیئرین اور بوجیول کے درمیان توپیں اور بندوقیں آگ برسائے جا رہی تھیں اور ان قلعجات اور جنگلہائے لاسیلی سینٹ کلاؤڈ کے درمیان جو میدان ہے اور دریائے سین کیجانب۔ سب جگہ بڑی تیزی سے آگ برس رہی تھی قصبہ گارچس کے مشرق میں جو پہاڑ ہے اس پر قریب اٹھارہ ہزار یا بیس ہزار کے فرانسیسی فوج قلعہ مونٹ ویلیئرین سے نکلکر مقیم تھی تاکہ جرمنی فوج کے ۱۰۔ ڈویژن اور لینڈ ویہر گارڈ فوج پر حملہ کرے جس نے ان کا آگے بڑھنا روک رکھا تھا۔ دوسری اور فرانسیسی فوج قصبہ مونٹ ٹری ٹاؤٹ کی جانب بڑھ گئی اور بہت سا نقصان اٹھانے کے بعد اس پر قابض ہو گئی۔ یہ فرانسیسی فوج اور آگے نہ بڑھ سکی کیونکہ جرمنی کی فوج جاگر جو ذرا پیچھے ہٹ گئی تھی اب سنبھلکر بڑی بہادری سے لڑتی رہی اتنے میں اور جرمنی فوج آگئی اور فرانسیسی فوج سے یہ جگہ جرمنی فوج نے پھر چھین لی۔ یہ لڑائی غروب آفتاب تک جاری رہی اور اس طور سے ختم ہوئی کہ تمام جگہوں سے فرانسیسی فوج سخت نقصان اٹھا کے پسپا ہوئی۔ قلعہ ویلیئرین سے

جس فوج نے نکلکر حملہ کیا وہ پھر پسپا ہوکے قلعہ میں آگئی۔ اور جرمنی اور فرانسیسی فوجیں اُسی جگہ پر قایم رہیں کہ جسجگہ وہ بالترتیب لڑائی سے پہلے مقیم تھیں۔

۱۷۔ جنوری کی صبح کو جرمنی توپخانہ کی باڑیوں نے اُن قلعجات پر آگ برسانا شروع کیا کہ جو شہر سینٹ ڈینس کے گردا گرد بنے ہوئے ہیں۔ اس باڑی میں محاصرہ کرنے کی توپیں تھیں کہ جنسے اوّل اوّل قلعہ منرریس کو گرایا گیا تھا اور اب یہ محاصرہ کرنے کی توپیں میدان میں دمدمے پر لاکے رکھدی گئی تھیں کہ جو خفیہ خفیہ اس کام کے لئے ایک ہفتہ پہلے تیار کرلیا گیا تھا سینٹ ڈینس پر گولہ باری کرنے کے لئے ۱۰۔ باڑیاں مقرر کی گئی تھیں کہ جنمیں ۶۰ توپیں تھیں اور دو دو توپیں تھیں کہ جسکے ذریعے سے ایسا گولہ پھینکا جاتا تھا کہ جو نشانہ پر گرکے ٹوٹتا ہے۔ فرانسیسی فوج کو اس میدان میں دمدمے بنانے کی خبر تک نہ تھی اور اوّل تو وہ اُن کو دیکھکر بڑی متعجب ہوئی اور پھر اپنے قلعوں سے اُنہوں نے بھی گولہ باری شروع کردی۔ دوپہر تک دونوں جانب سے بڑی سخت گولہ باری ہورہی تھی۔

# فصل شانزدہم

فرانس کی شمالی فوج کی شکست۔ جنگ ڈیجون۔ دیگر احوال جنگ۔

یہ جنگ سنہ ۷۱-۱۸۷۰ء تک جس طریقہ سے کیگئی یہ اُس طریقہ سے بہت مختلف تھا کہ جس طریقہ سے زمانہ سابق میں جنگ کئے جاتے تھے۔ اُن لڑائیوں میں جو اٹھارہویں صدی کے آخر اور اُنیسویں صدی کے آغاز میں ہوئیں جبکہ اوّل نیپولین بوناپارٹ اپنی فوجیں لئے پھرتا تھا اور یورپ کا بہت زیادہ حصّہ اُسنے فتح کرلیا تھا۔ یہ طریقہ تھا کہ ایک جنگ سے دوسرے جنگ ہونے تک جو وقفہ صرف ہوتا تو وہ عرصہ ہفتے یا مہینے ہوا کرتے تھے۔ لیکن جنگ حال میں لڑائیاں اوپر کے ایک غیر معمولی جلدی کے ساتھ جلد جلد ہوتے گئے اور ایک جنگ سے دوسرے جنگ کے درمیان کا عرصہ مشکل سے چند دن ہی ہوتے تھے۔

## فرانس کی شمالی فوج کی شکست

جنرل فیڈھرب کی فوج کو شہر سینٹ کوئنٹن میں شکست فاحش ملنے سے فرانس کی جنگی قوت کو شمال میں بہت نقصان پہنچا اور یہ بدقسمت شہر اب کے تیسری بار جرمنی فوج کے قبضہ میں آیا۔ جنرل فیڈھرب نے اس شہر پر قابض ہوجانے سے یا تو یہ سوچا ہوگا کہ جنوب کی طرف جانے کے لئے راستہ ہوجاوے گا اور اگر یہی اُسکا

خیال تھا تو شاید اس نے شہر پیرون کی فتح ہوجانے کا اور جنرل ون گوئبن نے جو اپنی فوج جگہ بجگہ ڈالدی تھی اسکا
بھی خیال نہ کیا ہوگا۔ لیکن تمام واقعات پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک قطعی جنگ فوراً کرنے کے
لئے اس کا ارادہ نہ تھا اور دوسرے یہ امر کہ جنرل ون گوئبن کی کمک کے لئے جس قدر پرشیا کی فوج پہنچگئی تھی اسکی
تعداد اسکو معلوم نہ ہوسکی۔ اور اسلئے اس فوج کے ٹھیک تخمینہ لگانے میں اس نے دھوکا کھایا ہے۔ فیڈ ہرب کا پسپا
ہونا شکست کی حد تک نہ پہنچا۔ لیکن اس کی پسپائی سے جرمنی فوج کو جو فائدے پہنچے اس کی وجہ سے کہا جا سکتا ہے
کہ اس پسپائی کا بھی وہی نتیجہ ہوا جو شکست کا ہوتا۔ اس فرانسیسی لشکر عظیم میں سے ایک تہائی لشکر بوجہ قید ہوجانے
کے یا غائب ہوجانے کے گویا بالکل ضایع ہوگیا۔ اور جو فوج کہ بھاگ کر غائب ہوگئی اس کا پتہ نہیں لگ سکا کہ
وہ کہاں چلی گئی۔ اور جو سپاہ کہ قتیل و مجروح ہوئی۔ وہ اس کے علاوہ ہے۔ باقی فوج شہر کمبرائی سے تھوڑی دور آگے
جا کر قلعجات۔ اتاس اور ڈوئی میں مقیم ہوگئی۔ لیکن اسمیں سے بھی بہت سی فوج شہر لیلی اور سینٹ اومر کو از سر نو
مرتب کرنے کے لئے بھیجدی گئی۔ اس طرح سے وہ لشکر عظیم جو چند ایام پہلے شمالی فرانس میں موجود تھا اور جسکو اپنی
فتحمندی کا پورا یقین تھا اب ایک بے ترتیبی سے فرانس کے شمالی شہروں میں منتشر ہوا پڑا ہے۔ اس شمالی لشکر نے
بجائے اس کے کہ پیرس کی مدد کو جاوے اپنی حفاظت فراری میں ہی پائی اور یہ لشکر عظیم اب فراریوں کا ایک
منتشر شدہ جتھا ہوگیا۔ اس لڑائی کے مفصل حالات حسب ذیل ہیں۔

۱۸۔ جنوری کی صبح کو یہ شمالی فوج اپنی چھاؤنیوں سے شہر اردیلرز اور بیئر پرس سراوزی کیجانب روانہ ہوئی۔
۲۲۔ کوزن کا دوسرا بریگیڈ فوج شہر روپی میں اس سے پہلے ہی پہنچ چکا تھا اور یہاں پرشیا کی فوج کا مقدمۃ الجیش لشکر ملا۔
یہ مقدمۃ الجیش سڑک پر رک گیا تا کہ پرشیا کی باقی فوج بھی آجاوے۔ اس وقت فورسٹر کے بریگیڈ فوج پر جو شہر واکس
میں پہنچگیا تھا پرشیا کی فوج نے توپخانہ کی ایک باٹری سے جس میں ۱۲۔ توپیں تھیں حملہ کردیا۔ کیونکہ سینٹ کوئینٹن میں کوئی
فرانسیسی رسالہ سواراں نہ تھا اسلئے اس بریگیڈ کو جرمنی فوج جسجگہ مقیم تھی اس کی خبر نہ پہنچ سکی اور جرمنی کی فوج نے
بے خبری میں اسپر حملہ کردیا تھا۔ باوجود اس بات کے اس فوج نے جسپر دس بجے صبح کے حملہ کیا گیا تھا۔ دوپہر کے ۲ بجے
تک نہایت بہادری سے اس حملہ کی مدافعت کی فرانسیسی فوج کی ۴۴۔ رجمنٹ نے کچھ عرصہ تک یہ حملہ جگر برداشت
کیا اور ذرا پیچھے نہ ہٹی اور بعد ازاں ۲۰ پلٹن پیدل اس کی مدد کے لئے آگئی۔ ایسی بہادرانہ مدافعت بغیر نقصان نہیں
ہوسکتی اور اسلئے اس رجمنٹ کے پانچ افسر اور سو آدمی ضایع ہوئے۔ فوج موبایل گارڈس پر جرمنی کے رسالہ سواران
نے حملہ کیا اور یہ حملہ کی مدافعت نہیں کرسکے لیکن دریائے سین اور مارنی کی فوج موبایل نے بڑی بہادری سے

اسس حملہ کو سترد کیا اور رسالہ سواران کو مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔ باوجودیکہ حملہ اس قدر سخت اور یکایک ہوا تھا لیکن پہلے برگیڈ
کو اسکو دوسرے برگیڈ کی کمک تک نہ پہنچے تھے اور جو کہ اس وقت شہر روزی کی سڑک پر بیکار پڑا ہوا تھا اپنا کوچ برابر
جاری رکھا اور شہر سیزیرس سروے اور سری لیس سیزیرس میں پہنچ گیا۔ اسلئے پرشیا کی فوج اُس فرنچ فوج کا کوچ کئے جانا نہ روک
سکی کہ جو زیر کمان جنرل ڈیبسول تھی۔ ۲۳۔ کور فوج نے کوچ میں بھی اپنی توپیں تیار رکھیں کیونکہ اُن کو یقین ہوا کہ حملہ عنقریب
ہی ہونے والا ہے تاہم وہ شہر واکس کی راہ سے شہر سرن کورٹ میں پہلے برگیڈ کے پہنچنے کے بعد پہنچے۔ اسطرح
اُس فوج کا جو مدد کے لئے بھیجی گئی تھی سخت نقصان ہوا اور اُس نے اپنی باربرداری کی بھی کئی گاڑیاں پیچھے چھوڑ دیں
یہ پہلے دن کی لڑائی اُس جنگ عظیم کی جو ۱۹۔ جنوری کو ہوئی گویا پیش خیمہ تھی۔ فرانسیسی فوج ۲۳۔ کور شہر سینٹ
کوئنٹن کے نزدیک مقیم کی گئی۔ اور پہلا ڈویژن فوج شہر نیویلی اور گاچی کے گرد اگرد چھاونیوں میں اور دوسرا ڈویژن شہر
گروجس اور مکارٹرس میں مقیم کیا گیا۔ فوج پرشیا نے اول کاشرس پر حملہ کیا جسکو میلن کے برگیڈ نے نہایت بہادری سے
بچایا باوجودیکہ فوج پرشیا ایسی عمدہ بلند جگہ پر مقیم تھی کہ جہاں سے یہ گاؤں بالکل اُن کی زد میں تھا تھوڑی سی دیر کے بعد
گروجس پر بھی حملہ کر دیا گیا اور قصبہ ساوی کی جانب بھی آگ برسائی جا رہی تھی اور وہاں کل ۲۲۔ کور فوج بڑی جلدی سے
کوچ کر گئی اور اپنی فوج میسرہ کو جو نہر پر مقیم تھی مدد دی۔ ڈرویا کے ڈویژن فوج دگو اُس پر ابھی تک حملہ نہیں کیا گیا تھا اُن
بلندیوں کیجانب کوچ کیا جہاں ایک پن چکی کا کارخانہ موسومہ ٹاؤٹ ونٹ بنا ہوا ہے اور نیز ریلیو پہاڑی کی چوٹیوں پر بھی
چلی گئی اور اس کی فوج میمنہ بھی نہر کیجانب جا رہی تھی میدان جنگ کی لائن مواضعات ہلمونٹ۔ ساوی۔ گروجس
ٹاؤٹ ونٹ کی چکی۔ موضع ریلیو لانیول سے شہر مزل سینٹ لارنٹ تک پھیلی ہوئی تھی۔ بدقسمتی سے ۲۲ کور اور ۲۳ کور کے
درمیان نہر کروزاٹ حائل ہو گئی اور اُس کے کنارے ایسے بنے ہوئے تھے کہ اُس پر سے پار جانے کا رستہ
ناممکن ہو گیا تھا بس جب تک کہ سینٹ کوئنٹن کا ایک طویل چکر نہ کھایا جاوے ان ہر دو افواج کا آپسمیں شریک
ہونا ناممکن تھا۔ دس بجے کے قریب جنرل لیمیین کو یہ احکام روانہ کئے گئے کہ موضع کاشرس کو چھوڑ کے بلندیوں پر
قبضہ کر لو۔ اور اُسی وقت جنرل ڈرویا کی فوج پر حملہ کر دیا گیا۔ اس حملہ کرنے میں توپخانہ بھی شریک تھا۔ پرشیا کی فوج ٹاکو
پہاڑی کی چوٹیوں سے فرانسیسی فوج پر اسقدر تیزی سے حملہ کرتی ہوئی دوڑ کے فرانسیسی فوج کے قریب آگئی کہ فرانسیسی
فوج نے اُن کو دشمن کی فوج نہ جانا اور جب یہ پرشیا کی فوج دو سو گز کے فاصلہ پر رہ گئی تب اُن کو معلوم ہوا۔ پھر تو فرانسیسی
فوج نے وہ آگ کی بوچھاڑ برسائی کہ جرمنی فوج کا آگے بڑھنے آنا ایک دم سے رُک گیا اور اب جرمنی فوج اس قدر
تیزی سے بھاگی کہ حملہ کرتی ہوئی بھی اسقدر تیزی سے نہیں اتری تھی۔ مگر اس پرشیا کی فوج کا بیحد نقصان ہوا اور شرک

تمام جرمنی کشتگان کی نعشیں اِدھر اُدھر بکھری پڑی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اسپر جرمنی کی بے شمار پلٹنیں آگے بڑھیں اور
جنرل بسول نے اُن کے روکنے کے لئے چار توپوں کی ایک باٹری آگے بڑھائی۔ لیکن یہ توپیں اس کام
کے لئے کافی نہ تھیں اور جرمنی توپخانہ کی باٹریوں نے فرانس کی اس باٹری کو بےکار کر دیا لیکن فرانسیسی فوج
نے فوراً ایک باٹری بارہ توپوں کی اُس کی جگہ قایم کردی اور جس نے اب جرمنی باٹری کو خاموش کرنا شروع کر دیا
لیکن اب پرشیا والوں کی بھی ایک اور باٹری توپخانہ کی آگئی جس کی وجہ سے اب باٹریوں کی جگہ تبدیل کرنا پڑی اور جنرل
بسول جبکہ اندر بینا برہ ہدایتیں دے رہا تھا۔ توگولے کے ایک ٹکڑے سے اُس کے پیٹ میں ایک سخت زخم آیا۔
ڈرویا کے ڈویژن فوج کئی بلند چوٹیوں پر مقیم تھی جہاں سے وہ جرمنی فوج کا آگے بڑھنا روکتی رہی سیسن ڈی ریلیو پر
آٹھ توپوں کی ایک باٹری مقیم تھی اور اس کی گولہ باری جرمنی باٹری کی گولہ باری سے بہت اچھی رہی۔ دو بجے کے
قریب پرشیا کی تمام فوج ۲۲۔ کورز کے سامنے سے پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن ۲۳۔ کورز فرانسیسی فوج نے پیچھے ہٹنا شروع کیا
جنرل فیڈہرب نے اس فوج کی مدد کو کئی پلٹنیں ۲۲۔ کورز کی بھیجیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا یہ مدد وقت پر پہنچی یا نہیں
لیکن ۲۳۔ کورز پیچھے ہٹتی ہوئی صاف نظر آتی تھی اور اس کے بعد وہ جلد پسپا ہو گئی۔ اُس وقت دو یا تین بجے
تھے۔ لیکن ۲۲۔ کورز فوج پرشیا کو ہٹا کر اُس وقت بہت آگے بڑھ گئی تھی۔ چونکہ اس کی لائن فوج جو بطور محراب دائرہ
کے پڑی ہوئی تھی اب فوج کے آگے بڑھنے کے ساتھ وہ بھی بڑھتی گئی لیکن اب اس لائن کو خطرہ ہو گیا تھا کیونکہ جوں جوں
لائن کے بڑھنے کے یہ لائن فوج پتلی ہوتی جاتی تھی۔ اور خطرہ یوں اور زیادہ تھا کہ فرانسیسی فوج محفوظ اب بہت کم رہ گئی
تھی اور پرشیا کی تمام فوج اب ایک جا جمع ہو کر تین یا چار کالموں میں قریب قریب پڑی تھی اور جو اب ایک لمحہ میں فرانسیسی
پتلی لائن فوج کو بھگا سکتی تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ½ ۳ بجے کے قریب فوج سوبائل نے پیچھے ہٹنا شروع کیا لیکن موضع
کاچی کے مقابل شفاخانہ کی گاڑیوں کے پیچھے جا کر یہ فوج پھر جمع ہوئی اور محفوظ فوج زوائرز کے ہمراہ ٹھیر کر اب اُسکو
یہ حکم دیا گیا کہ جب تک فوج پسپانہ ہو جاوے یہ وہاں ٹھیری رہے۔ ڈرویا کے ڈویژن کے مقابلہ میں ایک ضعیف
جرمنی فوجی کالم نے فرانسیسی فوج میسرہ پر حملہ کرنا چاہا لیکن فرانسیسوں کی ایک باٹری نے جسمیں ۸ توپیں تھیں اور جو
ایم مونٹ بلو کے ماتحت تھی اُس نے پرشیا کی فوج کا آگے بڑھنا روکا اور فوج پرشیا کو سخت نقصان پہنچایا
چار بجے کے قریب فرانسیسی فوج نے اپنی جگہ کوئی نہیں چھوڑی تھی اور بڑی بہادری سے بچائی ہوئی تھی لیکن
فرانسیسی فوج کو پسپا ہونے کا حکم دیدیا گیا اور بیشک یہ حکم اس وجہ سے دیا گیا کہ پازل ڈمی آنوٹی کے ڈویژن فوج
پر یہ اعتبار نہیں کیا گیا کہ وہ جرمنی سپاہ کے حملہ کی مدافعت کر سکے گی۔

۲۲۔ کونڈ کی چند پلٹنیں لڑتی رہیں اور اُن کی آڑمیں تمام فوج پسپا ہوتی رہی اور یہ پسپائی اول تو بڑی ہی باقاعدہ اور باترتیب تھی پلٹنیں جا چکیں تو اُن کے بعد توپخانہ گیا لیکن اس کی تھوڑی ہی دیر کے بعد فوج پرشیا کا توپخانہ اُن بلندیوں کی چوٹیوں پر چڑھ گیا جہاں سے فرانسیسی فوج عین زد میں تھی اور اب اُنہوں نے وہاں سے آگ برسانا شروع کر دیا۔ فرانسیسی فوج اول تو تیز قدمی سے چلی تاکہ ان دشمنوں کی توپوں کی زد سے باہر نکل جاوے لیکن گولہ باری کا اثر اسقدر تیز تھا کہ فوج فرانس کو بھاگنا پڑا اور آگے بڑھکر پھر باقاعدہ چلنے لگے لیکن فرانسیسی فوج کا بہت سخت نقصان ہوا۔ تمام فوج فرانسیسی پرشیا کی گولہ باری کے اندر سے شہر سینٹ کوئنٹن میں ہو کر گذری۔ فوج پرشیا نے اب اس شہر پر گولہ باری شروع کر دی جسکی وجہ سے مکانوں کی چھتیں پاش پاش ہو کر مکانوں میں آگ لگتی تھی۔ بوجہ رات ہو جانے کے فرانسیسی فوج کا تعاقب موقوف ہوا اور جنرل فیڈہرب بغیر زاید نقصان کے شہر کیمبرائی کیجانب پسپا ہوا۔

## جنگ ڈیچون

۲۱۔ جنوری کی صبح کے دس بجے پرشیا کی ایک فوج اُن پہاڑیوں میں سے بعض پہاڑیوں پر مقیم ہوئی کہ جو شہر ڈیچون کے گرداگرد ہیں اور فرانسیسی باٹریوں پر آگ برسانا شروع کیا لیکن فوج پرشیا کی آگ ایسی مضبوط نہ تھی کہ جیسے فرانسیسی آگ تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ پرشیا کی فوج کے پاس توپخانہ بھی کم ہے۔ پرشیا کے اس فوج کے گولے بھی نشانہ پر نہیں پہنچتے تھے جیسا کہ ہمیشہ ہوا کرتا تھا اور بہت سے گولے جاتے ہوئے ہوا ہی میں ٹوٹ جاتے تھے اور اُن سے کچھ نقصان نہیں ہوتا تھا۔ فرانسیسی توپخانہ کی باٹریاں جو موضع ٹالنٹ اور بیسیر پر مقیم تھیں بڑی جلدی جلدی گولہ باری کر رہی تھیں اور دشمن کو نقصان بھی پہنچاتی تھیں۔

فرانس کی ایک باٹری نے بہت جلدی جلدی گولہ باری کی اور اُس کو کچھ نقصان نہیں ہوا یہ تمام لڑائی توپخانوں ہی سے ہوئی۔ سوائے ایک چھوٹے سے معرکے کے کہ جو پیدل فوج سے قصبہ فونٹین اور ڈیجس اور ہائی ویلی پر ہوا کیونکہ ان قصبات پر پرشیا کی فوج حملہ کرنے ہی کو تھی۔ سہ پہر کو چار بجے دونوں جانب سے گولہ باری موقوف ہو گئی اور اگر جانبین میں سے کسیکو کچھ بھی فائدہ ہوا ہو گا تو وہ فوج مقیمہ ڈیچون کو ہوا۔ پرشیا کی فوج کی تعداد دس ہزار یا پندرہ ہزار تھی اور فرانسیسی فوج جو ڈیچون میں گریبالڈی کے ماتحت تھی اُس کا تخمینہ بیس ہزار سے چالیس ہزار تک کیا گیا ہے اور فرانسیسی فوج میں بیس توپیں بڑی تھیں اور چالیس چھوٹی تھیں اور اسی قدر کوہی

توپیں تھیں۔

۲۱۔ جنوری کی آدھی رات کے قریب پرشیا کی فوج نے قصبات ہائی ویلی۔ ڈیکس اور فون ٹین لیبن ڈیچون پر فرانسیسی فوج پر حملہ کردیا اور چونکہ ان کے مقابلہ کے لئے یہاں فرانسیسی فوج کم تھی اس لئے فوج پرشیا نے ان قصبات پر قبضہ کرلیا۔ شہر ایٹ میجر میں بڑی کھلبلی پڑی ہوئی تھی فرانسیسی فوج بڑی عسرت کے ساتھ شہر میں کبھی ادھر آتی کبھی اُدھر جاتی اور تمام آدمیوں کو یہ یقین ہوگیا کہ شہر پر رات کو حملہ ہوگا۔ فوج کو یہ حکم دیا گیا کہ شہر کے جو بڑے بڑے دروازے ہیں ان کے قریب مقیم رہوے تاکہ اگر فوج پرشیا حملہ کرے تو اسکی مدافعت کیجاوے۔ شہر کے حاکم اعلےٰ کے مکان کے سامنے گریبالڈی تمام رات اپنی گاڑی میں بیٹھا رہا۔ جنرل بورڈون جو ایک بڑا ہوشیار جنرل تھا تمام رات شہر میں معہ فوج پھرتا رہا۔ جنرل پلیسیئر اپنی جگہ رات بھر جاگتا رہا یہاں تک تیاری کرلی تھی کہ گاڑیوں میں روانگی سے لئے اسباب تک رکھدیا تھا۔ مگر دشمن نے رات کو اس شہر پر کوئی حملہ نہیں کیا اور علے الصّباح فرانسیسی فوج شہر سے باہر نکلنا شروع ہوئی۔ ۲۲۔ کی صبح کو بہ نسبت روز گذشتہ کے بڑی تیز گولہ باری شروع کردی گئی اور فرانسیسی فوج کی جنبش کی جنبشیں ان مقاموں کی جانب بڑھی جاتی تھیں جو اُنسے دشمن نے چھین لئے تھے۔ فوج پرشیا کی زیادہ تر گولہ باری کی وجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ رات کو پرشیا کی فوج میں اور کمک آگئی تھی۔ فرانسیسی فوج کے حملہ کا رُخ فون ٹین لیبن ڈیچون کی جانب تھا اور قصبہ ٹالنٹ میں سے برابر گولے اور گولیاں آرہی تھیں۔ دوپہر کے قریب لڑائی بہت تیز ہوگئی اور فرانسیسی فوج کامیابی سے آگے بڑھی جارہی تھی۔ اسوقت فرانسیسی فوج موبائل کو حکم دیا گیا کہ اس پرشیا کی فوج پر جو فون ٹین میں مقیم ہے سنگین سے حملہ کردے۔ اسوقت فرانسیسی فوج زوائز (قواعددان) کے تین سپاہی ڈیجون میں موجود تھے جو اپنی رجمنٹ کو جاتے تھے انہوں نے بطور والنٹیر کے اپنے تئیں اس فوج موبائل کے آگے آگے رکھا اور اس فوج کے آگے آگے چلے۔ ان کی اس ہمت اور جرأت سے تمام فوج موبائل میں بہادری اور جرأت وہمت زیادہ ہوگئی۔ اس فوج نے اب ان کے پیچھے پیچھے جاکر اور جو نظیر انہوں نے قایم کی تھی اُسپر عمل کرکے بڑی بہادری سے آگے بڑھکر دشمن پر دلیرانہ حملہ کیا۔ ان کے سامنے سے پرشیا کی فوج پسپا ہوگئی اور تھوڑی دیر لڑائی کرکے موضع ڈیکس میں جو پہاڑی پر واقع تھا۔ جاکر پناہ لی۔ اسجگہ فوج موبائل نے زیر ہدایت اُن تین قواعددان سپاہیوں کے۔ دشمن پر سنگینوں سے بڑا سخت حملہ کردیا اور اس حملہ میں فوج موبائل پھر کامیاب ہوئی۔ یہاں پر فوج پرشیا نے اس حملہ کی مدافعت بہت جم کے کی اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں وہ اپنے مقتولین اور مجروحین کی نعشوں اور

جسموں کے انباروں میں پیروں سے گھٹنوں تک نظر آتے تھے۔ یہاں پر اس فرانسیسی فوج کو پھر کامیابی ہوئی اور یہ پھر جگہ ان تینوں والنٹیر سپاہیوں کے پیچھے چلی جارہی تھی اور یہ سپاہی اپنا تنیلی پر دھرے ہوئے آگے آگے جارہے تھے اب اس فوج نے قصبہ ہاٹویلی کی جانب رخ کیا اور اس آخری جگہ سے بھی پرشیا کی فوج کو سنگینوں سے حملہ کرکے بھگادیا اور ان تین والنٹیر سپاہیوں کی بہادری کی وجہ سے فرانسیسی فوج نے اپنی سب جگہیں پرشیا سے لے لیں اور پرشیا کی فوج کو بڑی فاحش شکست دی اور پرشیا کی فوج اس قدر ماری گئی کہ یہ نقصان ہمیشہ یاد رہے گا۔ یہ لڑائی شام تک ہوتی رہی اور سب جگہ پرشیا کی فوج کو شکست ہوئی اور تھوڑے سے قیدی بھی فرانسیسی فوج نے گرفتار کئے۔ گریبالڈی کی فوج نے پرشیا کی فوج کی وہ گاڑیاں جنہیں مجروحین کو میدان جنگ سے اٹھا کے لے جاتے ہیں گرفتار کرلیں جن کی تعداد تین ۳۰۰ سو تھی اور چھ یا سات گاڑیوں میں ڈاکٹری اور جرّاحی کی کل ادویات و اوزار موجود تھے۔ فرانسیسی فوج بھی بہت ماری گئی اور اکثر غیر معمولی طور سے اُنکے افسر بہت ضایع ہوئے۔

۲۳۔ جنوری کو علے الصّباح فرانسیسی فوج میں بہت گھبراہٹ پڑی ہوئی تھی چونکہ وہاں یہ مشہور ہورہا تھا کہ رات کو فوج پرشیا کی کمک پر اور فوج آگئی ہے۔ رات کو فوج پرشیا ایک بڑا چکر کاٹ کر پھر اسی جگہ مقیم ہوئی جس جگہ سے کہ اُس نے ۲۳۔ کو فرانسیسی فوج پر حملہ کیا۔ تین بجے تک لڑائی صرف توپخانہ سے ہوتی رہی۔ پرشیا کی فوج کی گولہ باری ٹھیک نشانہ پر نہ ہوتی تھی اور بہت جلد جلد بھی نہ ہوتی تھی۔ فرانسیسی توپخانہ سے جو قصبۂ سینٹ مارٹن میں مقیم تھا ہر ایک گولے کا جواب بڑی جلدی جلدی دیا جارہا تھا اور باوجودیکہ دشمن کے کئی گولے فرانسیسی گولنداز وں کے درمیان میں جاکر گرے تاہم فرانسیسیوں کی ہمت کم نہیں ہوئی۔ فرانسیسی توپخانہ کی باڑہی نے جو قصبۂ فون ٹین لیس ڈیجون پر مقیم تھی پرشیا کے توپخانہ کی باڑی پر جو قصبۂ پوشلی میں تھی خوب گولہ باری کی اور قصبۂ پوبندرینی پر ایک توپ پڑی ہوئی تھی وہاں سے بھی کبھی کبھی ایک آدھ گولہ آ پڑتا تھا۔ ساڑھے تین بجے پرشیا کی اپنی توپیں سڑک کی دونوں جانب تھوڑی تھوڑی دور کے فاصلہ سے لگادیں اور چھ توپیں ذرا پیچھے لیجاکر ایک بلند مقام پر لگادی گئیں۔ اور اسوقت پرشیا کی فوج نے بڑے غصہ سے ایک غیر معمولی جلدی کے ساتھ تمام فرانسیسی مقامات پر گولہ باری شروع کردی۔ اس وقت تمام مختلف دمدموں اور مورچوں پر ایسا گہر چھا رہا تھا کہ وہ نظر نہ آتے تھے ہاں جب توپ چلنے کا شعلہ اٹھتا تب دکھ جاتے تھے۔ گولوں کی ہوا میں ایسی آواز سنائی دیتی تھی کہ جیسے طوفان میں کوئی جہاز آجاتا ہے اور ہوا اُس کے بادبانوں اور رسیوں میں سے سناٹے

سے نکلا کرتی ہے۔ پرشیا کی تمام پیدل فوج نے متواتر باڑھیں بندوقوں کی لگائیں اور اس سے فرانسیسی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ چار بجے کے قریب تمام فرانسیسی فوج کو حکم دیا گیا کہ وہ دشمن پر سنگینوں سے حملہ کرے۔ آج کی لڑائی میں یہ بڑا جوشدار شورانگیز نظارہ تھا جب کہ کل فرانسیسی فوج نے جو سوا میل تک پھیلی ہوئی تھی نعرہ ہائے خوشی مار کر حملہ کرنے کے لئے آگے کوچ کیا۔ گریبالڈی کی فوج اور فرانسیسی فوج سوبائل شانہ بشانہ ملی ہوئی بڑھی چلی جاتی تھی اور پرشیا کی فوج کا توپخانہ اُن کے مقابلہ پر تھا۔ پرشیا کی پیدل فوج جو فرانسیسی فوج کے مقابل ایک لائن میں کھڑی تھی فرانسیسی فوج کے برابر بڑھنے سے بڑی گھبراہٹ سے پسپا ہو گئی اور توپخانہ کی باڑی بھی پسپا ہو کے پیچھے ہٹ گئی۔ اس عرصہ میں فرانسیسی توپخانہ کی باڑیوں نے فوراً آگے بڑھ کے اُس مورچہ پر قبضہ کر لیا جہاں فوج پرشیا کے توپخانہ کی باڑی ابھی پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اس وقت سے فوج پرشیا نے جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ تھوڑی سی فوج لڑتی رہی اور اُس کی آڑ میں کل فوج پرشیا بڑی عمدہ اور باقاعدہ طور سے پسپا ہو گئی۔ گولہ باری بتدریج کم ہوتے ہوتے شام کے پانچ بجے بالکل موقوف ہوئی جبکہ پرشیا کی فوج کے تمام مورچوں اور دمدموں پر فرانسیسی فوج قابض ہو گئی۔ شہر ڈیجون پر فرانسیسیوں نے بے شک یہ بڑی فتح پائی۔ گریبالڈی کی فوج نے پرشیا کی ایک رجمنٹ سے اُس کا جھنڈا چھین لیا جو ریشم سے کام بنا ہوا تھا اور کچھ سپاہی فوج پرشیا کے گرفتار کئے۔ اس تین دن کی لڑائی میں مقتولین اور مجروحین میں فرنچ فوج کے ایک ہزار پانسو سپاہی ضایع ہوئے اور فوج پرشیا کا نقصان اس سے بھی بہت زیادہ ہوا۔ ملک پولنڈ کے جنرل بوسک کے ایک مہلک زخم آیا۔ اس سے فرانسیسی فوج کو بہت افسوس ہوا۔

۲۲۔ جنوری کو شہر کیمبرائی پر گولہ باری شروع کی گئی۔ پرشیا کی فوج نے اپنا توپخانہ اس شہر کے جنوب مغرب کی طرف بجانب شہر مارکوانگ اور سرویٹر زقایم کیا لیکن فرانس کا بحری توپخانہ اس شہر کی حفاظت پر تھا اور اُس نے پرشیا کے توپخانہ کو بڑا صدمہ پہنچایا۔ جنرل ون گوئنٹن نے یہ دیکھ کر کہ شہر جلدی سے فتح نہیں ہو سکے گا اور اُس کو یہ بھی خوف ہوا کہ کہیں فرانسیسی فوج پیچھے سے آکر حملہ نہ کر دے اس لئے ۲۴۔ تاریخ کو اُس نے محاصرہ اُٹھا لیا۔

۲۲۔ جنوری کو باشندگان شہر جیسورس نے ایک بہت بڑی فوج پرشیا کے حملہ کی مدافعت بڑی بہادری سے کی۔ جن شخصوں کے پاس ہتھیار نہ تھے اُنہوں نے درانتی اور کھرپے سے لڑائی کی۔ اُنہوں نے گھوڑے اور گاڑیاں گرفتار کر لئے اور جرمنی فوج کے بارہ سپاہی مار ڈالے۔

۲۳۔ جنوری کو پرشیا کی فوج نے شہر لافلیچی کو خالی کر دیا۔ لیکن ۲۴۔ جنوری کو جبکہ ایک فرانسیسی فوج لافلیچی کیجانب بھیجی گئی تو وہاں اُس نے کچھ جرمنی فوج کو کمین میں چھپا ہوا پایا۔ فرانسیسی رسالہ سواران معہ پیدل فوج کے وہاں پہنچ گیا اور اُس نے بچہتر جرمنی کے سپاہیوں کو منتشر کر دیا اور بہت سے سپاہی مار ڈالے۔ اور پرشیا کی فوج کو شہر سے بھگاکر فرانسیسی فوج شہر پر قابض ہوگئی بعد ازاں ایک مضبوط دستہ پرشیا کی فوج کا آگیا اور پھر فرانسیسی فوج شہر وجس کیجانب پسپا ہوگئی۔ شہر لافلیچی کے بازار میں پرشیا کی بہت فوج ماری گئی۔ فرانس کی فوج موبائل مشتمل قواعد داں فوج کے لڑی۔

پیرس کے قلعجات پر ۲۳۔ جنوری کو گولہ باری شروع کی گئی اور شہر ڈینس کے قلعجات پر ۲۲۔ کی شام سے گولہ باری شروع کر دی گئی تھی جو ۲۳۔ کی سہ پہر کے چار بجے تک آہستہ آہستہ ہوتی رہی۔ فرانس نے ۲۲۔ تاریخ کی رات اور ۲۳۔ کی صبح تک شہر سینٹ ڈینس کے قلعوں کو جو کچھ نقصان پہنچا تھا اُس کی مرمت کر لی۔ اور اس عرصہ میں ان قلعوں میں وہ بڑی بھاری بھاری توپیں لے آئے جیسی قبل اس قلعہ میں نہ تھی اور اپنے میدانی توپخانہ اور پیدل فوج کو ذرا آگے بڑھایا اور اسی طرح جنگی کشتیوں کو تاکہ قصبات اپینی اور آرمین کے لوگوں پر حملہ کا خوف ڈالدیں اور سہ پہر کو چار بجے جبکہ گہر موقوف ہوا فرانسیسی فوج نے بڑھ کر حملہ کر دیا۔ چھ بجے تک جانبین میں نہایت سخت لڑائی توپوں کی رہی۔ جرمنی توپخانہ کے دو افسر اور ایک کپتان ۲۲۔ جنوری کو مارے گئے۔ ۲۶۔ جنوری کو ورسلیز سے جرمنی توپخانہ کو یہ حکم موصول ہوا کہ اگر فرانسیسی آگ برسانا موقوف کر دیں تو جرمنی توپخانہ بھی رات کے بارہ بجے کے بعد سے گولہ باری موقوف کر دے اور جب تک کہ دیگر احکام دوبارہ نہ پہونچ جاویں گولہ باری پھر شروع نہ کرے۔ ہاں اُس وقت ایسا کرنے کا اختیار ہے جب کہ اول فرانسیسی فوج خود ہی گولہ باری شروع کر دے۔

۲۴۔ جنوری کو شہر لانگوی نے جس پر نو دن سے گولہ باری ہو رہی تھی اپنے تئیں فوج پرشیا کے سپرد کر دیا چار ہزار قیدی اور دو سو توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ لگیں۔

۲۴۔ جنوری کو فرنیکس تیرئر کے ایک دستہ نے پرشیا کی فوج کو قصبہ لاموت سے بھگا دیا اور کئی سپاہی مار ڈالے۔

۲۴۔ جنوری کو پرشیا کی ایک فوج جسکی تعداد دو سو تھی شہر عین کو گئی اور وہاں فرنیکس تیرئر کے ایک دستہ فوج سے اُسکی لڑائی ہوئی۔ مگر اس لڑائی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا لیکن پرشیا کی فوج نے یہ کہلا بھیجا کہ اگر فرنیکس تیرئر ہم پر چھپکے سے آگ برسائینگے تو ہم شہر کو جلا دینگے۔

جنگ بلفورٹ کے بعد اس بقیہ فرانسیسی فوج کا جو پسپا ہو گئی تھی اور جو زیر کمان جنرل بوبکی تھی جنرل مانٹیفل نے ایک بڑی تعداد فوج پرشیا کے ساتھ تعاقب کیا اور اس فوج سے پرشیا کی فوج کے ساتھ ۳۰ اور ۳۱ جنوری اور یکم فروری کو کئی معرکے ہوئے جنمیں سے بعض معرکے سخت بھی ہوئے اور خاصکر وہ معرکہ بہت سخت تھا جو قصبۂ اکلوز کے پاس ہوا اور یہ قصبہ فرانس کے شہر پونٹ ارلیئر اور سوئزرلینڈ کی سرحد کے بیچ میں واقع ہے اور یہاں پرشیا کی فوج نے حملہ کر کے فرانس کی تمام فوج کو سرحد کے پہاڑوں میں بھگا دیا اور آخر کار فرانسیسی فوج کو شکست ہوئی۔ پرشیا کی فوج نے دو جھنڈے اکیس توپیں اور ۱۹ مٹرلیوزیں۔ دو جنرل اور پندرہ ہزار سپاہی گرفتار کئے۔ اور علاوہ اس کے کئی سو خچر اور رسد کی گاڑیاں اور بے شمار سامان جنگ فوج پرشیا کے ہاتھ لگا جرمنی فوج مقتولوں میں اور مجروحین میں قریب چھ سو کے ضایع ہوئی۔ جنرل مانٹیفل نے فرانس کی فوج کو حدود سوئٹزرلینڈ کے پہاڑوں پر اس قدر دبایا اور گھیر لیا اور فرانس کی فوج کو دو باتوں پر مجبور کیا کہ یا تو وہ اپنے تئیں سپرد کر دے اور یا علاقہ سوئٹزرلینڈ میں چلی جاوے۔ فرانسیسی جنرلوں نے اس مخمصہ سے نکلنے کے لئے دار لسلطنت کونسل جمع کی اور خواہش اُن کی یہ تھی کہ فرانسیسی علاقہ میں اس فوج کو آنے دیا جاوے۔ مگر شاہ پرشیا نے یہ بات نہ مانی۔ اسپر یہ فرانسیسی فوج جسکی تعداد ۸۰۰۰۰ ہزار تھی سوئٹزرلینڈ کے علاقہ میں داخل ہو گئی اور اپنے تئیں دشمن کو سپرد کر دینے سے بچا لیا۔

جنرل گریبالڈی کو جنوری کے اختتام پر اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں پرشیا کی فوج اسکو یہاں گھیر نہ لے اسلئے وہ نہایت جلدی سے پسپا ہو گیا۔ ایک چھوٹی سی لڑائی کے بعد یکم فروری کو فوج پرشیا نے ڈیجون پر قبضہ کر لیا۔

# فصل ہفدہم

## پیرس کی سپردگی۔ صلح کے لئے مہلت جنگ

فرانسیسوں نے جسقدر ان تھک اور با استقلال کوششیں اس بارہ میں کیں کہ فوج جرمنی کو ملک فرانس سے باہر نکال کر اُن کے ملک میں اُن کو واپس بھگا دیا جاوے یہ سب کوششیں بے کار گئیں۔ اور فرانس کی فوجی شہرت اور اُسکا جنگی دبدبہ و اقتدار کچھ عرصہ کے لئے کم ہو گیا۔ تواریخ اسبات کی شاہد ہیں کہ فرانسیسی قوم زمانۂ سابق میں بھی بڑے بڑے تغیر اور انقلابات برداشت کر چکی ہے لیکن اس زمانہ سے کہ جب

ایڈورڈ[1] بلیک پرنس نے فرانس کی بے شمار فوج کو شکست فاش دی تھی تب سے فرانسیسی قوم نے ایسا سخت تغیر اور انقلاب برداشت نہیں کیا تھا جیسا کہ انیسویں صدی کے آخری نصف حصہ میں یعنے ١٨٧١ء کے شروع میں اُس نے برداشت کیا میدان کارزار میں فرانس کے ہر ایک لشکر کو شکست ہوگئی ہے اور ایسے حالات میں دارالخلافہ کے فتح ہوجانے میں ایک ایسی بات وابستہ ہے کہ جسکو معمولی شکست نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور اس خیال کو وسیع کرنے سے صاف اور صریح طور سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ بات یا حکمت عملی عقل کے موافق ہے یا نہیں کہ فرانس کی عزت قایم رکھنے کے لئے یا اُس کے فائدے کیلئے آیا یہ جنگ قایم اور جاری رکھی جاوے؟ ایسے حالات میں ایم گیمبیٹا کی مزاج کا آدمی چاہے کچھ ہی خیال کرے یا عمل کرے۔ لیکن ایم جولیس فاور۔ جنرل ٹروچو اور دیگر اعتدال پسند ممبران عارضی گورنمنٹ فرانس کے رویّہ سے یہ بات ناممکن معلوم ہوتی تھی کہ وہ ایک ایسی تجویز کو منظور کرینگے جو ملک فرانس کو اب زیادہ عرصہ تک ایک غیر مفید جنگ میں اور زیادہ مبتلا رکھے جسمیں فتحمندی کی بالکل اُمید نہ ہو۔ اسلئے پیرس کا فتح ہوجانا یا مطیع ہوجانے کا زمانہ جنگ ہذا میں ایک ایسا زمانہ ہوا ہے جسمیں اس بات پر خوب بحث ہوئی تھی کہ آیا جنگ کو جاری رکھا جاوے یا صلح کرلیجاوے۔ اس سوال کا فیصلہ اب کُل ملک فرانس ہی کرسکتا تھا کیونکہ فرانس کی گورنمنٹ آف ڈیفنس نے تو یہ قرارداد کرلیا تھا کہ جب تک حملہ آور زمین فرانس پر موجود ہے ہم صلح نہیں کرتے اور اس لئے اب بجائے نیشنل ڈیفنس کی گورنمنٹ کی نیشنل اسمبلی (قومی مجلس حکومت) کا منتخب کیا جانا ضروری ہوا اور نہ صلح ہونا ناممکن تھی چونکہ پہلی حالت میں نہ تو حملہ آوروں کا فرانس سے نکلنا متصور ہوسکتا تھا اور اس لئے صلح کا ہونا قیاس نہیں کیا جاسکتا تھا اسلئے نیشنل اسمبلی کے انتخاب کی ضرورت ہوئی اور ملک فرانس سے اسی سوال کا جواب پوچھا گیا کہ کیا اب جنگ کو ختم کردیا جاوے؟ لیکن اب ظاہر سوال یہ بھی آپڑا تھا کہ اب فرانس میں کونسی قسم کی گورنمنٹ قایم کیجاوے۔؟ لیکن یہ بات تو صاف ظاہر ہوگئی تھی کہ فرانس میں اب چاہے کسی قسم کی گورنمنٹ منتخب ہو وہ اب ہر کارروائی قوم کی مرضی کے موافق کرے گی۔ اور چونکہ قوم فرنچ کو اب یہ ایسا موقع مل گیا تھا کہ سب ملک فرانس کے خیالات ظاہر ہوگئے اسلئے جس قسم کی گورنمنٹ قایم ہوتی وہ ان خیالات ملک کی نقیض کا روائی

---

نوٹ [1]۔ ایڈورڈ بلیک پرنس پسر شاہ انگلینڈ یعنے ایڈورڈ سوم کا بیٹا اور ولیعہد تھا۔ باپ کے عین حیات میں یہ فوت ہوگیا۔ بڑا بہادر جرنیل تھا۔ کریسی کی لڑائی میں ١٣٤٦ء میں فرانس کی بے شمار فوج کو بڑی بہادری سے شکست دی۔ از مترجم۔

ہرگز نہ کرتے۔ کیونکہ اب کسی قسم کی گورنمنٹ بغیر کل ملک فرانس کے منظوری لئے۔ ایک بڑا قطعہ ملک دے کر صلح نہیں کر سکتے تھے اسی طرح سے اب چاہے کسی قسم کی گورنمنٹ ہوتی بغیر اُس کی مرضی کے جنگ بھی جاری نہیں رکھ سکتی تھی۔ اس طرح سے باشندگان فرانس کو اب یہ موقع بابت کے فیصلہ کرنے کا ملا تھا کہ اب وہ کس قسم کی گورنمنٹ کو ملک میں جاری کرنا پسند کرتے ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ اس مفید سوال کا اُن کو فیصلہ کرنا باقی تھا کہ آیا صلح کرلی جاوے یا جنگ کو جاری رہنے دیا جاوے۔

قلعجات پیرس کی سپردگی کی بابت خاص خاص شرطیں حسب ذیل تھیں:۔

صلح برائے مہلتِ جنگ پیرس میں فوراً عمل پذیر ہوگی۔ اور دیگر اضلاع میں تین دن کے بعد سے۔ اور ۱۹ فروری کی دوپہر کو یہ عارضی صلح ختم ہوجاوے گی۔

حدبندی عارضی کا یہ فیصلہ ہوا کہ اضلاع سارتھی۔ انڈری۔ لوائر۔ لوئی۔ چیر۔ لوریڈیونی اور ان کے علاوہ جتنے اضلاع شمال مغرب میں ہیں سوائے اضلاع پس ڈی کالائش اور نورڈ کے یہ سب جرمنی قبضہ میں رہینگے۔

اس عارضی صلح کا فیصلہ دربارہ اضلاع کوٹ ڈمی اور ڈوبس۔ جورا۔ اور بلفورٹ محفوظ رکھا گیا تاوقتیکہ جب تک کہ فرانس کے اُس حصے میں فوجی کارروائی جاری رہے گی اور جس کارروائی میں بلفورٹ کا محاصرہ بھی شامل ہے۔ فوج بحری بھی اس مہلتِ جنگ سے مستفید ہوگی۔ قیدیان رہا کئے جاوینگے اور مال غنیمت واپس دیا جاویگا۔

تمام قلعجات پر جرمنی قبضہ کرا دیا جاوے گا اور تمام سامان جنگ جرمنی فوج کو دے دیا جاوے گا ان امور کے عملدرآمد کے لئے فوراً کارروائی شروع کیجاوے گی۔

ریلوے جات آرلینز، بیمورس اور آرلینز اور النکاون۔ یہ سب ریلوے فرانسیسوں کے استعمال کے لئے کشادہ رہیں گے تاکہ پیرس میں غلہ اور سامان وغیرہ کا ذخیرہ کرلیا جاوے اور دریائے سین اور مارنی اور جنوب اور مغرب کی سڑکیں بھی اسی غرض کے لئے فرانسیسوں کے لئے کشادہ رہینگی۔

نیشنل اسمبلی (قومی مجلس حکومت) کے انتخاب کے لئے لوگوں کو منتخب کرنے کی کارروائی شروع

کی جاوے گی کیونکہ نیشنل اسمبلی صلح کرنے یا جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کرے گی۔ شہر بورڈو مقرر کیا جاتا ہے وہاں نیشنل اسمبلی کا جلسہ منعقد ہوگا۔

پیرس کے تمام قلعجات جرمنی فوج کو فوراً سپرد کر دیئے جاویں گے۔ اور پیرس کے خاص قلعہ میں سے فوج اور ہتھیار سب نکال کر اسکو خالی کر دیا جاوے گا۔

تمام فوج بری اور بحری اور موبائل گارڈس موجودہ پیرس اسیران جنگ ہیں سوائے بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ فوج کے جو عام انتظام کے لئے قایم رکھی جاوے گی۔ یہ اسیران جنگ اس عارضی صلح کے دوران میں پیرس کی فصیل کے اندر ہی اندر رہینگے اور ان کے ہتھیار لے لئے جاویں گے۔ فوج نیشنل گارڈس اور فوج پولیس اپنے ہتھیار برائے انتظام اور حفاظت عامہ اپنے پاس رکھے گی اور فرنکس ٹیر کی تمام فوجیں توڑ دی جاویں گی۔ جرمنی فوج کے جہاں تک اختیار میں ہوگا۔ فرانسیسی محکمہ کمسریٹ کو اس بارہ میں سہولت اور آسانی سے مدد دے گی کہ پیرس میں غلہ وغیرہ پھر جمع کر دیا جاوے گا اور اگر کوئی شخص پیرس سے جانا چاہے گا تو فرانسیسی حکام کی اجازت کے ساتھ یہ بھی ضروری ہوگا کہ جرمنی افسران کی بھی اجازت حاصل کی جاوے۔ جرمنی فوج کے خرچ کے لئے شہر پیرس سے پندرہ دن کے اندر اندر بیس کروڑ فرانک چندہ کر کے جرمنی افسران کو دئے جاویں (فرانک ملک فرانس کا ایک سکہ چاندی کا ہوتا ہے۔ ہندوستان کے سکہ سے اگر اس کی قیمت کا موازنہ کیا جاوے جو ہمیشہ بوجہ نرخ تبادلہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے تو بمشکل ایک فرانک ہندوستان کے بارہ آنے کے برابر ہوتا ہے۔ از مترجم)

اس عارضی صلح کے دوران میں فرانس کی سرکاری جائداد کا انتقال نہ ہو سکے گا۔ جرمنی اسیران جنگ بعوض بے شمار فرانسیسی اسیران جنگ کے رہا ہونگے یعنے جانبین اسیران جنگ کو رہا کر دینگے اور اسی طرح سے ہر دو جانب کے جہازوں کے کپتان اور دیگر عام آدمی جو اسیر جنگ ہیں یہ سب چھوڑ دیئے جاوینگے۔

پیرس کی سپردگی کے شرائط پر ۲۸۔ جنوری کی سہ پہر کو فریقین کے دستخط ہو گئے اور جرمنی کی فوج نے ۲۹۔ جنوری کی صبح کو قلعجات پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ قلعہ مونٹ ویلیرین پر جرمنی کی فوج نے ۲۹۔ جنوری کی شام ہی کو قبضہ کر لیا۔ ان قلعجات میں جرمنی فوج ابھی بیماری تھی ہیں

تو ٹائے گئی چونکہ پیرس کا خاص قلعہ بڑا مستحکم تھا اور اس میں بڑی بڑی توپیں اور فوج عظیم تھی اور پیرس کی جدت پسند اور متلون المزاج آبادی پران فاتحان کو کسی قسم کا بھروسہ نہیں ہو سکتا تھا تاوقتیکہ تمام شہر پیرس کے ہتھیار رکھ لئے جاویں۔ جرمنی کی ایک بڑی مضبوط فوج پیدل اور توپخانہ پیرس کے اندر گیا۔ تاکہ بروقت ضرورت اُن جرمنی جماعتوں کی مدد کرے جو باشندگان اور افواج پیرس کے ہتھیار لینے پر مقرر ہوئی تھیں۔ اُس فرانسیسی میدانی توپخانہ پر جو خاص قلعہ پیرس اور دیگر قلعجات کے درمیان میدان میں مقیم تھا ۲۷۔ جنوری کی صبح کو جرمنی فوج نے قبضہ کر لیا۔ اُسی صبح کو قلعجات آیوڑی اور بسٹری پر پیلیشین فوج قابض ہو گئی قلعجات رومن ویلی۔ نوزی۔ روزنی اور نوجنیٹ پر ۱۲ ایسیکسی کور نے قبضہ کر لیا۔ اور قلعہ چارنٹن میں فوج اوّل بویریا کور مقیم ہو گئی اور ۲۔ بویریا کور قلعجات مونٹروگ اور وونوس میں مقیم ہو گئی۔

پیرس میں جسقدر فوج اسیر جنگ ہوئی اُس کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار [۱۸۰۰۰۰] تھی اور قلعہ کی پندرہ سو [۱۵۰۰] توپیں جرمنی فوج نے گرفتار کیں اور چار سو میدانی توپیں اور مشر لیوز اُن کے ہاتھ آئیں۔ دریائے سین میں جس قدر جنگی کشتیاں اور انجن وغیرہ تھے اُن سب کو فاتحان فرانس یعنے جرمنی فوج نے اپنے استعمال کے لئے مقرر کر لئے۔

۲۹۔ جنوری کی سہ پہر کو تین بجے کے قریب ۴۰۔ جرمنی رجمنٹ نے قلعہ مونٹ ویلیرین پر قبضہ کر لیا۔ اور فرانسیسی فوج نے دوپہر سے پہلے پہلے اس قلعہ کو خالی کر دیا تھا۔

ماہ فروری میں ملک فرانس کے ہر قصبہ اور شہر میں نیشنل اسمبلی کے انتخاب کے لئے جلسے ہونے شروع ہو گئے کیونکہ جنگ کے جاری رکھنے یا صلح کر لینے کا فیصلہ نیشنل اسمبلی پر منحصر رکھا گیا تھا۔ اس بارہ میں سرکاری طور سے بھی جلسے ہونے لگے اور انہیں مختلف لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کے موافق نرم و گرم زبان کا استعمال کیا۔

۱۳۔ فروری کو فرانس کی گورنمنٹ آف ڈیفنس نے اپنے خیالات سے استعفا دیا تاکہ ملکی اختیارات اب نیشنل اسمبلی کی تفویض میں چلے جاویں۔ جسکے انتخاب کے لئے اب ہر قصبہ اور شہر کیجانب سے قایم مقام جمع ہو گئے تھے۔ ایم جویٹس فاور اور دیگر وزیران تا تقرری نیشنل اسمبلی اپنے صیغہ جات کے کام کی نگرانی کے لئے بدستور مامور رہے۔

۱۴۔ فروری کو پیرس نے اپنا خرچہ جنگ ادا کر دیا۔ دس کروڑ فرانک تو فرانسیسی بنک کے نوٹوں میں ادا کئے گئے اور ہ کروڑ بذریعہ تبادلہ یا ہنڈوی کے برلن میں ادا کئے گئے اور ہ کروڑ بذریعہ ہنڈی تبادلہ لنڈن میں ادا کر دئے گئے۔

۱۵۔ فروری کو ایم جولیس فاور نے کوٹ بسمارک سے دربارہ توسیع میعاد اس صلح عارضی کی ملاقات کی۔ چونکہ عوام فرانس جنوب میں جنگی تیاریاں مثل جنگ کرنے کے کر رہے تھے اور ۱۸۷۱ء کے لئے رنگروٹوں کو بھرتی کر رہے تھے۔ اس لئے تا دریافت ہونے حالات جنوب کے فرنچ لوگوں کے۔ یہ عارضی صلح پانچ دن کے لئے اور بڑھا دی گئی یعنے ۲۴ فروری تک کر دی گئی

۱۷۔ فروری کو نیشنل اسمبلی منتخب شدہ کا اجلاس ہوا اور نیشنل اسمبلی نے اپنی جانب سے ایم تھیرز کو حکومت عاملانہ ملک فرانس کا افسر مقرر کیا۔

۱۹۔ کو نیشنل اسمبلی کے اجلاس میں ایم تھیرز موجود تھا اور اس نے یہ اسپیچ دی کہ آپ نے جو کام میرے ذمے مقرر کیا ہے گو وہ ایک بڑا سخت کام ہے مگر آپ کے حکم کے موافق نہایت اطاعت اور محبت سے میں اس کو بسر و چشم قبول کرتا ہوں اور گو فرانس پر ایسی مصیبت پڑی ہے کہ ایسی زمانہ سابق میں اس پر کبھی بھی نہ پڑی تھی تاہم ملک فرانس بہت وسیع ہے اور دولتمند ہے اور اس ملک میں دولت کے سینکڑوں وسائل موجود ہیں۔ امید ہے کہ اب یہ اور ترقی کر کے آئندہ ہمیشہ کے لئے انسانی ہمت اور جرأت کا ایک یادگار ہو جاوے گا۔ میں نے جو وزارت منتخب کی ہے وہ عام لوگوں کی رائے کے موافق کی ہے اور ان پر ایسے لوگ مقرر کئے گئے ہیں جن کا اخلاق اور لیاقتیں بہت اعلےٰ درجہ کی ہیں اور وہ وزارت حسب ذیل ہے:۔

ایم ڈفرین کو وزیر عدالت مقرر کیا ہے اور ایم جولیس فاور کو وزیر خارجیہ۔ ایم پکارڈ وزیر داخلہ ایم جولیس سیمون وزیر تعلیم۔ ایم لیمبرچٹ وزیر تجارت۔ جنرل لفلو وزیر جنگ۔ امیر البحر پوتھوآن وزیر بحر۔ ایم ڈی لارسی وزیر تعمیرات۔ یہ وزرا مقرر کئے گئے ہیں میں نے کوئی خاص صیغہ اپنی خاص نگرانی میں نہیں رکھا ہے اس لئے تا کہ میں ملک کے ہر صیغہ میں پوری پوری مدد دے سکوں"۔

۲۴۔ فروری کو قلعہ بلفورٹ نے بھی اپنے تئیں جرمنی فوج کو سپرد کر دیا۔ اور اس قلعہ میں

جو بارہ ہزار فوج تھی اُس کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ یہاں سے چلے جانے کی اجازت دیدی۔
علاوہ ازیں پرشیا والوں نے اضلاع کوٹی ڈی اور اوجورا پر قبضہ کرلیا اور وہاں کی بھی تمام فوج کو اپنے
ہتھیار اور قلعہ سے سرکاری کاغذات لیجانے کی اجازت دے دی۔ جرمنی فوج نے ضلع ڈولیس پر بھی
قبضہ کرلیا سوائے اُس علاقہ کے جو شہر لونس لی سولینئر کے جنوب میں ہے۔ چونکہ جرمنی ہیڈکوارٹر
سے یہ ہدایتیں آگئی تھیں کہ صلح کے عہدوپیمان ہونے سے پہلے پہلے قلعہ بلفورٹ کو فتح کرلیا
جاوے اس لئے اس حکم کی تعمیل بہت سختی سے حملہ کرکے کی گئی۔ قلعہ بلفورٹ ایک ایسی
جگہ بنا ہوا ہے کہ وہاں سے پیرس کو جو راستہ جاتا ہے وہ تو گو غیر محفوظ ہے۔ مگر اس قلعہ پر
قبضہ ہوجانے سے شہر لانیس اور اسٹراسبرگ پر عمدہ طور سے قبضہ ہوسکتا ہے اور سرحد جرمنی پر
جو تمام قلعجات بنے ہوئے ہیں وہ سب گویا اُس کی زد میں ہیں۔ غرضکہ یہ قلعہ ایسا ہے کہ اگر
تھوڑی سی فوج اُس میں مقیم ہوجاوے تب بھی اُس کا فتح ہونا ناممکن ہے چنانچہ اس کی سپردگی
سے دو دن پہلے فرانسیسوں نے قلعہ سے جرمنی فوج پر اس قدر گولہ باری کی کہ مجبوراً جرمنی
فوج کے کمانڈر کو مہلتِ جنگ کے لئے درخواست کرنی پڑی تاکہ اپنے کشتگان کو وہ دفن کرسکے
یہ اوّل درجہ کا قلعہ ہے اور صرف فاقہ کشی کی وجہ سے اس نے اپنے تئیں سپرد کردیا۔
۱۱ فروری کو ایم تھیئرز وارسیلیز کو گیا تاکہ کونٹ بسمارک سے صلح کی گفتگو کرے۔
چونکہ کونٹ بسمارک کو اندریںبارہ شاہ پرشیا سے مشورہ کرنا ضروری تھا اس لئے عارضی صلح
کی میعاد میں دو دن کا اور اضافہ کردیا گیا یعنے عارضی صلح کی میعاد ۲۶ فروری تک
کردی گئی۔

# فصل شانزدہم

صلح کا ابتدائی عہدنامہ۔ پیرس میں حالت جوش۔ انتقام

ہر شخص اب اس بات کا یقین کرتا تھا کہ فرانس کو اپنے فاتحان کو تاوان جنگ کی ایک
بڑی کثیر التعداد رقم دینی پڑے گی۔ اور اس بات سے بھی شاید چند ہی شخص منکر ہونگے کہ زمانہ
شہنشاہی میں فرانس نے اوّل خود ہی جنگ کو اُٹھایا تھا اور جب کہ سلطنت کی جگہ ایک جمہوری

قایم ہوئی تو اُسنے اسپبات پر اصرار کیا کہ فرانس کا کچھ بھی دشمن کو نہ دیا جاوے۔ اس لئے فاتحان نے جو بہت ہی زاید مطالبے کچھ ملک لینے اور تاوان کے لئے کئے تو یہ مطالبے فرانسیسی حکام کی متمغانہ رویہ کو دیکھتے ہوئے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں کونٹ بسمارک اسبات سے خوب آگاہ تھا کہ فرانس اس شکست فاحش سے ہمیشہ جرمنی کیجانب سے اپنے دل میں خار کھاتا رہے گا اور اُس کے پرجوش باشندگان کے بعض جنگجو فرقوں کی ترغیب سے جب کبھی اُس کو موقع ملے گا وہ اپنی اس شکست کا دھبہ مٹائے بغیر باز نہ آوے گا اس لئے کونٹ بسمارک نے یہ ارادہ کیا کہ اس قدر سخت مطالبات کئے جاویں کہ جس کے صدمہ سے وہ برسوں نہ اُبھر سکے۔ اور چونکہ کُل قوم فرانسیسی صلح کی خواہشمند ہے اس لئے فرانس اس وقت سخت سے سخت مطالبہ بھی منظور کرے گا۔

## صلح کا ابتدائی عہدنامہ

نیشنل اسمبلی کا ۲۸ فروری کو ۱/۲ ۱ بجے ایک جلسہ منعقد ہوا۔ تمام ممبران پر حالت سکوت طاری تھی۔ سانس کی آواز بھی نہیں آتی تھی کہ اتنے میں ایم تھیئرز کھڑا ہوا مفصلہ ذیل تقریر ادا کی:۔

"ہم نے بڑی تکلیف وہ امر کو منظور کر لیا ہے اور قبل اس کے اُس کے دفع کرنے کے ہم تمام تر وہ کوششیں کر چکے تھے جو امکان میں تھیں مگر وہ دفع نہ ہو سکا۔ اب ہم بڑے افسوس کیساتھ آپ کی منظوری کے لئے ایک مسودہ پیش کرتے ہیں اور التماس ہے کہ اس کو نہایت جلد منظور کر لیا جاوے اور وہ بل (مسودہ) حسب ذیل ہے:۔"

نیشنل اسمبلی۔ ضرورت کی وجہ سے مجبور ہو کر صلح کا وہ ابتدائی عہدنامہ منظور کرتی ہے کہ جس پر شہر وارسلیز میں ۲۶ فروری کو دستخط ہو گئے ہیں۔

اتنا پڑھکر ایم تھیئرز کو اس قدر جوش رقت ہوا کہ اُس سے زیادہ مسودہ نہ پڑھا گیا اور اُسی جوش میں اجلاس کے کمرے سے باہر چلا گیا تا کہ جب جوش کم ہو تب آوے۔ اسپر ایم بارتھیلیمی سینٹ ہلیر نے تب ابتدائی عہدنامہ صلح کی شرطیں پڑھنی شروع کیں۔

اوّل - فرانس اپنے مفصلہ ذیل حقوق بحق سلطنت جرمنی چھوڑتا ہے:-
صوبۂ لورین کا پانچواں حصہ - معہ شہر شٹراؤ اور تھیون ویلی کے اور نیز اضلاع آلساس اور بلفورٹ -
دوم - فرانس سلطنت جرمنی کو بطور خرچۂ جنگ کے پانچ ملیارڈ فرانک یعنے بیس کروڑ پونڈ (تین ارب بیس کروڑ روپیہ - از مترجم) ادا کرے گا جن میں سے ایک ملیارڈ تو ۱۸۷۱ء میں ادا کیا جاوے گا اور باقی چار ملیارڈ بذریعہ اقساط کے تین سال کے اندر ادا کر دئے جاویں گے۔
سوم - جبکہ یہ عہدنامۂ صلح منظور ہو جاوے گا فوج جرمنی علاقۂ فرانس کو فوراً خالی کرنا شروع کر دے گی اور اُسی وقت پیرس اور مغربی اضلاع سے بھی جرمنی فوج روانہ ہو گی - دیگر اضلاع کا خالی کرنا اُس وقت بتدریج شروع ہو گا جبکہ اوّل ملیارڈ کی قسط ادا کر دی جاوے گی اور سب اضلاع فرانس اُسی تناسب سے خالی کئے جاوینگے کہ جس طرح سے بقیہ چار اقساط ادا ہونگی - اس عہدنامہ کے منظور ہو جانے کی تاریخ سے جس قدر روپیہ اقساط کا باقی رہے گا اُس پر بحساب پانچ فی صدی سالانہ کے سود لیا جاوے گا۔
چہارم - جرمنی فوج جن اضلاع میں مقیم رہے گی وہاں سے وہ محصول وغیرہ کچھ وصول نہ کریگی لیکن فرانس کو اُس فوج کا ماہوار خرچ ادا کرنا پڑے گا۔
پنجم - جو اضلاع کہ سلطنت جرمن کو دئے گئے ہیں اُن کے باشندوں کو اس امر کے پسند کرنے کیلئے مہلت دیجاوے گی کہ قوم فرانس یا قوم جرمن جس کی راہ و رسم و رواج و قومیت انہیں پسند ہو وہ اختیار کریں - اور جہاں چاہیں سکونت کریں۔
ششم - اسیران جنگ فوراً چھوڑے جاوینگے۔
ہفتم - اس عہدنامہ کے منظور ہو جانے کے بعد شہر برسلز میں آخری عہدنامۂ صلح کیلئے کارروائی شروع کیجاویگی۔
ہشتم - جن اضلاع میں جرمنی فوج مقیم رہے گی اُن کا انتظام فرانسیسی حکام کرینگے لیکن اُن پر جرمنی فوج کے افسران کی نگرانی رہے گی۔
نہم - جرمنی فوج کا جن اضلاع پر قبضہ نہیں ہے آن پر اس عہدنامہ کی رو سے جرمنیوں کو کوئی

حق نہیں دیا جاتا ہے۔

دہم۔ فرانس کی نیشنل اسمبلی اس عہدنامہ صلح کو منظور کرے گی۔



پیرس کے باشندوں میں بڑا جوش تھا۔ اسلئے ایم تھیئرز او رایم پیکارڈ نے ۲۸۔ فروری کو حسب ذیل اعلان شایع کیا:۔

"اے باشندگان پیرس"

گورنمنٹ تم کو تمہاری حب الوطنی اور عقلمندی یاد دلا کر تم سے درخواست کرتی ہے کہ تم کسی قسم کا جوش وغیرہ ظاہر نہ کرو۔ پیرس کی قسمت تمہارے ہاتھ ہے اگر تم نے ذرا بھی جوش ظاہر کیا تو دشمن تمام شہر کو تباہ کر دے گا۔ اور ملک فرانس کی حفاظت اور بربادی کا انحصار تمہارے رویہ پر ہے۔ ایک بڑی بہادرانہ مدافعت کے بعد فاقہ کشی نے ہمیں اس بات پر مجبور کر دیا کہ ہم نے فاتح دشمن کو قلعجات پیرس سپرد کر دیئے۔ جو فوج کہ ہماری مدد کو آسکتی تھی وہ دریائے لوائر کے پرلی طرف منتشر کر دی گئی ہے اور انہیں امور کی وجہ سے گورنمنٹ اور نیشنل اسمبلی کو صلح کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس عرصہ چھ دن میں ہم نے خود جاکر صلح کے ایسے شرائط لکھوائے ہیں کہ جہاں تک ہمارے اختیار ہیں آسان شرایط صلح لکھانا تھا اور اب ہم نے ابتدائی صلحنامہ پر دستخط کر دئے ہیں اور وہ اب برائے منظوری نیشنل اسمبلی میں پیش کیا جاوے گا۔ اگر ہم صلح مہلتِ جنگ کی میعاد نہ بڑھواتے تو اب جبکہ یہ عہدنامہ صلح ابتدائی ہو رہا تھا اسوقت لڑائی جاری ہوتی اور بے فائدہ فوج کا خون بہتا ہوتا۔ یہ میعاد مہلت اس شرط پر زیادہ کی گئی ہے کہ چوتھائی شہر پیرس پر جرمنی کا عارضی قبضہ کرا دیا جاوے اور اگر تم لوگ یہ بات منظور نہ کرو گے تو یہ صلح کا عہدنامہ ٹوٹ جاوے گا اور دشمن جو کہ اب قلعجات پیرس پر قابض ہے تمام پیرس پر زبردستی قبضہ کرلے گا۔ عوام کی جائداد اور مکانات اور صنعت وحرفت کے کارخانے آج تو یہ سب محفوظ ہیں اور اگر ابتدائی عہدنامہ صلح توڑ ڈالا گیا تو تمام فرانس پر مصیبت نازل ہو جاوے گی۔ اور جنگ کے خوفناک نتائج جو ابھی تک دریائے لوائر سے آگے نہیں بڑھے ہیں پھر کوہ

پرینیز تک پہونچ جاویں گے (پرینیز ایک سلسلہ کوہ ہے جو ملک فرانس کے انتہائے جنوب ومغرب میں فرانس اور اسپین کے درمیان حدفاصل ہے۔ از مترجم) اور یہ بات نہایت صحیح ہے کہ پیرس کی حفاظت میں کُل ملک فرانس کی حفاظت شامل ہے۔ اُن لوگوں کی تقلید مت کرو کہ جنہوں نے ۷۔ ماہ گذرنے میں جنگ کو شروع کر دیا تھا اور اُس کے مہلک نتیجہ پر خیال نہ کیا تھا فرانسیسی فوج جس نے پیرس کو اتنی بہادری سے بچائے رکھا وہ دریائے سین کے بائیں کنارے پر مقیم ہو کے انتظام کو قایم رکھے گی اور فوج نیشنل گارڈس باقی شہر پیرس میں انتظام قایم رکھے گی۔ اور نیز معزز باشندگان شہر سے بھی یہی اُمید ہے کہ وہ بھی انتظام کے قیام میں مدد دینگے اور یہ خراب حالت صلح کے ہوجانے سے رفع ہوجاویگی اور عوام کی فارغ البالی حاصل ہوگی۔

یکم مارچ کو شہنشاہ جرمنی نے ۶۔ اور ۱۱۔ کورز فوج پرشیا اور پہلی کورز بوریا کی فوج کے قصبۂ ہپوڈروم میں قواعد دیکھی اور ان افواج کا مقدمۃ الجیش لشکر جو زیر کمان جنرل کیمیکی تھا اسی دن صبحکو پیرس میں داخل ہوا۔ سات بجے کے قریب پرشیا کی فوج کی کئی پلٹنیں پیرس میں داخل ہوئیں اور ساڑھے آٹھ بجے کے قریب محل پیلیس ڈی انڈسٹری پر قابض ہوگئیں ان میں سے چند دستے فوج کے محل ڈی لاکنکورڈ میں قواعد کرنے کے لئے اور اُن کے وہاں پہونچنے پر چند باشندے وہاں موجود تھے۔ لیکن کسی قسم کا آوازہ یا فقرہ اس فوج پر نہیں پھینکا گیا۔ ایک فوج محلہ پونٹ ڈی جورنے سے محل بوربن تک دریائے سین کے واہنے کنارے مقیم ہوگئی اور فرانس کی فوج نیشنل گارڈس کسی شخص کو جو وردی پہنے ہوتا تھا اِدھر سے نہیں جانے دیتی تھی۔ انتظام کے لئے کچھ فرانسیسی فوج گھوڑوں پر چڑھی ہوئی شہر میں پھر رہی تھی۔ فوج نیشنل گارڈس چپ چاپ شہر کے انتظام میں مصروف تھی۔ دوپہر کے قریب پرشیا اور بوریا کی اصلی فوج پیرس میں داخل ہوئی اور جو جگہ کہ اُس کے قیام کے لئے مقرر کی گئی تھی وہاں مقیم ہوگئی۔ اور اس فوج کے افسران یعنے ۵ اجنرل محل الیسنری میں مقیم

ہوئے۔ پیرس میں تمام دوکانیں بند ہوگئیں اور تمام گھروں کی کھڑکیاں بند کر لی گئیں۔

۲۔ مارچ کو ابتدائی عہدنامہ صلح پر شہر بورڈو میں دستخط ہوگئے۔ اور ایم جولیس فاور نے کونٹ بسمارک کو یہ اطلاع دی کہ شہر بورڈو میں نیشنل اسمبلی نے پانسو چھالیس ووٹوں سے بمقابلہ ایک سو سات ووٹ کے۔ ابتدائی عہدنامہ صلح منظور کر لیا ہے کونٹ بسمارک نے جواب دیا کہ اب میں نقلہا ئے عہدنامہ کے بدلنے پر تیار ہوں کیونکہ شہنشاہ جرمنی نے بھی اُسپر دستخط کر دئے ہیں۔ چنانچہ طرفین سے یہی عملدرآمد ہوگیا۔

۳۔ مارچ کو جرمنی اور بویریا کی فوج نے پیرس کو خالی کرنا شروع کر دیا صبح کے آٹھ بجے فوج روانہ ہونا شروع ہوئی اور گیارہ بجے تک اس فوج سے پیرس بالکل خالی ہوگیا۔ یہ فوج نہایت سکوت اور خاموشی سے پیرس سے روانہ ہوئی اور وہاں کوئی شخص تماشا دیکھنے کو جمع نہ تھا۔

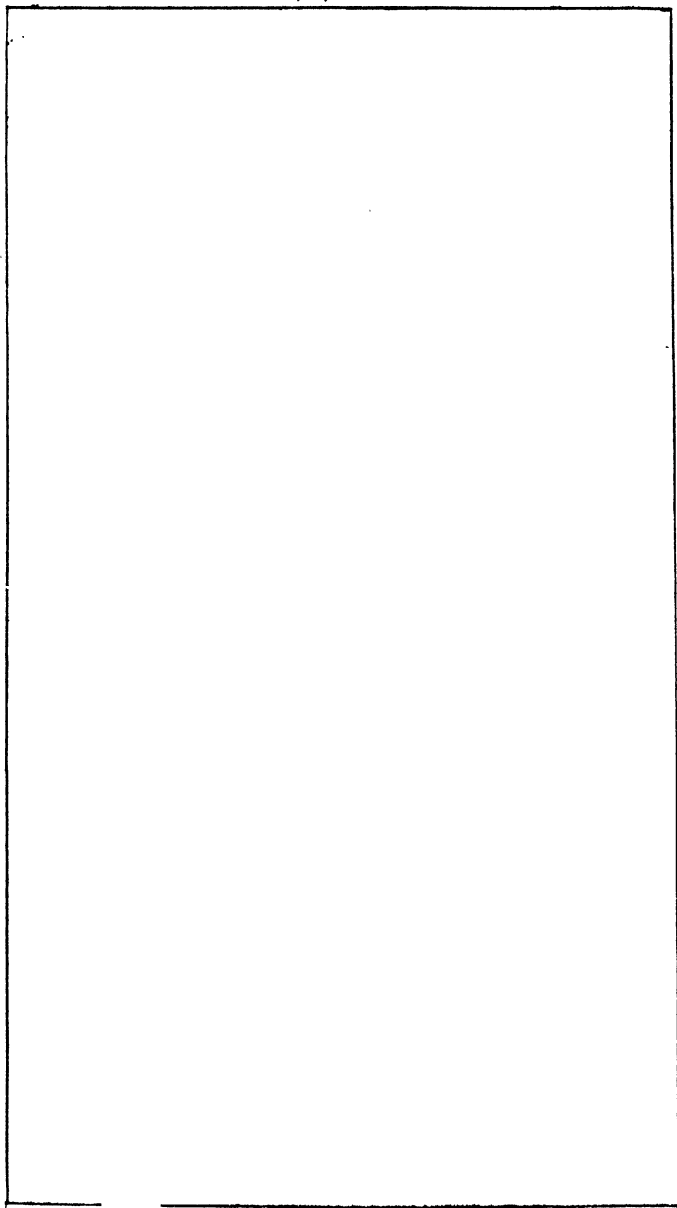
۷۔ مارچ کو شہنشاہ جرمنی نے اُس جگہ پر کہ جو شروع محاصرہ پیرس کے زمانہ سے اس وقعت کی ہوگئی ہے کہ اُس کا تذکرہ اب تواریخوں میں ہوا کرے گا۔ تمام فوج جرمنی کی آخری قواعد دیکھی۔ اُس وقت بارہ بج چکے تھے شہنشاہ معہ ولیعہد اور معہ بہت سے گرینڈ ڈیوک اور شاہزادگان۔ اور ڈیوکان اور جنرلان اور کرنیلان اور معہ اُن کے اردلیوں کے اپنے ہیڈکوارٹر سے روانہ ہو کر اُس جگہ اُس جھنڈے کے نیچے وارد ہوئے کہ جو اس قواعد کی جگہ ہوا میں اُڑ رہا تھا اور قریب میں بینڈ باجوں کے پرشیا کا نیشنل انیتھم (قومی گیت) بجا رہے تھے۔ شہنشاہ کو دیکھکر اُس میدان میں جس قدر جرمنی فوج کی رجمنٹیں تھیں اُنہوں نے نہایت زور سے نعرہ ہائے خوشی لگائے جبکہ شہنشاہ معہ اپنے کل جلوس کے اُس فوج میں سے گذرے اور بطور قبول کرنے نعرہ ہائے خوشی کے شہنشاہ جرمنی اکثر اپنی ٹوپی اُتار کر سر کے اوپر اُٹھا لیتے تھے۔

۸۔ مارچ کو جرمنی فوج نے شہر وارسیلیز اور پیرس کے گرداگرد کے مقامات کو جنبرپردہ

قابض تھی خالی کرنا شروع کر دیا۔ شہنشاہ اور ولیعہد شہزادگان۔ گرینڈ ڈیوکان۔ جنرلان اور کرنیلان اور فاتح فوج کے ہر رتبہ کے آدمی اپنے وطن کے جانب روانہ ہوئے۔ کیونکہ اس قدر فوج عظیم کے روانہ ہونے میں کئی دن درکار ہوتے ہیں۔ اسلئے روانہ ہوتے ہوتے ۱۳۔ مارچ کو جرمنی کی کل فوج کے ہر فرد بشر کا منہ اپنے وطن کیجانب تھا یعنے وطن کو جا رہے تھے۔

اس طرح یہ بربادی بخش اور جنگ درمیان فرانس اور پرشیا کے ختم ہوئی اور اس جنگ میں بوناپارٹ کے خاندان کو پھر زوال ہوا اور ملک فرانس میں جمہوری سلطنت قایم ہوئی سلطنت جمہوری کا قیام اس ملک میں کب تک رہیگا اسکو صرف زمانہ ہی ظاہر کر سکتا ہے۔

۱۰۔ مئی سنہ ۱۸۷۱ء کو فرانس اور جرمنی کے درمیان شہر فرینکفورٹ میں آخری عہدنامہ صلح پر دستخط ہوئے۔ فقط۔



# ضمیمہ جات

## تفصیل اسیران جنگ وغیرہ

جنگ ہذا میں خاص خاص معرکوں میں جسقدر فرانسیسی فوج کو جرمنی فوج نے گرفتار کیا یا دیگر سامان جنگ جو فوج پرشیا کے ہاتھ آیا اُس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

جنگ وسیمبرگ میں۔ پلٹنوں کے ۲ نشان۔ ایک توپ اور آٹھ سو فرانسیسی فوج گرفتار ہوئی۔

جنگ ووارتھ میں۔ ۲ جھنڈے۔ ۲۸۔ توپیں۔ ۲ مٹرلیوز توپیں اور چار ہزار فوج گرفتار ہوئی۔

جنگ مارس لاٹورس میں۔ ۲ جھنڈے۔ ۷ توپیں۔ اور دو ہزار فوج قید ہوئی۔

جنگ بیومونٹ اور سیڈان میں۔ ۰ نشان و جھنڈے۔ ۰۵ توپیں اور بیس ہزار فوج قید ہوئی۔

اور سیڈان کی سپردگی پر۔ چار سو توپیں اور مٹری لیوزین اور اسی ہزار فوج قید ہوئی۔

مٹز کی سپردگی پر۔ ۵۶ جھنڈے۔ چھ سو توپیں اور مٹرلیوزین اور ایک لاکھ ستر ہزار فوج قید ہوئی۔

جنگ اوّل آرلینز میں۔ تین توپیں اور جنگ سوم آرلینز میں ستتر توپیں چھینی گئیں۔

شہر امینز میں دو جھنڈے اور ۱۲۰ توپیں چھینی گئیں۔



جنگ سینٹ کوئنٹن میں ۱۲ توپیں اور دس ہزار فوج گرفتار ہوئی۔

شہر لیمانس کی سات دن کی لڑائی میں تین نشان۔ ۱۸ توپیں اور چوبیس ہزار فوج گرفتار ہوئی۔

جنگ بلفورٹ میں ۲ نشان ۷۳۰ توپیں اور پندرہ ہزار فوج گرفتار ہوئی

سرکاری حساب کے موافق جس میں پیرس کی سپردگی شامل نہیں ہے تمام اسیران جنگ اور غنیمت کی تعداد یہ ہے کہ اکیس سو بیس توپ جھنڈے اور نشانات اور دو ہزار چار سو میدانی توپیں اور چار ہزار قلعہ کی توپیں چھینی گئیں اور گیارہ ہزار آٹھ سو افسران فوج اور تین لاکھ ترسٹھ ہزار تین سو چھبیس سپاہیان گرفتار ہوئے اور ان کو ملک جرمنی میں بھیجدیا گیا۔ علاوہ اس کے ایک لاکھ ستر ہزار فوج نے اپنے تئیں پیرس میں سپرد کیا۔ مگر یہ جرمنی میں نہیں بھیجی گئی۔

یہ بات بھی قابل یادداشت ہے کہ چوراسی ہزار فرانسیسی فوج نے بھاگ کر غیر ملک یعنی سوئٹزرلینڈ میں پناہ لی ورنہ دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو جاتے اور اسیطرح چھ ہزار فرنچ فوج بلجیم میں بھاگ گئی تاکہ دشمن گرفتار نہ کرسکے اس جنگ کی عظمت وو قعت اس سے ہوا زنہ ہو سکتی ہے کہ گذشتہ ۱۸۶۶ء میں پرشیا اور آسٹریا کی جنگ میں صرف ۱۸ نشان اور جھنڈے ۲۰۰ توپیں اور انچاس ہزار فوج آسٹریا گرفتار ہوئی تھی اور

فرانس جو ۱۸۵۹ء میں اٹلی کیطرف ہو کر آسٹریا سے اٹلی میں لڑا تھا تو اُسکو کل مال غنیمت یہ ملا تھا کہ صرف ۳ جھنڈے اور ۲۶ توپیں اور ۱۶ ہزار سپاہ فوج آسٹریا گرفتار ہوئی تھی۔

## مجروحین جنگ ٹورس و زخمیان جنگ آرلینز

۱۰ دسمبر ۱۸۷۰ء کو ایک نامہ نگار نے لنڈن کے اخبار ٹائمز کو در بارۂ زخمیان ٹورس مفصلہ ذیل خط ارسال کیا:۔

مجھے اسبات کے عرض کرنیکی کوئی ضرورت نہیں کہ جو خداترس اشخاص یہاں انسانی تکالیف کو کم کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں اُن کو ابھی بہت کام کرنا باقی ہے۔ جو خداترس انگریز کہ دوائیاں وغیرہ لیکر زخمیوں کے علاج کے لئے شہر ٹورس میں آئے ہوئے ہیں کل ان کو ایک نہایت ضروری درخواست بھیجی گئی تھی کہ زخمیوں کے لئے ململ کی پٹی اور گدی اور پرانی ململ زخمیوں کے لئے بھیجدیں۔ گو اور چیزوں کی بھی یہاں ضرورت ہے مگر خاصکر ان اشیاء کی ضرورت بہت ہی زیادہ ہے۔ کل ایک سر دھر سرجن نے اپنی یہ رائے ظاہر کری ہے کہ عمل جراحی کے لئے کسی بیہوش کرنے والی دوائی کی یا کلوروفارم کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر اُس کی خود کوئی ٹانگ لڑائی میں اُڑ جاتی اور اُس کے کاٹنے کی ضرورت آپڑتی۔ یا جرمنی توپخانہ کے گولہ کا ٹکڑا اُس کے بدن کے اُس حصہ میں لگتا کہ جہاں گوشت سب سے زیادہ ہوتا ہے یا وہاں اُس کے گولی لگتی اور وہ اندر اُتر جاتی اور اُس کے نکالنے کی ضرورت آپڑتی جیسا کہ مارشل میکمہن کا حال ہوا ہے۔ تو یہ بات [illegible] ہے کہ یہ ڈاکٹر اپنی رائے ضرور بدل دیتا۔ جراحی کے لئے جن جن اوزاروں کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی یہاں کم ہیں فرانسیسی اپنے زخمیوں کو یہاں سے بہت جلدی اُٹھا کے لیجا رہے ہیں۔ شاید اسلئے کہ اگر یہاں دوسری دفعہ لڑائی ہو تو یہ جگہ مقتولین اور مجروحین کے لئے خالی ہو جاوے۔ بعض زخمیوں کے پاس جوتے اور موزے تک نہ تھے۔ لیکن فرانسیسی اور نیز غیر ممالک کے باشندے جو آرلینز میں رہتے ہیں اپنی فیاضی سے زخمیوں کی اس قسم کی ضروریات حتے الامکان پوری کر دیتے ہیں۔ موضع آزرلی ماچ۔ اور اوکوس میں چار سو ستر زخمی پڑے ہوئے ہیں اور موضع بلوتس میں ساٹھ زخمی پڑے ہوئے ہیں۔ بویریا کی فوج کے زخمی بہ نسبت فرانسیسی زخمیوں کی شکل و صورت میں بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ شہر آرلینز میں ایک لڑکا ۱۹ برس کا زخمی پڑا ہوا ہے جس کے جسم میں ایک گولی لگی ہے مگر یہ گولی اب نکالی نہیں جا سکتی۔ گولی نے اُس کے پھیپھڑے تک کو چیر دیا ہے اور اب اُس کے جینے کی اُمید نہیں ہے۔ اس حال سے لڑکا بھی خوب واقف ہے اور وہ نہایت سنجیدگی اور خاموشی سے اپنی موت کا انتظار کر رہا ہے اُس کا زرد چہرہ روشن ہو گیا جبکہ کسی غیر ملک کے باشندے نے اُس کی مادری زبان میں براہ ہمدردی اُس سے گفتگو کی۔ لڑکے نے خیال کیا کہ یہ کوئی ڈاکٹر ہے اور پوچھا کہ میرا جس کسی چیز کو دل چاہے

تو کیا میں کھا سکتا ہوں۔ ایک انگریز اور امریکہ کے ڈاکٹر سے دریافت کیا گیا اُنہوں نے اُس کو ہر چیز کے کھانے کی اجازت دیدی۔ اُسکا دل تازہ میووں کو تھا اور کسی فیاض آدمی نے اُسکی یہ خواہش پوری کردی۔ اُسکے ہاتھ میں ایک انجیل زبان جرمنی میں ہے اور وہ اُسکو پڑھکر اب اپنی موت کے انتظار میں ہے۔ بوہیمیا کے زخمی کہتے ہیں کہ جنگ بہت عرصہ تک رہا اور اب یہ اُسکا ختم ہو جانا نہایت شوق سے چاہتے ہیں۔

## فرانسیسی غبارہ کی گرفتاری

۱۵۔ دسمبر ۱۸۷۰ء کو ملک جرمنی کے ضلع نساؤ کے موضع ہربورن میں ایک غبارہ آمدہ پیرس گرفتار کیا گیا جسکی بابت اخبار کولون گزٹ میں حسب ذیل ایک خط چھپا تھا۔

ایک بجے کے قریب ہمنے ایک بڑا غبارہ دیکھا جو اسی فیٹ بلند تھا اور اُس کا قطر چالیس فیٹ کا تھا جو ہمارے سے صرف سو فیٹ کی بلندی پر اُڑتا ہوا جنوب کی طرف جا رہا تھا تاکہ ایک فرانسیسی غبارہ کو جرمنی کے ملک میں پکڑیں۔ اس موضع کے ایک کارخانہ کا مالک معہ ہم کاریگروں کی نہایت خوشی سے اُدھر دوڑتا ہوا گیا جسطرف کہ غبارہ جا رہا تھا۔ یہ غبارہ درختوں کے درمیان اُترا اُس میں سے دو مسافر معہ اسباب کے اُترے۔ باوجودیکہ ہمنے اُسجگہ پہنچنے میں بڑی سرعت کی لیکن ہم ابھی دو سو قدم کے فاصلہ پر تھے کہ فرانسیسیوں نے رسی کاٹ دی اور غبارہ اُڑ ہوا میں اُڑ گیا۔ ہم نے یہ خیال کیا کہ یہ کوئی فرانسیسی افسر ہوگا کہ جسکو ہم گرفتار کر لینگے مگر یہ ہمارا خیال غلط نکلا۔ یہ دونوں پیرس کے عام باشندے تھے ایک تو غبارہ باز تھا اور ایک اسکا مددگار تھا۔ یہ دونوں نہایت بھوکے تھے اور سردی کیوجہ سے مثل برف کے سرد ہو رہے تھے اُنکے اسباب میں ایک پانچ فیٹ کا لمبا تھیلا تھا جسمیں سرا سر خطوط بھرے ہوئے تھے ایک کمبل تھا اور ایک ٹوکرا نامہ بر کبوتروں کا تھا اور تھوڑی سی روٹی اور شراب کی بوتلیں تھیں ہماری جرمن زبان سنکر وہ بہت شکستہ ہوئے بسبب گھبرانے کے وہ پہچان نسکے کہ یہ ملک جرمنی ہے بلکہ اُنکو خیال تھا کہ یہ فرانس ہی کا ملک ہے وہ پیرس سے کل سہ پہر کو ۴ بجے روانہ ہوئے تھے۔ ہم نے اُن سے کہا کہ یہ ملک جرمنی ہے اور اُنکو ایک چاء اور قہوہ کی پیالی دی جسکو اُنہوں نے بڑی شکر گذاری سے قبول کی اور اُسمیں شراب ملا کر پی گئے پھر ہمنے اُن کو گرفتار کر کے جرمنی حکام کو سپرد کر دیا۔ اُنکا بیان تھا کہ ایسے خطوط کے بھرے ہوئے تھیلے ہم ہر پانچ منٹ کے بعد دو تین پھینکدیتے تھے تاکہ فرانسیسی اُنکو پالیں تھیلے میں سے ایک خط نکالا اور اُس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

پیرس - ۱۳ دسمبر ۱۸۷۰ء - خدا کرے جمہوری کی عمر دراز ہو۔

اے ہمارے اچھے اور بدقسمت دوستو ہمارا خیال کرو اور ہمپر رحم کرو۔ گذشتہ تین خونخوار مہینوں سے ہم زندہ نہیں ہیں کیونکہ ہم کو وحشی پرشیا والوں نے محصور کر رکھا ہے یعنی شہنشاہ نپولین دشمن قوم نے ہمپر یہ مصیبت ڈالی ہے۔ جو جو کچھ ہمپر مصیبتیں گذریں وہ دس صفحوں میں بھی پوری نہیں آسکتیں۔ ہمارے باغات اور مکانات سب ویران ہو رہے ہیں۔ آہ ہمپر کیسی مصیبت نازل ہو رہی ہے۔ یہ خط غبارہ کی

ڈاک میں ڈالا گیا ہو خدا کرے کہ یہ تم کو پہنچ جاوے اور دشمنوں کے ہاتھ میں نہ پڑے ہم تمہارا خیال کر رہے ہیں ہم سے قحط اب بہت نزدیک آتا جاتا ہے
پیرس کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے۔ لیکن تاہم لوگوں میں دلیری اور ہمت قایم ہے۔ فوج لوائر اب پیرس کے قریب آ رہی
ہے۔ اللہ تعالےٰ ملک فرانس کو محفوظ رکھے اور جمہوری کی عمر دراز ہو۔

## شاہ پرشیا کا درجہ شہنشاہت قبول کرنا

۱۸ جنوری ۱۸۷۱ء کو شاہ پرشیا نے ایک اعلان کل جرمن قوم کے نام اور پرشیا کی پالیمنٹ کے دونوں ہاؤس کے نام بدیں مضمون جاری کیا کہ ہم ولیم۔ جو خدا کی مہربانی کی وجہ سے شاہ پرشیا ہیں۔ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ جرمنی کے کل شہزادگان اور آزاد شہروں نے ہم سے یہ درخواست کی تھی کہ ہم شہنشاہ جرمنی کا خطاب اور درجہ حاصل کریں۔ جو اب ساٹھ برس سے معدوم ہے لہذا اب ہم حسب خواہش و درخواست شہزادگان جرمنی اور آزاد شہروں کے رتبہ شہنشاہت کو قبول کرتے ہیں۔ (مدتوں تک شہنشاہ جرمنی کا خطاب شہنشاہان آسٹریا کو ملتا رہا ہے۔ اوّل نپولین بونا پارٹ نے شہنشاہ آسٹریا کو ۱۸۰۶ء میں شکست دیکر اُس سے شہنشاہ جرمن کا خطاب موقوف کرا دیا تھا۔ اور خود یہ خطاب اختیار کر لیا تھا۔ مگر ۱۸۱۵ء میں نپولین بونا پارٹ قید ہو کر جلا وطن ہوا جب سے یہ خطاب معدوم تھا۔ از مترجم)

لہذا اب ہم اور ہمارے بعد ہمارے جانشین جو تخت پرشیا پر متمکن ہونگے۔ سلطنت جرمنی کے ہر امور کے اجرا میں اور دیگر سلطنتوں کیساتھ تمام تعلقات میں یہی خطاب اعزاز ہمیشہ استعمال کیا کرینگے اور سلطنت جرمنی کے فوائد۔ بہبودی۔ ترقی تجارت امن عامہ و آزادی کے نکال سکنے میں ہم اور ہمارے جانشین ہمیشہ مصروف رہینگے جبکہ یہ اعلان جرمنی کے دونوں ہاؤس پارلیمنٹ میں پڑھا گیا۔ تو ہر دو ہاؤس کے پریزیڈنٹوں نے شہنشاہ کی اسپیچ کے جواب میں خیرخواہانہ اڈریس پیش کئے اور اس خطاب کے لینے میں کل جرمنی قوم کیجانب سے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور شہنشاہ جرمنی کے لئے تین نعرے خوشی کے لگائے۔

برلن میں جب اس اعلان کا مضمون اخباروں میں شایع ہوا تو تمام لوگ قریب قریب اخبار بیچنے والے کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور ایک شخص کے ہاتھ میں اخبار دیکر کہتے تھے کہ ذرا بلند آواز سے پڑھو اور اعلان سنکر نہایت خوش ہوتے تھے۔ رات کو کل شہر برلن میں اس خوشی میں روشنی کی گئی اور اکثر مکانوں اور راستوں میں محرابیں قایم کی گئیں جن پر سنہری حروف سے شہنشاہ جرمنی کی درازی عمر کی دعائیں تحریر تھیں۔ رات کو ایک بڑی جماعت عوام کی شہنشاہ کے محل کے روبرو گئی اور ملکہ پرشیا کو شہنشاہ بیگم کے خطاب سے پکار کر نعرہ ہائے خوشی لگائے۔ شہنشاہ بیگم کے محل پر بھی خوب روشنی کی گئی تھی

## جنگ سے بربادی ہونا

اخبار ٹائمز میں مفصلہ ذیل خط ایک نامہ نگار کا شایع ہوا تھا۔ جناب اڈیٹر صاحب۔ جبکہ گذشتہ ستمبر میں میںنے

آپ کو اسٹراسبرگ اور سٹز سے چند خطوط ارقام کئے تھے اور آپ نے ازراہ مہربانی اپنے اخبار میں اُن کو شایع کیا تھا اُس وقت میرا خیال تھا کہ شاید میرا اب سٹز میں زیادہ رہنا ہو سکے ۔ جو مصیبتیں یہاں دیکھی ہیں جو کہ اُس ملک میں جہاں ایسا بربادی بخش جنگ عظیم ہوا کرتا ہے فرقہ کاشتکاران پر ضرور حملہ پڑا کرتی ہیں ۔ اور میں نے یہ بات نہایت خوشی سے سنی ہے کہ اُن بیچارے غریبوں کی مدد کے لئے جن پر بوجہ جنگ مصیبت پڑی ہے ایک چندہ کا فنڈ مقرر ہوا ہے ۔

اُن فیاض طبع دوستوں نے کہ جنھوں نے یہ فنڈ قایم کیا ہے ماہ اکتوبر میں اپنے کارندے اس ملک میں بھیجے تھے ۔ جنھوں نے یہ سُنکر کہ ضلع سٹز اور اُس کے قرب و جوار میں جنگ ہذا میں سب سے زیادہ سخت مصیبت پڑی ہے ۔ سٹز کو اپنا صدر مقام مقرر کیا ہے اور قرب و جوار کے دیہات میں غریبوں کی مدد کرتے ہیں ۔ مہینوں تک ایک فوج جس کی تعداد دو لاکھ تھی اُن دیہات پر قابض رہی بعض پر حملہ کر کے قبضہ کیا گیا تھا اور لڑائی کی گولہ باری کی وجہ سے تمام گھر اُن دیہات کے جل کے خاک ہو گئے ہیں اور اُن کی ملکیں برباد اور ویران ہو گئی ہیں اور ایک اور دیگر (ڈیلیگیٹ) کارندہ ڈاکٹر نکلسن ابھی تین دن تک اُن دیہات میں دورہ کر کے آئے ہیں جو شہر سٹز اور شہر برائی کے درمیان واقع ہیں اور ہر جگہ ہم نے وہی بربادی کی کہانی سُنی ۔

بہت سے دیہات جو سٹز کے شمال مغرب میں ہیں وہ بالکل زراعتی ہیں اور وہاں کے باشندوں کا گذارہ بالکل زراعت پر ہوتا ہے ۔ اور اکثر دیہات میں کاشتکار اور بعض جگہ متموّل زمیندار بھی رہتے ہیں ۔

گذشتہ اگست میں اُن کے غلّہ کے کوٹھے خوب بھرے ہوئے تھے ۔ اُن کے اصطبل گھوڑے اور بیلوں سے بھرے ہوئے تھے اور جنگ سے قبل ان دیہات سے زیادہ کوئی دیہہ ضلع سٹز میں متموّل اور غلّہ سے بھرا ہوا نہ تھا ۔

اکتوبر کے اخیر میں اُن کے تمام گھوڑے لے لئے گئے اور اُن کی تمام مویشی کو مار کر ذبح کر کے کھا لیا گیا اُن کے غلّہ کے کوٹھے خالی کر دئے گئے اور تخم ریزی کے لئے بھی غلّہ نہیں چھوڑا گیا ۔ اور ہر دو لشکر ان جنگجو کی آمد و رفت میں جو بیج بویا جاتا وہ سب پامال ہو جاتا اسلئے افسوس کہ اسکے غلّہ بھی وہ نہ بو سکے ۔

جب جرمنی فوج میں غلّہ ہو چکا تو جرمنی کے سپاہیوں نے اُن کے غلّہ پر ہاتھ صاف کیا اور اب بیچاروں کے پاس تو بالکل کھانے تک کو نہیں ہے ۔ جرمنی فوج نے اُن کا اِندھن تک جلا ڈالا ہے اور اب وہ بیچارے بیکس و مصیبت زدہ سخت سردی برداشت کر رہے ہیں ۔

جبکہ ہماری سوسایٹی نے اپنا کام شروع کیا تب یہاں کا یہ حال تھا مگر اب قریب بچاس دیہات ہیں ہماری

مدد مانگی جاتی ہے۔ اور اُن گاؤں کے مقدموں نے ہمارے پاس اُن اشخاص کی فہرست بھیجی ہے جو بہت ہی
سخت محتاج ہیں۔ اور اب ہم اُن کو باقاعدہ آلو۔ آٹے اور خشک سور کے گوشت کی رسد برابر پہنچاتے ہیں۔
ہمارا مطلب لوگوں کو فقیر بنانے کا نہیں ہے بلکہ اُن کو مدد دینے کا ہے جو اس سخت جاڑے میں نہایت ہی بے سر و
سامان ہیں۔ گاؤں کے مقدم اپنا کام نہایت دیانت داری سے انجام دیتے ہیں۔ گو جن آدمیوں کی درخواستیں
منظور نہیں کی گئیں اُنہوں نے اُن کی شکایت بھی کی۔ لیکن ہم نے سوائے ایک یا دو حالتوں کے یہ سب
شکایتیں بے بنیاد پائیں۔

اس بدقسمت ضلع میں جنگ کی یادگار صرف مصیبت اور قحط ہی نہیں ہے۔ لیکن جہاں لڑائی ہوئی وہاں وبا
ضرور پھیلی ہے۔ آؤن لہو کی بیماری۔ مہلک بخار اور چیچک یہ بیماریاں نہایت کثرت سے پھیلی ہوئی ہیں۔ ہائے یہ
ضلع جو چند مہینے پیشتر تمام ملک فرانس میں ایک اعلےٰ درجہ کا صحت ور ضلع تھا۔ اب سب سے زیادہ بیماریوں کا
مسکن ہو رہا ہے۔ ہمارے ڈیلیگیٹ بھی اس بیماری سے نہیں بچے ہیں۔ چھ کو چیچک نکل آئی ہے اُن میں ایک
مر بھی گیا ہے۔ اور ایک لیڈی ڈیلیگیٹ جس کا کام غریبوں کو خوراک اور کپڑے تقسیم کرنا تھا وہ بھی بخار سے
بیمار پڑی ہوئی ہے۔ جرمنی حکام حتے المقدور ہماری مدد کرتے ہیں اور کونٹ ڈونرس مارک حاکم صوبہ لورین ہمارے
ساتھ بڑے اخلاق اور مہربانی سے پیش آیا اور ایسے ہی وہ دیگر جرمنی حکام کہ جن جن سے ہم کو سابقہ پڑا ہے وہ
بھی مہربانی سے پیش آئے۔ جرمنی فوج کو بھی وحشی نہیں کہا جا سکتا چونکہ ایسے عظیم جنگوں اور سخت محاصروں میں خصوصاً
جیسا کہ میٹز کا محاصرہ رہا۔ ضروریات کی لوٹ اور چھین چھان ہوا ہی کرتی ہے۔ لیکن علاوہ اس کے جرمنی فوج کا چال
چلن اور رویہ بہت اچھا رہا۔ موضع سینٹ پریویٹ میں جہاں جرمنی فوج اس قدر ماری گئی تھی کہ یہ موضع جرمنی فوج
گارڈس کی قبر کے نام سے موسوم ہو گیا تھا جبکہ جرمنی فوج نے اس موضع کو فتح کیا۔ تو وہاں کے ایک بھی باشندے
کو نہ مارا۔

جو لوگ فوجی شان و شوکت و فتح پر مرتے ہیں اُن کو یہاں آکر یہ ضلع دیکھنا چاہئے کہ ہر طرف بربادی پھیلی
ہوئی ہے۔ گاؤں اُن کو نصف جلے ہوئے ویران ملینگے اور قحط اور وبا اور مہلک بخار اور چیچک تمام ضلع
میں پھیلی ہوئی پاوینگے اور ہزاروں درخت میوہ دار کہ جن میں منوں میوہ لگا کرتا تھا اب وہ جلے ہوئے ٹھنٹھ
ملینگے اور تمام سطح زمین پر ادھر اُدھر منڈیریں بنے ہوئے پاوینگے کہ جنکے نیچے ہزارہا بہادر دفن ہو رہے
ہیں۔ اور اس سب بے نام و بے نشانی سے دفن ہو رہے ہیں کہ صرف کہیں کہیں ایک لکڑی کی صلیب لگی

قریب ہے جس سے ایک آدھ بہادر کا نام و نشان ظاہر ہو جاتا ہے اب ایسے لوگوں کو خیال کرنا چاہئے کہ جنگ میں یہ شان و شوکت کسقدر گراں خریدی جاتی ہے۔

موضع سینٹ میری آکس چیپسنز۔ جسکے گرداگرد ۱۸۔ اگست کو ایک لڑائی ہوئی تھی وہاں چند فیٹ زمین میں سات ہزار سپاہی دفن ہیں اور جب کسان زمین توڑنے کو ہل چلاتا ہے سیکڑوں نعشیں نکل آتی ہیں۔ اب اُن کو دوبارہ دفن کرنے کے لئے تدابیر کیجارہی ہیں۔

شہر تھیوں ویلی جہاں سے میں یہ خط لکھ رہا ہوں وہ تو جرمنی فوج کی گولہ باری سے بالکل برباد ہی ہوگیا ہے۔ جرمنی فوج سے اس شہر میں بیس ہزار گولے آکر گرے اور شہر میں ایک مکان بھی سالم نہیں رہا۔ کل کے کل ٹوٹے پڑے ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ شہر میں سوائے ایک باشندے کے اور کوئی ہلاک نہیں ہوا۔

یہاں کا قلعہ بڑا مضبوط اور غیر قابل فتح ہے۔ گو جرمنی فوج نے اس قلعہ تک کے تمام درخت گولوں سے اُڑا دئے تھے تاکہ گولہ قلعہ پر جانے سے نہ رُکے مگر قلعہ پر ایک گولہ نہ لگا سب گولے اوپر اوپر چلے جاتے تھے اور شہر میں گرتے تھے۔ اور یہ قلعہ اب تک ویسا ہی مضبوط ہے جیسا کہ ہمیشہ تھا۔ شہر کے جب سب مکان برباد ہو گئے تب شہر والوں نے کمانڈر فوج کو مجبور کیا کہ وہ قلعہ کو جرمنی فوج کے سپرد کردیں۔ اس طرح سے یہاں گولہ باری ختم ہوئی تھی۔ لیکن یہ مضبوط قلعہ نہ دشمن کو روک سکا اور نہ شہر کی حفاظت کرسکا۔ یہ بالکل بے کار ثابت ہوا اب میں یہاں سے شہر لونگوے کو جاتا ہوں تاکہ جہاں تک ہمارے امکان میں ہے مصیبت زدوں کی مصیبت کم کریں۔

راقم۔ ایس۔ جی۔ لیپر۔ ایکے از کمشنران تقسیم فنڈ مصیبت زدگان۔ تھیون ویلی۔

۶ جنوری ۱۸۷۱ء

## تعداد غباروں کی جو دوران محاصرہ میں پیرس سے روانہ ہوئے

اخبار ریویو ڈکس مونڈس نے حسب ذیل اطلاع ان کی بابت دی تھی:-

کہا ہے کہ اول غبارہ ۲۳ ستمبر کو ڈاک خانہ نے چھوڑا تھا۔ اسکے بعد نومبر کی اخیر تک پیرس سے ۴۰ غبارے اور چھوڑے گئے۔ اوسطاً ہر غبارہ میں دو مسافر سوار ہوتے تھے اور ۵ من سے ۷ من تک کے وزنی خطوط ہوا کرتے تھے اور ایک جوڑا نامہ بر کبوتروں کا ہوا کرتا تھا۔ ان میں سے سوائے ایک غبارہ کے جو ملک ناروی میں جاکے گرا۔ کوئی غبارہ ایک سو پچیس میل سے زائد دور نہیں اُڑسکا۔ انمیں سے بہت سے نامہ بر کبوتروں کا پتہ نہیں ہے کہ وہ کیا ہو گئے اور نصف غباروں کی بابت بھی کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔ خدا جانے سمندر میں ڈوب گئے

یا کیا ہوئے - اگر کوئی ان میں خط ڈالتا تو اُس کا محصول ار لگا کرتا تھا۔ یہ غبارے دو جگہ بنتے تھے - ایک تو شمالی پیرس کے ریلوے اسٹیشن پر اور دوسرے آرلینس کے ریلوے اسٹیشن پر اور سامان اس قدر کافی تھا کہ ہر روز دو غبارے بنا کر بھیجے جا سکتے تھے -

## باشندگانِ پیرس کی مضبوطی

۱۷- دسمبر کو شہر پیرس سے جو محصور رہو رہا تھا ایک شخص نے حسب ذیل خط لکھا تھا:-

جو کچھ مصیبتیں ہم پر پڑ رہی ہیں اُن کو باشندگان پیرس نہایت خوشی سے برداشت کر رہے ہیں اُن کا یہ ارادہ ہے کہ جب تک کھانے کو ایک نوالہ بھی میسر آوے گا وہ اپنے تئیں سپرد نہیں کرینگے - اس وقت تک تو ہم کو کسی شے کی بے انتہا ضرورت نہیں ہے - مویشی کے ختم ہو جانے سے اب لوگ گھوڑوں کے گوشت کھانے پر مائل ہو گئے ہیں اور گورنمنٹ نے بھی حکم دیدیا ہے کہ تمام قصابوں کی دکانوں پر گھوڑے کا گوشت فروخت ہوا کرے - اس حکم سے لوگ بہت خوش ہیں - بعض اوقات ہم بجائے گوشت کے - چاول اور مچھلی کھاتے ہیں - ہم کو خدا سے اُمید ہے کہ وہ ہماری نئی فوجوں کو دشمن پر کامیابی دے گا اور اگر ہم کو دشمن کی مجبوراً اطاعت کرنا پڑے گی تو جہاں تک ہم سے ہو سکتا ہے ہم اپنا فرض ادا کر رہے ہیں - ہم کو مستقل رہنا چاہیئے چونکہ یہ بات تو ناممکن ہے کہ خداوند کریم ہماری جانب نہ دیکھے اور دشمن پر بدلہ نہ دیوے - پیرس میں رات کو بالکل خاموشی ہو جاتی ہے اور آٹھ بجے رات سے سوائے توپ کی آواز کے اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی - افسوس اس شہر میں بیس لاکھ سے زائد آدمی ہیں - اور اب رات کو یہ ایسا سنسان ہو جاتا ہے کہ گویا دو ہزار باشندے بھی یہاں نہیں رہتے -

## شہر لی مانس کا فتح ہونا

ایک جرمنی نامہ نگار رقمطراز ہے کہ:-

کہ جب ہماری فوج شہر میں داخل ہوئی اُس وقت جنرل چینزی کی بھاگی ہوئی فوج سے بازاروں میں ہماری فوج کی لڑائی ہوئی - ہماری فوج پر علاوہ فرنچ فوج کے گھروں میں سے بھی آگ برسائی جاتی تھی اور کمین گاہوں میں لوگ چھپے بیٹھے گئے تھے تاکہ ہماری فوج شہر میں داخل نہ ہو سکے اور یہ لوگ ہم پر آڑ میں سے حملہ کریں جب ہماری فوج شہر میں داخل ہوگئی تو فرانسیسی فوج بڑی ہی گھبراہٹ اور جلدی میں بھاگی - یہاں تک کہ سامان جنگ کی گاڑیاں ابھی روانہ نہ ہوئی تھیں کہ ہماری فوج کی بندوقوں کی آواز سنکر یہ فرنچ فوج خوف زدہ ہو کر بھاگ گئی اور

یہ سب سامان ہمارے ہاتھ لگا۔ جو گاڑیاں ہم سے پہلے جا چکیں تھیں اُن کے ہانکنے والے گھوڑوں کے چابک لگاتے
تھے تاکہ جلدی پہنچیں اور بعض اوقات گھوڑے دولتیاں گاڑیوں پر پھینکتے تھے۔ کبھی ایک گاڑی دوسری گاڑی پر
چڑھ جاتی تھی گلیوں میں غل و پکار پڑی ہوئی تھی غرضکہ عجیب گھبراہٹ اور کھلبلی تھی کہ اس عرصہ میں ہماری فوج جا پہونچی
اور گاڑی بانوں کو حکم دیا کہ ٹھیرالو۔ گھبراہٹ میں یہ حکم کسی نے نہ مانا۔ آخرکار چند بندوقیں چلائی گئیں جس سے یہ سب
گاڑیاں ٹھیریں اور ہماری فوج نے کل سامان پر قبضہ کر لیا۔ ہزاروں گھوڑے چھٹے ہوئے ہنہناتے ہوئے بھاگے
پھر رہے تھے اور بوٹ۔ وردیاں۔ توپیں۔ کارتوس۔ سٹریلیوز اور بسکٹوں کے صندوق کے صندوق بڑی گھبراہٹ
میں جو چھوڑے گئے تھے (ادھر اُدھر پڑے ہوئے تھے۔ سامان جنگ کی گاڑیاں کھلی ہوئی تھیں اور ہر شخص قریب سے
گذرتا تھا ایک آدھ گولہ اُٹھا لیتا تھا۔ ریلوے اسٹیشن پر سامان اس سے بھی زیادہ پڑا ہوا تھا اور چونکہ ہم کو بھی بہت
ضرورت تھی یہ سب چیزیں ہماری فوج کے خوب کام اور استعمال میں آئیں۔ ریلوے اسٹیشن پر یہ سب اشیاء بندھی بندھائی
گاڑیوں میں رکھی ہوئی تھیں اور معلوم ہوتا تھا کہ اب روانہ ہی ہونے کو تھیں جبکہ ہماری فوج نے اُن پر قبضہ کر لیا۔
کل مال گاڑیوں میں سامان بھرا ہوا تھا اور ہر ایک گاڑی پوری پوری بھری ہوئی تھی اور سامان مفصلہ ذیل اُن پر لدا ہوا
تھا کسی میں بھوسا اور سوکھی گھاس تھی۔ بعض میں چنے۔ آٹا۔ کافی۔ قہوہ۔ شکر۔ چاول۔ شراب۔ بوٹ اور وردیاں
تھیں۔ اسٹیشن پر ہماری فوج نے چھ انجنوں اور دو سو ریل گاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ علاوہ اس سامان کے جنرل
چینزی کے بہت سے سرکاری کاغذات بھی ہمارے ہاتھ آئے جس سے فرانسیسی فوج کی نقل و حرکت کا ہمیں
خوب احوال معلوم ہوا اور حملہ کرنے میں بڑی مدد ملی۔ کاغذات کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ فرانسیسی فوج کو بھی اپنی
کامیابی کی توقع نہ تھی جنرل چینزی نے اکثر جگہیں یہ شکایت لکھ رکھی تھی کہ دیگر جنرلان میری تجویز کے موافق کبھی
سے کام نہیں کرتے۔ کاغذات سے معلوم ہوا کہ ایک انگریزی افسر کرنیل فیلڈنگ بھی اُس کا مشیر تھا جنرل چینزی
اور یہ انگریزی کرنیل اُس کا مشیر معلوم ہوتا تھا کہ یہ بہت سرگرمی سے کارروائی کیا کرتے تھے۔ ہم نے جو خرچہ فوج کا
بعض بعض شہروں پر ڈال دیا تھا۔ وہاں بعدازاں ہماری فوج بڑی محفوظ رہی اور یہ طریقہ فوج کی حفاظت کے لئے
بہت مفید ثابت ہوا۔ شہر آرلینز میں ہماری فوج پر کسی شہری نے ایک گولی چلا دی تھی۔ ہماری فوج نے وہاں سے
اس کی بابت چھ لاکھ فرانک خرچہ فوج لیا تھا۔ بعد اس کے ہماری فوج وہاں بڑی محفوظ رہی۔ اور چونکہ جب ہم نے
شہر لی مانس پر قبضہ کر لیا۔ اُس کے بعد شہریوں نے ہم پر گولیاں چلائیں۔ اس لئے شہر لی مانس سے چالیس لاکھ
سکہ فرانک خرچۂ فوج لیا گیا۔

# جنگ سیڈان کے بعد کا احوال

ایک نامہ نگار نے سیڈان کا حال مفصلۂ ذیل تحریر کیا ہے :-

کہ جب جرمنی فوج نے فتح پائی۔ تو یہاں بارش شروع ہوگئی اور بارش اور کیچڑ کے اندر مردوں کو دفن کرنے کا اور زخمیوں کو اُٹھانے کا کام اور بھی مصیبت پر مصیبت ہوگیا تھا۔ لڑائی کے چار روز بعد تک سڑک سیڈان اور گیون تک سینکڑوں فرانسیسوں کی نعشیں پڑی ہوئی تھیں اور پانچویں روز تک یہ دفن ہوتی رہیں۔ لڑائی کے چھٹے دن کے بعد مردہ گھوڑوں کو زمین میں گاڑا گیا۔ زخمیوں کی اس قدر کثرت تھی کہ اُن کا علاج شروع کرنے میں اور اُن کی خبر گیری رکھنے میں دو چار دن صرف ہوگئے اور مقتولین کی نعشوں کو پڑا رہنے دیا کہ اب بعد میں گاڑ دینگے۔ میدان کارزار بیچ پانچ چھ میل تک پھیلا ہوا تھا کوئی مکان کسی گاؤں میں ایسا نہ تھا جہاں زخمیوں کے ڈھیر نہ ہوں اور ڈاکٹر رات دن زخمیوں کی دیکھ بھال میں سخت محنت کرتے تھے جو لوگ کم زخمی ہوئے تھے اون کو سرحد بلجیم پر بھیجدیا تاکہ ریل میں بیٹھکر جرمنی اور فرانس اپنے اپنے وطن کو چلے جاویں۔ جو لوگ مہلک زخمی تھے اُن کے علاج بڑی سرگرمی اور جانفشانی سے کئے گئے اور بتدریج اُن کو الگ الگ ہٹاتے گئے تاکہ بیماری متعدی نہ پھیل جاوے۔ اکثر یہ دیکھا گیا کہ بوجہ یکساں مصیبت پڑنے کے اور اس خیال سے کہ اب سب کے یار و مددگار ہیں دو چار گھنٹے پہلے جو آپس میں دشمن قاتل تھے۔ یعنے سپاہیاں فوج جرمنی اور فرانس وہ اس زخمی حالت میں ایک دوسرے سے بہت اخلاق و محبت سے پیش آتے تھے۔ لڑائی کے بعد ایک دن صبح کو میں نے یہ دیکھا کہ بیسیوں ہلکے زخمی جو فرانسیسی اور جرمنی فوج کے تھے لنگڑاتے ہوئے شہر کی طرف جارہے تھے اور آپس میں بڑی تہذیب اور خلق سے گفتگو کرتے تھے۔ کبھی کبھی وہ سپاہی جو دوسرے ملک کی زبان سے واقف نہ تھے آپس میں اشاروں میں بھی ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے۔ اور یہ بات سچ ہے کہ دوستی اور دشمنی دنیاوی حصول مقصد تک ہی قایم رہتی ہے

# ایک بچہ سپاہی

ایک نامہ نگار لکھتا ہے :- کہ جنگ ہذا میں جرمنی مردوں اور عورتوں میں تو جوش تھا ہی وہاں کے بچوں میں بھی بڑا جوش تھا جبکہ میں آج سیر کرنے نکلا تو میں نے ایک ایسا چھوٹا سپاہی دیکھا جس سے کم عمر کا دنیا میں شاید کوئی سپاہی نہ ہوگا۔ یہ اپنی تمام وردی لگائے ہوئے تھا۔ فوجی ٹوپی چھوٹی سی تلوار اور سپاہی کا خلطہ وغیرہ سب پہنے ہوئے تھا اس کی عمر نو برس سے زیادہ کی نہوگی جبکہ میں اس کے نزدیک پہنچا تو اُس نے مجھے ٹھیرایا اور مجھسے پوچھا کہ تم نہیں

ان بہادران ہمدردان قوم کے نام جرمنی کے بہادروں کی فہرست کے کتبوں میں کندہ ہیں۔

**تعداد فوج مشترکہ جو فرانس اور پرشیائی جنگ ہذا میں ماری گئی اور تعداد زر جو طرفین کا دوران جنگ میں صرف ہوا معہ موازنہ مشہور**

## جنگ ہائے یورپ سے

اس جنگ میں طرفین کی فوج بے شمار قتل وضایع ہوئی ۱۸۷۰ء کے بعد سے یورپ میں ایسی خونخوار اور خونریز لڑائی کوئی نہیں ہوئی تھی جرمن اور فرانس کی فوج جنگ ہذا میں قریب تین لاکھ کے قتل وضایع ہوئی اور گو ۱۸۵۴ء میں جنگ کریمیا میں چار لاکھ پچاسی ہزار فوج متخاصمین کی ماری گئی تھی مگر وہ لڑائی ۱۸۵۶ء تک یا ڈہائی برس تک رہی تھی اور وہ لڑائی چار سلطنتوں میں ہوئی تھی۔ یعنے ایک طرف روم۔ انگلینڈ۔ فرانس اور اٹلی تھی اور ایک جانب روس تھا۔ اور یہ لڑائی صرف دو سلطنتوں پرشیا اور فرانس میں ہوئی اور کل نو دس ماہ تک جاری رہی اور اس میں فرانس اور پرشیا کی دو لاکھ نوے ہزار فوج قتل ہوئی صرف زر بھی ہر دو ممالک کا اس جنگ میں اس قدر ہوا ہے کہ اتنا کسی بڑی سے بڑی ... میں بھی اس قدر قلیل عرصہ میں نہیں ہوا ہے۔ اس جنگ میں پرشیا اور فرانس دونوں کا صرف ... ایکھو کر ۱۳۱ کروڑ ۲۰ لاکھ پونڈ صرف زر ہوا۔ اور ہندوستان کے سکہ روپیہ میں اگر ... حساب ۶۸ کروڑ ۸۰ لاکھ روپیہ ہوتا ہے ہندوستان میں شلنگ ... نا رہتا ہے۔ اسلیے اگر ناظرین بالکل صحیح تعداد سکہ روپیہ میں

۲۱۶ ملین پونڈ کا خرچ روپیہ میں معلوم کر سکتے ہیں۔ اور

... حساب روپیوں میں تحریر کیا ہے۔ اور ہماری یہ مفروضہ

... ہیں۔ یہ قریب قریب نرخ تبادلہ موجودہ وقت کے برابر

... جنگ میں شریک تھیں۔ لیکن اوسمیں بھی کل صرف

... ۱۱ ملین پونڈ کم صرف ہوئے تھے

... کے دیگر مشہور جنگوں کا ایک مختصر نقشہ تحریر کرتے

... صرف زر اور نقصان جان خود موازنہ

کر سکتے ہیں۔ وہ نقشہ حسب ذیل ہے

| سنہ جنگ | نام متخاصمین | طرفین کا کسقدر خرچہ ہوا | طرفین کی کسقدر فوج ماری گئی |
|---|---|---|---|
| سنہ ۱۸۲۸ء | روم اور روس | (بیس) ۲۰ ملین پونڈ | ۱۲۰۰۰۰ (ایک لاکھ بیس ہزار) |
| سنہ ۱۸۵۴-۵۵ء | روم۔ انگلینڈ۔ فرانس اٹلی اور روس | (تین سو پانچ) ۳۰۵ ملین پونڈ | ۴۸۵۰۰۰ (چار لاکھ پچاسی ہزار) |
| سنہ ۱۸۵۹ء | فرانس اور آسٹریا | (پنتالیس) ۴۵ ملین پونڈ | ۶۳۰۰۰ (تریسٹھ ہزار) |
| سنہ ۱۸۶۶ء | پرشیا اور آسٹریا | (بیس) ۲۰ ملین پونڈ | ۵۱۰۰۰ (اکیاون ہزار) |
| سنہ ۱۸۷۰ء | فرانس اور پرشیا | (تین سو سولہ) ۳۱۶ ملین پونڈ | ۲۹۰۰۰۰ (دو لاکھ نوے ہزار) |
| سنہ ۱۸۷۶-۷۷ء | روم اور روس | (ایک سو نوے) ۱۹۰ ملین پونڈ | ۱۸۰۰۰۰ (ایک لاکھ اسی ہزار) |

## (خاتمہ)

یہ ترجمہ نگار بکمال ادب دست بستہ ناظرین اور پبلک کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آج کل اُردو زبان جو
ہماری ملکی زبان ہے۔ موجودہ نسل اصحاب ذی استعداد او [illegible] رفارمروں کے طفیل گو ترقی کا قدم بڑھا
رہی ہے تاہم اس کا دامن مختلف علوم بالخصوص تاریخی ذخ[illegible] [illegible] تاہنوز بہت خالی ہے
اور ابھی یہ زبان ذی علوم اصحاب قوم کی کوشش کی بہت [illegible] [illegible] ضروری و
لازمی ہے۔ عالیجناب شمس العلما مولٰنا مولوی شبلی نعمانی سابق
الہ آباد کا قول واقعی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ قوم
ہے۔ اور اگر نہیں تو قوم قوم نہیں۔ بنا علیہ اس کج مج زبا[illegible]
ہے۔ اپنی کم حوصلگی اور حقیر حیثیت کے موافق واقعات
میں نہایت صحت اور اختصار کے ساتھ انتخاب کر [illegible]
یہ ناچیز و تحفہ حقیر ہے حاشا و کلا! ہر گز اس قابل نہیں
کہ میری استعداد علمی اور تاریخی معلومات ہر گز [illegible]
حضور میں اپنے تئیں ادنٰے مبتدی سے بھی [illegible]

لیکن جب حضرات ناظرین کے کرم اور حسن خلق کا بھروسہ کرتا ہوں تو اپنی بے سرو سامانی پر کسیقدر طبیعت کو اطمینان حاصل ہوجاتا ہے ؎

برگ سبز است تحفۂ درویش ✦ چہ کند بے نوا ہمیں دارد

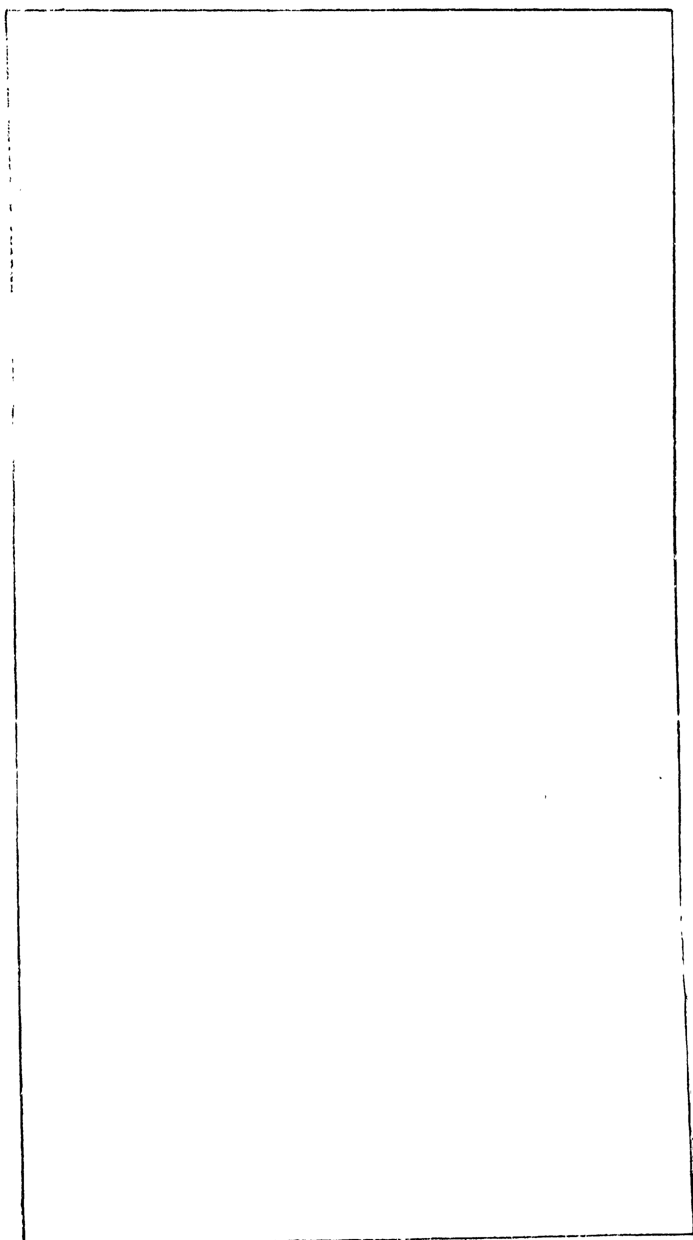
خداوند تعالٰے نے اس تاریخ کے ترجمے میں ایسی مدد کی کہ صرف ایک ماہ ہی کے عرصہ میں یہ ترجمہ مکمل ہوگیا حضرات ناظرین اس ترجمے کے سوا اب میں مسٹر ای۔ ایچ پامر سابق عربی پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی کی کتاب ہارون الرشید کا ترجمہ اُردو زبان میں لکھ رہا ہوں جس سے خلیفہ ہارون الرشید خلیفہ پنجم دولت عبّاسیہ کے کل واقعاتِ سلطنت معہ سوانح عمری و طریق معدلت اور طرز معاشرت و فتوحات ملکی اور پولیٹیکل انتظامات و سوشل حالات کا صحیح اندازہ واضح ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی سلطنت کا جب عروج کمال پر تھا اور حدود ہند سے بحر اوقیانوس تک اس باعظمت حکومت کا پھریرا اُڑتا تھا وہ تمام حال۔ اور اس کے سوا عرب کے ایام جاہلیت کا حال۔ اور زمانہ اسلام کی ابتدائی نشو و نما اور ترقی اور خلافت کی تاریخ کہ کس طور سے خلفاء راشدین کے بعد بنی اُمیہ اور اُن کے بعد بن عبّاس کے خاندان میں خلافت آئی۔ اور پھر ترکوں نے کس طرح سلطنت عبّاسیہ پر قبضہ پایا۔ نہایت شرح و بسط کیساتھ یہ احوال تحریر کیا گیا ہے۔

اس امر کا بھی عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ کسی کتاب کے ترجمہ میں واقعات کے اندر کمی یا بیشی یا فروگذاشت ہونا ناممکنات سے ہے۔ پامر صاحب کی اس کتاب کے ترجمہ کا حق میں نے پورا پورا ادا کیا ہے۔ مگر بعض یورپین مصنفین اپنی تصنیفات و تاریخ میں حکمرانان اسلام پر یا خود بعض واقعات تاریخی اسلام اور نیز اسلام پر ناواقفیت سے ایسی چوٹ کر جاتے ہیں جو غلطی کی حد تک پہنچتی ہے۔ اس کتاب میں بھی بعض مواقع پر میں نے ایسے غلط حملوں کی تردید کتبہائے معتبر اور مستند کے ذریعہ سے بکمال تلاش و تحقیق اپنے فٹ نوٹوں کے ذریعہ سے مشرح طور پر کردی ہے جس سے اصلی حالت کا صحیح اندازہ ظاہر ہوجاتا ہے۔

اگر زمانہ نے مساعدت اور عمر نے وفا کی تو انشاء اللہ تعالٰے یہ مفید ترجمہ بھی عنقریب پبلک کی خدمت میں پیش کیا جاویگا السعی منی والاتمام من اللہ تعالٰے فقط یکم نومبر ۱۸۹۸ء مقام پانی پت

## بالخیر تمت

بقلم خاکسار عبد القادر جنڈیالوی ضلع گوجرانوالہ



# تصحیح نامہ

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳ | ۱ | کُل | کُل | ۴۸ | ۲۰ | نوج حکام | نوجی حکام | ۱۰۶ | ۱۰ | نوج | نوج میں |
| ۴ | ۱۹ | عموماًگر | عموماً | ۴۹ | ۲۱ | لیعہد | ولیعہد | ۱۱۳ | ۲۱ | ایسے | اس |
| ۴ | ۱۹ | - | اور | ۵۶ | ۷ | اختشام | احتشام | ۱۲۸ | ۱۵ | نوج اور | نوج کے |
| ۵ | ۱۹ | نبی | بنی (تقسیم) | ۵۶ | ۱۲ | گاڑیا | گاڑیاں | ۱۳۲ | ۲۱ | ہر | ہی یہ |
| ۸ | ۸ | مرسولہ | مرسلہ | ۵۷ | ۱۲ | کردینا | کرادینا | ۱۳۴ | ۱۱ | کی جارتھی | کی جارہی تھی |
| ۹ | ۱ | اسے | سے | ۶۶ | ۷ | فاصلہ | فاصلہ پر | ۱۴۸ | ۲ | سنے کو | سنے گو |
| ۹ | ۳ | واقہ | واقعہ | ۶۶ | ۱۲ | کسی قدر | کس قدر | ۱۵۰ | ۲۰ | دسمبر | دسمبر |
| ۱۲ | ۱۷ | زگورر) | (کوزرر) | ۶۶ | ۱۶ | کے | کہ | ۱۵۲ | ۱۸ | پرشیاکے | پرشیاکی فوج نے |
| ۱۲ | ۲۰ | نریبن تماجو | نریبن تماجو | ۶۶ | ۲۱ | اس سے زیادہ نہیں | اس سے نہیں | ۱۵۲ | ۱۰ | ول | اول |
| ۱۸ | ۵ | پانچو | پانچویں | ۷۶ | ۱ | پر صلح کے | شرائط پر صلح کی | ۱۵۶ | ۱۴ | اورنہ | ورنہ |
| ۱۹ | ۲۰ | تمام کے | تمام کے تمام | ۹۰ | ۴ | تمام کے | تمام کے تمام | ۱۶۲ | ۱ | کاکچھ بھی | کاکچھ بلکہ بھی |
| ۳۰ | ۸ | بڑہی جب | بڑہی تب | ۹۲ | ۲ | جودین یرکو | جوجرمنیوں پر | ۱۶۷ | - | ۱۲۷ | ۱۶۷ |
| ۳۹ | ۱۲ | اتشام | احتشام | ۹۵ | ۶ | اسقدر سے مقصد | اس سے مقصد | ۱۶۷ | ۵ | بربادی بخش اور | بربادی بخش جنگ |
| ۳۹ | ۱۲ | جان سے کے | جان | ۹۵ | ۶ | لوگونکی امیدیں | لوگونکی جو امیدیں | ضمیمہ | | | |
| ۴۲ | ۸ | ہوجاتا | ہوجاتا تھا | ۹۹ | ۱ | آگر | آکر کے | ۳ | ۳ | عرصتک رہا | عرصہ تک رہی |
| ۴۴ | ۱ | مشعلوں | شعلوں | ۱۰۰ | ۲۱ | بادود | باوجود | | | | |

# اشتہار

## سوانح عمری ہارون الرشید اعظم

موسوم بہ

ہارون اعظم

یعنے

مسٹر ای ایچ - پامر صاحب عربی پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی مشہور مورخ فاضل کی کتاب کا ترجمہ۔

ہارون الرشید خلفاء عباسیہ میں سے پانچواں خلیفہ ہے اسکے عہد میں سلطنت اسلامی کو جسقدر عروج حاصل تھا ویسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ حدود ہندوستان سے بحر اطلانٹک (بحر اوقیانوس) تک یا افریقہ کے انتہائے مغرب تک اسلامی جھنڈا لہراتا تھا اسکی عدالت و انصاف، اور زہد و ریاضت اور سوشل و پولیٹیکل طرز معاشرت کا پورا پورا حال اس کتاب میں تحریر ہے۔ ریاضت کا اسکے یہ حال تھا کہ ہر روز علاوہ نماز پنجگانہ کے سو نفلیں بلا ناغہ پڑھتا تھا۔ ایکسال حج کو جاتا تو دوسرے سال جہاد کرتا تھا۔ حج کیلئے ہمیشہ بغداد سے مکہ شریف تک گرم ریگستانی ملک میں پیدل ہوکر آیا کرتا تھا اس کتاب میں سب واقعات نہایت صحت کے ساتھ قلمبند کیے گئے ہیں۔ اور نیز خلفاء راشدین اور خلافت کی تاریخکو باتفصیل سوائے ترجمہ کے مترجم نے اپنے فٹ نوٹوں کے ذریعہ سے اور انہیں نوٹوں کے ذریعہ سے دیگر ضروری حالات بھی ایزاد کئے ہیں جس سے یہ تاریخ بڑی ہی دلچسپ ہوگئی ہے۔ اور اسکی ضخامت بھی بوجہ مترجم کے نوٹوں کے بہت بڑھ گئی ہے زیادہ حالات اس کتاب کی بابت خاتمہ محاربہ فرانس و پرشیا میں مندرج ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ اصحاب شایقین تاریخکی الماریمیں اس کتاب کا ہونا ضروریات سے ہے اور فائدہ سے خالی نہیں ہے اور خاصکر ہر مسلمان کے گھر میں ہونا اسکا لابدی ہے اس کتاب کے طبع ہونے میں نہایت درجہ انتظام صفائی اور عمدہ ولایتی کاغذ وغیرہ کیا گیا ہے۔ کتاب انشاءاللہ تعالیٰ بڑی آب و تاب کے ساتھ بہت جلد شائع ہونیوالی اگر کوئی صاحب دوران طبع میں درخواست خریداری کی بھیجینگے تو انکا نام درج رجسٹر خریداران کرلیا جاویگا اور کتاب بعد طبع انکی خدمت میں ارسال کردیجاویگی قیمت اس کتاب کی رفاہ عام کے لحاظ سے نہایت کم رکھی گئی ہے یعنی صرف ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصولڈاک وغیرہ تاکہ غریب مسلمان بھی یہ کتاب خرید سکیں اور گراں نگذرے اسوجہ سے قیمت کم رکھی گئی ہے ناظرین جلد درخواست خریداری ارسال فرماویں فقط۔ المشتہر۔ محمد مصباح الدین احمد مترجم محلہ افغانان پانی پت

# اشتہار

# سوانح عمری ہارون الرشید اعظم

موسوم بہ

ہارون اعظم

یعنے

مسٹر ای ایچ - پامر صاحب عربی پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی مشہور مورخ فاضل کی کتاب کا ترجمہ

ہارون الرشید خلفاء عباسیہ میں سے پانچواں خلیفہ ہے اسکے عہد میں سلطنت اسلامی کو جسقدر عروج حاصل تھا۔ ویسا پھر کبھی نہیں ہوا۔ حدود ہندوستان سے بحر اطلانٹک (بحر اوقیانوس) تک یا افریقہ کے انتہائے مغرب تک اسلامی جھنڈا لہراتا تھا اُسکی معدلت و انصاف اور زہد و ریاضت اور سوشل و پولیٹکل طرز معاشرت کا پورا پورا حال اس کتاب میں تحریر ہے۔ ریاضت کا اسکے یہ حال تھا کہ ہر روز علاوہ نماز پنجگانہ کے سو نفلیں بلاناغہ پڑھتا تھا۔ ایکسال حج کو جاتا تو دوسرے سال جہاد کرتا تھا۔ حج کیلئے ہمیشہ بغداد سے مکہ شریف تک گرم ریگستانی ملک میں پیدل ہو کر آیا کرتا تھا اس کتاب میں جملہ واقعات نہایت صحت کے ساتھ قلمبند کیے گئے ہیں۔ اور نیز خلفاء راشدین اور خلافت کی تاریخ کو بالتفصیل سوائے ترجمہ کے مترجم نے اپنے فٹ نوٹوں کے ذریعہ سے اور انہیں نوٹوں کے ذریعہ سے دیگر ضروری ضروری حالات بھی ایزاد کئے ہیں جس سے یہ تاریخ بڑی ہی دلچسپ ہوگئی ہے۔ اور اسکی ضخامت بھی بوجہ مترجم کی نوٹوں کے بہت بڑھ گئی ہے زیادہ حالات اس کتاب کی بابت خاتمہ محاربہ فرانس و پرشیا میں مندرج ہیں ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اصحاب شایقین تاریخی الماریوں میں اس کتاب کا ہونا ضروریات سے ہے اور فائدہ سے خالی نہیں ہے اور خاصکر ہر مسلمان کے گھر میں ہونا اسکا لابدی ہے اس کتاب کے طبع ہونے میں نہایت درجہ انتظام صفائی اور عمدہ ولایتی کاغذ وغیرہ کیا گیا ہے۔ کتاب انشاء اللہ تعالے بڑی آب و تاب کے ساتھ بہت جلد شائع ہونیوالی اگر کوئی صاحب دوران طبع میں درخواست خریداری کی بھیجینگے تو انکا نام درج رجسٹر خریداران کر لیا جاویگا اور کتاب بعد طبع انکی خدمت میں ارسال کر دیجاویگی قیمت اس کتاب کی رفاہ عام کے لحاظ سے نہایت کم رکھی گئی ہے یعنی صرف ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصولڈاک وغیرہ تاکہ غریب مسلمان بھی یہ کتاب خرید سکیں اور گرانی حجم کے اسوجہ سے قیمت کم رکھی گئی ہے ناظرین جلد درخواست خریداری ارسال فرماویں فقط۔ المشتہر محمد مصباح الدین احمد مترجم محلہ افغانان پانی

# محاربات تھیسلی

یعنی

## کارزار روم و یونان سنہ ۹۷ء

تین حصوں میں

جو ایک جرمن سٹاف افسر کی کتاب جنگ روم و یونان اور انگلستان کے مشہور مدبر و نویسندہ سر ایلس میڈ بارٹلٹ کی کتاب کارزار تھیسلی کا پورا ترجمہ دینے کے علاوہ حسب موقع بیشمار فٹ نوٹ اور حواشی اور متعدد و دلچسپ اور کارآمد ضمیمے ایزاد کر دیئے گئے ہیں۔ اور تمام نامور پاشاؤں اور چند یونانی افسروں کی نہایت درست تصویریں۔ اور میدان کارزار اور مختلف لڑائیوں کے نقشے درج کر دیئے گئے ہیں۔

مترجمہ و مرتبہ مولوی محمد انشاء اللہ زمیندار انعام آباد و جہار ضلع گوجرانوالہ

## حصہ دوم

سنہ ۱۹۰۱ء

مطبع روز بازار امرتسر میں باہتمام منشی فاضل شیخ غلام محمد صاحب سپرنٹنڈنٹ مطبع شایع ہوئی

طبع اول (حق ضابطہ رجسٹری کرا لی گئی ہے)

قیمت فی حصہ عمر

# فہرست مضامین محاربات تفصیلی حصہ دوم



تینوں حصوں کی فہرست تصاویر پہلے حصہ میں دیدیگئی ہے۔

# حصّہ دوم

# تاریخ جنگ روم و یونان

## محاربہ تھسیلی کا دوسرا دور

## فصل (۱۲) دوازدہم - از لاریسا تا فرسالہ

**سب سے پہلا بڑا شہر**

لاریسا بقول جرمنی مورخ پہلا بڑا شہر تھا جسپر فاتح و منصور ترکی فوج قابض ہوئی ترکی سپہ سالار اور اوسکے افسرون کو اس بات کا بڑا خیال تھا کہ شہر مین جو ناگہان اور غیر مترقبہ طور پر ہاتھ آگیا تھا سپاہ کیطرف سے کسیطرح کی زیادتی نہ ہونے پائے اور حتی الامکان باقیماندہ باشندونکی مرضی اور خوشنودی کے برخلاف کوئی امر ظہور مین آنے دیا جاے

**ترکون کی خوش اطواری اور البانویون کی معذوری**

اجنبی نامہ نگارون کو توقع تھی کہ ترک شہر مین داخل ہو کر جبر و ستم کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نکرینگے - اونکی یہ توقع بالکل غلط ثابت ہوئی - وہ باتفاق رائے فاتحین کے ہر طبقہ و جماعت کی خوش اطواری نیک چلنی اور حسن حرکات کی معترف اور اونکی کامل نظام و باترتیبی کی مدح و ثنا مین رطب اللسان ہین - اور تحریر کرتے ہین کہ باشندونکے مال و اسباب اور املاک کی حفاظت کیلیے جو معدودے چند پولیسی انتظام اوتدابیر ضروری تھین اونکو بھی نہایت اعتدال اور ایسے طریقہ سے کہ کسی کو ناگوار نہ گذرین عمل مین لایا گیا جونہی کسی سپاہی کو کوئی ایسی چیز لیجاتے دیکھا جاتا جسپر لوٹ کا مال ہونیکا شبہ ہوتا تو اوسے فی الفور افسر روک لیتے اور اوسکو مال غنیمت جہان سے اوٹھایا تھا وہین واپس جاکر رکھہ آنے یا جہان کہین سے تصادف[1] ہوا اوسی جگہ رکھدینے کا حکم دیتے - خوبصورت و شہزور البانویونکی رجمنٹین عمداً شہر سے باہر رکھی گئین

[1] اچانک مِل پڑنا۔

کیونکہ اسیطرح خیز موقعون پر ان سے اپنی طبیعتون پر پورا پورا قادر رہنے کی کامل توقع نہین ہوسکتی تھی۔ لیکن ناظرین اس کمزوری سے اب انکی نسبت کوئی بری رائے نہ قایم کرین۔ وہ اسبارہ مین بہت کچھ معذور ہین۔ اونکے حصۂ کثیر کو ابہی تک تہذیب و شایستگی کی ہوا نہین لگی۔ اور وہ ایسے علاقون کے باشندے ہین جو ہنوز اوسی حالت مین ہین جسحالت مین قدرت نے اونکو ابتدا مین پیدا کیا تہا شایستگی و تمدن کا ابتک وہان تقریبًا کوئی دخل نہین ہوا ۔

## یونانیون کے سراسیمہ بھاگنے کے نشان

جنرل سٹاف کے افسرون نے یلا درنگ شہر اور اوسکے مضافات متصلہ مین گشت کی جس کے دوران مین اونکو محقق ہوگیا کہ دیرز یونانی فوج کی سراسیمگی اور بے ترتیبی کی نسبت جو قیاس کیا گیا تہا وہ بالکل درست تہا۔ وہ سب حیران تہے کہ یونانیون نے مقابلہ کے بغیر شہر کو کیون چھوڑا۔ وہ نہایت محفوظ موقعہ پر واقع تہا۔ سامنے کیطرف دریا سالموریا (کوستم) نہایت مستحکم پناہ کا کام دے رہا تہا مورچون اور فصیلون پر بارہ قلعہ شکن توپین معمولی باتریون کے علاوہ موجود تہین۔ مناسب موقعون پر سپاہیون کے لیئے گڑہے کہدے ہوئے ہوئے تہے۔ اور کوئی کارآمد موقعہ مورچون سے جو نہایت عمدہ بنے ہوئے تہے خالی نہ تہا مزید برآن سالموریا کے پل کو منہدم کرنے کیلیئے سب سامان تیار تہا۔ مگر یونانیون پر کچھہ ایسی دہشت متسلط ہوگئی کہ سب کو چھوڑ چہاڑ کر بہاگ گئے۔ اور کسی چیز سے فایدہ نہ اوٹھایا۔ میدانی (فوجی) ہسپتال مجروحین کے علاج معالجہ کیلیئے ابہی پورے طور سے مرتب اور آراستہ بہی نہ کئے جاسکے تہے کہ موجودہ زمانہ کی مکمل دوا فروشی بہترین لوازمات سمیت اوسی نیم مرتب حالت مین چھوڑ دیئے گئے۔ انگریزی اور فرانسیسی ساخت کی صندوقون سے ہسپتالی بستر ادویات اور آلات ابہی کچھہ نکالے گئے تہے۔ اور کچھہ صندوقون مین ہی بند تہے جو سامان نکالا جاچکا تہا اوس کے بہی عجب بے ترتیبی کے ساتھہ جابجا انبار لگے ہوئے تہے۔ بیش قیمت سامان مرہم پٹی (نفیس ململون۔ فلالینون وغیرہ) سے نو واردون نے تولیون اور جہاڑنون کا کام لیا۔ یونانی فوجکے اعلیٰ افسر شہر کے بہترین مکانات مین فروکش ہوئے تہے جہان وہ اپنی نقشے اور تمام خط و کتابت تک پیچھے چھوڑ گئے۔ ناظرین خیال رکھین کہ یہ کل بے چینی ان بہادرون پر گرمسکوف پاشا کی چہوٹی سی فوج کے نمودار ہونے پر جس مین چار سو سے زیادہ سوار نہ تہے مستولی ہوئی تہی! +

## غازی عثمان پاشا کی تقرری کی خبر اور ادہم پاشا کی رائے صورت معاملات پر

اسی دن ترکی ہیڈ کوارٹر مین یہ خبر مشہور ہوئی کہ تھیسلی یونان غازی عثمان پاشا دونون افواج (مقیمہ اپایرس و تھیسلی) کے اعلیٰ کمانڈر مقرر ہوئے ہین۔ مگر لاریسا کی فتح اور یونانیون کے متوحشانہ بہاگنے کی وجہ سے اس خبر سے ترکی ہیڈ کوارٹر مین کوئی ہلچل نہ پیدا ہوئی۔ اور نہ مارشل ادہم پاشا کو کسیطرح کی کچھہ تشویش لاحق ہوئی۔ پاشاء موصوف نے ایک اجنبی نامہ نگار کو شرف ملاقات عطا کرکے معاملات کی صورت حال پر بلا تکلف اور کھلم کھلا اپنی رائے حسب ذیل ظاہر کی:-

"یونانیون کو اگرچہ کامل زک نہین ملی۔ مگر وہ ایسے شکستہ دل اور بے اوسان ہوگئے ہین کہ وہ لاریسا کو جسی حال مین

اونہون نے مستحکم اور مورچہ بند کیا تہا بچانے کی جرأت نکر سکے اور توپین اور سامان وگودام پیچہے چھوڑکر فرساله کو ہٹ گئے ایسا کرنیسے اونہون نے تھیسلی کے کل میدان اوس کو قصبات لاریسا ترنیکاله وکاردتسا اور نیز وولو کی سڑک کو جو یونانیون کا حقیقی قاعدہ انجیش ہے ہمارے ہاتھ مین چھوڑ دیا ہے۔ اس سڑک کا یونانیون کے تصرف مین نرہ جانا ہمارے لیے جنگی لحاظ سے جیسا کچھ کہ قابلقدر اور مفید ہے سو وہ صاف ظاہر ہے۔ اسی بندرگاہ کے رستے کل یونانی فوج ترکی سرحد کو بھیجی گئی تھی اسی کے رستہ یونانی سپاہ کو کمک اور رسد وغیرہ پہنچتی رہی تہی۔ اور اسی بندر کا رستہ جنوبی یونان سے سلسلہ رسل و رسایل قایم رکھنے کے لیئے سب سے قریب اور آسان ہے۔ یہ درست ہے کہ وولو پر ابھی ہمارا قبضہ نہین ہوا۔ اور یونانی ابہی طرف اور اسی طریق سے پیچہے ہٹے ہین کہ اوس سڑک کی جو درہ ویلیکوس مین سے گذرتی ہے کچھ عرصہ حفاظت ومدافعت کرسکتے ہین۔ اور خود شہر کی حفاظت یونانی جہاز کرسکتے ہین لیکن وولو۔ لاریسا ریلوے لاین ہمارے تصرف مین ہے اور نیز یونانی اب اوس لاین سے بھی جو تسندرہ صدر لاین کو قسطنطینیہ مین ملتی ہے۔ اور فرساله کے پاس سے گذرتی ہے کوئی فایدہ نہین اوٹھاسکتے پس بالفاظ دیگر ترکی فوج اسوقت تھیسلی کی جو یونان کا زرخیز ترین اور سب سے بارونق صوبہ ہے پوری پوری مالک ہے۔ اوسکی پوزیشن اور وضع اقامت ایسی ہے کہ یونانیون کے دوسرے خط مدافعت پر حملہ کرنیسے پیشتر سرحدی درون کے رستہ جس قدر اور جس طرح چاہے کمک منگا سکتی ہے "۔

**فرسالوس**

ترکی ہیڈ کوارٹر مین ۲۴ اپریل کو یہ معلوم ہوگیا تہا کہ یونانی فرسالوس کے قریب ایک مستحکم ومورچہ بند موقعہ کو ہٹ گئے ہین۔ اور نیز وولو کے شمال مغرب مین اُس موقعہ پر بھی جہان ولسٹینو کا ریلوے اتصال ہے یہ جمعیت کثیر قابض ہین۔ فرسالوس اوس معرکہ کا میدان جنگ ہونے کی وجہ سے جس مین قیصر جولیس سیزر نے ۲۲ ہزار فوج سے اپنے رقیب پامپی کو جس کے پاس دوگنی فوج تہی ۴۸ سنہ قبل مسیح مین شکست دی تہی قدیم الایام سے مشہور چلا آتا ہے۔ وہ جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے پنڈس اور آتہرس کی ادن شاخون پر واقع ہے جن کے قریب سے وہ زرخیز میدان شروع ہوتا ہے جسکو دریا آنی پی اس سیراب کرتا ہے۔ یہ چھوٹا سا قصبہ جس مین چھہ ایک ہزار باشندے آباد ہین ایک درمیانی شکل پہاڑی کے دامن سے لیکر تقریبًا چوٹی تک منزل بمنزل چلا گیا ہے۔ یہ پہاڑی تخمینًا تین سو ساٹھ فیٹ بلند ہے شہر سے اوپر وسطی زمانہ کا ایک مدور شکل برج کہڑا ہے جس سے ترک تھیسلی کو یونان کے حواله کرنیکے وقت تک زندان کا کام لیتے رہے تہے۔ اس برج پر کہڑے ہونیسے تمام شہر اور میدان کا نظارہ آنکھون کے سامنے پہر جاتا ہے۔ نگاہ میدان سے گذرکر بجانب شمال اولمپس کی چوٹیون پر اور بجانب شمال المشرق آوسا اور پیلی آن کی چوٹیون پر جاٹھیرتی ہے۔ زمانہ قدیم کی عمارت تقریبًا معدوم ہوگئی ہین صرف قلعہ کوہ پر ایک پرانی زیر زمین عمارت کے کھنڈرات اور قدیم قلعہ کی دیوسار دیوارون کے نشان باقی ہین۔ کسی زمانہ مین فرسالوس تھیسلی کے مقتدر ترین اور نہایت ہی آباد شہرون مین داخل تہا اسکی سابقہ عظمت وجلال کا اب ایک شمہ بہی باقی نہین رہ گیا۔ وولو کے بندر کے ساتھ وولو ترنیکاله۔ کالاباکا لاین کے ذریعہ سے گزشتہ مواصلت قایم ہوجانیسے اُسے کوئی فایدہ نہین پہونچا۔ اور

اس سے اوسکی رونق و خوشحالی مین کوئی اضافہ نہین ہوا شاید اسکی وجہ یہہ ہو کہ شبشن قصبہ سے بہت دور ہے۔ غبار آلود شاہ راہ جو لاریسا سے شروع ہو کر میدان مین سے ہوتی ہوئی آتی ہے فی الجملہ بہت اچھی حالت مین ہے۔ فرسالہ سے توڑہ نہ دا چٹانون کے پہاڑون کے گرد چکر لگاتی ہوئی ڈوموکوس کو اور وہان سے وسطی یونان کو بڑہی چلی جاتی ہے۔ فرسالہ سے اسی شاہراہ کے رستہ ڈوموکوس سات گہنٹونکی مسافت پر ہے۔

یونانیون نے اسی کوہستانی علاقہ مین جو میدان فرسالوس کے وسط مین واقع ہے اپنی پوزیشن نہایت عمدہ موقعہ پر قائم کی۔ اونکا میمنہ ایوالی سے ملحق تہا اور میسرہ پہاڑی سلسلہ کے متوازی پیچھے کو خم کہائے ہوئے تہا۔ بمقام ویسٹینو ان بلندیون نے جو پلاؤنیہ کی یا کون اور شہر کے درمیان تہین اور نیز سیفالیہ کی پہاڑیون نے یونانیون کو مدافعت کی بیشتر بڑا کام دیا۔

بلا تردد و نقصان لاریسا پر قابض ہو جانے سے طبعی طور پر ترکی کمانڈرون کو غنیم کا فی الفور تعاقب کرنیکی ترغیب ملگئی تاکہ یونانیون کی گہبراہٹ اور بے ترتیبی سے فایدہ اوٹہا کر شبر جہانتک امکان تمام یونانی فوجکو مزید جدال و قتال سے بیکار کر دیا جاے۔ یہہ صاف ظاہر تہا کہ پیشقدمی کسطرف اور کس مدعا کیلیئے ہونی چاہیئے۔

سب سے اہم مدعا یہ پیش نظر تہا کہ یونانیون کو دولوینی سمندر سے پرے ہٹا دیا جاوے۔ یونانیون کی مصافی کارروائیون کا بڑا دارومدار اسی مقام پر تہا۔ یونانی فوجکی شہرگ ذہی تہی اور اسی مقام سے سمندر و خشکی کے رستہ مزید کمک پہنچ جانے سے یونانی فوجکا حوصلہ اور طاقت پہر سنبہل سکتی اور اوس کے زنجیرے پر ہو سکتے تہے۔ بالفاظ دیگر دشمن کی مدافعت و مقابلہ کے تمام امکان کو شکستہ بین ہی دبانیکیلیئے لاریسا کی قبضہ کے بعد فی الفور جمعیت کثیر کا وہان روانہ کرنا نہایت ضروری تہا۔

**ویسٹنو** مصافی نقطۂ نظر کے لحاظ سے جس مقام کو سب سے اول مسخر کرنے کی کوشش کیجانی لازمی تہی وہ ویسٹینو تہا۔ یہہ مقام تین ریلوے لائینون کا محل اتصال اور راوس و احد سڑک کو ناکہ پر واقع ہے جو تہسلوی میدان سے پہاڑون مین سے ہوتی ہوئی مندر کو جاتی ہے۔ اوسکی جنگی اہمیت مین اس سے بھی بہت اضافہ ہو گیا ہوا ہے کہ دولو سے پاپرین کو مراجعت کرتے وقت اس مقام سے تعاقب کنندہ غنیم کی مراجعت کنندہ فوج کو بچانیکیلیئے مزاحمت کیجا سکتی ہے۔ اگر ترک لاریسا سے نکلتے مستقیم فرسالہ پر پیشقدمی کرتے تو ویسٹینو یونانیون کے قبضہ مین ہوتے کیصورت مین ترکی میسرہ کیلیئے نہایت خطرناک مقام ہو سکتا تہا۔ بنابرین ولیعہد قسطنطین نے ان تمام فوائد سے متمتع ہونے رہنے کیلیئے جو دولو کے کارآمد مقام سے حاصل ہو سکتے تہے، ویسٹینو پر قابض رہنا ضروری تصور کیا۔ یونانی بیڑہ دولو کے بندر مین لنگرانداز تہا اور تمام ریلوی لوکوموٹو انجن وہان جمع تہے۔ ترک ریلوی لائین سے کوئی رولنگ اسٹاک (گاڑیان و انجن) نہ ہونے کیوجہ سے کوئی فایدہ نہ اوٹہا سکتے تہے۔ بمقام ویسٹینو اور راوس کے ارد گرد یونانی افواج اسطرح سے تقسیم کیگئیں کہ وہ ان تمام مستحکم بلندیون پر جو باہم ملکر نعل اسپ کی شکل بنا رہی تہین قابض ہو گئین۔ ایک پہاڑی اس نعل کے وسط مین ہے۔ دولو کی سڑک وہین سے شروع ہوتی ہے۔ بجانب غرب اس پہاڑی کے دامن مین سیفالو ریا کنالو

واقع ہے جسپر ترک قابض تھے اور دوسری طرف وسٹینو ہے جو ترکی پوزیشن سے نظر نہین آتا تہا اس پہاڑی کی متصل
جھیل نزلہ کا شفاف پانی ایک زرخیز و سرسبز گھاٹی مین چمک رہا ہے جھیل کی چارون طرف گھنے جنگل موجود ہین جن مین کہین
کہین زیتون کے پیڑ بہی ہین اور ان جنگلون مین سے دیہاتی مساجد کے مینار جلوہ دکھاتے ہوئے نظارہ کی دلفریبی کو اور بڑہا رہے ہین
پلاڈپتہ کی بارکین وسٹینو سے شمال مشرق مین ہین ریلوے سڑک ہی نہین بلکہ وہ شاندار جنگی شاہ راہ بہی جو دولو کو جاتی ہے
ان بارکون کی زد مین ہے اور بدین لحاظ یہ مقام بندر اور اوس کے گھوڑون کی حفاظت کے لیئے نہایت اہم اور کار آمد تہا۔ پلاڈپتہ
بارکون کے قریب ہی ایک سڑک دولو کی سڑک سے جدا ہو کر براہ پرسیا قلی ہالمیروس کو اور وہان سے براہ سوریلی بند نیا منزلہ کو جاتی
ہے۔ سینو سیفالیہ کی بلندیان سلسلہ کوہ ان فرطال غسے متعلق ہین۔ ادہم پاشا نے فورا ایک انکشافی جماعت لاریسا
سے غنیم کے تعاقب مین بہیجدی ؛

## وسٹینو پر پہلا مقابلہ

فریقین مین نئی پوزیشنون پر قائم ہونیکے بعد پہلا مقابلہ ۱۷ اپریل کو ہوا سلیمان
پاشا کے زیر کمان جو کالم دولو کی طرف بہیجا گیا تہا اوسکا بمقام وسٹینو دشمن سے
تصادف ہو گیا اس کالم مین چار بٹلین آٹھ نہایت کمزور رسالے (تیرہوین و چودہوین کیولری رجمنٹ) ایک کوہی اور دو پہاڑی بیٹریان
تہین دو رسالے مع دولی دستہ کی کمک کو آگے بہیجے گئے۔ اونکو یونانیون نے پسپا کر دیا اور ۲ گہنٹہ بعد کیولری بریگیڈ پر سلمینہ کی
طرف دولو کی سڑک سے اور بائین ہاتھ کیطرف پلاڈپتہ سے گولہ باری شروع ہو گئی جسکے جواب مین ترکی توپخانہ نے بہی گولہ باری
شروع کر دی۔ یونانی گولندازون نے اس موقعہ پر عمدہ قادر اندازی دکہائی۔ اونکے پہلے گولے بھی ٹہیک ترکی توپون پر آکر گرے
مگر پہٹا ایک بہی نہ اس درست نشانہ بازی سے مجبور ہو کر ترکی باتریون کو تین حصون مین منقسم ہو جانا پڑا۔ تاریکی شروع
ہو گئی تہی۔ اور یونانیون کا میسرہ ترکی کیولری کی مراجعت کا راستہ مسدود کرنیکے لیئے رضالوم کیطرف بڑہ رہا تہا۔ پس ترکون
کو بچانے کے لیئے اب بسرعت تمام ادہمین پیچھے ہٹا لیجانا نہایت ضروری ہو گیا تہا۔ کیونکہ مراجعت کیلئے صرف ایک ہی پل موجود تہا
باتریون کو مراجعت کا موقعہ دلانے کے لیئے تیرہوین رجمنٹ نے غنیم کے مقابل دست سلیمان پاشا اوسکے میسرہ کیطرف بڑہا۔ دسینو لا باتریان
سرپٹ دوڑتی ہوئی پل پر سے گزر گئین جنکے بعد اول تیرہوین اور پہر چودہوین رجمنٹ باہستگی واپس ہٹین۔ ترکی کیولری جسکی
کی طریق سے لڑی یعنی پشت توسن پر سے کارتوس اندازی کرتی رہی جس سے قطعی طور پر دشمن کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ پہنچا تو بہت
خفیف لیکن اشد خطرہ کے باوجود ترکی سوارون کے حوصلے برابر قائم رہے اور اونہون نے حیرت انگیز بسالت و شجاعت کی
دشمن کے سامنے سے وہ نہایت آہستگی اور باقاعدگی کے ساتھ پیچھے ہٹے۔ صرف اوس وقت گھوڑون کو کسیقدر تیز کیا جب کہ انکے
اور دشمن کے درمیان ایک گاؤن حائل ہو گیا۔ رات ترکی کی مشرقی کیطرف گئی۔ وہان انہین بروصہ کی ردیف بٹلین آملی
جس نے فورا ہی یعنی مورچہ بنانا شروع کر دیا۔ ادہر انکی پناہ مین کوفتہ و ماندہ رجمنٹ جسکو ابہی تک کہانا اور پانی نہ ملا تہا آرام
کیا۔ ۱۸ اپریل کو ہسمہ کی ردیف بٹلین ایک میدانی باتری سمیت بطور کمک پہنچگئی۔ ۱۹ کو کرنیل محمود بیک دغازی مختار پاشا

عثمانیہ چیف کمشنر مصر کا بیٹا پہنچ گیا۔ اور اوسکی زیر ہدایت ۲۹ و ۳۰ کو غنیم کے مورچون پر حملہ کیا گیا۔ کرنیل محمود نے نہایت
ہوشیاری اور مستعدی سے کام کیا۔ مگر وریتولا غنیم کو جو ابھی تک فرسالہ و ولو ریلوے لائن پر متصرف تہا کم از کم آٹھ
پلٹنون کی کمک پہنچ گئی تہی۔ اوس نے ۱۷ اپریل کی دوپہر کو ترکی میمنہ کو گو ترک کمال دلاوری سے لڑے پسپا کر دیا جسپر
میسرہ کو بھی جو پلاکوتیہ اور رضالوم کیطرف تہا پیچھے ہٹنا پڑ گیا۔ اس پسپائی سے تھوڑا ہی عرصہ بعد ترکون کو دس پلٹنون
اور دو باتریون کی کمک پہنچ گئی۔ مگر ترکی کمانڈرون نے فیصلہ کیا کہ جب تک فرسالہ فتح نہ ہو جائے اب وسیٹنو پر پھر حملہ
نہ کیا جائے۔ ۳۰ اپریل کی لڑائی مین کرنیل محمود بک نے شجاعت و استقامت اور جوانمردی و بسالت کا عجب شاندار
اور قابل ذکر نمونہ دکھایا۔

**محمود کا حملہ** فوج پیدل کو ستانیکا کچھ موقعہ دلانیکے لیئے اوس نے اعلے افسرون سے دشمن کے ایک مورچہ پر جو پہاڑی کی کرارہ پر تہا
اپنی رجمنٹ سواران کے ساتھ حملہ کرنے کی اجازت طلب کی جسکو اجازت ملنے پر اوسنے حملہ کر کے فتح کر لیا۔ ساتھ ہی اوسکا بیش
قیمت گھوڑا دشمن کی گولیون سے ہلاک ہو گیا۔ مگر پھر جوانمرد پیدل اپنے سوارون کے آگے آگے بڑہتا گیا۔ ایک یونانی کپتان
نشانہ باندہ کر پیہم اوسپر گولیان چلاتا رہا۔ مگر کرنیل کا بال بیکا نہ ہوا۔ بالاخر ایک اناطولین کارپورل سوار نے اس کپتان
کا کام تلوار سے تمام کر دیا لیکن افسوس خود بھی شہید ہو گیا۔ کپتان کی بندوق بہری ہوئی تہی۔ کارپورل نے بحالت غضب ایک
ہاتھ سے اوس بندوق کو پکڑ لیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے بندوق والے پر جو اوس کے پیارے افسر کو نشانہ بنا رہا تہا تلوار کا
کا ہاتھ صاف کیا۔ رایفل اس جھٹپٹی مین سر ہو گئی۔ اور اوسکی گولی نے بہادر و جان نثار کارپورل کو وہین جام شہادت پلا دیا۔
محمود کے اس حملہ مین گھوڑون کے علاوہ ۲۴ سوار شہید و مجروح ہوئے۔ مگر جب وہ مورچہ پر قابض ہو گیا۔ تو تین طرفون
سے اوسپر رایفلی بوچھار شروع ہو گئی۔ اور چھٹنے والے گولے بھی پڑنے لگ گئے۔ اس سے مجبور ہو کر اوسے لاچار واپس ہٹ آنا پڑا مگر
گولیون کی تابڑ توڑ بارش کے باوجود ترکی سوار قابل تعریف باترتیبی سے پیچھے ہٹے۔ بے ترتیبی اور گھبراہٹ کا نام و نشان نہ
پایا جاتا تہا۔

پلاکوتیہ کی سطح مرتفع نے یونانیون کی پوزیشن کو مدافعت کیلئے ایسا مستحکم کر دیا ہوا تہا کہ ترک اوسے توڑنے مین کامیاب نہ
ہو سکے۔ ریلوے اور میدان دونون اس بلندی کی زد مین تہے پلاکوتیہ کے مسخر ہو جانے پر یونانی ریلوے لائن سے کوئی فایدہ نہ
اوٹھا سکتے۔ اور اونکی فوج کو رسد وغیرہ پہنچنے کا رستہ بند ہو جاتا جس سے وہ سخت زحمت مین مبتلا ہو جاتی۔ کیونکہ جس کوہستانی علاقہ
مین وہ موجود تہی۔ وہان سے بہت ہی کم رسد و چارہ دستیاب ہو سکتا تہا۔ پلاکوتیہ کی اس اہمیت کی وجہ سے ترکون نے اوسے بہر
نوع فتح کرنیکا عزم کر لیا ہوا تہا۔ گو وہ یقینًا جانتے تہے کہ اوسے فتح کرنے کی کوشش مین بہت نقصان اوٹہانا پڑے گا۔ مگر ساتھ
ہی وہ یہ بھی جانتے تہے کہ جب ایکدفعہ یہ فتح ہو گیا۔ تو وولو خود بخود اونکے قبضہ مین آجائیگا۔ جہان نہین صرف تہوڑی سی فوج
بھیجنی پڑیگی۔ میسرہ کی باقی کل فوج فرسالہ پر بازو کیطرف سے حملہ کرنیکے لیئے فارغ ہو جائے گی۔ وسیٹنو پر اب تک جتنی لڑائیان

ہوئی تہین وہ در اصل خفیف سی معرکہ آرائیان تہین چشمدید شاہدون کا بیان ہے کہ یونانی گولہ باری کی نشانہ بازی اچھی نہ تھی ۔ اور اون کے گولے بہی نہ پہٹتے تہے مگر ترکون کی آتشباری خوب موثر اور نہایت سریع تہی ۔ ترکون کے گولنداز نسبتاً بہت زیادہ باحوصلہ اور قادر علی النفس تھے ۔ یونانیون کی طرح وہ بیحوصلہ اور مضطرب نہین ہو جاتے تہے ۔

ان معرکون مین کل چار پانچ آدمی مجروح ہوئے انہین بہی پہلی لڑائیون کیطرح مصاف کنندگان کے زیادہ تر انتہائی جوارح اور اعضاء کو چٹانون کے ٹکڑون اور پرچون سے جو گولون کی لگنے سے اڑتے تہے زخم پہونچے ۔ یونانیون نے ایسی تابڑتوڑ تشباری کی تہی کہ تعجب ہوتا ہے کہ ترکون کا ایسا خفیف نقصان کیسے ہوا کرنیل محمود بک کیولری کے جوانمرد کمانڈر نے ایک جنگی اتاشی سے ذکر کیا کہ تقریباً دو میل مربع رقبہ پر گولیون کی پیہم بارش ہوتی رہی تہی ۔

اس بہادر افسر کا گھوڑا اوس دلیرانہ حملہ مین جو اوسنے یونانی پوزیشن کے بازو پر کیا تہا ۔ ہلاک ہو گیا ۔ اور وہ بھی گھوڑے کے ساتھ زمین پر گر پڑا ۔ اور بمشکل جانبر ہوا تھا ۔

ولسٹینو کی اس باستقلالی اور معقول حفاظت و مدافعت کا فخر کرنیل سموئنسکی کو حاصل ہے جو اس کامیابی کی طفیل کرنیل واسوس اور کرنیل مانوس کا ہمسر ہو گیا ۔ اور اعلیٰ تعریف و توصیف کا مستحق ہے ۔

**جنگ فرسالہ**

ادہم پاشا کو لاریسا سے پیشقدمی کرتے وقت بشرط امکان آپا پرس کی ترکی فوج سے تعلق وارتباط قایم رکھنے کیلئے اپنی افواج کو بجانب غرب پہیلا دینا ضروری تہا ۔ لیکن علاقہ کے کوہستانی دشوار گذار اور صعب المرور ہونے اور نیز اس وجہ سے کہ بڑی بڑی مسافتین طے کرنا تہین ۔ اوسے اس طرف فوجین بڑہاتے وقت نہایت احتیاط کو مدنظر رکھنا لازمی ہو رہا تہا ۔ جس حزم و احتیاط کا ترکون کے میمنہ کی کارروائیون پر بھی طبعاً بہت اثر پڑا ۔

ترکی سپہ سالار کا منشاء یہ تہا کہ غنیم کے میسرہ کو پلٹ دینے سے اوسے فرسالہ کی پوزیشن چھوڑ دینے پر مجبور کرے ۔ اسغرض کیلئے حقی پاشا کا ڈویژن جو شروع مین تقسیلی اور اپا پرس کے درمیان سلسلہ رسل و رسایل و تعلق باہمی کو قایم اور مرتب رکھنے کیلئے ٹوسکا ٹا مین مقیم کیا گیا تہا ٹرناوس اور لاریسہ کی فتح کے بعد بسرعت لاریسہ بلوا لیا گیا ۔ جہان وہ ڈبل کوچ کرتا ہوا پہنچا ۔ دوسری طرف اول ڈویژن زیر کمان خیری پاشا جو جسکو ہتانین بمقام ڈماسی لڑائی کی تہی زرکوس تر بخالہ ۔ کار دشا و مسکولا پر پر قبضہ کر لینے کے بعد فوج کا انتہائی میمنہ بن کر آگے بڑہنے اور بمقام پوزار اکی سے یونانیون کی پوزیشن بمقام فرسالہ کے میسرہ کو معرض خطر مین ڈالنے کا حکم دیا گیا ۔ اسکے ساتھ ہی پانچ ڈویژنون نے ادہم پاشا کی زیر کمان سامنے کیطرف سے فرسالہ پر پیشقدمی کی مگر میمنہ حسب دلخواہ تیزی سے پیشقدمی نہ کر سکا ۔ علاقہ کٹہن اور کوہستانی ۔ اور باشندے ترکون کے دشمن تہے ۔ مزید بر آن ملکی افواج کی باربرداری کے انتظام کی مشکلات سے اور زیادہ دق و تنگ ہو گیا ۔ فوج کو رسد کے معاملہ مین تھسلی کے زرخیز علاقہ بالخصوص لیفر بشادی ٹمپہ سے بہت مدد ملی ۔ جو رسد و سامان کا نہ ختم ہونیوالا مخزن پائی گئی ۔

ٹرناوس اور لاریسہ کے تباہی بخش و تہعات کی بعد یونانی فوج مین عظیم تغیر و تبدل کئے گئے تقریباً تمام جرنیلون کی جگہ نئے

آدمی بہیجے گئے۔ اور اعلی اسٹاف افسر سپاپونٹ سارا کی جگہ ایک جنرل اسٹاف افسر لفٹننٹ کرنیل لامبر ٹیمس کمانڈر انچیف کے زیر
فرمان عمل پیرا ہونیکے لیئے مقرر کیا گیا۔

یونانی فوجکا حصہ کثیر اون بلندیون پر جو فرسالہ سے بجانب شمال ہین قایم تہا۔ ادہم پاشا کی فوج ایکطرف بہت آہستگی
کے ساتھ بڑہی۔ چنانچہ فوج ہراول کے سوار کہین ۲۸ مئی کو جا کر ایکطرف سوباسی اور دوسری طرف مسکو کوروئی پہونچے۔ سوباسی
فرسالہ سے بجانب شمال آٹھ میل کے فاصلہ پر اور آخر الذکر مقام وہان سے بجانب غرب ۲ میل کے فاصلہ پر فرسالہ ترکالا لائین
پر واقع ہے۔

دوم پنجم و ششم ڈویژن ان سوارون کی اوٹ مین انسے تہوڑی دور پیچہے یونانی پوزیشن کے شمال و شمال المغرب مین جمع تہے
اور باقی فوج ابہی فرسالہ سے تقریبًا ایکدن کی مسافت پر تہی۔ ترکی فوج حملہ آور کا میمنہ مغرب کیطرف بہت دور تک پہیلا ہوا
تہا۔ جس سے انہون کو بہی صاف نظر آرہا تہا۔ کہ ترک میدان کارزار پر یونانیون کے بازو پر سے چلکر کاٹ کر عقب مین جا پہونچنے
کا ارادہ رکہتے ہین۔ یہ مصافی تدبیر اول ڈویژن کی شاطرانہ چال سے علاوہ تہی۔ ۳ مئی کو بڑہ ڈویژن یونانا کی جو فرسالہ سے چودہ
میل بجانب غرب ہے پہنچگیا ہوا تہا۔ جہان سے اسنے مسلسل پیشقدمی کرکے یونانی پوزیشن کے عقب مین پہنچنا تہا۔ متذکرہ صدر تینون
ڈویژنون کے پیچہے چہارم و ہفتم ڈویژن بغرض ضرورت کام دینے کیلئے ریزرو مین تہے۔

ترکی فوجکی صف اولین نے بتاریخ ۵ مئی علی الصبح چار بجے کے وقت حرکت شروع کی۔ مارشل کا منشا تہا کہ فیصلہ کن حملہ
۶ مئی کو کیا جاوے۔ تاکہ خیری پاشا کو یونانیون کے میسرہ پر پہنچنے کیلئے کافی وقت ملجائے۔ مگر ۵ مئی کو جب وہ میدان جنگ مین
پہونچے تو پیدل فوج غنیم سے گتہ چکی تہی۔ فرسالہ لاریسا سے تخمینًا ۱۴ میل بجانب جنوب ہے۔ یونانی اون پہاڑیونکی ڈہلوانون
پر جو میدان فرسالہ کو احاطہ کئے ہوئے ہین نہایت عمدہ موقعہ پر قایم تہے۔ اور وہان خوب مستحکم مورچے تیار کرلیئے ہوئے تہے۔ انکی
دونون بازوون پر جنگل موجود تہا۔ اور توپخانہ کا زیادہ حصہ میمنہ پر نصب تہا۔ شروع شروع مین یونانی گولے خوب نشانہ پر گرے
غالبًا اونکے گولندازون نے گذشتہ چند دنون مین اپنے نشانون کو خوب پختہ کر لیا۔ اور مختلف مسافتون کو اچہی طرح اندازہ کر
لیا تہا۔ مگر دوپہر کے قریب ترک شجاعانہ دہاوا کرکے غنیم کو اسکی پوزیشن سے ہٹا دینے مین کامیاب ہوگئے۔ اور یونانیون نے ترکی
حملہ کی تاب نہ لاکر اون بلندیون کیطرف جو میدان کے دوسرے کنارہ پر تہین مسلسل ہٹنا شروع کردیا۔ اس پسپائی کیوقت وہ
ترکی توپون کی صاف زد مین رہے۔ اور بالخصوص اونکے میمنہ کو بہت نقصان پہنچا۔ مگر اونکے ریرگارڈ (دستہ عقب) نے
باقی فوجکو بچانیکے لیئے مردانہ وار اپنے تئین قربان کردیا۔ پسپائی کے شروع ہونے کی دیر تہی کہ پہر ترکون نے غنیم کو ایک لحظہ
بہر کی فرصت نہ دی۔ نہ اونکی آتشباری ایک لمحہ کیلئے مدہم پڑی یا بند ہوئی جب حملہ آور بلندیون کے بالائی کنارہ پر جہانسے
کل میدان زیر نظر تہا پہونچے تو دشمن کی سراسیمگی و بیچارگی اور اپنے دوسرے دستونکی مسلسل پیشقدمی دیکھکر اونکے حوصلہ اور تیز
ہوگئے۔ دہنے بائین دونون طرف ترکی فوج پیدل کے کالم سیاہ گہٹا کیطرح آگے بڑہے جا رہے تہے۔ اور زیر پا فرحت بخش میدان

دائین ہاتھ حد نظر تک پہیلتا چلا گیا تہا۔ وولو کیطرف فرسالہ کو احاطہ کنندہ بلندیون کے دامن مین وادی تنگ ہوگئی ہے۔ اور اوس کے پیچہے اوتھریس کے سیاہ و مہیب پہاڑ سربفلک کہڑے ہین۔ تمام میدان یونانیون سے جو سرعت قدم اوٹھائے جا رہے تہے بہرا ہوا تہا۔ سب کا رُخ ایک سنگی پل کیطرف تہا۔ جو ایک چہوٹے سے نالہ پر بنا ہوا تہا۔ دریفولا ترکی توپخانہ آگے بڑہکر جا بجا نہایت عمدہ موقعون پر قایم ہوگیا تہا۔ اور بہگوڑے یونانیون کے کالمون پر گولہ پر گولہ پہینک رہا تہا۔ ہر گولہ کے گرنے پر جب گرد و غبار کا طوفان سطح زمین سے اوٹھتا تو بہگوڑون کی رفتار اور تیز ہو جاتی۔ اونکے عقبی دستہ فوج سپاہیون کے کہڑے ہونیکے لیئے گڑہے کہود لئے تہے۔ جہان سے وہ مسلسل آتشباری کرتا رہا۔ لیکن ترکی فوج پیدل کی کثرت آخر اونکی بہادرانہ مدافعت پر غالب آگئی۔ ترک اونکو یکے بعد دیگرے ایک سے دوسری پوزیشن کو دہکیلتے گئے۔ ترکون کی غیر معمولی شجاعت واقعی قابل دید تہی۔ اونہون نے کسی پناہ یا اوٹ کی حفاظت کو منظور نہ کیا۔ اور بلا توقف و قیام برابر بڑہتے چلے گئے حتی کہ رائفلین سر کرنیکے لیئے کسیوقت گہٹنے کو بہی زمین پر نہ لگایا۔ چلتے چلتے آتشباری کرتے رہے جب کہ یونانی پل پر سے گذرنیکے لیئے جمع ہو رہے تہے ایک ٹرین فوج لیکر وولو کیطرف سے آرہی تہی۔ ایک پہٹنے والا گولہ اس ٹرین کو لگا جس سے یونانیون کو بہت نقصان پہونچا جس وقت یونانی بتدریج پل سے گذر گئے اور دریا اونکے اور اونکے تعاقب کنندگان کے درمیان حایل ہوگیا۔ تو اُنکے نیم مردہ جسمون مین پہر کسیقدر جان پڑگئی۔ اور لڑائی مین بہی تہوڑا سا وقفہ پڑگیا لیکن ادہم پاشا نے اس فتح کے بعد بلا توقف فرسالہ کیطرف بڑہنے جانیکا عزم کرلیا۔ وہ ایک باتری لیکر میدان مین اُتر آئے۔ رائفل بردارون کی ایک صف آگے کر دی۔ اور غنیم پر پہر حملہ کر دیا جس کے دوران مین ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ اُس دن پہلے ایسی سخت لڑائی نہ ہوئی تہی۔ ایک چہوٹے سے موضع پر جو بجانب میمنہ تہا۔ ایسی تابر توڑ آتشباری کیگئی۔ کہ ترکی سپاہی دہوین مین نظر نہ آتے تہے۔ رہی سہی کسر گولون نے پوری کر دی۔ اور ترک موضع پر قابض ہوگئے۔ یونانی فرسالہ کو ہٹ گئے۔ اور حملہ کرنیکے لیئے فی الفور چہہ ترکی پلٹنین صف آرا کر دیگئین۔ سورج غروب ہونا شروع ہوگیا تہا۔ مگر جب تک دنکی روشنی رہی۔ ترک شہر پر برابر گولے پہینکتے رہے۔ باتری پر باتری پیچہے سے چلی آکر شہر کے گرداگرد قایم ہو رہی تہی۔ حتی کہ چارون طرف سے شہر توپخانہ کے حلقہ مین آگیا۔ بالاخر تاریکی نے گولہ باری کو بند کرا دیا۔ اور یونانی تاریکی سے فایدہ اوٹہا کر اپنی کل پوزیشنون کو خالی کر گئے اور یہانسے روانہ ہوئے مین پناہ جالی۔ کیونکہ مراجعت کا رستہ معرض خطر مین تہا۔ اور ترک فرسالہ ڈومو کوس کی سڑک پر قابض ہو چکے تہے۔ دوسرے دن جب حمدی اور ممدوح کے ڈویژن فرسالہ کی متصلہ بلندیون پر قابض ہوگئے۔ تو پہر حمدی پاشا کے ڈویژن کو بریگیڈ کمان حسن پاشا نے خود شہر پر بہی قبضہ کر لیا۔ شہزادہ ولیعہد بہادر کا کل سامان۔ چہہ توپین اور بہت سا سامان حرب غنیمت مین ملا۔ ایک اجنبی افسر جو موقعہ پر موجود تہا۔ ۵ وہمنی کے محاربات ولستینو و فرسالہ کی کیفیت جنگی بصر کے پہلو سے اسطرح بیان کرتا ہے۔ عمر نشاط۔ حمدی اور ممدوح کے تینون ڈویژن متوازی صفون مین آگے پیچہے اسطرح سے صف آرا ہو کر کہ ایک ڈویژن سب سے آگے دوسرا اوس سے کچہہ پیچہے داہنے ہاتہہ اور تیسرا اور تہوڑے سے فاصلہ پر پہلے کو بائین ہاتہہ تہا میمنہ

کیطرف سیدہی ہے۔ یہ تینوں اسطرح جدا جدا مرتب ہوکر یونانیونکی پوزیشن کیطرف بڑہے۔ جنکو اونہوں نے تُرّہ دمرسی تکیہ اور فرسالہ کی سڑک کے برابر جو موضع تاتاری سے میدان کیطرف اُترتی ہی۔ ریفلی گڑہوں سے مستحکم کیا ہوا تہا۔ یونانیونکی جمعیت وہان چار اور آٹھ پلٹنوں کے درمیان تھی۔ اور ہر ایک باتری میسرہ پر نصب تھی۔ سہ پہر تک مسلسل گولہ باری و آتشباری ہوتے رہنے کے باوجود یونانی اپنی جگہہ پر قابض رہنے کے بعد آخر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ اور وہ کامل باترتیبی کے ساتھ بلندیوں کے کرارہ سے میدان کو ہٹے۔ اونکی تعاقب مین صرف حسن پاشا کا بریگیڈ تین میدانی باتریان اور ایک کوہی باتری بیکر آگے بڑہا۔ ترکی گولے خوب نشان پر گرتے رہے۔ جو عموماً یونانی دستہ عقب کے دو سکرمشرون پر ڈیبل کر اور متفرق ہوکر لڑنے والون کی پتلی سی صف پر پھٹتے دکھائی دیتے رہے۔ لیکن باین ہمہ دوسرے دن جب ہم اوس موقعہ سے گذرے تو گولہ باری کے موثر ہونے کی کوئی علامتین نہ دیکھیں۔ ہمنے کسی مجروح کو سڑک کے رستہ واپس جاتے نہ دیکھا۔ اور مقتولین کی بھی بہت کم تعداد دیکھی؛

پس ان لڑائیوں مین زیادہ نقصان ہونے کی روائیتون کو کسیقدر مشتبہ سمجھنا مناسب ہی۔ باضابطہ طور پر ترکون کے نقصان کی تعداد ۲۰۰ ظاہر کیگئی تھی۔ میدان مین بھی حملہ آورون کا مقابلہ کرنیکے لیئے یونانیون نے ایک پوزیشن تیار رکھی ہوئی تہی۔ موضع ورآیلی کو محفوظ کرکے اوس کے گرد ریفلی گڑہے کھود دیئے گئے تہے۔ آٹھ تازہ دم پلٹنین اور ایک باتری میمنہ کے عقب مین جمع کیگئی تہین اور شیونت چار پلٹنون کا ایک کالم اوس پہاڑی سے جو فرسالہ کے عقب مین ہی میدان مین اُتر آیا۔ الغرض وہان تقریباً ۱۴ پلٹنین یا دو انفنٹری ڈویژن موجود تھی۔ لیکن رات نے اس تصادم کا خاتمہ کر دیا۔ اس معرکہ کو لڑائی نہیں کہا جا سکتا۔ وہ محض تصادم تہا۔ صبحکو جب ترک آگے بڑہے۔ تو اونہوں نے فرسالہ کو خالی پایا۔ یونانی ڈوموکوس کو ہٹ گئے تہے؛

## ولسٹینو کا دوسرا معرکہ

اوسیدن جب کہ تُرّہ دمرسی پر لڑائی ہوئی ولسٹینو مین بھی لڑائی ہوتی رہی تھی اور اولی دستہ کو معرکے کے بعد جس مین ترکون کو زک پہنچی تہی۔ اونہون نے حقی پاشا کی کل ڈویژن کو جمع کر لیا تہا۔ یونانی وادی کے جنوب مغربی گوشہ مین ایک نہایت مستحکم موقعہ پر جہان سے میدان اور وولو کی جنگی سڑک اونکی زد مین تہی قابض تھے۔ ریفلی گڑہون اور مورچون ہی سے اس موقعہ کے طبعی استحکام کو ایسا مضبوط کر دیا گیا تہا کہ سامنے کیطرف سے حملہ کرکے اوسے فتح کرنے کی کوشش کا نتیجہ خواہ حملہ کنندہ قوم کی جمعیت کتنی ہی زیادہ کیون نہ ہوتی سخت نقصان اوٹہانیکے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تہا۔ وہان نو ہزار سے زیادہ یونانی فوج مقیم تھی۔ کیونکہ ممالک اجنبیہ کے قونصلون نے وولو کو ترکون کے سپرد کرتے وقت بیان کیا تہا کہ نو ہزار سپاہ وہان سے جہازون پر سوار ہوئی ہے! اور اس کے علاوہ کچھہ فوج خشکی کے رستہ بھی بجانب جنوب المیروس کو ہٹی تہی۔ خالی کارتوسونکی مقدار سے جن کے انبار لگے ہوئے تہے۔ ثابت ہو رہا تہا کہ حقی پاشا کی فوج پیہم مسلسل آتشباری کرتی رہی تہی۔ جو عموداً بلندیون پر ساتھ ساتھ حفاظت کی حد مین گہومتی ہوئی آگے بڑہی تہی۔ چڑہائی مین

پر قدرتے قلیل آلات و اوزار سے یونہی خندقین کھودنا سہل کام نہ تہا۔ چہ جائیکہ دشمن بھی اوپر سے تابڑ توڑ گولون ورگولیون
کی بوچھار کر رہا ہو۔ مگر فرسالہ کی فتح نے اونکو طویل معرکہ آرائی سے بچا لیا اس فتح سے ترک فرسالہ کیطرف سے ولسٹینو کے عقب
مین پہنچکر وہانکی یونانی فوجکی مراجعت کا رستہ بند کرنیکے قابل ہوگئے تہے۔ پس اگر یونانی ولسٹینو کو خالی کرتے اور مزاحمت و
مدافعت پر قایم رہتے۔ تو اسکا نتیجہ کامل بربادی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ سات مئی کی رات کو ممدوح پاشا کا کل ڈویژن حقی
پاشا کو حملہ مین مدد دینے کیلئے فرسالہ سے بہیجا گیا۔ مگر یونانی اوسکے پہونچنے سے پہلے پسپا ہو چکے تہے۔ چنانچہ اسی تاریخ کی شام کو ادہم پاشا
جاتے ہوئے ولسٹینو کے ریلوے سٹیشن مین شب باش ہوئے۔

یونانیون نے فرسالہ کی متصلہ پوزیشن کے چھن جانے پر زیادہ تر اون معرکونکی وجہ سے جو ترکونکی میمنہ پر ہوئے فرسالہ
کو خالی کیا تہا۔ اور یونانی میسرہ اس لئے پسپا ہوا کہ خیری پاشا کی پیشقدمی سے عقب کیطرف ہٹنے کا رستہ مخدوش ہونے لگا
تہا۔ یونانیونکا بیان ہے کہ مراجعت کمال باترتیبی سے کیگئی۔ ہمین اونکے اس بیان کی صداقت مین کوئی شبہ نہین۔ کیونکہ مراجعت
کی شروع ہی سے صلاح و تجویز کیگئی ہوئی تہی۔ تاہم ایسی پوزیشن پر قایم ہونا جسپر مستقل طور سے نہین۔ بلکہ صرف عارضی طور
پر قابض ہونیکا ارادہ ہو جنگی آداب کے لحاظ سے ہمیشہ سخت غلطی متصور ہوتا ہے۔ اس پوزیشن پر عارضی طور پر قابض ہونا
صرف اوس صورت مین مناسب و معقول ہو سکتا تہا۔ کہ اگر ترکون نے ٹرناوس اور لاریسہ کی بہاگڑ کا مستعدی کے ساتھ سرتوڑ
تعاقب کیا ہوتا۔ کیونکہ ایسی صورت مین فوج کی بیجا ہی و انتشار کے دفیعہ اور اوس کی پراگندہ صفون کو مرتب و جمع کرنیکے لیئے
سب سے پہلے محفوظ موقعہ سے فایدہ اوٹھانا قرین مصلحت ہی نہین۔ بلکہ اسطرح سے لازمی ہوتا۔ مگر ترکون نے کوئی تعاقب نکیا تہا
اور ایسی صورت مین پہلے ہی سے پسپائی کا ارادہ کر کے اس موقعہ پر قایم ہونا گویا خود فوج کو مزید مراجعت اور شکستہ دل
بنانا تھا۔ یونانی کمانڈرون کو ایسے موقعہ پر قایم ہونا واجب نتہا۔ جہان سے وہ جمکر مقابلہ کرنیکا ارادہ رکھتے ہے اور جسے وہ اسغرض
کو لیئے مناسب تصور کرتے تھے۔

یونانیون کو فرسالہ کے موقعہ پر قایم ہونیسے صرف یہ فایدہ پہنچا کہ کرنیل سمولنسکی کیلئے ولسٹینو پر قابض رہنا آسان
ہوگیا اور خوش قسمتی سے اوسے وہان ایک ایسی فوجی کامیابی حاصل ہوگئی جسنے اوسے مانوس اور دیگر معدودے چند واقعی قابل
یونانی افسرون کا ہمسر بنا دیا۔

کرنیل سمولنسکی کی مراجعت کا حکم ۵ مئی کی شام کو وصول ہوا۔ اور اوسنے المیرو اور کرت سنی کیطرف ہٹنا مناسب سمجہا۔
یہ مراجعت فرسالہ کی متصلہ پوزیشن سے دست بردار ہوجانیکا لازمی نتیجہ تہی۔ یونانی فوج کا بڑا حصہ ڈوموکوس کیطرف ہٹا۔
جہانکی پہاڑی پر نئے طور کی توپین نصب کر دیگئیین۔ جب ادہم کو یہ اچھی طرحسے معلوم ہوگیا کہ یونانی تاحال پلاکو پتہ
پر بالاستحکام قابض ہین۔ تو ترکون نے اونکو وہان سے نکالنے کیلئے نہایت ہی قابل تعریف مستعدی دکھائی۔ ایکطرف فرسالہ کے
قریب کے ڈویژنون مین سے ایک کو فوجی سیدھا ولسٹینو کو روانہ ہوجانیکا حکم دیا گیا۔ دوسری طرف جو فوجین ٹرنون کے رستہ

لاریسہ پہنچ رہی تہین۔ اونکو ولسٹینو کے حملہ مین شریک ہونیکے لئے فی الفور تیار کر دیا گیا۔ اور یہ فیصلہ ہوگیا کہ ۹ مئی کی دوپہر کو تین ڈویژن غنیم کی پوزیشنون پر حملہ کرین۔ ترکون نے ان دنون مین اتنی لمبی لمبی مسافتین طے کین کہ اونکا خیال کرکے حیرت ہوتی ہے۔ ۹ مئی کو علی الصبح ولسٹینو و درہ ضالوم (ریزوما ئیلوس) کے درمیان دو ڈویژن حملہ کیلئے بالکل تیار کہڑے تھے۔ اور نیسے کا عنقریب پہنچ جانا قطعاً یقینی تہا مگر عین حملہ کے وقت معلوم ہوگیا کہ یہ سب تیاریان فضول تہین۔ چالاک و عیار غنیم پہر ہاتھ سے نکلگیا ہے۔

حقی[۱] پاشا کا ڈویژن قلب لشکر کے میسرہ کی حفاظت اور ولسٹینو کے قریب کے درون پر قابض رہنے کیلئے ولسٹینو کے قریب مقیم رکھا گیا۔ اس ڈویژن کی کچھہ فوج نے بطور پکبیر دستہ جبل پیلی اون پر گشت کرکے ہالمیروس کی سڑک پر قبضہ کرلیا۔ اور بمقام کیفسی اپنے ہراول کو متعین کر دیا۔ اس قبضہ کی بدولت اون ڈہلوان سطحوان پر جو ہالمیروس کی طرف نشیب کہاتی جاتی ہین۔ دستہ مذکور اور ایک یونانی بریگیڈ مین جسکے ساتھہ دو یا تین باتریان تہین خفیف سی لڑائی ہوئی یونانی ہالمیروس کے میدان کو دہکیل دیئے گئے مگر ترک اونکا تعاقب نکرسکتے تہے کیونکہ یونانی بیڑہ جہازات کا حصہ کثیر ہالمیروس کے سامنے لنگر انداز تہا۔ ۹ سے بلکہ ۱۰ مئی تک ترکی میسرہ پر صورت معاملات یہ رہی جو اوپر مذکور ہوچکی ہے۔

۱۱ مئی کو ترکی افواج فرسالہ کے گرد جمع ہوگئین۔ اور اونکو اسطرح سے تقسیم کیا گیا۔ اول۔ دوم۔ سوم۔ چہارم و ششم ڈویژن پہلی صف مین۔ ممدوح و خیری کے ڈویژن دوسری صف مین اور حیدر پاشا کا ڈویژن قلب کے عقب مین بمقام تکیہ رکھا گیا۔ ہیڈکوارٹر بہی تکیہ مین تہا۔ اور بعیدی چوکیون کی صف جنمین صف اولین کے ڈویژنون سے آدمی مامور کئے گئے تھے۔

---

[۱] حقی پاشا سپہ سالار اردوئے سوم (فریق سوم) جنگ سے پہلے صدر جندارمہ (یعنے پولیس کمشنر) سلطنت عثمانیہ تھے ۱۸۵۵ء مین فوج مین داخل ہوئے۔ مدرسہ حربیہ سے نکلتے ہی عہدہ لفٹنٹ سے ممتاز ہوئے۔ حقی پاشا مانٹی نیگرو کی لڑائی پر روانہ کیئے گئے تو وہان موہی کینی کے استوار و محکم مقام پر حملہ آور ہوئے۔ جس کارنمایان کے صلہ مین عہدہ کول آغاسی یعنے ایجوٹنٹ کی پر ترقی پائی ۱۸۶۵ء مین سلطان عبدالعزیز خان مرحوم کے اے ڈی کانگ مقرر ہوئے۔ اور عہدہ میرالائی لفٹنٹ کرنل سے ممتاز ہوئے۔ اس کے بعد اعلیحضرت سلطان المعظم کے دوم چیمبرین مقرر ہوئے۔ اور ۱۸۶۷ء مین ہمراہ رکاب ہمایون سلطانی بطور اول چیمبرین سفر یوروپ مین شریک رہے ۱۸۷۱ء سے ۱۸۷۶ء تک ارض روم کی کونسل کے چہارم درجہ کے رکن رہے ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۸ء کے معرکہ مین بمقام قارص حقی پاشا نے جنگ الاجاداغ مین نمایان بہادری ظاہر کی جس کے صلہ مین تین لوا یعنے بریگیڈیر جنرل کے عہدہ سے ممتاز ہوئے ۱۸۸۱ء مین قسطنطنیہ کو واپس آئے۔ اور جندارمہ (پولیس) کے صدارت سے سرفراز اور عہدہ فریق یعنے ڈویژن جنرل سے ممتاز ہوئے۔ حقی پاشا ایرانی وضع کے آدمی تہے۔ لیکن اول درجہ کے ریاضی دان ناظم و رتہباز کمان شجاع اور ہمدرد ملک و قوم تہے۔ افسوس کہ جنگ سے چند ماہ بعد بمقام تہیلی اکتوبر ۱۸۹۷ء مین فوت ہوگئے +

+ + +

میل سوہیل فرسالہ کے جنوب مین تہی۔ دس پلٹن تریخالہ پر قابض ہونیکی لیے بھیجدی گئی تہین۔

ساتوان ڈویژن زیر کمان حسنی پاشا جو پہلے کاٹرینا مین رکھا گیا تہا۔ تمام و کمال لاریسہ مین جمع ہو چکا تہا اور درہ ملونا سے ٹرنا وس تک کر رستہ کی حفاظت کا کام لوار و ملکی دستون کے سپرد تہا۔ الغرض ساتون ڈویژن اول۔ دوم سوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ششم۔ ہفتم لاریسا۔ وولو۔ فرسالہ مین مثلث کی شکل مین مقیم تہے۔ میمنہ تریخالہ مین تہا۔ جہان ایک مضبوط بریگیڈ مامور تہا۔

سپاہ کو ۵ مئی سے ۸ مئی تک کی مسلسل جد و جہد و صعب محنت کے بعد کافی آرام ملگیا تہا۔ مزید برآن جارحانہ کارروائی کو جاری رکھنے کیلیے کمان مین ایک ایسا تغیر ہو گیا تہا جسکو سب نے نہایت پسند کیا یعنی مشیر ادہم پاشا کل ترکی افواج مقیمہ تھسلی ایپائرس کا اعلے کمانڈر بنا دئیے گئے تہے۔ اور اس تغیر سے فوجی کارروائیون کے انصرام کے متعلق وہ ربط و اتحاد حاصل ہو گیا تہا جسکی اشد ضرورت تھی۔ اور اس امر کی پختہ توقع ہو گئی تہی کہ اب پہر جارحانہ کارروائیون کے شروع ہونے پر دونون فوجین ایک ہی مدعا نظر رکھکر ایک دوسرے کی دوش بدوش کارروائی کرینگی۔

ترکی صف اولین فرسالہ سے وولو تک پہیلی ہوئی تھی۔ اس کے بالمقابل یونانی ڈوموکوس سے ہالمیروس تک قابض تھے ڈوموکوس مین اونکا ایک کمزور آرمی کور (دو ڈویژن) اور ہالمیروس مین انفنٹری کا ایک مضبوط بریگیڈ۔ ایک رسالہ و دو یا تین بیٹریان اور بیڑہ جہازات کا زبردست حصہ موجود تہا۔ جو یونانی فوج ۸ مئی کو ویلسٹینو مین مقیم تہی۔ اوسی دن رات کے وقت وولو سے جہازون پر سوار ہو گئی تہی۔ اوسکا کچھہ حصہ ڈوموکوس کی فوجکی کمک کو بھیجدیا گیا۔

یونانی فوجکی نسبت بالکل بجا طور پر یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اوس وقت اوسکی حالت کچھہ اچھی نہ تہی۔ جس فوجکا ہفتون سے پسپائی کے سوا اور کوئی کام نہ رہا ہو۔ جو اس اثنا مین ایکدفعہ حواس باختہ بہی ہو چکی ہو۔ جسکو اپنے افسرون پر کوئی بہروسہ نہ رہا ہو اور جسمین ترتیب و نظام جنگی کا نام و نشان نہ ہو جسکا حصہ کثیر تعجیل و جلدی مین جمع اور مسلح کئے گئے افراد پر مشتمل ہو۔ اور جسکا فرض صرف نیم رضاکارانہ دہیرہ بندیون کے جذبات کا شکار رہنا ہو۔ اور جو توکئی جملون اور الفاظ سے مانوس ہون مگر فرض کے نام سے بھی ناواقف ہون۔ ایسی فوجکو بہلا کس طرح جنگی اغراض کیلئے سامان حرب کی محفوظ ذخیرہ مین نمایان قلت اور توپون کی تعداد مین بہت کمی ہو گئی تھی کیونکہ ہر مراجعت کیوقت گولہ بارود کی وافر مقدار اور ایک یا دو باتریان پیچہے چہوڑ دیجاتی رہی تہین۔

تجربہ کار اور ترتیب یافتہ افسرون کے فقدان کیوجہ سے یونانی سادہ ترین جنگی اصولون کی خلاف ورزی کی مسلسل مرتکب ہوتی رہتے تہے۔ بطور مثال ایک امر کا بتا دینا کفایت کریگا۔ بیرونی چوکیان بالعموم مصافی صف سے اتنے فاصلہ پر بٹہائی جاتی تہین کہ اون کو پسپائی کے وقت اپنی فوج کو جا ملنے کیلئے بالکل بلا امداد لمبے لمبے فاصلے طے کرنے پڑتے تہے۔ سپاہیون کے آرام و آسایش کا بہی کوئی کافی انتظام نہ تہا۔

ٹرناووس اور لاریسا کی طرح فرسالہ اور ویلسٹینو مین بہی یونانی اپنی مراجعت کے رستہ کو کھلا اور سمندر سے تعلق قائم رکھنے مین

کامیاب رہے۔ اس وقت تک ترکون نے ان دونون باتون کیطرف کچھ توجہ نہ کی۔ وہ صرف اسی پر قانع رہے کہ غنیم کے ایک بازو پر کثیر فوج جمع کردینے سے اُسی پسپائی پر مجبور کر دیا جائے۔ اونہون نے دشمن کی مراجعت کا رستہ بند کرکے اُسے حکماً تباہ یا اسیر ہوجانے پر مجبور کرنے کی کوشش نہ کی۔ اگر خیری پاشا کا ڈویژن فرسالہ پر ٹھیک مقررہ وقت پر پہنچ جاتا۔ تو یقیناً ولی عہد بہادر کی فوج کا کام تمام ہوجاتا۔ اسیطرح اگر وسٹینو و ولو سٹرک پر حملہ کیا جاتا تو سمندر سے بے تعلق ہوجانے کیوجہ سے یونانیون کی ترکی تمام ہوجاتی۔

غنیم پر بلحاظ تعداد فایق ہونیکے باوجود ترکون نے ہسکا کوئی نمایان ثمرہ نہ اوٹھایا۔ اونکا بیڑہ جہازات کمزور ہونے کی وجہ سے اونکو محاربہ مین کوئی مدد نہ دیسکا۔ اور بناءبرین یونانی اپنی بحری طاقت کی طفیل جاون کو متحرک قاعدہ جنبش اور اساس حرکات کا کام دیتی رہی۔ یکے بعد دیگرے نیا مامن ڈہونڈہ لینے اور فیصلہ کن نبرد آزمائی سے بچے رہنے مین کامیاب ہوتے رہے۔ اگر یونانیون کے پاس تربیت یافتہ اور خوب منتظم فوج ہوتی جو تعداد مین خواہ زیادہ نہ ہوتی مگر مسلسل حرکت اور معرکہ آرائی کی مشقت و تکلیف کا باستقامت مقابلہ کرنے کی قابلیت رکھتی تو وہ اس فوقیت سے بنظیر اور بیش بہا فایدہ اوٹھا سکتے۔ سمندر کے ساحل پر جابجا عمیق خلیجین موجود ہین۔ یونانی جہازات ان خلیجون مین داخل ہوکر بآسانی تمام خشکی پر فوج اوتار سکتے تہے۔ جو بہ جمعیت کثیر ترکی فوج کے ہراولی دستون پر مسلسل حملہ کرتی رہکر اونکو پسپا کرسکتی تھی۔ اور جب پیچھے سے ان ستون کو کمک پہنچ جاتی تو جہٹ جہازون پر سوار ہوکر غایب ہوسکتی تہی۔

یونانیون نے مراجعت کیلیے دو مختلف رستے اختیار کرنے مین بھی غلطی کی۔ اونہون نے کچھ فوج فرسالہ کیطرف ہٹائی۔ اور کچھ ولو کیطرف۔ اگر وہ سب کے سب ولو کو ہٹتے تو محاربہ کا حقیقی قاعدہ و اساس اونکے قبضہ مین رہتا۔ جو ریلوے لائینون کا محل تہا اور ایسا بندرگاہ تہا کہ فوج کو براہ راست وہان سے کمک اور رسد وغیرہ پہنچ سکتی مگر غالباً اونہون نے یہ سمجہا کہ ایسا کرنیسے اتھینز کا رستہ غنیم کیلیئے کشادہ ہوجائیگا۔

اگر وہ اتھینز کی ہی حفاظت کرنا چاہتے تھے تو انہین واجب تہا کہ ولو کی سٹرک کو کھلا چھوڑ دیتے۔ اور لامیہ کیطرف ہٹتے کیونکہ اتھینز کو صرف وہین سے ہوکر رستہ جاتا ہے۔ اس صورت مین ولو کا چند دن پہلے یا پیچھے غنیم کے قبضہ مین چلا جانا کوئی وزن نہین رکھتا تہا۔ مگر اس معاملہ مین بہی یونانیون سے غلطی ہوئی۔ وہ اتھینز کا راستہ فرسالہ سے بند نہین کرسکتے تہے۔ بلکہ صرف کوہستان اوتہریس سے قبلسٹینو اور پالاو دیتہ کی پوزیشن جیسا کہ تجربہ سے ثابت ہوگیا نہایت مستحکم تھی اور کل یونانی فوجکی وہان سمائی ہوسکتی تھی۔ اگر اعلا کمان کرنیل ماتوس کے سپرد کی جاتی۔ اور کل فوجی طاقت وہان مجتمع ہوتی تو باغلب ادہم پاشا کبھی اوسکو بازو پر چھوڑ کر اتھینز کیطرف بڑہنے کی جرات نکرتے۔ بلکہ پہلے دشمن کو اس پوزیشن سے ہٹا لینا ضروری تصور کرتے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر طبعاً مستحکم و محفوظ پوزیشن مین جسے مورچون وغیرہ سے بآسانی اور بھی محفوظ کیا جاسکتا تہا معقول فوج موجود ہوتی تو ترکی فوج برابر کئی دن تک متواتر حملے کرتے رہنے کے بعد بھی بمشکل اس معامین کامیاب ہوسکتی۔

مگر یونانیون کی غلطی سے واقعات نے بالکل مختلف روش صورت اختیار کی۔ ترکی فوج وولو پر قابض ہوگئی۔ اور ریلوے کی رولنگ سٹاک کو جو تمام وہان جمع تہا تلف کر دینا اونکی مرضی پر منحصر ہو گیا۔ وولو کے قبضہ کے بعد بالآخر معمولی حزم احتیاط اور بہت سوچ بچار کے بعد ڈوموکوس اور درہ فورسالا کو فتح کرنیکی تیاریان کیگئین۔ وولو کے قبضہ اپنے متعلقہ واقعات کیوجہ سے ایک خاص قسم کا واقعہ تہا۔ وہ اسطرح سے ترکونکے قبضہ مین آیا۔

فوج ابہی وہان سے روانہ ہوئی تہی۔ لیکن جنگی جہاز جو ہمہ وجوہ لڑائی کیلیئے تیار تہے تا حال بندرگاہ مین موجود تہے۔ شہر ایسے باشندون سے بہرا ہوا تھا جو ایکدوسرے کے خون کے پیاسے تہے۔ یونانی جنگی جہازون کے علاوہ یورپین طاقتون کے جنگی جہاز بہی پہنچ گئے ہوئے تہے۔ اونہون نے اپنی اپنی رعایا کی حفاظت کیلیئے بحری سپاہیونکے دستے خشکی پر اتار دیئے۔ یہ کوئی نہین کہہ سکتا تہا کہ فلان شخص شہر کا مالک ہے۔ مختلف پارٹیان اور فریق ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کو تیار تہے۔ ایک نامہ نگار اپنے روزنامچہ مین صورت حال کی یہ دلچسپ کیفیت درج کرتا ہے۔

"شہر مین داخل ہونے پر وہان عجب دلچسپ سمان نظر آیا۔ انگریزی۔ فرانسیسی۔ اطالین بحری سپاہیون کی ٹولیان دس دس پندرہ پندرہ کی جماعت مین اپنے اپنے قومی جہنڈون کو اوٹہائے اپنے ہم وطنون کو حسب ضرورت امداد دینے کیلیئے بالکل تیار بازارون مین کہڑی تہین۔ راڈبر کمپنی کے کارخانے پر یونین جیک (انگریزی علم) کے سایہ مین خوش خوش ادہر ادہر پہر رہے تہے۔ انگریزی علم ہمارے سرون پر لہرا رہا تہا۔ اگر یونانی جہاز شہر پر گولہ باری کرتے تو ہم فی الفور انگریزی کشتیون پر سوار ہو کر انگریزی گنبوٹ "ڈرایڈ" پر چلے جاتے اور پہر اس انگریزی سرزمین سے بالکل محفوظ و مطمئن خاطر اس دلچسپ نظارہ کی سیر کرتے۔

"درینولا ادہم پاشا نے وولو کے اون چار قونصلون کی معرفت جو وہین بمقام ویلیسٹینو ملنے گئے تہے یونانی میرالبحر کو کہلا بہیجا کہ وہ وولو مین بامن و امان داخل ہونا چاہتے ہین۔ پہر نجیب بک کو سفید جہنڈا دیکر روانہ کیا گیا۔ مین اوسکے ہمراہ تہا۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو اسکے معزز باشندون نے باہر آکر نہایت ادب و احترام سے ہمارا استقبال کیا۔ دروازہ مین داخل ہونے تک لوگون کا ہجوم بڑہ گیا۔ اور بالآخر ہمارے گرد بڑا مجمع جمع ہو گیا۔ سب کے سر ننگے تہے۔ اور اداسی کی بجائے زیادہ تر خوشی اونکے چہرون سے ٹپک رہی تہی۔ دیمیتری بازار تک مجمع کی تعداد ہزارون تک پہنچ گئی۔ پہلے پہل تو ہمین بڑ "ٹون ہال" کا پتہ نہ مل سکا مگر آخر سیاہ فام جو یونانی بول سکتا تہا پوچہتا پاچہتا ہمین وہان تک لیگیا ہم نے اوسمین داخل ہو کر کہا کہ ہم "برگو ماسٹر" (شہر کی مجسٹریٹ دبیر مجلس میونسپلٹی) کو ملنا چاہتے ہین۔ مگر وہ ملا تہوڑے سے انتظار کے بعد ایک آدمی جو برگوماسٹر کی عدم موجودگی مین قائم مقامی کرتا ہے پہنچ گیا نجیب بک نے اوسے مارشل کا اعلان دکھایا۔ جسمین ادہم پاشا نے یہ لکھا تہا کہ شہر کے تمام باشندے ترکی پناہ مین لیئے گئے ہین۔ اور اونکی جان و مال کی حفاظت کیجاے گی۔ وہ حسب دستور سابق بامن و امان اپنے اپنے روزگار مین مصروف رہین۔"

"جب پاسیو گوئی اعلان کو پڑھ چکا تو ہم سب نہایت باآواز بلند لوگون کو سنانیکے لیے جہروکہ پر آگئے جیتے مدت العمر مین
پہلے کبھی ایسا رقت انگیز نظارہ نہ دیکھا تھا۔ ہم نے زرد رو اور اوپر کو اوٹھائے ہوئے چہرون کا متلاطم سمندر دیکھا۔ جو اپنی
قسمت کا فیصلہ کرنیوالے الفاظ کو سُننے کیلیے چون گوش روزہ دار بر آواز اللہ اکبر عجب بے صبری کے ساتھ منتظر کھڑے تھے۔ قائمقام
نے اعلان کو بلند پڑہنا شروع کیا۔ مگر اوسکی آواز ایسی پست تھی کہ کوئی مطلب نہ سمجھ سکا۔ لوگون نے پکارنا شروع کیا "بلند آواز
سے پڑھو۔ ہم کچھہ نہین سن سکتے ہین" اسپر پاسیو گوی نے ازسر نو پھر شروع سے باآواز بلند پڑہنا شروع کیا۔ اور اس دفعہ مطلب
لوگون کے ذہن نشین ہوتا گیا۔ اور جب اونکو اعلان کا مدعا معلوم ہوگیا تو کل انبوہ نے بے اختیار خوشی کی ایک لمبی سانس لی۔
اور پھر یکبارگی سب بے ساختہ نہایت جوش و خروش کے ساتھ پکار اُٹھے "خداوند کریم سلطان کی عمر دراز کرے۔ ترکو۔ دیر تک
سلامت رہو" اعلان کے پڑہے جانے کے وقت ہمین تین یونانی جنگی جہازون کی سیاہ شکلین بندرگاہ مین دکھائی دیتی رہی
تھین۔ یونانی امیر البحر کا ابھی تک جواب موصول نہین ہوا تھا۔ ہمپر نجیب بک ذبیحے اور دو اور نامہ نگارون کو یونانی کمانڈر
کا فیصلہ معلوم کرنیکے لیے اوس کے جہاز پر بھیجا لیکن ہمین گھاٹ پر ہی دول اجنبیہ کے جہازون کے کپتان امیر البحر کا پیغام
لئے آتے ملگئے۔ اوسنے کہلا بھیجا کہ "جب تک مجھے یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ ترکون نے فی الواقع با من و امان شہر پر قبضہ کیا
ہے مین بندرگاہ مین رہونگا" یہ سنکر نجیب بک نے سپہ سالار کیطرف سے جواب دیا کہ "سلطان المعظم کی افواج ایسے شہر کے باشندون
کی جنہوں اطاعت قبول کرلی ہو حفاظت کرنا اچھی طرح سے جانتی ہین۔ پولیس کے فرائض ادا کرنیکے لیے صرف ایک پلٹن شہر مین
داخل ہوگی۔ باقی فوج باہر خیمہ زن ہیگی۔ امیر البحر براہ مہربانی تشریف لیجائین۔ ورنہ ہم اوسکی موجودگی سے جو نتائج پیدا ہونگے
اونکے ذمہ دار نہین ہونگے"۔

# فصل دوازدہم (۱۲)

**جنگ ڈوموکوس**

مارشل ادہم پاشا نے ۴ مئی کو فرسالہ مین اور اوسکے ارد گرد زبردست جمعیت فراہم
کرلی۔ اس کے علاوہ میمنہ و میسرہ مین بمقام تریکالہ[۱] و ولسٹینو ایک ایک زبردست
ڈویژن موجود تھا۔ پندرہ مئی کو ہیڈ کوارٹر کے افسرون نے غنیم کی پوزیشن کی گرد آوری کی جس کے دوران مین اونکو معلوم ہوا

---

۱۔ اس کی فتح پر ادہم پاشا نے جلالت مآب کی خدمت مین ۲۹ اپریل کو یہ تار ارسال کیا تھا: "آج ۲۹ اپریل کی شام کے ۹ بجے ترنیاوا
کو فوج ظفر موج نے فتح کر لیا۔ اور شہر مین داخل ہونیسے پہلے خبر ملی کہ یونانیون نے دوسو دائم الحبس قیدیون کو رہا کر دیا۔ اور ۲۰ ہزار
بندوق معہ دیگر سامان حرب کے اہالیان شہر کو بہ غرض حوالہ کر کے چلتے ہوئے کہ اون سے ترکون کا مقابلہ کرین (باقی دوسرے صفحہ پر)

کہ وہ ڈوموکوس کے شمال مین ایک نہایت مضبوط موقعہ پر قائم ہے۔ اوسکی پوزیشن کا سامنا چھہ میل مین پھیلا ہوا ہے اور چارون طرف مورچون اور رئیفلی گڑھون کی چھہ قطارین اوپر نیچے تیار کر لیگئی ہین۔

۱۷ مئی کو اس پوزیشن پر حملہ کرنیکا حکم صادر ہوا۔ اور مندرجہ ذیل افواج کو پیشقدمی کی ہدایت کیگئی۔ بجانب میمنہ خیری پاشا کا ڈویژن ایک کالم مین ڈوموکوس کی شاہ راہ کے دائین ہاتھ ہدشی۔ عمر اور ریکریلر کے رستہ تسیوریا ورسکار حصا کو اور نشاط پاشا کا ڈویژن جس مین تین برگیڈ کر دیئے گئے تھے۔ ایک کالم مین شاہ راہ کے دونون طرف آگے بڑھ رہے۔

قلب مین حمدی پاشا کا ڈویژن جس مین دو برگیڈ تھے۔ دو کالمون مین شاہ راہ کے مشرق مین ورنیسیا۔ تروانی سکاریا۔ اور کروسو باکو رستہ پوہناری پر بڑھ رہے۔

میسرہ پر ممدوح پاشا کا ڈویژن قرہ چالی (کرتسالی) اور گرکلی کے رستہ غنیم کے میمنہ اور خط مراجعت کی طرف جائے اور حیدر پاشا کا ڈویژن قلب کے عقب مین رہکر پیشقدمی کرے۔

حملہ کی تاریخ سے ایکدن پہلے یعنے ۱۶ مئی کو حقی پاشا کو المیروس پر پیشقدمی کرنیکا حکم ملچکا تہا۔ تاکہ وہ سترہ مئی کو المیروس کے شمالمغرب مین قرہ دانتی کے قرب وجوار مین غنیم پر ایک ساتھ حملہ کرنیکے لیئے اپنی کل فوج سمیت ادہم پاشا کا ہاتھ بٹا سکے

میجر فانکنہروان سونن برگ کی یادداشتون کے مطابق جسے جرمن گورنمنٹ نے باضابطہ طور پر حالات جنگ کی خبر دیتے رہنے کیلیئے ترکی فوج مین بہیجا ہوا تہا۔ اون تینون ڈویژنون نے جنہون نے ایک ساتھ غنیم پر حملہ کرنا تہا۔ اسی کو علے الصبح چار اور پانچ بجے کے درمیان حرکت کی۔ میجر موصوف کی تحریر کردہ حالات باقی کل نامہ نگارون کی تحریرون سے صفائی بیان۔ عملی تجربہ ومہارت۔ سلاست وفصاحت اور اہم معاملات کو نظر انداز نہ ہونے دینے مین بہت ہی فوقیت رکھتے ہین

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶) یکیدان (کمانڈر) پہلی فرق کا خیری پاشا شہر مین داخل ہوا۔ اور یہ اشتہار شائع کیا کہ ۲۴ گہنٹے کے اندر جو شخص آلات حرب ہماری تحویل مین نہ دیگا وہ سزا پاویگا۔ اور نیز جسکے پاس فوجی ذخیرہ ہو یا جس کو اسکی اطلاع ہو وہ حاضر کرے۔ ورنہ اخفا کرنے والا بھی مستوجب سزا ٹھہرایا جاویگا۔"

قصبہ مذکور اور قصبہ تاربچہ کے کل باشندون نے بلا تمیز مذہب وقومیت سفراء دول کے پاس اپنی دونون اپنی حالت اور ظلم کے متعلق حسب ذیل عریضہ ارسال کیا۔ پندرہ سولہ برس ہو ہم لوگ یونانیون کے دست تظلم سے تنگ اور اونکے جور وتعدی سے سخت مجبور ہو گئے تھے اوس پر طرہ یہ کہ جب یونانی لشکر ترکون کے ہاتھ سے ہزیمت اوٹھا کر فرار ہونے لگا تو بھاگتے بھاگتے ہی ہمارے سر سبز کہیتون اور ہر قسم کے مال واسباب کو تباہ وبرباد کرکے ہمکو بے عزت کیا۔ ہر چند ہم چیختے چلاتے رہے لیکن ہماری فریاد پر کوئی متوجہ نہین ہوا تا آنکہ بہادر ترکی لشکر آپہنچا اور تب ہمکو امان ملی۔ یہ قوم ہماری مذہبت کی محافظ ہماری ننگ وناموس اور مال وعیال کی نگہبان اور حفظ صحت کیلئے پوری پوری ساعی ہے پس ہماری درخواست ہے کہ ہماری روحانی اور ترکی عساکر کے ترحم اور معدلت کی حکایت اپنے اپنے بادشاہون کو سنائین اور عرض کرین کہ آیندہ ہمیشہ کیلیئے ہمکو یونانی گورنمنٹ کے حوالہ نہ کرین۔ اور اوس کے دست تعدی سے نجات دلانے مین ساعی ہون۔

دس بجے صبح کے وقت خیری پاشا کے ڈویژن کا ہراول مین انتہائی میمنہ پر بمقام سیبو یا غنیم کے سر پر پہنچ گیا۔ اگرچہ یہان یونانیونکی ایک تھوڑی سی کمزور و نحیف اور بوسیدہ کیولری موجود تہی۔ مگر خیری نے اونکے مقابلہ کیلئے ایک سالم انفنٹری رجمنٹ کو صف آرا کیا۔ اور اسطرح نہایت قیمتی وقت کا ایک گھنٹہ ضایع کیا گیا۔ کیونکہ اس صف آرائی اور فضول تیاری کیوجہ سے وہ گیارہ بجے سے پہلے سیبویا پر قابض نہ ہوسکا۔ حمدی پاشا کے ڈویژن کا ہراول بھی دس بجے کے قریب دشمن سے گتھ گیا۔ اور اسطرف سے شام تک آتشباری کی آواز برابر سنائی دیتی رہی۔ قلب مین حمدی، نشاط اور میمنہ پر خیری پاشا کو اوسدن حسب ذیل صورت پیش آئی۔ نشاط کے ڈویژن کا ہراول غنیم کی پوزیشن کے سامنے جو ڈوموکوس کے مقابل تہی۔ دوپہر کے قریب پہونچا اور سوا بارہ بجے غنیم کی سب سے بالائی صف نے چار انچ قطر کی چار کرپ توپون سے اوسپر گولہ باری شروع کر دی۔

خیری پاشا کے ڈویژن نے سیبویا کو فتح کرنیکے بعد ۲ بجے کے قریب غنیم کی چار پلٹنون اور کئی میدانی باتریون سے جو سفلاری اور بالائی بستی کی درمیانی بلندیون سے اوترکر میدان مین صف آرا ہوئی تہین نبرد آزمائی شروع کی۔ یہ بلندیان ڈوموکوس کو قریب بائین ہاتھ واقع ہین۔ اسیوقت یونانیون کی دوسری صف نے نشاط کی فوج پیدل پر تین باتریون سے گولے برسانے شروع کر دیئے۔ سوا تین بجے نشاط کی ہراولی باتری کمال شجاعت کیساتھ پیشقدمی کر کے یونانی توپخانہ سے ۲۴ سو گز کے فاصلہ پر پہنچ گئی۔ ساڑھے تین بجے دوسری ترکی باتری اوس سے جا ملی۔ اور چار بجے تک وہان ۱۱ باتریان جمع ہوگئین۔ جو ترکی قلب سے یونانیون پر رات پڑ جانے تک مسلسل گولہ باری کرتی رہین۔

تین بجکر ۴۵ منٹ پر نظام بریگیڈ (یعنے اڈریانوپل کی ۱۴ وین و پندرہوین رجمنٹین) جو ماسر رائفل سے مسلح تہا۔ یونانیون کی چہارم، سوم، دوم و اول صفوف کی انفنٹری پوزیشنون کے اوس موقعہ پر جہان یہ صفین یا مورچونکی قطارین آپس مین ملکر اندر کیطرف زاویہ بنا رہی تہین حملہ کرنیکے لیئے ناقابل اعتبار و حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ اسطرح بڑہا کہ کبھی تھوڑی دیر کیلئے ٹہیر جاتا۔ پہر یکبارگی تیزی کے ساتھ دوڑ کر کچھہ فاصلہ طے کرلیتا۔ حملہ کیلئے صرف ایک رجمنٹ صف آرا ہوئی۔ دوسری ریزرو مین رہی۔ پیشقدمی سڑک کے داہنے ہاتھ کے علاقہ مین سے کیگئی۔ جب حملہ کنندہ بریگیڈ یعنے رجمنٹ نے ۹ سو یا ایک ہزار گز کا فاصلہ طے کرلیا تو اوسپر توپی و رائفلی آتشباری کی اندہا دھند بارش شروع ہوگئی۔ غنیم کی پوزیشن ابھی تیرہ سو گز کے فاصلہ پر تہی جسپر اس رجمنٹ نے بلا کمک و امداد طے کرنا تھا۔ غنیم کے انتہا غلبہ و فوقیت کے باوصف یہ شجاع رجمنٹ مردانہ وار آگے بڑہتی گئی حتی کہ غنیم صرف چار یا پانسو گز کے فاصلہ پر رہ گیا۔ وہان پہنچکر رجمنٹ مذکور نہایت استقلال و ثابت قدمی سے اپنے موقعہ پر قایم ہوگئی۔ ایک متنفس نے پیٹھہ نہ موڑی اور سب کے سب تاریکی پڑ جانے تک ایک قدم اپنی جگہہ سے نہ ہلے۔ اس رجمنٹ مین چھہ چھہ سو آدمیونکی چار پلٹنین تھین جن مین سے چھہ سو اور آٹھہ سو کے درمیان اس حملہ مین شہید ہوئے۔

شام کو چھہ بجے کے قریب اب پہلی مرتبہ بریگیڈ کی دوسری رجمنٹ اپنی رفیق رجمنٹ کی مدد کیلئے آگے بڑہائی گئی۔ تب تک ایک سپاہی بھی حالانکہ اوس کے اسقدر آدمی ضایع ہوچکے تہے۔ اوسکی مدد کو نہ بھیجا گیا تہا۔ دریغا تاخیری نے بھی بالآخر غنیم کو اپنے سامنے

پسپا کرکے نشاط کے میمنہ پر اپنی فوجکو ازسرنو صف آرا کیا اور ادہر نشاط کے دوسرے ڈویژن نے پورناری کو فتح کرلیا۔ شام کو سات بجے کے قریب نشاط کا تیسرا بریگیڈ صف آرا ہوکر آگے بڑہا۔ ترکون کو یقین تہا کہ یونانی اونکی حملہ کے جواب مین متذکرہ صدر رجمنٹون پر بالمقابل دہاوا کرینگے۔ اور یہی بالمقابل حملہ کو روکنے اور اوسکا مقابلہ کرنیکے لیے تیسرا بریگیڈ آگے بڑہایا گیا تہا۔ مگر یہان یونانیون نے کوئی حملہ نہ کیا۔

توپی مبارزت تاریکی کے بعد تقریباً ساڑہے نو بجے بند ہوئی۔ یونانیونکی پوزیشنون مین ساری رات آلاؤ جلتے رہے۔ مگر اسی کی صبحکو معلوم ہوگیا کہ وہ تمام موقعے چہوڑکر رفوچکر ہوگئے ہین۔ اور یہان بھی اپنی توپین پیچہے چہوڑ گئے ہین۔ اونہین اس لیے پسپا ہونا پڑا۔ کہ ممدوح پاشا اونکے بازو پر پہونچگیا تہا۔

حمدی پاشا کی ڈویژن کا مقابلہ دس بجے کے قریب وَردالی کے قرب وجوار مین ہوا۔ جہان ہوکے یونانیون کو دستۂ مقدم کو پیچہے ہٹانا پڑا اور اصل پوزیشن کیطرف ہٹا دیا۔ اس ڈویژن نے کسیقدر تساہل اور سستی کے ساتھ حرکت کی۔ مگر شام کے قریب وہ پورناری تک پہونچ جاتیمین جو ڈومو کوس کے شمالمشرق مین ہے کامیاب ہوگیا۔ اور وہ اسی کی رات کو یونانی میمنہ پر شب باش ہوا حمدی کا ہمسایہ میسرہ پر ممدوح پاشا تہا جو صبح کے وقت غنیم کو سیاٹما سے نکالکر پہر گرگلی پہنچگیا تہا۔ اور اسطرح ورہ فورکا سے وہ بھی اُسیقدر فاصلہ پر تہا جتنی فاصلہ پر یونانی تہے۔ اور یہی امر یونانیون کو، اوسی کی درمیانی رات کو ڈومو کوس سے چلدینے پر مجبور کیا۔ مگر چلتے ہوئے ترکون کو دہوکا دینی کیلیے آلاؤ وغیرہ روشن چہوڑ گئے جن کی روشنی سے اس مرتبہ بھی ترک دہوکہ کہاگئے اور یہی سمجہتے رہے کہ یونانی برابر موجود ہین۔ اونکو کہین صبحکی پانچ بجے اس بات کا پختہ علم ہوا۔ کہ یونانی پوزیشنین خالی پڑی ہین۔

بیجر فاکنر نے اس لڑائی کے حالات متذکرہ صدر فوجیانہ اختصار کے ساتھ تحریر کیے ہین جنکی مقابلہ پر ڈیلی نیوز کے نامہ نگار کی مطول ومشرح دلچسپ تحریر کا درج کردینا نامناسب نہ ہوگا۔ نامہ نگار مذکور یونانی ہیڈ کوارٹر کے ساتھ تہا۔ اور اسی کی لڑائیونکی کیفیت قلمبند کرتے ہوے وہ تحریر کرتا ہے کہ یونانیون کو یقین تھا کہ اب اور لڑائی نہین ہوگی اور دربا طن اونکو توقع تھی کہ فریقین مین نامہ وپیام شروع ہوگیا ہے جسکا نتیجہ التواء جنگ ہوگا۔

نامہ نگار مذکور جب یونانی لشکر مین پہنچا تو اُسنے فوجکے عقب مین صورت حال نہایت ہی ابتر پائی۔ سپاہی بے ترتیب خستہ حال بارش اور کوہی سردی مین بے پناہ فرش خاک پر لیٹے ہوئے تہے۔ خیمون کا سایہ اور بچاؤ بھی اونکے لیے موجود نہ تہا۔ شہر کین گاڑیون سے جنپر مجروح۔ بیمار اور سامان وگودام بار تہے اٹی ہوئی تہین۔ اور تمام کمال بجوہی کے ساتھ دشمن کے پہنچ سے حتی الامکان فی الفور دور پہنچنے کیلیے۔ ادہر ادہر دوڑ رہے تہے۔ دریں حال ترک تین لشکرون کے رستے جو خاسی دیاری کی چوٹیون پر سے ہوتی ہوئین نور۔ الہ سے جنوب کو آتی ہین۔ آہستہ آہستہ آگے بڑہ رہے تہے۔ انہین سے مغرب کیطرف کی ماتحت ریاضی وفرہ زالی سے درمیانی موضع ناتاریلی سے اور مشرقی فرزالا سے گذرتی ہے۔ آخر الذکر مشرقی رستہ جو ترکی کالم چلا آرہا تہا اوسے جنرل اسمولنسکی کے دستہ کو پیچہے کی فوج سے منقطع اور یونانیون کے میمنہ کو معرض خطر مین ڈالنیکا حکم تہا۔

ولیسیا دن پہاڑی سلسلون مین سے ایک کی کرارے اور ڈہلوانون پر جو جبال کاسی دیاری سے بجانب جنوب ہین تین طرف
تھا۔ موضع ڈومو کوس اسی سلسلہ کے وسط مین ہے اور اوس سے چند میل بجانب شرق کت زیری اور کیتی کی ہین۔ یونانی میسرہ
درہ الکوریانی کے دہانہ پر قابض تھا۔ لامیہ فرسالہ کی ریلوے لائین اس درہ مین سے بن رہی ہے۔ یونانیون کے اس بازو
کو درہ مذکور کے چھین جانیکا اندیشہ تہا۔ یونانی پوزیشن نعل کی شکل مین تھی۔ جسکا دایان بازو دوسرے سے چھوٹا تھا جس
کرارہ پر یونانی میسرہ (پانچہزار پیدل) قایم تھا۔ اوسکی بلندی پر تین کوہی باتریان نصب تہین۔ پوزیشن کے قلب یعنی بمقام
ڈومو کوس اور متصلہ پہاڑیون پر جو بتدریج میدان کیطرف ڈھال کھاتی ہین۔ ۵ میدانی باتریان چند کوہی باتریان اور بارہ سے لیکر پندرہ ہزار تک پیدل فوج موجود
تھی میمنہ پر چار میدانی باتریان اور چند کوہی توپین جابجا نصب تھین جنمین کی دو گنت بری ہین چھ چھ توپین تھین ان ما زور بارہ ہزار فوج پیدل تھی
سپاہ کے علاوہ ہزار النفشری ڈومو کوس کے مغرب مین ایک پہاڑی شاخ کے ڈہلاو پر ریزرو مین تھی۔ اور دو چھ انچ قطر کی کرپ
توپین بھی مندرجہ بالا توپ خانہ سے علاوہ تہین۔ اونمین سے ایک پرانے قلعہ پر جو شہر سے اوپر ہے نصب تھی۔ اور دوسری ڈومو کوس
کی شرق کیطرف کی ایک پہاڑی کی چوٹی پر جہان سے کل میدان زد مین تھا۔ الغرض یونانیون کی کل جمعیت ۵۰ ۳۰ و چالیس ہزار
کے درمیان تھی پانسو سوار بھی اسی تعداد مین شامل ہین ترکی فوج حملہ آور مین غالبًا پچاس ہزار آدمی تہے۔ جنرل ماروبیکالیس
یونانیون کے قلب کا اور مارکریسی میمنہ کا کمانڈر تھا۔

نامہ نگار مذکور لکھتا ہے۔ دہوپ کی روشنی مین ڈومو کوس کی بلندیون سے ترکی پیشقدمی کا نظارہ فی الواقعہ نہایت شاندار
اور دلفریب تہا۔ پانچ رسالی فوج پیدل کے آگے آگے جوبل کھاتی ہوئی قطارون مین آگے بڑہی آرہی تھی۔ سرپٹ گھوڑے
دوڑاے چلے آرہے تھے تھوڑی ہی دیر بعد دو ہرولی ترکی باتریان اپنی فوج پیدل کی مزید پیشقدمی کو دشمن کی آتشباری سے بچا
دلوانیکے لیے یونانیونکی پوزیشن کے بالمقابل ایک موقعہ پر کہڑی ہو گیئن۔ ادہر دونون کرپ توپون نے اپنی کل توپخانہ کو گولہ باری
شروع کرنیکا اعلان کر دیا۔ اور دونون طرف سے دہوان دار گولہ باری شروع ہو گئی جسکی تیزی مین ہر لحظہ اضافہ ہوتا گیا۔ یونانیون
کو ترکون پر صرف یہی فوقیت حاصل نہ تھی کہ وہ بلند سطح پر تہے۔ بلکہ اونکے گولندازون نے گزشتہ چند دنون مین کل مسافتون کا
نہایت احتیاط کے ساتھ اندازہ کر لیا ہوا تہا چنانچہ اونکو اپنی توپون کی نشست اور سیدہ درست کرنے مین کوئی دقت پیش نہ آئی
توپی آتشباری کے علاوہ کوہستانی رئفل بردار اور بیرونی بہی پہاڑی گڑہون سے پیہم گولیونکی بوچھار برسا رہے تہے۔

جنگ کا شعلہ آناً فانًا ایک سرے سے دوسرے سرے تک کل صف مین پھیلگیا۔ اور دونون طرف کے توپ خانہ زور سے
گرجنا شروع کر دیا۔ یونانیونکی آتشباری زیادہ موثر تھی کیونکہ ایک تو اونکے گولنداز باطمینان محفوظ جگہہ سے توپین چلا رہے تہے
دوسرے اونکو اپنی توپین ادہر ادہر ہٹانے کی ضرورت نہ تھی بنا برین ترکی لشکر شرون اور اونکی مددکنندہ دستون کو بہت
نقصان اوٹھانا پڑا۔ سہ پہر کے چار بجے کے قریب ترکون نے پہلے سے زیادہ ثبات و مردانگی سے یونانی میمنہ پر دہاوا شروع کر دیا ترکی
باتریان شہر کے دونون بازوون پر نمودار ہو کر آہستہ آہستہ آگے بڑہنے لگ گئین۔ اور ساتھ ہی انکی پناہ مین فوج پیدل نے

متوازی صفون مین باتریون سی بجانب غرب قابل تعریف استقامت و عزم و ارادہ کے ساتھ اون مورچون پر جہان اویزونی اور اطالین والنٹیر قابض تھو آتشباری کرتے ہوئے آگو بڑہنا شروع کر دیا۔

اطالین مجاہدین کا اصل کمانڈر ریکوتی گاڑی بالڈی اوس وقت غیر ملکی یونانیون کی پلٹن مین تہا۔ اُوسکی جگہہ سپونی برسرکمان تھا۔ یہ مجاہدین اویزونیون کی کمک کیلئو ان مورچون کو پیچھے گئے ہوئی تھے۔ اس موقعہ پر لڑائی نہائیت حدت و تیزی کے ساتھ ہوئی ترک نہائیت استقلال و پامردی سے آگو بڑہتے آ رہی تھے۔ اور ادہر اطالین و نیر کمال اطمینان و استقامت کی ساتھ گولیون کی سیح مینہ تابر تور بارش کر رہی تہے۔

نامہ نگار اطالین مجاہدین کی شراب فروش عورت کی جو اس وقت تیمارداری کا کام کر رہی تھی بہت تعریف کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ یہ چھوٹی سی پھرتیلی عورت جو کمال لاپروائی کے ساتھ گولون اور گولیون کی مسلسل بوچھار مین پھرتی رہتی جو نہی کوئی زخمی ہو کر گرتا جھٹ اوسکی مدد کیا کرتی جس کی پاس کارتوس ختم ہو جاتے اوسے کارتوس پہنچا دیتی۔ اور خود سیطرح سے محفوظ مصئون ہو رہی۔ سرخ جاکٹ نی اسکی ملاحت و دلفریبی کو اور دوبالا کر دیا ہوا تھا۔

دریں اثنا ترکی میسرہ بتدریج آگے بڑہا چلا آ رہا تھا۔ اور اونکی قلب نی بھی بڑہنا شروع کر دیا تھا جنرل مارومیکالیس نے جھٹ پٹ تین ہزار آدمی ریزرو فوج سے ڈومو کوس کی پوزیشن کے استحکام کیلئو بھیجدیئے۔ اوس وقت کل یونانی فوج مصروف کارزار تھی ترکون نے یونانیون کے میسرہ پر بھی درہ آگوریانی کو چھیننے کی لیئے نہائیت تیزی کے ساتھ دہاوا کر دیا ہوا تھا۔ شام کی سات بجے لڑائی دونون طرف سی مدہم پڑ گئی۔ اور غروب آفتاب تک بتدریج بالکل بند ہو گئی صرف دونون کی توپین ترکی صفون پر گولے برساتی رہین۔ کہ اتنے مین یکبارگی یونانی کیولری جسنے لڑائی مین بہت کم حصّہ لیا تھا میدان سے نکلکر درہ فورکا کی سڑک کیطرف پیچھے ہٹتی جاتی دکہائی دی۔

اس وقت تک دن تمام لوگون کا جو لڑائی کو یونانیون کی صف کی قلب سی دیکھتے رہے تہے یہی خیال تھا کہ حملہ آور اپنی شجاعت و کثرت کی باوصف یونانی پوزیشنون کی صف کو نہین توڑ سکے۔ اور لڑائی کا قطعی فیصلہ کرنیکے لیئے کل بھی ضرور لڑائی ہو گی بیشک شاہد اس امر پر بھی متفق الرائے تہی۔ کہ جس استقامت و پامردی کے ساتھ نو عمر سپاہی اور وہ لوگ جو باقاعدہ تربیت یافتہ سپاہی نہین آج لڑے ہین۔ وہ واقعی بے انتہا تعریف کی مستحق ہے۔ مگر دریں اثناء ترکون نے کثرت تعداد کی طفیل سہ پہر کے دو اور تین کے درمیان یونانیونکی انتہائی میمنہ کو جو کیتی کی مین تہا الٹ دیا تھا۔ اور وہانکی سپاہ تھوڑے سی مقابلہ کے بعد موضع لوزی کیطرف ہٹ آئی تھی۔ وہان پہنچکر جنرل ماکریسی نے کمک کی پہنچ جانے تک جسکی لیئے اوسنے سخت تاکید کر کے بھیجی تھی دشمن کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر کمک کی نہ پہنچنے کی وجہ سے وہ زیادہ دیر موضع مذکور مین نہ ٹھیر سکا۔ اور بسرعت تمام واپس ہٹ آنے پر مجبور ہو گیا رات کی آٹھ بجے اوسکی فوج مین ایسی بہاگڑ پڑ گئی کہ ڈوموکوس کی پوزیشن پر قائم رہنا ناممکن ہو گیا۔ چنانچہ ماکریسی کی پسپائی کی خبر سنتے ہی کل فوجکو مراجعت کا حکم دیدیا گیا۔ قرسالہ اور ٹرناوس کی مراجعت کیطرح اس مراجعت کی وقت بھی رستہ چلنا مشکل ہو رہا تھا

ٹرک گودام و سامانِ حرب کی چھکڑون مجروحون کی گاڑیون اور ٹرانسپورٹ و کمسریٹ کی جانورون وغیرہ سے ہی نہین رُکی ہوئی تھی۔ بلکہ ہزارون باشندے بھی اس خوف سے کہ ترکون کے قابو مین آجانے پر اونکی بڑی گت بنیگی۔ سراسیمہ وار دوڑے چلے جا رہے اور پریشانی و بے ترتیبی کو اور زیادہ پریشان بنا رہے تہے۔

انگریزی نامہ نگار کی تحریر مین جو اسلیئے بیشک بہت دلچسپ ہے کہ اوسنے بچشم خود ڈومو کوس کی لڑائی کا مشاہدہ کیا۔ یہانتک تو یونانیون کی بہت تعریف کیگئی ہے اور ایسا کرنیمین اوسپر طرفداری کا الزام بھی وارد نہین ہوسکتا۔ اُسنے وہی کچھ دیکھا جو قلب مین گذرا۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ اوس موقعہ پر ترکون کی نسبت یونانی بہت کچھ فایدہ مین تہے۔ اور اونکو اپنی پوزیشن کے طبعی و مصنوعی استحکام کی وجہ سے ترکون پر بہت فوقیت حاصل تھی۔ نامہ نگار مذکور اپنی تحریر کے خاتمہ پہ ولیعہد کی متعلق...... تحریر کرتا ہے کہ وہ ایک متصلہ پہاڑی کی چوٹی سے ایک مکان کی جھروکے سے جہان اُسکا ہیڈکوارٹر تھا لڑائی کو دیکھتا رہا۔ اور پھر صبح آیندہ کو گاڑی پر سوار ہوکر کچھ سوارون کو اردل مین لیے ہوئے تارانزا کو روانہ ہوگیا۔ رستہ مین لامیہ نہ ٹھیرا۔ جہان اُسی بلحاظ حالات موجودہ اپنا ہیڈکوارٹر منتقل کرنا چاہی تہا۔

۱۸ مئی کو ترکون نے سامنے کیطرف سے ڈومو کوس پر قبضہ کرلیا۔ جہان اُنہین اسلحہ[1] و سامان حرب کی مقدار کثیر دستیاب ہوئی میمنہ و قلب یعنی خیری نشاط و حیدر کے ڈویژن ڈومو کوس سے گذر کر جھیل زیناس کی میدان مین داخل ہوئے۔ یہ میدان ڈومو کوس سے بجانب جنوب ہے۔ اور ڈومو کوس سے اترکر اوس مین داخل ہوتے ہین۔ وہ ڈومو کوس کی متصلہ پہاڑیون کو دامنی جبال اوتھریس سے جدا کرتا ہے۔ ان پہاڑون پر سے میدان لامیہ کو جو درے جاتے ہین۔ اون مین سب سے اہم درہ فورکا ہے۔

۱۸ کی شام کو ممدوح اور حمدی کے ڈویژن درہ کے سامنے ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے۔ اوسپر یونانی ابھی تک قابض تہے جنکو جزوی لڑائی کے بعد ترکون نے شمالی سرے سے درہ کے اندر دھکیل دیا۔ ۱۸ اور ۱۹ مئی کی درمیانی رات کو حمدی کی ڈویژن کی تین بٹالین غنیم سے بالکل متصل بعیدی چوکی کے فرایض پر مامور رہین۔ ترکی فوج کی ہیئت عموما اس وقت حسب ذیل تھی:۔
خیری۔ نشاط اور حیدر کے تینون ڈویژن ڈومو کوس اور دردینی کے درمیان تہے۔ حمدی اور ممدوح کی ڈویژن اُسکے آگے دیدینی پالاماس اور فورکا مین بشکل مثلث قایم تہے۔ یہ دونون ڈویژن بالخصوص ممدوح پاشا کا جو میسرہ پر تھا۔ مغرب کیطرف بہت آگے نکلجانے کیوجہ سے باقی فوج سے انحراف سے بالکل جدا ہوگیا تہا۔

---

[1] معارضہ ڈومو کوس مین ترکون کو زینیون۔ وردیون اور سامان جنگ و رسد کے علاوہ حسب ذیل غنیمت ملی۔ بارہ قلعہ شکن توپین ۸ ۱/۲ سنٹی میٹر یعنے (۴ ۱/۲ انچ قطر کی) چھ کوہی توپین ۷ سنٹی میٹر (۳ انچ قطر کی) ۵۹ گاڑیان گولہ بارود ڈہونیکی۔ ۲۴۳۸۰ چھوٹے بڑے گولے۔ بارہ ہزار صندوق رائفلی کارتوسون کے ۱۹۰۳ گراس قسم کی رائفلین۔ اور ۷۹ گاڑیان باربرداری کی۔

+ + + + +

۱۹ مئی کو علی الصبح حمدی کے ڈویژن کی سپیدی چوکیون کو معلوم ہوگیا کہ درہ فورکا خالی پڑا ہے جسپر شاہ راہ کو رستہ
لامیہ کیطرف فی الفور پیشقدمی کیئے جانیکا حکم صادر ہوگیا - ۱۹ مئی کی دوپہر کو بالکل اچانک اور غیر مترقبہ طور پر دشمن سے ایک
اور مقابلہ ہوگیا - جبال اوتھریس کی جنوبی شاخون کے آخری سلسلہ کے مقام تاراتسا مین جو لامیہ سے دو میل شمال مین ہے غنیم
کی دس پلٹنین معہ دو یا تین باتریون کے ایک نہایت مستحکم موقعہ پر متصرف پائی گیئن - درہ فورکا سے مراجعت کرجانیکے بعد
غنیم کی یہ نئی اوریج جنگی لحاظ سے کسیطرح سمجھہ مین نہین آسکتی تھی - کیونکہ اگر یونانیون کا منشاء مزاحمت کرنیکا تہا تو اس غرض کیلیئے
لامیہ کے متصلہ علاقہ کی نسبت درہ فورکا بدرجہا زیادہ مناسب وکارآمد تھا اوس کی قرب وجوار کی طبعی بناوٹ سے اون کو
مدافعت مین زبردست مدد مل سکتی تھی - مزید بران اِس پسند کردہ پوزیشن سے لڑائی شروع ہوجانیکے بعد مراجعت کرنا ایسا مشکل
تہا کہ عقل کبھی باور نہین کرسکتی تہی کہ یونانی وہان جمکر مقابلہ کرنے کی کوشش کرینگے - پسپائی کے وقت اون کو لامیہ کی میدان
سے گذرنا پڑتا - جہان ترکی باتریان جو یقیناً بلندیون کے آخری سلسلہ پر فی الفور نصب کردیجاتین اونکو فی الواقع بھون
ڈالتین - یہ معاملہ اِس لحاظ سے بھی نہایت حیرت انگیز ہو رہا تھا کہ یونانیون کو جنہون نے رات کی تاریکی سے فایدہ اوٹھا کر
مراجعت کرتے رہنے مین واقعی کمال کر دکھایا تہا - ایسی جرأت کہان سے پیدا ہوگئی ہے کہ ایسی موقعہ پر مقابلہ کیلیئے تیار ہوگئے ہین
جہان سے وہ تاریکی سے پہلے بآسانی بیدخل کر دیئے جاسکتے تہے -

یہ بلا مبالغہ عقدہ مالاینحل تہا - مگر جیسا کہ میجر فاکنر نے لکھا ہے سقراط وبقراط کی عیار فرزندون نے تھوڑی ہی دیر مین اسے
حل کر دیا - چھہ ترکی پلٹنین جنمین زیادہ تر البانوی تہے اور وہ سب سے آگے تھین حملہ کیلیئے صف آراء ہونی لگ گیئن ترکی باتریون
نے موقعہ بموقعہ قایم ہونا شروع کر دیا - اور یونانیون پر مسلسل آتشباری کی بوچھار شروع ہوگئی جو برابر دو گھنٹے ہوتی رہی پیچھے
سے لگاتار تازہ دم افواج کی کمکین پہنچ رہی تھین - اور سپاہی نہر حملہ کا تہیہ کر رہے تہے کہ یکبارگی سب کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ
غنیم کی مراجعت کا رستہ بند ہوگیا ہے اور چار بجے کے قریب کل نقشہ یکلخت بدلگیا - ایک گاڑی جسپر سفید جھنڈا نصب تھا - اون یونانی
صفون کے قریب پہنچی جو باقی فوج کو لامیہ کیطرف بخیریت مراجعت کر جانیکا موقعہ دلانیکے لیئے بطور دستہ عقب کام دے رہی تھین جب اِس
گاڑی نے درمیانی فاصلہ کو طے کر لیا تو اوس سے لامیہ کا گورنر ہروان حسن معہ چند افسرون ور اہلکارون کے نیچے اوتر آیا - اونکی انداز سے
معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی خاص کام کیلیئے آئے ہین - گورنر جسکا باپ شاہ اوتھو کے ساتھ بویریا سے یونان گیا تہا - در اصل ایتھنز مین
وکالت کا کام کیا کرتا تہا - اور محاربہ کے شروع مین لامیہ کا گورنر مقرر کیا گیا تہا - وہ یہ خبر لایا کہ ترکی نے صولا التوائے جنگ کو منظور
کر لیا ہے - اوسنے کہا مجھے ۱۹ مئی کی صبح کو ایتھنز سے اِس امر کی باضابطہ اطلاع موصول ہوئی جس کی ساتھ مجھسے یہ درخواست کیگئی تھی کہ
مین یونانی ہیڈ کوارٹر کو فی الفور اس سے مطلع کردون - مینے خبر ملتے ہی جو گاڑی پہلے نظر پڑی اوسے بیگاری پکڑ لیا - اور اوس کے ایک گدیلہ
کا سفید غلاف پھاڑ کر سفید جھنڈا بنا لیا - ترکی شاف کا افسر اعلے سیف اللہ پاشا حسن اتفاق سے موقعہ پر موجود تھا - اوسنے گورنر کے
پیغام کے جواب مین کہا کہ اِس صورت مین آتشباری کو بیشک فی الفور بند کر دینا ضروری ہوگیا ہے - لیکن لڑائی کو باقاعدہ التوا کیلیئے

ولی عہد کیطرف سے باضابطہ درخواست کا موصول ہونا ضروری ہے۔ فریقین مین کل گفتگو جرمن زبان مین ہوئی کیونکہ یونانی گورنر اور سیف اللہ دونون اس زبان کے کامل ماہر تھے! اور اس کے ذریعہ ایک دوسرے کا مطلب بہترین طور پر سمجھ سکتے تھے۔

یہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ شہزادہ بہادر اپنے میمنہ کے شکست یاب ہوکر پسپا ہوجانے پر ڈوموکوس کی مضبوط پوزیشن کے خالی کیئے جانیکا حکم صادر کرنیکے بعد سترہ مئی کی رات کو ہی گاڑی پر تارسیلا کو ہٹ گئے تھے۔ وہان سے اُسنے اور جنوب کیطرف بمقام لامیا اپنا ہیڈ کوارٹر منتقل کر دیا تھا چنانچہ اُسے التوائے جنگ کی منظوری کی خبر ۱۹ مئی کی دوپہر سے پہلے نہ ملسکی اس خبر کے موصول ہوتے ہی فی الفور چند ہیڈ کوارٹری افسر میدان کارزار کو بھیجدیئے گئے کہ ترکی کمانڈر سے طبقہ حیادت کے تعیین کیلیئے گفتگو کرین۔

چشم دید شاہدون کا بیان ہے کہ لڑائی کے التواء پر مصاف کنندہ صفون کا نظارہ بعینہ ویسا تھا جیسا کہ زمانہ امن کی تمرینات اور مشق و قواعد کے وقت "ہالٹ" (کھڑے ہوجاؤ) کے حکم پر فوج کا ہوتا ہے۔ دونون طرف کے سپاہی جو ابھی ایک دوسرے پر آگ برسارہے تھے بسکٹون اور سگرٹون وغیرہ کے تحایف ایک دوسرے کو دینے کیلیئے فی الفور ایک دوسرے کیطرف لپک پڑے! اور جسطرح بن پڑا اشارون کنایون سے باہم بات چیت کرنے لگ گئے۔ ہر ایک کے چہرہ پر یہ مسرت آمیز طمانیت برس رہی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ ایک دوسرے کو گولیون کا نشانہ بنانے کی مجبوری سے آزاد ہوگئے ہین۔ اور بالعموم سب نے یہ رائے ظاہر کی کہ وہ لڑائی سے سخت آزردہ ہورہے تھے۔ یہ طبعی انسانی خوشی کہ اب اونہین ایک دوسرے کو ذاتی دشمن نہین سمجھنا پڑیگا۔ باقی سب جذبات پر غالب آرہی تھی۔ اور التوائے جنگ کے ساتھ ہی قومی بغض اور مذہبی منافرت بھی یکبارگی سرد و خاموش ہوگئی تھی۔

ترکون نے اس میل جول مین نہایت شرافت دکھائی۔ اونہون نے فاتح ہونیکا کوئی گھمنڈ نہ دکھایا۔ نہ یونانیون پر کسیطرح یہ آشکارا ہونے دیا کہ وہ اونکو حقیر سمجھتے ہین۔ برعکس ازین اون کی معمولی متانت و ثقاہت کے ساتھ اوس وقت مردانہ شرم و حیا اور خود ضبطی بھی شامل ہوگئی ہوئی تھی۔ اور اون کے بشرون سے ہی صاف واضح ہو رہا تھا کہ خودستائی و فخر و مباہات کا اونکے دل و دماغ مین نام و نشان تک موجود نہین۔ نہ وہ کسیطرح اوس فوجکو جسے بدوران محاربہ ہر موقعہ پر اونہون نے شکست دی تھی کسیطرح بھی حقیر و ذلیل سمجھتے ہین ٭

# فصل سیزدہم (۱۳)

## درہ فورکا اور سلسلہ اوتھریس کے معرکے اور یونانی و ترکی افواج کے فوجی کارنامے

التواسے جنگ سے ماقبل کے دو تین دنون مین یونانی کمانڈر عجب مشکل مین مبتلا رہے۔ جنگ ڈوموکوس کے بعد ۱۷ مئی کو علی الصبح کل فوجین جدا ہوکر تارتسا کو اور وہان سے ۱۹ مئی کو الامانا چلا گیا۔ ان دونون تاریخون کے معرکون مین اوسنے کوئی حصہ نہ لیا۔ جسکا یہی نتیجہ نہ ہوا کہ یونانی کمانڈر تذبذب مین پڑ گئے۔ بلکہ لامیہ مین بھی عجب تشویش اور بیچواہی چھا گئی جب وہانکے باشندون نے فوجکو تدریے بے ترتیبی کے عالم مین پیچھے ہٹتے آتے دیکھا۔ تو اونکا حصہ کچھ باین یقین کہ اب ترکون کا مقابلہ نہین ہوگا۔ اور کل علاقہ اونکے حوالہ کر دیا جائیگا۔ سراسیمہ وار شہر سے بھاگ گیا۔ اس متوحشانہ بھاگڑ مین باشندے اور اونکی گاڑیان فوجکے ساتھ خلط ملط ہوکر اسکی صفون مین گھس گئین جس سے فوجکے لیئے رستہ چلنا مشکل ہوگیا۔ درہ فورکا کی مراجعت کیوقت یونانی فوجکی جو کچھ حالت تھی اوسکا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو جائیگا۔

بتاریخ ۱۰ مئی انفنٹری کی چوتھی رجمنٹ کو اوس درہ پر قبضہ کرنیکا حکم دیا گیا جو آندی تسرا کے راہنجان کے قریب سلسلہ اوتھریس سے گذرتا ہے۔ عدم لیاقت یا وقت کافی نہ ہونے کی وجہ سے اس حکم کی بروقت تعمیل نہ ہوسکی جب رجمنٹ وہان پہونچی تو اوسنے ترکون کو درہ پر قابض پایا۔ اب جنگ کا مقتضا تو یہ تھا کہ یونانی فی الفور غنیم پر حملہ کرکے اوسکو وہان سے نکالنے کی کوشش کرتے مگر یونانی ایسے بیوقوف نہ تھے کہ اپنی جانون کو یون ضایع کرتے۔ برعکس اسکے اونھون نے قابل تعریف دانشمندی سے کام لیا۔ وہ غنیم کی شکل دیکھتے ہی پاؤن سر پر رکھکر بے تحاشا اوٹھ دوڑے۔ اور جیسا کہ اس بدبخت محاربہ مین پہلے کئی مرتبہ ہو چکا تھا۔ اس بھاگڑ مین بھی سپاہیون نے بوجھ ہلکا کرنیکے لیئے جو تیز رفتاری مین حائل ہوتا تھا اپنے اسلحہ زمین پر پھینکدیئے۔ اور کل رجمنٹ عجب متوحشانہ سراسیمگی و بیچواہی کے ساتھ پہاڑیون کی سطحون سے لامیہ کو جو بارہ پندرہ میل کے فاصلہ پر میدان سپرکئیس مین واقع ہے دوڑ گئی۔

ترکون نے ان بھگوڑون کا کوئی تعاقب نہ کیا۔ مگر وہ جن کا دم پھولا ہوا اور حواس غایب غلہ تھے ہر جگہ یہہ جھوٹی خبر مشہور کرتے آئے کہ ترک تعاقب کیئے چلے آرہے ہین اس خبر کے سنتے ہی شہر مین عام ہربونگ برپا ہوگئی۔ اور کئی جگہ شہریون اور فوجیون مین مقابلہ بھی ہوگیا۔ ہیڈکوارٹر تک جو لامیہ مین تھا یہ خبر سنکر اوس کے افسرون کے بھی ہاتھ پاؤن پھول گئے۔ اور وہ درہ تہرموپائیلی کو بھاگ گئے۔ مگر چند گھنٹون کے بعد خبر کی بے بنیادی معلوم ہو جانے پر پھر لامیہ واپس آگئے۔ دربنولا کرنیل سمولنسکی سوائی سے پہونچگیا۔

اور اوس نے لامیہ مین سعی جد و جہد کرکے کسیقدر امن نظام قایم کر لیا۔ تاہم فوج ولیعہد کے حکم کے مطابق سلسلۂ اوتھریس کے عقبی علاقہ سے گذرتی ہوئی لگاتار درہ تھرموپایلی کیطرف بڑہتی چلی گئی۔ یہ درہ گو زمانہ قدیم ایسا محفوظ نہین رہگیا تاہم اب بھی اتھینز کی سڑک کی حفاظت کیلیے قابلقدر موقعہ ہے۔ اوسکی ایک طرف خلیج لامیہ کی اردگرد کی دلدلی نشیب زمینین ہین اور دوسری طرف سربفلک پہاڑ جنپر سے صرف پاکڈنڈیان گذرتی ہین اس درہ کو فتح کرنیکے لیے اب بھی حملہ آورون کا کثیر التعداد ہونا ضروری ہے۔

اٹھارہ مئی کے معرکہ درہ فورکا اور دومشی کا معرکہ جو سلسلہ اوتھریس کی شاخونکے قریب ہوا۔ صرف عقبی دستونکی مصافات تھے زیادہ دیر تک مقابلہ کرنا یونانی کمانڈرون کا شعار نہ تھا۔ ان معرکون سے اونکا مدعا صرف یہ تہا کہ فوج کے باقیماندہ حصہ کو بخیریت پسپا ہونے اور درہ تھرموپایلی پہنچکر اوسپر قابض ہوجانیکا موقعہ ملجائے۔ تاہم ولیعہد کے ہیڈکوارٹر کے اسقدر پیچھے (الامانا تک) ہٹ جانیکا فوج پر اچھا اثر نہ پڑا۔ اور دشمن اور فوج مین جیسا کہ چاہیے تعلق نرہگیا۔ اس واقعہ کے متعلق ایک انگریز نامہ نگار نے اپنی مراسلت کے خاتمہ پر یہ عبارت تحریر کی یہ شاہزادہ بہادر نے حتی الامکان بہت جلد الامانا پہونچنے کی کوشش کی۔ اور وہان سے وہ قصہ دنیا مین شایع کیا جو موجودہ یونان کی تاریخ مین منحوس ترین داستان ہے۔

یونانیون کا بیان ہے کہ اونکے چھ سو آدمی ڈوموکوس مین قتل و زخمی ہوئے۔ ترکون کا اس سے کہین نقصان ہوا ہوگا انگریز وقایع نگار کی تحریر مین عثمانی سپاہیون کی شجاعت اور ثابت قدمی کی تعریف ناظرین کی نظر سے گذر چکی ہے لیکن ترکون کی نسبت بھی کل شاہد باتفاق رائے بیان کرتے ہین کہ حملہ ڈوموکوس مین انہون نے اون کٹھن مہمون کو جو اونکے ذمہ ڈالی گئین۔ ایسی جان نثاری سرفروشی اور استقامت سے پورا کیا جو فی الواقع بےنظیر تھی۔ پندرہ سے لیکر بیس میل تک کی مسافت طے کرنیکے بعد کل ڈویژن نے بغیر اس کے کہ اونہون نے کوئی زیادہ عرصہ دم لیا یا باقاعدہ طور پر کھانا کھایا ہو ایسی پوزیشن پر حملہ کر دیا۔ جو نہایت ہی مضبوط اور مستحکم تھی۔ اور جہان سے کل میدان جسے عبور کرکے وہان تک پہنچنا تھا نظر مین تھا۔ یہ پوزیشن طبعی طور پر اور مورچون سے ہی مضبوط و مستحکم نہ تھی۔ بلکہ وہان بیشمار توپخانہ بھی موجود تھا۔ جسے جابجا مناسب موقعون پر خوب محفوظ جگہون مین جہان سے دشمن دور ہی سے دکھائی دیسکتا۔ اور اسپر تباہی بخش آگ برسائی جاسکتی تھی نصب تقسیم اور توپونکی سیدہ درست کرنے اور مسافتون کے ناپنے کے لیے یونانیون کو کافی وقت ملگیا تھا۔

ان بوجوہات کی وجہ سے ترکی توپخانہ کو اپنی انفنٹری کی امداد و دستگیری کرنے اور اوسے ایسے موقعہ پر پہنچنے کے قابل بنانے کے لیے جہان سے وہ یونانیون پر موثر طریق سے آتشباری کرسکے ۴۰۰ سو گز کے فاصلہ پر سے ہی گولہ باری شروع کردینی پڑی تھی جن حالات کی موجودگی مین ترکون نے اپنے توپخانہ کو پہلی مرتبہ دشمن کے مقابل کیا۔ اور پھر بتدریج پیشقدمی کرتے ہوئے دشمن پر گولہ باری کی۔ اوسکی لحاظ سے اونکی یہ کارروائی کامل تعریف و توصیف کی مستحق ہے۔ اور اس سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ ترکی توپخانہ کے افسر گو لندا زموجودہ زمانہ کی جنگ و جدال کی ہر ایک ضرورت و مطالبہ کو پورا کرنے اور جیسا موقعہ پڑے

فی الفور اوس کے حسب حال اپنی وضع بدل لینی اور ہمین بلا تکلف پورا اُترنے کی پوری پوری قابلیت رکھتی ہین۔ کیونکہ یہ عام
معلوم امر ہے کہ زمانہ امن ترکی توپخانہ کو چاندماری کی بہت کم مشق کرائی جاتی ہے اور عموماً فوج توپخانہ کو قواعد و تمرینات کرانے
پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

اس مزید ہزیمت یابی سے شکستہ دل ہوکر ولیعہد نے اپنے پھوپھی زاد بھائی (زار) سے بذریعہ ٹیلیگرام التجا کی کہ وہ مداخلت
کرکے جنگ ملتوی کرادے۔ ترکون کی جمعیت ہم سے چوگنی ہے اور اونکا مزید مقابلہ کرسکنا ناممکن ہے۔ زار نکلس نے اس درخواست کو
منظور کرکے فی الفور خاص اپنی طرف سے ایک ٹیلیگرام سلطان المعظم کی خدمت مین ارسال کیا۔ اور اسمین جلالت مآب کی رحمدلی اور
حب امن کا نہایت خوشامد آمیز الفاظ مین واسطہ دیکر التوائے جنگ کی درخواست کی۔ عبد الحمید نے بجواب زار کے تلطف آمیز فقرات
کا شکریہ ادا کرکے خواہش ظاہر کی۔ کہ زار جنگ ملتوی ہی نکرائین بلکہ کوشش کرکے فریقین مین صلح بھی کرادین۔ اور اوسی وقت
ادہم پاشا کو جنگ ملتوی کردینے کا حکم بھیجدیا گیا۔

انتھنز سینٹ پیٹرز برگ قسطنطنیہ اور ترکی ہیڈکوارٹر مین یہ ٹیلیگرافی نامہ و پیام قابل تعریف سرعت و تعجیل کے ساتھ
۱۹ مئی کی دوپہر تک ہوتا رہا۔ اسی تاریخ سہ پہر کے وقت لامیہ کے گورنر کو التوائے جنگ کی منظوری کی اطلاع انتھنز سے موصول ہوگئی
مگر یونانی اس اثنا مین بھی اپنی شرارتون در نقلی بازی سے باز نہ آئے ایم تھیوٹوکی وزیر داخلیہ اور ایم بوٹاکس پاس وزیر محکمہ
مذہبی اٹھارہ مئی کو لامیہ پہنچے۔ اور وہان اونھون نے فوجکو گورنمنٹ کی طرف سے قائمقام ہوکر لنبا چوڑا لکچر سنایا جسمین اسکو اونکے
بزرگونکی بہادریونکو یاد دلاکر اپنی جگہ پر قائم رہنے کا حوصلہ دلایا گیا۔ اور جرات دلانے والے الفاظ مین تھرموپایلی کے تاریخی درہ
کی جوانمردانہ حفاظت کرنیکی تاکید کیگئی۔ کرنیل سموئنسکی جو بصلہ خدمات حسنہ جرنیل بنادیا گیا تھا۔ بہ تعمیل حکم سوپلی اور ہالمیرس
سے حرکت کرکے بتاریخ اٹھارہ مئی باقیماندہ فوجکو آملا۔ اور ولیعہد نے اسی درہ تھرموپایلی کی محافظ فوجکی کمان سپرد کردی۔

جس روز سے ہیڈکوارٹر بہت ہی پیچھے ہٹاکر لامانا مین قائم کیا گیا تھا۔ اوسی دن سے یونانی فوجکے مختلف دستون کے یونانی
کماندر عجب مخمصہ اور تردد مین مبتلا ہوگئے تھے۔ کیونکہ بعد مسافت کی وجہ سے وہ سپہ سالار کے ساتھ بآسانی نامہ و پیام نہین کرسکتے
تھے۔ اس وقت سے پراگندہ پریشانی مین فوجکی عاجلانہ و سراسیمہ وار مراجعت بتاریخ ۱۹ مئی جبال اوتھریس مین عقبی دستہ کی
مذبذبانہ مدافعت باشندگان لامیہ کی بھاگڑ اور التوائے جنگ کے متعلق کسی خبر کی عدم موصولی سے جو بے اندازہ اضافہ ہوگیا تھا
اوسے ناظرین بآسانی قیاس کرسکتے ہین۔ اکثر کو علم تھا کہ التوائے کیلئے باہم نامہ و پیام ہو رہا ہے۔ اور وہ اوس کے نتیجہ کا کمال
بیصبری سے انتظار کررہے تھے۔

بالآخر جب اوسکی خبر جبال اتھریس مین پہونچگئی۔ تو ترکی ہیڈکوارٹر اوسیوقت ۱۹ مئی کی شام کو ڈوموکوس کو ہٹ
گیا۔ اور دوسرے دن وہان فریقین مین التوائے جنگ کا باضابطہ معاہدہ ہوگیا جسکا مضمون حسب ذیل تھا:۔ یقین مین
۱۷ دن کیلئے جنگ ملتوی کیا گیا ہے۔ اس میعاد کے ختم ہونے پر پھر اوسکی تجدید ہوسکتی ہے۔ دونون کے اندر بالمقابل افواج کے مابین

آٹھ سو میٹر (تقریباً ۸۰۰ گز) عریض "طبقہ حیادت" یا علاقہ حد فاصل کی حد بست قایم کیجاویگی۔ اس کام کو دونون فریق کے دو دو سٹاف افسر دول خارجیہ کے جنگی اٹاشیون کی مدد سے انجام دین گی۔ بدوران مذکورہ کوئی فوج سامنے کیطرف یا بازو کیطرح کی حرکت نکرے گی"

یونانی ڈیلیگیٹون کے ساتھ فرنچ سفیر کا جنگی اٹاشی میجر بیرن وان ویپفن اور ترکون کیطرف سے اتھاسیجو ہر سیف اللہ پاشا معہ چند افسرون کے کمیشن مین شامل ہوئے جنہون نے ۱۲ مئی کو یہ کام شروع کر دیا۔ تعیین حد بست کے بعد پہلا کام یہ کیا گیا کہ طبقہ حیادۃ کے قریب نظام اور خوب تربیت یافتہ سپاہ کو مقیم کیا گیا۔ ملابیہ چونکہ طبقہ حیادۃ مین رکھا گیا۔ اسپر کسی فریق کی فوج قابض نرہی۔ دوسرا یہ کام کیا گیا کہ اطالین مجاہدین کو یونانی فوج سے جدا کر دیا گیا۔ یہ لوگ بلاشبہ دوموکوس کے محاربہ مین کمال شجاعت سے لڑے تھے۔ اور انکے تین سو آدمی ضایع ہو چکے تھے۔ لیکن ۱۸ مئی کو عقبی دستہ کی لڑائی مین یونانی قابل نفرت بزدلی اور کمینگی سے اون کو دشمن کے نرغہ مین مبتلا چھوڑ کر خود رفو چکر ہو گئے تھے۔ ترکون نے انکا کسیقدر احاطہ کر لیا تھا۔ اور وہ بڑی مشکلون کے ساتھ اس مخمصہ سے رہا ہوے تھے۔ اس کمینہ برتاؤ کی وجہ سے انکے دلون مین یونانیون کیطرف سے سخت کدورت بیٹھ گئی تھی اور محاربہ کے آخری چند گھنٹون مین اس کدورت کیوجہ سے انکی آپسمین کئی دفعہ کھٹ پٹ ہو گئی تھی۔

یونانیون نے ۱۹ مئی کی لڑائی جو تھیسلی مین آخری معرکہ آرائی تھی۔ اسمین ترکون کے تین سو شہید و مجروح ہوئے تھے باغلب وجوہ اسلیے کی تھی کہ التوائے جنگ سے پیشتر جو وہ جانتے تھے کہ عنقریب ہونیوالا ہے حتی الامکان زیادہ سے زیادہ علاقہ اپنے تصرف مین رکھکر لامیہ کے سامنے کسی موقعہ پر انعقاد معاہدہ التوائے جنگ کا انتظار کرین۔ تاکہ لامیہ انکے قبضہ مین باقی رہے۔ مزید برآن اس موقعہ پر ترکون کا مقابلہ کرنیسے باقیماندہ فوج انکی تعاقب سے محفوظ ہو کر تھرموپائیلی پہنچنے کے قابل ہو گئی مگر یہہ یہ سب کچھ اسی تخمین پر کیا گیا تھا کہ التوائے جنگ کا حکم بروقت پہنچ جائیگا۔ اور ترکون کو اس عقبی دستہ کو معدوم کرنیکا موقعہ نہین ملسکیگا۔ انکی خوش قسمتی سے ویسا ہی ظہور مین آیا جیسا کہ انہون نے سوچ رکھا تھا۔

ترکی چیف سٹاف افسر نے غنیم کا حد مناسب سے زیادہ پاس و لحاظ کیا کہ ایک یونانی اہلکار کے سفید جھنڈا لیے ہوئے پہنچ جانے پر لڑائی بند کرا دی۔ اوسے چاہیے تھا کہ جب تک سپہ سالار التوائے جنگ کو منظور کر کے ضروری احکام نافذ نہ کرتا لڑائی کو برابر جاری رہنے دیتا۔ اور یہہ یقینی امر ہے کہ پیشتر اسکے مشیر یہ احکام صادر کرسکتے یونانیون کا عقبی دستہ بحال تباہ و پراگندہ کو پسپا کر دیا جاتا۔ اور فی الفور تعاقب کرنے پر شہر لامیہ ترکون کے قبضہ مین آجاتا۔

محاربات تھیسلی پر سرسری غور کرنیسے ایک یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ محاربہ تین مختلف دورون مین منقسم ہے جنمین سے ہر ایک مین علاقہ کا ایک حصہ فتح کرنیکے لیے چند معرکے ہوئے۔ پہلا دور پندرہ اپریل کو جبکہ یونانی فوج نظام نے جارحانہ کارروائی شروع کی شروع ہو کر ملونا دروس و لاریسہ کی مراجعت اور یونانیون کے فرسالہ۔ ویلا دیستہ اور دوموکوس کی پوزیشنون مین قایم ہونے پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا دور لاریسہ سے ترکون کی پیشقدمی بجانب فرسالہ یعنی ۲۵ اپریل سے شروع ہو کر یونانیون کی مراجعت بجانب

۱؎ التوائے جنگ۔

ڈوموکوس و مالیروس اور ترکون کے بتاریخ ۸ مئی وولو پر قابض ہونے پر ختم ہوتا ہے تیسرا دور ۱۷ مئی کے معرکہ ڈوموکوس
یونانیون کی مراجعت بجانب ٹہ فورکا۔ اور وہان سے بجانب جبال اوتھریس پر جہان یونانیون نے آخری مقابلہ کیا ختم ہوا۔

دوسرا نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ یونانی فوج بالکل ناتیار محاربہ کے ڈنگل مین اتری۔ اجتماع فوج کا کوئی باضابطہ دستور العمل موجود نہ تھا۔ اس امر کا کوئی انتظام نہ کیا گیا کہ مشغول کارزار فوج کو جسقدر نقصان پہنچے۔ انکی تلافی کیلیئے پیچھے سے نئی کمک پہونچتے رہین مختلف دستون مین بہت ناقص ترتیبی مواصلت موجود تھا۔ سپاہیون کا ساز وسامان ناکافی اور افسر بہت کم تھے۔ مزید برآن یونانی فوج تھیسلوی سرحد پر تقریبًا تقریبًا دو مساوی حصّون مین تقسیم کر دیگئی تہی۔ جو ایک دوسرے سے ناقابل گذر کوہستانی علاقہ مین کئی دنون کی مسافت پر تہے پھر ہر ایک حصّہ نے بجائے خود اپنی افواج کو کل سرحد پر پھیلا رکھا تھا۔ جو طول مین تقریبًا دو سو میل تھی۔ سرحد پر ایسی ترتیب وصف آرائی نہ حملہ کیلیئے کارآمد ہوسکتی تہی۔ اور نہ بالعزم مدافعت کے واسطے۔ اور اسی ایک غلطی کیوجہ سے لازمی طور پر کوہستانی درون کی حفاظت کے متعلق متواتر غلط احکام صادر ہوئے تعداد مین اگر ترکون سے کم۔ پھر مختلف چھوٹی چھوٹی جماعتون مین منقسم۔ اور ادنے افسر تقریبًا مفقود۔ ایسی صورت مین یونانیون کی مقبوضہ و متصرفہ پوزیشنون کے طبعی استحکام کے باوصف انکا متواتر شکستین کہاتے جانا کیا کبھی تعجب خیز ہوسکتا ہے تاہم ہمین کلام نہین کہ یونانی سپاہی من حیث الافراد قابل تعریف شجاعت اور استقامت سے لڑے۔

محاربہ کے انصرام پر کلی طور سے رائے ظاہر کرنیکا ابھی وقت نہین پہنچا۔ اور اوسپر جن غلطیون کا الزام لگایا جاسکتا ہے انپر ابھی بحث کرنا مناسب نہین۔ لیکن ہمین کوئی شک نہین کہ شکستون کا سب سے بڑا باعث یہ تھا کہ کمان کے اعلے ترین مناصب پر ناقابل اشخاص مامور کیئے گئے تھے۔ محاربہ کی تاریخ مین ذمہ داری کے عہدون کی تقرریان ایک دلچسپ واقعہ ہین۔ اور گو انپر قطعی رائے ظاہر کرنا ابھی تک ناممکن ہے۔ مگر واقعات معلومہ کے مقابلہ سے یہ امر صاف ظاہر ہورہا ہے کہ یونانی گورنمنٹ اس سے محض ناواقف تھی یا اوسنے عمدًا اس سے اغماض کیا کہ انصرام محاربہ کیلیئے سب سے مقدم چیز کیا ہے۔ بسا اوقات یونانی کمانڈر ایسے چکرا جاتے تھے کہ سرگرم مین تمیز نہین کرسکتے تھے۔ درست اسی سقم سے بخوبی آگاہی ہوگئی ہے۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ آگاہی دیرپا ہوگی؟ محاربہ کے افتتاح ہی گورنمنٹ پر یہ زور دیا جارہا تھا کہ سمو منکی کو اعلے کمان تفویض کیجائے۔ صرف وہی ایک ایسا شخص ہے۔ جو میدان کارزار مین یونان کو ناموس کی بدنامی سے بچاسکتا ہے۔ بالآخر اس مطالبہ کو مان لیا گیا۔ اور رالی نے اپنی ضایع شدہ ہردلعزیزی کو پھر کسیقدر بحال کرنیکے لیئے یاونی اور وسلیشو کے شجاع کو سپہ سالار بنا دیا۔ اس دباؤ کے دوش بدوش محاربہ کے بعد یونانی شہزادون پر بڑی سختی سے حملے کیئے گئے۔ یونان کے رفقا اخبارات نے شاہی خاندان کو ذلیل و بیحرمت کرنیکے لیئے محاربہ کیوقت سے ایسے سخت مضامین اور کارٹون شایع کیئے کہ دیگر اقوام بمشکل باور کرسکتی ہین کہ کبھی ویسے مضمون شایع ہوئے ہونگے۔ ایک کثیر الاشاعت تنفیذی اخبار نے "محاربہ مین ریل کے فوائد" کی سرخی سے ایک کارٹون شایع کیا۔ جسمین ایک ریل اسٹیشن۔ مرغیون ترکاریون اور سامان باورچیخانہ سے بہری ہوئی دکھائی گئی۔ اس سے شہزادہ ولیعہد کے سامان کیطرف اشارہ تھا جو رسالہ کی مراجعت کیوقت وہان سے بہیجا گیا تہا۔ ایک پنچ اخبار موسومہ "رومی اوس"

سے جو منظوم چھپتا ہے۔ یہ کارٹون دیا کہ ایک لونڈا یونانی وردی پہنے اور انگوٹھا ناک پر رکھے ادہم پاشا کے آگے آگے بھاگا جا رہا ہے اور اوس کے نیچے ایک طویل نظم بطور مسدس درج کی جس کے ہر بند کے آخری شعر کا یہ مطلب تھا یہ تعاقب کئے جاؤ۔ تم مجھے نہین پکڑ سکوگے مین تم سے تیز بھاگ سکتا ہون۔ ۲۰ سال ماقبل بمقام مارتھان (یونان کا ایک شہر) چند مختلف اقوام کے افراد مین پیدل دوڑنے کی بازی لگی تھی جس مین یونانی فوقیت لیگئے تھے اس نظم کے آخر مین اس معاملہ کیطرف بھی اشارہ کر دیا گیا تھسیلی کے ایک ممبر پارلیمنٹ مسٹر فیلا بیٹوس نے بطریق تہزا نہین بلکہ سخت متانت اور خفگی کے ساتھ اخبار ایپیروس مین مضمون شایع کر کے مطالبہ کیا کہ اگر لڑائی کو جاری رکھنے کا واقعی منشاء ہے تو ولیعہد کو سپہ سالاری سے برطرف کر دیا جائے۔ سرکاری طور پر جو یہ مشہور کیا گیا ہے کہ شہزادہ فرسالہ کی لڑائی مین اولین صف مین شامل ہو کر لڑتا رہا تھا وہ بالکل غلط ہے۔ یہ اولین صف فرسالہ کے ایک مکان کا ایک دریچہ تھی۔ جہان سے شہزادہ بہادر بمعیت دوربین سے مسلح ہو کر لڑائی کرتے رہے تھے۔ یہ مکان جادران کتسونی کا تھا شک ہو تو دریافت کر لو۔ اخبارات نے شاہی خاندان ہی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ وزارت کے بھی گرد ہو گئے حتی کہ کئی ایسے اخبارات نے بھی جو اصولاً وزیر اعظم (ڈالی) کے مخالف تھے اسپر سخت سرزنش اور طعن و تشنیع کی کہ وہ اپنے سابقہ تجربون اور وعدون کے باعث شاہی خاندان کا غلام ہو گیا ہے اور آزادانہ محب وطن ورزمیہ پالیسی کو چھوڑ بیٹھا ہے۔ اخبار اکروپولیس نے ایم رالیس کو متنبہ کیا کہ "تم نے وزارت کو شروع تو بہت اچھی طرح سے کیا تھا کہ جب بدستور سابق جیسے ڈیلیانیس نے رائج کیا تھا۔ بادشاہ کا پرائیوٹ وزارت کے ایوان شوریٰ مین بغرض سی دخل ہو کر وزراء کے اجلاس مین شامل ہو تو تم نے اسے کمرہ سے نکالدیا۔ مگر افسوس اس پہلے دن کے بعد پھر تمہارے ضمیر پر بھی پردہ پڑ گیا۔" اگر ایسی فوج جس نے کل محاربہ مین ایک فتح بھی حاصل نہ کی ہو اور صرف ہزیمتین اور شکستین ہی کھاتی رہی ہو اور جس نے لاریسا و دستینو وغیرہ ایسی نہایت عمدہ اور خوب مستحکم مواقع دشمن کے حوالہ کر دئیے ہون۔ اگر وہ بالآخر تمام اخلاقی ارتباط و نظام اور حرکت و حوصلہ سے معرا ہو گئی ہو تو اسپر کیا کسیکو کچھ تعجب ہو سکتا ہے نہ ترکون نے اپنی کل کارروائیون کو پہلے اچھی طرح سے سوچا اور وزن کیا۔ اور پھر دانشمندی و استقلال سے اون کو عمل مین لائے۔ بادی النظر مین یہ ضرور پایا جاویگا کہ کسیقدر تساہل و تامل سے کام لیا گیا۔ مگر حالات متعلقہ کے لحاظ سے یہ دونون باتین بالکل بجا تھین شروع شروع مین ترکی سپہ سالار کو پوری آزادی حاصل نہ تھی قسطنطنیہ سے مسلسل ہدایتین صادر ہوتی رہین۔ اور پھر عثمان پاشا کو روانہ کیا گیا۔ مگر جب ادہم پاشا کو کامل اختیار ملگئے تو اونہون نے ثابت کر دیا کہ وہ قابل تعریف کمانڈر ہین۔ اونہون ایسے موقعون پر جہان سے تھسیلی پر باسانی حملہ ہو سکتا تھا غنیم کی فوج محافظ سے زیادہ فوج جمع کی اور پیشقدمی کیوقت تمام دستون کو خوب قابو اور نظر مین رکھا۔ اور پھر ایک ڈویژن کے کمانڈر کو بالوضاحت جتا دیا کہ تم نے یہ کام کرنا ہے البتہ یہ درست ہے کہ پاشائے موصوف نے غنیم کو تباہ کرنیکی بجائے اوس کے صرف پیچھے دھکیلتے جانے پر ہی اکتفاء کیا یہ نقص اس امر سے ہی بالخصوص صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ ترکون نے ہر جگہہ غنیم پر اپنے میمنہ سے فیصلہ کن حملہ کیا یہ کام اپنے میسرہ سے جسے بہت سی کمک پہنچ گئی ہوئی تھی یونانیون کے میمنہ کے برخلاف نہ لیا۔ حالانکہ یونانیون کا سمندر کیساتھ تعلق اسیطرف تھا۔ اگر پاشا موصوف غنیم کو فرسالہ کے سامنے مصروف رکھکر دیتا یا اپنے زبردست فوج جسکے ساتھ کیولری اور توپخانہ بھی کافی ہوتا ڈوموکوس کیطرف یونانیون کی مراجعت کرنیکا رستہ بند کر دیتا اور اسطرح اونکو اپنی قاعدہ الجیش اور مرکزیت براہ راست تعلق رکھنے سے محروم کر دینے کیلیے یونانیون کے میسرہ پر بھیج دیتے تو با غلب وجوہ مصافی لحاظ سے ایسا کرنا زیادہ مناسب و مفید ہوتا

ڈوموکوس کی محاربہ کی بعد بھی غنیم کے مزید تعاقب سے یہی نتیجہ حاصل ہوتا یعنی اونکی مراجعت کا رستہ بند ہوجاتا لیکن یونانیون نے جیسا مذکور ہوچکا ہی اس مصیبت کی انسداد کیلئے کمال عقلمندی سے زبردست انتظام کر دیا ہوا تھا وہ انتظام کیا تہا یہ کہ التوائے جنگ کی نامہ و پیام شروع کر دیا تھا جس کی منظوری مین متوقعہ پہنچگئی بنا برین میدان جنگ پر جو مصافی فوقیت حاصل ہوئی اوس سے حسب توقع شاطرانہ فواید نہ اوٹھائی جاسکے۔

جرمن سٹاف افسر لکھتا ہی کہ اس عام بحث کو چھوڑکر جزئیات کی متعلق صرف یہی بتا دینا کافی ہے کہ ترکی فوج جسکی طبیعت خوش شگفتہ اور حوصلی خوب بڑہے ہوئی تہے ہر موقعہ پر کمال شجاعت جانبازی اور طمانیت کی ساتھ لڑی بالخصوص اس وجہ سے اور بھی زیادہ قابل تعریف ہو رہا ہے کہ عساکر عثمانیہ کو عموماً ایسے موقعون پر دھاوا کرنا پڑا جو نہایت مستحکم طور پر مورچہ بند تھے اور اونکی حفاظت جان توڑکر کیگئی تہی۔

ایک بریگیڈ کی بجائے اگر کل انفنٹری ۵ء۷ ملی میٹر (یعنی پانچ قطر کی نال رکھنے والی) ماؤزر رائفل سے مسلح ہوتی تو ترکون کو بہت کم نقصان اوٹھانا پڑتا یونانیون کی گراس رائفل جو ماؤزر رائفل سے زد بھی کم رکھتی ہے اور نسبتاً بطی الرمی (جلد جلد فایر کرنے والی) بھی ہی تاہم مارٹینی رائفل کے ہمپلہ تھی جو ترکی انفنٹری کی پاس تھی۔ اوسکی بڑی سے بڑی زد ایک ہزار میٹر (تخمیناً ۱۱ سو گز) ہے۔ فریقین کی توپخانے قریباً یکسان تھی یعنی دونون مین کرپ توپین تھین مگر اسکا گولہ بارود ناکافی تہا پھٹنے والے گولون پر عموماً تہ ابے درست مقدار کے نہ لگائے جاتے اور دونون فوجون کی نشانہ بازی بھی اچھی نہ تھی جسکا ثبوت اسی امر سے ملتا ہی کہ مجروحین مین سے صرف ایک فیصدی ایسی ہوتی تہے جو پھٹنے والے گولون سے زخمی ہوئے کیولری دونون فوجون مین ایسی نہ تھی جو اپنے فرایض منصبی کو درست ادا کرسکے اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ گھوڑے ادنی قسم کی تہے تاہم ترکی سوار بالاجتماع کام کرنے اور منفرد رہکر خبر رسانی کا کام دینے کے دونون فرایض موجودہ طریقہ حرب کی اصول کی مطابق ادا کرتے رہے۔ ترکی فوج مین کمسریٹ کا انتظام معقول تھا کیونکہ ترک سادہ مزاج ہوتے ہین اور اونکی ضروریات بہت ہی کم ہین اسکا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہی کہ ایک سپاہی کو یومیہ خوردنوش کیلئے صرف پاؤ بھر آٹا درکار رہتا ہی۔ مزید برآن فوج کی ساتھ بارکش مویشی بافراط موجود تہی۔ ہر ترکی بٹالین کی ساتھ دو سو اور ہر باتری کی ساتھ ڈیڑہ سو گہوڑے تمام سامان حرب۔ اسباب خیمے اور افسرون کا اسباب اوٹھانی کیلئے ہوتے ہین ان جانورونکی قطارین ہر وقت متحرک رہتی ہین۔ اور لاریسا سے جہان یونانی گورنمنٹ نے آٹے کی وافر مقدار جمع کر رکھی تھی مسلسل ضروری سامان فوج کو پہنچاتی رہین۔

یونانی کمسریٹ کی حالت ناگفتہ بہ تھی ہر ایک چیز عین اوس وقت جب کہ ضرورت آپڑتی بہم پہنچانے کی کوشش کیجاتی چنانچہ جب فوج کو لگاتار بسرعت مراجعتین کرنی پڑین تو عدم تیاری کی وجہ سے کمسریٹ کا شیرازہ بالکل پراگندہ ہوگیا۔

انتظام شفاخانہ کی متعلق یہی بتانا کافی ہوگا کہ عثمانیہ بنک نی ایک فوجی شفاخانہ میدان جنگ کو بھیجا جو لاریسا مین قایم کیا گیا اس مین دو بیس مجروحون و مریضون کی رہایش کی گنجایش تھی۔ یونانیون کو یونان کی انجمن صلیب احمر[1] اور نیز جرمنی کی انجمن صلیب احمر نے قابل قدر مدد دی۔ جرمن انجمن نے ایک سو مریضون کی تیمارداری کا سامان بھیجا اور اوس کو اکثر شائیس کے قریب بمقام ... اتار

[1] روس، سوئٹزرلینڈ وغیرہ کئی ممالک کی انجمن ہائے صلیب احمر اور قسطنطنیہ کی انجمن ہلال احمر کیطرف سے بھی سرکاری فوجی شفاخانون کے علاوہ کئی شفاخانے ترکی مجروحین کی معالجہ کیلئے میدان جنگ مین قایم کئے گئی تہے اور بالآخر ایک ہسپتال خاص سلطانی محل یلدز کی احاطہ مین تیار کیا گیا جسکا ذکر آگی مفصل کیا جائیگا

تین ہفتے کام کرتے رہے اس شفاخانہ مین دو اعلے ڈاکٹر چھ تیماردار عورتین اور دو ہاسپٹل اسسٹنٹ تھے جنہون نے کل تین سو زخمیون کا معالجہ کیا۔

# فصل چہاردہم (۱۴)

مسٹر شیلڈ بارٹلٹ واقعات متذکرہ صدر کے متعلق اپنی کتاب کی فصل نہم و دہم مین حسب ذیل لکھتے ہین:

## ویسٹنو کی پہلی لڑائی

ہمنے کئی دفعہ لاریسا سے ترسالو جانیکی خواہش ظاہر کی۔ کیونکہ یہ خبر مشہور ہو رہی تھی کہ یونانی اس پوزیشن کو خالی کر گئے ہین مگر مارشل نے ہمین نہ جانے دیا۔ اور فرماتے رہے کہ علاقہ غنیم سے صاف نہین۔ پھر وعدہ کیا کہ جس وقت لڑائی ہونیوالی ہوگی تمکو پہلے اطلاع کر دیجائے گی۔ حسن اتفاق و خوش قسمتی سے ہمنے بتاریخ ۲۹ اپریل جمعرات کے دن ریلوے سڑک کے برابر لاریسا سے ویسٹنو جانیکا فیصلہ کیا۔ اور علی الصباح دوسرے دن روانہ ہوگیا جس سے مجھے ویسٹنو کی پہلی لڑائی دیکھنے کا موقعہ ملگیا۔ یہ گو چھوٹے سے پیمانہ پر ہوئی۔ مگر محاربہ کی نہایت ہی سخت۔ جانگداز اور خونریز ترین لڑائیون مین سے ایک تھی۔ یہ سالار کا منشا نہ تھا کہ لڑائی ہو۔ انہون نے صرف یہ جمعیت کثیر سکشاف کی جانیکا حکم دیا تھا۔ مگر کچھ تو کمانڈر کی سہوا نہ پرجوشی سے اور کسیقدر خواہ حقی پاشا کمانڈر سوم ڈویژن یا اوسکے نایب نسیم پاشا بریگیڈر کی خود رائی کیوجہ سے جونہی وہ اوس موقعہ پر کمانڈر تھا اسکشافی مہم تھوڑی ہی دیر مین زبردست حملہ کی صورت مین بدلگئی جس مین تمام قسم کی سپاہ (پیدل سوار و توپ خانہ) نے حصہ لیا۔ ترکون نے بینظیر شجاعت و حیرت انگیز استقامت سے حملہ کیا۔ مگر آخر سخت نقصان اوٹھا کر پسپا ہوئے۔ ترکون کے پاس ایک بریگیڈ فوج پیدل اور ایک کیولری ڈویژن تھا جسمین تخمیناً ایک ہزار سوار تھے۔

## مسٹر بینیٹ برلے کی روایت

مسٹر بینیٹ برلے نے جو سمولنسکی کے ساتھ تھا غلط لکھا ہے کہ اس حملہ مین ترکون کی جمعیت چالیس ہزار تھی اور خود ادہم پاشا و غازی عثمان پاشا کمانڈ دیتے تھے ادہم پاشا غالباً اگر لی تک بلکہ اوس کے قرب و جوار مین بھی نہ تھے۔ اور عثمان سالونیکا سے ہی آگے نہ آئے تھے۔ غالباً مسٹر برلے نے ۲۹ اپریل کے معرکہ ویسٹنو کو ۵ مئی کی دوسری لڑائی سے جس مین ترکون نے ۱۰ ہزار کی جمعیت صف آرا کی تھی خلط ملط کر دیا ہے ہم سارے میدان جنگ مین پھرے تھے۔ اور صرف کا رزار ہر ایک بلیٹن کو عین لڑائی کے موقعہ پر اور نیز کترلی کو مراجعت کر جانیکے بعد دیکھا تھا۔ اس معرکہ مین یقیناً ۶ ہزار سے زیادہ ترک شامل نہ تھے۔ ان سے زیادہ مہم مذکور کیلئے بہم ہی نہین پہنچ سکتے تھے کیونکہ جو سب سے پہلی کمک پچھلی رات لاریسا کے قریب سے روانہ کیگئی تھی وہ شنبہ کو ۸ بجے صبح کے وقت کترلی پہنچی تھی۔ اور جس وقت سالم تازہ دم ڈویژن گاؤن اور اوسکے قرب و جوار مین خیمہ زن ہوا اوس وقت دوپہر بہت ڈھل چکی تھی۔

لاریسا سے کترلی ۱۸ میل اور کترلی سے ویسٹنو براہ ریز و میلو (رضالوم) ۱۲ میل ہے یونانی نہایت مستحکم و محفوظ موقعہ پر تھے۔ انہون نے پہاڑیون کی اوس پست سلسلہ پر جو پیلی اون (پہاڑ پتہ) کی عمودی بلندیون اور سینو سیفالو (کینہ کہ قالوس) کے درمیان ہے نہایت مضبوط

مورچے تیار کرلیے ہوئے تھے۔ اونکا میمنہ پلاؤ تپہ پر اور میسرہ آخر الذکر مقام پر تھا۔ پیلی آون کی شاخ موسومہ پلاؤ تپہ نہایت ہی عمودی و
چٹانی ہے۔ اور سطح میدان سے دو ہزار فیٹ بلند ہے۔ پہاڑیان سینو سیفالو سے متعدد سلسلون مین شمال مشرق کو جاتی ہین۔ اونکے
درمیان سے کسیقدر پست ہوگئے ہین۔ ان کراڑون ہی کی شاخین پہیلکر شمال کیطرف میدانین بنا ہی ہوئی ہین۔ یونانیون نے مرکزی کراڑ
کے علاوہ ان شاخون مین سے بھی کئی ایک پر مورچے تیار کیے ہوئے تھے۔ ویسٹینو سے دو میل بجانب شمال المغرب موضع کیفالو دو شاخی سلسلون
کے مابین نشیب مین واقع ہے۔ اسکو ترکون نے ۲۹ کو فتح کرکے ۳۰ کی شام تک وسیر باستقلال مردانہ قبضہ قائم رکھا۔ اپنی پوزیشن کے
قلب کے متصل ایک چھوٹی سی مدور پہاڑی پر بھی یونانیون نے مورچے تیار کرکے وہان ایک باتری نصب کر رکھی تھی۔ لاریسا و ولو ریلوے
لائن ویسٹینو مین سے گذرتی ہے۔ وہان سے ایک شاخ عین بجانب مشرق ولو کو جو دس میل ہے۔ اور دوسری بجانب جنوب مغرب خم کہاتی ہوئی
فرسالوس [illegible] کو جاتی ہے۔ ویسٹینو کے عین سامنے بجانب شمال ریزومیلوس کا معقول آبادی رکھنے والا قریہ ہے۔ ۳۰ اپریل کی پہلی
لڑائی مین ترکی ہیڈ کوارٹر یہین تھا۔ وہ کرلی سے بجانب جنوب مشرق چھ میل اور ویسٹینو سے بجانب شمال ساڑھے تین میل ہے۔ ریزومیلوس
کے سامنے اور داہنے ہاتھ ایک خوب گہنا اور سایہ دار جنگل ہے جو ویسٹینو کیطرف دو میل تک چلا گیا ہے۔ اسکا عرض دو سو سے لیکر آٹھ سو گز
تک جابجا مختلف ہے۔ ترک اگر چاہتے تو پیشقدمی کے وقت اس سے خوب کام لے سکتے تھے۔ مگر انہون نے اوس سے کسی لڑائی مین فایدہ نہ اوٹھایا۔
یونانیون نے اسمین بھی دہس بندی کی ہوئی تھی۔ ۳۰ اپریل کو اسکا جنوبی حصہ یونانیون سے بھرا ہوا تھا۔ اسکا علم ہمین سہ پہر کے قریب ہوا
اور بری طرح سے ہوا۔ ہمارے تلف ہونے مین تھوڑی سی ہی کسر باقی رہگئی تھی۔

**محمود کی غلطی**

لڑائی ۲۹ اپریل کو اسطرح شروع ہوئی۔ غازی مختار کے فرزند محمود بک نے ویسٹینو کیطرف گردآوری کی۔ اسکے
ساتھ حقی پاشا کے ڈویژن کی دو بٹالین۔ ایک باتری اور دس رسالون مین سے چھ یعنے تخمیناً چھ سو سوار
تھے۔ اوسکا منشا تھا کہ سینو سیفالو کی بلندیون کے برابر ویسٹینو کے جنوب مغرب سے گذر کر یونانیون کے میسرہ کو پلٹ دے۔ اور پھر بازو سے
ہوتا ہوا یونانیون کے عقب مین ریلوے سٹیشن پر پہنچ جائے۔ مگر محمود سے کرنیل سمولنسکی کی جمعیت کا اندازہ کرنے مین سخت غلطی ہوئی۔ کرنیل
مذکور کے پاس بقول مشہور کے جو بمقام ویسٹینو یونانیون کے ہمراہ تھا دس ہزار اور میرے خیال مین کم از کم بارہ ہزار فوج تھی۔ اسمین کوئی
شک نہین کہ سمولنسکی کو جمعہ کے دن زبردست کمک پہنچگئی۔ ہمنے خود کئی ٹرینین فوج سے بھری ہوئی سٹیشن مین داخل ہوتی دیکھین جنکے پہنچ جانے
سے تھوڑی ہی دیر بعد یونانیون نے بڑی تیزی کے ساتھ جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔

۲۹ کو خفیف سی لڑائی ہوئی۔ محمود بک دو بٹالین لیکر کرلی سے بجانب جنوب غرب ویسٹینو کیطرف روانہ ہوا۔ اور تھوڑے سے بجانب غرب
دو میل کے فاصلہ پر پہنچگیا۔ پیدل فوج سینو سیفالو کی کراڑون کے برابر برابر یونانیون کے میسرہ کو الٹنے کی کوشش کرنیکو لیے آگے بڑھی۔ فوج
سوارون نے پائینی ہموار علاقہ کی گردآوری کی۔ اور توپخانہ نے یونانی توپون سے تھوڑی سی مبارزت کی۔ محمود نے کمک طلب کی۔ اور حقی پاشا
نے اسے ایک اور بٹالین بھیجدی۔ دوسرے دن لڑائی علی الصبح شروع ہوگئی۔ ترکون نے موضع کیفالو پر قبضہ کرلیا۔ اوس وقت محمود بک سے ایسی
حیرت انگیز متہورانہ حماقت سرزد ہوئی کہ کیولری کو اوس سے سخت نقصان پہنچا۔ اور اوس دن ترکون کو ہزیمت بھی زیادہ تر اسکی وجہ سے ہوئی

اور سنے ترکی سواروں کو درمیانی پہاڑی کے یونانی مورچہ پر جہاں فوج پیدل قایم کی تہی حملہ کرنے کا حکم دیا سواروں نے بڑی خوشی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ وہ تابڑ توڑ آتشباری کے باوجود گھوڑوں کو سرپٹ چھوڑ شیروں کیطرح ادہر کو دوڑے۔ محمود سب سے آگے تہا۔ اونہوں نے ایک مورچہ پہنچتے ہی فی الواقع قبضہ کرلیا۔ اور محمود نے اپنے ہاتھ سے ایک یونانی کپتان[1] کو جو اپنی جگہ سے ہلنے کا نام نہ لیتا تہا اور دیوا ور سے کئی سواروں کو نشانہ بنا چکا تھا تہ تیغ کیا۔ لیکن ایک اور مورچہ جو پہلے سے بدرجہا مضبوط تہا ہمی سامنے کہڑا تھا۔ اور صرف وہیں سے نہیں بلکہ دونوں بازوؤں سے بھی سواروں پر غضب کی آگ برس رہی تھی جس سے مجبوراً سواروں کو واپس ہٹنا پڑا۔ اس حملہ میں پچاس سوار شہید و مجروح اور تقریباً نصف گھوڑے ناکارہ ہوے۔

## یونانیوں کا بیان

اخبار سٹینڈرڈ کا خاص نامہ نگار جو یونانیوں کے ساتھ تہا اس حملہ کی متعلق حسب ذیل لکھتا ہی۔ ساڑہے دس بجے کے قریب تقریباً پندرہ سو چرکس سواروں نے دس یونانی باتری کو ہٹانے کی کوشش کی۔ جو موضع دستینو پر حملہ کنندہ ترکی انفنٹری میں خوفناک تباہی برپا کر رہی تھی۔ سواروں کا حملہ متہورانہ اور احمقانہ ضرور تھا مگر نہایت ہی کمال شاندار اور ایسا عجیب تہا کہ اوسکا نظارہ کبہی مدت العمر تک فراموش نہیں ہوسکتا۔ سوار پہاڑ کی ڈہلوان سطح پر سرپٹ گھوڑے دوڑاتے ہماری توپوں کیطرف چڑہے آرہے تہے سواروں کی درخشاں تلواروں کی لمبی قطار دہوپ کی روشنی میں چکاچوند کا عالم پیدا کر رہی تھی۔ جب وہ قریب پہنچ گئے تو باتری نے توپیں عین سیدہی کرکے اوپر تلے فیرکرنا اور فوج پیدل نے جو توپوں کے سامنے زمین پر لیٹی ہوئی کمین میں بیٹھی تھی تابڑ توڑ رائفلی باڑھ مارنا شروع کر دیا۔ سواروں نے اس بلائے ناگہانی کے نازل ہونے پر یکبارگی گھوڑوں کی باگیں روک لیں جس سے گھوڑے سیخ پا ہوگئے اور کچھ لوگ گر گئے۔ اتنے میں ایک اور پیدل دستہ نے جو موضع دستینو کے مضافات سے بسرعت بڑہا آرہا تھا ازجانب میسرہ ان جانباز سواروں پر گولیوں کی بارش شروع کر دی جسپر اونہوں نے بفور فیصلہ کرلیا کہ اب ہمیں یہ کرنا چاہئے۔ وہ کاواکاکر پلٹ گئے اور دونی پنکہہ کی شکل میں دائیں بائیں پہیلکر پہاڑی سے میدان کو پہر اوسی مقام کو ہٹ گئے جہاں سے اونہوں نے حملہ کیا تھا۔ یونانی توپوں سے پسپائی کے وقت بھی اونہیں سخت نقصان پہنچا۔ جونہی سوار پیچہے پلٹ کر وادی میں منتشر ہوئے یونانی فوج پیدل و رگونڈ اور توپخانہ نے خوشی کا بلند نعرہ مارا۔ جنرل سموینسکی اور اوسکا شاف بھی جو اس متہورانہ حملہ کو بغور دیکہہ رہے تہے خوشی کو ضبط نہ کرسکے۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ نعرہ میں شریک ہوگئے اور جنرل کمال جوش کے ساتھ باواز بلند پکار اٹہا۔ امید ہے میرے سپاہی اب ان خوفناک چرکس سواروں کو ویسا ہوا نہیں سمجھیں گے جیسا کہ اب تک انکو سمجھتے رہے تھے۔ یونانی سواروں کی تعاقب کیلئے عجیب بیچینی ظاہر کر رہے تہے جن کو فہرستہ مشکل روک سکے۔ سواروں کے رخ پھرتے ہی جنرل سموینسکی نے یونانی باتری کی شجاعانہ مدافعت کی کامیابی کی خبر بذریعہ تار ولیعہد کو دی جسنے فرسالہ سے جواب میں سپاہ کو مبارکباد کہلا بہیجی پیغام مبارکباد جو جنکو دو پہر سے تہوڑی دیر بعد پہنچا۔

محمود کی اس کرتوت پر سٹیڈ کوارٹر میں سخت ناراضگی ظاہر کیگئی۔ اسکی بدولت ادہم پاشا کی کیولری ڈویژن کا جو پہلے ہی بہت کمزور تہا بہترین حصہ لڑائی کے ناقابل ہوگیا۔ بیان کیا جاتا ہی کہ نشاط کے بریگیڈ نے بھی محمود کے ہی حکم سے ڈومو کوس پر وہ متہورانہ حملہ کیا تہا۔

---

[1] جرمن مورخ کپتان کو قتل کرنے والا ایک کارپورل کو بتلاتا ہی اور ریڈلو کی بجائے سپاہیوں کو لکھتا ہی۔

جس مین اون کے ۵ نفر فیصدی شہید و مجروح ہوئے تھے۔ اگر یہ روایت درست ہے تو سلطان اعظم کا یہ نو عمر یادہ نقصان عظیم کا جو تفصیلی مین فضول عساکر عثمانیہ کو اوٹھانا پڑا۔ ذمہ دار ہے یعنی کم از کم پندرہ سو آدمی اوسکی پرجوشی و تہور کی نذر ہو۔

**نعیم پاشا** سوارون کو پسپائی کے وقت کیفالو اور اوس کے قرب و جوار کی پیدل فوج نے دشمن کی تاخت و آتشباری سے محفوظ رہنے مین مدد دی۔ یونانیون نے اب تعداد کثیر اور خوشی کے نعرے مارتے ہوئے اس پیدل فوج پر حملہ کیا۔ سرست یونانیون نے اسپتر تابر توڑ باڑھین چلائین۔ مگر خوشی و سرمستی نے اونکے حواس بجا نرہنے دیئے تھے۔ ان باڑھون سے ترکون کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ ورینو لاحقی پاشا نے برگیڈیر نعیم پاشا کے زیر کمان چار پلٹنین اور دو باتریان ریز ومیلوس پر قابض ہونے اور یونانیون کو انتہائی میسرے سے پیچھے ہٹا دینے کیلئے اپنے میسرہ کیطرف روانہ کر دی ہوئی تھین یونانی اسطرف پلاؤ پتہ کے دامن اور ان کھیتون مین جو وسیٹینو کیطرف بلند ہوتے جا رہے تھے اور نیز ان پست کرارون پر جو شہر مذکور کے بائین ہاتھ تھے بہ جمعیت کثیر خوب محفوظ مورچون مین مقیم تھے۔ یہ سوچکر کہ کنیسہ ریز ومیلوس کی گھڑیال کے مینار سے کل لڑائی کا مشاہدہ کماحقہ ہو سکیگا ہم اوسپر چڑھ گئے اور لڑائی کے آخری چار گھنٹے وہین بیٹھے رہے۔ یہ مینار ساٹھ فیٹ بلند تھا۔ نعیم پلاؤ پتہ اور ریز ومیلوس کے درمیان ہموار زمین پر تہا اوس کے پاس دو باتریان اور دو رسالے تھے۔ ان باتریون نے سلہ پہر کی لڑائی مین کوئی کام نہ دیا۔ اور رسالے بھی مزروعہ کھیتون مین ریز ومیلو اور جنگل کے وسطی حصہ کے درمیان یہی بیکار پھرتے رہے۔ پیدل پلٹنون کا کچھ حصہ ریز ومیلوس مین اور اوس کے سامنے مقیم تھا اور باقی حصہ جنگل مین سے بڑھ رہا تھا۔ دوسری دو پلٹنین اون کے دائنی مورچون کیطرف پیشقدمی کر رہی تھین۔ کچھ دیر بعد ان پلٹنون نے پلاؤ پتہ کے ڈھالوان سطحون کے مورچون کو حملہ کرکے فتح کرنے کی کوشش کی مگر یہ حملہ بھی محمود کے حملہ سے کچھ کم مشکل یا احمقانہ نہ تھا۔

دوپہر کے قریب ہم گھوڑون پر سوار برگیڈیر نعیم پاشا کے پاس گئے۔ وہ کمال بیفکری کے ساتھ لڑائی کی رفتار کو جو دونون میسرہ و میمنہ پر بڑی تیزی کے ساتھ ہو رہی تھی دیکھ رہا تھا۔ یہ دونون معرکے ایکدوسرے سے بالکل جدا الگ الگ نہایت شدت کے ساتھ ہو رہے تھے۔ اونمین کوئی تعلق معلوم نہین ہوتا تھا۔ ایک معرکہ ہم سے جنوب مشرق مین ڈیڑہ میل کے فاصلہ پر پلی آن کے دامن مین اور دوسرا بجانب جنوب مغرب اڑہائی میل کے فاصلہ پر کیفالو کے اردگرد ہو رہا تھا۔ ترکی قلب مین کوئی لڑائی نہ ہو رہی تھی۔ وہانکی فوج ریز ومیلوس سے نصف میل بجانب جنوب صف آرا ہو کر خاموش کھڑی تھی۔ نعیم پاشا پچاس ایک برس کی عمر کا پست قامت اور بوجھیت سا انسر ہے۔ رنگ خاکستری سانولا ہے۔ اوسکی شکل و شباہت سے معلوم ہوتا ہے کہ اونہو سپاہی کے درجہ سے ترقی کی ہے۔ وہ کشادہ پیشانی اور خوش اخلاقی کیساتھ پیش آیا۔ مگر چونکہ نہ وہ اور نہ اوس کے شاف کا کوئی افسر ترکی کے سوا کوئی اور زبان جانتا تھا گفتگو بے تکلف نہ ہو سکی۔ نعیم کے پاس کوئی دوربین نہ تھی۔ اوسنے میری دوربین لیکر دونون معرکون کو جو اوسکے یمین و یسار پر ہو رہے تھے تھوڑی دیر نہایت غور سے دیکھا پھر فی الفور ایک اردلی کو پلاؤ پتہ کیطرف بھیجدیا جسکی روانگی کا نتیجہ جلد منکشف ہو گیا۔ یساری بازو کی دونون پلٹنین چیونٹیون کیطرح پہاڑیونکی عمودی سطحون پر یونانیون کی مہیب آتشباری کے باوجود جنہون نے ان ڈہلوانون پر یکے بعد دیگرے

---

[1] پسپا ہوتی ہوئی فوجکو دوسری فوج اسطرح مدد دیتی ہے کہ غنیم کو اپنی طرف متوجہ کرنے سے اول الذکر کو بخیریت ہٹ جانیکا موقعہ دلا دیتی ہے ۔

مورچے جونکی کئی قطارین تیار کی ہوئی تہین چڑہنے لگ گئین۔

**خطرناک گشت**

دہوپ نہایت تیز تہی اور ایسی دہوپ مینے مدت العمر مین نہ دیکہی تہی۔ پہلاؤ پتہ کے بے شجر و بے سایہ ڈہلوانون کے تپے ہوئے پتھرون سے مجروح سپاہیون کو جنسے نہایت اذیت پہنچی ہوگی۔ اوسکا اندازہ کرنا چندان مشکل نہین۔ مین دوپہر کی اس تمازت کو برداشت نکر سکا اور ایک توپ کی گاڑی کے نیچے پناہ لینے کی کوشش کی جسمین کامیاب نہ ہوسکا۔ وہان پہلے ہی تین گولنداز موجود تھے۔ مین باہر نکل آیا۔ اور مسٹر مانٹگمری کی معرفت نعیم پاشا سے سرسبز و خوشنما جنگل مین جو ہمارے دائین ہاتھ موجود تھا۔ جانے کی اجازت چاہی۔ پہلے تو وہ رضامند نہ ہوا مگر آخر اجازت دیدی۔ اور ہم یعنے مین اور مسٹر مانٹگمری۔ آئیس اور چار سوار ادہر روانہ ہوگئے۔ ہمارا لفٹننٹ رووف بک باقی ایسکورٹ کے ساتھ پیچھے رہا۔ ہم راستہ مین دو رسالون کے پاس سے جو کشت زار مین خاموش کہڑے تھے اور نیز کچھ فوج پیدل سے جو ہمارے دائین ہاتھ آہستہ آہستہ آگے جا رہی تہی گذرے۔ جنگل مین داخل ہوتے ہی مین گھوڑے سے زخمیون کیطرح گر پڑا۔ اور ایک درخت صنوبر کے ٹھنڈے سایہ کے نیچے خوب مزے لیکر لوٹنے لگ گیا۔ مسٹر مانٹگمری اور آئیس نے کہا کہ ہم جنگل مین سے گذر کر دوسری طرف کے علاقہ کی گردآوری کرنا چاہتے ہین۔ مینے بے سمجھے سوچے اونہین اجازت دیدی اور دو سوارون کو ساتھ کر دیا۔ وہ خوش خوش اس مہم پر روانہ ہوگئے اور مین سو گیا۔ ایک گھنٹہ بعد تمام گرد و پیش آتشباری ہونے سے میری آنکھ کھل گئی۔ اور اوٹھکر کیا دیکھتا ہون کہ ترکی لشکر عین میرے سامنے ایک لمبی صف باندہے ہوئے درختون کی اوٹ سے دشمن پر جو نظر نہین آتا تھا باڑین چلا رہے ہین۔ اوس وقت مجھے اپنی جماعت کیطرف سے سخت تردد لاحق ہوگیا۔ کیونکہ وہ اسی طرف گئی تہی جدہر اب ترک بندوقین سر کر رہے تہے۔ مین سوار ہو کر اونکے پیچھے جنگل جنگل جانے ہی لگا تھا کہ زرد میلوس کیطرف سے وہ جنگل کے وسط مین داخل ہوگئے اور مینے صدق دل سے کلمہ شکر پڑہا۔ وہ تھوڑی دیر مین بخیریت میرے پاس پہنچ گئے اور اونہون نے بیان کیا کہ جنگل سے گذرتے وقت ہمنے کئی مورچے دیکہے۔ مگر یونانی کوئی نہ دیکہا۔

درحقیقت بہت سے یونانی جنگل کے جنوب مغربی دامن مین کمینگاہ مین لیٹے ہوئے تہے۔ مگر چونکہ وہ اپنے قلب لشکر سے جو کیفالو کے سامنے تہا کسیقدر فاصلہ پر تہے۔ اونہون نے آتشباری کر کے اپنی موجودگی کی خبر ہونے دینا مناسب نہ سمجھا۔ اور میری چھوٹی سی جماعت اونکی نظر عنایت اور لطف کریمانہ سے محفوظ رہی۔ وہ کیفالو کیطرف تقریباً ایک میل تک بڑہی گئی۔ اور پھر دانائی سے کام لیکر جنگل کے نسبتاً محفوظ حصہ مین سے ہوتی ہوئی واپس آگئی۔

ہمین جلد معلوم ہوگیا کہ جنگل مین اور زیادہ ٹہیرنا خطرہ سے خالی نہین۔ ہم ترکی لشکر کی پہلی صف مین تھے۔ مزید بران سب کو بہوک بھی بہت لگی ہوئی تہی۔ ہم اپنا کھانا سمیت منیار کنیسہ مین چھوڑ آئے تہے۔ سب کی یہی صلاح ہوئی کہ وہان چلکر کھانا کھایا جاوے۔ واپسی کے وقت ہمین ترکی پیدل فوج کی چند صفین ملین جو لشکر کی کمک کیلئے جنگل کو جا رہی تہین۔ جنگل مین آتشباری خوب تیزی سے ہو رہی تہی۔ کیولری کے دونون سالی بھی غالباً سامنے کی مدد پہاڑی کی یونانی باتری سے محفوظ ہونے کیلیے جسنے نعیم پاشا اور اوس کے شاف کی چند گولون ہی سے ابھی تواضع کرنی شروع کی تہی آہستہ آہستہ درختون کیطرف چلے جا رہے تہے۔ ہمنے منیار کنیسہ کا رستہ لیا۔

مسٹر گوبن اور مسٹر سٹیونس پاشے۔ وہ وہان سے ساڑھے پانچ بجے تک لڑائی کو دیکھتے رہے۔ چھ بجے تک یکسان شدت کے ساتھ جاری تھی پیلی اونکی طرف سے پے درپے رائفلی باڑھون کی آواز آتی رہی کیفالو کیطرف سے گو آواز ویسی تو نہ آتی مگر مقدار مین وہ بھی کم نہ تھی کیفالو کے سامنے کے مورچون سے یونانیون نے بالضرور بیشمار کارتوس چلائے ہونگے کیونکہ وہ حالانکہ غنیم اونکی زد سے بہت دور تھا لگاتار باڑھ پر باڑھ چلاتے رہے تھے۔ پلاتیہ پر بھی آتشباری نہایت سخت تھی جو نسبتًا زیادہ نقصان رسان ثابت ہوئی کیونکہ وہان بالمقابل افواج ایکدوسرے کے بہت قریب تھیں۔

**پیلی اون پر دھاوا**

اسطرف یعنی ویلو کی جانب ترکون نے جس پہاڑی پر حملہ کیا وہ کم از کم دو ہزار فیٹ بلند اور اُسکی سطح نہایت عمودی اور چٹاندار تھی۔ ایسی پہاڑی پر یونہی چڑھنا بڑا مشکل کام تھا چہ جائیکہ ایسی صورت مین جب کہ اوسکی چوٹی پر سے غنیم مورچون کے پیچھے سے دہنادہن آگ برسا رہا ہو۔ ایسی صورت مین اوسپر چڑھنا بظاہر ناممکن تھا۔ اور غالبًا ترکون کے سوا دنیا بھر مین اور کوئی فوج ایسا کرنے کی کوشش نہ کرتی لیکن نعیم کی دونون پلٹنین حیرت انگیز ثبات سے ایک چٹان سے دوسری چٹان پر کودتی ہوئین عمودی پہاڑی پر چڑھ ہی گئین۔ اور گو اون کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا مگر بالآخر چوٹی پر پہنچ گئین۔ جہان افسوس کوئی پناہ نہ تھی جس کیوجہ سے آگے بڑھنا ناممکن ہوگیا۔ تاہم وہ اپنی جگہ پر قایم رہکر بارہ بجے سے چھ بجے تک دشمن پر آتشباری کرتی رہین۔ ساڑھے چار بجے یونانیون نے جن کو بہت سی کمک پہنچ گئی تھی سب موقعون بالخصوص پلاتیہ سے ترکون کو پیچھے دھکیلنے کی بلکہ جہان تک ہو سکا کوششین کین۔ رائفلی آتشباری کی باڑھین مسلسل اور ناقابل برداشت حدت و تیزی کے ساتھ چھٹ رہی تھین۔ یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یونانی بالمقابل دھاوا کر رہے ہین۔ اور ترک اونکی مقابلہ پر اپنی جگہ پر قایم رہنے سے عاجز ہو گئے ہین ہم مینارے سے یونانی سکرمشرون کو مورچون پر سے کود کر ڈھلوان سطح پر نیچے کیطرف دوڑتے ہوئے اور پھر دوسرے کرارہ پر چڑھتے ہوئے دیکھ رہے تہے۔ اونکا کچھ حصہ شاخی کرارون کے درمیانی نشیبون مین جمع ہو کر جنگل کیطرف بڑھتا آرہا تھا۔ باقی فوج سلیمان کے رسالون کیطرف جو کم از کم پانچہزار گز کے فاصلہ پر تھی۔ اور نیز ترکی انفنٹری مقیمہ کیفالو پر پے درپے باڑھین چلا رہی تہی۔

پلاتیہ کیطرف بھی آتشباری اسی حدت کے ساتھ مگر زیادہ مؤثر طریق سے جاری تھی۔ رائفلی باڑھون کی مسلسل کڑک کانون مین گونج رہی تھی۔ آنکھین یہ مشاہدہ کر رہی تھین کہ یونانی بلند ترین چوٹیون سے سیلاب کیطرح اوس چوٹی کیطرف جہان سے ترک چٹانون اور پتھرون کے پیچھے بیٹھے ہوئے یونانیون کی تابڑ توڑ بوچھار کا بالاستقامت جواب دے رہے تھے اُمڈے چلے آرہے ہین۔ اور یہ صاف نظر آرہا تھا کہ ترکی فوج نے جس کام کا بیڑہ اوٹھایا ہے اسکے لیے اوسکی جمعیت بہت ہی تھوڑی ہے۔ سینو سیفالو کی پہاڑیون اور پیلی اون کی چٹانی بلندیون کو چھ کمزور سی پلٹنون سے فتح کرنا ایسا کام تھا جسے رستم و اسفندیار یا [illegible] بھی انجام نہین دیسکتے۔

پانچ بجے کے قریب یونانیون نے ریزہ و میلوس کے گانون پر گولہ باری کی۔ اونکے دو گولے عین ترکی اسباب خچرون اور توپ گاڑیون کی بیچ مین گرے۔ یہ سامان مویشی گرجہ کے مینار کے قریب جمع تھے۔ نعیم پاشا نے اسکا کوئی جواب نہ دیا کیونکہ یونانی توپین ۳۶ سو گز کے فاصلہ پر درختون کی نیم اوٹ مین تھین۔ اور نیز ان گولون سے چندان نقصان نہ ہوتا تھا۔ چھ بجے کے قریب ترکون نے

اپنے بعیدی لشکر شترون کو پیچھے ہٹانا اور موضع کے گرد جمع ہونا شروع کر دیا اور فوج پیدل کو وہ دستے اور چند سوار جو انتہائی میسرہ پر پہاڑیون کی بعیدی شاخونکی آڑ مین نظر سے پنہان تھے۔ ریزو میلاوس کیطرف آتے ہوئے دکھائی دینے لگ گئے۔

جب ہم ساڑھے چھ بجے روانہ ہوئے اوس وقت ترک ہٹے آ رہے تھے۔ مگر کامل وقار اور تمکنت کے ساتھ۔ اون کو گرمی کی حدت سے سخت تکلیف پہنچی تھی۔ اور کارتوس بھی تقریباً ختم ہو گئے تھے۔ لیکن پھر بھی کہین سات بجے کے قریب جا کر ترکی انفنٹری پلا دیتہ اور کیفالیو سے پیچھے ہٹی۔ اور کامل باقاعدگی اور استقامت کے ساتھ ریزو میلاوس مین سے کرلی کو واپس گئی۔ یونانیون نے مستعدی کے ساتھ کوئی تعاقب نہ کیا۔

**ترکی مجروح**

مین سخت حیران ہون کہ دستہنو کی اس پہلی لڑائی کے ترکی مجروحین کہان گئے۔ گو اونکی تعداد یقیناً بہت ہونی چاہئے تھی ہمنے بہت کم دیکھی۔ کیفالو کیطرف تو غالباً مجروحین کو اون کے ساتھی اوٹھا لائے۔ مگر پلا دیتہ کی عمودی ڈھلوانون پر سے نہین ساتھ لانا ناممکن محض تھا۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ وہان کئی سو ترک مجروح ہوئے تھے۔ لیکن مجھے اس امر کی کوئی شہادت نہین ملی کہ یونانیون نے ان مجروحین کو اسیر کر لیا تھا۔ اور اونکی مرہم پٹی کی تھی۔ اور لازمی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان مجروحین کا کیا حشر ہوا۔ دوسرے دن ہمنے ایک نہایت رنجیدہ نظارہ دیکھا جس سے طرح طرح کے شبہات پیدا ہوتے ہین اور خیال گذرتا ہے کہ ان بیکس مجروحین کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا ہوگا

ہم لڑائی کے خاتمہ تک ٹھہرنا چاہتے تھے۔ مسٹر گوبن نے کہا۔ دیکھو ترکی نظام فوج گاؤن کو چھوڑ کر کرلی کو جا رہی ہے اور صرف ارنودون کی ایک پلٹن پیچھے رہ گئی ہے۔ یہ کوہستانی اگرچہ بہت سی خوبیان رکھتے ہین۔ مگر بانتظامی اور ضبط علی النفس اون خوبیونکی فہرست مین داخل نہین۔ اگر اون کو ہمارے گھوڑے پسند آ جاتے تو یقیناً ہمارا بھی وہی حال ہوتا جو لاریسا کی بھاگڑ کے وقت یونان فوج کے ہمراہی انگریز نامہ نگارون کا ہوا تھا کہ یونانی سپاہیون نے بلا تامل اونکے گھوڑون بلکہ گاڑیون پر بھی تصرف کر لیا تھا۔

تاہم مراجعت کنندہ ترکون مین بے ترتیبی کا نام و نشان نہ تھا۔ وہ ایسی لاپروائی اور بیفکری سے پیچھے ہٹے جا رہے تھے کہ گویا کسی چھوٹی سی تفریحی مہم پر گئے تھے اور سارا دن جو جانگداز لڑائی کرتے رہے تھے۔ وہ ہوئی ہی نہ تھی۔ یونانی اگرچہ اپنے مستحکم مورچون کی پناہ مین خوب لڑے تھے۔ مگر وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ حملہ کرنیکی صورت مین مورچون سے نکلکر کھلے میدان مین جانا پڑے گا۔ جہان ترکون کا مقابلہ کبھی نہین ہو سکیگا۔ چونکہ ہمکو ترکی سپاہیون کے شاندار اوصاف و دلیری یہ امر معلوم ہے کہ بالخصوص جب وہ مدافعت کے پہلو پر ہون تو انہین مغلوب کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ اس لیے ہم جنرل سمولنسکی کی قناعت و خاموشی پر کوئی نکتہ چینی نہین کرتے۔ ورنہ ضرور یہ رائے دیتے کہ اسے اوسی شام اپنے حملہ کو خوب موثر کرنا اور غنیم کے کل بریگیڈ کو اسیر کر لینا یا تباہ کر دینا واجب تھا۔ بیس بیس میل تک کوئی ترکی کمک موجود نہ تھی۔ سمولنسکی کے پاس غنیم کی نسبت دگنے سے زیادہ فوج تھی۔ جسے بہت کم نقصان اوٹھانا پڑا تھا۔ اور فتح سے اوسکے حوصلے خوب بڑھے ہوئے تھے۔ برعکس ازین گو ترک کسیطرح شکستہ دل و پست ہمت نہ ہوئے تھے تاہم اونہین سخت نقصان پہنچا تھا۔ اور وہ سخت کوفتہ و ماندہ و گرسنہ تھے۔ لیکن جیسا کہ مین اوپر لکھ چکا ہون۔ باین ہمہ سمولنسکی تعاقب نہ کرنے مین حق پر تھا۔ جیسی فوج اوسکے ماتحت تھی۔ ویسی کے ساتھ کھلے میدان مین ترکون پر حملہ کرنا نہایت خطرناک اور جوکھم دار کام تھا۔ اور اگر حملہ مین ناکامی ہوتی تو اوسکا نتیجہ بہت برا ہوتا۔ ہان اگر سمولنسکی کے پاس

شجاع اور بخوبی منظم فوج ہوتی تو نیتم کا بریگیڈ یقیناً تباہ ہو جاتا۔ اخبار ڈیلی نیوز مورخہ ۲۸ مئی میں اوس کے خاص نامہ نگار کی بطرف سے اوس حرکت کے
متعلق جو مراسلات شائع ہوئی اوسکا آخری حصہ یہ ہے: یہ کل کے محاربہ میں میرے اندازہ کے مطابق یونانیون کا حسب ذیل نقصان ہوا یعنی دو
قتل ہوئے، ایک افسر اور ایک سارجنٹ بھی اس تعداد میں شامل ہے۔ اور ایک سو بیالیس زخمی ہوئے۔ یہ لوگ زیادہ تر ترکی انفنٹری کی آتشباری سے
ہلاک و مجروح ہوئے۔ اور بہت ہی کم ترکی گولون سے جنہین سے اکثر تو یونانی صفون سے باہر گرتے رہے۔ اور جو معدودے چند اندر گرے انمین
سے بہت ہی تھوڑے پھٹے۔ چونکہ دشمن رات کے وقت لاریسا کیطرف ہٹ گیا۔ یہ جھپٹ گیا کہ نظرون سے غائب ہوگیا۔ مینے آج باطمینان خاطر کل کے میدان
جنگ کی گشت کی۔ ہمارے میمنہ کو اٹھنے کی کوشش میں ترکون کو ہماری انفنٹری اور ایورزیون کی تباہی بخش آتشباری سے جو پہاڑیون کی
ڈھلوان سطحون پر قابض تھی یقیناً سخت نقصان پہنچا ہوگا۔ گندم کے کھیتون کی لمبی قطار میں جابجا لاشین پڑی ہوئی تھین جنمین سے اکثر
نے یونانی فوج کی وردی کی کچھ حصہ پہنے ہوئے تھے۔ جو غالباً اون کو لاریسا کے گوداموں سے ملے ہونگے۔ یونانی میسرہ پر جو ولٹینو سے پر تھا ترکی
کیولری کا حملہ محض پاگلانہ فعل تھا۔ ترکی سوارون نے دو مورچون کے بالمقابل جس پہاڑی کی عمودی ڈھال پر چڑھنے کی کوشش کی وہ ان کے
پائین مین کھڑا ہوا۔ اس حملہ کو دیکھتا رہا تھا۔ ان مورچون مین دو سو سپاہی مقیم تھے غنیم نے اس موقعہ پر جو شہامت و بسالت دکھائی یونانی
اوس کی صدق دل سے معترف ہیں۔ مگر قریب ترین یونانی مورچہ سے ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ تک بہت تھوڑے سوار پہنچ سکے تھے۔ پہاڑی سے نیچے نسبتاً
زیادہ ہموار زمین پر بھی گندم کے سرسبز کھیتون مین جابجا سوارون اور گھوڑون کی لاشین پڑی ہوئی تھین۔ اگر یونانی سپہ سالار چاہتا
تو کل ایک تازہ دم رجمنٹ رسالہ سپید ہے رستہ ترکون کی مراجعت بجانب کرلی کا رستہ بند کرنے کو بھیج سکتا تھا۔ اور اسطرح وہ تمام فوج جو کل کے حملہ
مین شریک ہوئی تباہ یا گرفتار کر لیجا سکتی تھی۔ سپہ سالار نے ایسا نہ کیا اور سمولینسکی کی فوج دو روز تک مورچون اور خندقون مین رہنے سے ایسی
تکان زدہ ہورہی تھی نیز اوسکی جمعیت اتنی تھوڑی تھی کہ وہ کوئی موثر جناحی حرکت نکر سکتی تھی۔"

کرلی پہنچنے تک مین ایسا تھک گیا کہ مین نے ارادہ کیا اور سفر کر کے لاریسا جانے کی بجائے وہین سونیکا عزم کر لیا۔ مگر مسٹر مانٹگمری واپس
وہیں چلے گئے۔ کیونکہ اوس دن ہم نہایت عمدہ کھانا تیار کیے جانیکا حکم دے آئے تھے۔ اور ان دونون کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ رات
کی تاریکی اور سڑک پر جابجا زخمیون اور بارکش جانورون کی قطارین ملنے کی وجہ سے انہین سڑک پر بہت دیر ہوگئی تاہم وہ غنیم کے
قاصد سے پہلے پہونچ گئے۔ اور آدھی رات سے کچھ بعد لڑائی کے حالات محل مین ادہم پاشا کو جا سنائے مشیر نہایت شفقت کے ساتھ ملے اور
فی الفور زبردست کمک کرلی کو روانہ کر دی۔

**مہمان نوازی عثمانیہ**

در بنوالا مین بمقام کرلی ایک آسودہ حال ترک کے مکان مین شب باش ہوا۔ اوسکا نام حسن آفندی تھا۔
اور اوسکا مکان ایک خاصہ خوشنما بنگلہ تھا۔ آفندی نہایت ذکی اور کمال منعم و خلیق شخص ثابت ہوا۔ یعنی
دو دن بڑے تکلف کے ساتھ میری مہمانداری کی۔ اور خوراک یا مکان کے کرایہ کے لیے ایک حبہ لینا بھی روا نہ رکھا۔ مینے بہت منت سماجت کی
کہ وہ خوراک کا خرچ لے لے۔ اوسنے ایک نہ مانی حتی کہ مین اوس کے نوکرون کو بھی تھوڑا انعام دینے پر بمشکل رضامند کر سکا۔ اور یہ بھی صاحب خانہ
کی غیبت میں ہوا۔ یہ واقعہ شاذ نہ تھا بلکہ مضافات مین عثمانیہ قوم کے کل افراد کا یہی قدیم دستور ہے۔ وہ مہمانون کی حیثیت سے بڑھکر مدارات

کرتے ہین۔ اور معاوضہ مین ایک کوڑی لینا گوارا نہین کرتے۔

سلیمان پاشا کمانڈر کہولری بھی اسی مکان مین سویا۔ وہ لحیم و شحیم طاقتور اور کسیقدر سادہ مزاج شخص ہے۔ انگریزی یا فرانسیسی نہین بول سکتا۔ اوسکا سر اور باقی جسم گرد و غبار سے لتھ پتھ ہو رہا تھا۔ کھانے سے پہلو وہ پورے پانچ منٹ ہاتھون کو دہوتا رہا۔ سلیمان افسردہ دل سا ہو رہا تھا۔ اور اوسکی یہ افسردگی بیجا بھی نہ تھی۔ میان محمود کی جولانی طبع نے اوسکی نوجوانی ایک طرح سے ستیاناس کر دیا تھا۔ ہم دونون کے علاوہ سلطان المعظم کا ایک نوعمر اور چست و چالاک یاور بھی وہین فروکش ہوا۔ وہ بھی پہنچا تھا۔ وہ بلا مبالغہ پورا پورا جنٹلمین تہا۔ اوس کی ساتھ کئی خورجیان اور یورپین طرز کی مطابق غسل و شستو کرنیکا مکمل سامان تھا۔ عثمانیہ فوج مین اپنی تکلف کی سامان بالکل نادر تھی۔ یہ جوانمرد آسائش و تکلف سے حتی الامکان محترز رہتے ہین۔ ایک مقدس صورت ملا صاحب بھی موجود تھی۔ جو غالباً مالک مکان کی مدامی مہمان تھی۔ وہ سبز عمامہ پہنی ہوئی تہے۔ یہ اس امر کی علامت ہے کہ صاحب عمامہ حج کر آیا ہے۔ ملا کے تیور سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ مجھی کسیقدر بنظر اشتباہ دیکھ رہا ہے جب تک ہم اکٹھی رہے اوس وقت کا زیادہ حصہ اوسکی ہونٹھ ہلتی رہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور میرے حق مین یا میرے برخلاف دعا مانگتا رہا تھا[1] مینی اوس سے فرانسیسی اطالین اور جرمن مین یکے بعد دیگرے گفتگو کرنے کی کوشش کی مگر ہر دفعہ اوسنے سر ہلا دیا جس کا یہ مطلب تھا کہ وہ ان زبانون مین سے کسیکو نہین سمجھتا۔ ترکی افسرون نے اوسکی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ مگر مینے حسن آفندی کی معرفت اوس سے کھانے مین شریک ہونیکی درخواست کی۔ اور وہ بخوشی شامل ہوگیا۔ مین جملہ مذاہب کی نفس کش مذہبی مقتداؤن کو ادب و حرمت کی نظر سے دیکھتا ہون چنانچہ اگر مجھے پادری ہیو پرائیس ہیوز[2] صاحب بھی کسی غیر ملک کی محاربہ مین ملجاتے تو مین اونسے بھی اسی طرح پیش آتا۔ گو مین یہ تسلیم کرتا ہون کہ پروٹسٹنٹ اور کلیسا برطانیہ کے پادریکا اعزاز میرے دلمین سب سے زیادہ ہے۔ کھانے مین ایک ایسا نوعمر ترکی افسر بھی شریک تہا جو مسلک رونق محفل تھا۔ وہ حقی پاشا کا ایک یاور تہا۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ مین اوسکا نام بھول گیا ہون۔ وہ اون نہایت ہی ذکی اور بکمال خوش طبع افسرون مین سے ایک تھا جن سے تھیسلی مین ہماری ملاقات ہوئی۔

کھانا سادہ مگر با فراط تھا۔ بریان گوشت اور چوزون کی بیشمار رکابیان میز پر چنی گئین۔ چند مین خوب تیز مصالح ڈالا گیا تھا اور وہ میز کے وسط مین رکھی گئی تھین ہم کانٹے لیکر اون کا بیون پر ٹوٹ پڑے اور جو بوٹی پسند خاطر ہوتی اوٹھا خود بخود کانٹے سے لگ جاتی اوسے اوٹھا اوٹھا کر کہانے لگ گئے۔ ابتداء تلی ہوئے مچھلیون سے کیگئی اور شیرینی پر کھانیکو ختم کیا گیا خوش قسمتی سے میرے پاس کنجک شراب کی ایک بوتل موجود تھی جسکو ملا کے سوا سب نے خوب مزے لیلیکر نوش کیا +

کرلی

مسٹر مانٹگمری اور ایلیس نے پختہ وعدہ کیا تہا کہ وہ اسی رات گھوڑے بدل کر زیبن ار۔ یا گاڑی پر واپس لوٹ آئین گے مگر وہ کوئی نہ آئے جس سے پھر مجھے سخت تردد پیدا ہوگیا۔ کیونکہ اوس رات سڑکون پر بیشمار آوارہ مزاج لوگ موجود تھی صبح کی چھ بجے مین گھوڑے پر سوار ہو کر لاریسا کیطرف روانہ ہوگیا سپاہیون کی انبوہ در انبوہ سڑک پر کرلی کیطرف چلے آرہے تھی جن کو دیکھکر یہ واضح ہو رہا تھا کہ ادہم پاشا نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یونانی پہر ویلسٹینو پر ترکون کو ہزیمت نہ دی سکین یعنی مختلف پلٹنون کی کمان افسر نیلون سے دریافت کیا کہ آیا اونہون نے میری جماعت کو راستہ مین دیکھا ہے مگر کرلی سے دس میل کی فاصلہ پر جب تک مین حقی پاشا سے نہ ملا۔ اونکی کوئی خبر نہ ملی

[1] یعنی یہ کہ خدا مجھ ہدایت کرے کہ مین کفر سے نکلکر مشرف باسلام ہو جاؤن یا یہ کہ مین غارت ہو جاؤن ٭ [2] یہ ایک مشہور رومن کیتھولک عقیدہ کے پادری ہین

حقی پاشا سے کہا کہ اونہون نے ایلیس کو شب گذشتہ لاریسہ کے متصل دیکھا تھا یہ سنکر مین آگے بڑھا گیا۔ اور تقریباً چار میل دریگیا ہونگا کہ سامنے سے مسٹر مانٹگمری اور ایلیس ہیچ ہیچ کمان منیکاری کے ساتھ کرلی کیطرف آتے نظر آگئے۔ اونہون نے میرے تردد و پریشانی کا پھر منہ سے بھی شکریہ ادا نہ کیا بلکہ کہا تو یہ کہا ہم جانتے تھے کہ ہم پاشا سے ملے۔ کھانا نہایت لذیذ تھا خوب سیر ہو کر کھایا۔ معدہ بالکل بھولگیا تھا نچنت ہو کر سو گئے "مین نے سیہ وقت حلف اوٹھائی کہ پھر کبھی متردد نہ ہونگا۔

ہم سب کرلی کیطرف روانہ ہو گئے اور تھوڑی دیر آرام کرنیکے بعد شہر کی پلٹنون کے گرد چکر لگایا۔ یہ پکٹ کرلی کے گرداگرد مشرق۔ جنوب مشرق اور جنوب مین نہایت مناسب موقعون پر قایم کئے گئے تھے۔ اور اونکے سنتری خوب ہوشیار تھے۔ جب ہم پرانے دوستون یعنے پرینز رائل پلٹن کے ارنوطون کے پاس پہنچے تو وہ ہمارے گرد جمع ہو گئے اور طرح طرح کی فوجی لوٹ یونانی خورجیان وتمبورے گراس نفلین ستونی تلوارین اور کارتوس کی پیٹیان خریداری کیلیے پیش کین۔ یہ چیزین اونہین میدان جنگ سے دستیاب ہوئی تھین اور وہ جانتے تھے کہ ایلیس کو سلحہ جمع کرنیکا شوق ہے۔ آخر اس قسم کی بہت سی یادگارین خریدکین۔ مگر انگلستان کو واپس جاتے وقت اونکا حصہ کثیر ہمارے یونانی گرفتار کنندگان نے ناجایز طور پر ضبط و غصب کر لیا۔

گشت سے فارغ ہو کر ہم نے حقی پاشا سے کرلی اسٹیشن مین جہان وہ مقیم تھے۔ ملاقات کی وہ کم گو۔ روشن چشم۔ ملنسار۔ نہایت مہمان نواز اور مسافر پرور شخص ہین۔ پاشا موصوف نے قہوہ سے ہماری تواضع کی۔ اور فی الفور اپنے فوجی ڈاکٹر کو بلوا کر ایلیس کے سر پر نئی پٹی بندہوائی اس سے پہلے ہمین رخصت نہ دی۔ دوسرے دن پاشا موصوف نے لاریسا واپس جانیکے لیے اپنی گاڑی مجھے پیش کی کیونکہ میرا گھوڑا اونکا گیا ہوا تھا۔ جب وہ گاڑی آئی تو مینے دیکھا کہ ایک معمولی قسم کی بلا کمانی چوپیہ گاڑی ہے جسے ذرا عمدہ قسم کا چارہ ڈھونیوالا چھکڑا کہنا زیادہ مناسب ہو سکتا تھا تاہم پاشا کی نوازش مین کوئی کلام نہین۔ مین سوار ہونے ہی لگا تھا کہ ایک نامہ نگار نے مجھے اپنی گاڑی مین بٹھلا لیا اور مجھے حقی پاشا کی گاڑی کی یہ آزمایش نکرنی پڑی کہ سفر مین کیسا کام دیتی ہے۔

**استکشاف** علے الصبح ہم ایک ترکی استکشافی جماعت کے ساتھ رینیرو میلو اور رکسٹینو کیطرف گئے۔ اس کام پر دو پلٹنین بھیجی گئی تھین ایک ارنودون کی پرینز رائل پلٹن اور دوسری فوج نظام کی تھی۔ یہ سکرمشنگ کے قاعدہ سے بڑی پھیلاو دار صف باندہکر آگے بڑہین جنوب کیطرف اوسکا ایک سرا ریلوی لائین کے متصل تھا جو پہاڑیون کے گرد سے گذرتی ہے اور دوسرا بجانب شمال جھیل کے قریب تھا چھ سوارون کی ایک چھوٹی سی جماعت جو ایک فدار اور ایک کپتان کے ماتحت تھی آگے آگے تھی۔ ہم ان سوارون کے ساتھ تقریباً رینیرو میلو تک گئے۔

وہ نہایت احتیاط سے آگے بڑہ رہی تھے۔ ہر پانچوین دسوین منٹ جہان کہین اونہین کوئی ایسا موقعہ نظر آتا جس کے پیچھے غنیم کیلیے چھپنا ممکن ہو سکتا تھا وہ فوراً ٹھیر جاتے۔ بجانب میسرہ جھیل کے قریب ایک گانون مین ایسے لوگ دکھائی دیئے۔ جو یونانی بیقاعدہ سپاہیون کے مشابہ تھے۔ دو سوار گانون کی جستجو اور پڑتال کیلیے بھیجے گئے۔ جو طرف ہمارے قریب تھی ادہر گانون کے گرد ایک بیڈول سی دیوار موجود تھی۔ اور مین بائین جانب ایک گورستان تھا جسکی چاردیواری بہت بلند تھی یونان مین ایسے گورستان بافراط ہین اور ترکی سپاہیون کو اونکی

چار دیواریوں سے خوب پناہ ملسکتی ہے جب کہ یہ سوار بالا ستقلال گانون کیطرف بڑہے جا رہے تہے۔ ہمیں نہایت تردد رہا کہ وہ بخیریت واپس آسکیں۔ ایک سیدھا اوس دروازہ کیطرف گیا جو دیوار میں تھا۔ اور دوسرا چکر کاٹ کر گانون کی دائین طرف۔ ہمیں ہر لحظہ یہ توقع تہی کہ ان جانباز سواروں پر اب گولیان برسین کہ برسین۔ مگر کوئی گولی نہ چلی۔ یونانی معمولی گڈریئے ثابت ہوئے اور ہم سیدھے ریزنہ کیطرف روانہ ہوگئے۔ ارنود ہمارے آگے آگے ہو لیئے۔

سواروں کہیتوں میں سے گذر گئے جو تذکرہ صدر جنگل کے دامن تک تھی ہمسے جدا ہوگئے تہے۔ وہان پہنچتے ہی انہوں نے کسی چیز کا بڑی سرگرمی کے ساتھ تعاقب کیا۔ مگر پکڑنے پر معلوم ہوا کہ وہ معمولی یونانی دہقان تہا۔ جو کہیت کی لمبی لمبی فصل میں چھپا ہوا تھا ہمیں خیال میں وہ جاسوس تہا جسنے عمداً اسا وہ کپڑے پہنے ہوئے تہے مگر اُسے چھوڑ دیا گیا اور کوئی تکلیف نہ پہنچائی گئی۔

کرلی کے قریب یونانی بیقاعدہ سپاہیوں ترکی گانون لوٹ لیئے تہے۔ مسٹر ماشگمری نے ہمنی کی سٹینڈرڈ میں اسکے متعلق حسب ذیل تحریر کیا ہے۔ آج صبح کرسات بجے میں ایک شکشانی جماعت کیساتھ ان کیمپ میدان سے گذرا جسے یونانی موضع حاجی ہی کو بالکل خالی پایا۔ بالکل سیدہی کو پچاس یونانی پہاڑوں سے اترکر یونانی باشندوں کے مملوکہ و مقبوضہ پچاس مویشی چھین لیگئے تہے۔ ٹرناوس کی بازگاہ کے وقت سے یونانیوں نے تاخت و تاراج کا بازار گرم کر رکھا ہے جس سے میدان کے دہقان سخت غضب آلودہ ہو رہے ہیں اور علانیہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہمارے ہم مذہب ہمقوم ہمسے ترکوں کی نسبت بدرجہا بدتر اور ظالمانہ سلوک کر رہے ہیں یہی کیفیت موضع سر مالی رحو مانی کی تھی۔ اسمیں ایک سو گھروں کی آبادی ہے۔ سڑک کی دونوں طرف میدانمیں گھاس خشک کہڑی ہے۔ مگر اسے کاٹنے اور جمع کرنے والا کوئی نہیں۔ حالانکہ وہ پندرہ دنوں سے قابل درو ہے۔ یہ موضع حمدی پاشا کی ڈویژن سے پانچ کیلومیٹر بجانب جنوب ہے جب ہم وہان گیا اوس سے پہلے کوئی ترکی فوج وہان داخل نہیں ہوئی تھی۔ مگر ایک بھی باشندہ وہان موجود نہ تہا۔ صرف چند چوہے پانچ کتے اور کسیقدر سور دکھائی دیتے تہے سوروں نے خالی مکانوں میں بسیرا کر لیا ہوا تھا۔ ویرانی کی وجہ یہ تھی کہ جو قیدی لاریسا کے جنگ سے بہاگ کر آئے تہے وہ راستہ میں سرکلی سے گذرے تہے اور وہان کے ہر ایک گھر کو لوٹ لیا تھا۔ سڑک اور مکانوں کے گرد خالی کارتوس پڑے ہوئے تہے جس سے ثابت ہو رہا تھا کہ قیدیوں کو گانوں پر متصرف ہونے کے لیئے دیہاتیوں سے تھوڑی سی لڑائی کرنی پڑی تھی۔ لیکن کہیں کوئی لاش یا خون کا دہبہ دکھائی نہ دیتا جس سے خیال گذرتا ہے کہ شائد قیدیوں نے محض گانوں کی لوٹ کی خوشی میں بندوقیں چلائیں ہوں گی۔

**وحشت البانیہ** ریزنہ دمیلو میں ہمنے ایک عجیب ہیبت انگیز اور تنفر خیز نظارہ دیکھا۔ ایک ترکی سپاہی کی لاش بری طرح جھلسی اور جلی ہوئی ایک چھوٹی سی دیہاتی گاڑی میں پڑی تھی۔ گاڑی کا پرچہ جو نیز تقریباً جلی ہوئی تھی پڑی تھی آگ گاڑی کے نیچے روشن کیگئی تھی۔ اور اوس کے شعلوں سے گاڑی اور اوسکا سوار دونوں تقریباً خاکستر ہوگئے تہے۔ سپاہی کی ٹانگیں گھٹنوں کے نیچے صحیح سلامت تھیں۔ اور اوسکی وردی اور جوتی نیز کوٹ کے تھوڑے سے حصہ سے ہمیں اوسکا عثمانی سپاہی ہونا متحقق ہوگیا تھا اوس کے گھٹنے پر زخم موجود تہا۔ ممکن ہے کسی اور جگہہ پر بھی ہو جسکا نشان جلجانے کیوجہ سے معدوم ہوگیا ہو۔ یہ ثابت کرنا ہمارے

امکان سے باہر تھا کہ اس بدقسمت کے نیچے جب آگ روشن کیگئی تھی۔ تو آیا وہ اوس وقت زندہ تھا۔ مگر جابجا قرائین سے پایا یہی جاتا تھا۔
یونانی اخبارات کمال پاجیانہ انداز سے ترکون پر طرح طرح کے الزامات لگاتے رہے تھے۔ کہ وہ ناگفتہ بہ مظالم کے مرتکب ہو رہے ہین۔ اور
بالخصوص یونانی مجروحین سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتے ہین۔ ایک مرتبہ اونہون نے یہ سراپا دروغ روایت مشتہر کی کہ ترکون نے
بتاریخ ۱۸ اپریل جمعہ کے دن یونانی مجروحون کو کنیسہ یزدومیلو مین زندہ جلادیا تھا مینے کہین آگ اوسکی کامل تردید کردی ہے۔ یہ محض سفید
جھوٹ تھا۔ کنیسہ مین کوئی مجروح نہ تھے۔ اور عمارت کے اندرونی حصہ کو خفیف سے نقصان پہنچنے کے علاوہ مقدس عمارت بالکل صحیح سلامت کھڑی
تھی۔ اندرونی حصہ کو یہ نقصان پہنچا ہوا دیکھا گیا۔ کہ منبر الٹ دیا گیا ہوا تھا۔ اور اولیا کی بیس ایک تصویرین دیوار پر سے اکھاڑ دیگئی
ہوئی تھین۔ مجھے کامل یقین ہے کہ در اصل خود یونانی بیقاعدہ سپاہیون نے ترکون کو بدنام کرنیکے لیئے ایسا کیا۔ کیونکہ اور ہر جگہ ترکی
سپاہیون نے معابد کا بہت ہی احترام کیا۔ مزید برآن یہ نقصان ایسا خفیف اور جزوی تھا کہ کوئی دشمن اتنے پر کبھی کفایت نکرتا۔ اس خستہ
لاش کو دیکھکر ترک بالخصوص البانوی سخت غضب آلود ہو گئے۔ اور اکثرنے بزدل یونانیون سے اسکا پورا پورا انتقام و بدلہ لینے کی
قسم اوٹھائی ٭

**ناتربیت پذیر ارنود** ہم پھر اپنے پرانے ٹکانے یعنی مینار پر چڑھ گئے اور وہان سے بہت اچھی طرح تسکنشانی مہم کی کارروائی
کو دیکھتے رہے۔ دائین ہاتھ ارنودون کی آدھی پلٹن کھیتون مین سے جنگل کیطرف بڑھی جا رہی تھی
اور نابرتوڑ بندوقون کی آتشباری سے واضح ہو رہا تھا کہ جنگل یونانیون سے بھرا ہوا ہے۔ جہان بڑی معرکہ کی لڑائی ہوتی رہی۔ ایک بیقاعدہ ارنود
سپاہی جو بقول خود پریزنڈ پلٹن سے تعلق رکھتا تھا۔ اور ہمنے اوسے کئی مختلف موقعون پر دیکھا تھا ہمین مینار پر ملنے آیا۔ وہ نہایت خوبصورت
نوجوان شخص تہا۔ اور اوس کے چہرہ سے ثابت ہو رہا تھا کہ وہ بہت صاف دل ہے لیکن میرے خیال مین اپنے اکثر ہموطنون کیطرح لوٹ کا وہ بھی کچھ کم
مشتاق و شیدا نہ تھا۔ لیکن جنگل کی سخت آتشباری سے وہ آج بڑا گھبرایا ہوا سا تھا۔ اوسنے کہا کہ میرے تمام ساتھی جنگل مین ہلاک ہو رہے ہین
اور ترکون نے عمداً اونکو اسی غرض کیلیئے وہان بھیجا ہے۔ الیس نے جو یونانیون کی نشانہ اندازی کی نسبت کوئی عمدہ رائے نرکھتا تہا۔ اوسے
بڑی تشفی دلائی اور کہا خاطر جمع رکھو تمہارے ساتھی بالکل بخیریت ہونگے۔ مگر اُسے اطمینان نہ ہوا۔ اور مینار سے جلد جلد نیچے اُتر گیا۔ اور پھر دو
سو اپنے ہمقوم ارنودون کو جمع کرکے جنگل مین گھس گیا۔ جہان اُنکے پہنچنے پر آتشباری پہلے سے دگنی ہو گئی۔
بجانب مشرق دو سوار نود ایک یونانی مورچہ کیطرف جو پلاٹ ویتہ کے دامن مین تھا بڑی تیز قدمی کے ساتھ بڑھے۔ اور صفین پھیلا کر یونانی خندقون
سے آٹھ سو گز کے فاصلہ تک ہلا بر دوڑے گئے۔ جب وہ وہان پہنچے تو مورچہ سے یکبارگی پانچسو رائفلون نے آگ برسانی شروع کردی جسے دیکھکر کسی نے فوقاً
کو خیال گذرا کہ بہادر البانوی تباہ ہو گئے نصف البانوی زمین پر گر پڑے۔ اور باقی دائین بائین پھیل گئے۔ اور نسبتاً زیادہ احتیاط سے
آگے بڑہنے لگ گئے۔ جو گرے تھے۔ اونکی نسبت قیاس کر لیا گیا کہ وہ ہلاک یا زخمی ہو گئے ہین۔ کہ اتنے مین وہ یکلخت کھڑے ہو کر اپنے ساتھیون کے ساتھ
ساتھ پیشقدمی کرنے لگ گئے۔ اونہین کھڑا ہوتے دیکھکر ہمین تعجب اور کمال خوشی ہوئی۔ وہ اصل مین بندوقین سر کرنیکے لیئے زمین پر لیٹ گئے تھے یونانی
گولیون سے ایک بھی زخمی یا شہید نہوا تھا۔ اس طریقہ حرکت مین البانیون نے دو تین سو گز اور طے کر لیئے۔ اور یونانی اون سے چار پانچسو گز کے

فاصلہ پر رہگئے۔ وہاں ابانوی ایک چھوٹے سے کرارہ پر جو میدان میں تھا پھیل گئے۔ اور فریقین ایک گھنٹہ تک ایکدوسرے پر پے درپے باڑہیں چلاتے رہے۔ پھر ترکی کمانڈر کے حکم سے واپس ہو جانیکا بگل بجادیا گیا۔ مگر ان دونوں نے ہلنے کا نام نہ لیا۔ اسپر بگلچی کو ایک افسر کیساتھ آدہا فاصلہ آگے بھیجا گیا۔ لیکن ان تو دبرابر باڑہیں چلاتے رہے۔ آخر افسر نے اون کے پاس جاکر بگلچی سے واپسی کا بگل بجوادیا۔ اور پھر کہیں جاکر وہ چین سے بیٹھے ہوتے ہوئے دو دو تین تین کی ٹولیوں میں پیچھے ہٹے۔ جب وہ گاؤں پہنچے تو مسٹر ماٹگمری نے اون سے گفتگو کی وہ سب نہایت مضبوط قوی ہیکل اور راشد میانہ عمر اشخاص تھے جن کے خیال میں یہ کل کارروائی ایک کمال تفریح بخش کھیل اور اول درجہ کی ہنسی و تمسخر تھی جنگل والے ابانوی بھی چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں واپس آنے لگ گئے۔ اونکے چہروں سے ثابت ہو رہا تھا کہ وہ واپس آنے پر رضامند نہ تھے۔ دونوں جماعتوں سے ایک آدمی ہلاک نہ ہوا۔ صرف دو تین زخمی ہوئے۔ یہ امر واقعی حیرت بخش ہوا اور اسی سے یونانیوں کی نشانہ اندازی کا بیہودہ اور بالکل ناقص و ناصاف ظاہر ہوتا ہے۔ دونوں جماعتوں کی واپسی پر ہم مینار سے نیچے اتر آئے اور درختوں کے ایک جھنڈ کے سایہ میں دوپہر کا کہنا کھایا اوس وقت تین بجے کا عمل تھا۔ اور ہم باطمینان بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں چاروں طرف غیر معمولی سناٹا دیکھکر میں کچھ متحیر سا ہوگیا میں قبرستان کی بلند دیوار پر چڑھ گیا۔ اور دیکھا کہ ترکی سپاہیوں کا آخری دستہ گاؤں کی شمالی جانب سے آہستہ آہستہ باہر نکل رہا ہے اور دوسری طرف یونانی سکرمشر (دستکشاف تولی) بسرعت جنگل سے ریزو سیلو کیطرف بڑہے آرہی ہیں میں اپنی پارٹی کو بتعجیل واپس ہٹنے کا حکم سنادیا اور چند لمحوں میں ترکوں کے عقبی دستے سے جاملے پھر ہم آہستہ آہستہ کرلی کیطرف روانہ ہوگئے۔ جہاں میری حقی پاشا سے طویل گفتگو ہوئی۔ وہ نہایت شفقت سے پیش آئے اور فرمایا کہ کئی دنوں تک دسیلینو پر واقعی حملہ نہیں کیا جائیگا۔ پھر بکمال نوازش اپنی گاڑی میں پیش کی اونکی پیشگوئی درست ثابت ہوئی تیموشنکی پر دشمن مدت سے پہلے فیصلہ کن حملہ نہ ہوا۔ میرا گھوڑا ایسا تھک گیا تھا کہ اوس میں چلنے کی سکت باقی نہ رہ گئی تھی۔ ایک جرمن نامہ نگار نے مجھے براہ مہربانی اپنی گاڑی میں جگہہ دی جس پر مجھے حقی پاشا کی گاڑی پر جانے کی ضرورت نہ رہ گئی +

## لاریسا میں آخری دن

ہم لاریسا رات کو آٹھ بجے پہنچے اور کھانے کے بعد مشیر سے بہت عرصہ گفتگو ہوتی رہی اسی گفتگو کے دوران میں اوہم پاشا نے یونانیوں کو بیکار رہنے سے میدان میں نکلنے کی ترغیب دلانے کی عجیب و غریب تجویز سنائی تھی۔ پاشا موصوف نے کہا کہ بدہ سے پہلے کوئی معرکہ کی کارروائی نہ ہوگی۔ مجھکو جیسے کہ میں نہایت ضروری کام تھے مجھے بتاسف تمام علی الصبح سالونیکا روانہ ہو جانیکا انتظام کرلیا۔ مجھکو وادی ٹمپہ کو پھر ادس نیر ہلا ٹاسونا کا ٹریبلا گزرس کو ساحلی راستہ کو دیکھنے کی بڑی خواہش تھی۔ ہمنے الاسونا اور سرفجی کی شرک کی بجائے جسپر فوجیں دغیرہ وغیرہ گذرتی تھیں مندرجہ صدر راستہ سے جانیکا فیصلہ کیا +

## وسیلینو

معاربہ کا ابتدا اور آخری دور ہم دونوں میں پیشقدمی بجانب سالونیکا وسیلینو سے شروع ہوکر اسی کے معرکہ ڈومکوس اور وامیکی کے معاہدہ التوائے جنگ پر ختم ہوتا ہے اس درمیان میں دونوں دور کی نسبت لڑائی بڑے پیمانہ پر وقوع پذیر ہوئی سخت ہوئی۔ تمام یونانی پوزیشنیں بالخصوص وسیلینو اور ڈومکوس کی نہایت مستحکم تھیں۔ جوں جوں یونانی خاص اپنے ملک کیطرف

دھکیلی جاتے رہے اور انکی افواج یکجا مجتمع ہو گئیں۔ اور حب الوطنی کا تقاضا بھی زور پکڑتا گیا۔ مزید برآن ۳۰ اپریل کی فتح سے جب کہ سموئنسکی نے غنیم کے بریگیڈ کو نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کیا تھا یونانی میمنہ کی افواج کی حوصلے بھی بہت بڑھ گئے تھے۔ جنرل سموئنسکی قابل سپاہی ہے۔ وہ مستحکم و مناسب مقام کو منتخب کر کے اسے مضبوط و مورچہ بند کر لیتا۔ اور اپنے سپاہیوں میں حوصلے و جرأت پیدا کر دینا اچھی طرح سے جانتا تھا۔ سر اشمیلڈ لکھتے ہیں میں پہلی کہہ چکا ہوں کہ ہزیمت سے دوسرے ہی دن علی الصبح یکم مئی کو لاریسہ سے زبردست کمک کرلی ہو گئی تھی آئندہ چند دنوں میں بھی رضاکاروں کی کئی پلٹنیں بطور کمک بھیجی گئیں اور ۵ مئی تک حقی کے پاس ۲۰ ہزار آدمی ہو گئے۔

یونانی خط مدافعت بارہ و ستینو و ولو سے فرسالہ تک تقریباً تیس میل کی لمبائی میں پھیلا ہوا تھا۔ یہ خط دراصل ریلوے لائن تھی جبتک یونانی اسپر متصرف رہے انکو آمد و رفت میں بہت آسانی و سہولت رہی۔ جدھر غنیم کا دباؤ زیادہ ہوتا وہ فوراً ادھر کمک بھیج سکتے تھے۔ ۳۰ اپریل کی لڑائی میں ہم نے کئی ٹرینیں فرسالہ سے ولسٹینو فوجیں لاتی دیکھی تھیں۔ اس مرتبہ ادہم پاشا نے ولسٹینو و فرسالہ پر ایک ساتھ حملہ کرنیکا عزم کیا۔ تاکہ اگر یونانی اس لائن کو نہ چھوڑیں تو دونوں میں سے کسی ایک موقعہ پر کامیابی ہو جانے سے دوسرے موقعہ کی بازو کو پلٹ دیا جا دے۔ چنانچہ پاشائے موصوف نے تین ڈویژن دوم سوم و چہارم لاریسہ کے جنوب سے فرسالہ کیطرف روانہ کر دیے اور ایک ڈویژن تریخالہ سے کاردیسہ کیطرف بڑھا۔ ساتواں ڈویژن جو ابھی جمع ہوا تھا الاصونا سے جنوب میں آ گیا۔ اور ایک کثیر التعداد فوج جو الاصونا سے بجانب غرب بیس میل کے فاصلہ پر ڈسکاٹا میں متعین تھی تریخالہ اور فرسالہ کیطرف روانہ ہو گئی۔

بقول مسٹر بگھم مشیر نے حقی پاشا سے وعدہ کیا تھا کہ سوم ڈویژن (زیر کمان ممدوح) اسے مرکزی حملہ میں مدد دیگا اور حمدی پاشا کا چھٹا ڈویژن انتہائی میمنہ پر اسکی دستگیری کرے گا۔ ولسٹینو میں یونانیوں کی پوزیشن گو طبعاً ہی نہایت محفوظ تھی مگر سموئنسکی نے مورچوں وغیرہ سے اسکو اور بھی مستحکم کر لیا ہوا تھا۔ یہ پوزیشن از جانب میسرہ سینو سیفالو کی پہاڑی سے شروع ہو کر بجانب میمنہ پلادیتہ کی عمودی چٹانوں تک چھ میل کے طول میں پھیلی ہوئی تھی۔ سموئنسکی نے اپنی پندرہ ہزار سپاہ کی حفاظت کیلئے اونچے مورچے بنائے تھے جو آدمیوں کی گردنوں کے برابر تھے۔ اور پلادیتہ پر چھ پہاڑی توپیں نصب کر دی تھیں۔ پلادیتہ اور سینو سیفالو کی درمیانی پست پہاڑیاں جو قدرتاً ہی چوکی شکل کی تھی مصنوعی مورچوں اور دمدموں سے اور محفوظ اور ایسی مستحکم کر لیگئی تھیں کہ سامنے کیطرف سے انپر نقصان کثیر اٹھائے بغیر حملہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مسٹر بگھم نے ولسٹینو کی دوسری لڑائی کے حالات بہت مجمل لکھے ہیں۔ حالانکہ یہ محاربہ کی سخت ترین لڑائی نہ سہی سخت ترین لڑائیوں میں سے ایک تھی۔

ترکوں نے حملہ کرنے سے پہلے میمنہ پر حمدی کی پہنچ جانیکا انتظار کر لینا مناسب سمجھا تاکہ حمدی کا ڈویژن سینو سیفالہ کے اروں کے برابر پیشقدمی کر کے یونانیوں کی میسرہ کو الٹ دے جس سے بجز اسکے سموئنسکی کی فوج کو مشرق کیطرف ہٹا دے۔ اور بشرط امکان عقب میں پہنچکر فوج مذکور کی مراجعت کا راستہ بھی بند کر دے۔ ۵ مئی کو غیر منفصل جزوی سی لڑائی ہوئی۔ یونانیوں نے اسمیں فاتح رہنے کا دعویٰ کیا تھا۔ بدایں وجہ کہ ترک پوری مستعدی سے حملہ کرنیکے بغیر پیچھے ہٹ گئے تھے۔

۶ مئی کو حقی پاشا کیفالو سے یونانی قلب کی میسرہ کیطرف بڑھا۔ اور آٹھ ہزار پیدل فوج اور پانچ باتریاں اس موقعہ پر غنیم کے مقابل

صف آرائی مین آتشباری فی الواقع نہایت ہی سخت تھی۔ انگریزی جہاز ڈام آئیڈ کا کمانڈر کپتان ملہم یونانیون کی سب سے اگلی مورچون مین
تھا۔ اوس نے مجھسے ذکر کیا کہ یہ قیاس مین نہین آسکتا کہ کبھی اس سے زیادہ سخت کوئی آتشباری ہوسکتی ہے۔ یا کوئی فوج اوس سے زیادہ شجاعت
و بسالت دکھا سکتی ہے جو ترکون نے پیشقدمی کے موقعہ پر دکھائی۔ ہم اوس دن بندر وولو مین ایک یونانی جنگی جہاز مین نظر بند تھے۔
اور ۱۱ بجے سے لیکر ساڑھے چار بجے تک لڑائی کا شور و غوغا سنتے رہے تھے۔ اوس سے زیادہ مہیب گرج و کڑک کبھی قیاس مین نہین آسکتی
گولہ باری ہی نہایت سخت اور مسلسل نہ تھی بلکہ رایفلی آتشباری بھی غضب ڈہا رہی تھی۔ میدان جنگ سے متواتر فتح و نصرت کے پرچے
چلے آرہے تھے جن سے یونانی پھولے نہ سماتے تھے۔ سموئنسکی نے خبر دی کہ ہمینی ترکون کے سات متواتر حملون کو پسپا کر کے غنیم کو سخت نقصان
پہنچایا۔ میرے سپاہی دشمن کی خون مین تیر رہے ہین۔ مگر اصل کیفیت یہ رہی کہ جب ۵ مئی کی شام کو لڑائی بند ہوئی تو اوس وقت تک ترکون
نے یونانیون کی مورچونکی دو قطارین فتح کر لی ہوئی تھین۔ اور تیسری قطار سے صرف چار سو گز کے فاصلہ پر تھے۔ یونانی مورچونکی کل
چار قطارین تھین۔ ہان یہ درست ہے کہ ۵ مئی کی لڑائی مین یونانیون کا چندان زیادہ نقصان نہ ہوا جس کے برعکس ترکون بالخصوص
البانیون کو جو حملہ کنندہ فریق تھے بہت نقصان پہنچا۔ یونانیون کی پانسو سے زیادہ قتیل و مجروح نہ ہوئے۔ دوسرے دن ۶ مئی کو سموئنسکی ویلیستینو
کو چھوڑ کر بجانب جنوب ہالمیروس کیطرف ہٹ گیا۔ اوسے ایسا کرنیکے لیے ولیعہد کا حکم پہنچ گیا تھا۔ لیکن اگر حکم نہ بھی پہنچتا تو بھی فرسالہ کے
فتح ہو جانے اور باقی یونانی فوج کے دوموکوس کو ہٹ جانے کیوجہ سے مراجعت اسکے لیے ضروری ہوگئی تھی۔ اگر وہ ویلیستینو پر قائم رہتا تو ترک فوراً
سے بڑھ کر اسے احاطہ مین لے لیتے۔ اوس نے مراجعت کا قابل تعریف انتظام کیا کسیطرح کی بے ترتیبی نہ ہونے پائی۔ اوسکا عقبی دستہ شجاعانہ متانت
کے ساتھ ترکونکے مقابلہ پر قایم رہا۔ اور اسطرح ترکون کو سموئنسکی کی فوجکی روانگی سے ۲۴ گھنٹے بعد تک علم نہ ہوا کہ اونکا دشمن پنجہ سے
نکل گیا ہے۔ یہ دستہ ۶ مئی کی رات تک پلاٹو پتہ کی سر سبز بلندیون پر قابض رہا۔ پہر رات کے وقت وولو جا کر وہان سے جہازون پر لامیہ
چلا گیا۔ ادہم پاشا ۶ مئی کو فرسالہ سے ویلیستینو پہونچے۔ ممدوح پاشا تیسلا ڈویژن لیکر ۸ مئی کو ویلی اون کی شمالمشرقی جانب پرسے ہوتا ہوا
وولو کے قریب پہنچا۔ جہان غنیم کی کوئی معقول جمعیت نہ پانے پر وہ ویلیستینو کو اور وہان سے فرسالہ کو ہٹ گیا۔ یہ ڈویژن ڈوموکوس کے
معرکہ مین شریک ہوا تھا۔

## وولو مین اضطراب و بے چینی

دریں اثنا وولو (خلوص) مین خوفناک تشویش مستولی ہو رہی تھی۔ یونانی سپاہ اور بھگوڑے ۷ مئی کو (جمعہ و شنبہ) ویلیستینو سے بندرگاہ مین لگاتار داخل ہوتے رہے تھے۔ جہازون پر
سوار ہونیکے لیے آپسمین کئی دفعہ دہنگا مشتی ہوئی جسمین غیر فوجی آبادی بالخصوص عورتون بچون اور مجروحین کو بہت نقصان پہنچا
۵ مئی کو انگریزی قونصل مسٹر مرلن نے مجھسے بدوران ملاقات بیان کیا کہ وولو مین سخت بے چینی پھیل رہی ہے۔ اور بے چینی قونصلین کیلیے ترکون
کے شہر پر قبضہ کرنے پر سخت مشکلات پیدا ہونیکا اندیشہ ہے۔ اونکو ایکطرف آگ اور دوسری طرف پانی ہوگا یعنی ایکطرف یونانی جنگی جہاز
بندرگاہ مین موجود ہونگے اور دوسری طرف شہر مین ارنود بھرے ہونگے۔
[illegible] مین تو تشفی دلائی کہ ترکی سپاہ کمال خوش اطوار ہے۔ اوس سے شہر والون کو کوئی تکلیف نہین پہونچیگی پھر اُسے

نصیحت کی۔ کہ جونہی لڑائی ختم ہو لیتھم پاشا کے پاس قاصد بھیجکر اون سے ترکی ہیڈ کوارٹری سٹاف اور نظام سپاہ کی حفاظت و حمایت کی التجا کیجائے۔ قونصلون نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ اور ۲۸ مئی کو علے الصبح وسیٹنو روانہ ہو گئے۔ جہان مشیرون سے بہ شفقت پیش آئے اور حفاظت مطلوبہ کا انتظام کرنیکا وعدہ کیا۔ چنانچہ انور بک کو وولو پر قبضہ کرنیکے لیے دو پلٹنین اور ایک رسالہ دیکر فی الفور روانہ کر دیا۔ اور اسکے ہاتھ اہالی شہر کیطرف یہ اعلان بھیجدیا کہ اگر اونہون نے بلا مقابلہ اطاعت قبول کر لی تو اونکی جان و مال کیحفاظت کی جائے گی۔ انور بک نے اعلان مذکور شہر والون کے جم غفیر کو باواز بلند پڑھ کر سنایا۔ جو اُسے سنتے ہی باغ باغ ہو گئے۔ اور سلطان المعظم کی درازی عمر کیلیے زور شور سے نعرے لگائے۔

وولو مین ترکون کے داخلہ کے حالات مسٹر سٹیونس نے نہایت دلچسپ پیرایہ مین تحریر کیے ہین جن لوگون نے موجودہ لڑائیون کو دیکھا ہے وہ باسانی سمجھ سکتے ہین کہ مسٹر موصوف نے اپنی تحریر مین مبالغہ کو بالکل دخل نہین دیا۔ اونکا بیان ہے کہ یونانی باشندے عجب ہراسان تھے جسقدر بھاگ سکے وہ بھاگ گئے ہوئے تھے۔ پھر بھی بازارون مین وہ بیشمار لرزان و ترسان باشندون کی صفون پر صفین کھڑی تھین جن کو یہی توقع تھی کہ بس اب ایک آن کے مہمان ہین۔ ترک داخل ہوتے ہی سب کو تہ تیغ کر دین گے۔ بعض نے خاص موقعہ کیلیے ترکی ٹوپیان پہن لی ہوئی تھین۔ اور جب انور بک داخل ہوا تو فوراً انہون نے ٹوپیون کیطرح سلام بجالانے کیلیے اون کو سر سے اتار دیا۔ اِنہین سراسیمگی مین یہ یاد نہ رہا کہ ترک کبھی ٹوپی سر سے نہین اوٹھاتے۔ کئی ہمارے گھوڑون کو تھامے رہنے کیلیے دوڑے آئے۔ سلطان کے یاد کے ساتھ مین نامہ نگار۔ دو خواص اور ایک سوار شہر مین داخل ہوا۔ اسپر منصرف ہوئے تھے۔ باشندے بارنگ رو باختہ اس حملہ کنندہ جماعت بیکران کے پیچھے پیچھے ٹاون ہال کیطرف چل پڑے۔ اہالی شہر ایسے خوفزدہ ہو رہے تھے کہ کچھ عرصہ تک باضابطہ قبول اطاعت کی دستاویز پر دستخط کرنیکے لیے شہر کا کوئی رکن دستیاب نہ ہو سکا۔ آخر ایک معزز ملگیا۔ اور اُسنے دستاویز پر دستخط کر دیے۔ جسکے بعد سلطان کے یاورنے جھروکہ مین کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔ کہ امن بسپلہ ورسلامت و باشندون کی جان تمام بہ عبد الحمید کامل حفاظت کرینگے۔ اس کے سنتے ہی پوک اور دہشت زدہ یونانیون مین پھر از سر نو جان پڑ گئی۔ اور وہ عثمانیہ رحم و کرم سے ایسے خوش ہوئے کہ بیساختہ سلطان المعظم کی درازی عمر و ازدیاد اقبال کیلیے نعرے مارنے لگ گئے۔ اور وہی یونانی جو صبحکو وقت ذات شوکت سمات کو ظالم و سفاک کہہ رہے تھے اب صدقِ دلسے اوس کیلیے دعائین کر رہے تھے۔

قونصلون کو تھوڑا سا ابھی یہی اندیشہ تھا کہ کہین یونانی جہاز ترکون کے داخل ہونے پر شہر پر گولہ باری نہ شروع کر دین مگر میرا زبنی قدیم امیر البحر سٹاماٹیلوس ایسا بیوقوف نہ تھا کہ چند ترکون کو جو وہان پہنچ سکنے کی توقع پر ایک یونانی شہر کو برباد کر دیتا۔ وہ اوسی شام ہالمیروس کو روانہ ہو گیا۔ ترکی سپاہ کا چلن دیگر مقامات کیطرح وولو مین بھی قابل تعریف رہا۔ وولو اور ویلسٹینو سے ترکون کو سامان حرب رسد کی وافر مقدارون کے علاوہ چھ توپین غنیمت مین ملین۔ یہان وولو مین بھی یونانیون نے ایسی چیزون کو جو غنیم کے کارآمد ہوسکتی تھین کسیقدر تلف کیا۔ اونہون نے بری دیجری کل تا ربرقی سلسلون کو کاٹ دیا اور لوکوموٹیو (ریل کے انجن) کی توڑ پھوڑ دیا۔

---

۱؎ یہ میلعب بارڈ کزن کے ہمراہ دسمبر ۱۸۹۵ء مین تشریف لائے۔ اور یہان کے متعلق کئی مضمون سلسلہ وار ولایت کے اخبارات مین شائع کیے۔

ویلسٹینو کی دوسری لڑائی کے درست حالات معلوم کرنا کسیقدر مشکل کام ہے۔ اوسکی کیفیت سب سی بہترین پیرایہ مین مفصل و مشرح رائیٹر ایجنسی کے نامہ نگار نے جو یونانی فوج کے ساتھ تھا تحریر کی ہے جسکو یہان بجنسہ درج کر دیا جاتا ہی:-

"ترکی حملہ پہاڑی کار اڈاون کے شمال مغربی جانب پر شروع ہوا۔ یہ پہاڑی موضع ویلسٹینو کے عین اوپر واقع ہے۔ ترکون نی ایک پہاڑی پر جہان سی کار اڈاون کسیقدر زد مین تھی۔ ایک کوہی باتری نصب کی ہوئی تھی۔ اور ادہر یونانیون نے متذکرہ صدر پہاڑی پر ایک کوہی باتری قایم کی ہوئی تھی۔ لڑائی کی ابتدا ان دونون باتریون نے کی۔ اور تھوڑی ہی دیر مین یہ واضح ہوگیا کہ ترکون نے حاجی بیسی سے یونانی پوزیشن پر اور ریتزو میلو سے وادی ویلسٹینو اور اوس درہ پر جو وولو کیطرف جاتا تھا۔ حملہ کرنیکا ارادہ ترک کرکے اب یونانی میمنہ کو یونانی میسرہ سے جدا کرنے اور یونانیون کو ایک طرف سی دوسری طرف حسب ضرورت فوج بھیجنے کے قابل نہ چھوڑنے اور ریلوی لائین کو بمقام ایرانا منقطع کرنیکا ارادہ کیا ہے۔

اس جدید نقشہ حملہ کیوجہ سے جنرل سمولنسکی کو اپنی صف کا رخ عین شمال سے شمال مغرب رویہ کرنا پڑا۔ یہ کام اونسے سہ پہر سے پہلی کامیابی طے کرلیا۔ کار اڈاون پہاڑی اور متصلہ بلندیون کی یونانی باتریون نے حسب معمول قابل تعریف کام دیا۔ اور ترکون کو ویلسٹینو کیطرف آگے نہ بڑہنے دیا۔

ایک اور دو بجے کے درمیان ترکی فوج پیدل کار اڈاون پر حملہ کرنیکے لیئے اپنی طرف کی بلندیون سی آگے بڑہی۔ اور یونانیون پر آتشباری شروع کی جسکا یونانی فوج پیدل نے ترکی بترکی جواب دیا۔ گولہ باری خوب ور پر تھی کہ بارش بڑے زور سے شروع ہوگئی۔ اور ترک مطلع کی تاریکی سے فایدہ اٹھاکر آگے بڑہ آئے۔ مگر یونانی پیدل فوج بارش مین بھی برابر لگاتار باڑہین چلاتی رہی۔ بارش کے تھمنے پر یہ غلط خبر اڑی کہ ترکی سوار حملہ کیئے چلی آرہے ہین۔ اس سی یونانی پیدل فوج کی صف چند لحظون کیلیئے ڈگمگا گئی چند جگہون سی وہ شکست ہوگئی اور سپاہی پیچھے ہٹ گئی مگر افسرون نے اونکو پھر قابو مین کرلیا۔ اور آتشباری بلاتوقف اسی زور و شور سے ہوتی رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترک ایک سرے سی دوسرے سرے تک پسپا کر دیئے گئے۔

۵ بجے کے قریب ترکون کو غائبًا اللہ پیسے سے ورسٹک پہنچگئی۔ یونانی فوجمین اوس وقت یہ مشہور ہوا تھا کہ غازی عثمان پاشا ترکون کی کمانڈر ہین۔ وہ ایک پہاڑ کی پہلو پر بہ جمعیت کثیر جمع نظر آرہی تھے۔ جہان سی وہ یونانی میسرہ بالخصوص ویلسٹینو کی سامنے کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیون اور سطح مرتفع پر حملہ کرنیکے لیئے حیرت انگیز باقاعدگی اور حرب صورت صف بصف بڑے ساتھ آگے بڑھے۔ ترکون کی پاس توپخانہ تھوڑا تھا۔ اور اونکی کوہی باتری نے بھی عمدہ کام نہ دیا۔ تاہم اونکی پیدل فوج قابل تعریف باقاعدگی سے باڑہ پر باڑہ چلاتی۔ باقاعدہ صفون مین آراستہ آگے بڑہی آئی۔ لیکن اونکی آتشباری بھی بالکل بیتکی تھی۔ گولیان کرہ ہوائی مین اونچی جاکر یونانی صفون سی بہت پرے میدان مین گرتی رہین۔ انکے مقابلہ پر یونانیون کی دوسری اور آٹھوین رجمنٹ مقیم تہین۔ وہ نہایت ثابت قدمی کے ساتھ اپنے موقعہ پر قایم ہوکر باڑہ پر باڑہ چلاتی رہین جس سی ترکی صف کئی دفعہ ڈگمگا گئی۔ اور یونانی توپخانہ بھی قابل تعریف کام دیرہا تھا۔ دس گولے یکے بعد دیگرے ترکی صفون مین گر رہے تھے۔ اس بوچھار کی تاب نہ لاکر ترک تھوڑی دیر کیلیئے پیچھے ہٹ گئے۔ اور تازہ کمک سی آراستہ ہوکر یونانی باڑہون اور گولون کی اندہادہند بارش سی بالکل لاپرواہ نہایت شاندار طریق سی پھر بڑہے

لیکن ایسا دفعہ بھی اونکو پہلے رُک جانا اور پھر لغزش کھاکر پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ پہاڑیوں کی سطحین مردوں اور زخمیوں سے پٹ گئیں ترکوں نے دو مزید پلٹنوں کی کمک پہنچ جانے پر پھر تیسری مرتبہ کارلوآون اور وسٹینو کی متصلہ پست پہاڑیوں کے سلسلہ پر جانبازانہ حملہ کیا جنرل سموئنسکی و دوسرا سکوٹیلات، بنا ہوا اپنی فوجین برق وش پھرتی سے ادھر ادھر چکر لگا رہا تھا۔ اوسنے سپاہیوں کو اون کی بزرگون کی کارنامے یاد دلاکر تاکید کی کہ بشرط ضرورت وہ آخری دم تک لڑتے رہیں اور جبتک تھیسلی کی مقدس سرزمین اون کی خون سے سیراب نہ ہوجائے لڑائی سے ہاتھ نہ اوٹھائیں۔ یہ الفاظ جادو کا کام کر گئے۔ سپاہیوں میں نے الفوت انتہا جوش بھر گیا۔ اور باقاعدہ و بےقاعدہ کل سپاہی حتّی کہ غیر مصافی لوگ بھی رائفلوں کو خوب مضبوطی سے پکڑکر ترکی توپوں کی عموماً بے تکی گولہ باری کی علی الرغم ثابت قدمی اور استقلال کو ساتھ اپنی پوزیشن کی حفاظت کیلئے جمع ہوگئے۔

بالآخر یونانی صفین بیاورنز کون پرچند باڑہیں چلانیکے بعد مورچوں کی پناہ سے باہر نکل آئیں اور وحشیانہ پُرجوشی سے غنیم پر حملہ کر دیا۔ جس ہی لحظہ بھر کیلئے ترکوں کے قدم ڈگمگا گئے اور پھر وہ اپنی طرف کی پہاڑی سلسلوں کی پناہ جالینے کیلئے بے ترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے اور یونانیوں کو اس معرکہ میں شاندار فتح نصیب ہوئی صفوں کا رُخ بدلنے کے باوجود اور حالانکہ دشمن کی تعداد غالباً اون سے دو گونی تھی۔ یونانی شام کے وقت برابر ہر موقعہ پر بدستور قابض و متصرف تھے۔ ترک دن بھر کی لڑائی میں اونکو کسی جگہ سے پیچھے نہ ہٹا سکے تھے۔ دونون فریق لڑائی پر ایسے تلے ہوئے تھے کہ اگر رات نہ پڑجاتی تو وہ ابھی بس نہ کرتے۔ سموئنسکی نے اس کمال مستحکم موقعہ کو منتخب کرنیسے نہ صرف اپنی قابلیت کا کامل ثبوت دیدیا۔ بلکہ یونانیوں کی عزت بھی رکھ لی۔ مزید برآن اس معرکہ میں یونانیوں نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ ان میں اعلےٰ درجہ کے سپاہیانہ اوصاف موجود ہیں۔ اور کہ اگر افسر قابل ہوں تو وہ بہادری و شجاعت سے لڑ سکتے ہیں جنرل سموئنسکی کو اچھی طرح سے معلوم تھا کہ ترکوں نے ابھی اونکی خلاصی نہیں کی چنانچہ اُسنے اپنی پوزیشن کی استحکام کیلئے کمک کی درخواست کر دی۔ فریقین کی نقصانات کا اندازہ کرسکنا درست ناممکن ہے۔[1]

ہمیں اس معرکہ کے متعلق ایک نامہ نگار نے حسب ذیل تحریر کیا ہے "دوسرے دن پہرہ چھ بجے سے لڑائی شروع ہوگئی صبح کی نورانی روشنی میں میدان جنگ کا نظارہ کمال دلفریب تھا۔ پائین میں پست پہاڑیوں سے محیط مدور میدان موجود تھا جس کی صرف شمالی جانب جہاں وہ تھیسلی کے میدان عظیم سے ملحق ہوتا ہے۔ پہاڑیوں سے خالی تھی۔ اور افق میں جھیل نزلہ کا درخشاں پانی اور کوہ اولمپس کی برف پوش چوٹیاں چمک رہی تھیں۔

کارلوآون کی شمال مغرب میں بارہ چودہ ہزار ترک پہاڑیوں کی ایک سلسلہ پر قابض تھے۔ ایک کوہی باتری بلند ترین چوٹی پر اور ایک میدانی باتری وسٹینو کی مشرق میں ایک اور پہاڑی کی چوٹی پر نصب تھی سلسلہ کارلوآون پر رسالہ کی ٹرک جس کی مغربی جانب کی زد میں ہے یونانی انفنٹری صف آرا تھی۔ اور وسٹینو سے اوپر کی سطح مرتفع پر میدانی توپوں کی ایک باتری نصب تھی۔ اس پوزیشن اور شرقی جانب کے میدان کی درمیان کی تین چوٹیوں پر کوہی باتریاں اور وسٹینو سے شمالشرق کیطرف کو میدان میں ایک یونانی میدانی باتری نصب تھی جو ترکی میسرہ کو سخت نقصان پہنچاتی رہی۔ کارلوآون اور ریاد یونانی وادی کی درمیانی وادی کی دہانہ پر جو یونانی صفیں تھیں۔ وہ بلا مقابلہ رہیں۔[2]

[1] روسی جنرل جس نے ۱۸۷۷ء کی محاربہ روم و روس بالخصوص محاصرہ پلونا کی معرکون میں قابل تعریف شجاعت دکھائی مشہور ہوا اور ترکستان اور ترکمانی علاقہ میں بڑی نمایاں خدمات کیں اور فتح مقامات کی خونریزی کا مرتکب ہوا۔ وہ جوانی ہی میں مرا۔

کی رات کو جنرل سموئنسکی نے اپنے جدید میسرہ کی فوج کو کمک پہنچا دی تھی۔ اور اُسکی انفنٹری نے پیشقدمی کرکے کارا داؤن کے کرار دن کی چوٹی اور سکی میدان کیطرف کی بعض مشرقی جانب پر قبضہ کر لیا تھا۔

۱۰ ترکون نے سب سے اول سطح مرتفع والی یونانی باتری پر حملہ کیا۔ یہان چھ سو نو بجے تک تیزی کے ساتھ گولہ باری ہوتی رہی۔ دریتولا ترکی فوج پیدل نے کیولری کی آڑ مین میدان کیجانب یونانی میمنہ پر حملہ شروع کر دیا۔ اسکو ترکی انفنٹری نے اون یونانی صفون پر جو موضع دلیسٹو سے دو تیجین پر بلندی حملہ کیا۔ ترکون کی ایک کوہی باتری فاصلہ پر ایک بلند چوٹی پر تھی۔ اور ایک میدانی باتری میدان کیطرف کی بعض مشرقی ڈھال پر نصب تھی۔ ان دونون نے انفنٹری کو حملہ مین مدد دی۔ مگر یونانی انفنٹری نے جو کرارہ کی پشتہ پر تھی۔ اور گاؤن سے مشرق کی کیطرف باتری نے جو ترکون پر خوفناک آگ برسا رہی تھی اس حملہ کو نہایت بہادری کے ساتھ پسپا کر دیا۔

۱۱ گیارہ اور بارہ کے درمیان ترکون نے یونانی میسرہ کے قلب کو منقطع کرنے کیلئے متہورانہ حملہ کیا۔ ترک ایک کرارہ پر اور یونانی اوسکے بالمقابل ایک پہاڑی پر قابض تھے۔ اور دونون کے درمیان ایک عمیق گھاٹی حائل تھی۔ ترکی میمنہ کی باتری نے یونانی انفنٹری کو بیحوٗس کرنیکے لیے سختی کے ساتھ گولہ باری کی۔ مگر اکثر گولے دور گرے اور جو صف مین گرے ان مین سے بہت کم پھٹے۔ لیکن دریتولا یونانی انفنٹری نے خوب نشانہ باندھ باندھ کر باڑ مین چلانے سے ترکی صفون کو چھلنی بنا دیا۔ اور ادھر سطح مرتفع والی یونانی باتری نے اور بھی تباہی برپا کر دی۔

۱۰ ساڑھے بارہ بجے ترکی انفنٹری مقابل کی پہاڑی پر کی یونانی پوزیشن پر حملہ کرنیکے لیے اپنے مورچون سے گھاٹی مین داخل ہوئی مگر یونانیون کی رَیفلی آتشباری نے اُونکی صفون کو پراگندہ کر دیا۔ ادھر پیچھے بعد دیگرے چار گولون نے عین انبوہ مین گر کر خوفناک بربادی وارد کی۔ باقیماندہ پیرادس نالہ کیطرف جو کرارہ سے پرے تھا۔ اور جہان وہ پہلے قابض تھے پیچھے ہٹ گئے۔ بارہ اور ایک کے درمیان ایک سرے سے دوسرے سرے تک آتشباری مدہم پڑ گئی۔ مگر سوا بجے پھر میمنہ و میسرہ پر اُسی زور شور سے شروع ہو گئی۔ میسرہ کی طرف سطح مرتفع والی یونانی باتری نے دو گولے پھینک کر ایک ترکی کوہی باتری کو خاموش کر دیا جس کی دو توپین اُن گولون سے ایکسا ٹکڑے ٹکڑے ہو گئین۔

۲ ترکون نے ایرال سے کمک پہنچ جانے پر کارا داؤن کی مغربی جانب کو گردچکر کاٹ کر یونانی میسرہ پر سختی کے ساتھ حملہ کیا۔ یہ رسالہ ریلوے لائین کیطرف بڑھے تاکہ اُسکو توڑ دین۔ ترکی انفنٹری شاندار استقلال و ثبات سے پہاڑ کی ڈھالون پر چیونٹیون کی طرح چڑھ آئی۔ جہان سے اونسے یونانی سکر مشرکی پہلی صف کو پیچھے ہٹا کر اون سے دو کوہی توپین چھین لین مگر یونانیون کی دوسری صف نے اپنے موقعہ پر قایم رہکر ترکون کو مزید پیشقدمی سے روک دیا۔ جو ایک مخفی باتری کی مدد سے جو پہاڑ مین نظرون سے اوجھل تھی یونانی میمنہ کو سینٹ جارج کے راہب خانہ کیطرف ہٹا دینے اور جنرل سموئنسکی کے ڈویژن کو رسالہ کے ڈویژن سے جدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ونکو میسرہ کے شرقی حصہ کے سوا کل صف پر آتشباری بند ہو گئی۔ اوس حصہ مین کبھی کبھی باڑ مین چلتی رہین تد کی کمانڈر نے اب ایک اور کارروائی شروع کی جس کیلئے غالباً وہ سارا دن تیاری کرتا رہا تھا۔

۴ بجے مین آوریدہ وغار کی چوٹی پر جو درہ وولو کے دہانہ کی مشرقی جانب ہے چڑھ گیا۔ وہان سے مینے ترکی سوار ندیکی کئی جا متحرک

جھیل توراکے ساحل کے برابر سرپٹ گھوڑے دوڑائے جاتے دیکھا - اونکی داہنی جانب یونانیون کی میدانی پوزیشن کیطرف توپ خانہ کی لمبی قطار بڑھ رہی تھی - ادہر موضع حاجی عیسیٰ و پہاڑیون کے درمیانی علاقون سے ترکی انفنٹری کے کالم عزم بالجزم کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے ؛

تین بجے ترکی توپ خانہ نے موضع دیرڈیلو کے درختون سے الگ کھلی میدان مین قایم ہوکر یونانی قلب پر جو ولسٹینو اور دیلر کے درمیانی میدان مین تھا گولہ باری شروع کردی - اور جلد بعد معلوم ہوگیا کہ توپخانہ مین گران وزن توپین بھی شامل ہین غالباً یہ وہی تھین جو ترکون کو لاریسا مین ملی تھین - ان توپون سے اونہون نے یونانی پوزیشن کے شمالی حصہ مین خوفناک تباہی برپا کردی پانچ بجے یونانی باتریون کا گولہ بارود قریب الاختتام ہوگیا جسپر جنرل سمولنسکی نے حکم دیدیا کہ توپخانہ کا حصہ کثیر بتدریج ڈولو کیطرف ہٹا دیا جائے اس حکم کی تعمیل کے دوران مین ترکون نے بڑی توپون سے پہلے سے زیادہ تیزی و سرعت کے ساتھ گولے برسانے شروع کردیئے اور تھوڑی ہی دیر بعد موضع ولسٹینو اور نیز مغربی جانب کے کرارون پر قابض رہنا ناممکن ہوگیا کچھ عرصہ بعد ترکون نے شمال و مغرب کیطرف سے پہ ثبات مردانہ پیشقدمی کی - اور ساڑھے سات بجے ولسٹینو پر قابض ہوکر اوسے آگ لگادی - ریلوے پل کو اڑا دیا - اور ولسٹینو فرسالہ لائین کو کاٹ دیا ؛

یونانی فوج کامل طور پر ہزیمت یاب ہوئی - اور ڈولو کی طرف جانے والا پہاڑی درہ ترکون کیلئے بالکل کھل گیا میمنہ کیطرف یونانیون نے اپنا توپخانہ سہ پہر سے ہی ہٹانا شروع کردیا تھا - آدھا یک پوری میدانی باتری اور نیز چند کوہی توپین بخیریت ڈولو پہنچگئی تھین جہان اونکو جو جنگی جہازون پر چند بیچ جو دھنو پڑھا دیا گیا - رات نصف تاریک تھی مراجعت کنندگان کی سہولت و رہنمائی کیلئے پہاڑون کی اطراف پر الاؤ روشن کردیئے گئے تھے جن سے سڑک کا پتہ ملتے رہنے مین بڑی مدد ملی - بارہ سے زیادہ توپین پیچھے چھوڑ دیگئین جو ترکون نے چھین لین ؛

تخمیناً دو سو مجروح ایک ٹرین پر ڈولو پہنچے - گران وزن توپون کی ایک ترکی باتری نے ٹرین پر چھ سات گولے چلائے مگر اوسے کوئی نہ لگا - میرے خیال مین اکثر مجروح میدان جنگ مین ہی چھوڑ دیئے گئے - مقتولین کی تعداد کا درست اندازہ نہین کیا جاسکتا تاہم یقینی امر ہے کہ یونانیون کی نسبت ترکون کا زیادہ نقصان ہوا کیونکہ جبتک ترکون نے ولسٹینو پر قبضہ نہین کیا یونانیون کی گولہ باری زیادہ موثر تھی دو تین بجے کے قریب جنرل سمولنسکی کی پراگندہ و ہزیمت خوردہ فوج دو جدا جدا حصون مین منقسم ہوگئی ایک حصہ جنرل کی زیر سرکردگی ڈولو کیطرف ہٹا جہان یونانی جنگی جہازات کی امداد کی توقع تھی -

دوسرا حصہ جس مین پیدل فوج تھی ادسکا بقیۃ السیف بحال خستہ و تباہ ڈولو کیطرف گیا - رات کی تاریکی مین پہاڑون ہی گذرتے وقت اس مراجعت و پسپائی کی بھی ویسی ہی پٹی پلید ہوئی جیسی کہ ٹرناوس سے لاریسہ کیطرف کی مراجعت کی ہوئی تھی - اس مراجعت کیطرح اسمین بھی بے تحاشا بندوقین سر ہوگئین مگر خوش قسمتی سے یہ ہی آدمیون کیطرف نہ چھوڑی گئی تھین کیونکہ اس وقت کسی دشمن کے تعاقب کا خوف و خطر نہ تھا صرف بقاعدہ سپاہی متصلہ پہاڑیون سے کبھی کبھی ہوا مین بندوقین چلادیتے رہے جمعرات کی رات اور بدھ کے دن ڈولو مین عجب منتشرانہ سراسیمگی برپا رہی تمام باشندے مال و اسباب لیکر بازارون مین نکل آئے اور کوہ پیلیان کی اطراف و جوانب کے بیسیون دیہات کے

دیہاتی شہر مین گھس آئے جس سے اور زیادہ گڑبڑ پڑگئی۔ لوٹیرے بھی فوراً برسر قبضہ ہو چکے تھے اور لوٹ کھسوٹ کا بازار ہر طرف خوب گرم ہوگیا۔ بندرگاہ مین پانچ اسٹیمر موجود تھے چشم زدن مین وہ ہزارون باشندے مال و متاع لیکر سوار ہوگئے۔ اور ہزارون چھوٹی چھوٹی کشتیون پر سلسلہ جزایر کو چلے گئے۔ گھاٹون پر اور بازارون مین بدنظمی اسقدر زور پکڑ گئی۔ کہ انگریزی اور فرنچ قونصلون نے مشترکہ بیڑہ پر جاکر اوسکی کمانڈر وان سے باقیماندہ باشندون کے جان و مال کی حفاظت اور شہر کو لوٹیرون کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کیلیے انگریزی۔ اطالین۔ فرانسیسی اور آسٹرین بحری سپاہیون کے چند دستے شہر مین بھیجدینے کی درخواست کی تاکہ لوٹیرے شہر کو ترکون کے پہنچنے سے پہلے ہی جن کی آمد کی ہر لحظہ توقع ہو رہی تھی تاخت و تاراج کر کے بالکل صفایا نہ کردین۔

۶ مئی کو اوس اسٹیمر پر جو بندرگاہ سے سب سے آخر روانہ ہوا سوار ہو کے ۱۵۰۰ مرد و عورتین اور بچے جیسے اور خزانہ مین اسطرح بھرے پڑے تھے جسطرح ٹوکرے مین چھوٹی مچھلیان ہوتی ہین اس مصیبت کو جو کچھ اون بیچارون پر گذری اوسکا تا ساقی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

## جنگ فرسالہ

جس دن حقی پاشا نے ولسٹینو پر حملہ کیا اوسی دن یعنی ۵ مئی کو ادہم پاشا نے بذات خود ولیعہد کی فوج پر بمقام فرسالہ حملہ کیا۔ وہان یونانیون کی جمعیت ۲۵۔۳۰ ہزار کے درمیان تھی۔ شہر کے پاس تین ڈویژن یعنی نشاط مدوح اور حمدی کے علے الترتیب دوم سوم و ششم ڈویژن جنکے ۳۰ ہزار آدمی تھے۔ اور چوتھا یعنی خیری پاشا کا ڈویژن بجانب غرب کا رویہ سے چلا آرہا تھا۔ فرسالہ (چتالجہ) لاریسہ سے ۲۲ میل بجانب جنوب دریائی اینیپئس پر اوس میدان کے شمالی حصہ مین واقع ہے جو سیفالیہ کی پہاڑیون سے شروع ہو کر بجانب جنوب جبال اوتھریس تک چلا گیا ہے۔ فرسالہ کوئی بڑا محفوظ مقام نہین۔ کیونکہ بجانب مشرق ولسٹینو کیطرف سے اوسکو عقب مین پہنچایا جاسکتا ہے کارویسہ سے خیری پاشا کی پیشقدمی کا ہی علم ہو جانے سے غالباً یونانی ہیڈ کوارٹرز نے فرسالہ ڈومکوس کو ہٹ جانیکا جو نسبتاً بہت زیادہ محفوظ مقام ہے فیصلہ کر لیا تھا۔

معرکہ فرسالہ کو لڑائی نہین کہا جاسکتا۔ وہان درحقیقت صرف یونانیون کے عقبی دستہ (دو مدار لری) اور ترکون کے ہراول دستہ (پیشدار لری) مین لڑائی ہوئی تھی جو شروع مین جب کہ ترکون نے کھلے میدان سے گذر کر اون پہاڑیون پر جو فرسالہ سے چار میل بجانب شمال ہین۔ حملہ کیا تو اونہین بہت نقصان اوٹھانا پڑا۔ یونانی توپخانہ نے اس موقعہ پر خوب کام دیا۔ اور اونکی رایفلی آتشباری بھی معمول سے اچھی رہی۔ مگر جب ترک پہاڑیون کے قریب پہنچگئے تو پھر یونانیون کے پاؤن اوکھڑ گئے۔ اون کو یہ خوف لاحق ہوگیا کہ کہین خیری پاشا کا ڈویژن کارویسہ سے آکر مراجعت کا راستہ بند نکردے۔ دو گھنٹون کی آتشباری کے بعد وہ ریلوے لائن کو ہٹ گئے۔ جہان اونکی دو پلٹنون اور دو باتریون نے ترکون کو دو گھنٹون تک قریب روکے رکھا۔ اس موقعہ پر اوینزونیون کی دو کمپنیون اور غیرملکی مجاہدین نے قابل تعریف استقامت و شجاعت دکھائی جب ترکون کو اور زیادہ روکنا ناممکن ہوگیا تو وہ بتدریج پیچھے ہٹتے گئے اور پھر اینی پی اس کی پل سے گذر نیکے بعد بسرعت پیچھے ہٹے۔ پل کے قریب دو ہزار سے زیادہ یونانی سپاہی جمع تھے جنپر ترکی توپخانہ نے مہیب ہلاکت برپا کی۔

وار دیگی ۷ مئی کے اخبار ڈیلی ٹیلیگراف مین اس نظارہ کے متعلق مسٹر ولیم ہیل کی حسب ذیل تحریر شایع ہوئی ہے:

"یونانیون نے ترکی حملہ کے بار سے وان بلندیون کیطرف جو میدان سے اوٹھ رہی مین پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ مگر ایسا کرتے وقت

اونکو ترکی انفنٹری کی آتشباری کا بُری طرح سے آماجگاہ بننا پڑا۔ اونکی میمنہ کو بالخصوص بہت نقصان پہنچا اور تہ و دار لری یا عقبی
دستہ نے باقی فوجکو بچانے کیلئے بیدریغ اپنی جانین نثار کین۔ جب ہم اون مین پہنچے جسے مراجعت کنندہ غنیم نے خالی کیا تھا تو وہان
بیشمار مردے پڑے انمین کئی نہایت ہی خوبصورت سڈول جسم گھنگریالے بالون والے قوی نوجوانون کی لاشین تھین۔ ان کی
شکلین پرانے زمانہ کی یونانی سنگتراشون کی بنائے ہوئے دیوتاؤن سے بہت کچھ ملتی جلتی تھین۔ افسوس ایسی قیمتی جانین فضول رائگان
گئین۔ مراجعت شروع ہونے کی دیر تھی کہ پھر ترکون نے غنیم کو ایک لحظہ کیلئے فرصت نہ دی۔ نہ اپنی آتشباری مین کچھ فرق آنے دیا۔ کلارو
کی چوٹی پر پہنچکر عجب شاندار نظارہ انکھون کے سامنے نمودار ہوگیا۔ دائین بائین ترکی انفنٹری کے کالم بڑھ رہے تھے۔ زیر پا خوبصورت
میدان سبز مخمل کیطرح بچھا ہوا تھا۔ اوسکا عرض چار میل کے قریب تھا اور دائین ہاتھ دور تک چلا گیا تھا۔ دولو کے قریب پہنچکر اور نیز
اون پہاڑیون کے دامن مین جو شہر فرسالہ کو احاطہ کیئے ہوئے ہین یہ تنگ ہوگیا ہے۔ اوس سے پرے اوتھرس کے دیو سار مہیب و سیاہ
اور عمودی پہاڑ کھڑے تھے۔ تمام میدان یونانیون سے بھرا ہوا تھا جو بسرعت اوس تنگی پل کیطرف جو میدان کے وسط مین ایک چھوٹے سے نالے
پر ہے چلے جا رہے تھے۔ اونکی صفون کی ترتیب کہین اچھی اور کہین ناقص تھی۔ ترکی توپخانہ نے آگے بڑھ کر نہایت بلند موقعون سے بھاگتے ہوئے
دستون پر پے درپے گولے برسانا شروع کر دیئے۔ ہر گولہ کے گرنے پر بھگوڑون کی تیز رفتاری مین اور اضافہ ہو جاتا۔ مگر اونکی عقبی دستہ نے جابجا
ہلکے سے مورچے تیار کر لیئے ہوئے تھے جن کی اوٹ سے وہ پیہم باڑہین چلاتا رہا۔ لیکن ترکون کی انفنٹری کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ وہ اوس کے
سامنے زیادہ دیر نہ ٹھیر سکا۔ اور ترک ہر ایک موقعہ سے دوسرے موقعہ کو پیچھے دھکیلتے چلے گئے۔ ترکون کی شجاعت پر سارے اوس وقت
عش عش کر رہے تھے۔ اونہونکے کسی پناہ کی آڑ لینا بہادرون کی شان سے بعید سمجھا۔ اور لگاتار سیدھے بڑھتے چلے گئے۔ بندوقین سر کرتے
وقت بھی گھٹنو ٹیکنے کا نام نہ لیا۔"

ترکی توپخانہ کی کارگذاری کے متعلق رُیٹر ایجنسی کے نامہ نگار مسٹر گوین نے حسب ذیل تحریر کیا۔ "آجکی لڑائی بالکل خلاف توقع
ظہور مین آئی۔ ادہم پاشا کا صرف یہہ منشا تھا کہ آج اپنی فوج کو غنیم کی پوزیشن کے سامنے جمع کرکے کل اوسپر فیصلہ کن حملہ کیا جائے مگر دونون
فوجون کی مقدمۃ الجیشون مین مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ اور تھوڑی ہی دیر مین لڑائی عام ہوگئی۔ یونانی نہایت محفوظ موقعہ پر مقیم تھے۔ فرسالہ کے
سامنے کا میدان چار میل عریض ہے اور اوسکے وسط مین ایک دریا بہہ رہا ہے۔ شمال کیطرف پست پہاڑیون کا سلسلہ ہے۔ اور شمال کیطرف سے
آنیوالے راستے اوسکی زد مین ہین۔ یونانی فوج ترکی حملہ کے انتظار مین اس سلسلہ پر خوب مضبوط مورچون مین مقیم تھی۔ لڑائی صبح کو نو بجے شروع
ہوئی۔ ہراولی دستون مین ایک یا دو معرکے ہونیکے بعد یونانی توپخانہ نے آگ برسانی شروع کی۔ اور اوس کے گولے عین نشانہ پر گرتے رہے۔
مگر ترک دشمن کی آتشباری کے سامنے سینہ سپر ہو کر حیرت انگیز لاپروائی اور ثابت قدمی کے ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ اس وقت یونانیون سے سخت
مہلک غلطی ہوئی۔ وہ پہاڑیون پر رہکر دشمن کا ثابت قدمی سے مقابلہ کرنے کی بجائے فوراً ہی میدان مین اتر گئے۔ جو ہر جگہ سے ترکی توپخانہ
کی زد مین تھا۔ البتہ یونانی انفنٹری کی ایک کمپنی نے قابل تعریف جوانمردی دکھائی۔ وہ دیر تک کثیر التعداد دشمن کا نمایان بہادری سے
مقابلہ کرتی رہی لیکن چونکہ کوئی اور دستہ اوسکی کمک یا دستگیری کیلئے موجود نہ تھا۔ اوسکی یہ شاندار مقاومت بالکل فضول تھی۔ اوسنے بھی

بالآخر حملہ آورون کے مقابلہ سے پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ مراجعت خاصی باترتیبی سے کیگئی۔ اور عقبی دستہ نے اوسکی کافی حفاظت کی جو کئی چھوٹی چھوٹی پوزیشنون پر قابض ہوکر کچھ کچھ دیر ترکون کی پیشقدمی کو روکتا رہا۔ ترکون نے حسب معمول یہان بھی متہورانہ تیزی سے کام لیا مگر یہ مقابلے بہت تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے کیئے گئے۔ یونانی عموماً سیدھے کھڑے رہکر بندوقین سر کرتے رہے۔ بہت تھوڑون نے گھٹنو ٹیک کر یا لیٹ کر آتشباری کی۔ یونانیون نے پہاڑیون کو خالی کیا ہی تھا کہ ترکی توپخانہ نے وہین قایم ہوکر غنیم کی صفون مین قیامت برپا کر دی اوس وقت کا نظارہ نہایت درد انگیز اور ساتھ ہی شاندار بھی تھا۔ مراجعت کنندہ یونانی سب طرفون سے سنگی پل کیطرف دوڑے جارہے تھے دریا کو عبور کرنیکے لیئے صرف یہی ایک راستہ تھا۔ یونانی انبوہ در انبوہ ہردم بڑھتے ہوئے سیلاب کیطرح اس ایک موقعہ کیطرف جمع ہورہے تھے اور ترکی باتریان اس جم غفیر پر پے در پے گولے برسا رہی تھین جو عین نشانہ پر گرتے اور خوفناک تباہی برپا کرتے رہے — میدان کے وسط مین دریا کے شمالی کنارہ پر موضع ویلی واقعہ ہے۔ وہان ترکون کا جو اب چارون طرف سے میدان مین داخل ہوگئے تھے یونانیون کی ایک زبردست جمعیت سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ یونانی ایک پہاڑی کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ دشمن کے قریب پہنچنے پر اونہون نے لگاتار باڑھین چلانا شروع کر دیا مگر ترکون نے کچھ پروا نکی۔ اونھون نے اپنی صفون کو پھیلانے کیلئے بھی ایک لحظہ کا توقف نکیا۔ اور حسب معمول تیرون کی طرح سیدھے بڑھتے چلے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک گولی چلائے بغیر محض اخلاقی اثر سے ہی گاؤن فتح ہوگیا۔ یونانی یہ تہور و بسالت دیکھکر ایسے خوف زدہ ہوئے کہ وہ ترکون کے قریب پہنچنے کا انتظار نکرسکے اور بسرعت تمام واپس ہٹ گئے۔ گولیون کی تار کوڑ بارش مین ترکون کا دلیرانہ وار آگے بڑھے جانا بلاشبہ کمال شاندار نظارہ تھا۔

۴۸ سنہ قبل مسیح مین جولیس سیزر نے ۲۲ ہزار سپاہ سے اسی میدان جنگ مین پامپی اور اوسکی ۴۵ ہزار فوج کو کامل شکست دی تھی۔ یونانی فوج کا حصہ کثیر لڑائی مین شامل ہوئے بغیر ۶ مئی کی رات کو ڈوموکوس کو ہٹ گیا۔ وہ فرسالہ سے پندرہ میل جانب جنوب اور تقریباً ناممکن التسخیر پوزیشن ہے۔ فرسالہ مین ترکون کو ۳ توپین اور سامان حرب کی وافر مقدار دستیاب ہوئی۔ ترکون کی تخمیناً تین سو اور یونانیون کے ایک سو کے قریب قتل و مجروح ہوئے۔ اس لڑائی کے حالات بہترین پیرایہ مین مسٹر مانٹگمری نے تحریر کیئے ہین جو ۱۰ مئی کے اخبار سٹینڈرڈ مین حسب ذیل شایع ہوئے:۔

۶ تاریخ صبح پنجشنبہ۔ یہ گاؤن تبغلر اور فرسالہ کے درمیان ویسپٹ سلسلہ پر واقع ہے جو میدان لارسیا کو میدان تریکالہ سے جدا کرتا ہے۔ کل صبح ترکی فوج تین کالمون مین فرسالہ کیطرف بڑھی۔ حمدی پاشا کا کالم جو وسط مین تھا موضع سورکب کے راستہ بڑھا۔ ممدوح پاشا میسرہ پر تھا جسکا ڈویژن بکرنسی مین سے گذرا۔ اور نغاطا کا ڈویژن جو میمنہ پر تھا بوغاز کی طرف سے آیا۔ خیری معہ اپنے ڈویژن میدان مین بہت آگے تھا۔ اِن کالمون کی روانگی کے وقت سوفادس کے قریب پہنچ گیا ہوا تھا۔ عزم یہ تھا کہ پہلے دن یونانیون کو پہلی پوزیشنون سے دریا کیطرف ہٹا دینے پر قناعت کیجائے۔ اور عام لڑائی مزید فوج کے پہنچ جانے پر آج ہو۔ مگر یونانیون کی کمزور مدافعت پر ترک جو غنیم سے دست و گریبان ہونیکو بڑے مشتاق تھے آگے بڑھے گئے۔ جس سے یہ نشانی حرکت لڑائی سے بدلگئی۔ اور ترکون کو فتح عظیم نصیب ہوئی۔ فرسالہ پر اونکا قبضہ ہوگیا۔ یونانی فوج دو حصون مین شکست ہوگئی۔ اور فاتحین کو بہت سے سامان حرب رسد کی وافر مقدار جسے یونانی عاجلانہ ہزیمت مین

تیپین بھی چھوڑ گئے دستیاب ہوئی۔ سب سے اول ممدوح کا دشمن سے تصادم ہوا۔ یونانی اون چند چھوٹی سی پہاڑیون پر جو قرہ دمرسی سے تین اور نصف
سے تخمیناً ۸ میل شمال مین میدان ترنجالہ کے حاشیہ پر واقع ہین مقیم تھے۔ توپون نے ساڑھے نو بجے گولہ باری آغاز کی۔ مگر یونانی جلد اپنی
باتریون کو پیچھے ہٹا لیگئے۔ اور دس بجے کے قریب ممدوح قرہ دمرسی پر قابض ہو گیا۔ اب فریقین کی فوج پیدل مصروف پیکار ہوئی۔
اور دیر تک مسلسل آتشباری کا ایک تانتا لگا رہا۔ یونانی تکیہ اور متصلہ پہاڑی کے جنگل مین بالاستقامت قابض تھے تین گھنٹون کی
لڑائی کے بعد مینے ترکون کو اس پہاڑی کی چوٹی پر سے گذرتے دیکھا۔ اور یونانی وہان سے قطعاً پیچھے ہٹا دیے گئے۔ پھر مین آگے بڑھ کر وہان
پہنچ گیا۔ اور چوٹی سے فرسالہ کے ہموار میدان کا جو پہاڑیون کے دامن مین تھا خوب نظارہ کیا۔ شہر عین میرے سامنے تھا۔ اوس وقت تین
کا عمل تھا۔ اور تینون ترکی ڈویژن صف بستہ آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ نشاط کے بالمقابل گو دوسرے دونون کی نسبت بہت زیادہ یعنی
تقریباً دس ہزار یونانی فوج تھی۔ مگر نسبتاً اوسکی بہت کم مزاحمت کیگئی۔

دو حمدی کا ایک چھوٹی سی یونانی فوج جو تاتاری مین اور اوس کے ارد گرد موجود تھی۔ قابل تعریف مقابلہ کیا۔ مین یہ خط اسی مقام سے
لکھ رہا ہون۔ اس بہادرانہ مزاحمت کے طفیل یونانیون کا باقی لشکر گاس گوتاری کو جو نشاط کے خط پسپائی فرسالہ سے تھا ہٹ جانیکے قابل
ہو گیا۔ تاتاری سے ایک پلٹن پیچھے ہٹ کر آئی پی اس کے پل سے عبور کر گئی۔ مگر باقیماندہ سپاہ جو تقریباً دو ہزار تھی اپنی روئی دیہات کے میدانی
ٹیکرون پر برابر قابض رہی۔ میدان یہان پہاڑیون سے بالکل صاف تھا۔ اور گو بعض اوقات دھوئین کی وجہ سے نظر اچھی طرح سے کام نہ
کر سکتی تاہم لڑائی کے تمام جزئیات صاف صاف نظر آتے تھے۔ میدان مین یونانی جابجا چھوٹے چھوٹے دیہات مین توقف کرتے گئے جنمین
جب تک کہ صرف رائیفلی و توپی آتشباری ہوتی رہی۔ وہ برابر قابض رہے۔ مگر جب ترک اونکی باڑھون کی علی الرغم بہ ثبات مردانہ اور بکمال ترتیب
صفون مین بڑھتے ہوئے قریب پہنچ جاتے تو یونانی فی الفور گانون خالی کرکے پسپا ہو جاتے۔ کچھ عرصہ سے ترکی باتریان ان پہاڑیون
پر قایم ہو کر جہان سے اونکی انفنٹری نے یونانیون کو نکالا تھا۔ جہان کہین یونانی مجتمع ہوتے وہین گولے برسا رہی تھین اور ایک گولہ باری
بالخصوص اوس گانون کیطرف جسپر یونانی قابض تھے منظر عنایت مبذول کی ہوئے تھی۔ یونانی باتریان بھی جواب دیتی رہین۔ مگر اونکی گولہ باری
محض فضول تھی۔ اونکے اکثر گولے پھٹنے کے بغیر نرم زمین مین دور تک دھنس جاتے رہے۔ لیکن گو یونانی مسلسل پیچھے ہٹ رہے تھے۔ اور ترکی باتریان
جن مین سے چند اب شراپنل[1] گولے چلا رہی تھین ونیز لگاتار سخت آتشباری کر رہین اور اون کو نقصان پہنچا رہی تھین۔ مگر اس مراجعت مین شکست
اور بھاگڑ کا کہین نام و نشان تک نہ پایا جاتا تھا۔ وہ خاصی باترتیبی و باقاعدگی سے پیچھے ہٹے۔ ترکی ڈویژن اب دوش بدوش موضع ویلی کیطرف
جہان یونانیون کی معقول جمعیت موجود تھی بڑھے جا رہے تھے۔ اور کئی باتریان حملہ مین اونکا ہاتھ بٹا رہی تھین۔ لیکن یونانی اب لڑائی سے کافی سیر
ہو چکے تھے۔ ترکی فوجکے اوسطرف بڑھتے ہی وہ جلد جلد چند باڑھین چلانیکے بعد میدان سے ہٹتے ہوئے آئی پی اس کے پل کو ہٹ گئی جس کو عبور
کرتے وقت ترکی گولون سے اون کو یقیناً بہت سخت نقصان اوٹھانا پڑا۔ اب تاریکی شروع ہو گئی تھی۔ لیکن ترکی انفنٹری و رسالہ کی قریب پہنچ گئی

[1] اس گولے کا موجد جنرل شراپنل تھا۔ یہ زیر پھٹنے والے گولے کو کہتے ہین۔ جس مین گولیان و تھوڑا سا بارود رہتا ہے۔ مین فاصلہ مقررہ پر ان
گولیون کو بکھیرنے کیلئے بھرا ہوتا ہے +

ہوگئی تھی جسپر صرف وہی باڑہین نہ چلا رہی تھی۔ بلکہ باتریان بھی اب گولہ پر گولہ برسا رہی تھین بتدریج دونون طرف سے آتشباری بند ہوگئی اور اتنے مین چند ترک جو بلا اجازت آگے چلے گئے تھے خبر لائے کہ یونانی شہر کو خالی کر رہے ہین۔ جسپر ترک فی الفور شہر مین داخل ہوگئے اور یونانیون کی عقبی دستہ کو وہان سے نوک دم بھگا دیا۔ سارا دن ترک ایسی ثابت قدمی و مردانگی سے لڑے کہ اونکا مقابلہ فی الحقیقت ناممکن تھا۔ اونکی طرف سے کوئی بیتابانہ تعجیل و شتابکاری یا تیزی ظہور مین نہ آئی۔ بلکہ متانت و استقامت کے ساتھ لگاتار یکسان رفتار سے آگے بڑھے۔ اگرچہ غنیم کے گولہ اور شل اون کی صفون مین عموماً رخنے ڈالتے رہے تھے۔ یہ رخنے فوراً پر کردیے جاتے اور صف ساکت و خاموش اسطرح سے آگے بڑھی چلی جاتی کہ یہی نہین کہ گویا اسپاہیون کو غنیم کی گولہ باری کی کچھ پروا ہی نہین۔ بلکہ یہ کہ فی الحقیقت ہی اونکو خبر نہین کہ کوئی گولے برس رہے ہین۔ ایسے شجاعون کے سامنے بھلا کون غنیم ٹھیر سکتا تھا۔ یونانی شروع شروع مین اچھی نہ لڑے۔ اونکی پوزیشن قدرتاً ہی محفوظ و مستحکم نہ تھی بلکہ مصنوعی مورچون سے بھی حسب معمول اُسے خوب مضبوط کر لیا گیا ہوا تھا۔ مگر اونہون نے بڑی بیدلی سے ترکی پیشقدمی کی مزاحمت کی لیکن میدان مین جاکر جہان وہ ترکی باتریون کی زد مین تھے۔ وہ نسبتاً بہت زیادہ استقامت و پامردی سے اپنے موقعہ پر قایم رہے۔ اور بعض پلٹنون نے ایسا جوانمردانہ عزم و استقلال دکھلایا کہ محض اونکی طفیل باقی فوج باقاعدگی کے ساتھ مراجعت کرسکی۔

؎ از فرسالہ پنجشنبہ کی دوپہر۔ حمدی پاشا کا کل ڈویژن آج صبحکو چھ بجے شہر مین داخل ہوا۔ اور ادہم پاشا معہ اسٹاف ابھی یہان پہنچے تھے۔ شہر بالکل خالی پڑا تھا۔ باشندون کا حصہ کثیر دو تین دن پہلے کا۔ اور باقی لڑائی شروع ہوتے ہی رفوچکر ہوگئے ہونگے کیونکہ لاریسا کیطرح یہان کوئی ایسی علامتین نہ پائی جاتی تھین جن سے ثابت ہوسکتا کہ باشندے بہ تعجیل و سراسیمگی فرار ہوئے ہین۔ یا ان مجروحین کی زبانی جو پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے ہمین معلوم ہوا کہ یونانی شہر مین داخل ہوتے ہی ہٹنی شروع ہوگئے...... ترکی شراپنل اور شل گولون نے اونکو ایسا ڈرا دیا تھا اونہون نے شہر مین توقف کرنیکا نام نہ لیا۔ اور ڈوموکوس کو ہٹ گئے۔ وہ شہر مین دو ہزار آٹھ سو شیل اور رائفلون کے کارتوسون اور بسکٹون کی مقدار عظیم بھی چھوڑ گئے۔ ترک ان شیلون سے کام لے سکین گے۔ کیونکہ اونکی توپون کی جسامت بھی وہی ہے جو یونانی توپون کی ہے۔

؎ یہ یقینی امر معلوم ہوتا ہے کہ مراجعت پہلے سے سوچی سمجھی ہوئی نہ تھی۔ کیونکہ فرسالہ اور اوس کے مضافات مین نہایت ہی مضبوط و مستحکم مورچے تیار کیے گئے ہوئے تھے۔ اور چونکہ متصلہ پہاڑیون کی چوٹیون پر نصب شدہ باتریان شہر کے تمام رستون اور ناکون پر خطرناک آگ برسا سکتی تھین بجز حملہ آور نقصان عظیم اوٹھائے بغیر اس پوزیشن کو فتح نکرسکتے تھے۔ میری راے مین اس ناگہانی مراجعت کا اس وجہ سے عزم کیا گیا ہوگا کہ یونانی فوج ایسی بے اوسان و شکستہ دل ہو رہی ہوگی کہ اسپر مضبوط سے مضبوط مقام کی پناہ مین بھی اور زیادہ لڑائی کرسکنے کا بھروسہ نرہا ہوگا۔ فرسالہ کی تسخیر سے یونانیون کیلیے ویلستینو پر قابض رہنا ناممکن ہوگیا ہے۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ اگر اسے فی الفور خالی کرکے مشرقی ساحل کی سڑک کی راہ سے جنوب کو نہ ہٹ گئے تو کوئی چیز اونہین کامل تباہی سے نہ بچاسکے گی۔

؎ کل کی لڑائی مین ہیڈکوارٹر کے اعلیٰ اسٹاف افسر سیف اللہ پاشا نے بالخصوص ممتاز و نمایان شجاعت دکھلائی جبکہ قرہ دمری کے سامنے کی پہاڑی پر لڑائی زور و شور سے ہو رہی تھی تین البانوی پلٹنون نے نامناسب تیزی و تعجیل کے ساتھ حملہ کر دیا جس سے یونانیون کی توپون اور رائفلون کی آتشباری کا رُخ اونہی کیطرف ہوگیا۔ اس مہیب بوچھار سے اونکے قدم لڑکھڑانے لگے ہی تھے کہ سیف اللہ نے اونکی صفون مین پہنچکر اونکو

فی الفور منتشر لزول صف کی کمان اپنے ہاتھ مین لیکر اُسے درست و ثابت قدم بنایا۔ اور پھر پیشقدمی مین کچھ فاصلہ تک اوس کو آگے آگے رہے اور سیدن بعد ازان موضع برکلی کے حملہ مین بھی پاشاء موصوف نے آگے ہوکر یونانیون سے دہاوا کرایا۔"

فرسالہ و ولستینو کی تسخیر اور وولو کے قبضہ سے یونانیون کا خط آمد و رفت بالکل متغیر ہوگیا۔ اب تک وولو قاعدۂ لجیش تھا اور تمام سامان و کمک براہ سمندر وولو تک لاکر ریل پر ولستینو کے راستہ لاریسا تک اور فرسالہ کو بھیجا جاتا رہا تھا اب یہ امر ناممکن ہوگیا اور لامیا یعنی اوسکا بندر سٹائی لیڈا یونانی لکا جو المیروس کے جنوبی دامن سے ڈوموکوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ جدید بحری قاعدۂ لجیش ہوگیا مگر لامیا سے کوئی ریلوے لائن نجاتی تھی۔ مزید بران یہ علاقہ نہایت دشوار گذار اور کٹھن ہے جس سے یونانیون کو ۵ مئی کے بعد ٹرانسپورٹ مین سخت مشکلات درپیش آئی ہونگی مگر اسکے مقابل جس قدر یونانیون کی مشکلات بڑہین اُسیقدر ریلوے لائین کے تصرف سے ادہم پاشا کو ٹرانسپورٹ مین آسانی و سہولت ہوگئی۔

یونانی فرسالہ اور ولستینو مین ہزیمت کہانیکے بعد المیروس ڈوموکوس لائین کو ہٹ گئی۔ المیروس سے ولستینو بیس میل بجانب جنوب اور ڈوموکوس فرسالہ سے بجانب جنوب بمغرب پندرہ میل اور لاریسہ سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر لاریسہ۔ لامیہ کی شاہ راہ پر واقع ہے۔ المیروس سے ڈوموکوس بخط مستقیم ۱۵ میل ہے۔

ادہم پاشا کی آخری پیشقدمی کا مدعا یہ تھا کہ ڈوموکوس اور المیروس کے درمیانی کوہستانی علاقہ سے گذر کر یونانی فوج کو دو حصون مین منقسم کر دیا جائے۔ پاشاء موصوف نے ولیعہد کی کل فوج پر مراجعت کا رستہ بند کر دینے کیلئے ڈوموکوس کے میمنہ سے گذر کر اوس کے عقب مین درہ فورنگا کے قریب لامیہ کی سڑک پر قابض ہونے کی بھی کوشش کی۔ جنرل سموئنسکی المیروس مین اور ولیعہد ۳۵ ہزار فوج سمیت جو سڑک محدچون کی پناہ مین تھی ڈوموکوس مین تہا کل محاربہ مین یونانیون نے عمدہ موقعے منتخب کرلئے اور انکو ہنر و سلیقہ سے مورچہ بند بنانے مین بلاشبہ بڑا کمال دکھایا جیسی انمین انجنیری قابلیت تھی اوس سے اگرچہ تہائی شجاعت و شہامت بھی انمین موجود ہوتی تو باغلب جو محاربہ کا وہ نتیجہ نہ ہوتا جو ہوا۔

۶ مئی کو ولستینو و فرسالہ لائین سے یونانیون کے اخراج کے بعد پھر بدستور سابق بیکاری توقف کا پراسرار و ناقابل فہم دورہ آگیا۔ بعض ان توقفون کا باعث یہ بتاتے ہین کہ قسطنطنیہ سے یکے بعد دیگرے متضاد احکام موصول ہوتے رہتے تھے۔ بعض کی رائے مین گولہ بارود کی قلت انکا باعث تھی۔ اور دوسرے انہین ترکون کے قومی خاصہ تساہل و سہل انگاری پر محمول کرتے ہین میری رائے مین اس آخری توقف کا باعث جو ۶ مئی سے ۱۵ مئی تک کیا گیا غالباً مذاکرات صلحیہ تھی جن کی سلسلہ جنبانی اوس وقت شروع ہوگئی ہوئی تھی۔ ایم رالیس نے ۱۰ مئی کو مجھسے ذکر کیا کہ دول عظام نے بلا درخواست خود بخود پیغام بھیجا ہے کہ اگر یونان چاہے تو وہ مداخلت کرنے کو تیار رہین۔ اسکا صاف لفظون مین یہ مطلب تھا کہ یونان نے درپردہ دول سے التجا کی ہے۔ پس ممکن ہے کہ گورنمنٹ نے مزید خونریزی نہ ہونے دینے کیلئے اپنے سپہ سالار کو سردست خاموش رہنے کا ایما کر دیا ہو۔ فرسالہ سے واقعی پیشقدمی ۱۵ مئی کو کیگئی۔

اس مہلت سے یونانیون نے ڈوموکوس کی طبعی استحکام کو انسانی ہنر و لیاقت اور محنت سے اور مضبوط کرلینے کا فائدہ اوٹھالیا جس سے

اِس حصین کو فتح کرنا اور بھی مشکل ہو گیا۔ ۱۰ مئی کو حقی پاشا وَسٹینو سے بجانب جنوب مالیروس کیطرف بڑہے جس کو جنرل سمولنسکی نے تقریباً بلا مزاحمت خالی کر دیا مگر اُنہی ملکی اخبارات کو یہ تا سمجھایا کہ انہنے مالیروس کو خود نہیں چھوڑا بلکہ اعلےٰ حکام کے حکم سے۔ اسی پیشقدمی بجانب مالیروس کیوقت ایک بعیدی چوکی کے یونانی سواروں نے ہمارے دوست مسٹر ماؤنٹگمری اور بیرن کرنگلسیلین کو گرفتار کر کے سخت بیحرمت کیا تھا۔ سمولنسکی لامیہ یا سوربی کیطرف جو ۵۰ میل بجانب جنوب بمغرب تھا ہٹ گیا۔ ۱۴ مئی کو ترکی فوج تھیسرا پارس کا ایک حصہ ست زدوہ سے مغربی تھیسلی میں داخل ہو کر ترنجالہ میں اسلام پاشا سے جو ادہم پاشا کے انتہائی میمنہ کا کمانڈر تہا۔ آملا۔ مثیلان وتون و نون مگبو لمکی ترکی افواج کا کمانڈر انچیف بنا دیا گیا ہوا تھا۔

بیکاری کے ان دس دنوں میں جنوبی تھیسلی میں سامان رسد کی قلتِ عظیم سے بہت دقت رہی۔ اور چونکہ یونانی دریائی الی پی اس کے جنوبی کوہستانی وبے آباد علاقہ کو ہٹ گئی ہوئے تھے۔ انہیں ترکوں سے زیادہ قلتِ رسد سے تکلیف پہنچی ۔

## ادہم پاشا کی آخری پیشقدمی

ادہم پاشا کی زیر کمان بارہ رسالے اوس وقت پانچ ڈویژن فرسالہ میں موجود تھی حیدر پاشا چوتھا ڈویژن لیکر دہ ملونا سے آگیا تھا۔ ممدوح حمدی تیسرا د پانچواں ڈویژن لیکر دیلیشنو اور دولو سے واپس آگئے تھے۔ اور نشاط و خیری دوم و اول ڈویژن سمیت دشمی سے وہین مقیم تہے ان پانچوں ڈویژنوں میں توپخانہ اور سواروں سمیت ساٹھ ہزار آدمی تھے۔ یونانی فوج کو پامال کرنے کی کارروائی کے متعلق حقی پاشا کی حرکت بجانب مالیروس پہلا مرحلہ تھی مشیر کو امید نہ تھی کہ سمولنسکی ایسی جلد پسپا ہو جائیگا۔ ادنکو خیال تہا کہ مالیروس اور ڈوموکوس کے درمیانی علاقہ گذر کر ممدوح پاشا کی ولیبعد اور سمولنسکی کی فوجیں حائل ہو جائینگی تاکہ حقی پاشا سمولنسکی کی فوجکو مشغول رکھ سکیں گے۔ ممدوح ۱۵ مئی کو رسالہ سے جنوب مشرق کیطرف روانہ ہوا۔ اور ۱۶ مئی کو عام پیشقدمی کی تیاریاں مکمل کر لیگئیں۔ پانچوں ڈویژنوں کا فرسالہ میں جائزہ لیا گیا۔ اور سوا آگے روانہ کر دیئے گئے۔ کل فوج شام کے سات بجے جنوب میں روانہ ہوئی۔ اور پانچ گھنٹوں کے سفر کے بعد ڈوموکوس سے پانچ میل کے فاصلہ پر شب باش ہوئی۔ مسٹر بگھم کا بیان ہے کہ پہلی رات کیوقت دشمن پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا گیا تھا مگر پھر اسے ترک کر دیا گیا۔

ترکی فوج پو پھٹنے سے پہلے ناشتہ کھا کر صبح کے چھ بجے پھر آگے روانہ ہو گئی۔ فوج حملہ کنندہ اسطرح مرتب کیگئی۔ ممدوح پاشا ڈوموکوس سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر بجانب مشرق یعنی ترکی فوج کے میسرہ پر تھا۔ اوس کو ورے حمدی پاشا کا ڈویژن تھا جو یونانی میمنہ کو اُلٹنے کیلیئے یہ حکم ملا ہوا تھا۔ کہ وہ ڈوموکوس سے تین چار میل بجانب مشرق گذر کر یونانیوں کے لیئے لامیہ کیطرف مراجعت کرنیکا راستہ بند کر دے۔ اوس کے بعد نشاط پاشا کا ڈویژن ڈوموکوس کے عین بالمقابل تھا۔ نشاط کے ماتحت اسلام پاشا کے زیر کمان ایک برگیڈ فوج نظام کا تہا۔ یہ نظام فوج ایڈریانوپل سے آئی تھی۔ اور جدید ماسر رائفل سے مسلح تھی۔ نشاط اور حمدی کے ڈویژنوں سے دو میل عقب میں حیدر کا ڈویژن ریزرو میں تہا۔ انتہائی میمنہ پر ڈوموکوس سے بجانب شمال المغرب خیری کا ڈویژن تھا۔

## قلعہ ڈوموکوس

مسٹر بگھم قلعہ ڈوموکوس کے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے۔ وہ ایک وسیع و فراخ وادی ہے جو دس ایک میل لمبی اور پانچ ایک میل چوڑی ہے۔ اور کہیں کہیں اوس میں کہیت موجود ہیں۔ مگر زیادہ حصہ پر

خود رو گھاس ہی۔ ایک سر بفلک پہاڑی اوپر کو اٹھتی چلی گئی ہے اس پہاڑی کا سامنا قدرتی منزلون سے جو ایکدوسرے کے اوپر بلند
ہوتی چلی گئی ہین بنا ہوا ہے شاہ راہ ان منزلون کے گرداگرد چکر کاٹتی ہوئی چوٹی تک چلی گئی ہے۔ جہان ہین قلعہ کوہ پر ڈوموکوس
کا شہر اور قلعہ واقع ہے۔ اور کل میدان نگی زیر ہے۔ منظرہ کی دلفریبی مین کوئی کلام نہین۔ مگر اوس وقت اوس کی طبعی استحکام کا خیال
باقی سب باتون پر غالب آ رہا تھا۔ ایسی مضبوط و مستحکم پوزیشن غالباً اب تک بہت ہی کم جرنیلون کو مدافعت کیلئے نصیب ہوئی ہوگی۔ سب سے
نچلی منزل پر پیدل فوج مورچون کی تین یا چار قطارون مین موجود تھی۔ فوج کی موجودگی کا علم صرف مورچون کی سیدہائی سے ہو رہا تھا
ان ہی پر سے ریزرو فوج کے دستے انبوہ در انبوہ کھڑے تھے ہر منزل کے پیچھے اور اوپر توپین ہی توپین نصب تھین جن کی نالین مورچون کے
جھروکون سے دکھائی دے رہی تھین۔ یہ سلسلہ اسیطرح منزل بمنزل چوٹی تک چلا گیا تھا۔ جہان قلعہ کی فصیلون پر چار گران وزن
قلعہ شکن توپین چڑھی ہوئی تھین۔"

ڈوموکوس کی حملہ مین ترکون سے پے درپے غلطیان سرزد ہوئین۔ مگر میرے پاس اس غرض کیلئے کافی شہادت موجود نہین کہ مین
یہ ثابت کرسکون کہ ان غلطیون کا جن سے فایدہ بہت کم اور نقصان بہت زیادہ ہوا اغلان شخص ذمہ دار تھا حسب معمول ادہم پاشا کی
شاطرانہ تدبیر اس موقعہ پر بھی نہایت اعلیٰ تھی۔ تدبیر مذکور یہ تھی کہ حمدی و ممدوح غنیم کے بازو سے اوس کی عقب مین پہنچکر مراجعت کا راستہ
بند کر دین مگر اسکے ساتھ ہی حسب معمول ڈویژنل کمانڈرون کی کارروائی اسموقعہ پر بھی ناقص ہی اور نہین سے ایک نہایت مہلک و
خوفناک مگر محض فضول غلطی یہ کی کہ ڈوموکوس کی سر بفلک بلندی کو سامنے کیطرف سے اور ایک واحد بریگیڈ سے حملہ کرکے فتح کرنے کی کوشش کی
اس حملہ کے متعلق کم از کم تین امر توضیح طلب ہین۔ (۱) کیون اسلام پاشا کے ڈویژن کو تنہا ایسے مقام پر حملہ کرنیکا حکم دیا گیا (۲) کیون اوس
بریگیڈ کو مزید پیدل فوج یا توپخانہ سے کمک نہ پہنچائی گئی اور اسے اسکی حال پر چھوڑ دیا گیا (۳) کیون خیری پاشا شاطر کے میمنہ پر خاموش کھڑا
رہا اور اوسنے آخر الذکر کو مدد دیکر یا یونانیون کی توجہ کو اسکی طرف سے ہٹانے کی کوشش نہ کی۔ انکے ساتھ یہ چوتھا سوال بھی زیادہ ہو سکتا ہے کہ
کیون حمدی پاشا نے یونانی میمنہ پر مشغول کارزار ہونے مین اسقدر دیر لگائی۔ بلکہ یہ پانچوان سوال بھی کیا جا سکتا ہے کہ کیون ممدوح لامیہ کی
سڑک پر قابض نہ ہو سکا۔ وہ پندرہ کو روانہ ہوا تھا۔ اور براہ ورزی یقیناً اسی کی صبح تک یونانیون کی مراجعت کے راستہ پر قابض ہو سکتا
تھا۔ حمدی پاشا کی توقف کی نسبت مسٹر بگہم یہ عذر پیش کرتے ہین کہ انہین نہایت مشکل کوہستانی علاقہ سے گذرنا پڑا تھا اوس نے اپنی طرف سے
کوئی کوتاہی نہ کی تھی۔ بالآخر پاشا موصوف کی نسبت مسٹر ممدوح یہ لکھتے ہین:-

"یہ تقریباً محض حمدی پاشا کی ہی کاہلانہ و ناصبورانہ پیشقدمی کی طفیل تھا کہ ایک دن مین لڑائی ختم ہو گئی اور دونون فریق بیحد انتہا
خونریزی سے بچگئے۔ جو دیر ہونیکی صورت مین یقیناً وقوع مین آتی۔"

معرکہ مین اہم حرکت حمدی پاشا نے کی۔ جو پہلو وادی در وادی ترکی میسرہ کیطرف اور پھر پہاڑیون مین سے جنوب و یہ ترہ چالی کیطرف بڑہا۔
اوس کا ڈویژن تھوڑی دیر بعد پہاڑی دررون اور گھاٹیون مین غایب ہوکر پھر کہین شام کو چھ بجے نمودار ہوا۔ مگر درمیانی گاہ گاہ آتشباری سے
اوسکی موجودگی کا پتہ ملتا رہا۔ خیری پاشا میمنہ پر تین میل سیدہا بڑہ کر اوس نشیبی علاقہ مین جو ڈوموکوس کی شمال مغرب مین ہے۔ ایک بلندی کی پیچھے

محفوظ و مصئون ساتہ اون بیکار کہڑا رہا۔

## فوج نظام کا شاندار حملہ

جیسد پاشا مع چہارم ڈویژن و رضا پاشا مع فوج توپ خانہ ڈومو کوس سے چار میل بجانب شمال نشاط پاشا کے پیچہے ریزرو مین رہے۔ الغرض لڑائی کا کل بوجہ صرف نشاط پاشا کی دوم ڈویژن بلکہ اوس کے بہی صرف ایک ہی بریگیڈ پر پڑا۔ تمام شاہد متفق الراء ہین کہ یہہ نہایت ہی ظالمانہ غلطی تہی جسکا ارتکاب محض بلاضرورت کیا گیا۔ اور فضول سینکڑون بہادر جانون کو قربان کر دیا گیا۔ چہوٹی سی تمہیدی لڑائی کے بعد اسلام پاشا کا بریگیڈ دو بجے یونانی پوزیشن کیطرف بڑہا۔ اس بریگیڈ مین چہ بٹالین یعنی تقریبًا پانچہزار سپاہی تہے۔ جو سب کی سب نوعمر نظام اور ماسر رائفل سے مسلح تہے۔ یونانی مورچون سے تخمیناً دو ہزار گز کے فاصلہ پر اون کو کہڑا کر دیا گیا۔ جہان وہ کالم کی ہیئت چہوڑ کر لمبی صفاین مرتب ہوئی ہی تہی کہ یونانی توپخانہ نے اونپر شراپنل گولے برسانی شروع کر دیئے جن سے اون کو بہت نقصان پہنچا۔ اسپر ترکی شاہانے دو بیٹریون سے یونانیون پر گولے برسائے مگر اونکا کچہ اثر نہ ہوا۔ انجیری نے بہی اوس وقت ایک واحد بیٹری سے چند گولے سر کیئے۔ اس شاندار انفنٹری کیلیئے جو یقینی موت کی منہ مین بہیجی گئی تہی میدان کارزار مین کسیطرح کی پناہ یا آڑ موجود نہ تہی سوا مین کی غدست ہو رہتی جسپر صرف کہین کہین فصل اور کہیت موجود تہے صفا راہی کو ان نوعمر عثمانی سپاہیون نے بہ ثبات موانہ آگے بڑہنا شروع کر دیا توپی گولہ باری کے ساتہ اب رائفلی آتشباری کی بہی اونپر ملاکت بخش جہڑی ہونی لگ گئی۔ مگر اونمین سے ایک آدمی کی بہی قدم نہ ڈگمگائے۔ مسٹر بگہم کا بیان ہے کہ کسیوقت بہی اس صف مین کہین بل نہ پڑا۔ سپاہی تمام کارروائی کو گویا تفریحی ہم سمجہ رہے تہے اور اس امر پر نازان تہے کہ تفریح کے اندکر مین اونکو سب سے پہلے جانیکا حکم دیا گیا ہے"

مسٹر جی۔ اے سٹیونس اس بہادرانہ حملہ کی متعلق حسب ذیل لکہتا ہے:۔

"صف کو بڑہنے کی دیر تہی کہ یونانی صفون سے نمونہ جہنم طوفان اوٹہ آیا۔ دائمین بائمین اور سامنے کے مورچون سے حیرت انگیز تیزی کی ساتہ باڑہ پر باڑہ شروع ہو گئی۔ یہ ایسی تابڑتوڑ پڑ رہی تہین کہ انسان کو خواہ مخواہ یہ خیال گذر جاتا کہ ہمارا (ترکی) بریگیڈ جو قربانی پر چڑہایا جا رہا تہا ماسر رائفلون سے مسلح تہین۔ بلکہ یونانی نسبتہً مسلح ہین۔ کل مورچون سے توپی و رائفلی آتشباری کی شعلے سُرخ بجلی کیطرح چمک رہے تہے اور دہوئین کی بادل اُٹہ اُٹہکر پہاڑیون کے گرد جمع ہو رہے تہے۔ لیکن باین ہمہ نوعمر سپاہی آگے بڑہ گئے۔ یونانیون کی تباہی برپا کن بوچہار در بوچہار کی سامنے اونکی منفرد آتشباری کچہ بہی حقیقت نہ رکہتی تہی۔ مگر پہر بہی وہ آگے بڑہ گئے کہ اتنے مین ہم کیا دیکہتے ہین کہ یونانی میمنہ کے اولین مورچون سے آدمی سراسیمہ وار پیچہے بہاگ جا رہے ہین۔ ہمین بعد مین معلوم ہوا۔ یہ اطالین مجاہدین تہے جو اپنے مقتولین کو بہی وہین چہوڑ گئے لیکن یونانی قلب و میسرہ سے پہلے سے زیادہ تیزی اور کثرت کی ساتہ آگ اور سیسہ برس رہا تہا۔ تاہم یہ بہادر مسلسل بڑہے جاتے تہے کہ یونانی مورچہ پانسو گز کی فاصلہ پر رہگئے اور وہان پہنچکر وہ کہڑے ہو گئے۔ یہ نشیب مین اور یونانی اوپر تہے جن کی آتشباری کی سیلاب بلاخیز نے یقینًا کسی آدمی کو سیدہا کہڑے رہنی دیا ہو گا۔ لیکن پہر بہی یہ سینہ سپر شجاع ایک قدم پیچہے نہ ہٹے اور برابر اپنی ماسر رائفلون کو سر کرتے رہے"

یہ آتشباری کہین چار بجے جاکر مدہم ہوئی۔ اور اوس وقت بہی غالبًا اس لیئے کہ دونون فریق کے پاس کارتوس ختم ہو گئے ہونگے اسلام پاشا کا بریگیڈ یونانی مورچون سے پانچسو گز کے فاصلہ پر تو پہنچگیا۔ مگر اس پیشقدمی مین اوس کی بارہ سو سے زیادہ یعنی کم از کم پچیس فیصدی

آدمی ضائع ہوئے۔ ٹائمز کے نامہ نگار کا بیان ہے ’’وہ آنکھا لیا۔ اونکے ساتھی یعنے خیری کرائول ڈویژن والی عقب مین ایک بلندی کے پیچھے محفوظ کہڑے تھے۔ اِن بہادرون کو دامین بائین اسطرح ہلاک اور زخمی ہوتے دیکھتے رہنا بلاشبہ نہایت ہی ظالمانہ اور درد انگیز منظر تھا‘‘۔ نشاط اسکے آخر ساڑھے چار بجے اپنے دوسرے بریگیڈ کو ایڈریانوپل کی رجمنٹون کی کمک کیلئے آگے بڑھایا۔ چونکہ یونانیون کے پاس اس وقت تک شراپنل گولون کا ذخیرہ ختم ہوچکا تھا۔ یہ فوج پانچ بجے کے قریب بخیریت و بلا نقصان سمانی صف تک پہونچگئی جبکہ یونانی اپنے مورچون کی پہلی قطار کو چھوڑکر پہاڑی پر ہٹ گئے۔ اِس مراجعت کیوقت یونانیون کو نشاط کی ڈویژن کی رائفلی آتشباری سے سخت نقصان پہنچا۔ ساڑھے پانچ بجے رضا پاشا بھی توپخانہ لیکر پہنچگیا۔ اور انفنٹری کی آتشباری کے ساتھ اُسنے بھی شیل اور شراپنل غنیم پر پھینکنے شروع کردیئے۔ توپین وقت مناسب ہی پر پوری تین گھنٹے بعد شریک کارزار ہوئین مگر اس توقف کا الزام رضا پاشا پر لگانا مناسب نہین کیونکہ وہ نہایت مستعد اور کمال لائق و قابل افسر ہے اور اسکی ہمیشہ پہلی صف مین رہنے کی خواہش ہوتی تھی۔

جو یونانی اِس آتشباری سے بچے اونہون نے مورچون کی دوسری قطار مین پناہ حاصل کی۔ یہ مورچے ڈومو کوس کی ڈھلوان سطحون پر خوب موقعہ بموقعہ بنے ہوئے تھے۔ اور تقریبًا ناممکن التسخیر نظر آتے تھے۔ اگر خیری پاشا بھی اپنا ڈویژن لیکر شامل ہوجاتا۔ اور کل ترکی توپخانہ سے بعجلت کام لیا جاتا۔ تو غالبًا سامنے سے حملہ کرنیمین کامیابی ہوجاتی۔ لیکن اس صورت مین بھی حملہ کنندہ فوج کو بہت نقصان اوٹھانا پڑتا۔ اور اگر یونانی واقعی جوانمردی و ثابت قدمی سے لڑتے تو شاید بالکل ہی ناکامی ہوتی۔

اس نازک وقت پر حمدی پاشا کے یونانیون کے میمنہ پر پہنچ جانیسے اِس سامنے سے حملہ کرنیکے جوکھم کو برداشت کرنے کی احتیاج نہ رہ گئی۔ پاشا موصوف یونانی میمنہ کو جو کرنیل ماسٹراپاس کے زیر کمان تہا لگاتار پیچھے ہٹاتے آکر مواضع کیٹیا اور ترہ زالی پر قابض ہوگیا تہا۔ حمدی کا ہراول دستہ مشرق کیطرف سے ڈوموکوس کے بالکل قریب ساڑھے چھ بجے پہنچا۔ اور اُسکے پہنچتے ہی پائینی یونانی مورچون اور نیز یونانی توپخانہ پر کمال تیزی سے آتشباری کرکے عام تباہی برپا کردی۔ کرنیل ماورو میکالیس سخت زخمی ہوا۔ اور یونانی بسرعت تمام ڈوموکوس کی پہاڑی کی بالائی منزلون اور قلعہ کیطرف ہٹنے لگے جو قلعہ سطح میدان سے تین سو فیٹ بلند ہے۔ مگر افسوس حمدی اور نشاط دونون کی ڈویژنون کی سپاہ ایسی کوفتہ و تکان زدہ ہورہی تھی کہ وہ اوس شام یونانیون کی پسپائی سے فائدہ نہ اوٹھا سکی۔ اور اونکا تعاقب نہ کرسکی۔ ساڑھے سات بجے آتشباری ختم ہوگئی۔ اور تہکے ماندے ترک اونہی پوزیشنون مین شب باش ہوئے جن کو اونہون نے ایسی بہادری سے فتح کیا تھا۔ یونانیون کو تاریکی مین دشمن کے پنجہ سے نکلجانیکا پہر موقعہ مل گیا۔ اور حسب معمول اس موقعہ سے فائدہ اوٹھانے مین اونہون نے ذرہ بھر درنگ نہ کیا۔ رات پڑتے ہی ولیعہد اور اوسکے اسٹاف نے مراجعت کا حکم دیدیا۔ اور یونانی افواج پاؤن سر پر رکھ بسرعت تمام رفوچکر ہوگئین۔

سٹینڈرڈ کا نامہ نگار جو یونانیون کے ساتھ تہا معرکہ ڈوموکوس کی متعلق حسب ذیل تحریر کرتا ہے:۔

’’ساڑھے گیارہ بجے ترک آگے بڑہے آتے دکھائی دیئے۔ اور تہوڑی دیر بعد اونہون نے فرسالہ لامیہ سڑک کو دہین ہاتھ جو ڈوموکوس کے نیچے پہاڑیون مین سے گذرتی ہے۔ اور میدان سے بخط مستقیم فرسالہ کو جاتی دکھائی دیتی ہے۔ ایک باتری قایم کرلی۔ ساڑھے تین بجے تک ترکی توپین یونانی توپون کی طاقت معلوم کرنیکے لیئے جو جابجا مورچون وغیرہ پر نصب تہین متفرق طور پر آتشباری کرتی رہین۔ اوس وقت ترک اور بہی باتریان

آگے بڑہا لائے اور اون کو پہلی باتری کے دوش بدوش قائم کر دیا۔ اودہر اوسیوقت فوج پیدل نے وہی پیشقدمی شروع کر دی پہلی جمعیت کثیر تر سالہ
کی سڑک سڑک جبال اوتہریس کے دامن پر سے ہوتے ہوئے ایک یکہ و تنہا پہاڑی کیطرف جو کہ ہان تتری کی شکل مین یونانیون کے مورچون
کے سامنے تین میل کے فاصلہ پر میدان مین تنہا کہڑی ہے۔ کل میدان مین صرف یہی پہاڑی ایک عمدہ پناہ تہی۔ ترکون نے اوس کے پیچھے اپنی فوج
جمع کی پہر صف آرا ہوکر آگے بڑہے ترکی توپون نے اس پیشقدمی سے پیشتر مسلسل گولہ باری شروع کر دی تہی۔ اسکے جواب مین یونانیون
کی دونون ۵ انچی بیٹری کی کروپ توپین جنمین سے ایک قدیم قلعہ پر اور دوسری متصلہ پہاڑی کی چوٹی پر تہی۔ گولے برسانی لگ گئین۔ ترک اونکی
خوب زد مین تہے۔ اور اون سے ایسا عمدہ کام لیا گیا کہ ترک کچھ عرصہ پیشقدمی کو جاری نہ رکھ سکے۔ ترکی سوارون کے ایک دستہ نے سڑک سڑک آگے بڑہنے
کی کوشش کی مگر متذکرہ صدر توپون کے وزنی گولون نے اونکو پراگندہ کر دیا۔ اور وہ بلا تاخیر پہر جہٹ پٹ پہاڑی کے پیچھے چلے گئے۔ اس سے
یونانی کمال خوش ہوے۔ اور غنیم کی کیولری کی پسپائی پر نہایت زور و شور سے خوشی کے نعرے بلند کیے۔ مگر ترکی انفنٹری آتشباری کے علی الرغم لگاتار
آگے بڑہی آئی۔ یکے بعد دیگرے پلٹنین ثابت قدمی و پامردی سے یونانیون کی اگلی صفون کیطرف بڑہے اگر یونانیون کی اہ میدانی و کوہی توپون
کی لگاتار گولہ باری کے باوجود جو ڈوموکوس کی پہاڑیون پر نصب تہین ان صفون کو مورچون کیطرف دہکیلتی گئین۔ ترکون کا مدعا یونانی قلب
کو توڑنا اور لامیہ کی سڑک پر قابض ہونیکا نظر آرہا تہا۔ اور اونہون نے ایسے استقلال و اصرار سے حملہ کیا کہ مورچون کی خندقون کو تقریباً فتح
کر لیا۔ اور یونانیون سے دست و گریبان ہوجانے اور نوک سنگین از پیر دار کرنے کو تیار ہی تہے کہ تین سو طالین مجاہدین نے زیر کمان سپریانی سو
بازو پر سے ایسی تباہی بخش آتشباری صنوبر کے درختون کی اوٹ سے جو بر لب سڑک تہی شروع کر دی۔ اور ایسی استقامت سے اپنے موقعہ پر قائم رہے کہ
ترکون کو تہم جانا پڑا۔ آخر جب کارتوس نہ رہجانے پر اس دستہ کو پیچہے ہٹنا پڑا تو اوس وقت تک انکے بارہ قتل اور ۲۸ زخمی ہوئے۔ واپسی کے وقت جب
مورچہ اور صف سے گذرے تو مین کی یونانی فوج نے خوشی کے نعرے بلند کرکے اونکی حوصلہ افزائی کی۔ اونکے زخمی شہید کہتے ہوئے قریب ترین فوجی
ہسپتال کو کسی کی امداد بغیر پہنچ گئے۔ اور وہان جاتے ہی فرش خاک پر گر پڑنے کی بجائے کمال بشاشت و شگفتگی کے ساتھ سگرٹ طلب کیے۔ یونانی
مجروحین کی شکستہ دلی اور رونی صورت کے مقابلہ پر اونکی باحوصلگی و بشاشت وہی حیرت انگیز تہی۔ لڑائی نے اب یونانی سپاہ کے حوصلون کو پامال
کرنا شروع کر دیا تہا۔ دو سو مجروح سپاہی صفون سے نکلکر اوس میدانی شفاخانہ کو جو لامیہ کی سڑک پر سب سے پہلے تہا چلے گئے۔ وہان ڈاکٹرون اور
سرجنون پر اوسوقت کام کا بہت زور پڑ رہا تہا۔ اسیوقت کرنیل ماورومیکالیس کمانڈر میسرو کو کہے پر اور اوس کے بھتیجے کو جو اوسکا یاور بہی
تہا سر پر گولی لگی۔ آخر الذکر کی جان ہسپتال لیجاتے وقت راستہ مین ہی نکل گئی۔ چہ بجے کے قریب یونانی قلب پر ترکی حملہ بتدریج ختم ہو گیا۔ اور
سپاہ آہستہ آہستہ پیچہے ہٹ گئی۔ لیکن اسیوقت یونانی میمنہ پر جسکے حالات کو مین کچھ عرصہ سے بنظر تردد و تشویش دیکہ رہا تہا۔ ترکون نے بسرعت
تمام فیصلہ کن حملہ کر دیا۔ کرنیل ماکریس نشتارہ میمنہ پر طوفانی سواد کو جمع ہوتا دیکہ رہا تہا۔ اور بنا بریں لگاتار کمک کیلیے درخواست کرتا رہا تہا
جو اسے بہت توقف و تساہل کے ساتہ بہیجی گئی۔ بالآخر ریزرو فوج مین سے تین نمبر ۱۵ سپاہ دن پہاڑیون سے جو لامیہ سڑک سے پرے تہین اوسکی مدد
کو پہنچ گئین۔ مگر اس تاخیری کمک بہی ویسی ہی مستعد و زبردست حملہ کے مقابلہ پر جیسا کہ ترکون نے اسطرف کیا تہا کچھ حقیقت نہین رکہ سکتی تہی۔ ترک
بہ جمعیت کثیر بہمہ لامیہ سڑک کا راستہ بند کرنیکے لیے سیلاب بلاخیز کی طرح بڑہے چلے آتے تہے ہم پر اب یہہ راز کہلا کہ قلب پر ترکون نے صرف یونانیون

کی توجہ کو منعطف کرنے کیلئے محض بغرض فریب دہی حملہ کیا تھا۔ اونکا اصل مدعا یونانی میمنہ تھا۔ یہ کیفیت دیکھکر باقیماندہ ریزرو فوج یعنی تین ہزار انفنٹری اور پانسو سوار ساتھ ہی درہ فورکا کیطرف لامیہ شہر کی حفاظت کیلئے بھیجدیئے گئے۔ ادہر اگلی صف کی فوجون کو اپنے موقعہ پر قایم رکھکر باقی فوج کی مراجعت باقاعدگی کے ساتھ شروع ہوگئی۔ صرف وزنی کروپ توپین قلعہ اور پہاڑی کی چوٹی پر پیچھے چھوڑی گئیں۔ صف اولین کی فوجکو حکم دیا گیا کہ وہ آدہی رات کو بخاموشی تمام چپ چاپ پیچھے ہٹ آئے۔ ولیعہد معہ شاف سوارون کا ایکدستہ لیکر اور فوجی ہسپتال سب سے پہلے مراجعت فرما ہوئے اور اسکے تھوڑی دیر بعد کل فوج روانہ ہوگئی۔

## درہ فورکا کا ترک

علی الصبح عثمانیہ سپاہیون نے ڈوموکوس کے ناقابل تسخیر اور عمودی ڈھلوانون اور چوٹی کو بالکل خالی پایا۔ مورچے بھی بالکل خالی پڑے تھے۔ البتہ گولہ بارود کے صندوق اور اسباب وافر موجود تھا جن کو بھگوڑے یونانی پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ چار وزن گران وزن توپین بھی بدستور قلعہ پر موجود تھیں۔ لیکن یونانیون کا کہین نام و نشان نظر نہ آتا تھا۔ ممدوح پاشا کو جو حمدی کے میسرہ پر تھا حکم تھا کہ درہ فورکا کے نزدیک کسی جگہ قابض ہو کر وہ یونانیون پر مراجعت کا راستہ بند کردے۔ مگر بدقسمتی سے دشوار گذار پہاڑیون اور گھاٹیون کے رستہ مین حایل ہونے کیوجہ سے وہ بروقت نہ پہنچ سکا۔ علاوہ اوسکے ہراول سکرشرون کی یونانی فوج سے مٹ بھیڑ ہوگئی۔ اتفاقاً اور ہمیشہ آگے رہنے والا سیف اللہ پاشا اس ستہ مین موجود تھا۔ وہ قریب ترین ڈویژن سے جسقدر فوج بہم پہنچا سکا اوسی جھٹ پٹ جمع کرکے غنیم کے تعاقب مین روانہ ہوگیا۔ اگرچہ پاشا ابھی بہت دور تھے۔ مگر حمدی کے ڈویژن سے سیف اللہ نے چار پلٹنین اور تین رسالے حاصل کرلیے۔ ان چند سوارون اور ایک بیٹری کے ساتھ اونہون شہر درہ فورکا تک جو ڈوموکوس سے بجانب جنوب و مشرق دس میل کے فاصلہ پر ہے دشمن کا تعاقب کیا۔ جہان اونہون غنیم کی زبردست فوج درہ پر قابض دیکھی جبپر اوسے اپنی پیدل فوج (چار پلٹنون) کے آپہونچنے کا انتظار کرنا پڑا۔ یہ پلٹنین ماشی کوہین سہ پہر کے تین بجے جاکر پہونچی۔ انکے پہنچتے ہی سیف اللہ نے کل فوج سے دشمن پر حملہ کردیا۔ جو نتیجہ مین بھی دیر مسلسل و سریع آتشباری کرتا رہی۔ یونانی دہاوا شروع ہونے پر ہی ابتر ہوئے۔ یہان سے بھی رفوچکر ہوگئے۔ اور تقریباً ناممکن الفتح درہ اور اوسکی چوٹیون کو غنیم کے حوالہ کرگئے۔ لامیہ سے پہلے یہ آخری حصن حصین اور قابل مدافعت مقام تھا جسکا قبضہ ملنا ترکون کے حق مین نہایت ہی مفید تھا۔ دوسرے دن (۹ مئی) حمدی کا کل ڈویژن پہنچگیا اور درہ مین سے گذر کر اوس میدان مین جو درہ سے سمندر تک پھیلا ہوا ہے داخل ہوگیا۔

جب حمدی کا ڈویژن درہ فورکا سے نیچے اترا تو اوسنے یونانی فوجکے باقی حصہ کو لامیا سے شمال مین صف آرا دیکھا۔ ڈوموکوس کی سریع مراجعت کے دوران مین بیشمار سپاہی اپنی اپنی پلٹنون سے ادہر ادہر منتشر اور فرار ہوگئے تھے۔ چنانچہ ولیعہد کے پاس اب ڈوموکوس کی نسبت نصف آدمی بھی نہین رہگئے تھے۔ تقریباً پندرہ ہزار سپاہیون کی ایک صف لامیہ سے تین میل بجانب شمال پہاڑیون کی ایک پست کرارہ پر پرا باندہے کھڑی تھی۔ دونون فریقون مین تہوڑی دیر بعد آتشباری شروع ہوگئی۔

لڑائی کے دوران مین لامیہ کے سول حکام نے کہلا بھیجا کہ ہم اطاعت ماننے کو تیار ہین۔ ترک بامن و امان ہمارے شہر پر قبضہ کرلین۔ سیف اللہ نے جواب دیا کہ جب تک شہر اور ترکون کے درمیان یونانی فوج حایل ہے ہم کسطرح شہر مین داخل ہوسکتے ہین۔ ہان شہر دار یہ اطمینان رکھین کہ

فوج مذکور کی ہزیمت کے بعد اگر اونہون نے مزاحمت نکی تو اونہین کوئی گزند نہین پہنچیگا۔

**التوائے جنگ کا معاہدہ** زوال کے قریب لڑائی خاصی تیز اور ایک سرے سے دوسرے تک عام ہوگئی لیکن ۵ بجے کے قریب یونانی آتشباری یکلخت بند ہوگئی۔ اور یونانی قلب مین سفید جھنڈا بلند کر دیا گیا۔ اس کو دیکھتے ہی دونون فوجون مین بگلون نے "آتش کس یعنے آتشباری بند کر دو" کا حکم سنا دیا۔ اور دو یونانی افسر جھنڈا لیئے ترکی صفون کیطرف بڑہے۔ ادہر سے سیف اللہ پاشا نے انسے ملاقات کی اور ۴۸ گھنٹون کیلئے التوائے جنگ منظور کر لیا۔ اسیر کل یونانی فوج لامیہ کے پاس سے گذر کر جہان انہی ایک لحظہ توقف نہ کیا تہا سوپایلی کیطرف ہٹ گئی۔ ادہم پاشا ڈوموکوس ہی رہے تھے۔ عارضی التوائے جنگ کی خبر اونہین وہین پہنچائی گئی۔ قسطنطنیہ سے بھی اونکو معاہدہ ترک مخاصمت کے احکام موصول ہوچکے تھے۔ دوسرے دن (۲۰ مئی) کو علے الصبح ولیعہد کا یاور ترکی ہیڈکوارٹر مین وارد ہوا۔ اور پندرہ دنون کیلئے التوائے جنگ کا باضابطہ معاہدہ ہوگیا۔ سرحد اپائرس بھی پیش آرٹا کے سامنے اسیطرح عہدنامہ کیا گیا۔ ۳ جون کو پچھلی میعاد کے منقضی ہونے پر مذاکرات صلحیہ کے اختتام تک پہراس معاہدہ کی تجدید کیگئی اور ہر فریق کو اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہے تو چوبیس گھنٹون کا نوٹس دیکر اس عہدنامہ کو منسوخ کرسکتا ہے۔ تحریر معاہدہ کے بعد دونون فوجون کے سٹاف افسرون نے ایکمزار گز عریض منطقہ حیادہ (منطقہ میطرفی۔ حد فاصل) کی تعیین کی۔ ترکون نے ۲۱ مئی کو لامیہ پر قبضہ کرلیا مگر جب اوسے حد فاصل مقررہ کنندہ کمیشن نے یونانیون کیطرف رکھا تو فی الفور اوس سے واپس چلے گئے۔ ایک مہینہ کی لڑائی مین جو بتاریخ ۱۷ اپریل ملونا درہ کی لڑائی سے شروع ہوکر فی الحقیقت بتاریخ ۱۸ مئی معرکہ ڈوموکوس پر ختم ہوئی۔ ترکون نے یونانیون کو اوس تمام علاقہ سے جو سنہ ۱۸۸۱ء مین اونہین ترکی سے دلایا گیا تھا نکالکر پھر پرانی سرحد تک قبضہ کرلیا۔ اپائرس مین فریقین کی وضع وہی رہی۔ جو محاربہ کی ابتدا مین تھی۔

# فصل (۱۴) چہاردہم

**جنگ اپائرس** محاربہ کے مغربی تھیٹر یعنے اپائرس مین بقول جرمن مورخ ترکون کو علاقہ کی طبعی بناوٹ کی وجہ سے مجبوراً بچاؤ کے پہلو پر رہنا پڑا۔ جارحانہ پہلو اختیار کرنیسے فی الحقیقت کچھ فائدہ نہ پہنچتا۔ اسکا نتیجہ صرف یہ ہوتا کہ ترکی فوج خلیج کارنتھ تک پہنچ جاتی مگر وقعات کی عام رفتار پر اس سے کچھ اثر نہ پڑتا۔ جنوبی اپائرس مین سب سے اہم مقام پریویسا[1] ہے اور علاوہ بریں مقامات سٹریونیا۔ ونچی بیگا ڈیا بھی خاصے اہم ہین۔ ترکی قلعہ پریویسا اوس تنگ آبنا کے شمال مین واقع ہے۔ جو خلیج آرٹا کو جاتی ہے خلیج مذکور دور تک اندر چلی گئی ہے۔ اور صوبہ اکارنینا کو کسیقدر اپائرس سے جدا کرتی ہے۔ پریویسا کے

ل یہ قصبہ موجودہ صدی کے شروع مین ترکون کے قبضہ مین آیا تہا۔ مفصل تاریخ کیلئے دیکھو تاریخ خاندان عثمانیہ جلد دوم۔

بالمقابل ساحل سمندر پر آق تی ام واقع ہے جو جزوی طور پر قلعبند ہے۔ مگر پریویسا اپنے محل وقوع کی وجہ سے نہایت مستحکم و مضبوط قلعہ ہے یہ ایسی جزیرہ نما پر واقع ہے جسکو برّ اعظم سے دلدلی زمینین جدا کرتی ہین ان دلدلون کو صرف یانیا کی سڑک کے ذریعہ عبور کیا جاسکتا ہے۔ اس جزیرہ نما مین جو زیادہ تر کف دست میدان ہے پہاڑیون کا ایک قدرتی سلسلہ موجود ہے جس سے تمام علاقہ زد مین ہے۔ اسپر ترکون نے توپخانہ نصب کر رکھا تھا قصبہ پریویسا اور اوس کے بڑے بڑے قلعے جیسے یہ پانٹوکراٹو سینٹ جارج اور پالوبیارو گو غاکتائے کے قریب ہموار ساحل پر واقع ہین غنیم غاکتائے پر کسی عمدہ موقعہ پر قایم نہین ہو سکتا تھا کیونکہ وہ پہاڑیون کے بلند کرارہ کی ترکی توپون کی پوری پوری زد مین تھی شہر و قلعہ جات و نیز زیتون کے درختون کی پرانے گھنی جھنڈون سے گھرے ہوئے ہین۔

اپائرس کے بڑے بڑے قصبے جن مین یونانیون کی آبادی زیادہ ہے یانیا۔ پراتا اور کورٹیا دین جیو بار کانیتا مین یونانیون کا سب سے بڑا قلعہ آرٹا ہے اس کی شمال اور جنوب مین مورچے بنے ہوئے ہین جن سے وہ خاصہ مضبوط مقام ہوگیا ہے قصبہ آرٹا جو ایک غلیظ دیتے (حیثیت کا) پرانا شہر ہے مگر ایک عالیشان ترکی قلعہ رکھتا ہے۔ میدان مین دریا آراکتوس یا آرٹا کے کنارون پر واقع ہے یہ دریا شہر کے گرد نیم دائرہ کی شکل مین بہتا ہوا بجانب جنوب خلیج آرٹا مین جا گرتا ہے۔ قصبہ آرٹا کے جنوب مین پہاڑیون کا ایک سلسلہ تخمیناً پانسو فیٹ بلند ہے جو دریا کے ایک کو تربینا کی قوت تک چلا گیا ہے اس کرارہ پر وسیع پرانی بارکین موجود ہین جن کے سامنے یونانیون نے کئی باتریان ۲ ۱/۲ انچ قطر کی توپون کی اور ایک باتری چار چار انچ قطر کی دو توپون کی نصب کر رکھی تھی۔ ایک باتری کا رخ آرٹا کی پل کیطرف۔ دو کا عمارت کیطرف اور ایک کا گریمی نستر اکیطرف تھا اس سلسلہ کی بالمقابل ترکی علاقہ مین پہاڑی ڈھلوانون پر جو بتدریج شمال کیطرف اٹھتی چلے گئے ہین عمارت۔ گریمی نستر اور رولاکیہ نا واقع ہین۔ ان سب مقامات مین ترکی سپاہ اور توپخانہ موجود تھا۔ اوران سے شہر آرٹا اور یونانی باتریان کامل طور پر زد مین تھین اس نقص کی تلافی کیلئے یونانیون نے اپنی طرف بمقام ٹمپا فارکی ناڈا مین دو باتریان نصب کر رکھی تھین۔

احمد حفظی پاشا جرنیل ڈویژن وسط مارچ سے ۸ ہزار فوج لیکر یانینا صوبہ کے صدر مقام مین موجود تھے۔ پہلا ڈویژن معہ سٹاف یانینا مین اور دوسرا ڈویژن جنوبی علاقہ مین بمقام لوروس و فیلپیاڈیا مقیم تھا۔ ترکی کمانڈر کے پاس کل فوج ۲۲ بٹالین انفنٹری (جن مین سے ۸ فوج نظام کی تھین) ۸ کوہی باتریان اور ۴ رسالہ کیولری تھی آغاز محاربہ پر ترکون کے پاس آرٹا کی بالمقابل ۴ ہزار آدمی اور بارہ توپین بمقام ملاکہ وسیرا کو چار ہزار آدمی۔ بمقام فیلپیاڈیا ۲ ہزار اور بمقام یانینا پانچ ہزار آدمی تھے۔ یونانیون کے پاس کرنیل مانوس کے زیر کمان انفنٹری کی چار رجمنٹین (ششم۔ نہم۔ دہم و دوازدہم)۔ رایفلمینون کی دو بٹالین (دوم و سوم)، کیولری کی دوم رجمنٹ۔ دو میدانی اور تین کوہی باتریان آرٹا مین تھین۔ بعد مین انکو تین ہزار (ریزروا و مستحفظ افواج) کے سپاہیون اور دو ہزار مجاہدین کی کمک پہنچ گئی جس سے کرنیل مانوس کے پاس کل فوج ۱۶ ہزار کے قریب ہوگئی۔

یونانیون کے دو بڑے مرکز آرٹا و پنٹیا تھے۔ جو وادی آرٹا سے باہم ملے ہوئے ہین اسباب جنگ و رسد بندرگاہ کاترینیا کے راستہ آتا تھا۔ زیادہ تر فوج آرٹا مین مقیم تھی۔ جہان پانچ ہزار آدمی تھے۔ موضع پنٹیا مین جو آرٹا سے ڈھائی میل کے فاصلہ پر ایک بلندی پر واقع ہے تین ہزار فوج تھی مدافعت کی دوسری صف مین جو کومپوٹی سے خلیج آرٹا کی قریب بانی تک تخمیناً ساڑھے سات میلون مین پھیلی ہوئی تھی چھ سے آٹھ ہزار تک آدمی تھے

دریا کے رستون اور گھاٹون کی حفاظت اور بصورت محاربہ فوج کی حرکات کو دشمن سے مخفی رکھنے کیلئے دریا کے بائین کنارہ پر تین
ہزار آدمی متعین تھی۔ آرٹا سے لیکر پیٹا تک کے قلعون کی قطار پر تیس توپین نصب تھین جو زیادہ ترکوہی تھین۔ یونانیون کے پاس کل ۴۴
توپین تھین۔ یونانیون نے جو موقع پسند کیے تھے وہ فی الجملہ عمدہ و نہایت مضبوط تھے۔ اور کئی ترکی موقع وہان سے زد مین تھے۔ یونانیون نے اون کو
مورچون اور توپون سے بھی خوب آراستہ کر لیا ہوا تھا۔ یونانیون کے اندازہ کے مطابق ترکی فوجین ۲۲ ہزار سے زیادہ تھین اور ۵۴ سے زیادہ
توپین نہ تھین جنمین سے تین ہزار سپاہ اور ۳۰ توپین قلعہ پریویسا مین مامور کیگئی تھین۔ یہ قلعہ آبنائے پریویسا پر جو خلیج آرٹا کو جاتی ہے
واقعہ ہے۔ دریا کے دہنے کنارہ پر مقام کمبوتی و فلی پیڈیا ترکی عساکر کے سامنے حرکات تھی۔ انکے علاوہ ایک ترکی پوزیشن آرٹا و پیٹا کی بالمقابل تھی جس مین انکے
بالمقابل پل کے دہانہ پر انکی ہزار البانویون کی ایک پلٹن متعین تھی۔ ایک اور پلٹن پل سے چار میل کے فاصلہ پر مقیم تھی۔ وہ اس فوج کی جزو
تھی جسکا کلب عمارت مین تھا۔ اور گرمی شتر انک یونانی سرحد سے دو ہزار گز کے فاصلہ کے بُعد پر پھیلی ہوئی تھی۔ ترکون کی تیسری
صف مدافعت جو پاتیا کی سڑک کی حفاظت پر مامور تھی نیٹی پیگاڈیا مین تھی۔ یونانی فوج کو باغیون یا مفسدون سے بھی بہت مدد ملی جن
کی جمعیت کثیر اتھینز کی ہٹیاریا نے اپنی خرچ سے مرتب و تیار کی تھی۔ اور اکثر ممتاز و متمول آدمی اونکے سرگروہ تھے۔ کل دستہ کا سپہ سالار سکالٹ
سوڈیموس تھا جو ٹریکوپیس کی وزارت کے عہد مین ضلع اگری نیان کیطرف سے پارلیمنٹ یونان کا ممبر رہ چکا تھا۔ تمام مفسدون کی وردی اپنی
علیحدہ تھی مگر اونکا دستہ فوج باقاعدہ مین شمار نہ کیا گیا۔

تھیسلی کیطرح ایپائرس مین بھی ترکون نے حملہ مین سبقت کی۔ اور آرٹا پر گولہ باری کرنیسے لڑائی کا آغاز کیا۔ اونہون نے شہر سے
شمال مغرب کیطرف کی بلندیون پر ساڑھے تین انچ قطر کی سولہ توپین نصب کرکے تین دن رات گولہ باری کی۔ پہلی دن بھی کئی گھنٹہ
گولہ باری کیجاتی رہی۔ آتشباری ایسی مؤثر طریق سے کیگئی کہ یونانیون نے مشہور کر دیا ترکی توپخانہ مین جرمن افسر ہین۔ اس گولہ باری کا ایک مدعا
یہ بھی تھا کہ آرٹا کے پل اور نیز خود شہر پر حملہ کرنیکے لیئے راستہ صاف کیا جائے۔

بتاریخ ۱۹ اپریل صبح کے چار بجے اون تمام ترکی باتریون نے جو شہر کے مقابل نصب تھین یونانی مورچون پر گولون کی بارش شروع
کر دی۔ نیز ایلفی گڑھون سے بھی جو دریا کے کنارہ کے برابر کھودے گئے ہوئے تھے۔ بسرعت رائفلی باڑہین سر ہونے لگین۔ اوس وقت ترکون کے
ایک دستہ نے یونانیون کی توجہ دوسری طرف سے ہٹانیکے لیئے ایک موقعہ سے دریا سے گذرنے کی کوشش کی۔ اور دوسری طرف ایک زبردست
دستہ نے پل پر حملہ کر دیا۔ مگر چونکہ محافظین کی جمعیت ہر جگہ معقول تھی۔ ترک دونون کوششون مین ناکام رہے۔ اور حملہ کنندہ دستون کی جانبازی و
شجاعت جن کی کئی افسر بھی شہید و مجروح ہوئے کوئی فائدہ نہ بخش سکی۔

۲۰ اپریل کی آدھی رات کو ترکون نے تیسری مرتبہ پل پر حملہ کیا۔ ترکون کو امید تھی کہ رات کیوقت دشمن غافل ہوگا۔ مگر اون کی
توقع درست ثابت نہ ہوئی۔ اور وہ اس حملہ مین بھی کامیاب نہ ہوئے۔ متصلہ باتریون نے حملہ کنندہ کالمون کو حتی الامکان مدد دی۔ مگر اسکا
بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ رات کی تاریکی مین اپنے موقعون کو واپس ہٹ آئے۔ دوسرے دن دس بجے کے قریب ایک البانوی نے یونانیون کو
جھنڈی کے اشارہ سے مطلع کیا کہ ترک رات کو پیچھے ہٹ گئے ہین۔ اور تمام متصلہ دیہات اور قلعون کو خالی کر گئے ہین۔ یہ اطلاع غلط نہ تھی۔

حملہ کنندہ دستے فی الحقیقت تمام اگلے علاقہ کو چھوڑ کر درہ فلپ پیڈیا کو واپس چلے گئے تھے جب دیہاتیون کو جو اس نواح مین زیادہ تر یونانی ہین اس مراجعت کی خبر ہوئی تو وہ جوق در جوق آرٹا مین داخل ہو کر ترکون کی روانگی پر پاگلانہ پرجوشی سے خوشی ظاہر کرنے لگے گو باشندون نے ترکی جنگی خانہ پر قبضہ کر لیا۔ اور یونانی جھنڈا ترکی باتریون اور جنگی خانہ پر بلند کر دیا گیا جب چار ہزار یونانی فوج نے ان مورچون اور باتریون پر جنہین ترکون نے گولہ باری کے لیے تیار کیا تھا قبضہ کیا تو یونانی باشندون اور فوجون کی بیہ جوشی و وارفتگی کا کوئی حد حساب نہ رہ گیا سب اس خیال و توقع مین سرمست ہو گئے کہ بس اب اپائرس مین ترکی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ دمبدم یہ یانیا کیطرف بڑہو کے آوازے بلند ہو رہے تھے سادہ لوح و سہل الاشتعال دہقانون کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ فتح اپائرس کی آزادی کا پہلا زینہ ہے تین دن کی ترکی گولہ باری سے آرٹا کو کوئی قابل ذکر نقصان نہ پہنچا بہت کم گولے شہر تک پہنچے اور انمین سے اکثر نہ پھٹے۔

کرنیل مانوس نے اُسیوقت تعاقب کا حکم دیدیا اپنے ڈویژن کا ایک حصہ لیکر اُسنے بمقام بانی آرٹا کو عبور کیا۔ اور فلپ پیڈیا کیطرف روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف ایک بریگیڈ اور پندرہ سو مجاہدین نے کمبیر دونیا پر جو درہ پنٹی پیگاڈیا سے بارہ میل بجانب جنوب ہے قبضہ کر لیا اس پیشقدمی پر دہ ترکی بریگیڈ جو اب تک آرٹا کے سامنے مقیم رہا تھا لوروس کیطرف ہٹ گیا۔ اور وہان فلپ پیڈیا کے رخ مقیم ہو کر ۲۲ اپریل تک یونانیون کو حملہ کا انتظار کرتا رہا مختصر سی لڑائی کے بعد جسمین ترکون کی کئی سو آدمی اور چند توپین ضائع ہوئین۔ وہ درہ پنٹی پیگاڈیا کیطرف جو طبعاً نہایت مستحکم موقعہ ہے ہٹ گئی۔ ۲۳ اپریل کو مانوس نے فلپ پیڈیا پر قبضہ کر لیا۔ اور اُسیوقت اُسے مزید خوشخبری موصول ہوئی کہ ترک عمارت پر جو آرٹا کے بالمقابل مضبوط ترین ترکی قلعہ تھا۔ اب ور زیادہ عرصہ قابض نہین رہ سکتے۔ درہ پنٹی پیگاڈیا کیطرف مراجعت کر جانے اور وہان تک کے تمام علاقہ کو خالی کر دینے کی خبر جب قسطنطنیہ مین پہنچی۔ تو سخت حیرت اور ناراضگی پھیلگئی۔ اور اُسیوقت یانیا کو تاکیدی احکام بھیجے گئے کہ درہ پنٹی پیگاڈیا کو جو یانیا کی کلید ہے فی الفور کمک پہنچائی جائے۔ اور اپائرس مین لڑائی کیلئے دو نئے ڈویژن اور مرتب کئے جاوین۔ انہی دنون یہ افواہ بھی مشہور ہو گئی کہ احمد فیضی سپہ سالار واپس بلا لیا جائیگا۔ البانوی سپاہ کے باغی ہو جانیسے یانیا مین بھی سخت تشویش اور ہلچل برپا ہو گئی اور اس بغاوت کی وجہ سے تمام فوجی حکام کی جو میدان جنگ سے دور بیٹھے تھے ادہر توجہ منعطف ہو گئی۔ بغاوت مذکور سے حملہ کنندہ افواج نے خوب فایدہ اٹھایا۔ ۲۴ اپریل کو کرنیل مانوس کی افواج اور ان متعدد ترکی دستون مین جو درہ مین آگے بھیجے گئے تھے نئی معرکہ آرائیان ہوئین مگر صورت معاملات کی عام حالت پر ان سے کوئی اثر نہ پڑا۔ ان دنون کی کارروائیون کا کل لب لباب یہ ہے کہ یونانی باین توقع و اعتماد کامل کہ رعایا باغی ہو کر انکی اعانت کریگی درہ کے دہانہ کی ترتیب مورچے تیار کر کے امن مین مقیم رہے۔ اور ترکون کی افواج اور توجہ کو پراگندہ کرنے کے لیے جابجا ایکساتھ حملے کرتے رہے۔

۲۴ سے لیکر ۲۸ اپریل تک پنٹی پیگاڈیا کے قریب جو معرکہ آرائیان ہوئین انکی ابھی تک مفصل و معتبر حالات مشتہر نہین ہوئے جسقدر حالات ابتک شایع ہوئے ہین وہ ایکدوسرے سے متضاد اور مجمل سے ہین اخبار ڈیلی نیوز کا نامہ نگار جو یونانیون کے ساتھ تھا اور کئی معرکے اُسنے بچشم خود معائنہ کیے تھے انکے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے۔

"خلیج آرٹا کو جو پہاڑ احاطہ کیے ہین ان سے دو شکستہ سلسلے بجانب جنوب یانیا کو جاتی ہین۔ ایک پریویسا سے فلپ پیڈیا تک ٹاڈی لوروس سے گذرتی

یہ سڑک قابل گذر ہے اور جنگی اغراض کیلئے کار آمد ہوسکتی ہی۔ دوسری آرٹا سے براہ خانوپولوس۔ تو موزاریس اور فرسالا اس پتلی پگڈنڈیا کو جو
درہ میلونی پگڈنڈیا میں واقع ہے۔ جاتی ہی۔ خانوپولوس سے پرے سڑک بہت مشکل اور دشوار گذار ہے۔ مگر سڑک کے دونوں طرف نہایت مضبوط موقعے
موجود ہیں۔ دونوں سڑکیں قلعہ پتلی پگڈنڈیا میں جو درہ کے سرے پر ہے آپس میں ملتی ہیں۔ قلعہ سے تخمیناً ڈیڑھ دو میل بجانب جنوب اِن دونوں
جنگی سڑکوں کو جو بانیا کو جاتی ہیں ایک عمیق گھاٹی بغل کیطرف سے آملی ہی۔ اِس گھاٹی کے دونوں طرف مرتفع پہاڑ کھڑے ہیں۔ پانچ دن کی متفرق
لڑائی کے بعد یونانی پتلی پگڈنڈیا تک بڑھکر اوسپر قابض ہوگئے۔ اُنکی فوجیں طویل اور تنگ پہاڑی درہ میں کسیقدر بکھری موجود تھیں۔ اُنکا
منشا یہ تھا کہ جونہی پریویسا فتح ہوجاوے یا نیا کیطرف بڑھکر اوسپر یونانی علم بلند کردیں۔

یونانی افواج کے منتشر ہونے کیوجہ سے ایک بلٹن جو موضع کوندزا کی تک بڑھ گئی ہوئی تھی۔ ترکوں کے قابو آگئی۔ انہوں نے بتاریخ ۲۸
اپریل اوسپر اچانک حملہ اور ہوکر اوسکا قلع قمع کردیا۔ بلٹن مذکور کے تین سو قتل۔ دو سو زخمی اور ساٹھ اسیر ہوئے۔ ۱۲ اپریل کو یونانی خانوپولوس کے قریب
درہ میں سے گذرنے والی فوجی سڑک کے مشرق میں ایک ایسی پوزیشن میں قایم تھے جو طبعاً نہایت مضبوط تھی مگر اوسمیں یہ نقص تھا کہ ایک جنگلی
پہاڑی کرارہ کی جو وادی کے دہانہ پر تھا ان دنوں میں تھی۔ اور ترک اِس کرارہ پر قابض تھے۔ یونانی پوزیشن کی کلید ایک مسطح چوٹی کی پہاڑی تھی جسکی
بناوٹ ایسی تھی کہ وہ ترکوں کے حملہ کے برخلاف قدرتی مورچہ کا کام دیسکتی تھی۔ اور چونکہ یونانی وہاں بہ جمعیت کثیر موجود تھے۔ وہ اوس سے معقول فائدہ
اوٹھا سکتے تھے۔ یہاں کرنیل بوزاریس چھ ہزار فوج کے ساتھ مقیم تھا۔ تین ہزار یونانی ۱۰ توپوں سمیت اِس سے جنوب میں دو کیلومیٹر (سوا میل) کے
فاصلہ پر تو موزاریس میں تھی۔ اور اِس مقام سے بجانب جنوب اور کچھ ہزار آدمی آٹھ توپوں سمیت تھے۔ ریزرو فوج جسمیں چھ سو آدمی اور چار توپیں
تھیں موضع قرواسارا میں تھی۔ ۱۷ اپریل کو فریقین میں جزوی ہنگامہ آرائی ہوئی۔ لیکن ۲۸ و ۲۹ کو ترکوں کی جارحانہ پیشقدمی کی وجہ
سے سخت معرکے ہوئے۔

یہ لڑائیاں ۲۸ اپریل کو علی الصبح شروع ہوئیں۔ ابتداء ایک ترکی بریگیڈ نے خانوپولوس کے قریب کی یونانی پوزیشن پر جہاں کرنیل بوزاریس
تھا حملہ کردیا۔ لیکن اِس حملہ سے کوئی نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ یونانی پوزیشن میں پہاڑیوں کے کرارہ پر چھ سو ویزونی۔ چار ہزار یونانی سپاہ اور دو توپیں
اور درمیانی بلندیوں پر چھ سو اور اویزونی معہ دو توپوں کے تھے۔ ترکی بریگیڈ میں چار ہزار سپاہ اور کچھ توپیں تھیں۔ بریگیڈ مذکور نے اِس موقع پر
پے درپے حملہ کرکے کرارہ کو فتح کرنے کی کوشش کی۔ یونانی گو پہلے دن اپنی جگہ پر قابض رہے لیکن ترکوں کا عزم بالجزم اور متواتر حملوں سے یہ صاف ظاہر
ہورہا تھا کہ محافظین کو کمک کی سخت ضرورت ہے۔ اِس اول پوزیشن اور خانوپولوس کے درمیان ساڑھے چھ ہزار یونانی فوج اور تیس توپیں موجود
تھیں۔ بنا بریں بوزاریس کو باسانی تمام کمک پہنچائی جاسکتی تھی۔ لیکن سخت تعجب ہے کہ کوئی کمک نہ بھیجی گئی۔ ۲۹ کو ترکوں نے پھر زبردست آتشباری
شروع کی جو برابر دوپہر تک ہوتی رہی ۳ بجے کے قریب آتشباری کی حدت و تیزی میں بہت اضافہ اور اس سے یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ ترک پوری مستعدی
و طاقت سے حملہ کرنے کی تیاریاں کررہے ہیں۔ مگر اسکے مقابلہ پر یونانی عجب حیرت انگیز کارروائیاں کررہے تھے۔ کمک تو خیر نہ پہنچی دوپہر کے وقت
نامعلوم وجوہات سے وہ یونانی توپخانہ بھی جو بلندیوں پر نصب تھا خاموش ہوگیا! اور ساڑھے تین بجے جب ترکوں نے یکبارگی تابڑتوڑ زبردست آتشباری
پھر شروع کرکے حملہ کرنیکیلئے یونانیوں کے سامنے اپنے کالموں کو مجتمع کیا تو درمیانی بلندیوں کی یونانی توپیں بھی خاموش ہوگئیں اور بیس

منشون کے بعد بیعت تمام نانوپولوس کیطرف ہٹ گئین۔ البتہ گرارہ پر کے ادیزنیون نے حملہ کنندگان کی تباہی جنرل آشاری کا جوانمردی سے جواب
دیا۔ اور انہوں نے دس گھنٹے جمعیت کے مقابل پانچ بجے تک اپنی جگہ پر قایم رہے۔ لیکن آخر اون کو پہاڑی کے نیچے دکھیل دیا گیا۔ مگر وہ پھر بھی تعاقب کنندون
پر برابر باڑہین چلاتے رہے۔ گرارہ پر ادیزونیون کو ایک سو آدمی ضایع ہوئے۔ وریتولا تک گرارہ پر قابض ہو کر اوس یونانی پوزیشن پر جو دریا کی
بلندیون پر تھی آتش سوزندہ برسا رہے تھے۔ یونانی اب اور زیادہ مقابلہ نہ کر سکے۔ اونکی ترکی تمام ہو گئی۔ عام پسپائی کے بگل بجا دیے گئے۔ سو پانچ
بجے کل پوزیشنون کو چھوڑ دیا گیا۔ اور ترک خانوپولوس تک مراجعت کنندہ دینزونیون کا تعاقب کرتے چلے گئے۔ یونانی افسرون نے اپنی سپاہیون کی
سوحشانہ بھاگڑ کو روکنے کی فضول کوششین کین کسی نے نہ سنا۔ وہ کیا کہتے ہین۔ کل فوج اندھا دھند آرٹا کی پل کو دوڑی گئی۔ مگر وہان پہنچکر کیا دیکھتی
ہے کہ کل سڑک ہزارون چھکڑون اور دہقانیون سے رکی پڑی ہے۔ کل علاقہ مین جس سرعت سے عام بھگدڑ پھیلگئی تھی اسکا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ
دیہاتی اپنا مال واسباب لیکر گٹبٹ بھاگی جاتی فوج سے پہلے دریا کے قریب پہنچگئے۔ چھکڑون اور گلون کے انسانون مین خلط ملط ہو جانے سے ترتیبی
پہلی ہی کچھ کم نہ تھی کہ دہقانون کے چھکڑون نے جو گانون چھوڑ چھاڑ کر بھاگے چلے آرہے تھے فوج کو رستہ مین روکر سخت مزاحمت حایل ہو گئی۔ اور بے ترتیبی
و پریشانی کا کوئی پایان نہ رہ گیا۔ آرٹا کا پل جہان سے یونانیون نے جارحانہ کارروائی شروع کی تھی۔ مگر اب بحال خستہ و تباہ اوسکی طرف بھاگی جاتے
تھے پتھر کا بنا ہوا ہے اوس کا عرض تین گز سے زیادہ نہین اور تین محرابون پر جو ستونون پر قایم ہین کھڑا ہے۔ پل کی دونون طرف کی دیوارین
اتنی بلند ہین کہ مسافر کو پل پر سے گذرتے وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ گویا کسی گھاٹی مین سے گذر رہا ہے۔ دریا اس موقعہ پر چندان عریض نہین ہے
اور اوسکا دھارا بھی کوئی ایسا تیز نہین۔

۲۸ اور ۲۹ اپریل کے معرکون کا نتیجہ ہوا کہ ۳۰ اپریل کو ترکی قلمرو پر ایک یونانی سپاہی کا وجود باقی نہ رہ گیا۔ اور کرنیل مانوس کی کل فوج
جو بعض اوقات سوم ڈویژن کہلاتی تھی۔ اس جارحانہ کارروائی مین ناکام رہنے سے سخت شکستہ دل اور نقصانات کثیر سے بہت کمزور
ہو گئی۔ پریویسا اور نیکوپولس کے چھوڑنے سے قلعہ پر بھی یونانی گولہ باری سے کچھ نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ مگر یونانی کمانڈر کے حوصلے پست نہ ہوئے
وہ نئے منصوبے باندھنے لگ گیا۔ ۲ مئی کو ڈھائی ہزار آپاٹرسی مجاہد جن کو خاندان بوت زاریس نے مرتب کیا۔ ایتھنز سے اپاٹریس کو
گئے۔ اور وہان سے جہازون پر سوار ہو کر اپاٹریس کیطرف روانہ ہو گئے۔ ایک یونانی "میڈ آف آرلینز" (جون آف آرک[1]) بطور علم بردار
مجاہدانہ وردی پہنے اونکے ساتھ تھی۔ اوسکی ٹوپی سیاہ۔ اور کارتوسون کی پٹیان کندھون پر وار پار ڈالی ہوئی تھین۔ اوسکا نام ہیلن کانسٹن
ٹینی اور عمر ۲۱ برس کی تھی۔ وہ نہایت قادر انداز مشہور تھی۔ اور کہا جاتا تھا کہ اوسکا نشان شاذ و نادر خطا جاتا ہے۔ اسے بھی جون کی
طرح الہام ہوتے رہنے کا دعوی تھا۔ اور بزعم خود یونانی مجاہدین کی جن کے دل ترکون کی نفرت و عداوت سے معمور تھے۔ محافظ و
نگہبان وہی تھی۔

تھسیلی مین بھی یونانی افواج کو دیلو لاپے درپے شکستین ملچکی تھین۔ ترک وولو پر قابض ہو چکے تھے اور یونانی ڈوموکوس کو بعجلت

[1] اس محب وطن اور جوانمرد عورت نے جو ملہم ہونیکی مدعیہ تھی پندرھوین صدی مین انگریزون کو شکست فاش دیکر فرانس کے اکثر شہرون سے نکالدیا مگر آخر
ایک معرکہ مین اون کے ہاتھ اسیر ہو گئی اور انگریزون نے اوسے ۱۴۳۱ء مین بمقام روئین زندہ جلا کر ہمیشہ کیلئے داغ رسوائی خرید لیا۔

ہٹتے جا رہے تھے۔ ان وجوہات سے متاثر ہو کر یونانی گورنمنٹ آخر دیگر دول کی سفارت نا نہ امداد سے التوائے جنگ کی خواہان ہو گئی لیکن معاہدہ التوائے جنگ کی انصرام سے پہلا اوسنے مناسب سمجھا کہ اگر ہو سکے تو تھیسلی کے معاوضہ مین کم از کم اپایرس کیطرف کچھ فتوحات حاصل کیجائین اور بالخصوص پریویسا اور نیکوپولس کو جنپر پہلے گولہ باری ہو چکی تھی مسخر کر لیا جائے۔ بایں عزم وزیر اعظم رالی نے کرنیل مانوس سے دریافت کیا کہ اگر اپایرس مین پھر لڑائی شروع کیجائے تو کیا فتح کی کچھ امید ہے۔ اور کیا ایسی صورت مین جب کہ ترک تھیسلی پر قابض ہین اپایرس مین لڑائی شروع کیجا سکتی ہے۔ کرنیل نے دونون سوالون کا اثبات مین جواب دیا۔

اسپر نئی فوج فراہم کیگئی۔ اور مذاکرات صلحیہ کے دوران مین حتی الامکان اپنی پوزیشن کو مضبوط کرنے اور ایک دو مقامات غنیم سے مفاد مین حاصل کر لینے کیلئے مزید کمک اور سامان جنگ اپایرس کو بھیجدیا گیا۔ اور کرنیل مانوس نے اس مدعا کو مدنظر رکھکر محاربہ کا نیا نقشہ تجویز کیا۔ جسکا بڑا مقصد یہ تھا کہ یانینا سے پریویسا اور نیکوپولس کو ترکی کمک نہ پہنچنے دیجائے۔ اور جسقدر جلد ممکن ہو سکے کوئی اہم موقعہ غنیم سے چھین کر اوس سڑک پر جو یانینا اور پریویسا و نیکوپولس کے درمیان ہے قبضہ کر لیا جائے۔ یہ دونون چھوٹے سے قصبے صوبہ کی انتہائی جنوبی گوشہ اور خلیج آرٹا کی دہانہ پر واقع ہین۔

یونانیون کی از سر نو جارحانہ کارروائی سے جو نتائج ظہور پذیر ہوئے مختلف نامہ نگارون کی بیانات کی موازنہ و مقابلہ سے اونکی کسیقدر درست کیفیت حسب ذیل استنباط کیجا سکتی ہے۔ یہ معرکے ۱۲-۱۳ اور ۱۴ مئی کو دریا لوروس اور دریا آرٹا کے درمیانی ضلع مین ہوئے۔ یانینا اور آرٹا کی شاہراہ اسی ضلع مین سے گذرتی ہے۔ اور اسمین کئی پہاڑی سلسلے موجود ہین جن کی چوٹیان فراخ اور خنگلون سے ڈھنپی ہوئی ہین۔ ان سلسلون کے سامنے فراخ نشیب اور گھاٹیان ہین۔ اور بایں جہت ضلع مذکور مین جا بجا مدافعت کیلئے نہایت عمدہ موقعے موجود ہین۔

۱۲ مئی کی سہ پہر کو کرنیل بیرکتا ریس ایک کالم کے ساتھ جس مین ایک برگیڈ فوج پیدل تین سالا اور دو باتریان تھین۔ عمارت کی بلندیون کیطرف بڑھا اور وہان غنیم سے اوسکی جزوی لڑائی ہوئی۔ اسیوقت ایک دوسرا کالم آٹھ پلٹنون اور دو باتریون کا کرنیل گولفینوپولوس کے زیر کمان براہ کاپوس لوروکی پل کیطرف بڑھا تاکہ ترک اوسپر پہلے سے قابض نہ ہو جائین تیسرے کالم کو کرنیل ڈوکساس کی زیر کمان مقام پلا سے اوپر دریا آرٹا کو عبور کر کے مقام مذکور کی ترکی فوجکو وہین روکے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اور مارکو بوٹ ذاریس کی مجاہدین کو یہ حکم ملا کہ یانینا کی سڑک پر کسی مضبوط مقام پر قابض ہو جائین۔ اور اگر ترک پریویسا سے نکلکر کوئی دھاوا کرین۔ تو اُسے پسپا کرتے رہین۔ بیرکتاریس کو تاکیدی حکم دیا گیا کہ جو مورچہ بند پوزیشن اوس کی حصہ مین دیگئی ہے۔ وہان وہ بالکل مدافعت پر رہے۔ تاکہ اگر ضرورت پڑے تو گولفینوپولس کی مدد کیلئے کمک بھیجسکے مجاہدین اپایرس کی دستگیری و اعانت کیلئے لوروس کو عبور کر کے آگے بڑھنا تھا مد نہ پہنچا سکے۔

مگر بیرکتاریس نے تاریخ ۱۳ مئی مقامات متیر یونیا۔ خانوپولوس اور گریمی ستزا کی ترکی پوزیشنون پر حملہ کر کے غنیم کے ساتھ نہایت سخت معرکہ آرائی شروع کر دی۔ ان پوزیشنون مین ترکون نے خوب مضبوط مورچے تیار کر رکھے تھے اور ان پر توپین چڑھا دی ہوئی تھین۔ اور وہان ترکی فوج کی معقول جمعیت جسکی تعداد مین ہی ۸ ہزار سپاہ زیر کمان سعد الدین کی کمک پہنچی تھی متعین تھی۔ نہایت سخت توپی مبارزت کے بعد جس مین آرٹا کے متعدد یونانی قلعون کے توپخانہ نے بھی حصہ لیا۔ یونانی جانون پر کھیلکر حیرت انگیز استقامت و پامردی سے غنیم کی صفون مین

کو دبایا۔ اور اُسے پیچھے ہٹا دیا۔ مگر ترک تازہ وارد کمکی فوج کے پہنچنے سے بہت جلد سنبھل گئی۔ حالانکہ یونانیوں کی چار پانچ قطر کی توپوں نے بھی اب
میدان میں آکر اوپر گولہ باری شروع کر دی تھی تھوڑی دیر بعد رات پڑ گئی۔ اور لڑائی ختم ہو گئی اس معرکہ میں یونانیوں نے فاتحانہ پیشقدمی
کر کے کثیر التعداد فوج کے مقابلہ پر اپنی جگہ کو قابل تعریف شجاعت و استقلال سے قائم رکھا۔ رات کے ساتھ ہی کوہستانی بارش موسلادھار
شروع ہو گئی۔ مگر توپی مبارزت کو یہ بھی نہ روک سکی۔ ایک پہاڑی پر ترکی۔ اور دوسری پر جو پہلی کے بالمقابل تھی یونانی توپخانہ
نصب تھا۔ مگر آخر پہاڑی کوہر نے اس کو بھی بند کرا دیا۔ بارش۔ سردی اور بھوک سے دونوں فوجوں کو اس رات سخت تکلیف پہنچی

۱۴ مئی کو بروز جمعہ صبح کے نو بجے پیرکتاریس نے گولفی نوپولوس کے بریگیڈ سے ایک پلٹن کی کمک پہنچ جانے پر جارحانہ کارروائی
پھر شروع کر دی۔ اونسے فوج کو تین کالموں میں منقسم کیا۔ ایک کالم درہ کیا فا سے اور دوسرا درہ مذکور سے پرے اور مشرق کمبلزی سے نشان پولوس
پر سانے والے عقب سے حملہ کرنے کیلئے آگے بڑھے۔ حملہ معقول تیزی کے ساتھ شروع ہوا۔ اور شروع شروع میں کامیابی کی بہت کچھ امید ہو گئی۔ یونانیوں
کی بدقسمتی سے وہ بلندیاں جن پر ترک قابض تھے گنجان کہر میں چھپی ہوئی تھیں۔ مگر ترک وہاں سے یونانیوں کی نقل و حرکت کو جو نشیب کے
میدانوں میں تھے بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ جب پیرکتارس کی فوج صف بستہ آگے بڑھی۔ دو ترکی بیٹریوں نے جن میں سے ایک
میں چار پانچ قطر کی گرانوزن توپیں تھیں یونانی کالموں کو دو طرفہ آماجگاہ بنا لیا۔ ترکی پوزیشن میں مزید برآں تین کوہی توپیں بھی
تھیں۔ انہوں نے یونانی توپخانہ پر مسلسل گولے برسانے شروع کر کے اُسے بتدریج خاموش کرا دیا۔ ایسے حالات کی موجودگی میں یونانی فوج
پیدل کی بیباکانہ پیشقدمی اور متہورانہ حملہ کا ناکام رہنا صاف ظاہر تھا۔ البانوی رجمنٹیں دمسن ندیوں کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں اور پہاڑی کے
کنارہ پر کی بیٹریاں حملہ کنندہ آئیوزینیوں اور انفنٹری پلٹنوں پر لگاتار گولوں اور گولیوں کی بوچھار کر رہی تھیں۔ ایک انگریز نامہ نگار جو لڑائی
کا مشاہدہ کر رہا تھا یونانیوں کی شجاعت و استقامت کی بہت تعریف کرتا ہے۔

سہ پہر کے چار بجے پیرکتاریس کی تینوں کالموں نے آخری حملہ کیا۔ بندوقوں کی باڑھوں کی بہرہ کرنے والی آواز اور اس کی صدائے
بازگشت اور گونج جو پہاڑیوں کی اطراف سے ٹکرا کر ایسے پیدا ہو رہی تھی گویا لڑائی کا آخری سین تھی پھر یکلخت ایسی موسلادھار بارش شروع
ہو گئی کہ گویا آسمان پھٹ گیا ہے۔ کوہستانی علاقہ کی زمین اوس سے بالکل پھسلنی اور ناقابل گذر ہو گئی۔ اور آتشباری آہستہ آہستہ مدہم پڑ کر آخر
بالکل خاموش ہو گئی۔ اور پانچ بجے تین دن کی لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔ ورنہ بارش بدستور سیلاب وار ہوتی رہی۔ اور یونانی برابر اپنے موقعہ پر قائم
رہے۔ یہ رات بھی فریقین کے حق میں نہایت عذاب کی رات تھی۔ جس کی مصائب کا نقشہ ڈیلی نیوز کے نامہ نگار نے نہایت واضح اور موثر
کھینچا ہے۔

(۱۵ مئی شنبہ کو) صبح کی روشنی نمودار ہونے پر کہر دور ہوا اور خانوپولس کے میدان کارزار کا معاینہ کرنا پھر ممکن ہو گیا۔ نامہ نگار مذکور کا بیان
ہے کہ مطلع صاف ہونے پر ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ترک رائفل گڑھے کھودنے اور دمدمہ بندیاں تیار کرنے میں بسرگرمی مصروف ہیں۔ اور دوسری طرف
اونکے سواروں کی کئی جماعتیں جابجا میدان کی گرداوری کر رہی ہیں۔ لیکن تین دن کی لڑائی اور بارش نے دونوں فریق کی حرارت کو سرد
اور اونکی سکت و ہمت کو زائل کر دیا ہوا تھا کسی فریق کو عام معرکہ آرائی کی جرأت نہ پڑی۔ علاقہ مصاف سے جس پر بانگل اور دھند ابھی تک سایہ ڈالے

ہوئے تھین صرف کبھی کبھی منفرد گولے کی آواز سنائی دیجاتی تھی۔ یہ آوازین گولفی نو پولس کے بریگیڈ کیطرف سے آرہی تھین جسکی کوشش فی
لوروس کوپ کے قریب غنیم سے مختصر سی لڑائی کرنے پر محدود رہی۔

ان معرکون مین یونانیون کو گو کہی جگہ سے کچھ ایسا بہت نہ ہٹنا پڑا بلکہ عملی طور پر وہ برابر انہی موقعون پر قابض رہے جنپر شروع
مین ہوئے تھے تاہم کرنیل مانوس نے حکم دیدیا کہ کل فوج رات کیوقت آرٹاپل کو واپس ہٹ آئے۔ یہہ مراجعت بالترتیبی سے عمل مین لائی گئی کوئی
توپ یا سامان جنگ پیچھے نہ چھوڑا گیا۔ اور تقریباً کل فوج صبح کے پانچ بجے تک آرٹا کے قریب اپنے مقام تعیناتی کو جہان سے وہ تین دن پہلے حملہ کرنیکے
لیئے روانہ ہوئی تھی پہونچ گئی۔ مگر منفرد دستے ابھی تک دریا کے داہنے کنارہ پر قابض رہے۔ ذوکساکی بریگیڈ کو بھی جو پلا کہ ترکی فوج کی مقابلہ پر
اس نیت سے بھیجا گیا تھا کہ اُسے دوسری ترکی فوج سے بے تعلق کر دے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ ان معرکون مین جو ترکی تلمرو پر ہوئے یونانیون کی ساتھ
قتل و مجروح ہوئے۔ ۵ مقتول اور ایک سو مجروح افسر بھی اسی تعداد مین شامل ہین۔ یہ بتانا ابھی باقی رہتا ہے کہ بوٹزاریس کے دستہ مجاہدین
کا کیا حشر ہوا۔ اور جیسے کہ پہلے لکھا گیا ہے۔ پریویسا کی ترکی فوجکو وہان سے نکالکر فلیپ ہیڈیا کیطرف بھگانے دینے کا کام سپرد ہوا تھا۔

یہ دستہ جسمین تقریباً تین ہزار آدمی تھے اپنی محافظ دیپی بیست ۱۲ مئی کو دریا لوروس کے دہانہ پر جہازون سے خشکی پر اُترا۔ اور اُترتے ہی
اون موقعون پر قائم ہوگیا۔ جہان سے شمال کو جانے والی سڑکین زد مین تھین۔ مگر ترکون نے حملہ کرکے اون کو ہر ایک موقعہ پر کامل شکست دی
اونکی قلت تعداد کی وجہ سے شروع ہی سے یہی نتیجہ مترتب ہونے کی توقع تھی۔ اونکی قسمت کا آخری فیصلہ بھی گریرو کے معرکون کیطرح ۱۵ مئی کو
ہوا۔ چار دن کی مسلسل لڑائی سے مصاف کنندگان مین سکت نہ رہی ساتھ ہی کارتوسون کا ذخیرہ بھی تقریباً ختم ہوگیا جسپر انہون نے ۱۵ مئی کی
شام کو مراجعت کر جانیکا فیصلہ کر لیا۔ ان معرکون سے بھی کسی فریق کو کوئی فایدہ نہ پہنچا۔ کرنیل گولفی نو پولس نے دستہ مجاہدین کو موعودہ مدد نہ پہنچائی
اور مجاہدین کی مہم کا خاتمہ کامل تباہی پر ہوا۔ اس غفلت کی کوئی وجہ بتائی نہین گئی۔

رات کیوقت خستہ ماندہ و فاقہ زدہ مجاہدین بحال پریشان ٹانگین گھسیٹتے جہازون پر سوار ہونیکے لیئے ساحل کیطرف چلے جا رہے تھے کہ
یکبارگی یہ خبر مشہور ہوگئی کہ ترک تعاقب مین چلے آرہے ہین۔ اسکے ساتھ ہی ساحل کیطرف سے یہ ہیبت ناک خبر پہنچی کہ وہان کوئی کشتی موجود نہین
اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا کہ اوس شاخ سمندر مین سے جو یونانی علاقہ کو ترکی سرزمین سے جدا کرتی ہے۔ پیدل گذرا جائے۔ اوس وقت
تمام نظام و با ترتیبی کا خاتمہ ہوگیا۔ سب کو سب خوف و ہراس سے بیحواس بھوک سے بیتاب اور بارش سے تر ابور ہو رہے تھے۔ اکثر گرفتاری سے بچنے کے لیئے
بیتحاشا سمندر مین کود پڑے۔ عام شور و غوغا سے پریویسا کی ترکی فوج کے اون دستون کو جو شہر سے آگے بڑھکے متعین کیئے گئے تھے۔ ادھر توجہ ہوگئی
اور اصل حقیقت معلوم ہوتے ہی اونہون نے بھگوڑون پر اپنے بندوقون کی تابڑ توڑ بارش شروع کر دی جس سے اکثر یونانی پانی مین ہی لقمہ اجل
ہوگئے۔ بقیۃ السیف بحال تباہ و زبون بلا اسلحہ و سامان نیم مردہ حالت مین جہازون پر پہنچ گئے۔ جنہون نے اونکو ایا پریس پہنچا دیا۔ دستہ مذکور
مین سے تین سو سپاہی قتل و مجروح اور سو مفقود الخبر ہوئے۔ یعنی محاربہ آیا پریس کے آخری تین دنون مین یونانیون کے پانچسو قتل اور ایک ہزار
زخمی و مفقود ہوئے۔ بعد ازان پھر کسی یونانی سپاہی نے ترکی سرزمین پر قدم نہ رکھا۔ ۱۹ مئی کو مخاصمت صرف باضابطہ رہگئی۔ اور ۲۰ کو فریقین مین تا التواے جنگ کا معاہدہ ہوگیا

۱؎ عید کا دن تھا اور مسلمان جوش سے اللہ اکبر اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ ایک انگریز نامہ نگار کا بیان ہے کہ کئی یونانیون نے جو فاقہ، سردی اور تکان سے نیم دیوانہ ہو رہے تھے ان نعرون سے متاثر ہو کر اللہ اکبر کے نعرے لگانے شروع کر دیئے تھے۔ ان کا بھائی اس مہم مین سخت مجروح ہوا مگر وہ بخیریت جہاز پر پہنچ گئی۔

محاربہ اپائرس میں شروع ہی سے یونانیوں کی قسمت گردش میں رہی۔ اور کوئی منحوس ستارہ اوپر جلوہ فگن رہا بینظیر شہامت و دلیری و شجاعت کے باوصف یونانی کوئی شمہ فائدہ نہ اوٹھا سکے۔ اور صرف یہہ کرسکے کہ غنیم کو اپنے علاقہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ غالباً اب تک کسی محاربہ میں جو محاربہ اپائرس ایسا بے ثمر اور بلا منفعت رہا ہو کبھی اسقدر نقصان کثیر نہیں ہوا۔ اپائرس میں یونانی کمانڈر کی کوششیں اس امر پہ منحصر رہیں کہ جہاں تک ممکن ہو سکے زیادہ علاقہ پر تصرف کرکے اہم موقعوں پر قبضہ کر لیا جائے۔ اور اس غرض کے حصول کے لیے اوس سے اپنی افواج کو جدا جدا حصوں میں منقسم اور منتشر کر دینے کی غلطی ہو گئی۔ حالانکہ ترکوں کو جو تعداد میں پہلے ہی اونکی فوج سے زیادہ تھے دو مزید ڈویژنوں کی کمک پہونچ گئی ہوئی تھی۔ کرنیل مانوس کا مقصد یہ تھا کہ ترکوں کی یونانی رعایا کی امداد سے پریویسا۔ نیکوپولس۔ فیٹی پیگاڈیا۔ اور یانیا پر قبضہ کر لیا جائے۔ اونکی بھی یونانی گورنمنٹ کی طرح یہ رائے تھی کہ تھیسلی کے مقابلہ پر اپائرس کو ضرور فتح کر لینا چاہیے تاکہ انعقاد صلح کے وقت عوض معاوضہ کر لیا جا سکے۔ اور ترکس ملک کا کوئی چپہ ملنے کا مطالبہ نہ کر سکیں۔

یہ امیدیں متذکرہ صدر غلطیوں اور فروگذاشتوں کی وجہ سے ہی نہیں۔ بلکہ اس وجہ سے بھی باطل ثابت ہوئیں کہ رعایا نے جو کسی جوکھم میں پڑنا نہیں چاہتی تھی اپنے ہم مذہبوں اور ہم قوموں کا ساتھ دینا پسند نہ کیا۔ اور اپنے حال میں مگن رہی۔

معاہدہ ہدنہ کی تکمیل پر کرنیل مانوس کمان سے واپس بلایا گیا۔ اور کورٹ مارشل کے ذریعہ اونکی تحقیقات و تجویز کیگئی۔ اونکی جگہ فاتح پریونتی و دومسکیو جنرل سموتسکی کا بھائی کرنیل سموتسکی اپائرس کی فوج کا کمانڈر بنایا گیا۔ یونانی کمانڈر سے اونکی گورنمنٹ نے جو سلوک کیا اوس کے عین برعکس ترکی سپہ سالار احمد حفظی پاشا کی کمال قدر افزائی کیگئی۔ جلالتماب نے اوسے طبقہ عثمانیہ کی مرصع بالماس حمائل عطا کرکے پاشا موصوف اور اونکی زیر کمان فوج کو حسن خدمات کے صلہ میں شاہی سلام کہلا بھیجا۔

محاربہ کے دونوں میدانوں کے حالات کے خاتمہ پر ترکی فوج کے کل نقصانات کی تعداد صحیح کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ ترکی وزیر حرب نے اونکی تفصیل سرکاری طور پر حسب ذیل ظاہر کی۔ بہ تھیسلی میں نو سو شہید اور ۴۲ سو مجروح۔ اور اپائرس کے معرکوں میں ۱۰ شہید اور ۴۰۰ زخمی جملہ ۹۱۰ شہید اور ۴۶۰۰ زخمی ہوئے۔ شہدا میں دو پاشا۔ ۴۸ اسٹاف افسر اور ۵۴ اعلیٰ افسر کل ۱۰۴، یعنی ۱۱ فیصدی افسر تھے جس سے بڑھ کر ترکی افسروں کی ذاتی شجاعت و بسالت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

سر ایشمیڈ بارٹلٹ اپنی کتاب کی فصل پانزدہم میں محاربہ اپائرس کے حالات حسب ذیل تحریر کرتے ہیں:-

یہ محاربہ تھیسلی کی نسبت ان معرکوں کے حالات جو مغربی تھیٹر یعنی اپائرس میں ہوئے بہت کم وضاحت کے ساتھ معلوم ہوسکے ہیں۔ وہاں ترکی فوج کے ساتھ صرف ایک انگریز نامہ نگار تھا۔ اور یونانیوں کے ساتھ بھی کوئی زیادہ نامہ نگار نہ تھے برعکس ازین تھیسلی میں ترکی ہیڈ کوارٹر کے ساتھ چھ سات اور یونانی فوج میں بیسیوں نامہ نگار تھے۔ اور بنا بریں تھیسلی میں جسقدر واقعات گذرے اونمیں سے ہر ایک کے متعلق کسی نہ کسی نامہ نگار کی تحریر ضرور موجود ہے۔ اپائرس میں آغاز محاربہ پر ترکوں کے دو ڈویژن تھے۔ ایک احمد حفظی پاشا کے زیر کمان یانیا میں اور دوسرا مصطفی پاشا کی ماتحت توروس میں۔ یونانیوں کا ایک ڈویژن کرنیل مانوس کی زیر کمان آرٹا میں مقیم تھا جسکی جمعیت متعدد ملکوں سے اتنی بڑھ گئی کہ کرنیل مذکور اپائرس پر حملہ کرنیکے لیے ۱۵ ہزار فوج کی گنجائش نکال سکا۔

پہلے حملہ مین یونانیون کو خاصی کامیابی ہوئی۔ کرنیل مانوس اٹھارہ میل تک ترکی علاقہ مین داخل ہوگیا جس سے یانیا مین بہت کچھ تشویش پھیل گئی۔ بلکہ مسٹر ڈلن تو یہان تک لکھتا ہے کہ اوس کے پاس اِس امر کا کافی ثبوت موجود ہے کہ جو ترکی ڈویژن فلپ پیڈیا سے پسپا کیا گیا تھا۔ وہ سخت خوفزدہ و سراسیمہ حالت مین یانیا مین داخل ہوا۔ اور کہ اگر کرنیل مانوس بلا تاخیر تعاقب کئے چلا جاتا تو وہ باسانی تمام یانیا اور کل صوبہ اپائرس پر قابض ہو جاتا۔ مگر میری رائے مین کل معاملہ صرف یہہ ہے کہ یونانیون کو پہلے حملہ مین کامیابی ہوئی اور اونہون نے فلپ پیڈیا پر قبضہ کر لیا۔ مگر جب پیچھے سے ترکون کو زبردست کمک پہونچ گئی تو پہلے اونہون نے وہ پنٹی پیگاڈیا مین یونانیون کی پیشقدمی کو روکدیا۔ اور پھر جارحانہ پہلو اختیار کر کے یونانیون کو بہ نقصان کثیر آرٹا کیطرف دھکیل دیا۔

صوبہ مذکور مین محاربہ کی صورت و رفتار حسب ذیل رہی۔ ۱۹ - اپریل کو یونانیون نے بہ جمعیت وافر دریاے آرکتوس کو عبور کر کے اپائرس پر حملہ کیا۔ اور فریقین مین خونریز لڑائی ہوئی۔ اوسیدن ایک سابق ممبر پارلیمنٹ سکالٹ سوڈیوس نے ۲۵ میل بجانب شمال سرحد عبور کر کے مقام سیراکو پر جو یانیا سے ۱۲ میل بجانب جنوب مشرق ہے قبضہ کر لیا۔ ۲۱ کو بھی لڑائی ہوتی رہی جس مین یونانیون نے تین ترکی دیہات فتح کرنے اور بمقام ملا احتار ناتہ ترکون کی بالمقابل حملہ کو پسپا کرنیکا دعوے کیا۔ دوسرے دن کرنیل مانوس فلپ پیڈیا تک جو آرٹا سے بارہ میل ہے بڑھ گیا اور ترک قصبہ مذکور کو خالی کر گئے۔ پھر یونانی ٹیلیگرامون نے اطلاع دی کہ ۲۳ - اپریل کو اونکی فوج نے سالاگورا کو بھی فتح کر لیا۔ اور کرنیل مانوس پنٹی پیگاڈیا کو بڑھا جارہا ہے۔ ۲۵ کو یونانیون نے دعویٰ کیا کہ اونکی فوج ۲۴ کو پنٹی پیگاڈیا مین داخل ہوگئی تھی لیکن ساتھ ہی بیان کیا کہ ترک اسی شام قصبہ کو پھر فتح کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اِسی تاریخ کو ترکی ٹیلیگرامون نے خبر دی کہ اونکی فوج نے پنٹی پیگاڈیا کو پھر دشمن سے چھین لیا ہے۔

۲۴ اپریل کو بروز جمعہ یونانیون کو بمقام پنٹی پیگاڈیا جو ہزیمت پہونچی۔ اوسنے بعینہ اوسیطرح جسطرح کہ اوسیدن کے معرکہ ماتی ویلو نے شمالی تھسلی کو ترکون کے قابو مین کر دیا تھا اپائرس مین یونانیون کی پیشقدمی کے سیلاب کو ہمیشہ کیلیئے روکدیا۔ یونانی اخبارات خوب رنگ آمیزیان کر کے لمبی چوڑی مبالغہ آمیز تار برقیان شایع کر رہے تھے۔ مگر اون کی باوصف کرنیل مانوس یانیا کیطرف اور آگے نہ بڑھ سکا۔ ۲۶ و ۲۷ اپریل کو پنٹی پیگاڈیا کے قریب سخت لڑائی ہوئی۔ جس کی نسبت خود کرنیل مانوس نے اطلاع دی کہ وہ غیر منفصل رہی اوسنے اپنے عقب کی محافظت کیلیئے کمک کی درخواست کی۔ اور دو ہزار سپاہ کرنیل ریرک تاریس کے زیر کمان آتھنز سے بھیجدی گئی۔ ۲۷ اپریل کی شام کو آرٹا سے یونانی کمانڈر نے حسب ذیل معنے وار ٹیلیگرام ارسال کیا "یکے بعد دیگرے پنٹی پیگاڈیا سکو روتن یانیا اور نزدیک کی طرف بڑھتے جا کر اپائرس پر حملہ کرنے کی ابتدائی تجویز کی تعمیل یوم گذشتہ کے واقعات کی وجہ سے عارضی طور پر ملتوی کر دیگئی ہے"

اس تاریخ سے بعد اپائرس مین یونانیون کو کوئی فتح حاصل ہونیکی پھر کوئی خبر سننے مین نہ آئی۔ ۲۸ اپریل کو کرنیل مانوس کا ڈویژن مع توپخانہ آرٹا کو واپس آگیا۔ اور متصلہ ترکی علاقہ کو عیسائی دہقانیون کا جم غفیر بھی شہر مین آمد آیا۔ مسٹر کلیمنٹ ہیرس[1] بھی مدد کو گیا

[1] یہ شخص انگریزی بلیو جہازات متعینہ کریٹ کے امیر البحر ہیرس کا برادرزادہ تھا۔ جو والنٹیر ہو کر یونانی فوج مین شریک ہوا۔ دیباچی مدد سے معرفہ بالا

دمش پیکار میں ہی مفقود الخبر ہوا تھا یونانیون نے اپنی ایک پلٹن کی شجاعت و بسالت کی تعریفون کے جسنے ایک زخمی میجر اور ایک کپتان کی لاش کو غنیم کے تصرف مین بجانے دیا تھا طومار باندہ دیئے۔ واپسی مین اور بالخصوص پلاکہ کے پل سے گذرتے وقت یونانیون کے عقبی دستہ کو سخت نقصان پہونچا۔

۵ مئی کو حفظی پاشا نے اطلاع دی کہ ترکی افواج آرٹا کے بالمقابل قیل بروئی کی چوٹی پر قابض ہوگئی ہین۔ ایتھنز سے حرکت کے متعلق سرکاری طور پر جو ٹیلیگرام بھیجے گئے تھے۔ اونمین کرنیل مانوس کو باین وجہ معذور بتایا گیا کہ وہ کئی دنون سے کمک کیلئے تار بھیج رہا تھا مگر ایتھنز مین اوس وقت ایسی پریشانی مستولی اور پولیٹکل فریقون مین اسقدر باہمی چپقلش ہو رہی تھی کہ اس بحران سیاسیہ کی وجہ سے جس مین گورنمنٹ مبتلا ہو رہی تھی ان تارون کیطرف کچھ توجہ نہ کیگئی۔ اور کمانڈر مذکور کو بالآخر مجبوراً واپس ہٹ آنا پڑا۔

۸ مئی کے یونانی اخبارات نے شائع کیا کہ ۴۰ سو مجاہدین کا دستہ ایک نوجوان وسجیدہ حسین عورت کے زیر کمان اپائرس کو روانہ ہوا ہے اس دستہ کے متعلق پھر کوئی خبر نہ سُنی گئی۔ ۸ مئی کو کرنیل مانوس اپائرس سے واپس بلا لیا گیا۔ اور اوسکی جگہ کرنیل واسوس جس کی تمام عالم مین کریٹ کی بدولت شہرت پھیل گئی ہوئی ہے مقرر کیا گیا۔

یونانیون نے ۱۱ مئی کو ۱۴ ہزار فوج کی جمعیت سے جو تین جماعتون مین منقسم کیگئی تھی اپائرس پر حملہ کرنے کی دوسری کوشش کی دو بریگیڈ کرنیل بیرکتاریس کے زیر کمان فلپ پیڈیا اور لوروس کیطرف بڑہے اور تیسرے بریگیڈ نے کرنیل بوٹساریس کے زیر کمان خشکی کیطرف نیکوپولس پر جو پریویسا کے عقب مین ہے حملہ کیا اور سمندر سے یونانی اگنبوٹون نے اوسپر گولہ باری کی۔ انمین سے دو بریگیڈون نے ترکی فوج پر جو عثمان پاشا کے زیر کمان گبروو سے شہر لوپینا تک ایک مضبوط پوزیشن مین مقیم تھی حملہ کیا۔ اور ۱۴ و ۱۵ مئی کو گبروو مین جو آرٹا سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔ ایک بریگیڈ نے شمال کیطرف جاکر فلپ پیڈیا کی سڑک پر اور دوسرے نے مغرب رویہ جاکر دریاء لوروس کے پل پر قابض ہونے کی کوشش کی ان حملون کا مدعا یہ تہا کہ پریویسا کو کمک اور رسد پہنچنے کا راستہ بند کر دین

اخبار ڈیلی نیوز کے نامہ نگار نے جو یونانیون کے ساتھ تہا ۱۴ مئی کو اونکی پیشقدمی کے متعلق حسب ذیل تحریر کیا:-

"یہان کی فوجی حکام نے پھر دوبارہ جارحانہ پہلو اختیار کرنیکا عزم کر کے منگل کی شام کو تاریخ ۱۱ مئی ۱ ویزمینون کی ایک پلٹن مع چھ توپون (طوپ نارون) کی ایک باتری بمعیت آرٹا پل سے پار بھیجی۔ اور بدھ کی سہ پہر کو کرنیل بیرکتاریس نے آٹھ ہزار آدمیون کا ایک بریگیڈ (نہم و دہم رجمنٹ جندارمہ کا ایکدستہ تین رسالے اور دو باتریان ساتھ لیجا کر عمارتی کی پہاڑیون کے قلعہ پر تصرف کر لیا اور پھر اوس

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴) - اور زخمی ہو کر ترکون کے ہاتھ اسیر ہو گیا۔ کچھ عرصہ تک اوسکی کسیکو خبر نہ ملی۔ آخر اوسکا بھائی تلاش کیلئے خود اپائرس گیا۔ اور وہان سے اخبار ٹائمز کو جسکا نامہ نگار ایتھنز سے یونانیون کے ہمراہ مین آ کر ترکی فوج مقیمہ اپائرس پر نہ فقط عیسائی بلکہ مسلمان رعایا پر بھی طرح طرح کے ظلم و ستم کرنیکا الزام لگا رہا تہا شروع جولائی ۱۸۹۷ء مین ترکی فوج کی خوش اخلاقی اور رحمدلی کے متعلق حسب ذیل تحریر کیا ہے "مین ۴۰ ہزار ترکی فوج مین تین چار ہفتہ پھرتا رہا مگر مینے ایک ناشائستہ حرکت نہ دیکھی اور نہ مجھے کبھی ایک لفظ بھی بداخلاقی کا سننا پڑا اہلء ناظرین کو یہ بتانے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ جو مئی مؤرخ تاریخ باز طلبی ار جانشین کا نام اور بتاتا ہے یونانی گورنمنٹ نے ۸ مئی کو کرنیل واسوس کو کریٹ سے واپس آ جانیکا حکم دیا تہا غالباً اس حکم کی تاریخ سے کرنیل مانوس کی واپسی کی تاریخ مین مغالطہ ہو گیا ہے۔

جنگلا رمیدان مین جو ترکی چوکیون کے بالمقابل تھا مورچہ بندیان تیار کین۔ اُسیوقت ایک اور بریگیڈ جس مین نہم رجمنٹ آف ویزینون
کی تیسری بلٹن اور دو باتریان ہین۔ کرنیل گوتفی نو پولس کے زیر کمان متذکرہ صدر میدان کی دوسری جانب کو بارتو روس کو اوس
پل کیطرف بڑہا جسپر سے فلپ پیدیا کو راستہ جاتا ہی۔ یہ مقام پانیا پریویسا کی شاہ راہ پر واقع ہے۔ وہان ترک بہ جمعیت کثیر موجود تھے۔ ایک اور
بریگیڈ موسوم دوم بریگیڈ کرنیل ڈوکساس کی ماتحت پلاکہ کیطرف بھیجا گیا کہ بمقام پیاماتا واگ نستا دریا آرتا کو عبور کرکے پلاکہ کی ترکی فوج
سے مصروف پیکار ہو۔ دوسری طرف بوٹ ساریس کے دو ہزار آدمی پریویسا کو بے تعلق کرنے اور وہان کی فوجکو باہر نہ نکلنے دینے کے کام پر
مامور کئے گئے۔ ترک میدان مین بمقام فلپ پیڈیا، شیر تونیا و خانو پوتوس اور درہ پنٹی پیگاڈیا کے دہانہ پر اوران دیہات کو بالمقابل میدان
کی دو طرفہ بلندیون اور نیزاون دو بلند پہاڑیون پر جو میدان کی اسطرف ہین! اُن مین سے ایک بارہ سو فیٹ بلند ہے اور اُس
ایک بغلی پہاڑی پر جو تین سو فیٹ بلند ہے مضبوط مورچہ بند موقعون پر قابض تھے۔ اور توپین بھی اون کے پاس بافراط موجود تہین
اونہون نے دو کوہی باتریان بعید ترین پہاڑی سے لیکر میمنہ کیطرف کی بغلی پہاڑی تک جا بجا تقسیم کر رکھی تہین اور دس سانٹی میٹر قطر کی
توپون کی ایک باتری شیر تونیا مین تھی۔ یہ مین یہ اندازہ نہین کرسکا کہ ان موقعون پر کسقدر ترکی فوج پیدل مقیم تھی مگر اونکی آتشباری کی تعداد
وشدت سے واضح ہو رہا تھا کہ انکی جمعیت ضرور معقول ہوگی ؎

اخبار سٹینڈرڈ کے نامہ نگار نے یونانیون کی ناکامی کے حالات بتاریخ ۱۱ مئی حسب ذیل تحریر کیئے ہین ۔ ایپارس کی تازہ ترین مصاف
کی مندرجہ ذیل حالات بھی سرکاری مضمون ہی سے معلوم ہوئے ہین اسِ سے ناظرین کو بہی بخوبی معلوم نہین ہو جائیگا کہ یونانی محاربہ کا انصرام
کس طرح کرتے رہے ہین۔ بلکہ اونہین وہ گڑبڑ اور پریشانی بھی جو یونانی فوج مین مستولی ہو رہی ہے اونکی کارروائیون کی رپورٹون مین
پائی جاتی ہے معلوم ہو جائیگی۔ بتاریخ ۱۰ مئی کرنیل گوتفی نو پولوس کو چار ہزار سپاہ دیکر دریائے لوروس کی پل کو فتح اور پریویسا کی ساتھ ترکون
کا سلسلہ آمد و رفت منقطع کرنیکا حکم دیا گیا۔ کرنیل بیرکتاریس کو جس کے پاس یونانی فوج جندارمہ اور پولیس کے چیدہ ترین ڈھائی ہزار
آدمی تھے متذکرہ صدر مہم مین مدد دینے اور اوس کے میسرہ کی حفاظت کرنیکا حکم ملا۔ کرنیل بوٹ ساریس کو جو دو ہزار ایپاریسی مجاہدین کے
دستہ کا کمانڈر تھا بیڑہ جہازات کی توپون کی پناہ مین بمقام نیکوپولس خشکی پر اُترنے اور اودہر کے ترکون کی توجہ کو اپنی طرف منعطف رکھنے کا
حکم دیا گیا۔ کرنیل بوٹ ساریس نے اپنے کار مفوضہ کی درستی تعمیل کرکے نیکوپولس کی متصلہ پہاڑیون پر قبضہ کر لیا۔ مگر کرنیل بیرکتاریس نے
ہدایات کی پیروی کرنے کی بجائے باین خیال کہ مین بآسانی گریبووو کو فتح کرسکون گا۔ اوسپر حملہ کر دیا۔ گریبووو نہایت مضبوط مقام ہے۔ وہ ایک
پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے اور صرف ایک نہایت ہی دشوار گذار اور عمودی درہ کی رستہ وہان تک پہنچا جاسکتا ہی۔ وہان دو ہزار ترک موجود
تھے اور اونہون نے درہ کو دمدمہ بندیون ہی خوب مضبوط کیا ہوا تھا۔ مگر ان تمام مشکلات کی باوجود کرنیل بیرکتاریس نے ترکی دمدمہ بندیون کی پہلی
قطار کو دست بدست لڑائی کرکے فتح کرلیا۔ اوس وقت رات پڑ گئی۔ اور باقی لڑائی دوسرے دن پر ملتوی ہو گئی۔ دوسرے دن علی الصباح ترکون
نے اوسپر حملہ کر دیا۔ اور رات کی آٹھ بجے تک لڑائی ہوتی رہی۔ مگر درہ کو دہانہ کی پیچھے ہٹا دیئے گئے۔ مگر یونانیون کو بہت نقصان اوٹھانا پڑا
کیونکہ بارش کی وجہ سے جو سارا دن ہوتی رہی عمودی سطح ایسی پھسلنی ہو گئی تھی کہ اوسپر چڑہنا تقریبًا نا ممکن ہو گیا تھا۔ اور ان بیرکتاریس کو

اپنے حملہ میں ناکامی ہوئی۔ کیونکہ گو لنغی نوپولس ترودس کی غنیم کے ساتھہ مشغول پیکار رہا۔ اور بیر کتاریس کی مدد کو نہ آسکا۔ کیونکہ اگرچہ گو لنغی نوپولس پر مدد پہنچانا فرض نہ تھا۔ بلکہ بیر کتاریس کو اُسے مدد پہنچانیکا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن اگر وہ خود مصروف نہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے رفیق کی مدد پر پُہنچ جاتا۔ پھر بھی اوسنے پل کو فتح کرنیکے بعد کچھہ کمک بھیجدی۔ لیکن اوس سے کیا ہو سکتا تھا۔ ان متفقہ حملوں کا مدعا یہ تھا کہ پریویسا کو دوسرے علاقہ سے بالکل بے تعلق کر دیا جائے۔ اور نیز جیسے بھی بیان کیا گیا تھا۔ کہ ترک جو ظلم و ستم کر رہے ہین اونکو بند کرایا جائے۔ تاریخ مذکور کی لڑائی کے خاتمہ کے وقت تک ان مقاصد مین سے کوئی ایک بھی حاصل نہ ہو سکا تھا۔ اور جب ۱۵ تاریخ شب کو بیر کتاریس گھبرو دیپہ پر پھر حملہ کا سلسلہ شروع کرنے ہی لگا تھا کہ یونانی گورنمنٹ کے تاکیدی احکام پہنچگئے۔ جن کی تعمیل مین اوسے اور گو لنغی نوپولس کو پھر اونہی موقعون کو ہٹ آنا پڑا۔ جنپر وہ ۱۲ مئی سے پہلے قابض تھے۔ یونانی گورنمنٹ نے یہ احکام دول یورپ کی سرزنش پر صادر کیے تھے۔ طاقتون نے اوسے ڈانٹ بتائی۔ کہ ایکطرف تو التواے جنگ کی التجا کی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف خود پیشقدمی کر رہے ہو۔ بوٹ ساریس بھی پنٹکر پولس کی پہاڑیون کو چھوڑ آیا۔ اور فوج جہازون پر سوار کر کے سالاگورا جا اتارا۔ اور درحقیقت اُسی وقت سے جب کہ یونانیون نے جارحانہ افعال سے محترز رہنے کا وعدہ کیا التوائی جنگ شروع ہو گیا۔

ان دونون اور بالخصوص اوس حملہ کو جو گبرو دیپہ پر کیا گیا تھا ترکون نے غنیم کو نقصان عظیم پہنچا کر پسپا کیا۔ یونانیون کی ایک پلٹن تقریباً بالکل تلف ہو گئی تھی۔ ترک اس دفعہ نہایت مضبوط و مستحکم موقعون پر مورچہ بند تھے۔ اور برعکس ازین یونانی نشیب اور کھلے میدان مین یعنی یہان فریقین کیحالت معمول کے برعکس تھی۔ یونانیون کے بیان کے مطابق اون کے سات سو سے کچھہ زیادہ آدمی ضایع ہوئے۔ مگر غالباً درست تعداد اس سے دوگنی ہے۔ عثمان پاشا نے ۱۷ مئی کو اطلاع دی کہ یونانی کامل شکست کھا کر آرٹا کو ہٹ گئے ہین عثمان نے ترکی فوج کے نقصان کا اندازہ نو سو اور یونانیون کے نقصان کا دو ہزار آدمی کیا۔ اس ہزیمت کے بعد یونانی سپاہ[1] آرٹا کو ہٹ گئی۔ اور پھر بعد ازان اوسنے کوئی کارروائی نہ کی۔ کرنیل بوٹ ساریس کے بریگیڈ کو اوس خلیج کے پایاب پانی سے گذر کر جو پریویسا کے شمال مین ہے پیچھے ہٹنا پڑا۔ ان خوبیون کو سخت نقصان اور تکلیف اوٹھانی پڑی۔ ۲۰ مئی کو ڈیلی نیوز کے نامہ نگار نے پترا س سے جو ٹیلیگرام بھیجا۔ مندرجہ ذیل عبارت بوٹ زاریس کے دستہ کے متعلق اوس سے اقتباس کیجاتی ہے:۔

"مجھے بوٹ زاریس کے دستہ کا حصہ کثیر قرہ اسکاراس مین ملگیا۔ اور مجھے خبر معلوم کرنیکے لیے اور آگے نہ جانا پڑا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ہماری طرح (یعنی بیر کتاریس کے بریگیڈ کیطرح) اس دستہ کو بھی تین دن سخت لڑائی کرنی پڑی۔ لڑائی سریع پسپائی پر ختم ہوئی۔ جو پسپائی آخر بہاگڑ کی شکل مین متبدل ہو گئی۔ اور بہت سی بیشمار جانین ضایع ہوئین۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ یہ تین ہزار[2] آدمیون کا دستہ تاریخ ۱۲ مئی بدہ کے دن ترودس کے دہانہ پر اتارا گیا تھا۔ شروع ہی سے اس مہم کو بے ترتیبی اور بدانتظامی کا آماجگاہ بننا پڑا۔ جہازون سے خشکی تک پہنچنے کیلیے نہ ہونیکے برابر کشتیان تھین چنانچہ فوج کا حصہ کثیر مجبوراً تیر کر یا چلکر کنارہ تک پہنچا۔ تاہم رات کے وقت اور بدہ کی علی الصبح کل دستہ بخیریت و بلا مزاحمت خشکی پر پہنچگیا۔ اور پھر اوسنے اون تمام سرکون کو مناسب موقعون پر جو پریویسا سے فلپ پیدیا کو جاتی ہین قبضہ کر لیا۔ ان موقعون پر جیسی کہ توقع تھی جمعرات کی سہ پہر کو

[1] اس پسپائی کے وقت یونانی اپنی میدانی توپین تین تین ہزار رائفلین اور توپی سامان جنگ کے تین سو صندوق پیچھے چھوڑ گئے۔
[2] بقول ایک انگریز نامہ نگار کے یہ بارہ ہزار مجاہد تھے کہ ان مین ہم برادر اسی دستہ مین تھا۔ دیکھو سول ملٹری گزٹ مورخہ ۱۶ جون ۱۸۹۷ء

اور جمعہ اور شنبہ کو سارا سارا دن مشغول پیکار رہنا پڑا۔ دو ہزار ترکی فوج نے پر آویسا سے نکل کر شدید توپ و رائفل آتشباری کے بعد یونانی سنگین پوزیشن پے درپے حملے کیے۔ مگر ہر دفعہ نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کر دی جاتی رہی۔ یونانی اپنے موقعوں پر تا بعض قایم رہے۔ لیکن چونکہ انہیں دمسینا میں تیار کرینے کی فرصت نہ ملی تھی۔ اونکا نقصان بھی بہت ہوا۔ گو ترکون کے نقصان کے مقابلہ پر تھوڑا تھا۔ شنبہ کی شام تک دونون فوجین بالکل تھک گئین۔ مزید برآن یونانیون کو بھوک اور پیاس سے بھی سخت تکلیف پہنچ رہی تھی۔ لیکن غالبًا ان دونون باتون کی ترکون کو بھی ساتھ ہی شکایت تھی۔ یونانیون کا بیان ہو کہ البانوی سپاہی ایسی شجاعت و شہامت کے ساتھ لڑے کہ دیکھکر عقل دنگ ہو جاتی تھی۔ جان کی تو ان لوگون کو مطلقًا پروا نہ تھی۔ بہرحال فریقین کی پوزیشن مین اوس وقت تک کوئی فرق نہ پڑا۔ یونانی بدستور ابھی تک اپنی اصلی موقعون پر قایم تھے۔ کہ بہت رات گئی عمارتی کیطرح یہان بھی یونانی علاقہ کو ہٹ جانیکا حکم پہنچ گیا۔ اوس وقت ایک کمانڈر سے جس کا نام مجھے معلوم نہین ہوا سخت غلطی ہو گئی۔ اوس نے گو فتنہ واماندہ گرسنہ و تشنہ و بارش سے تر بتر سپاہ کو فہمایش کی کہ اگر مراجعت بسرعت نہ کیگئی تو ترک راستہ بند کر دین گے۔ یہ سُن کر لوگون مین بجائے پیچھا نالازمی امر تھا تاہم وہ معقول باترتیبی کے ساتھ ساحل کو واپس ہٹے صرف تقریبًا دو سو آدمی پیچھے رہے۔ اون کو اُس وقت اطلاع نہین پہنچائی جا سکتی تھی۔ ترکون نے غالبًا اون کو قتل کر دیا ہوگا۔ یا اسیر کر لیا ہوگا۔ کنارہ پر پہنچکر تشویش و پریشانی انتہائی درجہ تک پہنچ گئی۔ اس کی وجہ ترکون کا تعاقب نہ تھا۔ وہ تو خاموش بیٹھے تھے۔ بلکہ یہ کہ کشتی پر جہازون تک پہنچنے کیلیے کشتیان بالکل ندارد تھین۔ یہہ کیفیت دیکھکر یونانی جانون سے بالکل مایوس ہو گئے۔ اور بالآخر وہ سمندر کی اوس شاخ مین جو یونانی قلمرو اور انمین حائل تھی کود پڑے۔ اس کوشش مین اڑہائی گہنٹے صرف ہوئے۔ پانی سینہ تک تھا۔ پونچتو پر جب ترکون نے یہہ رنگ دیکھا تو پانی مین سے گذرنے والون پے درپے گولے برسانے شروع کر دیے۔ جس سے اون بیچارون کی حالت اور بھی نازک اور سخت مشکل ہو گئی۔ اور زخمی ہو کر گرنے سے یا پھسلکر عمیق پانی مین جا پڑنیسے اکثر آدمی غرق ہو گئے۔ باقیماندہ جب آخر کار کنارہ سلامتی پر پہنچ گئے۔ تو اوس وقت اون کی حالت واقعی قابل رحم اور درد انگیز تھی۔ اون کو اپنے زخمی مجبورًا پیچھے چھوڑنے پڑے تھے اکثر کے اسلحہ گم ہو گئے تھے۔ اور سب کے سب کی سکت۔ پژمردہ خاطر اور کمال افسردہ و مایوس ہو رہے تھے۔ کرنیل بورٹ ناریس کے آدمیون کا بیان ہے کہ تین دن کی لڑائی اور بھاگڑ مین اونکے ایک سو بیس قتل دو سو سے زیادہ زخمی جن مین سے چند مجبورًا پیچھے چھوڑ دیے گئے اور دو سو مفقود الخبر ہوئے۔ یعنی عمارتی کے معرکون کے نقصانات کی بہ نسبت آخری ......... تین دنون کی لڑائی مین یونانی فوج متعلقہ اپائرس کے تقریبًا پانسو قتل اور ایک ہزار مجروح و مفقود الخبر ہوئے جن مین سے اکثر کو مردہ ہی تصور کرنا چاہیے۔ یہ نقصان فی الواقع بہت بڑا ہے مگر اس سے فائدہ کیا ہوا؟ ہیچ! یا یہ ثابت کر دیا گیا کہ دیکھو یونانی سپاہی مرنا کیا عمدہ جانتا ہے۔

اس احمقانہ حملے سے یونانیون کو اور بھی بہت نقصان پہنچا۔ ترکون نے محض اُسی سے مشتعل ہو کر ڈوموکوس پر حملہ کیا تھا۔ اس مین کوئی شک نہین کہ ۱۵ مئی کی رات تک ترکون نے یونانیون کو جنہین ابتدا مین خفیف سی نصرت و کامیابی ہوئی۔ کامل طور پر زک پہنچا دی تھی۔ اور اون مین مقابلہ کی کوئی سکت باقی نہ رہنے دی تھی۔ محاربہ اپائرس مین از اول تا آخر یونانیون کے تین چار ہزار آدمی ضایع ہوگئے مقتولین ایک تہائی اور مجروحین دو تہائی۔ ترکون کا اس سے آدھا نقصان ہوا۔ از کم ۱۵ سو شہید و مجروح ہوئے اپائرس کی ترکی فوج

کی بکمال بیطرح سے مطلق بعنان ہی۔ ایپایرس ٹو وثیرن کہین ۱۴ اپریل کو جا کر براہ راست ادہم پاشا کے زیر کمان کیے گئے تھے۔

# فصل (۱۵) پانزدہم

## بحری معرکے

یونانی بیڑہ نے بقول جرمن افسر خشکی کی فوجی کارروائیون مین کوئی مدد نہ دی۔ یا دی تو بہت ہی خفیف۔ اوسکی ہمت و کوشش صرف متفرق و جزوی مہمون تک محدود رہی۔ اور ان مہمون کو بھی ایسی بری طرح سے انصرام دیا گیا کہ ملاحی و جہازرانی مین یونانیون کو جو شہرت حاصل تھی۔ اوسے بٹہ لگنے کے سوا اور کوئی نتیجہ اون ہی برآمد نہ ہوا۔ آغاز مخاصمت کی وقت بیڑہ مذکور کو کامل آزادی حاصل تہی۔ اوس کے لیے سارا میدان کھلا پڑا تھا۔ اور ہر ایک کو بڑی توقع تھی کہ وہ خوب جوہر دکھائیگا۔ مگر بری فوج کی طرح اس کی متعلق بھی وہی نامناسب و بیمحل تقسیم و تقسیم کی غلطی کیگئی۔

مغربی بیڑہ نے جس مین پہلو صرف الگنبوٹ شامل تھی تفصیلی مین مخاصمت شروع ہونے سے تھوڑی ہی دیر بعد پریویسا پر گولہ باری کرنے سے بحری محاربہ کا افتتاح کیا۔ پہلے کروزر میاپیس اور اگن بوٹ بایلی اس جا چیس اور پھر آہن پوش سٹ سائی مشرقی بیڑہ سے جدا کر کے مغربی بیڑہ مین شامل کر دیے گئے۔ ان جہازون نے کھلے سمندر سے اور الگنبوٹون نے خلیج سے پریویسا پر گولہ باری کی جس سے قصبہ مذکور اور اوس کی قلعون کو خفیف سا نقصان پہنچا۔ ۱۸۔ اپریل کو سات سو دیون کی ایک جماعت خشکی کیطرف سے بھی پریویسا کا محاصرہ کرکے اوسے فتح کرنے کے لیے خلیج کی شمالی ساحل پر بمقام وانتزا اتاری گئی۔ سمندر اور خشکی دونون طرف سے ایک ساتھ حملہ کرنے کی صرف یہی ایک کوشش کل محاربہ مین کیگئی۔ وہ بیولا چند جہاز ساحل ایپایرس کی ساحل کے برابر برابر شمال کو بھیجدیے گئے۔ اور انہون نے ۲۱-۲۲۔ اور ۲۳ اپریل کو حاجی سرندا۔ مرتو۔ اور ترگہ کے بلا فصیل کھلے شہرون پر گولہ باری کی۔ حاجی سرندا جزیرہ کارفو کی شمالی ساحل کی بالمقابل واقع ہے۔ یہان چند سپاہی خشکی پر بھی اتاری گئے جنہون نے چند عمارتون کو آگ لگا دی۔ مگر جلد ہی واپس ہٹ جانے پر مجبور کیے گئے۔

مشرقی بیڑہ جس کی ساتھ چند مسلح تجارتی جہاز بھی تھے۔ اور ان جہازون پر بری فوج سوار تھی نہین ۱۹ اپریل کو جا کر یعنی مخاصمت کی باضابطہ شروع ہو جانے سے چھ دن بعد بندر ولو سے روانہ ہوا۔ اور پھر پلاٹاموٹا۔ لفٹو کاریا اور کاٹرینا کی کھلے شہرون پر جہان ترکی فوج کے میگزین اور گودام جمع تھے گولہ باری کی۔ فوج صرف لفٹو کاریا مین اتاری گئی جسے ترکون نے دو طرفہ آتشباری کا نشانہ بنا کے فوراً ہٹ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس سے پہلے ۲۰ اپریل کو ایک جماعت نے خلیج کعتار کی ساحل پر اتر کر وادی آغاج سالونیکا ریلوے لائین کو توڑنے کی کوشش کی۔ مگر یہ اب تک ثابت نہین ہو سکا کہ اس ناکام کوشش مین یونانی بیڑہ کا بھی کچھ دخل تھا۔

ترکون کو بڑا اندیشہ تھا کہ یونانی بیڑہ سالونیکا پر ضرور حملہ کریگا۔ اونکو زیادہ تر اسی حملہ کا اس لیے خوف تھا کہ وہان اسکی مقابلہ کیلئے

ترکون کے پاس ایک بیٹری کے سوا، جو ۱۸۸۶ء مین ساحل پر نصب کی گئی تھی۔ اور کوئی سامان موجود نہ تھا۔ مگر یہہ خوف باطل ثابت ہوا۔ یونانی بتاریخ ۲۴ اپریل صرف قلعہ قرآبورن پر جو خلیج کے دہانہ پر واقع ہے، چند گولے جلد جلد برسانے پر قناعت کر کے پیچھے ہٹ گئے۔ صرف ایک دفعہ ایک یونانی تارپیڈو کشتی نے گرد آوری کرتے ہوئے سالونیکا تک بڑھ جانے کی جو ترکی اساس حرکات کا مرکز ترین مقام تھا جرأت کی مگر یونانی بیڑہ کبھی اوس کے سامنے نمودار نہ ہوا۔ وہ صرف ایک دفعہ راس کسندرا سے پرے ۲۴ اپریل کو گذرتا ہوا دیکھا گیا۔ یونانیون نے اپنے بیڑہ سے صرف یہ فائدہ اوٹھایا کہ، اُسی کو اُنہی سمولنسکی کی فوج نیا منرا سے سٹائلیس پہنچا دی۔ یا اوس فوج اور مجاہدین کے دستہ کی بقیہ السیف کو جو اپائرس مین اُتارے گئے تھے، مگر دریا لوروس پر شکست کھا کر ساحل کو ہٹا دیئے گئے تھے۔ جہازون پر سوار کر لینے سے کامل تباہی و ہلاکت سے بچا دیا۔

اس وقت سے بعد پھر مشرقی بیڑہ کی کسی کارروائی کی خبر سننے مین نہ آئی۔ حالانکہ تارپیڈو کشتیون کا بیڑہ جو شہزادہ جارج کے زیر فرمان اسکیا تھوس سے روانہ ہوا تھا۔ اسی بیڑہ مین شامل تھا اور حالانکہ یہہ بیڑہ دوسرے سے زبردست تھا۔ اوس نے آخر الذکر کے برابر بھی کام نہ دیا۔ الغرض یونانیون نے اپنی بحری فوقیت سے ذرہ بھر فائدہ نہ اوٹھایا۔ اگر یونانیون مین شجاعت بھی اُسیقدر ہوتی جسقدر کہ دولت تھی تو غالباً اونکو متعدد فتوحات حاصل ہوجاتین۔ بیڑہ کو فضول دو حصون مین تقسیم کر دینے کے بعد بھی مشرقی بیڑہ دو موقعون پر فوجین اُتارنے کیلئے کافی طاقت و استطاعت رکھتا تھا۔ یہہ موقعے وہی آغاچ اور جالملی تھے۔ آخر الذکر خلیج بولیر پر واقعہ ہے۔ حالات موجود الوقت اور اونکا محل وقوع دونون باتین یونانیون کو وہان بیڑہ بھیجنے کی زبان حال سے دعوت کر رہی تھین۔ اول الذکر ساحل پر واقع اور دو ریلوے لائینون کا محل اتصال ہے۔ اگر یونانی وہان اترکر ان لائینون کو اُکھاڑ دیتے تو سالونیکا اور قسطنطنیہ کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ جو اوس وقت نہایت ضروری اور اہم ہو رہا تھا کچھ مدت کیلئے بند ہو جاتا۔ وہان فوجی سٹور اور گودام بھی بافراط جمع تھے۔ اور اون کو بھی برباد کر دینا امکان مین داخل تھا۔ جالملی مین بھی اُترنے سے اس لائین کو جو ساحل کے قریب گذرتی ہے بہت نقصان پہنچایا جاسکتا تھا۔ اور دیدی آغاچ کے بعد یہہ مناسب ترین موقعہ یہی کو شغل کرنیکے تھا۔ دونون مین سے کہین بھی خشکی یا سمندر پر یونانیون کی خفیف سی مزاحمت بھی نہ ہوتی۔

مغربی بیڑہ کو بھی دو مقصد مدنظر رکھنے واجب تھے۔ ایک یہہ کہ اوس فوج کی مدد سے جو خشکی پر اُتاری گئی تھی پریویسا کو فتح کیا جاتا اور دوم یہہ کہ کارفو کے بالمقابل بمقام ساغیادا اپائرس کے ساحل پر فوجین اُتاری جاتین۔ اگر یونانی آخر الذکر مقام پر بہ جمعیت کثیر قابض ہو کر یانینا کو معرض خطر مین ڈالدیتے تو ایک تو اس سے کرنیل مانوس کو اپنی پیشقدمی مین بالواسطہ طور پر بہت مدد ملتی اور دوسرے اسی عیسائی رعایا کو جو بغاوت پر آمادہ تھی کھل کھیلنے کا موقعہ ملجاتا۔

۵ جون کو بحری مخاصمات کے متعلق بھی حسب ذیل شرائط پر التوائے جنگ کا معاہدہ ہوگیا۔ (۱) یونانی جہازات عثمانیہ سمندرون کی حدود سے جو بروئے قانون ملل متعین ہین نکلجائین (۲) جو جہاز ترکی علم یا بیطرف دول کے علم رکھتے ہون۔ اور ترکی بنادر سے ادہر اُدہر جا رہے ہون یا بروئے معاہدہ متعین شدہ حد فاصل کے اندر ہون اونکی تلاشی نہ لیجاے (۳) ان بنادر سے ترکی فوج کو کمک یا سامان جنگ بھیجنے کا کام نہ لیا جاے (۴) ترکی بیڑہ ڈارڈنیلز سے باہر نہ نکلے (۵) مجمع الجزائر کے کسی جزیرہ کی فوج کو کمک نہ بھیجی جاے۔

اسی تاریخ یا اس سے پہلے کیونکہ اس معاملہ کے متعلق ابھی تک یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یونانی گورنمنٹ نے دول کے سفراء کو
اطلاع دی کہ ٹرکی نے اوس سے بحری محاصرہ اوٹھا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ ایک کے سوا سب سفراء نے اوسے مطالبہ مذکور کو مان لینے کی صلاح
دی۔ اسٹرین سفیر کو ابھی تک اسکے متعلق اپنی گورنمنٹ سے ہدایات موصول نہ ہوئی تھین مگر اسمین کوئی شک نہین تہا کہ وہ دیگر دول کی
منشا سے متغایر نہ ہونگی۔ بعد مین آتینھز سے خبر آئی کہ یونانی وکلا نے جو صلح کی گفتگو کر رہے تھے۔ محاصرہ کو اوٹھا دینے کی شرائط قبول کر لی
ہین۔ اور خلیج آرٹا مین جہاز رانی کی عام اجازت و آزادی ہونے کی شرط اوپر مستزاد کر دی ہے۔

سر آشمیڈ بارٹلٹ بحری کارروائی کے متعلق حسب ذیل تحریر کرتے ہین:۔ یونانی بیڑہ نے محاربہ مین کوئی بڑا کام نہ کیا۔ وہ ترکی
بیڑہ موجودہ سمندر سے بہمہ وجہ افضل اور طاقتور تھا۔ اور اوس سے بڑی بڑی باتون کی امید تھی۔ ہر ایک کو پختہ یقین تھا کہ وہ بحیرہ مجمع الجزایر[۱]
کے ترکی جزائر مین سے چند ایک کو جو دفعی قابل تسخیر تھے ضرور فتح کریگا۔ اور نیز سالونیکا پر گولہ باری کر کے ترکون کے سلسلہ آمد و رفت کو بالکل
درہم برہم کر دیگا مگر پریویسا۔ پلاطاموٹا اور کاٹرینا پر گولہ باری کرنے اور ہمکو گرفتار کر لینے کے سوا یونانی بیڑہ نے اور کچھ کام نہ کیا۔ ۱۰ اپریل کو
ایک یونانی سکویڈرن نے پریویسا پر گولہ باری شروع کر کے دوسرے دن بھی اوسے جاری رکھا۔ یونانیون کا بیان ہے کہ اونہون نے دو کے
سوا باقی کل ترکی قلعون کو خاموش کرا دیا۔ اور شہر کو بھی بہت کچھ برباد کیا۔ برعکس ازین ترکون کا قول ہے کہ یونانی بیڑہ بے اثر گولہ باری کرنے
کے بعد پیچھے ہٹ گیا جس کی ایک جہاز کو ترکی گولون نے ایسا نقصان پہونچایا کہ وہ قریب الغرق حالت مین واپس گیا۔ انمین سے خواہ
کونسی روایت درست ہو۔ ہمین کوئی کلام نہین کہ اس معرکہ سے کوئی عملی نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ ۲۴ اپریل کو مغربی بیڑہ نے آغیا سر تاذ حاجی

[۱] انہین فتح کرنا آسان کام نہ تھا۔ ہر جزیرہ مین کافی ترکی فوج موجود تھی۔ اور نیز جیسا کہ مین پہلے لکھ چکا ہون ترکی بیڑہ ایسا ہی گیا گذرا نہ تھا کہ
اپنے مقبوضات کی بھی حفاظت نہ کر سکتا۔ ان جزیرون کی حفاظت اور تحصیلی کے انتظام کے متعلق جو سرکاری اعلان باب عالی نے اپریل کے آخری
ہفتہ مین شائع کیا تھا اوس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ترکی گورنمنٹ ان جزیرون کیطرف سے بیفکر نہ تھی۔ اعلان کا مضمون حسب ذیل تہا:۔ ہز امپریل مجسٹی
سلطان روم نے یہ معلوم کر کے کہ مرکب بحیرہ و مجمع الجزایر کے قریب جوار مین یونانی بحری ڈاکو فتنہ و فساد کرنے کی نیت سے آئے ہین حکم دیا کہ سلطانی بیڑہ
بیرون دہانہ ڈارڈنیلز سے چند جہاز ان کو گرفتار کرنیکے لیے بھیجے جاوین۔ یکم مئی دن کو ایک بحری کمانڈر آبنائے نے بذریعہ تار اطلاع دی کہ سلطانی
آہن پوش حفظ الرحمن تارپیڈو تباہ کرنے والا جہاز پلنگ دریا اور تین تارپیڈو کشتیان ڈاکوؤن کے تعاقب مین روانہ کی گئین جنہون نے
انکی چھوٹی بڑی گیارہ ڈونگیان مع ڈاکوؤن کے گرفتار کر لین۔ جو ٹینڈوس کو لائے جا رہے ہین۔ مفتوحہ صوبہ لاریسا کے داخلیہ انتظام کیواسطے
وزراء نے باجلاس کونسل جو تجاویز قرار دی ہین ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہانکی فوجی پولیس کیلئے الاسونا کیرینیریا۔ سالونیکا اور متصلہ اضلاع کی تجربہ کار
فوجی پولیس کے آدمی جائینگے۔ بغرض تکمیل اس پلٹن مین لاریسہ کے قرب و جوار سے ایسے اشخاص اضافہ کیے جاوینگے جنہون نے فوج تحفظ مین
کام کیا ہو۔ اگر اس قسم کے آدمی دستیاب نہ ہوے تو بذریعہ رنگروٹ اس کو مکمل کیا جاوے گا۔ سابق سفیر دولو اس شہر کے نایب گورنر مقرر
کیے جاوینگے۔ علی ہذا الاریسہ اور ٹریکالہ کے سفراء بھی اپنے اپنے ضلعون کے نایب گورنر تعینات کیے جاوینگے۔ غیر ممالک سے تجارت کو ترقی دینے کی غرض سے
چنگی خانون کا انتظام عنقریب متدین اور لایق افسرون کی سپرد کیا جائیگا۔ حضرت سلطان روم نے ان تجاویز کو منظور کر لیا ہے"۔ دونون مورخین کا یہ بیان
درست نہیں کہ سالونیکا کی حفاظت کے لیے کافی توپخانہ نہ تہا۔ اور کہ تارپیڈو فی الحقیقت نہیں بچھ سکتے تہے۔ اسکی تردید کنندہ تعداد ار تحریرین ضمیمہ مین درج ہین۔

کے ایک فصیل قصبہ پر جو ساحل اپاریس پر واقع ہے۔ گولہ باری کر کے اوسے چھین لیا۔ اور وہاں چند ترکی گودام تلف کر دیے۔

انہی دنوں یونانیوں کے مشرقی بیڑہ نے پلاٹامونا پر جو دریا پینی اس کے شمال میں پہلا قلعہ بند ترکی مقام تھا۔ گولہ باری کی۔ یونانیوں کا دعویٰ ہے کہ اونہوں نے ایک ترکی میگزین کو اُڑا دیا اور سامانِ رسد کے گوداموں کو بھی برباد کر دیا۔ یہ واقع ۱۸ اپریل کو گزرا۔ دوسرے دن اسی بیڑہ نے کاٹرینا پر جو پلاٹامونا سے دس میل بجانب شمال ہے گولہ باری کر کے چند مکانوں کو منہدم کر دیا۔ مگر دونوں مقامات کو واقعی نقصان بہت خفیف پہنچا۔

سالونیکا کی سلامتی جو یورپین ٹرکی میں دوسرا بڑا شہر اور اہم ترین بندر ہے۔ فی الحقیقت محاربہ کے کل دوران میں یونانی بیڑہ کے رحم و کرم پر منحصر تھی صرف دو چھوٹی چھوٹی پاتربان اُسکی محافظت کے لیے موجود تھیں۔ اور یہ روایت در اصل بالکل گپ تھی کہ خلیج کے دہانہ پر بیشمار تارپیڈو بچھے ہوئے ہیں۔ اجنبی قونصلوں اور اجنبی باشندوں کو سالونیکا کی سلامتی کیطرف سے ایسا اندیشہ ہو رہا تھا کہ اونہوں نے اپنی اپنی گورنمنٹوں سے یہ درخواست کر دی تھی۔ کہ وہ اونکی حفاظت کے لیے جنگی جہاز بھیجدیں یونانی بیڑہ نے سالونیکا پر کیوں حملہ نہ کیا۔ ایسا رازِ سربستہ ہے۔ جو اب تک معلوم نہیں ہو سکا۔

# (۱۶)
# فصل شانزدہم

## محاربہ کے آخری دنوں کا اجمالی بیان۔

حصہ اول میں محاربہ کے پہلے عشرہ کے حالات جنہیں وکیل آمرت سر نے نہایت دلچسپ پیرایہ میں بالاختصار شائع کیا تھا بطور ضمیمہ درج کیے جا چکے ہیں۔ اس سلسلہ کو مکمل اور ایک ہی موقعہ پر یکے بعد دیگرے تین مختلف تحریریں اور روداتیں جمع کر دینے سے ناظرین کی واقفیت و آگاہی کے دائرہ کو وسیع کرنے اور نیز اس لیے کہ ذاتی رائے قائم کرنے کے واسطے اون کے روبرو وافر ترین ذخیرہ معلومات کا موجود ہو۔ میں سر ایشمیڈ بارٹلٹ کی کتاب کی باقی فصلوں کا جن میں لاریسا سے روانگی و گرفتاری یونانی امیر البحر کی مدبہ بازی و عیاری۔ ایتھنز جاکر شاہ یونان اور قسطنطنیہ پہنچکر امیر المومنین سے ملاقات کرنیکے حالات اور سلطان المعظم کا کیریکٹر۔ اون کے دربار کے کوائف۔ قسطنطنیہ کی اہمیت۔ اور خاتمہ درج ہے اور نیز جرمن مورخ کی کتاب کے باقیماندہ حصہ کا ترجمہ کرنے سے پہلو جس میں انعقاد صلح و تذکرات صلحیہ کی مفصل کیفیت اور رضا پاشا سر عسکر کے حالات کے بعد لڑائی کے نتائج پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ ایک الگ فصل میں وکیل کی باقیماندہ تحریر وقعات جنگ کے متعلق ذیل میں درج کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

---

[1] اس کی وجہ یہ تھی کہ یونانی بیڑہ پر فی الحقیقت سامان جنگ بالکل نہ لدا تھا۔ اور پیچھے ملک میں بحری سٹور بالکل خالی پڑے تھے۔ اس امر کا چند مہینوں بعد یونانی گورنمنٹ نے خود صاف صاف اعتراف کر دیا تھا۔ مترجم۔

## محاربہ کا دوسرا و تیسرا عشرہ

مسٹر رلالی کو شاہ یونان نے موقوف کر دیا ہے اور مسٹر رالی اونکی جگہ صدر اعظم مقرر کئے گئے ہیں۔ نئے صدر اعظم کرنیل واسیوس کو کریٹ سے واپس بلا لیا ہے۔ لیکن نئی وزارت نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ لڑائی جاری رہے۔ عساکر عثمانیہ کا مقابلہ بمقام ولسٹینو ہو رہا ہے جو مقام دومو لو سے قریب ہے۔ اور وہان بھی یونانی حملہ نہین کرتے۔ بلکہ مدافعہ پر ہی قناعت کرتے ہین۔ یہانتک کہ جن افواج یونانی نے آپائرس پر حملہ کیا تھا۔ وہ بھی اپنی سرحد پر واپس آگئی ہین۔

مقام ولسٹینو جو دومولو اور اتھنز کے مابین ایک بڑا مشہور مقام ہے۔ لڑائی چند دنون تک جاری رہی اور اس عرصہ مین چند حملے یونانیون کی صفوف توڑنے کیلئے کئے گئے۔ مگر وہ سب مین کامیاب رہے۔

ایک کارسپانڈنٹ رقمطراز ہے کہ ترکون کے ایک رسالہ نے جس مین ایکہزار جوان تھے چھ پہاڑی توپون کے ساتھ ۲۰ تاریخ اپریل کو ولسٹینو کے قرب و جوار کا معائنہ کیا۔ اونہون نے ہر چند چاہا کہ ریلوے لائین کاٹین اور اس غرض کے حاصل کرنے کو ایک یونانی فوج سے جس مین چار سو پچاس آدمی تھے اور جن کے پاس چھ توپین تھین لڑائی بھی کی مگر غرض حاصل نہ ہوئی۔ اور بعد مین یونانیون کو فرسالہ سے ورکمک بھی پہونچ گئی تھی۔ اس لڑائی مین یونانیون کے تین افسر کام آئے۔ اور ترک سپاہی تقریباً ۲۳ مارے گئے۔ ۹ تاریخ کو ترکون نے دوبارہ پانچہزار پیادہ فوج اور ایک دستہ سواران اور ۱۲ توپون کے ساتھ حملہ کیا۔ مگر یونانیون کی جمعیت بمقابلہ ترکون کے اس موقعہ پر بہت زیادہ تھی۔ اور یہی سبب ہوا کہ ترکون کو ریلوے لائین کاٹنے مین کامیابی نہ ہوئی۔ اور دو گھنٹہ کی لڑائی کے بعد انہین واپس ہونا پڑا۔ ۱۰ اپریل کو پھر ترکون نے اپنی پیادہ فوج کو دو حصون مین تقسیم کر کے ولسٹینو کی ریلوے لائین کاٹنے کی نیت سے یورش کی اور دومولو اور فرسالہ کا رستہ بند کر دیا۔ اس موقعہ پر ترکون کی سپاہ مین چودہ سو جوان تھے اور مقابلہ مین یونانی بارہ ہزار سے کم نہ تھے۔ ترکون نے باوجود قلت تعداد نہایت قابلیت اور جوانمردی سے مقام کفیسلو کو سنگینون کی نوک پر فتح کر لیا۔ فریقین کا اس جنگ مین سخت نقصان ہوا۔ اس وقت ترکون کا رسالہ میدان مین قیامت ڈہا رہا تھا۔ اور یونانی رسالہ کے ساتھ مقابلہ مین مصروف تھا۔ لیکن جسقدر نقصان پیادہ فوج کا ہوا۔ اونا سوارون کا نہوا۔ کیونکہ لڑائی کا زور پیادہ فوج پر تھا۔ دونون فوجون مین سخت گولہ اندازی ہوتی رہی جو ایک دوسرے کے مقابلہ مین بعض جگہ فقط چار سو گز کے فاصلہ پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیون پر صف آرا تھین جب سورج غروب ہونے لگا تو دور سے ترکون کا قلب لشکر پیشقدمی کرتا ہوا دکھائی دیا۔ مگر چونکہ اب شام ہو گئی تھی اس سبب سے لڑائی مین عارضی طور پر وقفہ ہو گیا۔ اور ایک ٹرین بھی دومولو سے فرسالہ مین جون تون کر کے آگئی اور رات کو یونانی اپنے اپنے مقامات پر جمے رہے۔ اور ترک موضع کرتی مین جو پانچ میل کی مسافت پر ہے بانتظار کمک واپس چلے گئے۔ یکم مئی کو کل یونانی فوج جو فرسالہ مین تھی میدان جنگ مین پہونچ گئی۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ مگر نتیجہ کسی کے حق مین ظاہر نہ ہوا۔ رات کو بھی چند مختصر مقابلے ہوئے۔ جن مین یونانی پسپا نہ ہوئے۔

دومو کے سوا ولسٹینو پر لڑائی ہوئی یہان ترکون کی جمعیت دس ہزار سے کم نہ تھی۔ اونہون نے اپنی فوج کو دو حصون مین تقسیم کر کے دو مقامات پر دھاوا کر دیا۔ اور چند گھنٹے تک لڑائی جاری رہی مگر یونانی پیچھے نہ ہٹے۔ یونانی کہتے ہین کہ ہمنے ترکون کو پیچھے ہٹا دیا تھا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ ہمارا بہت کچھ نقصان ہوا۔ کرنیل سموئنسکی کی رائے ہے کہ مین اس مقام کو نہ چھوڑونگا۔ اور اگر میرے پاس اور بیس ہزار آدمی آجاوین تو عجب نہین کہ مین علاوہ اپنا مقام قائم

رکھی گئے مورچون پر حملہ بھی کر سکون۔ ویلشینو مین یونانیون کے ۳۰ مارے گئے اور ۴۰ زخمی ہوئے لیکن یونانیون کی سرکاری خبر یہ ہے کہ ۵۰۰ ترک مارے گئے مین۔ اور یونانی ۳۵ مارے گئے اور ۱۴۱ زخمی ہوئے۔ ترکی سپاہیون کی جسمانی قوت اور استقلال واقعی فوق الفطرت ہی۔ جمعہ کو روز وہ قبل از طلوع آفتاب آٹھ میل تک پیادہ پا چلے اور سپہرون لڑائی مین مصروف رہی پھر جب شام پڑی تو اور آٹھ میل کا سفر کیا۔ مگر باوجود اس قدر زحمت اور تکلیف کے اون کے چہرون سے تکان کے آثار نظر نہ آتے تھے۔ اب ترکون کی ساری ہمت رسد رسانی کے وسایل پر مصروف ہے کیونکہ اونکی موج مقام کتا فرلیسے جہان اونکا ذخیرہ ہے۔ ۱۰ اپریل آگے بڑھائی ہی۔ و تاریخ کو عساکر عثمانیہ نے مقام زرکاس پر قبضہ کر لیا یہ مقام لاریسا کی سڑک پر ترحالہ کے مغرب مین واقع ہے۔ یہان ترکون کو بہت سا غنیمت کا مال اور سامانِ حرب اور بارود وغیرہ دستیاب ہوا۔ اگرچہ ایک دن اس سے پہلے ترحالا پر بھی ترکون کا قبضہ ہوگیا تھا۔ مگر اونہون نے خود ہی اوسے چھوڑ دیا تھا اور اِس سبب سے فرسالہ اور اوس کے درمیان پھر ریلوے لائین جاری ہوگئی ہی میری رائے مین یہ افواہ غلط ہی کہ ترکون نے وولو پر قبضہ کر لیا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یونانیون نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ جمکر مقابلہ کرین۔ اور اونکو یونانی۔ فرانسیسی۔ انگریزی اور اٹلی کے جنگی جہازات کے بر وقت پہنچ جانیسے فی الجملہ اطمینان بھی ہوگیا ہے۔ اب وہان دوسو فرانسیسی سپاہی شہر مین بھی گشت کرتے ہین۔ ان جہازون کے آنیسے کچھ رونق سی ہوگئی ہے۔ ورنہ یونانی سب کا خالی کر چکے تھے اور عورتون اور بچون کو ایک جماعت کثیر مین وہان سے نکال چکے تھے۔

لاریسا مین اب دوکانین کھل گئی ہین۔ یونانیون کے قیدیون کے ساتھ ترک اچھا سلوک کرتے مین۔ اور اون کو اچھا کھانا ملتا ہی شہر والون کو ترکون کے سلوک پر اعتبار ہوتا جاتا ہی۔

یونانیون کا بیان ہی کہ باشی بزوقون نے بہت سی دوکانات اور مکانات کو لوٹا ہے۔ اور گورنمنٹ یونان نے اِس شکایت کا ایک مراسلہ بھی دول عظام کے نام جاری کیا ہی کہ ترکون نے تھیسلی مین بہت سا تاخت و تاراج کیا ہے۔ ایک اخبار مین یہ شکایت بھی شایع ہوئی ہی کہ عساکر عثمانیہ نے لاریسا کے کل گرجون کو بیحرمت کیا۔ اور لوگون کے سکونتی مکانات اور دوکانون کو زیر و زبر کر دیا ہے۔ اور جو سب لوٹا ہی غنیمت کا مال چھکڑون مین لاد کر روز سالونیکہ کیطرف بکثرت روانہ ہو رہا ہی۔ اور بھیڑ بکری۔ بیل گلون کے گلے برابر ہنکائے ترک ہانکے لیئے جاتے ہین جب یہ خبر اڑی کہ ترکون نے یونانی قیدیون کے ساتھ برا سلوک کیا تو میس ترکی قیدیون کو جو پیرکے روز مقام پیریس مین آتے تھے۔ لوگون نے بہت کچھ ڈانٹا۔ اور اگر فوجی گارڈ جو اونپر متعین تہا اونکی حفاظت نکرتا تو عجب نہین کہ اون کی تکے اڑجاتے۔ ہمارا خاص نامہ نگار لکھتا ہے کہ یونانی رسالہ نے اوس بھاگڑ مین جو فوج کو مانگی سے مراجعت کیوقت ہوئی تھی بڑی جوانمردی دکھائی۔ اور اونہون نے مطلق آثار وحشت کے ظاہر نہ کیئے +

## جنگ اپیرس

بقول ٹائمز ہمارا خاص نامہ نگار جو یونانی فوج کے ساتھ تھا پنٹی پیگاڈیا کے مفصل حالات جنگ لکھتا ہی کہ ۲۸ اپریل کو ترکون کی چار ہزار پیادہ فوج توپخانہ سمیت اوس مقام پر حملہ آور ہوئی جو وہ ہاتھ سے دیچکے تھے۔ مگر یونانیون نے بہادری سے مقابلہ کیا۔ اِس موقعہ پر یونانیون کی جمعیت حسب ذیل تھی۔

ء ایورونی ۶۰۰ پیادہ فوج ۲۰۰۔ والنٹیرس۔ اونہون نے ملک کو اننے تک بڑے استقلال سے مقابلہ کیا ملک کو ساتھ دو توپین جو بعد ازان وقت پہاڑ پر نصب کی گئی تہین ترک ظاہرا بہت نقصان اوٹھاکر پسپا ہوئے۔ اور یونانیون کا فقط ایک آدمی کام آیا اور چار زخمی ہوئے اِس مستقل حملہ سے معلوم

یہ ہوتا تھا کہ یونانیوں کو بالضرور دیگر امدادی افواج کی ضرورت واقع ہوگی۔ لیکن نہ معلوم جنرلوں نے کس حکمت کو پیش نظر رکھکر ایسے بڑے اہم مقام کو جو فی الاصل تھسلیا کا دروازہ ہے معدودے چند سپاہیوں کے بھروسہ پر چھوڑ دیا تھا۔ ہمارا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ ضرور ابھی کوئی اور حملہ ہونیوالا ہے۔ اس لئے میں جمعرات کی صبح کو اپنے خیمہ سے جو میلونا میں ترکی فوج کے ساتھ تھا ایک سامنے کے درے پر جو ایک گھنٹہ کی مسافت پر واقع تھا معاینہ کیلئے گیا۔ میجر مذکور کی فوج ایک مستحکم مقام پر قابض تھی۔ اور اوسکی جمعیت ایک ہزار جوانوں اور آٹھ توپوں کی تھی جب میں اوس درے پر پہنچا تو مجھے دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ وہاں فقط چھ سو ایزیونی اور دو توپیں تھیں اور خاص پہاڑ پر مشرق کیطرف فقط دو پہاڑی توپیں دو ایزیونی سپاہیوں کی کمپنیاں اور ایک کمپنی پیادہ سپاہیوں کی اور دو سو والنٹیر موجود تھے۔ اور ان لوگوں کا بھی یہ حال کہ پانچ دنکے متواتر اور مسلسل جنگ نے انہیں سخت عاجز کر رکھا تھا۔ رسد کی قلت اور کام کی کثرت نے انہیں نیم مردہ بنا رکھا تھا۔ اس پہاڑ میں درہ کو ہی بیکا آخر تک یونانیوں کو چھ ہزار پانسو آدمی اور سو توپیں تھیں اور توپوں کو مناسب موقعہ پر نصب کیا تھا۔ ٹھیک چار بجے دس منٹ وائیں ہاتھ سے ترکوں نے آتشباری شروع کردی۔ یہ گولہ باری ترکوں کی ایک بڑی فوج کیطرف سے ہو رہی تھی۔ جو پہاڑ کی آڑ میں ہماری نظروں سے غائب تھی۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ یہ حملہ یونانیوں کو اون کے مقبوضہ مقامات سے باہر نکالنے کیلئے کافی تھا۔ مگر مجھے یہ امید فقط نہ تھی کہ اس ایک صدمہ کے سبب سے ایڈمیس کی ساری فوج وحشت زدہ ہو جائیگی۔ اور یونانیوں کو فقط ایک رات کے اندر اون سارے مقامات سے بیدخل کرادیگا جو انھوں نے بڑی جانکاہی سے حاصل کئے تھے اور یہی اوس کا مایہ ناز تھا جو جنگ کے آغاز سے آجتک خدا خدا کرکے اسکے ہاتھ لگا تھا۔ جب پانچ بجے تو یونانیوں کیطرف سے توپ چلنا بند ہو گیا اور میں دیکھتا تھا کہ یونانی یکے بعد دیگرے پہاڑ سے نیچے بھاگے آتے ہیں۔ اور بجائے اون کے ترک جوق در جوق اللہ کا نعرے لگاتے ہوئے اوپر چڑھ رہے تھے۔ اور بگل برابر بج رہی تھی کہ توپ مت چلاؤ جب ترکوں نے پہاڑ پر اسطرح قبضہ کر لیا تو ہماری حالت جو درہ پر تھے سخت نازک ہوگئی اس [illegible] بجکر دس منٹ پر ہمیں بھی مراجعت کا حکم ہوا۔ اس حکم پر آدمیوں نے کوئی وحشت یا قلق ظاہر نہ کیا۔ بلکہ چپ چاپ غصہ سے بھرے چل پڑے۔ البتہ چند کم عمر سپاہی جو پانچ دن کی مسلسل لڑائی اور فاقہ سے بیجان ہو رہے تھے کسیقدر بدحواسی سے بڑبڑاتے۔ میری رائے میں یونانی جان توڑ کر لڑے۔ انکی تعداد تو بہت قلیل تھی۔ اگر کوئی اور بہادر سے بہادر فوج بھی ہوتی اور اونکی تعداد بھی خواہ کتنی ہی کثیر ہوتی تاہم ترکوں کے اس حملہ کی تاب لانا بڑے دل و گردہ کا کام تھا۔ اور یقین تھا کہ دنیا بھر کا کوئی سپاہی خواہ وہ کتنا ہی تجربہ کار کیوں نہ ہو اس سخت حملہ کا مقابلہ کر سکتا۔ لیکن تعریف فقط انہیں معدودے چند سپاہیوں کی ہے باقی فوج نے معلوم کیوں بالکلیت توپ بند کردی۔ حالانکہ ابھی ترکوں کی آتشباری بھی نہ ہوئی تھی۔ خدا جانے اونھوں نے کس بنا پر توپوں کا چلانا یک قلم بند کر دیا۔ جب ہمارا کارسپانڈنٹ نصف شب کو کیوماروی میں پہنچا تو اوسنے دیکھا کہ وہاں کی قلعہ نشین فوج بھی جو تین ہزار سے کم نہ تھی۔ ان بھگوڑوں کے ساتھ بھاگنے میں شامل ہوگئی۔ اور اپنی چھ توپیں ساتھ لیگئی۔ اونھوں نے کہیں بھی مقابلہ نہ کیا بلکہ یک قلم سب کے سب بھاگ اور ایک فایر بھی نہ کیا۔ ساری فوج میں ایک عجیب ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ اور سپاہیوں کے چہروں سے ظاہر ہوتا تھا کہ اونھوں نے نیت کر لی تھی کہ ہم مطلق نہ لڑیں گے۔ وہ سب کو یہ ترغیب دیتے تھے کہ آرٹا کیطرف بھاگو۔ افسروں کا یہ عالم تھا کہ وہ بھی فوج کے ساتھ جا رہے تھے۔ اور اون کے چہروں پر ندامت اور رسوائی برس رہی تھی۔ اور معلوم یہ ہوتا تھا کہ سپاہی اون کے بس میں نہیں کل فوج" تھی۔ ایمان کے ساتھ دیہاتی بھی شریک ہو گئے جو ترکوں کے انتقام کے ڈر کے مارے نہتے آکر ملگئے۔ کیونکہ اونھیں خوف دامنگیر ہوا کہ ترک اس جرم کی

پاداش مین کہ یہہ سپاہیون کے ساتھ کیون شریک ہوئے ہم سے عوض ضرور لین گے - ہزارون عورتین بچے اس محشرستانِ بے تمیزی مین چلی جاتے
تھے و بکری بھیڑ - بیل گھوڑا اور دیگر جانورگلون کے گلے لوگ ہانکے لیے جاتے تھے - عورتون و بچون کے سر پر اسباب کی گٹھریان بہت ہی بے قرینہ دہری
ہوئی تھین اور وہ چیختی اور روتی ہوئے افتان و خیزان اس گرداب بلا مین بلا کسی حوصلہ یا اطمینان کے چلے جا رہے تھے - اور جہان کہین رستہ مین گذر گاہ
تنگ ہو جاتا تھا اوس وقت سخت چپقلش ہو جاتی تھی اور آدمیون اور حیوانات کا عبور مشکل ہو جاتا تھا - وہ بلا تمیز ایک دوسرے پر گرتے تھے
اور ایسی موقعہ پر بہت سی خون بھی ہو جاتی تھے اور مال کا نقصان بھی ہو جاتا تھا - دیہاتی تو البتہ بباعث وقفیت کسیقدر اورون سی فایدہ مین تھے
مگر اون غریب والدین کا شور و شیون کلیجہ مین سوراخ کرتا تھا جن کی اولاد آناً فاناً اس بے ترتیبی مین آنکھون سی غائب ہو جاتی تہی - اسپر غضب
یہہ تھا کہ روشنی مطلق نہ تھی تھوڑے سی لیمپ جو معدودی چند آدمیون کے پاس تھے وہ اتنی بڑی جمہور کی ضروریات کیلئے کسی صورت مین مکتفی نہین ہو سکتے
البتہ دور سے جو لوگون کو اپنے گھرون مین آگ لگتی ہوئی دکھائی دیتی تہی یہ اوشعلے اونکے زخمون پر نمک کا کام دیتی تھی - و ذیکو شب کو ہم آرٹا کی پل پر پہنچی
اور صبح کے وقت تک آرٹا روس کے مشرقی ساحل پر ایک یونانی کا نام و نشان تک نہ رہا - لغلطہ شہر گیارہ ہزار آدمی جن کے ساتھ ہم توپین اور کافی
سامان حرب ہوا ور جو حسن اتفاق سے ترکون کی عملداری مین جا گھسے ہون اور جنہون نے بالاستقلال اپنے ڈیرے وہان ڈالدیے ہون اسطرح ایک آن
واحد مین وہان سی بھاگ کر واپس آجاوین کہا جاتا ہی کہ اس فوج کا کل نقصان .. آدمی کا ہوا مسٹر کلیجیسٹ ہیرن انگلش ونلنٹیر جس کی نسبت مشہور رہا تھا
کہ مارا گیا ہے ترکون کے ہاتھ مین قید ہے - اور زخمی بھی ہی گورنمنٹ یونان نے پریوسا کی گولندازی بند کرادی ہی کیونکہ سوائے نقصان بارود کے اور کوئی
فایدہ وہان مترتب نہ ہوا ◆

## ایتھنس کے حالات

۲۸ اپریل کو ایتھنس مین سخت تہلکہ برپا ہوا - اور اوسکی دو وجہین تھین - ایک تو یہہ کہ بدہ کے دن مجلس وزراء منہا
کو رہپا نہ ہو سکا - اور دوسرا یہہ کہ فریق مخالف کے سر گروہون نے چند تقریرین بھی عوام کے روبرو کین ۲۹
تاریخ کو بادشاہ نے ڈیلیانی کو عہدہ صدارت سی برطرف کر دیا کیونکہ اوس نے استعفا دینے سے انکار کیا تھا - اوسکی بجائے ایم رالی صدر اعظم مقرر ہوا اور دیگر
صیغون کے وزیر بھی مقرر ہوگئے چونکہ سب کے سب ایم ریلے کے فریق اور ایم ٹریکوپی متوفی کے مقلدین مین سی ہین - انہین سی ایم سکوٹوڈے جو وزیر صیغہ
خارجیہ مقرر ہوا ہے صلح پسند اور امن جو مشہور رہے -

اس عزل و نصب کا سبب ما سوا اس کے اور کوئی نہین کہ عوام نے بہت کچھ شور و غوغا کیا - اور اونکا اعتقاد یہہ ہے کہ فوج کا اسطرح سے ہزیمت اوٹھانا
خالی از علت نہین - یقیناً کوئی نہ کوئی مخفی کارستانی عمل مین آئی ہے - نظر بحالات شاہ یونان کا یہ فیصلہ کہ موجودہ وزارت معزول کیجاوے دور اندیشی
پر مبنی تھا - نئی وزارت نے دو وزیرون کو مقام فرسالہ پر فوج کی حالت معاینہ کرنیکے لیے بھیجا - اور اونکی مراجعت پر پیر کی شب کو تمام رات مجلس الوزراء
کا جلسہ منعقد رہا اور آخر الامر یہ قرار پایا کہ جنگ جاری رکھنا چاہئیے - کیونکہ یہہ کہا گیا ہے کہ امداد تعداد کثیر پہنچ گئی ہے - اور فوجیون کے حوصلے جو پست ہو گئے
تھے - و لیسٹنو مین ترکون کی ہزیمت ہوا اب پہر بحال ہو گئے ہین - اس مجلس نے یہہ بھی قرار دیا ہے کہ کرنیل دہوس اور دیگر بیس افسر کریٹ سی واپس بلالیے جاوین
اور کرنیل وسوس بجائے کرنیل مانوس کے ایپیرس کی کمان پر مامور رہا ہے - اور کرنیل مانوس اور اوس کا سارا اسٹاف وہان سے تبدیل ہوا ہے - گورنمنٹ
یونان نے ہر وکلاء متعینہ ممالک غیر کے نام پیر کو مراسلے اس مضمون کے بھیجے ہین کہ آئندہ اور سپاہی ممالک غیر کے بہرتی نہ کیے جاوین رنقول وصل مین

اچھی مطابقت ہی فیصلہ تو یہ ظاہر کیا جاتا ہی کہ لڑائی جاری رہیگی۔ اور عمل یہہ۔ یون کہتی ہو کہ نرم آئی ہوگی کہ اپنی بیبسی کا اعلان اِس قدر
جلد کیا جاوے۔ مگر اب یہ کہنا بھی فضول ہو کیونکہ اس وقت ساری شیخی کرکری ہو چکی ہے۔ اور قلعی کھل گئی ہے اور ہاتھہ جوڑتے ہین آئی ہی آپ اپنا سا منہ لیکر بیٹھ رہے ہین
خاندان شاہی کے شہزادون کی برخلاف سخت شورش بھی ہوئی تھی اور یہہ شورش ایسے چند اخبارون نہین ہی جو ابھی کل ہی تعریفین کرتے کرتے آسمان
پر چڑھاتے تھے مگر باوجود اِس کی اب شاہی خاندان پر چندان لعن طعن نہین ہوتا۔ اور لوگون کی طبیعتون مین کچھہ قرار سا آگیا ہے۔ اور حرارتین سرد
ہوگئی ہین۔ معلوم ہوتا ہی کہ کروان پرنس نے اوس وقت لاریسا سے مراجعت کا حکم دیا جب اوس کی اسٹاف نے ایسا حکم دینے پر مجبور کیا۔ اونھون نے
اوسے یہہ بھی سوجھایا کہ ہم آپ کی جان کی حفاظت کی بھی ذمہ وار ہین۔ یہین ایک مراسلت ایتھنز سے آئی ہے جس مین مرقوم ہے کہ اِس وقت ایتھنز
مین مہاجر رعایا موجود ہے جن مین وہ لوگ ہین جو ۱۸۶۶ء و ۱۸۷۸ء سے فوجی خدمات سے باعث کبرسنی سبکدوش کیے ہوئے ہین۔ اب ان بیچارون کو
بھی صف آرائی کا حکم ملا ہے۔ مگر انہیں مشکل یہہ ہی کہ انکی پہننے کو وردیان اور چلانے کو بندوق اور کارتوس کہان سے آئین۔ چنانچہ حکام نے دوکاندارون سے
وہ بندوقین قیمت پر مانگین جو فرانسیسی افواج نے نکمی قرار دیکر پھینک دی تھین۔ اور جنہین بعض چھٹ پونجیے خوردہ فروش یونان مین بغرض منافع
لائے تھے۔ یہ بقدر دو لاکھہ عدد کی یہان آئی ہین۔ اور انکی قیمت ۲ شلنگ ۲ پنس ہے (افسوس ہندوستان مین کھلے طور پر اسلحہ جنگ کی بکری ممنوع ہے
ورنہ انارکلی کے کوڑی بھی چار پیسے کما لیتی۔ مگر کماتے کہان سے روپیہ تو یونانیون کے ہان ایسا ہی عنقا کا حکم رکھتا ہی جس طرح غیرت۔ البتہ اودھار
منھہ مانگے دام کہرے کر لیتی۔ اور ملنا فرداے قیامت پر موقوف۔ افسوس اِس برتے پر تتا پانی) اگرچہ انتظام بیع و شرے بھی نہین ہوتا تھا اور دوکاندار
دیتے ہوئے ہچکچا رہے تھے کہ مشکل کی روز رنگروٹ خود ہی ٹوٹ پڑے اور جو سامان کسی کے ہاتھہ لگا آپ ہی اوٹھا لیا کیون نہ ہو نرالے صفت میدان
مقام پیریس مین ایک فرانسیسی جہاز کو بھی لوگون نے لوٹنا چاہا۔ اس جہاز مین بہی کچھہ مستعملہ بندوقین تہین۔ مالک نے جب یہ حالت دیکھی تو خود ہی
لوگون کو مال بانٹ دیا۔ اوس دن شہر مین سخت کہرام مچا ہوا تھا۔ بلکہ یقین تھا کہ انقلاب عظیم ہونیوالا ہے۔ غول کے غول محل شاہی کے قرب و جوار مین
بیطرح شور کرتے رہے اور سوداگرون کی دوکانون کو بیجا بالوٹتے رہے۔ بازارون مین علی رؤس الاشہاد شاہ اور اوس کے خاندان کے ارکین کی
تصویرون کو لوگ ٹکڑے ٹکڑے کرتے جاتے تھے اور انکی دھجیان اوڑا اوڑا کر اپنے دلون کی بخار نکالتے تھے۔ یہانتک اس مین لوگون کا غصہ اور غیر جوشی
اِس حد تک پہنچ گئی کہ شاہی آرمز (وہ نشان جو کسی خاص سلطنت اور خاندان سے مخصوص ہوا کرتا ہے) کو اونھون نے سرِبازار ٹکڑے
ٹکڑے کر ڈالا۔ لوگون کا غصہ کمال کو پہنچ چکا تھا۔ اور شور و شغب انتہا کو درجہ تک ہو گیا تہا کہ ایم ریلی نے آکر لوگون سے منت کہا کہ تم اپنے اپنے گہرون کو
چلے جاؤ مین ابھی بادشاہ کے پاس جاکر اس کا انتظام قرار واقعی کرتا ہون۔ چنانچہ وہ اوسیوقت ایوان شاہی مین گیا۔ اور دوسرے دن انکی
اوسی کی کہنے پر ایک مجلس الوزرا منعقد ہوئی ٭

## کریٹ کی حالت

ٹائمز کا خاص کارسپانڈنٹ مقام کانڈیا سے بذریعہ تار حسب ذیل رقمطراز ہے۔ مین یہان ڈیڑہ ماہ کی بعد واپس آیا
ہون۔ اِس عرصہ مین یہان بہت سی تبدیلیات عمل مین آئے ہین۔ ایکطرف سے مین دیکھہ رہا ہون کانڈیا اور ریتیمو مین
زیادہ تر امن ہوگیا ہے۔ دوکانین کہل گئی ہین۔ اور دوکاندار اپنے اپنے کامون پر آبیٹھے ہین۔ اور بندوقین اور بندوقچی آپ سی آپ مفقود
ہوگئے ہین۔ اب ہر وقت کی بندوق اندازی اور آتش زدگیون سے فی الجملہ اطمینان ہے۔ لوگ پہر اپنے کام دھندون مین پہر لگ گئے ہین۔ اور جو لوگ ادہر ادہر

سے آکر پناہ گزین ہوئے ہیں۔ اونکی جماعت ایک خاص مقام پر رہتی ہی۔ ترکون نے بھی اپنا اقتدار اور اقتدار از سر نو جمالیا ہے۔ اور جزیرہ کی خود مختاری اور مطلق یونانی کا خیال حرف غلط کیطرح مٹتا نظر آتا ہی جس سے یہ نتیجہ نکالنا آسان ہی کہ پھر ترکی حکومت یہان قایم ہو۔ کیونکہ آجتک کوئی ترکی سپاہی یا عہدہ دار یہان سے خارج نہین کیا گیا۔ باغیون مین عام طور پر یقین ہے کہ دول یوروپ کا بابعالی کے ساتھہ اتفاق ہی۔ اب اس خیال کو یک بیک دور کرنا نہایت مشکل ہی کیونکہ اونکے دلمین یوروپ کی سلطنتون کیطرف سے ذرا بھی اطمینان اور اعتبار نہین۔ اور یونانی طرفدارون کا لوگون پر بالعموم لوگون پر بڑا رسوخ ہو۔

مختلف ممالک کے امیر البحرون نے فیصلہ کر لیا ہے کہ رعایا یونانی کو جزیرہ مین اوس وقت تک بود و باش کا اختیار حاصل ہو جب تک وہ امن سے رہین اور کوئی شور و فساد نہ کرین۔ اس عرصہ مین اونکی حفاظت ہمارے ذمہ ہوگی۔

ممالک غیر کے امیر البحرون نے باغیون کے سرغنون کو جو مقام اکروٹری مین تہے پچھلے ہفتہ اطلاع دیدی ہے کہ ہم اوس مزاحمت مین بھی کسیقدر نرمی کرنے پر مائل ہین جو کرنیل وسوس اور اوسکی فوج کے برخلاف جاری تھی۔ باغیون کو اختیار ہے کہ وہ شہرون مین بلا ساز و یراق آکر اپنا احتیاج خرید اور اس صورت مین ایک بدرقہ اونکی حفاظت کیلئے ساتھہ دیا جاویگا تاکہ کوئی پرخاش پسند مسلمان اونہین نہ ستائین۔ ادنیٰ درجہ کے باغیون مین سخت مصیبت پھیلی ہوئی ہے۔ اور شہرون اور قصبون مین تو غضب کی تکلیفین ہو رہی ہین اور یونانیون کا ترقی پر ہین۔

کینیا مین ۲۰۰۰ و ریتیمو مین ۲۰۰۰ و کینڈیا مین ۴۰۰۰ اور سیتیا وغیرہ مین ۱۵۰۰۰ مسلمان ہین۔ ان مین سے ۱۵۰۰۰ کی سرکاری امداد سے پرورش ہو رہی ہو۔

اتوار کے روز امیر البحرون نے ان باغی سرغنون کو بلا کر کہا تھا کہ تم خود مختار کئے جانے کو پسند کرو۔ مگر اونہون نے پھر وہی ضد کی کہ ہم یونان سے الحاق چاہتے ہین خواہ یونانی فوج ہماری سرحد سے نکل بھی جائے۔

ان باغیون نے کینڈیا مین آب رسانی کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔

**مصالحت** — اخبار ٹائمز کا کارسپانڈنٹ مقام وائینا سے لکھتا ہے۔ پہلے یہ مشہور ہوا تھا کہ فی الحال روس انگلستان اور فرانس روم اور یونان مین مصالحت کیلئے پیشقدمی کرین گے۔ مگر روس مین یہ خیال ہی کہ ایسا کرنا کل دول عظام کو مناسب ہی۔ کیونکہ ساری دول ابتدا سے اس معاملے مین شریک ہی ہین اور نیز اوس وقت مناسب ہی جب یونان درخواست کرے۔ یہی رائے آسٹریا اور جرمنی کی ہی۔ یہ کہنا محض غلط ہے کہ آسٹریا یا جرمنی نے جنگ روم و یونان کے معاملہ مین کوئی علیحدہ کارروائی کی ہے جو دیگر دول سے جداگانہ ہو۔ پیرس مین نیم سرکاری طور پر اعلان ہوا کہ لارڈ سالسبری کی تجویز دربارۂ اس امر کے کہ پیرس مین یونان و روم کے معاملات کے متعلق کانفرنس ہو نامنظور رہ گئی ہے۔ اگرچہ دیگر طور پر اس باب مین گفتگو ہو رہی ہی۔

**قسطنطنیہ** — بابعالی نے فیصلہ کر دیا ہے کہ یورپین علاقہ جات مملکت مین اور تین لاکھہ فوج بڑھائی جائے۔ گویا مجموعی تعداد فوج کی بشمول اون افواج کے جو اناطولیا مین مقیم ہے سلطنت عثمانیہ اب عنقریب پانچ لاکھہ فوج یوروپ مین مسلح کرین گی۔

اتوار کے روز چار ترکی جہاز جن مین فوج بھری تھی بحیرۂ ایجین کیطرف ڈارڈینلز سے روانہ ہوئے۔ سبب کہ باشندگان نو ذمینیان و عیسائی

[illegible]ون شامل ہاکی نہ چند گھوڑے البانیا کی فوجکو استعمال کیلئے نذر کیئے ۔

استنبول کے یہودیون کی ایک جماعت نے درخواست کی ہے کہ ہم فوجکی وردیان بلا اجرت سینے کو تیار ہین حساب کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۳ مارچ سنہ ۱۸۹۷ء سے آجتک یا بعالی کا زائد فوجی خرچ ۳۵ لاکھ پونڈ ہوا ہے (آجکل کے پونڈ کی قیمت کے لحاظ سے یہ رقم قریب ۴ کروڑ ۳ لاکھ کے ہوتی ہے ۔ اب ترکون نے کہانتک زیادہ ستانی کی ہو اگر خرچہ جنگ بقدر ۲ کروڑ کے مانگا ہو کیونکہ یہ رقم ۳ مئی سنہ ۱۸۹۷ء تک کی تھی ۔ اوس دن سے آجتک کئی لاکھ اور بھی صرف ہوا ہو گا ۔ یہ مانا کہ یونان دیوالیہ اور مفلس و قلاش محض ہو مگر پا بانداز ہ مدا برداکے مسئلہ کو پیش نظر رکہنا ۔ وزیعبہ روز بدکیون دیکھنا نصیب ہوتا ۔ اب تو جانئن محو و کردہ خود کردہ را تدبیر نیست) ۔

جنرل وان ہنک (جو قیصر ولیم کی وزارت جنگی کے اعلے افسر ہین) نے گریکوف پاشا کو حکم دیا ہے کہ وہ استنبول مین واپس آجائین مگر پنگو پاشا آسونا مین محض تو پخانہ اور سامان حرب کو ملاحظہ کرنیکے گئے تہے ۔ چونکہ اونہون نے میدان جنگ مین خاصکر لاریسہ کی قبضہ مین بہت کچھ حصہ لیا ہے اس لئے عام طور پر بہت ہی بڑی ہوتی ہے کہ باوجودیکہ ابتک اونکا تعلق افواج جرمنی سے منقطع نہین ہوا ۔ وہ معرکہ مین کیون اسطرح شریک ہو یہی حال دیگر جرمنی افسرون کا بھی ہو یہ افسر شہنشاہ جرمن نے عاریتاً سلطان کو دیا تھا ۔

## خدیو مصر اور سلطان کے تعلقات

جریدہ سرکاری خبر دیتا ہے کہ سلطان المعظم کے صدر اعظم نے خدیو مصر کو سرکاری طور پر فتح ترنو وا ور لاریسا کی اطلاع دی ۔ اونخدیو نے کمال نیازمندی و عقیدت سے مبارکبادی کا اظہار کیا ۔ حضرت سلطان المعظم نے بجواب اس کے اظہار خوشنودی مزاج فرما کر ارشاد فرمایا ۔ کہ آئندہ سیکرٹری کو حکم ہوا ہے کہ آپکو وقتاً فوقتاً جس قدر فتوحات افواج قاہرہ کو فضل الٰہی سے ہوتی رہینگی باضابطہ اطلاع دیجاویگی ۔

اس جنگ مین خاصتاً یہ امر قابل بیان ہو کہ یونانیون نے جو مراسلات میدان جنگ سے اپنے اعلیٰ افسرون کے پاس بھیجے ہین وہ سب کے سب کذب اور افترا سے مملو تہے شکستون پہ شکستین ہوتی جاتی تہین مگر وہ یہی کہتے رہے کہ ہمین فتح ہوئی ہے ۔ مگر ۳ مئی کو تو اونہون نے کمال کیا اور اپنی اس کذب بیانی کو انتہا کو درجہ پر پہنچایا چنانچہ ٹائمز کا کارسپانڈنٹ متعینہ ایتھنز حسب ذیل لکھتا ہو ۔

رات کو جب یہ خبر آئی کہ ترک ویلیسٹینو اور فارسلا پر ترکون کو ہزیمت ہوئی تو یہان بڑا جوش پھیلا ۔ کرنیل سموئنسکی نے لکھا تہا کہ ویلیسٹینو مین ترکون کی جمعیت دس ہزار آدمی سے زیادہ تھی جو دو حصون مین منقسم ہو کر ہمپر آ پڑی ۔ مگر ہمنے اونہین پسپا کیا ۔ ۳ مئی و ۲ سیپہر کو جو مراسلت کرنیل مذکور کیطرف سے آئی ۔ اوس مین یہ لکھا تہا کہ مین نے چھ چھ پہر سخت لڑائی کی اور میری فوجین خون کے دریا چلا رہی ہین ۔ ۲ بجے دن کے لڑائی بند ہوئی اور کرنیل مذکور نے ایک تار اس مضمون کا دیا کہ خداتعالیٰ کی مہربانی سے ہمین یہ فتح نصیب ہوئی ہے ۔ چار بجے پہر ترکون نے حملہ کیا ۔ مگر کرنیل نے پہر اونہین پسپا کیا جب کرنیل کے پاس ور امدادی فوج پہونچی تو اوسنے اب حملہ مین پیشقدمی کی اور بقول اوسکے دشمن کو سخت نقصان پہنچایا ۔ اس لڑائی کو ختم ہونے پر پرنس کو تار دیا کہ دشمن اگرچہ پسپا ہو گیا ہے مگر آج ایک اور حملہ کا انتظار ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ترک فارسلا کے قلب لشکر پر اس وقت حملہ آور ہو رہے ہین ۔ وقت اونہون نے دوسری جانب ویلیسٹینو پر حملہ کیا تھا ۔ صبح ہوتے ہی عساکر عثمانیہ کو تیزی سے توبکار کیطرف بڑھے ہے ۔ اور کرمان پرنس نے فوراً جنگ کا تار دیا کہ لڑائی ہونیوالی ہے ۔ تہوڑی دیر کے بعد شہزادہ صاحب نے دوسرا تار اس مضمون کا دیا کہ جنگ عظیم شروع ہو گیا ہے ۔ بعد یونانی اگر موجود کے

چھوڑکر کیمپ کیطرف ہٹ آئی ہین معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقع قریب سہ پہر کے ہوا۔اس جنگ کا انتظار برابر ایک دن سی تہا۔اور یونانیون کی فوجین صبح ہوتے ہی مقابلہ کیلئے تیار کیگئی تھین جب کروان پرنس میدان مین بذات خاص پہنچا تو سپاہیون کو نئی امید کچھ ڈہارس سی ہوگئی۔اور پرنس نکولس دکھین برادر کروان پرنس) بہی توپ خانہ کے ساتھ میدان مین موجود تھا۔شام کے ۸ بجے تک لڑائی جاری رہی۔اوس وقت ترکون نے آتشباری بند کردی۔رات کے آٹھ بجے کرنیل پاپلے نے جو کروان پرنس کی فوجکا چیف سٹاف افسر ہے۔یہ رپورٹ جنگ تیار کی جس کا ماحصل یہ ہے آج ۵ بجے ترکون نے ہمارے مورچون پر حملہ کیا کل سے اونکی نیت یہ نظر آرہی تھی کہ ہمارے میسرہ کو چیرکر نکلجائین۔مگر آج خلاف توقع اونہون نے اپنا ارادہ فسخ کرکے ہمارے مقدمۃ الجیش پر حملہ کیا۔چونکہ اونکی تعداد بہت زیادہ تھی۔اس وجہ سے ہمارے طلیعہ کی فوج لڑتے لڑتے پیچھے کو ہٹ آگئی۔اور اپنی فوج کے میمنہ کے مقابل مین ایک مقام پر آکر جم گئی۔گولہ اندازی بہی ہوئی مگر تھوڑی دیر تک جاری رہی۔ترکون کی پیادہ فوج اگرچہ تین مقامات پر بڑے زور سے بڑہی آتی تہی۔مگر ہماری فوجنے اوسکی پیشقدمی کو روکا۔معلوم نہین کہ ہمارا یا ترکون کا نقصان کسقدر ہوا۔کروان پرنس لڑائی مین موجود تھا۔اور پیادہ فوجکی آتشباری کی زد مین کہڑا رہا۔اور پرنس نکولس فوجکے میمنہ مین سپاہیون کو حوصلہ دیتا رہا۔اوس کی توپ خانہ کے مقابلہ پر دشمن کے دو توپخانے ایستادہ تہے۔ہم اپنے مورچون پر قابض ہین۔کل غالبًا پھر لڑائی ہوگی۔ترکون کی جمعیت ہم سے بہت زیادہ ہے۔ہماری ساتہ مین جس فوج نے ہمارے میمنہ پر حملہ کیا تہا۔اونکی تعداد پندرہ ہزار سے کم نہ تھی۔علاوہ برآن مور و ملخ کیطرح اونکی فوجین روز بروز پہاڑون سے اترتی دکھائی دیتی ہین۔ترکون کا توپ خانہ اور سوارون کا دستہ ہم سے بدرجہا زیادہ ہین۔صرف ایک دستہ سواران جو ہمارے ساتھ تھا وہ بہی بیچارہ ہیٹی کی رکاب مین ستح تر کہا لا کے دیئے گیا ہے (لعنۃ اللہ علی القوم الکاذبین۔چند بجے سے لیکر آٹھ تک یہ مرد آدمی یہ ترطبہ تمہید لکہتا رہا۔اور نہ معلوم کتنے کاغذ پہاڑکر آخرکار یہ مسودہ تیار کیا جس مین دبی زبان سے شکست کا اقرار کرنا پڑا۔اور جس کے لفظ لفظ سے تصنع ظاہر ہوتا ہے مگر جیسے نافہم بلکہ بمعنی رونیز جنگ فتح کی خبر سمجھکر کپڑون سے باہر ہوگیا۔چنانچہ آگے ظاہر ہوگا۔فارسی مشہور مثل واقعی یہین صادق آتی ہے خوگفت دخر… باور کرو)۔

اس رپورٹ کے آنے پر گورنمنٹ نے کروان پرنس۔پرنس نکولس اور کرنیل سموہینسکی کو جداگانہ مبارکباد کی تارین دین۔اور وزیر صیغہ جنگ نے کل فوجکے نام جو فارسالا مین مقیم تھی۔مبارکباد کا تار علیحدہ روانہ کیا۔بعدازان بادشاہ نے اپنی طرف سے کروان پرنس اور فوجکو ایک علیحدہ تار اظہار مسرت اور مبارکباد فتح کا دیا (فتح شاید ان بیچارون کے روزمرہ مین جان بچاکر ماں کی گود مین واپس آنے کو کہتے ہین۔ایسی ہی فتحون نے انہین تین ہفتون کے اندر جیسے ایتھنز مین واپس پہنچا دیا ہے۔اور جو فوج بڑے طمطراق سے قسطنطنیہ کی فتح اور کریٹ کے الحاق کے لئے گہر سے نکلی تہی تسلی بہی ہاتھ سے دے بیٹھی )۔

ہرایک شخص کو یقین تہا۔کہ آج ہی فارسالا اور ولیسٹینو کا قطعی فیصلہ ہوجائیگا۔لوگ کل کی خبرون سے بڑے خوش خوش اتراتے ہوئے پہرتے تھے۔اور اپنی فوجی قوت پر بہت نازان معلوم ہوتے تھے۔ہر ایک گرجے مین فتح کی دعا بڑے زور و شور بلکہ سازوسامان سے گائی گئی۔اور دیوزہ فتح کا شادیانہ بڑے ساز اور آہنگ کے ساتھ بجایا گیا۔مگر لوگ ان رنگ رلیون مین ہمہ تن مشغول تہے کہ یکایک یہ خبر برق خاطف کیطرح آپہونچی کہ فوجین فارسالا سے بھاگ کر ڈمکاس پر واپس آگئی ہین۔

**واقعات اصلی**

جب لڑائی عارضی طور پر ختم گئی تو کرون پرنس نے ایک فوجی کونسل منعقد کی جس نے یہ قرار دیا کہ چونکہ ادہم پاشا کی فوج تخمیناً ساٹھ ہزار آدمی ہے اور ترکون کی نقل و حرکت سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فارسلا کو بالکل محصور کرین اس لیئے مناسب وقت یہہ ہو کہ یہان سے جان چھوڑا کر ڈومکاس کو جانا چاہیئے اور یہہ وہی نظر بحالات موجودہ رات کیوقت مناسب ہے اس فیصلہ کی اطلاع کرنیل سمولینسکی کو بھی دیگئی۔ اور اوس کو اختیار دیا گیا کہ وہ خود اپنے لیئے راہ فرار تجویز کرے۔ یہ فیصلہ ہوتے ہی فوجون کا انتقال و حرکت شروع ہو گیا۔ اور سپاہی ترتیب کے ساتھ پیچھے ہٹنے لگ گئی۔ رات کیوقت ترکون نے اپنی مجوزہ حرکت فارسلا کو محصور کرنے کی شروع کی مگر جب صبح ہوئی تو انہین معلوم ہوا کہ دشمن یہان سے چلدیئے ہین۔ ڈومکاس کے باشندے شہر سے بھاگ گئے ہین۔ کرنیل سمولنسکی رات بھر ویلسٹینو مین ہا صبح کیوقت ترکون نے اوسکی فوج پر سخت حملہ کیا اور طرفین سے جنگ شروع ہوئی مگر نتیجہ اب تک معلوم نہین کہ کیا ہوا۔

فرسالا کے باشندے بھی شہر سے نکل گئے ہین۔ اور میجر ٹریٹی اپنے سوارون کا دستہ لیکر کل فوج کے ساتھ شامل ہونیکے لیئے ڈومکاس کو چلا گیا ہے۔ آج شب کو یقین ہے کہ کرنل ویسوس اور کرنل کانسٹن آرگلس جہازون کے ذریعہ سے واپس آجاوینگے۔ کرنیل سوس تو صدر و تھیسلی پر مامور ہو ہے۔ اور کرنیل کانسٹن ڈومکاس مین چیف سٹاف ہو کر جاتا ہی۔ کرنیل میناس آرٹلری کمان سے معزول ہو گیا ہے۔ اور اوسکی جگہہ کرنیل پیٹر ٹھان مامور ہو گیا ہے۔ بعد مین یہہ افواہ اڑائی گئی۔ کہ فارسلا سے فوجین اس لیئے ڈومکاس کو بھاگی ہین کہ وہان مشہور ہو گیا تھا کہ کرنیل سمولنسکی آلمیرو کی جانب بھاگ رہا ہے۔

لڑائی ختم ہو گئی ہے۔ اور یونان نے اپنی شکست کا اقرار کر لیا ہے۔ اور دول عظام کی وساطت کو قبول کر لیا ہے کہ ہم بچاؤ کے معاملات کرادین۔ اور اونکی اس تمہیدی شرط کو بھی منظور کر لیا ہے کہ ہم اپنی فوجین کریٹ سے واپس بلالینگے۔ ۵ مئی بروز چارشنبہ ترکون نے فارسلا پر حملہ کیا معلوم ہوتا ہے کہ دن بھر اونکا مقابلہ بلکہ مدافعہ ہوتا رہا۔ یہانتک کہ ایتھنز مین جو خبرین میدان جنگ سے اوس روز آئی تھین۔ اون سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ عساکر عثمانیہ سخت نقصان کے ساتھ پسپا ہونے رہے۔ مگر شام کے وقت ترکون نے کرون پرنس کا قافیہ کچھہ ایسا تنگ کیا کہ ہو بھاگتے ہی بن آئی چنانچہ وہ رات کو ڈومکوس کیطرف بھاگ گیا۔ جہان جاکر اوسنے دم لیا۔ اور دوسرے دن صبحکو یعنی جمعرات کے روز ترکون نے مقام فارسلا پر قبضہ کر لیا مفصل کیفیت اس لڑائی کی جو میدان جنگ سے ایتھنز مین آئی ہے اس طرح پر ہے کہ کرون پرنس نے اپنی صفون کو آئین جنگ کے مطابق ترتیب دیا۔ اور ٹھیک دو بجے دن کے یونانی فوجین آگے کو بڑہین۔ ترک جن کی جمعیت پچاس ہزار سے کم نہ تھی۔ اسیوقت کوہ تکوس سے اوترے اور اپنے توپخانہ کو مناسب مقامات پر نصب کر کے گولہ باری کرنے لگے ان آتشباری نے یونانیون کا سخت نقصان کیا بالخصوص اوس حصہ لشکر کا جو ریلوے سٹیشن کے قرب و جوار مین خیمہ زن تھا۔ ترک برابر توپون کی آڑ مین بڑہتے گئے۔ اور آخر دور نکل آئے کہ یونانیون کے ساتھ سینہ بسینہ ہو گئے۔ یہ حال دیکھکر کرون پرنس نے واپسی کا حکم دیدیا۔ بھاگنے والی فوج سامان حرب گولہ بارود وغیرہ اپنے ساتھ ہی لائی ترکی افواج نے چلتے چلتے موضع تاتری کو جلا کر خاک سیاہ کر ڈالا۔ اور موضع دیوسکی کے ایک یونانی پادری کو اوس کے بال بچے سمیت تہ تیغ کیا۔ اب یونانی فوجین مقام ڈومکاس مین لڑنے پر تلی بیٹھی ہین مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ جس قدر اخبارون کے کارسپانڈنٹ یونانی فوجون کے ساتھ تھے۔ اون کے سودے پہلے یونانی افسرون کو دکھائے جاتے ہوں گے اور جب وہ حک و فک کر لیتے تھے اوس وقت اپنے اپنے اخبارات مین بغرض اشاعت بھیجے جاتے تھے۔ ورنہ اگرچہ بالطبع آزادی پسند و اخبارات مین

رہتے بیانی کے عادی ہین۔ یہ تو تعجب ہے کہ کیون مرتکب ہونے لگے تھے اور اس طرح چھپا چھپا کر اصلی حالات پر کیون پردہ ڈالتے - ہر ایک فقرہ تلا ہوا
بلکہ ہر ایک لفظ جنتری سے نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ ناچار نتیجہ لکھنا پڑتا ہی مگر حرف مطلب ہزارون پہلو بچا بچا کر بیان ہوتا ہے چنانچہ
ہماری رائے کی تصدیق آگے چلکر اون کارسپانڈنٹون کی تحریر سے ہوتی ہے جنہون نے اپنی آنکھون سے لڑائی تو دیکھی مگر جو یونانی رسوخ یا
دباغت مین نہ تھے)

جن کارسپانڈنٹون نے یہ لڑائی اپنی آنکھون سے مشاہدہ کی۔ اونکا بیان ہے کہ یونانیون نے یہان جمکر مقابلہ نہین کیا۔ بلکہ ڈر کر ایک
ایسا مقام چھوڑ دیا جسکا فتح کرنا آسان نہ تھا یونانیون کی جمعیت تیس ہزار کی تھی (تیس ہزار بھیڑین بھی ہوتین تو بلا سے پانچ چھ گھنٹا ونہ ہی
رستہ ہی رک جاتا مگر ان جانباز قومی شہیدون سے یہ بھی نہ ہوسکا مترجم) جب وہ بھاگے تو بہت سا ذخیرہ سامان حرب و خوراک اور چند توپین
بھی پیچھے چھوڑ گئے ترکون نے ۰۰ سے زیادہ زندہ گرفتار کرلیئے (اگر ہماری سنین تو اونہین چڑیا خانہ مین بھیجدین تاکہ لوگ اونکی زیارت کیا کرین
دکیل ٹو۔ کاس کے باشندے کہتے ہین صبح لاریسا مین پہلے ہی بھاگ گئے تھے۔ (جب ترک لاریسا کا رخ کرین گے تو کہان جاوینگے جہنم مین ۔۔ اب تو گھبرا کے یہ
کہتے ہین کہ مرجائینگے + مرکے بھی چین نہ پایا تو کدہر جائین گے۔ ڈکیل)۔

ترکون کا نقصان اس معرکہ مین فقط ۰۰ سپاہیون کا ہوا اور ۰۰ زخمی ہوئے جب ترکون کا میسرہ آگے کو بڑھا تو یونانیون نے بڑے زور کے ساتھ
آتشباری کی نشانہ بہت ہی ٹھیک بیٹھا تھا جس سے صاف ظاہر تہا کہ یونانیون نے خوب غور سے ان مقامات کی جانچ پڑتال کی ہے کیونکہ جو گولہ اونکی
توپون سے نکلتا تھا وہ خطا نہ کرتا تھا بلکہ بعض اوقات سخت نقصان کرتا تھا۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ایک گولہ کے صدمہ سے تین سپاہی تو شہید ہوئے
اور بہت سے زخمی ہوئے لیکن باوجود اس قادر اندازی کے ترکون کی پیشقدمی مین ذرا بھی لغزش نہ ہوئی۔ وہ برابر اوسی استغنا اور ہمت کے ساتھ گاتے
ہوئے بڑھتے چلے گئے۔ ان نقصانون کی اونہون نے ذرہ بھر بھی پرواہ نہ کی +

پیرکے روز کرون پرنس نے حسب ذیل اعلان شایع کیا۔ یونانی فوجکے سپاہیو۔ فوج ڈوموکوس مین واپس آگئی ہے کیونکہ فارسلا مین استحکام نہ
تھا اور غنیم کی تعداد ہم سے بہت زیادہ تھی مگر اب جو مقامات تمہارے قبضہ مین ہین وہ ایسے مستحکم ہین کہ امید نہین کہ دشمن اونپر اپنا قابو پاسکے خواہ
اونکی فوج ہم سے کتنی ہی زیادہ کیون نہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم عنقریب اونہین مار کر بھگا دوگے۔ اور خود حملہ کرکے اون کو قلمرو یونان کی سرحد سے پار
کردوگے۔ یہ خیال رہے کہ تم اپنے وطن کا مقدس اہتمام اپنے ہاتھون مین رکھتے ہو۔ اور تم اپنے شاہ اور قوم کی آبرو کیلئے میدان کارزار مین آئے ہو۔
تمہین لازم ہے کہ دشمن کو ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہ دو مین بخوبی جانتا ہون کہ تمہین سخت تکلیف ہورہی ہے۔ اور مسلسل چند دنون کی جنگ
سے تم تھک گئے ہو مگر ان مصیبتون کو استقلال کے ساتھ برداشت کرنا چاہیئے کیونکہ تم اپنے ملک کی ناموس کے لیئے لڑ رہے ہو۔

(ہر کسے ناصح برائے دیگران + ناصح خود یافتم کم درجہان ۔ بیچارے بے تنخواہ سپاہیون سے تو یہ لن ترانیان ہانکی جاتی ہین اور کانسٹنٹائن
خود وقت پر جب کبھی معرکہ پڑا میدان سے یون غائب ہوجاتے ہین جیسے جاڑون کی چھپکلی یا دسہرے کا نیل کنٹھہ ۔ اور اسپر طرہ یہ کہ چلتے چلاتے فوجون کو
بھی بھاگنے کا حکم دے جاتے ہین جس کی غرض سوائے اس کے اور کچھ نہین معلوم ہوتی کہ اکیلا مین ہی رسوا نہ ہون ۔ بلکہ مرگ انبوہ جشنی دارد کی ہیتی صادق
آوے اور پھر جہان دن بیس کوس پر جاکر دم لیا تو شاگرد ناموس مقدس اہتمام حسب قومی وطن وغیرہ سب کچھہ یاد آجاتے ہین ۔ وکیل) +

ہمارا کارسپانڈنٹ مقام ڈومکاس سے لکھتا ہے کہ مین ہفتہ کے روز اوس درے سے گذرا جو لاتیاسے نکلکر راستہ مین آتا ہے۔ اب تک پرانی سرحد بدستور موجود ہے کیونکہ ترکون کے مورچہ برقرار ہین۔ لوگ سب کے سب بھاگنے پر تیار بیٹھے ہین۔ ہزارون بیل۔ گائے۔ بکریان۔ گہوڑے۔ اونٹ۔ اسباب خانہ داری کے چھکڑے قطار در قطار سمندر کیطرف کو جا رہے ہین۔ ڈومکاس مین یونانی فوجکی جمعیت بیس ہزار سپاہی ہے۔ اور ملب لشکر ایک پہاڑی کے عقب مین واقع ہے جو سمندر سے ۲۰۰۰ فیٹ مرتفع ہے۔ اور وہان سے فارسلا کا میدان نیچے برابر دکھائی دیتی ہے۔ کرنیل سموئولنسکی کی سپاہ سمندر کیطرف گورا کی سڑک پر خیمہ زن ہے۔ اگرچہ سپاہیون کا حوصلہ اور صحت اچھی حالت مین ہے۔ مگر موسم کی اس ناقص حالت مین سپاہیون کا صحیح و سالم رہنا مشکل دکھائی دیتا ہے۔

ہفتہ کے روز شدت سے گرمی رہی۔ اور اتوار کو پھر سخت بارش ہو گئی جس سے موسم مین بہت بڑا فرق پیدا ہو گیا۔ اور فوجون مین جن کا شب و روز کا بسیرا فقط آسمان کے تلے ہے۔ اس تغیر سے ضرور جسمانی نقصان پہنچا۔ (حضرت ابھی تو بڑا طاعون ادہم پاشا و دربین لیئے دور ہی سے تاک رہا ہے۔ جب قریب پہنچیگا۔ تو اوس وقت اسہال جاری ہونگے۔ مگر یہہ کہنا اور اس بیماری کا بہانہ بھی خالی از علت نہین۔ یہہ بھاگنے کی پہلی بنیاد رکھی گئی ہے لیکن کن نرکیبون سے بزدلی چھپائی جاتی ہے۔ وکیل)۔

پیر کے روز ٹائمز کا کارسپانڈنٹ بذریعہ تار کے خبر دیتا ہے کہ آج رات سے بارش مسلسل ہو رہی ہے جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ بیماری بُری طرح پھیل گئی۔ اور مکرہے تو اسبات کا کہ دوا کافی موجود نہین۔ دقت تو یہ ہے کہ ایسی وقت مین کمسریٹ کا اہتمام کیا جاوے یا دیگر ضروری باربرداری کا یا ڈاکٹرون اور ادویات کا۔ ظاہراً کمسریٹ نے فوجیون کے آرام کا مطلق خیال نہین رکہا۔ اس سے ضرور ہے کہ ہمارے سپاہیون کا حوصلہ پست ہو۔ تاہم انگریز کوشش کر رہے ہین۔ کہ ایتھنز سے ادویات ان بیمارون کیلیئے منگائی جائین۔ اور یہان پر عارضی ہسپتال قایم کیئے جاوین (خواہ مخواہ اتنا دردسر کیا گیا - اصلی بیماری تو ادہم پاشا کے آتے ہی زایل ہونے والی تھی۔ اور یہ بات کچھ نئی نہ تھی۔ بارہا کے تجربون نے مکرر ثابت کر دیا تھا کہ جہان اوسکی فوج نے آگے کو قدم بڑھایا۔ وہین یہہ بھاگنے کیلئے تیس ہو گئے۔ بلکہ جس مین توانائی نہ ہو وہ گھٹنون کے بل ہی تیار ہو جاتے ہین۔ خیر کہ گفتہ اند نکوئی کن و در آب انداز۔ وکیل)

یونانیون نے اس مقام کو بہت مستحکم بنا لیا ہے اور ان پچھلے چند دنون مین بہت سے نئے مورچے بھی قایم کیئے ہین۔ مگر سلسلۂ رسد رسانی کا سخت اندیشہ ہے۔ کیونکہ باربرداری کے جانور کم دستیاب ہوتے ہین۔ ترک اگرچہ دو گھنٹے کی مسافت پر آپہنچے ہین مگر ظاہراً حملہ کا بالفعل ارادہ نہین رکھتے۔ یونانیون کو تشویش ہے اور وہ برابر اپنے مورچے مضبوط کیئے جاتے ہین۔ ڈومکاس کی صورت موجودہ کے لحاظ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقب کی طرف سے حملہ کیا جاوے۔ اور عجب نہین کہ اگر عارضی دفعہ لڑائی مین نہ ہو جاوے تو ترک جن کی جمعیت ساٹھ ہزار بیان کیجاتی ہے ادھر سے حملہ آور ہون۔ اگر تعیناً یونانیون کو یہان شکست ہو گئی تو پھر یونانیون کا خاتمہ ہے۔

**جنگ ولسٹینو** یہان ترکون کے بارہ سو جوان اس لڑائی مین کام آئے چنانچہ یونانیون نے انہین کے چھ سو کے قریب دفن کیئے علاوہ بران چار سو رسالہ کے گہوڑے بھی مارے گئے۔ اور یونانیون کا فقط ۲۰۰ آدمیون کا نقصان ہوا جن مین سے ۵۰ تو مارے گئے۔ اور باقی زخمی ہوئے۔ یہ تو پہلی مئی کا واقعہ تھا۔ دوسری مئی کو حقی پاشا نے پھر یورش کی۔ اور ایک سخت مقابلہ کے بعد ترکون نے پہلا مورچہ لیا

اور یونانی اپنی دوسری لائین پر پسپا ہو گئے۔ جہان بھی انہیں ٹہیرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور تاب نہ لا کر دولو کیطرف بھاگ گئے۔ لڑائی سخت ہوئی۔ اور یونانیون کے نقصان کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ رجمنٹ نمبر ۲ مین سے فقط ۲۰ آدمی سلامت رہے۔ ترکون کو یہ فتح اس سبب سے حاصل ہوئی ہے کہ اونکے پاس میدانی توپخانہ موجود تھا۔ برخلاف اس کے یونانیون کے پاس فقط پہاڑی توپخانہ تھا علاوہ بر آن اونکے جنرلون نے بڑی ہوشیاری اور تدبر سے کام کیا۔ کرنیل سموئینسکی جمعہ کے روز اپنی فوج لیکر آمیرو کو بھاگ آیا ہے۔ اس بھاگڑ مین کوئی بے ترتیبی واقع نہیں ہوئی۔ اس جنرل کی تعریف مین متعصب اخبار نویسون کے بہت دم چڑھے جاتے تہے۔ اب جو اوس نے بھی اس ذلت کو ساتھ نیچا دیکھا تو کسی کے پھوٹے منھ سے ایک کلمہ بھی جنرل حقی پاشا کی توصیف مین نہ نکلا جس نے اوسے ایسا گید ہا کہ بچا کو چھٹی کا دودہ یاد آگیا۔ (کوبیل)۔

بعد ازان منگل کے روز اتیھنز مین اس مضمون کا ایک تار آیا کہ ادہم پاشا کا ارادہ ہے کہ وہان بھی کرنیل سموئنسکی پر حملہ کرے جس کی خبر پاتے ہی کرنیل صاحب امیرو سے بھی بھاگے۔ اور مقام سوروپلی مین جو امیرو کے شمال مین واقع ہے۔ جا کر پناہ لی۔ آخر یونانی ہی تو تھے یہ اپنے بھائی بندون سے کیون پیچھے رہتے۔ آجکل کے یورپین آئین جنگ کی رو سے پیچھے ہٹ آنا بھی فنون حرب مین داخل ہے۔ اور ہر ایک ملٹری کالج مین جہان اور اقسام جنگ کی تعلیم ہوتی ہے اس کے طریق بھی سکھائے جاتے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ کروان پرنس نے اسکی مشق بہت ہی توجہ سے کی ہے اور اونکی نحوست سے یا یونانی ملٹری کالج کی تعلیم کے اثر سے سب یونانی جنرل اور کرنیل اس فن مین بڑے ہی مشاق معلوم ہوتے ہین (مترجم)۔ کرنیل سمیٹلونی نے تار دیا ہے کہ مین کرنیل سموئنسکی کی امداد کو جا رہا ہون۔

**دولو کا قبضہ**

ہفتہ کے روز ترکی فوج کی ایک سمت نے زیر کمان جنرل حقی پاشا دولو پر بھی قبضہ کر لیا۔ یونانی سپاہ تو پہلے ہی اتیھنز کو بھاگ گئی تہی مگر شہر کے باشندے وہین رہے جب انگلش اور فرانسیسی قونصلون نے مارشل ادہم پاشا کے پاس اونکی جان کی امان مانگی تو اونہون نے وعدہ کیا کہ ایسا ہی ہو گا۔ اور اون کی جان و مال مین کسی قسم کی دست اندازی نہ ہوگی۔

یونانی امیر البحر نے جو خلیج دولو مین تھا ادہم پاشا کی اس شرط کو قبول کر لیا تھا کہ مین یہان سے امیرو کی طرف پیچھے ہٹ جاتا ہون اور عساکر عثمانیہ سے مزاحم نہ ہونگا۔ یہ وہی جہازات کا بیڑہ ہے جو یونان تو یونان بلکہ کل عیسائی سلطنتون کا ناز ہو رہا تھا۔ اور شاید یہ وہی امیر البحر تھا جو سر مہرا احکام لیکر قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کو گھر سے چلا تھا۔

خیال حوصلۂ بحر می پزد ہیہات      چہاست در سر این قطرۂ محال اندیش

(العظمۃ للہ۔ جو شخص ٹوارڈ دینا و بلکہ گولڈن ہارن پر قبضہ کرنے کا تہیہ کر چکا ہو وہ اپنی ہی سرحد کے اندر خلیج دولو مین دشمن کے بیڑے کے روبرو اس طرح ہاتھ جوڑ کر اپنا پیچھا چھڑائے۔ اوسکی ندامت کا بشرطیکہ اوسمین یہ حس ہو اوس وقت کیا حال ہو گا۔ ہماری بلا سے مین اوہ غیرت ہی اوسمین نہ ہو گا ورنہ خلیج دولو تنگ بھی تو نہ تھی کہ اوس کو ڈوبنے کو کافی نہو۔ مترجم)۔

دیو مرکا کا رسپانڈنٹ اطلاع دیتا ہے کہ موضع تھیلو کے بعض زمیندارون نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ترکون کی فوج نے سارے گاؤن کو

تاخت و تاراج کیا۔ اور قریب ۲۰۰ مکانات کو جلا کر خاک سیاہ کر دیئے۔ گرجے کو اگرچہ جلایا نہین۔ مگر جس قدر تصویرین نصب تھین۔ اون سب کو اکھاڑ ڈالا۔ اور محراب وغیرہ سب کچھ مسمار کر دیا۔ گائے بیل بھیڑ بکری بلکہ مرغیان تک لگئے ہین۔ یونانی گورنمنٹ کو اپیرس سے بھی ایسی ہی تاخت و تاراج کی خبرین آئی ہین۔ تھیسلی کے شمال مغرب مین بھی ترکون نے بعض گانؤن غارت کیے ہین۔ اور ڈومکو کے قرب و جوار مین بہت لوٹ مچائی ہے (ایسی خبرین فقط ریوٹر کے کارسپانڈنٹون کو ملتی ہین۔ اور کسی کو نہین۔ مترجم)

ٹائمز کا کارسپانڈنٹ مقام لاریسا سے ۲۰ اپریل کو اسطرح خبر دیتا ہے جب کل مین شہر کے اندر ایک سوارون کے دستہ کے ساتھ گیا تو مجھے یہان کی حالت بہت ہی ناقص نظر آئی۔ ابھی غنیم کا ایک سپاہی بھی یہان نہ آیا تھا۔ کہ اسکے محافظین نے اسے غارت کیا۔ اکثر دوکانین شکستہ تھین اور اکثرون کے قفل ٹوٹے ہوئے تھے۔ گھرون کا یہ حال تہا کہ جابجا لوٹ اور دست درازی کے ثبوت پائے جاتے تھے۔ اسباب خانہ داری بڑی بے سلیقگی کے ساتھ ادھر ادھر بکھرا ہوا تھا۔ یہ کہہ سکتے ہین کہ بھاگڑ کی جلدی ہی اسکا سبب ہوئی ہو۔ مگر زیادہ تر اسکا موجب وہ تاخت و تاراج تھا جو خود وطن کے بدمعاشون نے ان مکینون پر اپنے ہاتھون سے کیا۔ کل شام بلکہ رات بھر ترکی افسران فسادون کے فرو کرنے مین مصروف رہے اور انہین اسمین پوری کامیابی بھی ہوئی۔ اسمین شک نہین کہ البانیا کے سپاہیون مین سے ایک دو نے لوٹ مار پر جرأت کی تہی۔ اسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ وہ فوج سے علیحدہ کئے گئے۔ اور سربازار دو سپاہیون کو گولی سے مار دیا گیا کیونکہ اونہون نے باوجود اطلاع کے احکام کی تعمیل مین تساہل کیا تہا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سب فوجین کو کان ہو گئے۔ اور ترکی جنرل کے اس فعل نے ساری فوجین اونکی ضابطہ کی پابندی کا سکہ بٹھا دیا۔ اور اس سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ ترکی فوج مین کس حد تک انتظام اور قواعد کو دخل ہے کیونکہ یہ ایک معمولی بات نہین کہ ایک نیم وحشی اور جاہل جماعت کو جسنے ابھی ابھی ایک شہر بزور شمشیر فتح کیا ہو اس امر سے روکا جائے کہ وہ کسی ایسی جائداد پر ہاتھ نہ ڈالے جسکو وہ شیر مادر سمجھہ رہا ہو اور خاصکر ایسی صورت مین جبکہ غنیم بھی اسمین اپنا حصہ لیچکا ہو۔

اکثر یونانی خود تسلیم کرتے ہین کہ ہماری فوجین بے ضابطگی اور بے آئینی بطرح پھیلی ہوئی ہے۔ اور ان ٹکڑون نے بجائے فائدہ کے سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس نے ترکی لڑائی کی جسکے یہ لوگ عادی ہو رہے ہین یعنی غنیم کے مقابلہ مین ذرا بھی پیش رفت نہین جاسکتی جسکی فوجین آئینی ہون اور جس کے جنرل آجکل کے فنون جنگ سے بدرجہ غایت ماہر اور مشاق ہون۔

ایم تیوٹری سابق وزیر صیغہ بحر نے بہت سے مراسلے شایع کیے ہین جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بحری افواج کے افسرون نے وزارت کے احکام کی تعمیل سے انکار کیا تھا۔ اور کوموڈور سٹوری نے یہ دھمکی دی ہے کہ مین بھی اس قسم کی دیگر مراسلتین شایع کر دونگا۔

کپتان برے ایم پی (جو ریڈکراس سوسائٹی مین انگریزون کیطرف سے وکیل ہے اور جن کا کام یہ ہے کہ یونانی زخمیون کی خبرگیری کرے) ایک زخمی تو ولو سے یونان مین لایا ہے انمین تین انگریز والنٹیر ہین۔ انگریزون کے اٹھارہ والنٹیر تھے انمین سے پانچ زخمی ہو گئے ہین۔

جو مصیبت زدے وولو اور دیگر نواح تھیسلی سے آئے ہین سو وہ موضع سکیتاس اور ماؤ ریوا اور دیگر مقامات مین پڑے ہوئے ہین۔ اونکی حالت سخت درد انگیز اور موجب رحم ہے۔ اکثرون کو پیٹ بھر کر روٹی بھی نہین ملتی۔ اب مقام پیرس سے ایک جہاز سامان رسد لیکر ان کے لیے روانہ ہوا ہے تھیسلی کے علاقہ جات سے پیرس مین بہت سے آدمی آئے ہین انمین سے اکثر نہایت تباہ حالت مین ہین۔ گورنمنٹ نے ایک مجلس انکی دستگیری کے لیئے

مقرر کی ہے۔ اس کمیٹی نے ایک فہرست چندہ کی شائع کی ہے۔ اسمین شاہ یونان نے چھپن ہزار درہم اور آیم سنگروس[1] نے بیس ہزار درہم بطور چندہ دیئے ہین۔ تھسلی مین ترکون کے اس حملے سے سخت نقصان ہوا ہے۔ اگر فصلون کے درو ہونیسے پہلے مصالحت نہوئی تو چار کروڑ درہم کا نقصان ہوگا۔ دو کروڑ درہم کا نقصان اب تک ہو چکا ہے۔ ترکون نے جو مال مویشی اور گھوڑے وغیرہ اس وقت تک لئے ہین اونکی قیمت ایک کروڑ اسی لاکھ درہم اندازہ کیگئی ہے۔ ترکون نے ایک دستہ پولیس کا انتظام اور نگرانی کیلئے لاریسا مین بھیجدیا ہے۔ ترکون کی قونصل جو مقامات وولو۔ ترکھالا اور لاریسا مین تھے وہی اون مقامات مین بطور قائمقام (ڈپٹی کمشنر) کام کرینگے۔

اسی قبضہ و دخل کا حال ایک نامہ نگار ریوٹر کا جو ترکون کی افواج کے ساتھ مقام [illegible] کو اسطرح لکھتا ہے: مارشل ادہم پاشا کا ارادہ تھا کہ صبح ہوتے ہی چند ایسے مقامات پر قبضہ کرے جن مین سے شہر کی فتح آسانی کے ساتھ ہو سکے مگر پو پھٹتے ہی جب کہ ہم سب خیمون مین بیٹھے ہوئے چاء پی رہے تھے۔ تو ہمین دو گاڑیان دور سے آتی ہوئی دکھائی دین۔ ان گاڑیون مین روسی فرانسیسی۔ اطالین اور انگریزی قونصل متعینہ وولو سوار تھے۔ ان کے ساتھ چار قواص بھی تھے جن کے ہاتھون مین اپنی اپنی گورنمنٹ کے نشان تھے۔ بہت سے آدمی اون کے ملنے کو باہر نکل آئے۔ اونکی زبانی معلوم ہوا کہ یونانی فوج نے وولو چھوڑ دیا ہے۔ اور اب فقط وہان امیر البحر جنگی جہازون کے ساتھ بندرگاہ مین موجود ہے۔ یہ قونصل اوسی کے پاس سے آئے تھے۔ اور جب اونہون نے اوس سے پوچھا کہ اب بنظر حالات موجودہ اوس کا کیا ارادہ ہے۔ تو اوس نے اون سے وعدہ کیا تھا کہ اگر مجھے اس امر کا اطمینان ہو جائے اور وعدہ لایا جاوے کہ ترک شہر کو غارت و تاخت نکرینگے تو مین اپنے جہازات ہٹا لونگا۔ ان قونصلون کے ساتھ مین انگریزی اخبارون کے نامہ نگار بھی تھے مین نے حاضری کی دعوت کی۔ اور بعد از فراغ طعام اون سے مفصل کیفیت یونانیون کی شکست اور تباہی کی سنی جو اونہین بمقام وولو پیش آئی۔ یہ ساری حالات سنکر مینے اونہین آرام کرنیکے لیے کہا کیونکہ وہ پچھلی رات کی محنت سے سخت تھکے ہوئے تھے۔ بلکہ ایک شب کامل انگریزی سفارتخانہ مین پہرہ دیتے رہے تھے کسیقدر غور و تامل کے بعد مارشل ادہم پاشا نے قرار کر لیا کہ مین شہر مین تاخت و تاراج نہ کرونگا۔ یہ وعدہ لیکر یہ چارون قونصل واپس چلے گئے۔ اور کچھ عرصہ بعد اون کے ہمراہی چارون قواص بھی نجیب بیگ کے ہمرکاب امان کا سفید علم دیکر بھیجے گئے۔ مین بھی اونکے ساتھ ہولیا۔ اور وولو سے کسی قدر مسافت پر ہم اس امید مین منتظر کھڑے ہوگئے کہ انہی قونصلون مین سے کوئی ایک امیر البحر کا جواب لاویگا۔ مگر وہان سے کوئی بھی نہ آیا۔ یہ حال دیکھکر ہم شہر مین چلے گئے۔ تھوڑے تھوڑے آدمی جمع ہو کر ہمارے سامنے آتے تھے اور نہایت ادب سے ہمین سلام کرتے تھے شہر کے دروازہ پر بھی ہمین بہت سے آدمی مل گئے۔ یہ سب ملکر ہمارے رکاب مین بہت سے آدمیونکا ہجوم ہو گیا جن کے سر برہنہ تھے۔ اور جن کے چہرون پر بجائے غم کے خوشی کے آثار نظر آتے تھے۔ ترکون کے قدیم نمکخوار تھے۔ اور اونکے آبا و اجداد تک اونکے احسانون کے ممنون تھے۔ علاوہ برآن وہ اون کے تازہ سلوک اور انسانیت کا شہرہ سن چکے تھے۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ ایک سچا مسلمان اور حقیقی شجاع زیردستون کے ساتھ عادتاً ترحم و رعایت سے پیش آتا ہے۔ پس اونکا خوش ہونا حق بجانب تھا (کمیل)۔

ہم آہستہ آہستہ محلہ [illegible] مین پہنچے۔ جو شہر کا سب سے بڑا محلہ ہے۔ اس قصبہ پر ہمارے ساتھ کئی ہزار آدمی کا ہجوم ہو گیا تھا۔ پہلے تو مین ٹون ہال کا پتہ نہ لگا مگر بعد مین کسیقدر تلاش کے بعد پتہ چلا۔ یہان ہمین مئیر کی تلاش کی جو مطلق دستیاب نہوا۔ آخرکار مسٹر گیو ملا جو میر کی غیر حاضری مین اونکی جگہہ کام کرتا تھا ملا۔ نجیب بیگ نے وسی مارشل ادہم پاشا کا اعلان دکھایا جس مین مندرج تھا کہ باشندگان وولو و عساکر عثمانیہ کی

[1] یہ یونانی کروڑپتی ۱۸۹۹ء کے شروع مین فوت ہو گیا۔ دو کروڑ روپیہ اپنی قوم کی بہتری کیلئے خیرات کر گیا ہے۔

حفظ و امان مین لیے جاتے ہین۔ وہ اپنی جان و ناموس اور جایداد کو محفوظ و مصئون سمجھین اونہین اختیار ہے کہ وہ اپنے معمولی کاروبار مین مصروف ہون جب مسٹر گیوا اس اعلان کے مطالعہ سے فارغ ہوا۔ تو ہم سب کے سب ٹون ہال کے برآمدے مین نکلے تاکہ عوام الناس کو بھی اوس کے مضمون سے اطلاع دیجاوے۔ کیونکہ ہزارون آدمی باہر منتظر مین کھڑے تھے مین نے مدت العمر مین یہ نقشہ اپنی آنکھون سے نہین دیکھا ہزارون آدمی باہر تفتیش و اضطراب مین کہ اس بیم و رجا کی حالت مین کھڑے اور فقط ایک لفظ کے سننے کے منتظر تھے۔ جو اونکی قسمت کا فیصلہ کرنیوالا تھا۔ مسٹر گیوکے اہل عملہ نے چاہا کہ اعلان کی تکرار کی جاوے۔ مگر ازبسکہ اوسکی آواز پست تھی اس سبب سے سنا سخت دشوار تھا۔ لوگون نے ہر چند لاکھ کان لگائے۔ مگر سنائی کچھ نہ دیتا تھا۔ اس سے اون کے دل دھڑکنے لگے۔ اور اور ہی گمان پیدا ہونے لگے جسپر اونہون نے باوازِ بلند غل مچا کر کہا کہ ذرا بلند آواز سے پڑھیے۔ ہم کچھ سُن نہین سکتے۔ اس وقت ہمین دور سے یونانی جہاز بندرگاہ مین دکھائی دیتے تھے! اور امیر البحر کا جواب بھی اب تک نہ آیا تھا۔ آخر الامر جب لوگون نے اعلان کا ماحصل معلوم کر لیا تو اون سب کے منھ سے یہ صدا بیساختہ نکلی ہے کہ خدا سلطان کی عمر مین برکت کرے! اور ترکون کو دیر تک سلامت رکھے۔

اب وقت تنگ ہو چلا تھا اور ترکی افواج کی آمد شروع ہو گئی تھی سپاہیون نے شہر مین قدم رکھنا شروع کیا۔ اور اگر یونانی جہاز احیاناً ارادہ جنگ ظاہر کر دیتے تو ترک اُسیوقت شہر مین مورچہ بندی قایم کر لیتے۔

نجیب زاب مجھو اور دیگر دو کارسپانڈنٹون کو یونانی امیر البحر کے پاس اوسکا منشا دریافت کرنے کو بھیجا کہ اوسکا ارادہ آشتی یا جنگ کا ہے جب ہم گئے تو ہمین جہاز کے زینون پر ایک کشتیبان ملا جو آگے ہی اوسکا جواب لا رہا تھا۔ اوس نے جواب مین یہ لکھا تھا کہ مین اوس وقت تک یہان ہون جبتک کہ ترک امن کیساتھ شہر مین داخل نہ ہون۔

جب نجیب زاب نے یہہ جواب سنا تو اوس نے جو اٰبا مارشل ادہم پاشا کیطرف سے جواب دیا کہ عساکر سلطانی بخوبی باخبر ہین اور وہ ہمیشہ اُس شہر اور شہر کے باشندون سے نیک سلوک کیا کرتے ہین جو بلا مقابلہ اطاعت قبول کر لیتے ہین۔ ہماری فوج قاہرہ مین سے فقط ایک دستہ انتظام شہر کیلیے داخل شہر ہو گا۔ باقی فوجین نواح شہر مین خیمہ زن ہونگی۔ علاوہ برآن یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر اب بھی تم اپنے جہاز فی الفور یہان سے نہ لیجاؤ تو اسکا نتیجہ تمہارے حق مین اچھا نہ ہو گا۔ اور عساکر سلطانی کسی مکروہ نتیجہ کے ذمہ وار نہ ہونگی چنانچہ اس کے مطابق عملدرآمد ہوا۔ اور ترکون نے بھی فقط ایک دستہ اپنی سپاہ کا شہر مین جانے دیا۔ یونانی امیر البحر وقت تحریر خط کے بھی تک یہین ہے مگر کوئی ساعت کا مہمان ہے۔ اُسی دن کے خطوط سے جو شام کو نامہ نگارون نے اپنے اپنے اخبارات کے نام روانہ کیے تھے معلوم ہوتا ہے کہ سہ پہر کے وقت امیر البحر اپنے کل جنگی جہازون سمیت چلا گیا تھا۔

تیرے گھر سے یون بیکسا رمان نکلے مترجم جلانی مین جسطرح سے جان نکلے۔)

جنگ یانینہ کے متعلق اخبار ٹائمز کا خاص کارسپانڈنٹ مقام ارتہ سے ۲۸ مئی کو لکھتا ہے۔ کہ مین اور میرا ایک رفیق اپنا اسباب خچر کو ماتھو مین جو ایک پہاڑی درہ کی راہ پر واقع ہے چھوڑ گئے تھے جب ہم اس گانون مین آئے تو لوگ سخت اضطراب مین مبتلا تھے جب ہم سڑک پر پہنچے تو ہمین صبح کو آس پاس اور بہت سے گانون دکھائی دیے جن مین آگ لگی ہوئی تھی اور مکانات یکے بعد دیگرے جل رہے تھے۔ یہ گانون وہان سے زیادہ دور نہ تھے اس سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ ترک بہت قریب آگئے ہین۔ اور عیسائی کاشتکارون کے مکانات جلا رہے ہین! یا اس گانون مین رہنا ہمارے لیے مین آپ موت کے منھ مین جانا تھا اس لیے ہم نے اپنے بیچارے زمیندار معلم کو صلاح دی کہ اپنا اپنا اسباب جو انکے گران قیمت کا ہو لیکر رات رات مین

پہنچ جاؤ۔ ہمنے اون سے یہہ بھی وعدہ کر لیا کہ جب تک تم تیار نہ ہو جاؤ ہم تمہاری راہ دیکھینگے۔ بلکہ اپنے گھوڑے بھی اونہین اسباب لادنے کیلئے عاریتاً دیدیئے۔ بیکس عورتین روتی تھین اور اسی حالت مین جو کچھ اون سے ہو سکا اونہون اکٹھا کر کے گٹھریون مین باندھا۔ جب اس سے فارغ ہوگئین تو اونہون نے نہایت درد انگیز اور مایوسانہ نگاہون سے اپنے مکانون اور باقیماندہ اسباب معاشرت کیطرف دیکھا جن کی نسبت اونہین یقین کامل تھا کہ ابھی طرفۃ العین مین جلکر خاکستر ہو جائیگا۔ اور اونہین پھر دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ ایک جوان عورت کی مایوسی خاصکر قابل بیان ہی۔ کیونکہ اوسکی شادی عنقریب ہونے والی تھی۔ اس سبب سے اوس کا جہیز وغیرہ سب کچھ تیار رکھا تھا۔ اب چونکہ یہ بھاگڑ پڑی اسمین ناچار اوسے اپنے جامۂ عروسانہ تک یہین چھوڑنے پڑے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بسترون سے اوٹھائے گئے۔ اور وہ اوٹھتے ہی اصلیت سمجھ گئے۔ اوسکی وجہ یہہ ہے کہ بچپن ہی سے اونہین جب کبھی وہ والدین کو ستاتین تو اس طرح مین یہہ کہکر چپ کرایا جاتا ہے کہ وہ ترکی سپاہی آ سے خیر جون تون کر کے ہم روشنی لیکر گھر سے باہر نکل آئے۔ اور دروازے مقفل کر کے پہاڑ کے درے مین اوترے۔ ہمارے ساتھ بہت سے آدمی تھے جن مین بعض تو ضعیف العمر تھے اور بعض معصوم بچے انہین سے اکثر نے جن مین تھوڑی توت بھی تھی اسباب کی گٹھریان سر پر اوٹھائی ہوئی تھین۔ رستہ مین اور بھی آدمی ہمارے ساتھ شریک ہوتے اور رفتہ رفتہ ہماری تعداد ساٹھ آدمیون تک پہنچی۔ مین اور میرا رفیق سفر بہت دور تک پیادہ پا جاتے رہے۔ اور جب آخر کار ہم گھوڑون پر سوار ہوئے تو ہمنے اپنے ساتھ اپنی مالک خانہ کے دو ننھے ننھے بچے بھی لے لیئے۔ رات بہت اندھیری تھی۔ اور پہاڑی رستے بالکل ناہموار تھے۔ اس لیئے ہم جلد جلد سفر نہ کر سکتے تھے۔ بہت سے آدمی شمعین اور لمپ لیکر ہمارے قافلہ مین دور دور پھیل گئے تاکہ اندھیرے مین کوئی پیچھے نہ رہجاوے۔ اور راستہ بھی دکھائی دے۔ ہمین خوف تھا کہ درے کے سرے پر ہمارے پہونچتے ہی ترک بھی نہ آن پہونچین۔ مگر جب ہم پہونچے تو وہان کوئی متنفس عام اس سے کہ دوست ہو یا دشمن موجود نہ تھا۔ یونانی بھگوڑے ہمارے آگے تھے اور ترک ہمارے پیچھے چلے آتے تھے۔ اس وقت جب مین نے اپنی داہنی طرف نگاہ کی تو آگ مشتعل نظر آئی کیونکہ ترکون کی فوج اب بمقام فلیپاڈا پر تعاقب کرتے کرتے قابض ہوگئی تھی (یہ شہر اسی لڑائی مین تیسری بار ترکون کے ہاتھ آیا) اس شہر کا ملبہ جو سابقہ تاخت و تاراج سے باقی رہا تھا۔ اب آگ کی نذر ہو رہا تھا۔ نصف شب ہوگئی تھی کہ ہمین یونانیون کی وہ فوج ملی جو بھاگ رہی تھی۔ اُنکی عجیب صورت ہو رہی تھی۔ اور ہمین اُنکی حماقت پر سخت تعجب آیا کہ یہ کس بنیاد پر وہان سے بھاگ اٹھے۔ مین نہ تو کوئی بے ضابطگی تھی نہ خوف نہ ہراس اور نہ کمزوری وخوف تھا جو ان کے اس بزدلانہ فرار کا موجب ہوا تھا۔ بلکہ اگر باعث تھا تو یہ تھا کہ اونہون نے آپسمین پختہ عزم کر لیا تھا کہ اپنے افسرون کی متابعت نہ کرینگے۔ اور ترکون کے مقابلہ مین ہاتھ نہ اوٹھائینگے چنانچہ اونہون نے ایک گولی تک نہ چلائی اور بلاوجہ بھاگ گئی۔ البتہ طلیعہ کی فوج نے اپنے فرائض کی انجام دہی مین کوتاہی نہ کی دغالیا وہ ان بھگوڑون کے آگے آگے مشعل برداری کرتے ہونگے۔

مین اور میرا رفیق دونون حیرت مین تھے کہ اون کو کیا ہو گیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ مین اور نہین دیکھینگے کو یہ قوت بخوبی موجود ہے کہ دشمن کا مقابلہ کر سکینگے۔ مگر باوجود اس کے صورت یہہ تھی کہ چپ چاپ ہتھیار بغل مین دبائے بلا تمیز خورد و بزرگ و افسر و سپاہی اندھیری رات مین دبکے چلے جارہے تھے۔ اور افسر بھی عالم بے بسی مین یہہ دیکھکر کہ سپاہی اب مین نہین بکمال ذلت و رسوائی کے ساتھ اونکے ساتھ ساتھ چلے جاتے تھے۔ سمجھ مین نہ آتا تھا کہ باوجود اس تن و توش کے انکی حوصلون کو کیا ہو گیا۔ ہمت سیرت سے ہین دلاور و مردانہ صورت ہین کچھ کم نہین۔ شہسوار جیل

بقول ٹائمز ہمارا کارسپانڈنٹ آرٹا سے پتراس کو بذریعہ ریل پہنچا۔ اور وہان سے اوس نے ہمین یہ تار دیا ہے:-

"پتراس کے لوگ بھی سخت اضطراب مین ہین۔ غول کے غول ایک دہشت اور اضطراب کی حالت مین شہر کے بازارون مین دیوانون کی طرح پہرتے ہین۔ اور جہان کہین دس پانچ اکٹھے ہو گئے وہین ان متوحش واقعات کے موجبات اپنے اپنے قیاسات کے مطابق بیان کرنے لگجاتے ہین۔ کوئی افسرون پر الزام دہرتا ہے۔ کوئی شاہ کو کوستا ہے اور کوئی اوس کے اراکین خاندان پر دل کا بخار نکالتا ہے۔ غرضکہ کوئی شخص نہین جو اون کی لعن وطعن سے محفوظ رہ سکے۔ اکثر فہمیدہ آدمیون کو خوف تھا کہ کہین انقلاب سلطنت ہی نہ ہو جاوے۔ چنانچہ پچھلے اتوار کو جب گرجون مین پادریون نے شاہ کی مزید عمر اور بقائے سلطنت کے لیئے دعا مانگی تو لوگ اون پر بہت بگڑے اور بادشاہ کے محل کو بھی جو اسی نواح مین واقع تھا بعض دہقانون نے لوٹ لیا۔

کارسپانڈنٹ پھر جمعہ کے روز آرٹا مین واپس آیا۔ اوس کا بیان ہے کہ مین نے رستہ مین ہزارون باضابطہ فوج کے سپاہی اور ریزرو اور والنٹیر دیکھے جو سرحد پر جا رہے تھے۔ اونمین حب قومی کا بہت کچھ ولولہ تھا۔ مگر آرٹا والون کے دل سخت افسردہ اور طبیعتین خاصکر اس لیئے بجھی ہوئی تھین کہ اونہین میدان کارزار مین ترکون سے لڑنے کو افسر نہ بھیجتے تھے۔ (ابھی ابھی یہی کارسپانڈنٹ لکھتا آیا ہے کہ فوج بزدل ہے اور افسر اونکی بزدلی اور کم حوصلگی کے ہاتھون ناچار ہین۔ اور یہی صفحہ بلکہ اسی کالم مین یہ دوسرا راگ الاپنے لگا ہے سچ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد۔ وکیل) ترکون کی جمعیت یہان انکے مقابلہ مین بہت قلیل ہے۔ اور اونکی فوج دریا کے کنارے پر پڑی ہے۔ باوجودیکہ بار بار انہین شتعال کبھی دیتی ہین اور گانون پر گانون جلا رہے ہین۔ مگر پھر بھی ہمین اتنی ہمت نہین کہ آگے بڑھ کر اون سے دو ہاتھ کرین دہانجہ کون کرے سے وہ چمن ہی اوڑ گیا جس مین بہار آنے کو تھی۔ وکیل)۔

چنانچہ جمعہ کے روز ترکون نے موضع گرمیٹیرا کو جلا کر خاکستر کر ڈالا۔ حالانکہ دو میل کی مسافت پر سامنے یونانیون کے تین ہزار سپاہی اپنی آنکھون سے یہ قیامت خیز حادثہ دیکھتے رہے۔ مگر کسی نے چون تک نہ کی۔

اب آرٹا مین آئینی اور غیر آئینی فوج اور دیگر اطراف کے بھگوڑے بکثرت جمع ہو گئے ہین۔ عام طور پر تپ محرقہ اور اسہال کا زور ہے۔ دوکانین سب بند تجارت بلکہ کاروبار تک بالکل مسدود ہے۔ اب اونہون نے قلعہ۔ عمارت اور سیلگو بھی چھوڑ دیا ہے۔ اور ترکون نے اپنا تسلط وہان بھی جما لیا ہے۔ ترکون کا جنرل مقام جنینا سے تار دیتا ہے کہ یونانی یہان سے شکست کھا کر بھاگ گئے ہین۔ لڑائی مین اونکے ۹ آدمی کام آئے۔ اور ترکون کے تین ہزار بندوقین اور تین سو صندوق گولہ اور بارود کے اور ایک پہاڑی توپ بطور غنیمت کے ہاتھ آئی۔ یونانیون کے ایک بڑے جہاز نے پیر کے دن موضع سکیا پر گولہ اندازی کی۔ یہان ترکون کا ذخیرہ خوراک ہے۔ آتھنیا کے عیسائیون نے ایک اشتہار دیا ہے جس مین عبارت ذیل درج ہے جو قابل توجہ ہے:-

جن لوگون کا یہ اعتقاد ہے کہ مقدونیا اور تھیسلی ہماری نہین۔ وہ غلطی پر ہین۔ بہائیو جو ہمین یونانی سمجھے وہ ہم سے دشمنی کرتا ہے اور ہمین رنج دیتا ہے۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام اور نصرانیت کے پیشواؤن نے ہمین ایک دوسرے سے علیحدہ کیا ہے۔ یونان نے علاقہ آرٹا اور تھیسلی پر قبضہ کیا ہوا ہے اور اب اوسے اپائیرس اور مقدونیہ کی ہوس ہے۔ مانٹینگرو نے ہرزیگونیا اور البنٹاری دبا رکھے ہین۔ ہمارے باقی علاقو پر آسٹریا۔ بلگیریا اور سرویا کے دانت ہین۔ بیرونی غنیم ہماری قلمرو مین دست اندازی سے باز رہین۔ ورنہ ہم تلوار سے اونکا مقابلہ کرین گے۔

## ایک ترکی جہاز کا گرفتار ہونا

کہا جاتا ہے کہ یونانیون نے ترکون کا ایک جہاز مقام ٹنڈوس کے پاس گرفتار کیا ہے۔ جسمین ۱۱۵ عربی سپاہی اور چھ افسر سوار تھے۔ جہاز مین تین سو ہنری مارٹینی رائفلین اور چودہ ہزار کارتوس تھے۔ ہرچند سپاہیون اور افسرون سے پوچھا گیا مگر وہ کچھ پتہ نہین بتاتے کہ اونکا ارادہ کہان کا تھا۔

اخبار پائنیر کو ایک کارسپانڈنٹ نے لنڈن سے ایک طویل خط ۱۱ مئی کو لکھا ہے جس کا ماحصل درج کیا جاتا ہے:۔

"یونانی افواج کی بہت بری گت ہوگئی ہے۔ سپاہی بھوک کے مارے پسے جاتے ہین سردی کے مارے ٹھٹھر رہے ہین۔ کوئی لحظہ نہین کہ بارہ گھنٹے سے فرصت ہو۔ حوصلے پست ہو رہے ہین۔ اور دلون کی امنگین بالکل مفقود ہین۔ اس قوت اور حوصلہ کے ساتھ ان سہمے ہوئے بھگوڑون کا لشکر دوموکوس کے پاس گھرا ہوا ہے۔ جہان ہردم اور ہر لحظہ یہ اندیشہ سوہان روح ہو رہا ہے کہ ابھی مقتدر غنیم کی افواج قاہرہ آکر ہمین پامال کر دین گی اور ہمین ناچار ان کے سامنے اطاعت قبول کرنی پڑے گی۔ کیونکہ سامان حرب جسقدر موجود تھا وہ تقریباً سب کچھ وہ پہلے ہی چھین چکے ہین اور تھیسلی مین سے کوئی لاکھ آدمی ہماری قوم کے پہلے ہی سے بیخانمان ہو چکے ہین۔ اور برق و باران کے طوفانون مین بے آب و دانہ اور بلا ستر عورت کسی مقام امن کی تلاش مین دربدر اور سرگردان پھر رہے ہین۔ اور ترکون نے تقریباً وہ سارا علاقہ از سر نو فتح کر لیا ہے جو ان سے ۱۸۸۱ء مین جبراً چھینا گیا تھا۔ اس فوج کو فوج کہنا غلطی مین داخل ہے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہین کہ ایک غول بال و پر شکستہ و شکست خوردہ بھگوڑون کا ہے جن کے پیچھے ترکی افواج ٹلبہ ہی چلی آرہی ہین۔ اور جن کے آگے ایتھنس دار الخلافہ یونان ہے۔ انکے پلے کوڑی نہین۔ اس ملک کا مالی اعتبار جو بیرونی ممالک مین تھا وہ بالکل تباہ ہوگیا ہے۔ اور اندرونی آمدنی کے صیغہ مثلاً حرفت صنعت تجارت اور زراعت وغیرہ ان مالا یطاق مصائب و دشوار صدمات کے سبب سے معرض زوال مین آگئی ہین۔ اس حالت مین اور ایسی جانکاہ مصیبتون کے نرغہ مین گرفتار ہو کر ناچار یونان کو تن بتقدیر دول عظام کے سامنے صلح کا خواستگار ہونا پڑا۔

بر وقت تحریر اس خط کے یونانی گورنمنٹ نے اپنے افسر کریٹ سے واپس بلا لیئے ہین اور کریٹ کی خود مختاری (جو سلطان چاہتے تھے) قبول کر چکے ہین۔ انکی ذلت اور رسوائی اوس حد کو پہونچ چکی ہے کہ انہون نے بلا کسی شرط کے اپنے نیک و بد کو دول عظام کے فیصلہ پر چھوڑ دیا ہے اور انہین کامل اختیار ہے کہ وہ جسطرح پر چاہین ان بدبختون کی قسمت کا فیصلہ فرمائین۔ ان طاقتون مین شہنشاہ جرمن بھی ہین جنہون نے آغاز جنگ کے وقت یہ فرمایا تھا کہ کیون اسکو واقعی سزا نہین دیجاتی ؎

(اس حال کو پہنچے ترے قصے سے کہ اب ہم
اللہ ہی راضی ہین جو اعدا بھی کرین فیصلہ اپنا)

وہ اس سے پہلے صلح کے خواستگار نہ ہونیکا یہ بہانہ کرتے ہین کہ اگر تب ہم ایسا کرتے تو عوام الناس کیطرف سے سخت اندیشہ تھا۔ اور جمہور رعایا نہ صرف وزارت کو تہ و بالا کرتی۔ بلکہ عجب نہ تھا کہ خاندان شاہی مین انقلاب واقع ہوتا۔ شاید اسی انقلاب کے ڈر کے مارے خاندان شاہی کا رکن رکین یعنی ولیعہد سلطنت کمانڈر انچیف بنا کر میدان جنگ مین بھیجا گیا تھا۔ عذر بدتر از گناہ ہے۔ اگرچہ ایڈیٹر یہ مانا کہ ایم رلی حال کا صدر اعظم یونانی ہمو طنون کی طبائع اور ارادون کے خصائل سے بخوبی آگاہ ہے مگر حق یون ہے کہ یہ دلائل اب وضع کیئے گئے ہین جب شکست پر شکست ہوئی ہے ورنہ ابتدا مین انکا خیال تک کسی کو نہ تھا۔

یہی یونانی جنہین ایسا شورہ پشت اور جنگجو بیان کیا جاتا تھا۔ اب ہمہ تن صلح کے خواہان ہین۔ ایک ہفتہ گذرا ہی کہ وہ خواہشمند تھے کہ یوروپ صلح کا نام لے اور ہم اپنی رضامندی ظاہر کرین۔ بلکہ بطریق شکایت برملا کہتے تھے کہ کیون یوروپ کی سلطنتین بیچ بچاؤ نہین کرتین۔ حاصل ایتھنز کے آشتی مزاج اصحاب اس حیرت مین ہین کہ ٹرکی کس لیے صلح کی بات کو کھٹائی مین ڈالتی ہے۔ اور کیون بہت جلد توقف جنگ کو منظور نہین کرلی۔ حالانکہ دو دن ہو چکے ہین کہ دول عظام کے سفیرون نے باب عالی مین ضابطہ کے طور پر اس کی درخواست بھی کی ہی۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمین بھی انہی کا قصور ہے۔ اگر آج یہ کریٹ کو خالی کر دین اور اوس سے کلیہ طور پر اپنا قطع تعلق کرین تو عجب نہین کہ ترک بھی راہ پر آجاوین یہ مانا کہ تھیسلی مین اونکا ستیاناس ہو گیا ہی اور اونکی جمعیت بالکل پراگندہ ہو گئی ہے مگر ایپرس مین ابتک اونکا بیڑہ جہازات اگر بگڑ دکھا رہا ہے بات یہہ ہے کہ دونون فریق اس تاک مین ہین کہ مصالحت سے پہلے جسقدر ممکن ہو ایک دوسرے کا خون نچوڑ لین۔ ترک یہہ چاہتے ہین کہ ڈومکاس لیلین تاکہ جسقدر علاقہ اون کے ہاتھ سے ۱۸۸۱ء مین نکل گیا اون کے قبضہ مین آجاوے۔ اور ایتھنز مین پہونچنے کیلئے کوئی امر انہین سدراہ نہ ہو۔ اور اسمین ایک اور فایدہ بھی متصور ہے وہ یہ کہ بصورت فتح ڈومکاس ترکون کو اتنی قدرت ہو جائے گی کہ جو شرائط چاہین خواہ وہ کتنی ہی ناگوار کیون نہ ہون منوا سکین گے۔ اگرچہ اب بھی وہ فاتح ہین مگر اوس وقت اونکی حالت بدرجہا غالب ہوگی (شاید ناظرین کو یہ یاد دلانا بھی ضرور ہے کہ عنایات الٰہی سے ترکون نے ڈومکاس پر بعد تحریر اس خط کے قبضہ کر لیا ہے۔ کیونکہ یہہ خط ۱۳ مئی کو لکھا گیا تھا۔ ایڈیٹر) یونانیون نے یہہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ اپنی قوم کو اصلی واقعات اور حالات سے محض بیخبر رکھتے ہین۔ اور اگر اتفاق سے کبھی ایک آدھ موقعہ پر کسی چپقلش مین ترکون کو پسپا کیا تو بس بات کا بتنگڑ بنا کر اُسے ایک بڑی نمایان فتح مشہور کر کے اپنے ہموطنون کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ اگر کسی کشتی کو پکڑ لین یا کسی گانون کو تھوڑا سا نقصان پہنچا دین۔ یا سمندر مین کسی ترکی کشتی پر حملہ کر بیٹھین تو سارے جہان مین اشتہار کر دیتے ہین کہ ہماری بحری افواج نے بڑا کار نمایان کیا ہی جس کا کچھ ٹھکانا نہین۔

ایک امر بھی مصالحت کا سدِ راہ ہی۔ وہ یہہ کہ یونانی چالبازی ور پھرتی کرنا چاہتے ہین اور سلطان ٹال رہا ہے۔ اگرچہ اخبار ٹائمز نے سلطان کو صلاح دی ہے کہ وہ اس معاملہ مین تساہل نکرین۔ بلکہ جسقدر جلد ممکن ہو مصالحت کر لین۔ مگر عبد الحمید اپنے معاملات کو اپنے طور پر آپ ہی سمجھتا ہے ان معاملات مین وہ بڑا ہوشیار ہے اور عہد و پیمان کے بارہ مین اُسے خاص لیاقت حاصل ہی اور خاص اسی وقت مین جب کہ اوسکی فوجین عین مہم کے ملک کے اندر قیامت ڈھا رہی ہین۔ اور یہ یاد رہے کہ اوسکی حالت اوس وقت اس سے بھی زیادہ قوی ہوگی جب اوس پاشا ڈومکوس لے چکیگا۔ کہا جاتا ہی کہ سلطان صلح کو پسند کرتے ہین۔ ممکن ہی کہ یہ صحیح ہو تاہم وہ بھی تو عبد الحمید ہے جس کی فہم و فراست کو یوروپ نے مانا ہوا ہی۔ وہ اسی وقت پر کب چوکنے لگا۔ اور کوئی عقل سلیم نہین مانتی کہ ایسا بیدار مغز آدمی اونسے فایدہ بھی جو ممکن الحصول ہو۔ ہاتھ سے جانے دے۔ اور علاوہ برآن اوسے اپنی جان نثار رعایا کی بگڑی ہوئی طبیعتون کا پاس خاطر بھی منظور ہے۔ کیونکہ آجکل قسطنطنیہ مین جنگجو فریق کا غلبہ ہی۔ اور یہہ قرین قیاس نہین ہے کہ سلطان اون کے مشورونکی کچھہ بھی پروا نکرے۔

یونان مین بادشاہ کو یہہ بھی خطرہ لاحق حال ہو رہا ہی کہ کہین بیٹھے بٹھائے سلطنت ہی نہ چھین جائے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اٹلی کے ریڈیکلون نے یہ فساد کا تخم یونان مین آ کر بویا ہے۔ یہ قریبًا سب کے سب سوشلسٹ اور ریپبلکن تھے جن کا اصلی مدعا یہان آنیکا یہی تھا کہ لوگون کو سلطنت شخصی سے

بدگمان کرین۔ اور اپنے جمہوری اصولون کو ترویج دین یونانی بالعموم بین بین ہین۔ نہ تو وہ شخصی سلطنت کے بڑے طرفدار ہین نہ جمہوری کے۔ علاوہ برآن وہ یہہ بھی بخوبی جانتے ہین کہ اگر ہمنے ذرا بھی موجودہ خاندان شاہی کے برخلاف ایک حرف بھی زبان سے نکالا تو آدھا یورپ بگڑ بیٹھیگا دیہہ آخری وجہ بہت صحیح ہے کیونکہ دول عظام کے سارے تاجدار تقریبًا یونان سے قرابت قریبہ رکھتے ہین (وکیل) اگر باوجود اس خوف کے پھر بھی اونہین یہہ امر گوارا نہین کہ کراؤن پرنس کی شکل دیکھین مگر اس قریب سے یہہ لازم نہین کہ وہ خاندان شاہی کے مخالف ہون

ظاہرا شرائط صلح مین چندان دقت نہ ہوگی کیونکہ سلطان کو اس امر کی اطلاع ہے کہ اونکی حدود مملکت مین کوئی بہت وسعت نہ دیجاگی ہان متعدد ویلا ورتھیسلی مین کسیقدر وسعت ہوگی۔ اور وہ بھی اسقدر جس سے یونان کو آئندہ ایسی حرکات کا حوصلہ نہ ہو۔

خرچہ جنگ کی نسبت مختلف روایتین ہین مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ آجتک اس لڑائی مین سلطان کا چالیس پچاس لاکھ پونڈ خرچ ہوا جس سے یہ قیاس کرنا آسان ہے کہ تقریبًا اتنی ہی رقم پر خرچہ کا فیصلہ ہوگا۔ مگر دقت یہ ہے کہ یونان کے پاس کوڑی نہین۔ غالبًا اس کا انتظام یہ ہوگا کہ بعض دول یورپیہ اسکی ضمانت دینگی۔ اور آپ یونان کے مالی محاصل مین سے اس رقم کے بارہ مین اطمینان کرینگے۔ یہ امر یونانیون کو چندان ناگوار نہین۔ اور امید ہے کہ یونان جو قدرتی طور پر ایک زرخیز ملک ہے۔ اگر ایک متدین اور قابل آدمی کے قبضہ مین دیا جاوے اور اوس کا مالیہ انتظام دیانت اور بیدار مغزی کے ساتھ ہو تو عجب نہین کہ تھوڑے ہی عرصہ مین اوس کے تعلقات ممالک غیر کے قرضخواہون کے ساتھ اچھی حالت مین ہوجائین۔ ان قرضخواہون مین جرمن بھی ہین جن کا روپیہ بقدر پندرہ ملین کے یونان کے ذمہ ہے (جو بیس کروڑ روپیہ ہوتا ہے) یہہ تو فقط جرمن کا قرضہ ہے اور ونکا بھی کم از کم اتنا ہی ہوگا عجب نہین کہ یہی قرضے آمادے کو یہہ تہیہ جنگ کیا تھا۔ مگر تقدیر الٹ گئی جس سے اور لینے کے دینے پڑے۔ (وکیل)

اصل دقت ہے تو اور ہی ہے یعنی وہ تیسری شرط جو سلطان لگانا چاہتے تھے۔ وہ یونانیون کو ضرور ناملایم طبع ہوگی۔ اور وہ ان شرائط اور رعایات کی تنسیخ کے بارہ مین ہے جو یونانی رعایا کو بشمول دیگر رعایاے یورپ بلاد اسلامیہ مین آجتک حاصل ہین سلطان کو اس شرط کے منوانے مین یہانتک ہٹ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین اور شرطون کی پرواہ نہین کرتا مگر اس شرط کو ضرور منوا کے چھوڑونگا۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ یونانی سخت ذلیل ہونگے۔ اور ہر ایک مسلمان خواہ وہ کتنا ہی ذلیل الاوقات کیون نہ ہو اونھین نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھیگا سلطان یہ کہتے ہین اور انکا کہنا معقولیت سے خالی نہین کہ اگر مین یہ بھی نہ کرسکون تو اپنی رعایا کو کیا مونہہ دکھاؤنگا۔ وہ مجھ سے ضرور مواخذہ کرینگی۔ کہ بس تگ و دو اور صرف بیجا کا معقول نتیجہ یہہ نہین ہوسکتا کہ سرحد مین ایک خفیف سی ترمیم ہوجاوے یا پانچ چھہ کروڑ روپیہ ملجاوے۔ ایسی معافی تو کوہ کندن وکاہ برآوردن کے مصداق ہین یہہ تو سلطان کا ظاہر حیلہ ہے لیکن فی الاصل جو فایدہ ہمین اس کے منظر ہے وہ یہ ہے کہ بلاد عثمانیہ مین یونانی بکثرت سوداگری کرتے ہین۔ اگر سلطان اون پر ٹکس لگانے پر قادر ہوگیا تو یقینًا ایک نہایت قلیل عرصہ مین سلطان خرچہ جنگ کیا اوس سے دوگنا روپیہ وصول کریگا۔

اگر یہہ رعایات منسوخ ہوئین تو جسقدر یونانی تاجر ہین وہ سب کے سب سلطان کے قبضہ قدرت مین بالکل بے بس ہونگے۔ اور سلطان انکا خون بخوبی نچوڑیگا جس کا مقابلہ مین تھیسلی کا دوبارا ہاتھ سے جانا بھی ہر کون کو چندان ناگوار نہ ہوگا اب یہہ دیکھنا ہے کہ دول عظام اسکی نسبت

کیا فیصلہ کرتے ہین - روس پر سب کی آنکھین لگی ہوئی ہین مگر وہ بقول اخبار ڈیلی کرانکل یونانیون کی اس تباہی پر ہنس رہا ہی تاہم یہہ بھی سنا جاتا ہے کہ پچھلے دنون سے اوسے یہ فکر پڑ رہا ہے کہ ترکون کی طاقت اتنی زبردست کسطرح ہو گئی حق یون ہے کہ یونان نے اس جنگ مین سخت غلطی کی ہی وہ ایسے بڑے مقابلہ کے لیئے کسیطرح تیار بھی نہ تھا نہ تو اوس کی پاس فوج تھی - اور نہ سامان حرب اور نہ رسد - اوس کو جو امید تھی کہ میرے میدان مین آتے ہی بلگیریا، سرویا اور کریٹ بالکن کی تمام ریاستین علم بغاوت بلند کرین گی - ادہمین بھی اوسے کوئی کامیابی نہ ہوئی - اوسکی وجہ ظاہر ہے کہ روم نے ایک لاکھ فوج اونکی سرکوبی کو تیار رکھی تھی - رہا یورپ کا کانسرٹ وہ بھی ترکون کو منع نہ کر سکا - اب اوسکا سارا خمیازہ انگلستان پر ڈالنا چاہتے ہین - وہ کہتے ہین کہ ہمین امید تھی کہ انگلستان ہمارا ہاتھ بٹائیگا چنانچہ انگلستان کا سابق ممبر پارلیمنٹ جو ابھی ابھی یونان سے واپس آیا ہے لکھتا ہی کہ یہہ لوگ ایسی میری آو بھگت کرتے ...... کہ مین انکی خام خیالی اور بیجا خوشامد سے بطرح تنگ آ جاتا تھا - اور ہر چند چاہتا تھا کہ اون کو لوگون سے یہہ بیہودہ خیال دور کر دون مگر وہ باز نہ آتے تھے اور انگلستان کو اپنا قومی مددگار خیال کرتے ہین اور ثبوت مین وہ ممبران پارلیمنٹ کا تار پیش کرتے تھے - اسپر اونہین اتنا ناز تھا کہ کسی کی کہنے کو خاطر تلے نہ لاتے تھے - ڈیلی نیوز کی رائے ہی کہ جو مصیبت یونان پر آئی ہے - وہ اسی تار کی بدولت آئی ہی - اور یہہ روز بد انہی اسی کی طفیل دیکھا ہے - اگرچہ بادشاہ اور اوس کے وزیر بخوبی جانتے تھے کہ یہ تار ہمین کسی امداد یا دستگیری کا وعدہ نہین دیتا مگر لوگ ضرور اس دہوکہ مین رہے -

قصہ مختصر یہہ کہ جنگ کے سارے حالات کو پیش نظر رکھکر اور اوسکی مختلف صورتون کے ہر ایک پہلو کو دیکھکر یہ کہا جا سکتا ہی کہ یونانی بہادر قوم نہین اور فوجی معاملات سے وہ بالکل بے بہرہ ہین یہی رائے پاکمال گزٹ کے خاص نامہ نگار کی ہے اور اس لڑائی نے ثابت کر دیا ہی کہ جو روح اونمین آج سے ستر سال پہلے موجود تھی جب انہون نے آزادی حاصل کی ہی اس وقت اوس کا عشر عشیر بھی موجود نہین سپاہی آوارہ مزاج بچون کیطرح ہین جنہون نے لڑائی کو ایک کھیل سمجھکر پہلے تو اوسکی از حد خواہش ظاہر کی - لیکن جب اوس کا مزا چکھا تو سٹ پٹا گئے اور ایسے دم بخود ہو گئے کہ اوس کے نام سے اونہین ہول آتا ہے یہہ تو سپاہیون کا حال ہی - اب افسرون کی سنیئے - اونمین مطلق وہ قابلیت اور تدبیر موجود نہین جو ایک لائق جنرل کیلیئے ضروری ہی معلوم یہہ ہوتا ہے کہ اونہون نے پہلے سے کوئی نقشہ یا تجویز جنگ کی نہ بنائی تھی - وہ یہہ سمجھے ہوئے تھے کہ جہان ہمنے مقدونیہ و ایپیرس پر حملہ کیا اوسی وقت بلگیریا سرویا اور رومانیہ بیکدفعہ عقب سے ترکون کو دبا لین گے - مگر انہی کوتہ اندیشی سے یہ خیال نہ کیا کہ اگر ان ریاستون کا سر نہ کھجلایا اور یہہ میدان مین نہ آئین تو اسکا نتیجہ کیا ہو گا چنانچہ ایسا ہی تو عمل مین آیا یعنی جب ترکون نے انہین مار کر بھگا دیا - اور پہر انکی علاقہ مین در آئے تو جنرلون کی لیاقت تمام ہوئی اور چھکے چھوٹ گئے -

سب سے بڑا نتیجہ اس لڑائی کا یہہ ہوا کہ یونان صفحہ ہستی سے معدوم ہو گیا ہے - اور ترکون کو حیات دوبارہ ملگئی ہی - اور مشرقی یورپ مین ایک زبردست سلطنت نظر آنے لگی ہے - اسلام کی بوسیدہ ہڈیون مین آب حیات چھڑکا گیا ہے اور مسلمانون کو جو عرصہ دراز سے اپنے آپ کو مرد بیمار سنکر خود بھی بیمار سمجھنے لگ گئے تھے یہ معلوم ہو گیا کہ ہم مین اب تک جان اور حوصلہ باقی ہی - اور ہم مین وہی سپاہیانہ جلادت اور جوانمردی موجود ہی جو آبا و اجداد سے وراثتاً ملی تھی - اور ہم اب بھی اپنے بزرگون کیطرح اعدا دین کو فتح کر سکتے ہین - اس خیال کو یہانتک وسعت ہو گئی ہے کہ اکثر ترک کہتے ہین کہ یونان اگر ہمین تاوان جنگ وغیرہ کچھ بھی نہ دے تا ہم ہمین اوسکا ممنون ہونا چاہیئے - کیونکہ اوسنے ہمارا سکہ سارے یورپ مین جما دیا ہی

جو در صورت لڑائی نہ ہونیکے ناممکن تھا۔

سارے نامہ نگار جو مختلف اخباروں کی میدان کارزار میں موجود تھے۔ وہ متفق اللفظ بیان کرتے ہین کہ ادہم پاشا کی فوج نے جو نیک سلوک باشندگان تھیسلی سے کیا ہے وہ نہایت ہی قابل تعریف ہے۔ لوگ خواہ مخواہ غلطی سے گھر بار چھوڑکر بھاگ گئے ہین اور جن لوگون نے ایسا نہین کیا وہان بدبختون کی شومی اعمال پر ہنستے ہونگے۔ جو آب ندیدہ موزہ از پا کشیدہ پر عمل کرکے نکل کھڑے ہوئے۔ اگر کچھ قتل و غارت ہوا بھی تو وہ بھی یونانیون کا کام تھا جو ہمیشہ عادتاً جہان سے بھاگتے تھے قیدخانے کھول جاتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ قیدی زنجیرین توڑکر نکل آتے تھے اور بیگناہ شہریون کو لوٹتے تھے۔ اور جس وقت ترک داخل شہر ہوتے تھے تو ان سے ڈرکر پہاڑ مین جا چھپتے تھے۔ اور وہان کی باشندون کو ستاتے تھے۔ اب بھی جہان جہان ترکون کی جمعیت ہے۔ وہان ایسے بدمعاشون اور رہزنون کا بس نہین چلتا۔ اور لوگ امن و آسائش مین ہین۔ اب لوگونکا اعتبار اس حسن سلوک پر اتنا جم گیا ہے کہ لوگ بکثرت اپنی گھرون کو واپس آگئے ہین۔ اور اپنے کام دہندون مین لگ گئے ہین۔ ان یونانی سپاہیون نے لوگون کو اسطرح بھی غارت کیا کہ اونہین خواہ مخواہ یہ کہا کہ ترک اکر ہمین لوٹین گے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بیچارے بہت تھوڑا اسباب لیکر بھاگے۔ اور باقی چھوڑ گئے۔ ٹائمز کا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ قریب تیس لاکھ پونڈ (۵ کروڑ روپیہ) تھیسلی والونکا نقصان ہوا ہے۔

وولو کے لوگون کو اپنے ہمسایون کے حالات سے سبق ملا اور اونہون نے عقلمندی کی کہ وہ نہ بھاگے۔ اور بجائے اس کے ترکون کے آنے پر اظہار خوشنودی کیا۔ اور سلطان اور اوسکی افواج کو خیر مقدم کہا۔ البتہ ڈیلی کرانیکل کا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ مین ایک دو دن تک اون مظالم کی کیفیت لکھون گا جو ترکون نے آپا ئیرس مین کیے ہین۔ ممکن ہے کہ ایک دو ایسے واقعات ہوئے ہون اور ایسا ہونا بھی ایسے معرکہ مین کچھ غرائبات سے نہین۔ لیکن کوئی ایسی شکایت نہین سنی گئی۔ گو جو فوج ایپرس مین تھی سعادتیم پاشا کی ماتحت افواج سے ہر طرح پیچھے تھی۔

ایک نتیجہ خیز امر جو اس لڑائی مین ثابت ہوا ہے وہ جرمنی کی مدخلت ہے۔ جرمن کے ماہرین جنگ اس کارزار مین بہت کچھ دخیل تھے اور یہ فتوحات ظاہرا انہین کی اعلے تربیت کا بدیہی نتیجہ ہے۔ اس سے عجب نہین کہ سلطان آئندہ بھی مستفید ہو اور سول مین بھی یوروپین کو اب زیادہ دخیل کرے اور یقین ہے کہ اگر سلطنت عثمانیہ کا انتظام متدین اور قابل آدمیون کے ہاتھ مین چلا جاوے۔ تو ترکی عرصہ قلیل کے اندر ایک بڑی قوی سلطنت بنجائے گی۔ جرمنی عرصہ سے چپکے چپکے اپنے دوستانہ اور تجارتی تعلقات قسطنطنیہ مین بڑھا رہا ہے۔ چنانچہ ٹائمز کا کارسپانڈنٹ مقام قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ ابتدائی چھیڑ چھاڑ سے جرمنی سلطان کے ساتھ رہا ہے اور اوس کو یقین دلاتا رہا ہے کہ مین تمہارے ساتھ ہون۔ اس مین ارمنی کی غرض یہ ہے کہ یہانکی تجارت سے فایدہ اوٹھاوے۔ اور سلطان بھی اس امر مین دل سے رضامند ہے کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ جرمنی کے فایدہ مین انگلستان کی تجارت کو نقصان پہنچے گا۔ اب جس قدر ضروریات اسلحہ گولہ بارود وغیرہ غرضکہ جنگی سامان کی گورنمنٹ ٹرکی کو پڑتی ہے۔ وہ جرمنی کے کارخانون سے تیار ہوتے ہین۔

جرمنی کی ایک متمول کمپنی نے سلطان کی خدمت مین ابھی ابھی دس لاکھ پونڈ قرضہ بھی پیشکش کیا تھا۔ مگر سلطان نے یہ کہکر نامنظور کیا کہ ہمین بالفعل ضرورت نہین ہے ہمین بھی عبدالحمید چال چلگیا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ بالفعل بجائے خود ممنون ہونیکے جرمنی کو تجارتی فوائد کیلیٹے اپنا دست نگر رکھے۔ چنانچہ اوسنے ایک جرمن بنک کو یہ حوصلہ بھی دیا ہے کہ وہ قلمرو عثمانیہ مین ایک بنک کھولین۔ اور اس

بنکو بہت سی امتیازات کا وعدہ بھی دیا گیا ہے۔ اور یقیناً اوسے بہت فایدہ بھی ہوگا۔ اور ہمین ذرا بھی شک نہین کہ یہ امتیازات ضرور عطاء ہونگے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ روس ان تعلقات کو کس نگاہ سے دیکھیگا۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ ترکی سپاہی جنپر جرمنی کے افسر ہون سکندری سے کم نہین مگر سنتے ہیں تو یہ کہتے ہین کہ قیصر جرمن کا داؤن شاہ روس پر چلگیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاہ جرمن اوس سے بہت زیادہ عقلمند ہے جو آجتک لوگ سمجھے ہوئے تھے۔ مگر خواہ اصلیت کچھہ ہی ہو ہمین ذرا بھی کلام نہین کہ موجودہ شہنشاہ جرمن سلطان کا بڑا دوست ہے اور اوسنے اس یگانگت اور اخلاص کا اظہار اپنے تاریخ تخت نشینی سے آجتک متواتر مختلف پیرایون مین کیا ہے۔

**جامع العلوم** مراد آباد لکھتا ہے۔ یونانیون کی ترکون نے ترکی تمام کر ہی دی۔ اور اگر عیسائیون کو زیادہ خواہش ہوگی تو وہ کمی بھی انشاءاللہ تعالی بعد انقضائے میعاد التوائے جنگ پوری ہو رہیگی لیکن اب عیسائی گلہری اور رنگ لانیوالی ہے۔

اب نیا شگوفہ یہ شروع ہونیوالا ہے کہ موجودہ خدیو مصر کو جو سلطان المعظم کے ہر طرح فرمانبردار اور ہمدرد ہین تخت سے اتار دیا جائے اور کوئی اور کٹ پتلی مصری اسٹیج پر رکھہ دیا جاوے چنانچہ پیرس کے اخبارات نے کچھہ ایسی ہی راگ الاپنے کے شروع کئے ہین شاید خودغرض لوگ یہ سمجھے ہین کہ سابق توفیق پاشا کی طرح موجودہ خدیو کے ساتھہ بھی عملدرآمد کر لینا آسان بات ہے لیکن وہ بات اور تھی اور اب معاملہ دگرگون ہے توفیق نے خود سلطان سے سرتابی کے آثار نمایان کئے تھے اس لیئے جب انگریزون نے اونکی گوشمالی کی تو سلطان خاموشی سے اس کام کو دیکھتے رہے علاوہ اوس زمانہ مین انگریزون کی جانب سے کوئی بدگمانی بھی نہ تھی۔ بلکہ اون کی فعل و رد خلت کو نیک نیتی پر مبنی خیال کیا گیا تھا مگر اب صورت دوسری ہے کہ خدیو سلطان کے خیرخواہ ہین اور سلطان انگریزون کی دوستی کا پورا ذایقہ چکھہ چکے ہین۔ اب اگر کوئی سلطنت خدیو سے لڑائی کی تو سلطان خاموش نہ رہین گے۔ بلکہ گمان ہے زیادہ مرمت کرنے پر آمادگی ظاہر کرین گے۔

علاوہ ازین روس جو ہمیشہ برٹش اقتدار کو مصر مین کم ہونا چاہتا ہے اس وقت سلطان کا مددگار ہے۔ وہ بھی اس موقعہ کو غنیمت شمار کرے گا۔ دوسری قوت جو انگریزون کیطرح مصر سے نفع لیا چاہتی ہے۔ فرانس ہے اور شاید وہ دونون کا نقصان دیکھہ کر کچھہ ہاتھہ پیر ہلائے۔ لیکن ان دونون کا جانی دشمن جرمنی سلطان سے متفق ہے۔ وہ خود فرانس کی سرحد پر مشغولیت بہم پہونچا دیگا۔

پھر ٹرانسوال کا معاملہ جسکا حال مین ہی چھڑ جانیکا پورا احتمال ہے۔ برٹش گورنمنٹ کو مصر مین الجھنے کی مہلت نہ دیگا۔ اور اگر مصر مین چسپیدگی بہم پہنچ گئی تو ٹرانسوال مین کروگر اور بھی زبردست ہو جائیگا۔

انگریزون کو نہر سویز مین مشغول پاکر ممکن ہو کہ روس ہماری شمالمغربی سرحد سے سر نکالے۔ اور ہمارے دوست امیر کابل جن کو وہ خاص طور پر بدگمانیان پیدا کرکے ناراض کیا جا رہا ہے خیال ہو سکتا ہے کہ اسلامی حمیت کو کام فرما کر وہ کام نہ دین جس قربانی کے لیئے اونکو سمجھہ رکھا ہے۔

امیر ضرور ہمارے دوست ہین وہ بہت ہی بڑے موجودہ صدی کے مدبر فرمانروا ہین لیکن اوس کے ساتھہ ہی وہ ایک پکے مسلمان بھی ہین جب تک عیسائی عیسائیون کا معاملہ رہیگا۔ وہ ضرور ہماری سرکار کا ساتھہ دین گے لیکن ہمین یقین نہین آتا کہ وہ شخص جو اسلام کا حامی اور ضیاءالملت والدین کہلائے اسلام کی بنیاد کھودنے یعنی سلطان کو زیر کرنے مین بھی انگریزون کا مددگار رہے سلطان کی حمایت ہر مسلمان کا مذہبی

اس لیئے فرض ہے کہ وہ مسلمانون کی مذہبی خلیفہ ہین۔ اور انکی آبرو کے بقا کی ساتھ تمام اسلامی سلطنتون ہی کی نہین بلکہ ہر مسلمان کی آبرو اور مذہب کے قیام کا انحصار ہے۔ پس مصر سے بگاڑتے ہی برٹش گورنمنٹ کو وہ تمام مشکلات پیش آجائینگی جو ابھی ابھی یونان کی مدد کرنے کی حالت مین پیش آنے کیلئے تیار تھین۔ اور برٹش گورنمنٹ کی دور اندیشانہ پالیسی نے اپنا ظاہر ہاتھ ہمین نہ دیکھا دن کو ایک غیر محدود مستقبل پر ڈالدیا جسطرح یونانیون کو لڑاکر قتل کرانے کے باعث لارڈ سالسبری پارلیمنٹ کے ممبرون کو پشیمان کر رہے ہین اسی طرح مصر سے جھگڑا کرنے کی حالت مین خود انگریزون کا خون کراکر تمام انگلستان کو شرمندہ ہونا پڑے گا۔

سلطان کے ساتھ آج تمام روئے زمین کے مسلمانون کی ہمدردی ہے اور سب اسی طرح ہوشیار ہین جسطرح کہ سلطانی فوج کی تیاری دیکھکر تمام یوروپ حیران رہگیا ہے سلطان کو تو شاید اب کوئی عیسائی مردِ علیل کہنے کی جرأت نہ کرے کیونکہ اب اوسکی طاقت سے تو سب اچھی طرح باخبر ہوچکے ہین۔ لیکن اب ایران کی باری ہے × × × × × × × × کہ اپنی مشہور ہستی کا بھی ایسا ہی ثبوت دیگا۔ شاہ ایران مرحوم بہت ہی دانا بادشاہ تھے اور انکے بعد موجودہ شاہ نے حیرت انگیز عقلمندی کا اظہار کیا ہے پس ممکن نہین ہے کہ اونہون نے یوروپی ترقی حاصل کرنے مین غفلت کی ہو غرض یہ کہ ایشیا کے وسط سے بلکہ افریقہ کے شمالی حاشیہ تک جو اسلامی سلطنتین پھیلی ہوئی ہین۔ وہ اب بھی اگر متفق ہوجائین تو روئے زمین کو عیسائیون کو کافی ہین۔ اور چونکہ عیسائیون کی دشمنی کو حماقت سے مذہبی رنگ دیدیا ہے اس لیئے ہر مسلمان نے ذاتی جھگڑے طے کر رکھے ہین۔ اور جس طرح اتفاق پیدا کیا ہے۔ اوس سے بہت جلد اسکی ضرورت ثابت ہوجائے گی۔

پس ہم صلاح دیتے ہین کہ اب کوئی عیسائی سلطنت مصر پر رال نہ ٹپکائے۔ اور اوس کو اپنے جائز مالک کے زیر سایہ رہنے دے۔ ورنہ وہ مشکلین پڑ جائینگی جن کا حل کرنا ہر ناخن تدبیر سے بہت دور ہوجائیگا یا کسیقدر ظریفانہ عبارت مین یون کہہ سکتے ہین کہ اسقدر بے بہا ٹکریں پڑینگی کہ حساب کیلئے وہ منقدی بھی کافی نہ ہونگے۔

## محاربہ روم و یونان کا آخری (پانچوان ہفتہ) اور التوائے جنگ

ہفتہ گذشتہ کے اخبار مین جنگ فرسالہ اور ولیسٹینو اور قبضہ ولو و دوغلاس) کی مفصل کیفیت درج ہوچکی ہے۔ ان مقامات سے ہزیمت فاش اوٹھاکر ولیعہد یونان نے شکستہ فوج مقام ڈومکوس مین اپنا ہیڈکوارٹر مقرر کیا۔ اور دوسری طرف گورنمنٹ یونان نے بالحاح منت دول یوروپ کی خدمت مین مصالحت کرادینے کی درخواست کی جنہون نے گورنمنٹ مذکور سے پہلے ... کے متعلق یہ شرط قبول کرالینے کے بعد کہ یونان اپنی مصالح و اغراض دول یوروپ کو سپرد کردے۔ اپنے سفرا کی وساطت سے بابعالی سے التوائے جنگ کیلئے گذارش کی۔ بابعالی نے ۱۵ مئی کو جواب دیا کہ التوائے جنگ سے پہلے مندرجہ ذیل شرائط کو گفتگوی مصالحت کیلئے بطور بنیاد تسلیم کرلیا جاوے۔

(۱) یونان ٹرکی کو ایک کروڑ پونڈ ترکی بذریعہ ... تاوان جنگ ادا کرے (۲) تھسلی کا ٹرکی سے الحاق (۳) یونانیون کو جن معاہدات کی رو سے ٹرکی مین رعایتی حقوق حاصل ہین ان کی ترمیم کیجاوے (۴) یونان و ٹرکی کے درمیان حوالگی مجرمان کے متعلق معاہدہ کیا جاوے۔ ان شرائط کے منظور ہوجانے پر ترکی اور یونانی وکلا مقام فرسالہ مین جمع ہوکر التوائے جنگ کی شرائط مرتب کرین۔ اور اس اتفاق

کے ساتھ یہ شرط بھی لازمی قرار دیجائے کہ تو دلو اور پر تو یسا کے بندرگاہون مین براہ سمندر ترکی فوجون کیلئے سامانِ رسد و حرب بھیجا جائیگا۔

ملا بزر کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ سفرائے دول باب عالی کیطرف سے ایسا جواب موصول ہونیکے لیئے کسیطرح تیار نہ تھی - اون کو کبھی امید نہ تھی کہ سلطان المعظم ایسی جلدی اور ایسی کامل طور پر جنگ جو جماعت کی کہنے مین آجائینگے مگر بقول نامہ نگار مذکور سلطان المعظم نے یہ خیال کر لیا کہ اپنی مسلمان رعایا کی خواہشات کا مقابلہ کرنے کی بجائے یورپ کو منشا کی پروا نہ کرنے مین اون کی سلامتی اور آسایش کے لیئے کم خطرہ ہوگا۔

شرائط صلح کے متعلق مزید کارروائی درج کرنیسے پہلے یہ بیان کردینا شاید نامناسب نہ ہوگا کہ شرائط مذکورہ پر سفرائے دول اور یورپ کے متعصب عیسائی اخبار نویسون اور مدبرین کا متعجب ہونا بھی کم تعجب خیز نہین کیا وہ جنگ کریمیا کو سوا (جسمین بھی اپنی دوست نما عیسائی سلطنتون کی مہربانی ، سلطان عبد المجید کی ناسمجھی و رنا عاقبت اندیشی سے ترکی اپنی فتوحات سے کوئی اخلاقی - مادی یا جنگی فایدہ نہ اوٹھا سکی تھی) کم ازکم اس موجودہ صدی کی کوئی ایسی جنگ (چھوٹی ہو یا بڑی) بتا سکتے ہین کہ جس مین فاتح نے فریق مغلوب کو اگر اوس کو بالکل نابود نہ کیا ہو تو ملکی مالی اور اخلاقی فایدے نہ اوٹھائے ہون - اگر وہ انصاف و تاریخ کو مدنظر رکھین تو سلطان المعظم کی پیشکردہ شرائط کو سخت تصور کرنے کی بجائے اونکی بے اندازہ نرمی پر تعجب کرین جرمنی نے ۱۸۷۰ء کی لڑائی مین کیا فرانس سے نقد تاوان جنگ اور ملک نہین لیا تھا ؟ ۱۸۷۸ء مین کیا روس نے صرف خود ہی تاوان جنگ اور ملک لینے پر ، اپنی رعایا کو ہرجانہ دلانے پر اکتفا نہ کرکے کئی صوبون کو زیادہ قطعات دلا کر کامل یا نیم آزادی اور چند چھوٹی سلطنتون کو وسیع صوبے مفت نہین دلا دیئے تھے - یہی صوبہ تھیسلی یونان کو کونسی فتح کے معاوضہ مین ملا تھا ؟ کیا یہ ملک اس حقیر ریاست کو صرف اس امر کے صلہ مین نہین دیا گیا تھا کہ جنگ کے دوران مین اوس نے ٹرکی پر حملہ نہین کیا تھا تو جب کہ اس ملک کی قیمت ایکدفعہ یہ پڑ چکی ہے تو اب اگر ٹرکی ہزارون مردانِ دلاور کا خون بہا کر اوسپر دوامی قبضہ کرنا چاہتی ہے تو وہ کونسی زیادہ طلبی کر رہی ہے [illegible] یا [illegible] تو دور کی بات ہے - شاہ برہما ملکہ مڈغاسکر شاہ اشانٹی چترال - وزیرستان کے ساتھ رحمدل اور مہذب فرانس و انگلستان اگر وہی سلوک کرتے جو ٹرکی یونان کیساتھ کرنا چاہتی ہے - تو وہ مدت العمر تک انکی ممنون رہتے - انگلستان اسی سال ۱۸۹۷ء مین والی نیوپ سے نصف ملک چھین کر باقی ملک ایک باجگذار ریاست کی صورت مین رہنے دے - اور اس تاج بخشی پر پھولا نہ سمائے - تو پھر کیا اس کے مقابلہ مین سلطان المعظم کی پیشکردہ شرائط زیادہ سخت یا توقع سے بڑھ کر سنگین کہی جاسکتی ہین -

خیر تعصب تو عیسائیون کی سابقہ کارروائیون کو مدنظر رکھنے سے کسیقدر قابل درگذر بھی سمجھا جاسکتا ہے لیکن سلطان المعظم کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرنیسے ٹایمز کے نامہ نگار اور خود ٹایمز اور اوسکے ہمخیال اپنی سفاہت اور نادانی کا ثبوت دے رہے ہین - یہ بیشک درست ہے کہ خلیفہ وقت پر جمہور اسلام کی جائز خواہشات کے مطابق عملدرآمد کرنا لازمی امر ہے مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی فراموش نہین کرنا چاہیئے کہ جو سلطان اپنی مسلمان رعایا کو دلون اور جذبات پر پورا پورا اقتدار حاصل نکرلے وہ کبھی واقعی سلطان المعظم نہین ہو سکتا جیسا کہ اس وقت ہر کون کا محبوب عبد الحمید ہے - ایک ایسی سلطان کی نسبت جو طرح طرح کی مشکلات مین گرفتار ہونیکے باوجود دنیا کی سات عظیم الشان سلطنتون کو جنمین سے ہر ایک بجائے خود فرعون بے سامان کی حکومت کو ماند کر رہی ہے - سب سون سے وہ تاب تار ہا ہوا اپنی حکمت و تدبیر سے اونکی کوئی پیش نجانے دیتا ہو ایسا گمان تک بھی

کرنا کہ وہ کسی ایک خاص جماعت کے قابو میں آگیا ہے محض اپنی ناواقفیت کا ثبوت دینا ہے۔ اور ایسے شخص کو جس نے روسیوں کی پیشقدمی کے طوفانِ بلاخیز کے وقت جب کہ کل وزراء سلطنت اور باشندگان شہر دار الخلافہ چھوڑ دینے کی بابت صلاح دے رہے تھے مستقر خلافت کو خالی کر دینے سے انکار کر دیا ہو فتح و نصرت کے موقعہ پر اپنی سلامتی یا آسائش کی نسبت متردد و خائف بتلانا ریتھا نز ٹائمز اور ایماندار عیسائی مدبرین ہی کا کام ہے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ حضور ممدوح کا ہر ایک فعل اپنی جان نثار رعایا کی معقول تمناؤں اور مصلحت ضرورت وقت کے مناسب حال ہوتا ہی بلکہ یہ کہنا کہ رعایا کی خواہش اوس فعل سے صورت پذیر ہوتی ہی بیجا یا مبالغہ آمیز نہیں لیکن سلطان المعظم پر یہ اتہام لگانا کہ وہ کسی خاص جماعت کی صلاح و مشورہ کو فوائد ملک پر مقدم سمجھتے ہیں۔ انکی بست سالہ عہد حکومت کی بینظیر کامیابیوں کو جن کو کسی فرد بشر کو انکار نہیں جھٹلانا ہے۔

الغرض بابعالی کی ان شرائط پر بعض دول یورپ کے سفیر ایسے جھنجلائے کہ فوراً دوسرے دن ہی (۱۴ مئی) کو جواب الجواب کا ایک مسودہ تیار کیا گیا جس میں صلح کی شرائط پر بحث مباحثہ کرنے سے احتراز کر کے التواء جنگ کی مکرر درخواست درج کی گئی۔ اور باب عالی کو یہ اطلاع دینے کے بعد کہ آپکا مراسلہ دول یورپ کی گورنمنٹوں کے پاس بھیجا گیا ہے۔ اوسے یہ صورت حال سخت ترین مشکلات کے حادث ہونے سے متنبہ کیا گیا۔ آخر میں مسودہ مذکور میں یہ اضافہ کیا گیا کہ دول یورپ یونان کو پامال شدہ نہیں دیکھ سکتیں۔ جرمن سفیر نے اس کاغذ پر جسے غالباً سر فلپ کری سفیر انگلستان نے تیار کیا ہوگا دستخط کرنے سے انکار کیا۔ کہ جب تک مجھے اپنی گورنمنٹ سے ایسا کرنے کی اجازت نہ ہو میں نہیں کر سکتا اور اسطرح سے سفرائے دول کا یہ حکمنامہ باب عالی تک پہنچنے نہ پایا۔ پیر کے دن (۱۷ مئی) کو سفراء نے دوبارہ مجلس منعقد کی مگر کوئی بات قرار نہ پاسکی۔ کیونکہ جرمن سفیر کو حکم موصول ہو گیا تھا کہ وہ مجوزہ یادداشت کے متعلق دوسروں کو ساتھ ملکر کوئی کارروائی نہ کرے۔ سفرائے دول (المانیہ غالباً انگلستان۔ اٹلی۔ فرانس کے سفیروں کو ہی کل سفرائے دول قرار دے رہا ہی عجب بے بسی کی حالت میں تھے کہ منگل کے دن زار کیطرف سے اعلیحضرت امیر المومنین کیخدمت میں یہ تار موصول ہوا کہ میں آپکی دوستی و فیاضی پر بھروسہ کر کے التوائے جنگ کی التجا کرتا ہوں اور آپکو یقین دلاتا ہوں کہ اگر جنگ ملتوی کیا گیا تو میں ہمیشہ کیلئے آپ کا ممنون احسان رہونگا۔ اعلیحضرت نے زار کی درخواست منظور فرما کر فوراً التوائے جنگ کا حکم صادر کر دیا۔ اور ادہم پاشا کو پیشقدمی سے رک جانیکے احکام روانہ کئے گئے۔ مگر یہ حکم مارشل موصوف کو فوراً نہ مل سکا۔ اس اثناء میں دوموکو پر خونخوار جنگ ہو کر یونانیوں کو آخری ہزیمت فاش دیگئی۔ جس کا مفصل ذکر آگے کیا جائیگا۔ اور آخر کار ۲۰ مئی کو مارشل ادہم پاشا نے التوائے جنگ کا اعلان کر دیا۔

ٹائمز مورخہ ۱۸ مئی رقمطراز ہے کہ ٹرکی کی سرکاری جماعت کا رجحان اسطرف پایا جاتا ہی کہ پیشکردہ شرائط میں کسیقدر نرمی کیجائے اور کہ دول ٹرکی کو تسلی کا کوئی [illegible] جنگیہ اور بے اندازہ تاوان جنگ دیئے جانے اور یونانی رعایا مقیم ٹرکی کے رعایتی حقوق کو توڑ دیئے جانے کی مخالفت کرنے میں راسخ العزم ہیں اخبار مذکور مطالبات سلطانی پر یہ اعتراض بھی کرتا ہی کہ جنگ کا اعلان کرتے وقت باب عالی نے وعدہ کیا تھا کہ ہم یونان کی سرزمین کا ایک ایک انچ بھی نہیں لینگے۔ اس اعتراض کے الزامی جواب تو بیشمار دیئے جا سکتے ہیں۔ روس نے ۱۸۷۷ء میں اعلان جنگ کرتے ہوئے یورپ کے ساتھ ایسا ہی وعدہ کیا تھا۔ اور مہم چترال سے پہلے نواب وائسرائے نے بھی سرحدی قبائل سے یہی وعدہ کیا تھا انکی تعمیل

جو ہوئی۔ وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ مگر ابھی ترکی سرکاری جماعت ؔ جس کی نسبت ٹائمز لکھتا ہے کہ وہ نرمی کیطرف مائل ہیں۔ اس مسئلہ پر نہایت متانت سے بحث کرکے کل معترضین کو شافی جواب دیدیا ہے۔ ریوٹر نے اُسے مفصل شائع کیا ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

"باب عالی کے مطالبات کو بنظر انصاف و معدلت دیکھنا چاہیئے اور جب ان کو ایسی نگاہ سے دیکھا گیا۔ تو مجبوراً تسلیم کرنا پڑیگا کہ ٹرکی ان سے بڑھکر کوئی نرم شرائط پیش نہیں کرسکتی۔ یہ مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ یونان آزاد بادشاہت ہونیکے وقت سے لیکر اب تک سرحدی پرنیون کی مسلسل قزاقی اور کل قلمرو عثمانیہ مین یونانی رعایا کی نفرت انگیز مردشی کی وجہ سے ٹرکی کیلیئے تکالیف عدیدہ کا مستقل منبع بنا رہا ہے۔ جنگ سے پہلے یونان نے جو رویہ اختیار کیا۔ اسپر سخت ملامت ہوسکتی تھی۔ اور یہہ عام طور پر معلوم ہوچکا ہے۔ کہ وہ فقط جدید ملک ملنے کیلیئے لڑائی کا متمنی تھا۔ برخلاف اس کے ٹرکی کی پالیسی آخری وقت تک لڑائی سے بچتے رہنے کی رہی ہے اور جب یونان کی شرارتون سے تنگ آکر اُسے اعلان جنگ کرنا پڑا تو یہہ صرف اپنی جائز اغراض و حقوق کی حفاظت کیلیئے کیا گیا تھا۔ جنگ سے پہلے جو ترکی یادداشت مشتہر کیگئی تھی۔ اوس مین بالتصریح یہ بتادیا گیا تھا۔ کہ یونان کی فتح کرنیکا کبھی خیال نہین بلکہ محض سلطانی حقوق کی نگہداشت کیلیئے باب عالی جنگ کرنے لگا ہے۔ یادداشت مذکور کے اس حصّہ کو یوروپین اخبارات[م] نے ان نقصانات و تکالیف کا معاوضہ طلب نہیں کرین گے جن کے اوٹھانے پر اون کو مجبور کیا گیا تھا یہہ درست ہے کہ اگر یونان شروع مین اپنی افواج واپس بلالیتا تو گورنمنٹ عثمانیہ بڑی خوشی کے ساتھہ لڑائی سے محترز رہتی۔ اور کوئی معاوضہ طلب کرتی مگر یونان نے ایسا نہ کیا۔ تھسالہ کے مفتوح ہونے تک وہ کریٹ سے فوجین واپس منگوانے سے بھی پس و پیش کرتا رہا۔ اور تا وقتیکہ اوسکی افواج کو کامل ہزیمت نہ ملگئی اوس نے التوائے جنگ پر رضامندی ظاہر نہ کی۔ اس ایک مہینہ کی لڑائی مین ٹرکی کو جان و مال کا بہت نقصان اوٹھانا پڑا ہے۔ اگر ٹرکی تھسیلی کے الحاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اسکی وجہ فقط یہی ہے کہ یونان کیطرف سے پھر قزاق حملہ نہ کرسکین۔

یہ یاد رکہنا چاہیئے کہ ۱۸۸۱ء[ا] مین یہ ملک یونان کو اس لیئے دلوایا گیا تھا۔ کہ وہ دول یوروپ کی مقرر کردہ شرائط کو پورا کرے۔ یہ کبھی پوری نہین کیگئیں پس تھسیلی کا واپس لے لیا جانا جدید ملک کا فتح کرنا متصور نہین ہوسکتا۔ لیکن پھر بھی تاوان جنگ و الحاق تھسیلی کے متعلق گو

---

[ا] ۱۸۷۷ء کے جنگ روم و روس مین یونان انگلستان کی فہمایش پر ٹرکی پر حملہ آور ہونے سے محترز رہا تھا۔ لڑائی کے خاتمہ پر جب صلح کی شرائط مقرر ہونیکے لیئے برلن مین دول یوروپ کے سفراء کی کانفرنس جمع ہوئی۔ تو انگلستان و فرانس کی سفارش پر ٹرکی کے مقبوضہ جزیرون کے متعلق اپنے ملک کے دعاوی پیش کرنے کیلیئے یونان کے وکلا کو بھی حاضر ہونیکی اجازت دیگئی۔ آخر کار عہدنامہ برلن کی ۲۴ وین دفعہ مین قرار دیا گیا کہ قیام امن کیلیئے ٹرکی و یونان کی سرحدون کا تصفیہ کیا جاوے۔ اگر دونون فریق آپس مین طے نکرسکین تو دول یوروپ فیصلہ کرادین۔ یونان تمام صوبہ تھسیلی اپائرس اور کسیقدر حصہ صوبہ مقدونیہ کا دعوے کرتا تھا۔ سلطان کچھہ بھی نہین دیتے تھے جبپر دول یوروپ نے جو اوس وقت ٹرکی کے برخلاف تھی ۱۸۸۱ء مین لنڈن مین کانفرنس کرکے صوبہ تھسیلی یونان کو دلانے کا فیصلہ کیا۔ اور اوسی سال امیرالمومنین پر سخت دباؤ ڈالکر جو اوس وقت مقابلہ کرنے سے بالکل عاجز تھے ملک مذکور یونان کو دلا دیا۔ لیکن سب سے بڑی شرط اور وجہ ملک دلائے جانے کی آئندہ کیلیئے قیام امن تھا۔ جو یونان نے قایم نرکھا۔ انگلستان نے جنگ روم و روس کے وقت یونان کو ٹرکی سے کیون جنگ نکرنے دیا ایسا سوال ہے جس کا جواب دینے کی یہان گنجایش نہین۔ اس وقت یہی بتا دینا کافی ہے کہ روس اوس وقت کیا عوض اس یونان اور انگلستان سے لیا ہے۔ قیام امن کے علاوہ دو دوسری اہم شرائط مین سے ایک یہہ تھی کہ گورنمنٹ یونان (باقی دوسرے صفحہ پر)

[illegible]

یہ دونون امر بالکل مبنی بر انصاف سمجھے جاتے ہین۔ باب عالی دول یورپ سے مباحثہ کرنیکے لیئے تیار ہے۔ اور یونان کی دیوالیہ پن کو مدنظر رکھکر اور نیز اپنی صلح آمیز پالیسی کا انتہائی ثبوت دینے کیلیئے شاید وہ اون مین کسیقدر ترمیم بھی کر دے لیکن مطالبہ متعلق رعایات کے بارہ مین اپنے ملک کی اغراض کو مدنظر رکھکر گورنمنٹ عثمانیہ کیلیئے کسی ترمیم کا کرنا بالکل ناممکن ہے علاوہ اور دنیا تک کو جو ہر طرح سے یونان سے اعلےٰ ہین یہہ رعایتین حاصل نہین پس یونان کیلیئے ایسی رعایتین قایم نہین رکھی جا سکتین جن کو اوسنے نہایت قابل شرم طرح سے برتا ہے۔ بنا برین پورے اعتماد کے ساتھ امید کیجاتی ہے کہ یورپ مین اسقدر حس انصاف موجود ہوگی کہ وہ ٹرکی کو اس امر پر جس سے دست بردار نہ ہونیکا اوس نے عزم بالجزم کر لیا ہے مجبور نہ کرے گی۔ اگر یورپ بزور شمشیر حق تلفی کی کوشش کرے گا تو ایسی حالت درپیش آجائے گی جو امن عامہ کے حق مین نہایت مضر ہوگی۔ ایسی ناانصافی سے ترکی بادی بالفرمد مشتعل ہو جاوے گی۔ اور گورنمنٹ اپنی قبل ازین خطرناک نتائج کا جو پیدا ہونگے ذمہ وار نہین سمجھ سکے گی۔ اور انجام کار دول یورپ اس بارہ مین اپنے فعل کے نتیجہ سے لاکلام نہایت ہی سخت متاسف ہونگی ۔

تاوان جنگ کے متعلق ٹائیمز کا نامہ نگار ایتھنز سے حسب ذیل لکھتا ہے: تاوان جنگ کے مطالبہ کی نسبت دول یورپ تاوقتیکہ وہ یونان کے مینخہ مال کے مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کو بھی سلجھانیکا ارادہ نہ رکھتی ہون کوئی قابل اطمینان کارروائی نہین کر سکتین۔ اس امر کی مشکل اجازت دین گی کہ عمرو کو لوٹ کر زید کا گھر بھر دیا جائے۔ یا ٹرکی کو جو خود اپنے قرضخواہون کے مطالبات ہی پوری نہین کر سکی۔ اون مینخہ ہاسے آمدنی پر متصرف ہونے دین گی جو استحقاقاً یونانیون کے دائینون کی ملکیت ہین۔ اگر یونان کو ایک حبہ بھی تاوان جنگ دینا پڑا تو بھی اوس کے قرضخواہون کیلیئے اچھے آثار نظر نہین آرہے ہیں صوبہ تھیسلی کی فصل بالکل برباد ہوگئی ہے تجارت کئی مہینون سے بند ہے اور محصول چونگی کی آمدنی نقی کے باعث ہوگئی ہے۔ تھیسلی کے باشندون کو اگلی فصل تک لازمی طور پر خیراتی ٹکڑون پر گذران کرنی پڑے گی۔ اگر دول یورپ یونان کی مالی حالت کا انتظام کرنیکا فیصلہ کرین تو گو یہہ امر یونانیون کو سخت ناگوار ہوگا مگر یونان کیلیئے بہت بہتر ہوگا ۔

اس کے متعلق افواہ ہے کہ جرمنی سلطان المعظم کو تحریک کر رہی ہے کہ یونانی مینخہ مال پر یوروپین نگرانی قایم کی جانے کی بابت اصرار کرین کیونکہ صرف اسی طریق سے تاوان جنگ کی ادائے گی ممکن الحصول ہو سکے گی۔ وائینا کا ایک اخبار مطلوبہ تاوان جنگ کا واقعی خرچ سے مقابلہ کر کے مندرجہ ذیل تفصیل تحریر کرتا ہے۔

باب عالی کے ذمہ افواج اور سامان حرب کی باربرداری کی بابت مختلف ریلوے کمپنیون کا عشر لاکھ فرینک (فرینک = ۱۰ ؍) باربرداری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹) مسلمان باشندگان تھیسلی کے جملہ حقوق مذہبی و ملکی کی نگہداشت کرے گی اور اون کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے گی۔ دوسری شرط یہہ تھی کہ یونان باب عالی کو قومی قرضہ کا جزو اوس نسبت سے ادا کرے جو نسبت کہ صوبہ تھیسلی کی آمدنی کو کل ممالک محروسہ کی آمدنی سے ہے۔ انکی تعمیل یونان کیطرف سے یہہ ہوئی کہ تھوڑے سے عرصہ مین پچیس تیس ہزار کی مسلمانی آبادی سے فقط چند مسلمان تھیسلی مین رہ گئی۔ باقی گورنمنٹ اور عیسائی ہمسایون کے دست ظلم سے تنگ آکر ہجرت کر گئے اور قومی قرضہ کی جزو کی بابت باوجود متواتر مطالبات کے اب تک ایک حبہ سلطنت عثمانیہ کے قرضخواہون کو ادا نہین کیا گیا ادا کرنا تو درکنار رقم تک کا تعین نہ کیا گیا کہ کسقدر یونان کو ادا کرنی ہے یہی وجہ ہے کہ فتح تھیسلی پر یوروپین اخبارات مخبر ہین کہ مسلمان مہاجرین جوق در جوق اپنے وطن مالوفہ کو واپس چلے جا رہے اور اپنے املاک پر متصرف و قابض ہو رہے ہین ۔

بذریعہ جہازات دس لاکھ فرینک بحری اور بری افواج متعینہ کا نزار کا خرچ خوراک وغیرہ دو مہینون کی بابت بانوے لاکھ فرینک ۔ چندہ عساکر ردیف کو فنڈ سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار پونڈ ترکی ہنگری اور روسی گھوڑے اسلحہ اور سامان حرب کی خرید پر خرچ ہوئے متفرق اخراجات کا اندازہ ساڑھے تین لاکھ پونڈ ترکی کیا گیا ہے ۔ یہ دونون رقمین پانچ لاکھ دس ہزار پونڈ ترکی ہوتی ہین ۔ مگر چونکہ تقریباً نصف سامان و گھوڑے وغیرہ باقی موجود ہین ۔ اس لیئے آدھی رقم یعنے ستر لاکھ فرینک محسوب کی گئی شہید افسرون اور سپاہیون کو جو جنگی پنشن اور انعام ملین گے ۔ اونکا اندازہ بیس لاکھ فرینک کیا گیا ہے ۔ یونانی بیڑے نے ترکی ساحل پر گولہ باری کرکے مختلف مقامات کو جو نقصان پہنچایا ہے مع قیمت اون ترکی انواپ کے جو تباہ کیگئین ۲۱ لاکھ فرینک جملہ تین کروڑ چالیس لاکھ فرینک ۔ اسپر بیس لاکھ فرینک مغالطہ حساب کو بیشی ایزاد کرکے کل رقم تین کروڑ ساٹھ لاکھ فرینک یعنی ۲۸ لاکھ پونڈ ترکی بتائی گئی ہے ۔ انگلستان کا مشہور شلیوسٹ مسٹر سٹیڈ مین نے جسے لارڈ میئر کے جلسۂ امداد قحط زدگان ہند مین انگریزی ہمدردی کی بخوبی قلعی کھولی تہی ۔ بطریق استہزا تجویز پیش کی ہے کہ ترکی مطالبہ کا تیسرا حصہ یعنی ۳۰ لاکھ پونڈ انگریزی اون سو ممبران پارلیمنٹ سے لیئے جاوین جنہون نے تارین بہیجکر یونان کو جنگ پر ابھارا ۔ اور تباہ کرایا ۔ مسٹر موصوف کے خیال مین فی ممبر تیس تیس ہزار پونڈ کوئی بڑی بات نہین ہے ۔

شرائط صلح پر بعض متعصب عیسائی سلطنتون اور اکثر عیسائی اخبارات مین جو کھلبلی برپا ہو گئی تھی ۔ اوسکا شمہ ناظرین کو سطور مندرجہ بالا کو معاینہ سے معلوم ہو گیا ہو گا ۔ مگر عیسائیون کی پہلی گیدڑ بھبکیون اور شتاب کاریون کیطرح اس دفعہ بھی سلطانی حزم و استقلال کے سامنے مسیحی دنیا کی غیظ و غضہ کی کوئی پیش نہ گئی ۔ اور جیسا کہ آجتک کی تارون سے معلوم ہوتا ہی گورنمنٹ عثمانیہ باوجودیکہ چار مہینے گذر گئے اپنے مطالبات پر پورے دم خم سے مصر ہے اور جب ایک مہینہ مین دول یوروپ کی مخالف حصہ کو کامیابی نصیب نہین ہوئی تو آیندہ بھی ہونے کی کوئی توقع نہین ◆

## جنگ ڈوموکوس

اعلیحضرت سلطان اعظم نے جب ادہم پاشا کو بذریعہ تار التوائے جنگ کا حکم ارسال کیا تو اوس وقت تک ڈوموکوس کی لڑائی عملی طور پر ختم ہو چکی تہی ۔ اس لڑائی کے متعلق بھی ریوٹر کی ابتدائی تارین کسیقدر مہمل اور مجمل تہین جس کے لیئے وہ کسیطرح سے معذور بھی سمجہا جا سکتا ہی کیونکہ میدان جنگ سے یکبارگی صحیح اور مفصل خبر کا ملنا مشکل ہوا کرتا ہے ۔ مگر بعد مین جب مفصل حالات معلوم ہوئے تو منکشف ہو گیا کہ یہ بھی بعینہ پہلی لڑائیون کے خونریز ہوئی یعنے یہان بھی ترک افسرون نے جنگی اوصاف اور یونانیون نے طبعی بزدلی کا کامل ثبوت دیا ۔ اس مین کلام نہین کہ اس جنگ مین یونانی فوج اور انکے جانب دارون کی بعض بعض حصون نے آخری وقت تک کمال شجاعت اور جان توڑ مقابلہ کی ایسی داد دی کہ غنیم کے مونہہ سے بھی بیحد تعریف کی کلمات نکل گئے ۔ مگر جہان تک خاص یونانی سپاہیون کا تعلق تہا ۔ یہ لڑائی بھی بالعموم مضطربانہ فرار اور پریشان شکست پر ختم ہوئی ۔ ریوٹر کے خاص نامہ نگار نے واسی کو یعنے لڑائی سے ٹہیک دو دن بعد تہیسا سے مشرح حالات حسب ذیل روانہ کئے ۔

یونانی فوجین نعل کی شکل مین صف آرا تہین ۔ اس نعل کی داہنی جانب دوسری سے کسیقدر چھوٹی تہی ۔ بسا پر کوہی توپون کی تین بیٹریان پہاڑیون پر نصب تہین ۔ اور پانچ ہزار فوج پیدل اونکی ساتھ تہی ۔ ڈوموکوس کے مقابل پہاڑیون کی ڈہلوان سطحون اور ٹیلون پر جو

میدان کیطرف بڑھے چلے جاتے تھے۔ کوہی اور میدانی توپون کی پانچ باتریان اور بارہ سے لیکر پندرہ ہزار فوج پیدل اس مقابل کی فوجکی داہنی
طرف میدانی و کوہی توپون کی چار باتریان اور بیچ مین ایک باتری بمقام تیشیکی اور ایک باتری بمقام کتر نزی تھی۔ اور کل تیرہ ہزار فوج پیدل
اس طرف متعین تھی۔ چھہ ہزار پیدل ڈوموکوس کے بائین طرف پہاڑ کے ایک نمایان بڑھاؤ پر بطور کمک رکھے گئے۔ یونانی افواج کو دو
۵ انچی میٹر (پانچ قطر) کی کرپ توپون سے بھی جن مین سے ایک پرانے قلعہ پر جو شہر سے اوپر ہے نصب تھی۔ اور دوسری ڈوموکوس کی داہنی
جانب ایک بلند پہاڑی بڑھاؤ پر تھی۔ تقویت پہنچ رہی تھی۔ تو بھی کرنل کاسٹوپولس کے زیر کمان تھین۔ کل یونانی فوج ۳۵ اور چالیس ہزار
ہزار کے درمیان تھی۔ پانسو سوار بھی اسی مین شامل ہین۔ جو ترکی فوج یونانی فوجکی میسرہ اور مقدمۃ الجیش کے مقابل تھی۔ اسکی تعداد پچاس
ہزار سے کم نہ تھی۔ ترکی فوج جو میمنہ کے مقابل تھی وہ شمار مین غالباً ۲۵ ہزار تھی۔ اوسکی کارروائی کی نسبت مین چشمدید کچھہ نہین لکھہ سکتا۔ بلکہ صرف نتائج
سے اوسکا قیاس کرونگا۔

نو بجے صبح کے کچھہ عرصہ بعد ترکی سپہ فرسالہ کی شاہ راہ کے برابر سے آگے بڑھتے دکھائی دی۔ اوسیوقت ایک فوج سلسلہ کوہ خاص دیاری
کی چوٹی پر نمودار ہوئی۔ اور یونانی چوکیون پر جو سامنے کی ٹیلون پر تھین آتشباری شروع کی۔ ادہر سے بھی جواب ملنا شروع ہو گیا۔ جنرل ماورو
میکالس میسرہ کا اور جنرل کرلیس میمنہ کی کمان پر تھے۔ کوہ خاص دیاری والی ترکی باتریان جب تک کہ ترکی سپاہ نے شاندار انداز سے فرسالہ
کی شاہ راہ پہ آگے بڑھ کر اور میدان مین پہنچکر صفوف جنگ آراستہ نہ کرلین۔ برابر گولہ باری کرتی رہین۔ ڈوموکوس کی بلندیون سے دہوپ کی شعاعون
مین یہ نظارہ نہایت ہی دلفریب معلوم ہوتا تھا پانچ دستے سوارون کے دو میل تک سڑک پر دوڑتے آئے۔ اور پہر مشرق کیطرف ہو کر کوہ خاص
دیاری کے پیچھے ہٹ گئے۔ فوج پیدل پیچ در پیچ قطارون مین نہایت ثابت قدمی سے تین میل آگے بڑہی آئی۔ اور پہر میسرہ کیطرف موضع بگاری
کے پیچھے جس سے جلدی ہی دہوان نکلتا نظر آنے لگا۔ اور میمنہ کیطرف یونانی مقدمۃ الجیش کے مشرق کی جانب پہیل گئی۔ دو ترکی باتریان سڑک
کی شرق مین ایک پست ٹیلے کے قریب جس نے کچھہ عرصہ کیلیئے ترکی میمنہ کے حملہ کو جو یونانی پہلو پر کیا گیا بہت عمدہ پناہ دی آتشباری کیلئے کھڑی
کی گئین۔ یونانی بہاری کرپ توپون نے جن کا اوپر ذکر آچکا ہے اب آتشباری شروع کی۔ اور غنیم کا فاصلہ جلدی معلوم کر لینے پر ترکون کی نقل و
حرکت مین جو ایسے اطمینان سے کیجا رہی تہی۔ کہ گویا میدان جنگ نہین ہو بلکہ قواعد کا معمولی میدان ہے کسیقدر کھلبلی ڈالدی۔ مگر ترکون نے اپنی
ترتیب کو ویسی ہی مستقل مزاجی سے پورا کر لیا۔ اس وقت ایک یونانی باتری نے بھی جو میدان کیطرف جانے والی پیچ سڑک کے اوپر ایک
بیقاعدہ سی پہاڑی پر نصب تھی۔ ترکی فوجکی ٹھیک دوری معلوم کرلی۔ اور ترکی باتریون پر بیٹھنے والے گولے پے در پے برسانے لگی۔ پہاڑیون کی
ڈہلوان سطحون اور پست بلندیون پر مورچون مین جو اوزونی سپاہی (یونان کی ایک پہاڑی قبیلہ کا نام۔ یہ لوگ بیقاعدہ سپاہی ہین اور بڑے
شجاع ہوتے ہین) مقیم تھے۔ اونہون نے بھی رئفلون سے گولیان چلانی شروع کین۔ اور تین بجے تک مقدمۃ الجیش مین لڑائی ایک سرے
سے دوسرے سرے تک عام ہو گئی۔ آدہ گھنٹہ بعد فریقین کی توپون سے ایسے دہڑادھڑ گولے چلنے لگے کہ متواتر ایک دم کئی سلامی کی توپین چلتی معلوم
ہوتی تھین۔ یونانی توپون کی زد غنیم کی نسبت بہت عمدہ تھی۔ جس سے ترکی فوج پیدل اور باتریون مین خوفناک تباہی برپا ہوگئی۔ قلعہ والی
کرپ توپ سے ایک بیٹھنے والا گولہ ترکی فوج پیدل کے ایک دستہ مین جو سڑک والے ٹیلہ کی آڑ مین پہیلنے کی تیاری کر رہا تھا پڑا۔ [illegible] ایک

ترکی باتری مین جو شرک کے دائین طرف تھی۔ ان دونون گولون نے بہت نقصان پہنچایا کیونکہ دو ترکی توپین کچھ عرصہ کے لیے خاموش ہوگئی تہین۔

چار بجے کے قریب ترکی سوار رسالہ کی شرک پر نمودار ہوئے اور دلکی کی رفتار سے یونانی فوج کے میمنہ کیطرف جھک گئے۔ اوسیوقت ترکی میسرہ نے حملہ کیلیے پیشقدمی کی۔ شرک والے ٹیلہ کے دونون جانبون پر دو ترکی باتریون نے میدان مین بڑھکر یونانی مطلب کے مورچون پر آتشباری شروع کی۔ اور اسی لحظہ فوج پیدل کی صفین چلتی ہوئے موضع کے سامنے مغرب کیطرف بڑھکر نہایت خوبصورت انداز اور نظام سے پھیل گئین اور گول و مستطیل شکل مین ہوکر مورچون والے زینو سپاہیون اور ڈیڑہ سو اطالین والنٹیرون پر دھاوا کیا صبح کے وقت اطالین والنٹیر گیری بالڈی کے زیرکمان تھی جو دوپہر سے پہلے ممالک اجنبیہ کے امدادی لشکر کے معاینہ کرنے کو جو یونانی میسرہ پر معہ تھا چلا گیا تھا۔ اسکی عدم موجودگی مین مسمی سپرانی کو کمان ملی۔ اور اطالین مجاہدین کو زینو سپاہیون کی امداد کیلیے اون مورچون مین جانیکا جو ایک یونانی باتری کے سامنے ہے حکم ملا۔ اونہون نے غنیم پر نہایت سخت آتشباری کی۔ مگر نہ یہہ آتشباری اور نہ یونانیون کی آگے بڑھ آئی ہوئی باتریون کی مسلسل صف شکن گولہ باری ترکون کی ثابت قدم پیشقدمی کو روک سکی اس وقت یہ ایک مشکل امر تھا کہ آیا ترکون کی جوانمردانہ ثابت قدمی کی تعریف کی جائے جن کی صفون کو توپون کے پھٹنے والے گولے اور رائفلون کی مسلسل باڑہین ہر وقت پریشان کر رہی تھین۔ یا زینو اور اطالین سپاہیون کی قادراندازی اور بے نظیر نشانہ بازی کی جو ترک ایک پہاڑی کیطرف جس کی سطح دیوار کے درختون سے ڈہپی ہوئی تہی بڑہے۔ اونکا ارادہ بندوق سنگین حملہ کرنیکا معلوم ہوتا تھا مگر اطالین سپاہیون کی باڑہون اور گولون نے اونکے قدم ڈگمگا دیئے۔ اور وہ آڑ مین جانیکیلیے میدان کو ہٹ گئے۔ ۱۵۰ اطالین سپاہیون مین سے دس قتل اور ۳۰ زخمی ہوئے۔ مجروحین مین انکا کمانڈر سپرانی بھی تھا۔ اس لڑائی مین سب سے زیادہ بہادری اطالین سپاہیون کی نہر پرورش عورت نے دکھائی جو سرخ جاکٹ پہنی ہوئے اپنے مجروح ہموطنون کی امداد کیلیئے لڑائی کے گھسان مین پھرتی رہی۔ اور لڑائی اور مراجعت دونون موقعون پر سب طرح سے محفوظ و مصئون رہکر برابر اپنے مجروحین کے ہمراہ رہی۔ جب تک اون کو بندر سترینو کے جرمنی فوجی شفاخانہ مین نہ پہنچا دیا۔

لڑائی کا نازک موقعہ اب قریب آپہنچا تہا۔ اس وقت یونانی سوارون کا ایک دستہ حمدار شرک سے میدان کیطرف اسطرح سے آتا کہ وہ ترکی فوج پیدل پر حملہ کرنے لگا ہے۔ مگر فوراً ہی پیچھے ہٹا لیا گیا۔ ساڑہے چار بجے ترکی فوجین درہ اگورہانی کیطرف بجانب میسرہ پھیلتی ہوئی دکھائی دین دو باتریان اون کے ساتھ تھین۔ اور اس کے بعد جلدی ہی میدان جنگ دو میل تک فرداً فرداً لڑائی کرنے والے سپاہیون اور اون کے کمکیون سے بھر گیا۔ ترکی میمنہ کے اپنے پر زبردست حملہ کے ساتھ ہی خاص یاری کی دو باتریون نے جنہون نے لڑائی کو شروع کیا تہا یونانی میسرہ پر آگ برسانی شروع کردی۔ اور اُن کی آن میں تمام چوٹی مشتعل ہوگئی۔ یہ شعلے توپون کے گولون سے جنگلی جہاڑیون مین آگ لگنے اور موضع کینکی کی آتشزدگی سے جو جیسے ترکون نے یونانی میمنہ کو واپس ہٹا کر اور پچاس یونانیون کو قتل کر کے فتح کیا تہا پیدا ہوئے تہے۔ جنرل ماکیس کمانڈر میمنہ نے بڑی بیقراری کے ساتھ کمک طلب کی تین ہزار کمکی سپاہی اور دو باتریان کوہی توپون کی اوسکی مدد پر بہیجی گئین۔ ورینولا یونانی میسرہ پر ترکون نے بڑی سختی سے عام دہاوا بولا یا تہا اور اس کے ساتھ ہی ڈومکوس کے نیچے یونانی مقدمۃ الجیش پر حملہ کر دیا گیا تہا۔ پون گہنٹہ تک

رائفلوں اور توپوں سے مسلسل آگ برستی رہی جس کا اثر یہ ہوا کہ یونانی مجروحین کا ایک انتہائی سلسلہ عقب لشکر کو خمدار راستہ پر پہونچایا جاتا ہوا نظر آنے لگ گیا۔

لڑائی کی موج اب یونانی میمنہ کیطرف بڑھی۔ اور ۲ ہزار ترکی سپاہیوں کے مورچوں اور دسویں رجمنٹ پیدل کی صفوں پر حملہ کر نہایت سخت حملہ کیا گیا۔ یونانی ترکی آتشباری کے سامنے بڑے حوصلہ سے کھڑے رہے۔ مگر کرنیل ماورمیکالیس نے جو حسن اتفاق سے اپنی صفوں کے ایک حصہ کیطرف گشت کر رہا تھا۔ فوراً کمک طلب کی۔ اور باقیماندہ تین ہزار کمکی سپاہ نے ڈوموکوس کے مقابل مقدمۃ الجیش کے دائیں حصے کے پاس پہنچکر جنگ کنندہ صفوں کی امداد کیلیے اپنی صفیں آراستہ کیں۔ اس وقت کرنیل ماورومیکالیس کو کولہے میں گولی لگی۔ اور وہ گاڑی پر سوار ہو کر میدان جنگ سے لامیہ کو (جو ڈوموکوس سے تیرہ میل بجانب جنوب ہے) ہٹ گیا۔ اس کے بھتیجے اور اڈیکانگ کو چھاتی میں گولی لگی اور ادھر سے پار نکل گئی اسے بھی لامیہ پہنچایا گیا۔ مگر پہنچتے ہی مر گیا۔

اب تمام یونانی فوج لڑائی میں شامل تھی اور میدان جنگ پر عجیب شاندار نظارہ نظر آ رہا تھا لڑائی کا زور پھر یونانی میسرہ پر جا پڑا۔ اور ساڑھے نو بجے کے قریب تمام میدان سخت خونخوار جنگ کرنیوالے سپاہیوں سے بھرا ہوا تھا۔ سات بجے دونوں طرفوں سے آتشباری مدہم پڑ گئی۔ اور شام کے قریب پہنچکر تقریباً بند ہو گئی۔ فقط قلعہ یا پہاڑی کی ونلی کروپ توپوں اور میدانی توپخانوں سے وقتاً فوقتاً گولا چلتا رہا۔ غروب آفتاب کے وقت یونانی سپاہ میدان سے ہٹ کر درہ فورکا کو چلے گئے اس وقت تک یونانی میمنہ سے لیکر مقدمۃ الجیش سے ہوتے ہوئے میسرہ تک اپنی جگہ پر قائم تھے گو صبح معلوم ہو گیا کہ من حیث المجموع آج کی لڑائی کا پانسہ بھی یونانیوں کے برخلاف پڑا ہے۔ ایک پہر دن رہے سے پہلے میں نے اس قابل یادگار لڑائی کے تماشا گاہ سین پر آخری نظر ڈالی۔ اور تھوڑی دیر بعد رات نے اس خونخوار لڑائی کا خاتمہ کیا۔ چار سو مجروحین مورچوں اور خندقوں سے جمع ہو کر گاڑیوں پر لامیہ اور وہاں سے بندر سٹیلس کو پہونچائے گئے۔ ڈوموکوس کے عارضی ہسپتال میں نظارہ نہایت ہی رقت انگیز تھا۔ لامیہ کو بھیجاتے وقت زخمیوں کی آہیں صفحہ آسمان کو پھاڑے ڈالتی تھیں۔ رات کو آٹھ بجے یونانیوں کے میمنہ کے شکست یاب ہونے کیوجہ سے انکی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ اور انکو پیچھے ڈوموکوس سے بھاگنے کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہ رہ گیا۔ جرنیل سمولنسکی کا ڈویژن مقام آلمیرو میں اپنی قسمت پر چھوڑ دیا گیا۔ اس وقت جرنیل مذکور کے ڈویژن کا ماسوا سمندری جانب کے پورا پورا محاصرہ ہو چکا ہو گا۔ اور اسے یا تو ترکوں کے سامنے ہتھیار رکھ دینے پڑیں گے۔ یا یونانی بیڑہ پر سوار ہو کر براہ سمندر جان بچا کر بھاگیگا۔ میں میدان جنگ سے نو بجے روانہ ہوا۔ واپسی کا حکم دیا جا چکا تھا۔ اور یہ عام مراجعت تھی جس میں میں موجود تھا۔ یہ واپسی بھی اگرچہ ہولناک نظاروں سے نہایت ہی رقت انگیز تھی مگر کسی طرح بدنظمی نہ ہونے پائی۔ رستہ میں مجھ کو چھکڑے دیہاتیوں کی گاڑیوں کمسریٹ کے چھکڑوں اور توپخانہ و سواروں کے گھوڑوں کی وجہ سے کئی دفعہ سڑک پر رکنا پڑا۔ لیکن رات چاندنی ہونے کی وجہ سے کوئی عام چپقلش نہ ہونے پائی۔ پو پھٹنے سے پہلے میں بخیریت لامیہ پہونچ گیا۔ اور مکان پر پہونچتے ہی جہاں کوئی بستر نہ تھا میں زمین پر گر پڑا اور دو گھنٹے تک سوتا رہا۔ اس طرف کی تمام تاریں رکی ہوئی یا کٹی ہوئی ہونے کیوجہ سے مجھے پھر ایتھنز جانا پڑا۔ یونانیوں کا بیان ہے کہ ہم سوائے دو دورمار کروپ توپوں کے باقی تمام توپخانہ واپس لے آئے ہیں۔ شہزادہ ولیعہد بہادر سپہ سالار افواج یونان ایک بلند چٹان پر سے اور کبھی ہیڈکوارٹر کے مکان کے چھت پر سے دوربین سے لڑائی کو دیکھتے رہے۔ اور علی الصباح گاڑی پر سوار ہو کر ڈوموکوس سے پیچھے ہٹ گئے۔ مبادا دشمن ان کو خوف سے لامیہ جانے کی بجائے سیدھے

بند ہو گئے کہ وہاں ہی جانا پڑے یا سوار ہو کر قصبہ کلبسس کو چلے جائیں۔

## جنگ اپائرس

یونانیوں نے بزدلی اور غلط بیانی کو قومی بدنامی کا پیمانہ لبریز کرنے کے لیئے کافی نہ سمجھکر اُسے لبالب بھر دینے کے لیئے جنگ کے اختتام کے موقعہ پر اپنی بدعہدی بے ایمانی اور غداری کو بھی اچھی طرح سے واضح کر دیا۔

ناظرین کو یہ تو معلوم ہے کہ جنگ سرحد کے ایک سرے یعنی خلیج سالونیکا سے لیکر مغربی سرے یعنی خلیج آرٹا تک جاری تھی۔ مگر انتظام میں سہولت اور آسانی پیدا کرنے کے لیئے ترکوں نے اپنی فوجوں کو دو حصوں میں منقسم کر کے ایک کو زیر کمان ادہم پاشا صوبہ تھسلی پر مامور کیا اور دوسرے حصے کو احمد حفظی پاشا کے زیر کمان ترکی صوبہ اپائرس کی حفاظت سپرد کی۔

اسیطرح یونانیوں نے بھی اپنی فوج کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کر کے ایک کو زیر کمان ولیعہد ادہم پاشا کے مقابلہ پر لگایا اور دوسرے حصہ کو کرنیل مانوس کے ماتحت اپائرس پر پیشقدمی کرنے کا حکم دیا۔ ولیعہد کی فوج اضلاع لاریسا ترنیالہ اور دولو کی محافظ تھی۔ اور کرنیل مانوس کی فوج ضلع آرٹا کی جو صوبہ اپائرس سے ملحق ہے آخر الذکر اگرچہ بھی جیسا کہ پہلے ہفتوں کے واقعات میں درج ہو چکا ہے۔ ترکی افواج نے ولیعہد یونان کو کچھ کم شکستیں نہیں دیں لیکن فرق اسقدر رہا کہ ایک طرف تو مارشل ادہم پاشا سرحد سے عبور کر کے یونانی فوجکو بھگاتے ہوئے ڈوموکوس تک پہنچ گئے مگر اپائرس میں ترکوں نے سرحد کو عبور نہ کیا خود یونانی دریائے آرٹا سے گذر کر ترکی علاقہ پر حملہ آور ہوتے رہے اور ترک انکو شکست پر شکست دیکر صرف سرحد سے پیچھے ہٹا دینے پر اکتفا کرتے رہے اور یونانی علاقہ پر حملہ آور نہ ہوئے۔

مئی کے دوسرے ہفتہ میں جب ادہم پاشا کے ڈویژن فرسالہ اور ولسٹینو وغیرہ مقامات پر قابض ہو کر ڈوموکوس کیطرف جہاں ولیعہد بہادر نے بزعم خود ناقابل فتح مورچہ بندیاں تیار کی تھیں بڑھے تو گورنمنٹ یونان نے اُسیوقت دول یورپ سے بتوسط [illegible] التوائے جنگ کی درخواست کر دی اوسوقت کرنیل مانوس کی فوج بھی سہ بارہ شکست کھا کر آرٹا کو ہٹ آئی ہوئی تھی لیکن جلدی ہی کمک پہنچ جانے کے بعد وہ اس گھمنڈ میں آگیا کہ ابکی میں ترکی علاقہ پر حملہ آور ہو کر کچھ علاقہ اپنے قبضہ میں کر لونگا چنانچہ جب ایتھنز میں اپنی گورنمنٹ سے اجازت طلب کی۔ تو باحمیت اور باحیا یونانی وزراء نے اس امر کو بالکل بھلا کر کہ ہم تو کامل التوائے جنگ کے ملتجی ہیں التوائے جنگ کی درخواست کر رہے ہیں حملہ کی اجازت کس منھ سے دیں اوسکو فوراً اجازت دیدی اور دلمیں یہ خیال کیا کہ اگر ہمارا کمانڈر کسیقدر علاقہ لینے میں کامیاب ہو گیا تو تھسلی میں جو کامیابی ترکوں کو ہوئی ہے شاید اوسکی کچھ تلافی ہو جائے اور شرائط صلح سخت نہ ہوں لیکن یونانی بہادر فوج نے اونکی نہ صرف اس توقع کو باطل کر دیا بلکہ بیحد بے ایمانی اپنی رعیت طوالت بھی نہیں ایک طرف تو کرنیل مانوس کی فوجکو تا ۱۴ و ۱۳ مئی بمقام گریبوا سخت زک ملی اور دوسری طرف مارشل ادہم پاشا نے یونانیوں کی اس بدعہدی کی خبر سنکر ڈوموکوس پر حملہ کر دیا۔ اور اس بدعہدی کی وجہ سے اس لڑائی میں خلاف معمول یونانی بھگوڑوں کا بڑی سختی سے تعاقب کر کے ہزاروں کا قلع قمع کر دیا یونانیوں کی اس بے ایمانی کو ترک ہی نہیں بلکہ اکثر متدین اور منصف مزاج یورپین بھی سخت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ ایک انگریزی اخبار کے نامہ نگار کی تحریر سے جو آگے درج کی گئی ہے۔ واضح ہو رہا ہے۔ گریبووا کی لڑائی کی مختصر کیفیت احمد حفظی پاشا کی تار سے جو ذیل میں درج ہے معلوم ہو جائے گی:

جنرل احمد حفظی پاشا گورنر جنرل و ملٹری کمانڈر صوبہ جانینہ کیطرف سے ۱۳ مئی کو دن کے ایک بجے جو مراسلہ موصول ہوا ہے۔ اسمین لکھا ہے کہ لفٹنٹ کرنل ولی بے گری بودا سے آج کی لڑائی کی نسبت رپورٹ کرتے ہین کہ گر میتیزہ اور خالق پاشا کی پہاڑی سے دشمنون نے دیر تک بندوقین چلائین۔ اور توپیں سخت گولے برسائے لیکن خدا اور رسول کی اعانت و اقبال سلطانی سے ترکی فوج نے بڑا استقلال ظاہر کیا۔ اس لڑائی مین دشمنون کا بہت نقصان ہوا گریمتیزہ کے قریب دو سو یونانی کھیت رہے جانینہ سے ایک دو بٹالین کمک کیلئے بھیجی گئی ہے۔ پا پاس کیو پروسے جو توپخانہ اور پیادہ فوج آئی تھی نذرکون نے اونکو مار ہٹایا۔ کمچادس مین بھی ایک لڑائی ہوئی۔ ساڑھے سات بجے شام کے لڑائی ختم ہونے پر فریقین اپنے اپنے لشکر گاہ مین چلے گئے۔ اور لڑائی کا نتیجہ ابھی ظاہر نہین ہوا۔ غالباً دشمن کل صبح پھر میدان مین آئینگے۔ ان تینون لڑائیون مین ترکی سپاہ کے نقصان کا حال ہنوز معلوم نہین ہوا۔ تورہیں سے ۱۵ مئی کو تین بجے دن کے جو مراسلہ آیا اسکا مضمون یہہ تھا کہ گذشتہ دو روز کی سخت لڑائیون کے بعد دشمنون نے پہاڑی مورچے جن پر وہ قابض ہوگئے تھے چھوڑ دیئے نیز وہ کسی جگہہ پر بھی نہ ٹھہر سکے اور آخر کار پیچھے ہٹ گئے۔

یونانی بیڑہ جہازات نے ۱۴ مئی کو بندر نکوپولس پر جو پریویسا سے بجانب شمال واقع ہے گولہ باری کی۔ مگر ترکی توپون کے کوہ شکن گولون نے فوراً اوس کو پیچھے ہٹا دیا۔

**مصری جہاز کی گرفتاری**

یونانی بیڑہ نے حودخانی جہاز موسومہ جارج جزیرہ ٹینی ڈوس کی متصل گرفتار کیا تھا وہ سمنا کی حاجی داؤد کمپنی کی ملکیت ہے۔ اور مصری گورنمنٹ نے اوسے کو جزیرہ تھاسوس کو جو یونان مین ٹرکی کے جنوبی ساحل کے قریب خدیو کی جاگیر ہے فوج اور گودام بھیجنے کیلئے کرایہ پر لیا تھا۔ ابھی تک اس سوال کا تصفیہ نہین ہوا کہ کیا یونانی ایسے جہاز کو غنیمت جنگ سمجھتے ہین۔ اسکندریہ کی ایک تار خبر ہے کہ خدیو اس گرفتاری سے سخت برافروختہ ہین یونان کو مناسب ہے کہ اس جہاز کو چھوڑ دے۔ ورنہ یونانیون کی کثیر التعداد آبادی جو مصر کے حق مین شاید اچھا نتیجہ نہ نکلے۔ یونانی بیڑہ نے جہاز مذکور کو بحر است بند زنا پلیہ کو بھیجدیا۔ جہان مصری قیدخانہ مین ڈالدیئے گئے۔ ٹائمز کا نامہ نگار ۱۲ مئی کو قاہرہ سے تار دیتا ہے کہ خدیو نے جزیرہ تھاسوس مین اپنے حقوق کے نفاذ کیلئے جن کا اون کو دعوےٰ ہے جہاز مذکور پر ایک سو سپاہی اور سامان جنگ روانہ کیا تھا۔ مصری گورنمنٹ کو اس کل معاملہ کی اس وقت اطلاع ہوئی جب کہ ۱۱ مئی کو خدیو نے جہاز کی گرفتاری کا کونسل مین ذکر کیا۔ جزیرہ تھاسوس محمد علی پاشا بانی خاندان خدیویہ کی ملکیت تھا۔ اوسنے وہان کی آمدنی جزیرہ کے باشندگان کے مفاد کیلئے وقف کر دی۔ خدیو حال حسب وقف مذکور کے امین ہوئے ہین وہ اوس جگہہ کی آمدنی دوسرے کامون پر خرچ کرنا چاہتے ہین۔ باشندے اس کو قبول نہین کرتے اور خدیو کے دعاوی کو خلاف وقف بتلاتے ہین۔ بقول نامہ نگار مذکور اس معاملہ کا نتیجہ خدیو کے حق مین اچھا نہین ہوگا کیونکہ سلطان اعظم ناراض ہوجائینگے کہ خدیو نے اونکی قلمرو مین فوجی مداخلت کا اقدام کیا ہے۔ علاوہ برین خدیو کو مالکان جہاز کو بھی معقول زرجرمانہ دینا پڑے گا۔ اس معاملہ مین ایک یونانی کا بھی کچھ تعلق ہے جس کے ساتھ خدیو باہم قرارداد کیئے ہین۔ نامہ نگار مذکور کی تحریر کی گو ہم اس وقت تردید کرنے کے قائل نہین لیکن اس معاملہ مین مصری اخبارات کی خاموشی اور خدیو و سلطان اعظم کے مخلصانہ روئیہ سے جو نتیجہ نکالا جا سکتا ہے وہ اس ہدایت کی صداقت [illegible]

کے منافی ہے۔

جنگ ولسٹینو میں ایک سو یونانی قتل اور دو سو زخمی ہوئے۔ جنگ ڈوموکوس میں ایک سو ترکی توپوں نے انتشاری کی۔ یونانی توپین پچاس کے قریب تہین۔ ایتھنز کے اخبارات نے مئی کے دوسرے ہفتہ میں مشتہر کیا تھا کہ اب نیا میں چار ہزار عیسائیوں نے بغاوت کر دی ہے۔ مگر باب عالی نے اس کی باضابطہ تردید کی۔

یونانی تار ہے کہ کشتی موسومہ کناریس نے آسٹریا کی کمپنی کا جہاز منرو اگرفتار کر لیا ہے جو جزیرہ سکیہ تھوس پہونچا دیا گیا۔ اسیر ۲۰ ترکی بحری سپاہی اور تودلو کا جدید مقرر شدہ ترکی ڈپٹی کمشنر سوار تھے۔ ٹائمز رقمطراز ہے کہ تودلو میں سب طرح سے امن ہے جب سے ترکی فوج شہر پر قابض ہوئی ہے۔ لوٹ مار ہرگز نہیں ہونے پائی۔ اور خود ترکی سپاہی بلا استثناء نہایت احتیاط کے ساتھ ہر ایک چیز دام دیکر خریدتے ہین۔ شہر میں اب ترکی فوج کی صرف دو کمپنیاں (دو سو آدمی) ہیں۔ ۱۴ مئی کو یونانی فوج کریٹ سے روانہ ہو گئی۔ جبکہ بحری محاصرہ ختم ہو گیا۔ اور امیر البحروں نے یونانیوں کے تمام گرفتار کردہ سٹیمر چھوڑ دیئے۔

ٹائمز کا نامہ نگار ادہم پاشا پر الزام لگاتا ہے کہ اگر وہ فوراً زیادہ مستعدی سے کام لیتے تو مدت کے ایتھنز پہنچ گئے ہوتے۔ پھر خود ہی اس کے متعدد جواب دیکر آخر میں بڑی وجہ یہ قرار دیتا ہے۔ کہ مارشل موصوف نے اس خوف سے کہ مبادا سلطان المعظم میری شاندار فتوحات سے رشک کہا کر مجھ سے برگشتہ خاطر ہو جائیں زیادہ مستعدی نہ دکھلائی مگر وہ نامہ نگار خود ہی غور کریں کہ کیا ایسی بیہودہ تحریرین اور لغو منطق سے وہ اپنے تئین دنیا کی نظروں میں ذلیل اور بے وقعت نہیں کر رہے۔ کیا آجتک کسی بادشاہ نے اپنے جرنیل کی فتح پر رشک کھایا ہے! اور کیا سلطان المکرم نے مارشل ادہم کو شکست کھانے کے لیئے بھیجا تھا کہ اب اون کی فتح سے سلطان المعظم کے رشک کھانیکا احتمال ہو۔ ہان سلطان کیوں نہ حسد کریں۔ اگر ادہم پاشا ایتھنز پہنچ جاتا تو وہ سلطانی تخت کا بھی دعویدار ہو جاتا!!!

حضرت۔ اصل وجہ یہ ہے کہ اعلیحضرت کا مدعا فقط یہ تھا کہ یونان کی صرف گوشمالی کر دیجائے۔ اور اوس کے سانجھیوں کو اونکی کائنات بتا دیجائے۔ وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ یونان ایک بیوقوف بچہ ہے جو دوسروں کے بہرے میں آگیا ہے۔ اور اوس کو اسقدر سزا کافی ہے جس سے وہ آیندہ کے لیئے اپنا نفع نقصان دیکھنے اور سوچنے کے قابل ہو جائے۔ اور ساتھ ہی اسقدر ملک پر قبضہ کیا جاوے جسپر فتح کے علاوہ اور بھی حقوق ہوں۔ اور تہسالی کی سلطنت کو ترکوں کا اسپر متصرف ہو جانا ناگوار بھی نہ گذرے۔ جو شخص ترکی کی موجودہ پالٹیکس کو بنظر غایر دیکھتے رہے ہین۔ اونپر یہ امر ابتدائے جنگ ہی میں واضح ہو چکا تھا چنانچہ اخبار وکیل کے ساتھ جو نقشہ یونان و میدان جنگ کا شایع ہوا تھا اوس میں ہمنے صرف اسی لیئے اتنے علاقہ کا ہی مفصل نقشہ درج کیا تھا۔ اور وہاں کے کل قصبات وغیرہ درج کیئے تھے جس کی نسبت ہمارا خیال تہا کہ ترک اس سے آگے پیشقدمی نہیں کرینگے۔ حالات مابعد نے اس خیال کو جیسا درست ثابت کر دیا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ سلطان المعظم کی یہ ایسی زبردست پیشبندی تھی کہ یورپ کے وہ مدبرین اور اخبار جو ترکی کے مخالف ہیں ابتداء میں شور و غل برپا کرنیکے بعد جب ہوش و حواس میں آئے تو اون کو مجبوراً تسلیم کرنا پڑا کہ اگر ترک اس علاقہ کو بخوشی خود چھوڑ دیں۔ تو دول یورپ کے پاس کوئی ذریعہ اون کو وہاں سے نکالنے کا نہیں ہے! مدد طلب کرنے سے بالکل بے بس ہیں۔ ولایت کے اخبار سٹینڈرڈ اور ڈیلی نیوز لکھ رہے ہین کہ دول یورپ میں اتحاد مشکل ہے جرمنی اور روس کو یونان

کوئی دقت نہیں۔ بلکہ روس اسطرح سے یونان کا مخالف ہو۔ انگلستان وغیرہ ممالک کے اغوا سے یونان کے سر میں یہ خبط سمایا ہوا ہے کہ قسطنطنیہ اور علاقہ ملحقہ کا اصلی وارث اور حقدار میں ہوں۔ اور یہ امر روس کو سخت ناگوار ہے۔ اِس لیے وہ یونان کی طاقت بڑھتی ہوئی دیکھنا نہیں چاہتا باقی رہی جرمنی۔ روس کے قیصر کی چالوں کی تہ تک پہونچنا ہی مشکل ہے۔ تاہم اُسنے اپنے رویہ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اوسکو سلطان کی ہر طرح سے خاطر منظور ہے۔ آسٹریا کی پالیسی بھی بالکل جرمنی کے مطابق ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ٹرکی کے پاس اس وقت پانچ لاکھ سپاہی تو بالکل جنگ کیلئے تیار بمیدانِ جنگ اور چھاونیوں میں موجود ہیں۔ اور ساڑھے تین لاکھ فوج اور وہ ضرورت پڑنے پر چند دنوں میں جمع کر سکتی ہے۔ بعض انگریزوں کا خیال ہے کہ اگر سرویا اور بلگیریا کو ٹرکی پر حملہ کرنے کی انگشت کی جائے تو شاید ٹرکی تھیسلی چھوڑ دے۔ مگر واقفکار جانتے ہیں کہ اول تو اِن ننھی سی ریاستوں کی مجال نہیں کہ آسٹریا اور روس کی خلافِ منشاء ایسا کرنے کی جرأت کریں لیکن اگر وہ کرنا بھی چاہیں تو کر نہیں سکتیں۔ سرویا نے ۱۸۸۵ء میں بلگیریا سے جو شکست کھائی تھی اوس کے بعد اوسکی فوجی طاقت پھر درست نہیں ہو سکی۔ اور جب سے پرنس الیگزینڈر تختِ بلگیریا سے معزول ہوا ہے بلگیرین فوج بھی بتدریج بگڑنی شروع ہو گئی۔ اور اب اسمیں وہ تمام قباحتیں اور عیوب موجود ہیں جو یونانی فوجمیں پائے گئے۔ کاغذوں پر بلگیریا کی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سپاہ اور پانسو توپیں ظاہر کیگئی ہیں لیکن وہ ستر ہزار سے زیادہ میدانِ جنگ میں نہیں لا سکتی۔ ہر سال ۱۴ ہزار ریکروٹ قابل بھرتی ہوتے ہیں جن میں سے مالی مشکلات کی وجہ سے فقط بیس ہزار لیے جاتے ہیں۔ علاوہ بریں بلگیریا میں باربرداری کمسریٹ۔ فوجی شفاخانوں اور ترسیل سامانِ جنگ و رسد کا ابتک کوئی انتظام نہیں ہوا۔ الغرض دولِ یورپ کا وہ حصّہ تو جو ٹرکی کے مخالف ہو شرائط صلح کے شائع ہوتی ہی اِس شش و پنج میں پڑ گیا۔ اور ٹرکی نے تھیسلی پر دائمی قبضہ رکھنے کا انتظام بھی شروع کر دیا۔ جرمنی کے کارخانوں اور اجارہ داروں کو مئی ہی میں تھیسلی کی ریلوے لائینوں کو بڑھا کر ٹرکی کی سالونیکا مناسطر ریلوے لائین سے ملا دینے کا کام سپرد کر دیا گیا۔ اور جب تک کہ دول یورپ آپس میں کوئی بات قرار دے سکیں قسطنطنیہ سے لیکر ڈوموکوس تک ترکی ریلوے جاری ہو گئی ہو گی۔ اور ہر طرح کا سامان دو دن میں دار الخلافہ سے وہاں تک پہونچ سکیگا۔ اِس سلسلہ کو مکمل کرنیکے لیے ترکوں کو فقط سالونیکا مناسطر ریلوے کے سٹیشن کارا فریا سے براہ الاسونا لاریسا تک اور مناسطر سے تسانوس تک لائینیں بنانی پڑیں گی۔ اور اس وقت ترکوں کو اس علاقہ سے بجبر نکالنا تقریباً ناممکن ہو جائیگا۔ اپائرس میں یونانیوں کی بدعہدی کی نسبت پایونیر حسبِ ذیل تحریر کرتا ہے:۔

علاقہ اپائرس کے آخری لڑائی میں بھی یونانی فوج کی کامل بدانتظامی اور بے ترتیبی جس کی طفیل اِس لڑائی میں یونانیوں پر اسقدر مصیبتیں نازل ہوئیں نہایت نمایاں طور پر واضح ہوئی اور اِس سے اونکی سینکڑوں جانیں محض بے سود ضائع ہوئیں۔ اگرچہ یونانی گورنمنٹ دولِ یورپ کے پاس پیغام بھیجکر صلح کی بابت درخواست کر چکی تھی۔ اور اب حالی کیطرف سے چند گھنٹوں میں جواب موصول ہونے کی توقع تھی۔ گورنمنٹ مذکور نے کرنیل مانوس کی تجویز کو کہ اپائرس پر حملہ کر کے کچھ علاقہ لینے کی کوشش کیجائے تاکہ ترکی فتوحات تھیسلی کا کسیقدر جواب ہو سکے منظور کر لیا۔ جو یونانی فوج پینٹی پیگاڈیا (ترکی نام بیش پونار) سے شکستیاب ہو کر آرٹا کو بھاگ آئی تھی اوسکی جمعیت کسیقدر مجتمع ہو گئی تھی۔ اور چونکہ ترکوں نے ہزیمت خوردہ غنیم کو بالکل پامال کرنیکے لیے اونکا تعاقب کرنا پسند نہ کیا تھا کرنیل مانوس کو خبط سوجھا

کہ ترکون کو اون مقامات سے جو اونہون نے فتح کرلیئے ہیں۔ نکالنے کی آخری جان توڑ کوشش کرکے تمانیتہ کا رستہ یونانیون کے لیئے صاف کرسکے
مگر یہی کوشش یہی وقت جب کہ یونان ترکی سے گلوخلاصی کرانے جانے کیلیئے یوروپ کے پاؤن پڑ رہا ہو صریح بدعہدی اور بیجا بیانی تھی جسکا
خمیازہ بہت بُری طرح اوٹھانا پڑا۔ اپائیرس کی یونانی فوج تھیسلی کی یونانی فوج سے بہتر اور ترکی فوج اپنے تھیسلی والے بھائیون سے کمزور
تھی۔ لیکن فقدان نظام اور بے ترتیبی نے یونانیون کا تمام کھیل بگاڑ دیا۔ کرنیل بریکانزی بریگیڈ کمانیر نے احکام کی تعمیل کرنے کی بجائے من مانی
کارروائی کی جس سے کرنیل مانوس کی کل تجاویز خاک میں مل گئین یونانی سپاہی بیشک جان توڑ کر لڑے لیکن مہذب جنگون مین نری
بہادری کسی کام کی نہین۔ اس دفعہ بھی یونانی خوفناک شکست وخون کے ساتھ آرٹا کو بھگا دیئے گئے۔ سات سو قتل ومجروح اور ایک ہزار گم ہو
گئے۔ اور پھر ترکون کو موقعہ ملگیا کہ اگر چاہین تو بھگوڑون کا تعاقب کرکے اونکا نام ونشان معدوم کردین۔ مگر بہادر ترکون نے ایسے نامردون
پر وار کرنا مناسب نہ سمجھا۔

یونانیون کے اس لڑائی مین جو ۱۷ ارسی کو مقام لوروس ختم ہوئی۔ کل دو ہزار مقتول اور تقریباً ۱۰ ہزار زخمی ہوئے۔ ترکون کے ۱۰۰ شہید
اور سات سو زخمی ہوئے۔ ڈومو کوس کے تمام مورچون کو یونانیون نے، ارسی کی رٹ کو خالی کردیا۔ یونانیون کو یہ اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ ترکی
فوج کا میسرہ جو بہت آگے بڑھ گیا تھا پہلو سے ہو کر ہمکو عقب سے آلیگا۔ اکی لڑائی سخت جانگداز ہی نہ تھی بلکہ کئی پہلوؤن سے نہایت تکلیف دہ
بھی تھی۔ فرسالہ سے ڈومو کوس تک ۱۶ میل کا فاصلہ ہے۔ ترکون کو غنیم تک پہنچنے سے پہلے یہ فاصلہ طے کرنا پڑا۔ اون کو آرام لینے یا کھانا
کھانے کیلیئے کوئی وقت نہ ملا جس قدر دستے پہنچتے جاتے تھے وہ فوراً ڈومو کوس کے میدان مین داخل ہوکر صف آرا ہوتے جاتے تھے۔ مگر یونانیون کو
اپنے توپخانون کی زد ٹھیک قایم کرلینے کی کافی مہلت ملگئی تھی گولہ باری کے شروع ہوتے ہی ایک پھٹنے والا گولہ ایک ترکی پلٹن کے وسط مین گرا۔
مگر حافظ حقیقی کے فضل وکرم سے کوئی ترک زخمی یا شہید نہین ہوا۔ ڈومو کوس کے مقابل کے ٹیلہ نے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے ترکی حملہ آور
پلٹنون کو عمدہ پناہ دی۔ مگر اوسکی دائین بائین طرف کی ترکی باتریان غنیم کے گولون کی عین زد مین تھین جن کی لگاتار بارش کو ترک دلاورون
نے کمال استقلال اور شجاعت سے برداشت کیا۔ اونپر گولہ پر گولہ برس رہا تھا اور اونکی شراٹے دار آواز متسلسل گولہ باری کیوجہ سے ایک دخانی
کارخانہ کے شور کے مشابہ تھی۔ ایک یونانی گولہ سے ایک ترکی توپ اپنے مقام سے گر پڑی۔ اور توپچیون کو یہ توپ وہین چھوڑکر باقی توپین
کچھ عرصہ کیلیئے پیچھے ہٹا لینی پڑین۔ مگر اوس توپ کو دو گولنداز یونانی گولون کی تابڑتوڑ برسات مین اپنی توپ کو چھوڑ کر نہ گئے۔ یونانیون نے
توپ کو گرا ہوا دیکھکر اوس کو بالکل نیست ونابود کرنیکے لیئے کل گولہ باری اوسپر مجتمع کردی تھی۔ سد بوٹر کا خاص نامہ نگار جو عساکر قاہرہ کے ہمراہ تھا
لکھتا ہے کہ ان دونون جانباز گولندازون کے اردگرد واقعی جہنم موجزن ہو رہا تھا۔ خاردار گولے اون کے سرون پر پھٹ رہے تھے۔ اور کُردی
گولے اون کے قدمون مین زمین کو چھلنی بنا رہے تھے۔ مگر یہ بہادر اپنی جگہ سے ایک انچ ادہر اودہر ہونیکا نام نہین لیتے تھے۔ رات پڑنے پر ترکی
فوجکو عقب کو ہٹ آیا۔ اور فرش خاک کو بچھونا بنایا۔ کارتوسون کے شکستہ صندوقون کو جمع کرکے مین نے آگ سلگائی۔ اسے دیکھکر کئی زخمی
سپاہی ہسپتال جانے سے پہلے اپنے کمزور جسمون کو گرم کرنے کیلیئے میرے پاس جمع ہوگئے۔ ایک افسر کی بائین آنکھ کے اوپر گولی کا سخت زخم تھا مگر وہ
نہایت زندہ دلی سے دن کی معرکہ آرائی کی کیفیت سناتا رہا۔ ایک سپاہی کے شانہ سے گولی وار پار نکل گئی تھی جس کی اوس نے بسر مرد کو

مطلقاً کوئی پرواہ نہ تھی لیکن بعض سپاہیوں کو ایسے شدید زخم پہونچے تھے کہ جسم کے ذراسی حرکت کرنے پر اون کو درد بیچین کر دیتا تھا اور انکے منھ سے بے اختیار آہ کے ساتھ یہ کلمہ نکلجاتا تھا۔ اے اللہ ہم پر رحم کر۔ ان غریب مصیبت زدگان کو رنج و الم کا دردناک نظارہ جو میرے پاس جمع ہوئے تھے مجھے مدت العمر فراموش نہیں ہوگا۔

مین اس موقعہ پر ترکی توپخانہ کی قابل تعریف استقامت و مضبوطی کی شہادت دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اوس کو یونانی مورچون پر دو میل کے فاصلہ سے گولہ باری کرنی پڑی۔ اور نشیب سے یونانی باتریون پر جو بلندی پر تھین حملہ کرنے مین اونکو ایک ایسی مشکل لاحق تھی غنیم اونکی نقل و حرکت کو بخوبی معلوم کر سکتا تھا۔ بااین ہمہ ترکی توپ خانہ کو صرف دو آدمی شہید اور سات مجروح ہوئے۔ مگر ترکی فوج پیدل کو بہت نقصان اوٹھانا پڑا۔ مجھے میدان جنگ کے ایک حصہ پر سے گذرنیکا اتفاق ہوا۔ نو مردے اور زخمی با تمیز ایک ہی ڈھیر مین پڑے تھے۔ زخمی سپاہی کے پہلو بہ پہلو جس کی وہین مرہم پٹی کیجا رہی تھی۔ دوسرے کی لاش پائی جاتی تھی جس کا جسم گولہ نے تکہ بوٹی کر کے اڑا دیا ہوا تھا۔

جس ترکی دستہ نے غنیم کے قلب پر حملہ کیا تھا۔ اوسکی دلاوری بہت ہی قابل تعریف ہے اُسے کل دوران جنگ مین اب پہلی دفعہ گولہ باری کی زد مین آنا پڑا۔ لیکن اُسی غنیم کے کئی نہایت ہی محفوظ مورچون کو جہان غنیم تعداد مین نسبتاً زیادہ تھے۔ بنوک سنگین فتح کر کے خاص امتیاز حاصل کیا۔

پندرہ ہزار ترکون نے ۱۸ ارکی صبحکو بھگوڑون کا تعاقب کیا۔ یونانی سپہ سالار دس ہزار فوج درہ فورکا کی حفاظت کیلئے چھوڑ کر باقی فوج لامیہ کو ہٹا لیگیا تھا۔ اس درہ پر آٹھ بجے رات تک فریقین مین گولہ باری ہوتی رہی اس وقت تک یونانی اپنے مورچون پر قابض رہے۔ مگر صبح ہوتے ہی ۱۹ مئی کو موضع تراز اکو جو لامیہ اور فورکا کے درمیان ہی ہٹ گئے۔ ترک بھی تعاقب کنان آگے بڑہے چلے آئے اور دن بجے اونکی لڑائی شروع ہوگئی۔ ۲۰ ترکی رسالے غنیم کا عقب روکنے کے ارادہ سے اونکے پہلو پر سے گذر گئے۔ یونانی وہیں متواتر گولہ باری کرتے رہے جس سے اکثر ترکی سوار مارے گئے۔ لیکن سوارون کی اس مردانہ حرکت سے یونانی کیلئے کوئی راہ فرار نہ رہ گیا تھا کہ اتنے مین التوائے جنگ کا حکم پہونچگیا معرکہ آرائی ختم ہوگئی۔ یونانی ۲۰ مئی کو لامیہ کو ہٹ گئے۔ اور ترک درہ فورکا چھوڑ کر قدیم سرحد سے پیچھے ہوگئے۔ ریوٹر کا خاص نامہ نگار اس واقعہ کو اس طرح سے بیان کرتا ہے کہ ترک فاتحین یونانیون کو درہ فورکا سے بھگا کر اون کے عقب کی فوجکا جو برابر بھاگی جا رہی تھی۔ پوری سرگرمی سے تعاقب کئے چلے جا رہے تھے کہ یونانی سپہ سالار کا قاصد التوائے جنگ کی درخواست لیکر آپہونچا۔ سیف اللہ بے نے پیغام کو فوراً مارشل ادہم پاشا کے پاس جو ڈومو کوس مقیم تھے روانہ کر دیا۔ اور جواب آنے تک دونون فوجون نے لڑائی کو ملتوی کر دیا۔ اس تعاقب مین ترکون نے ساٹھ یونانی گرفتار کئے۔ مارشل موصوف کا جواب موصول ہونے پر باقاعدہ التواء کر دیا گیا۔ اور یونانی فوج لامیہ کو ہٹ گئی اور ولیعہد نے اوس کو مقامات لامیہ۔ مولو اور تھرموپایلی مین تقسیم کر کے اپنا ہیڈ کوارٹر تھرموپایلی مین قایم کیا۔

ریوٹر کا نامہ نگار جنگ ڈومو کوس کے بعد مندرجہ ذیل تار خبر یونانی مخبرون کی نگرانی سے بچنے کیلئے ایتھنز سے براہ برنڈزی ارسال کرتا ہے۔ کوہ اوتھرس کے دردن پر ہٹ آنے کے بعد ولیعہد یونان کی فوج نے پرانی سرحد کے اون دروں پر جن سے لامیہ کو راستہ جاتا تھا

قیام کیا کرنیل سنا متاس کی رجمنٹ درہ آوا انا اختزا پر متعین کیگئی یہ رجمنٹ جو غالبًا قلب لشکر کے ساتھ معرکہ آرائی مین شامل تھی نامعلوم دہشت وخوف سی گھبراکر یا کسی اور ناقابل بیان وجہ سے درہ کو چھوڑ کر جس سی آلامیہ کا راستہ اس طرف سے بالکل غیر محفوظ ہوگیا۔ سیدہی آلامیہ کو بھاگ گئی جہان وہ کمال بے ترتیبی سے داخل ہوئی۔ سپاہی بے تحاشا جنھین جنگھا رین ما ور سے تھوڑا اور کوئی اون کو روکنے والا نہ تھا۔ سپاہ کو ایسا بے صبر دیکھ کر قیدیون کے رشتہ دارون و دوستون نے جیلخانہ کا راستہ لیا۔ اور اوس کے دروازون کو توڑ کر تمام قیدیون کو رہا کر دیا۔ دوسری روایت ہی کہ حاکم شہر نے اون لوگون کی استدعا پر خود جیلخانہ کے دروازے کہول دیئے بہر رہائی کسیطرح ہوئی ہو قیدیون نے جیل سے نکلتے ہی دوکانون کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ولیعہد بہادر جو رات کو وہان پہونچ چکے تھے شور و غل سنکر فوراً اوردی پہن امن قایم کرنے کی توقع سے چوک کو روانہ ہوئے مگر رعایا اور خود سپاہیون نے نفرین کے نعرون سے اونکا موتھ پھیر دیا۔ ایک سالہ سوارون کا شہزادہ صاحب کی اردل مین تہا۔ وہ مداخلت کرنے لگا ہی تھا کہ شہزادہ نے اوس کو روکدیا۔ اور حکم دیا کہ فقط مفسد سپاہیون کو جمع کر کے کیمپ مین لیجاؤ۔

## التوائے جنگ کے بعد کے واقعات اور یوروپین مدبرین کی آرائے۔

ہفتہ رواں مین شرائط صلح کے گفتگو کے متعلق کوئی خبر یوروپ سی بذریعہ تار موصول نہین ہوئی پچھلے ہفتہ کی آخری خبر یہ تھی کہ افواہ ہے کہ سلطان المعظم شرائط مین تخفیف کرنے پر آمادہ ہوگئے ہین مگر توفیق پاشا کے اس زبردست اظہار کے بعد جو ملک بزور شمشیر مسلمانون کا خون بہا کر فتح کیا جاوے۔ وہ بروئے شریعت اسلامی واپس نہین دیا جا سکتا۔ ایسی افواہون کو کسی وقعت کی نگاہ سے نہین دیکھا جا سکتا۔ بہرحال صورت حال ایسی نازک اور پیچیدہ ہے کہ کوئی مدبر اس وقت کسی حکمی رائے کے ظاہر کرنے کی جرات نہین کر سکتا۔ کہ معاملہ آخر کار کیا رنگ پکڑے گا گو خاموشی بظاہر یہ بتاتی معلوم ہوتی ہے کہ سلطان المعظم اس معاملہ مین بازی اب تک نہین تو عنقریب لیجانے والے ہین۔ ہم اس موقعہ پر یہ بیان کرنے سے باز نہین رہ سکتے کہ ٹرکی و مصر کے متعلق وزرائے انگلستان کی غلط خارجیہ حکمت عملی اور وہان کے بعض ناعاقبت اندیش متعصبین کی زہرآلود تقریرون اور تحریرون سے جن بد نتائج کے پیدا ہونیکا قوی اندیشہ تہا۔ اور جن سے بچنے کیلئے ہم بار بار اپنی گورنمنٹ کو مشورون سے متنبہ کرتے رہے ہین۔ اب اون مہیب نتیجون کے حادث ہونیکے زبردست آثار نمودار ہوگئے ہین۔ اور زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ ان آثار سے متنبہ ہونے کی بجائے وزرا سلطنت اپنی اوس پالیسی کو آخری دم تک نباہے جانے مین اور زیادہ منہمک ہوگئے ہین۔ لیکن ہم اس بارہ مین کئی دفعہ ایسی شرح و بسط کے ساتھ بحث کر چکے ہین کہ اب دوبارہ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ اس لئے اس بحث کو یہین چھوڑ کر ہم اصل مطلب کیطرف رجوع کرتے ہین۔

التوائے جنگ اور شرائط صلح کی مفصل کیفیت جنگ کے آخری ہفتہ کے حالات مین درج ہو چکی ہے۔ اس کے بعد دوسرے ہفتہ مختتمہ ۲۸ مئی ۱۸۹۷ء کے حالات و واقعات پر پایونیر کا لنڈنی نامہ نگار حسب ذیل رقمطراز ہے:۔ ٹرکی یونان اور دول کے درمیان مصالحت کی نامہ و پیام کے طے ہونے مین غالبًا بہت عرصہ لگیگا۔ اور پھر بھی نیک نتیجہ برآمد ہونے کی بہت کم اشخاص کو امید ہے۔ جنگ غیر محدود عرصہ کیلئے ملتوی کر دیا گیا ہے لیکن دونون فریق لڑائی چھڑ جانے کے برابر منتظر ہین۔ یہ عام خیال ہے کہ مزید لڑائی عنقریب ہونیوالی ہے۔ اور آسانی یوروپ کو

جو نازتھا کہ ہم نے جنگ عظیم کو روک لیا ہے وہ پورا نہیں ہوگا۔ شرائط صلح پر ضرور بہت کچھ بحث مباحثہ ہوگا۔ اور کئی مدبرین کو اندیشہ ہے کہ کہین اس طویل بحث مباحثہ کی کشمکش تان اور آخری فیصلہ کی تفصیلی مدارج مین دول یوروپ کا اتفاق غتربود نہ ہوجاے کیونکہ اس مسئلہ سے دول عظام مین سے ہر ایک کی کوئی نہ کوئی ذاتی غرض وابستہ ہوگی۔ ہفتہ روان کے شروع مین جرمنی نے دھمکی دیدی کہ اگر یونان سے یہ وعدہ نہ لیا جاوے کہ وہ دول کی پیشکردہ شرائط کو بلا تامل تسلیم کریگا تو مین اتفاق سے بالکل الگ ہوجاؤنگا۔ مگر آخرکار دوسری طاقتون نے اوسے اس شرط پر اصرار نہ کرنے پر راضی کرلیا۔ دو تین دنکے بعد انگلستان اڑگئے کہ اگر ٹرکی کو تاوان جنگ کی اوا ہونے تک تھسیلی کے کسی حصہ پر قبضہ دلایا گیا تو ہم اتفاق سے علیحدہ ہوجائینگے۔ اگر انگلستان ایسا کرگذرے تو محبان یونان کی مراد پوری ہوجاے۔ اخبار ڈیلی کرانیکل تو مدت سے لارڈ سالسبری کو یہی مشورہ دے رہا ہے۔ یہ ریڈیکل پرچہ لکھتا ہے۔ کہ اگر موجودہ حالت قایم رہی تو یونان جلدی روس یا جرمنی کے اقتدار مین ہوجائیگا۔ اور ہر دو صورتون مین انگلستان کا اثر یونان و مشرقی یوروپ سے بالکل زایل ہوجائیگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ انگلستان اتفاق سے علیحدہ ہوکر بالکل آزاد ہوجاوے۔ اور اپنی اغراض کی حفاظت کیلئے من مانتی کارروائی کرے۔ ہمین وہ آجکل تینون تبصرون کا محض غلام ہے دگر لارڈ موصوف بخوبی سمجھتے ہین کہ یہ غلامی ہی کئی مصیبتون اور خطرون کو روکے ہوئے ہے۔ (ایڈیٹر)۔

اس ہفتہ ٹرکی اور روس مین بھی کچھ مغایرت سی پیدا ہونیکے آثار ظاہر ہوگئے ہین لیکن یہہ مغایرت غالبًا عارضی ہوگی سلطان المعظم نے گوزار کی محبت آمیز اور پرجوش ٹیلیگرام والی درخواست کو پچھلے ہفتہ بڑی خوشی سے منظور کرلیا تھا مگر ادنکا میلان زیادہ تر جرمنی کیطرف ہے۔ اونہون نے قیصر کو تار بھیجکر اوسکی سابقہ دوستانہ صلاح و مشورہ کا ادا کیا ہے۔ اور آئیندہ کیلئے اس دوستانہ سلوک کو جاری رکھنے کی درخواست کی ہے۔ سلطان المعظم نے قیصر کو چند پرانی جرمن توپین بھی جو ترکون نے مدت ہوئی دسلطان سلیمان و سلیم وغیرہ کے عہد مین) چھینی تھین بطور تحفہ ارسال کی ہین۔ علاوہ برین خود شرایط صلح مین ایسے امور موجود ہین جن سے جرمنی اور روس مین بگاڑ ہوسکتا ہے۔ جرمنی چاہتی ہے کہ جب تاوان جنگ معین ہوجاے تو یوروپ اوسکی ادائے گی کا ذمہ لے اور یونان کے سینہ مال پر اپنی نگرانی قایم کرے۔ روس اسکو پسند نہین کرتا۔ اوسکی رعایا مین کسی نے یونان سے قرض نہین لیا اور اس لیے روس مجلس نگرانی کا ممبر نہین ہوسکیگا۔ مگر اوسکی یہ دلیل رقیق ہے۔ اگر روس نے بالاشتراک دوسری طاقتون کے تاوان جنگ کی ادائیگی کی ذمہ داری کی تو وہ اس سے ممبری کا مستحق ہوجائیگا۔ روس کی ناراضمندی کی اصل وجہ یہ ہے کہ یونان کے قومی قرضہ کا ¾ کا مالک جرمن ہین۔ اور اس لحاظ سے مجلس نگرانی مین اون کا پلہ بہرحال بھاری رہیگا۔ روس اس کے مقابلہ یہ تجویز پیش کرتا ہے کہ یونان کو تاوان جنگ کو مین اپنے تاوان جنگ مین جو ٹرکی سے ۱۸۷۸ء کی لڑائی کی بابت ابھی باقی ہے محسوب کرلیتا ہون۔ اور اگر دول یوروپ اسے منظور کرلین تو مجھے یونانی سینہ مال کی نگرانی کیلئے مجلس مقرر کرنے کی تجویز سے اختلاف نہ ہوگا۔ روسی تجویز سلطان اور یونانیون دونون کو پسند نہین۔ سلطان نقد روپیہ پر اس بالمقابل مجرائی کو کب ترجیح دے سکتے ہین۔ اور یونانیون کو یہ گمان ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح تاوان کی ادائگی سے بچ رہینگے۔ علاوہ برین وہ جرمنون سے بڑھکر روسیون سے متنفر ہین۔ اور روس کو روپیہ ادا کرنا تو درکنار

روس کا مقروض بنتا گوارا نہیں کرتے۔

روس اور جرمنی مین سُنا جاتا ہی اور بھی کئی باتون مین نا اتفاقی ہے۔ یہ نا اتفاقی ایسی نہین کہ ایک دوسرے کا کھلم کھلا مخالف ہوجاے۔ جرمنی ایسا بیوقوف نہین۔ مگر اتفاق راے ہونا بھی غالباً مشکل ہی۔ اور یہی اختلاف اتفاق یورپ کو بالکل نکمہ کر دیگا۔ مشرقی مسئلہ کے اس تازہ ترین صورت مین جرمنی کا طریق عمل ہمت سے کم نہین رہا۔ بظاہر تو وہ روس کے ساتھ شریک رہا ہے اور باطن مین اپنی تجاویز و مقاصد کی تکمیل کرتا رہا ہے۔ ان تجاویز و مقاصد کا ہم کو علم نہین کہ وہ کیا ہین۔ مگر یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس بات کا ذریعہ یا انکا نتیجہ یہ ہے کہ برلن اور قسطنطنیہ کے امپراطوری خانوادون رمینے قیصر جرمن اور سلطان المعظم مین نہایت ہی پختہ دوستانہ اتحاد و تعلق و پیدا کیا جاوے۔ جب سے موجودہ قیصر تخت نشین ہوئے ہین وہ سلطان المعظم کے ساتھ دوستانہ مراسم پیدا کرنے مین سخت شوق ظاہر کرتے رہے ہین۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پرنس بسمارک روس کی نسبت ہمیشہ یہ کہتا رہا ہے کہ اگر وہ فرانس سے بڑھکر نہین تو اوس کے برابر جرمنی کا دشمن ہی۔ ممکن ہو کہ قیصر کا خیال یہ ہو کہ ٹرکی کو پھر مضبوط و توانا کر کے اپنے ملک کو روس سے بچا لینے اوس سے مزید حفاظت کا کام لے۔ اور وہ ٹرکی کو مضبوط کرنے مین بہت کچھ کامیاب ہو گیا ہے۔ موجودہ ترکی فوج جسنے بہترین و قابل ترین جرمن جنگی افسرون سے قواعد سیکھی۔ تربیت پائی اور اون کے زیر کمان ہی۔ ایک ایسا زبردست عنصر ہے کہ روس اپنی آئندہ کی خارجیہ تجاویز اور حکمت عملیون مین اوس کو نظر انداز نہین کر سکتا۔ اگر قیصر جرمن ابھی اور مزید کارروائی کر سکتے اور ٹرکی مین اپنی رعایا کی معرفت ترکی تجارت۔ مالی حالت اور صنعت و حرفت کو فروغ دے سکتے ہون۔ اور وہان کے مختلف محکمون کو پاشاؤن کے نکمہ انتظام سے نکالکر اونمین پرشیا کے دیانتدار ملکی عہدہ دارون کے اہتمام کو مروج کر سکین تو سلطنت عثمانیہ کی بنیاد ایسی مضبوط ہو جاے جیسی کہ کسی مضبوط سے مضبوط یورپین قوم کی سلطنت کی ہے ہر کیف قیصر موصوف اپنی دہن مین لگے ہوے ہین۔ اونسے ترکی فوج کی اصلاح کر دی ہے۔ تجارتی فروغ کے متعلق اپنی تجاویز کی تکمیل مین سرتوڑ لگا ہوا ہے۔ اور آجکل وہ اسیطرح سلطان المعظم کا راز دار خفیہ راہنما بھی ہے اور دوست ہی جسطرح آرمنی مشکلات کیوقت روس تھا۔ اخبار ٹیمس کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہی کہ جرمنی سلطان المعظم کو نہ صرف متفقہ یورپ کی خواہشات کا مقابلہ کرنے اور روس کی آمد ارسے رہائی پانیکی تحریک کر رہا ہے۔ بلکہ ایشیاء کوچک کی ریلوے لائینون و قلعہ بندیون مین مختلف نہایت کارآمد اصلاحات و اضافون کی صلاح دے رہا ہے ان اضافون کا مدعا بادی النظر ہی مین روس سے حفاظت کرنا معلوم ہوتا ہے۔ نامہ نگار جو کچھ قیصر جرمن کی نیک ارادون اور دوستانہ مروتون کی نسبت لکھ رہا ہے وہ بجاے مبالغہ کرنے کے تفریط ہی۔ لیکن وہ قیصر موصوف کو ٹرکی کی اصلاحات اور مضبوطی کا بانی مبانی بتلانے مین سخت غلطی پر ہے۔ ان تمام ترقیون اور ٹرکی کی حیات تازہ کی روح رواں **عبد الحمید** ہی کی ذات والا صفات ہی۔ ارونہی اس بیڑہ کا ناخدا ہی قیصر جرمن اور دیگر ہواخواہان سلطنت بمنزلہ اعضاء اور مددگارین کرہین۔ ایڈیٹر۔

قیصر یہ چال ایسی علانیہ طور پر اور اصرار کے ساتھ اختیار کیئے رہے کہ ترک تک کہہ اوٹھے کہ جرمنی دونون ملکون (ٹرکی و روس) مین بگاڑ کرا دینے کیلئے یہ سازشین بڑے استقلال کے ساتھ کر رہا ہے۔ روسی گورنمنٹ جرمنی کی اس آزادانہ روش پر ناراض ہی نہین ہے۔ بلکہ اپنی ناراضی کو چھپانا بھی نہین چاہتی۔ اخبار ڈیلی نیوز کا نامہ نگار اوڈیسہ (جنوبی روس کا بندرگاہ) سے لکھتا ہے کہ یلدز کو شکایت روسی سفیر کے صلاحیت ......

ثلہ قیصر اور سلطان المعظم کی پہلی ملاقات کی مختصر کیفیت بست سالہ عہد حکومت مین ناسخ ہے۔ اس تعلق کو زیادہ مضبوط کرنیکے لیئے قیصر اکتوبر ۱۸۹۸ء مین قسطنطنیہ ہوتے ہوئے بیت المقدس گئے۔ مفصل حالات کیلیئے دیکھو ۱۸۹۸ء کی آخری سہ ماہی۔ وکیل

اور بعوض معروضات کو مؤثر اور گراں وزن بنانے کے لیئے ظاہر کر دیا گیا ہے۔ کہ روسی بیڑہ جہازات (۸ مئی کو) سباسٹوپل سے روانہ ہو گیا ہے۔ جو دہانہ باسفرس کے قریب مزید احکام کا منتظر رہیگا۔ روس کی سرکاری جماعتوں میں مشہور ہے کہ اگر سلطان المعظم اون شرائط صلح کو جنہیں دول یورپ باہم اتفاق کر کے پیش کریں قبول کرنیسے انکار یا ضد کریں گے۔ تو دہانہ باسفرس کو بحیرہ اسود کا روسی بیڑہ اور آبنائے دارڈنیلز کو بحیرہ روم کا انگریزی بیڑہ بند کر دیگا۔

پس ظاہر ہے کہ اگر ٹرکی اور یونان کی نسبت فرض بھی کر لیا جائے کہ وہ یورپ کا کہنا مان لیں گے۔ پھر بھی خود دول عظام کے درمیان ایسے مختلف فیہ مسائل موجود ہیں جن کی وجہ سے کسی بات کا قرار پانا بہت کٹھن امر ہوگا۔ اور بعجبان [?] ہن دول کے اتفاق کی نسبت سخت متردد رہیں گے۔ مگر ترکوں اور یونانیوں کا کہنا مان لینا بھی آسان بات نہیں ہے۔ یونان کو گھمنڈ ہے کہ ابھی کھول کر لڑنیکا موقعہ نہیں ملا اور شاید اسی لیئے وہ ابھی تک جنگی تیاریوں میں مصروف ہی۔ ایڈیٹر ادہر دوسری طرف لوگوں کو یقین ہے کہ یونان تو صرف شیخی بگھار رہا ہے۔ اور ٹرکی واقعی لڑنے پر مستعد ہے۔ اخبار سپیکر کا نامہ نگار سلام بول سے لکھتا ہے کہ ترکوں کے دلوں میں یہ بات خود بخود اٹھ رہی ہے کہ دوسری لڑائی ہونیوالی ہے پچھلی لڑائی جس کا صرف ایک پیش خیمہ ثابت ہوگی عام توقع ہے روس کے ساتھ لڑائی ہوگی مگر ترکوں کا اپنا اختیار ہو تو وہ مصر سے نکالنے کے لیئے انگریزوں کے ساتھ جنگ کرنے کو ترجیح دیں گے۔ ٹرکی میں انگلستان سے عام اور سخت نفرت و عداوت پھیلی ہوئی ہے۔ ایسی کیفیت پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ اور اگر سلطان المعظم کا منصب خلافت جس کا اثر اب پہر تازہ ہو گیا ہے مصر یا ہندوستان میں کوئی مشکل برپا کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ تو ترک اس موقعہ سے فایدہ اوٹھانیسے دریغ نہیں کریں گے اخبار ڈیلی کرانیکل کا نامہ نگار پیرس سے تحریر کرتا ہے کہ ایسا موقعہ عنقریب ترکوں کو قیصر جرمن کے عمل سے میسر ہونیوالا ہے۔ اونکا منشا مسئلہ مصر کو اوٹھانیکا ہے مگر فرانس کے مفاد کیلیئے نہیں۔ بلکہ سلطان المعظم کے اغراض کو مدنظر رکھکر مدعا یہ ہے کہ انگلستان تو چین جاکر ترکوں کے دخل کیلیئے جگہہ خالی کر دے۔

فرانس کے دارالوکلا میں شنبہ کے دن (۲۲ مئی) گورنمنٹ فرانس سے سوال کیا گیا تھا کہ مشرقی مسئلہ متعلقہ میں یورپ کے اتفاق اور فرانس نے بحیثیت ہونے ایک ممبر اس اتفاق کے کیا فایدہ بخش کارروائی کی ہے۔ مانشیو ہانوٹو وزیر صیغہ خارجیہ نے اتفاق یورپ کے فوائید اور اوسکی حسن کارگذاری کی تعریف میں طویل تقریر کر کے بیان کیا کہ اگرچہ یہ اتفاق جنگ کو نہیں روک سکا تاہم یہ اوسی کی طفیل ہے کہ جنگ عالمگیر نہیں ہونے پائی اور اب بھی متفقہ یورپ مغلوب فریق کے حق میں شکست کے نتایج کو نرم کرنے کی کوشش کر رہا ہے مجھے کامل یقین ہے کہ ٹرکی کو جب یورپ کی متفقہ خواہش سے سابقہ پڑا تو وہ اپنے بے اندازہ مطالبوں کو ترک کر دیگی۔ مگر میرے اس بیان سے کہیں شیخ چلی کے سے خیالی پلاؤ نہ پکانے لگ جانا۔ ترکوں کو نرمی کیطرف مایل کرنے میں بہت مشکلوں کا سامنا کرنا پڑیگا یہ بڑا مشکل کام ہے اوس کو پورا کرنے میں بہت وقت صرف ہوگا۔ اور ممکن ہے اس عرصہ میں پرجوشی اور نیتا بکاری [?] سے کئی قسم خلل بھی پڑ جاوے۔ پس میں آپ صاحبان ممبران دارالوکلا سے اپنی گورنمنٹ کی امداد کرنے کی درخواست کرتا ہوں جو دوسری طاقتوں کے ساتھ ملکر امن قایم رکھنے کی تا ہنوز نہایت ہی پیچیدہ اور نازک کام کو پورا کرنے میں اپنی تمام ہمت صرف کر رہی ہیں۔ ٹیمپس کا نامہ نگار

پیرس سے رقمطراز ہے کہ ایم ہانوتو کی تقریر کے ان آخری الفاظ سے جن سے آیندہ کے لیئے سخت خطرات کا اندیشہ ظاہر ہوتا ہے سامعین پر بڑا گہرا اثر پڑ گیا اور ماوں سے یہ یقین پیدا ہو گیا کہ گو لڑائی ختم ہو گئی ہے۔ مگر مشرق میں مصائب کی ہنڈیا ابھی کھول رہی ہے۔ نیویارک جرنل کا خاص نامہ نگار جو ترکی فوج کے ہمراہ تھا اس امر کے ماننے سے انکار کرتا ہے کہ ترکوں نے یہ گرانڈیل جنگی تیاریاں محض جنگ یونان کیلیئے کی تھیں۔ ترکی اس وقت سے بعد بھی جب کہ صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ یونانی ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے بقدر ونیہ اور تھیسلی میں برابر فوجیں بھیجتی رہی حتی کہ فتح کے متیقن ہو جانے کے بعد بھی ٹرکی نے اور ساٹھ ہزار سپاہی اپنی فوج میں بڑھا دیئے۔ اور آج سالونیکا سے ایکرڈوموکوس تک تمام ٹرک سپاہیوں کی وردی سے نیلگون نظر آ رہی ہے۔ یعنی ٹرکی افواج کا ایک مسلسل دریا بہہ رہا ہے جن کی تعداد جب کہ سب میدان میں پہونچ جائینگی تین لاکھ مردان جرار ہو گی۔ انکے علاوہ دو لاکھ سپاہی ریزرو میں بالکل تیار رکھے ہوئے ہیں کہ بشرط ضرورت فی الفور میدان میں پہونچ جائے۔ نامہ نگار موصوف لکھتا ہے کہ یہ وسیع اجتماع اور تیاریاں تھیسلی جنگ کو جو ابھی ملتوی ہوئی ہے۔ بالکل تاریکی میں ڈال دیتی ہیں انکا صرف ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے یعنی کہ ٹرکی یوروپ میں پھر اپنا سکہ بٹھانے کیلیئے تھیسلی کو چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ اور وہ دول یوروپ کی اسیطرح پروا نہ کرے گی جسطرح کہ اوسنے یونان کو انکی پروا نہ کرتے دیکھا ہے۔ اوسکی رائے میں گذشتہ تیس برسوں میں اس سے زیادہ نازک حالت یوروپ میں کبھی در پیش نہیں آئی تھی۔ البتہ اگر سلطان کی ذاتی امن پسندی قیام امن میں مؤید ہو جائے تو تعجب نہیں۔ مگر بدقسمتی سے ہر روز مسلمانوں کی روز افزوں پر جوشی اور انکی ان کوششوں کی خبریں آ رہی ہیں جو وہ خلیفہ کو دول کے مطالبات خاصکر دربارۂ تھیسلی کی قبول کرنیسے روکنے کیلیئے کر رہے ہیں

یہاں انگلستان کے بعض دوراندیش جو زمانہ کے رنگ ڈھنگ کو بڑے غور و فکر سے دیکھتے رہتے ہیں سفارتخ طاقت کی حیثیت میں سلطنت عثمانیہ کی غیر مترقبہ حیات تازہ کی وجہ سے کل اسلامی دنیا میں ایک عالم اور خطرناک جوش پھیلنے کا اندیشہ ظاہر کر رہے ہیں۔ اور الجیریا میں فرانس کو جو مشکلات در پیش آ رہی ہیں۔ اوکو اسی عام جوش کا پیش خیمہ بتاتے ہیں قسطنطنیہ سے سٹینڈرڈ کا نامہ نگار تحریر کرتا ہے کہ خواہ سلطان کی یہ محض بہانہ سازی ہو کہ ہم رعایا کی پرجوشی کی وجہ سے دول یوروپ کی خواہشوں کو پورا نہیں کر سکتے۔ اور خواہ وہ واقعی اپنی رعیت کی خلاف منشاء کچھ نہ کر سکتے ہوں جیسی صلح کہ یوروپ چاہتا ہے وہ سخت مشکل اور نہایت خطرناک پیچیدگیوں کے حادث ہونیکے اندیشہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ ٹائمز کے نامہ نگار متعینہ اسلام بول کا بیان ہے سلطان المعظم کو شبہ ہے کہ بعض مدبرین اسلامی جماعت کو یہ کہکر اکسا رہے ہیں کہ سلطان مسلمانوں کے اغراض کی ٹھیک حفاظت نہیں کرتا۔ اسی لیئے سلطان دول یوروپ کی معتدل اور نرم شرائط کو قبول کر کے اپنی تئیں معرض خطر میں ڈالنا نہیں چاہتے۔ مندرجہ ذیل واقعہ سے اگر وہ درست ہے مسلمانان سلطنت عثمانیہ کی دلی جذبات کی کیفیت معلوم ہو سکتی ہے ❊

اعلیحضرت امیر المؤمنین اتوار گذشتہ (۲۳ مئی) کو اپنے مجروح سپاہیوں کو دیکھنے کیلیئے محل یلدز کے ہسپتال میں تشریف لیگئے۔ حضور ممدوح کے کمرہ میں داخل ہونے پر تمام سپاہی کھڑے ہو گئے مگر ایک سپاہی جو بہت ہی کمزور تھا فرش پر گر پڑا۔ جب اسے اوٹھا کر پھر کھڑا کر دیا گیا۔ تو خلیفۃ المسلمین نے اوس کے قریب جا کر ارشاد فرمایا۔ تیری سب سے بڑی تمنا کیا ہے۔ مجروح سپاہی نے جواب دیا۔ خلیفۃ المسلمین کی درازی عمر اور فتح و نصرت۔ اعلیٰ حضرت نے ارشاد کیا "یہ تو مانی ہوئی بات ہے۔ کچھ اپنے لیئے مانگو"۔ اس پر سپاہی نے اپنے زخمی ہاتھ اوٹھا کر فی الفور عرض کیا

**یہ ہاتھ اسلام کی شان قایم رکھنے مین ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہین اے میرے بادشاہ** میری التجا ہے کہ جو ملک اسطرح سے حاصل کیا گیا ہے وہ میرے پاشا واپس نہ دینے پائین۔ اوسکی خالص حب قومی و جوش اسلامی کو دیکھکر امیر المومنین کا روی مبارک سرخ ہو گیا۔ اور آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے۔

وزیر اعظم نے جو رپورٹ خدمت سلطانی مین پیش کی ہے اوس سے بھی یوروپ کی خواہشات پوری ہوتی نظر نہین آتین۔ جلیل الرتبت پاشا صدر اعظم گذارش کرتے ہین کہ کل دول یوروپ اسلام کی دشمن ہین۔ جو ٹرکی کو نیست و نابود کرنے کیلیے سازشین کر رہی ہین۔ حضور ممدوح مسئلہ آرمینیا اور دیگر معاملات مین یوروپ کے مطالبات کو کامیابی کے ساتھ مسترد فرما چکے ہین۔ اسیطرح تھیسلی کے بارہ مین اون کی خواہشون کی پروا نکرکے اوسپر مستقل تصرف کیا جاوے۔ آخر مین وزیر موصوف بصورت نامنظوری درخواست استعفا منظور ہو جانے کی استدعا کرتے ہین۔

انگریزی اخبار کا نامہ نگار ان وقعات پر اپنی رائے ظاہر کرتا ہے کہ ممکن ہو کہ یہ سب بناوٹ ہو مگر آثار و نشان اطمینان بخش نہین ہین۔ پچھلی ہفتہ امتیازات (مراعات) کی منسوخی پر بڑا زور شور ہوا تھا۔ اس ہفتہ اونکا کوئی نام نہین لیتا۔ اور کل گفتگو تھیسلی کی بابت ہی ہو رہی ہے۔ تماشا یہ کہ بعض اخبارات سرحد تھیسلی کی مجوزہ درستی کے متعلق بحث کرتے ہوئے ٹرکی کو معقول علاقہ ملنے کی سفارش کرتے ہین۔ پیرس کے اخبار یونان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہین مگر ساتھ ہی انگلستان کو ملامت کر رہے ہین کہ وہ ترکون کے عارضی قبضہ تھیسلی پر کیون ایسا مچلا جاتا ہی۔ سٹینڈرڈ پہلے دن سے دہائی مچا رہا ہے کہ ترکون کو ایک انچ زمین نہین دیجانی چاہیے۔ وہی آج صبح (۲۸ مئی) سوال پوچھتا ہے کہ اگر ترک تھیسلی کو نہ چھوڑین تو اون کو کون وہان سے نکالیگا۔ پھر خود ہی جواب دیتا ہی کہ اگر تمام طاقتین متفق ہو گئین تو چھوڑ دین گے اگر نہین اختلاف ہوا تو وہ نہین چھوڑین گے۔

دول یوروپ تو ابھی ابتدائی بحث و مباحثہ مین گرفتار ہین۔ اور ادھر ترک دائمی قبضہ کی تجاویز کو عمل مین لا رہے ہین۔ فوجی قبضہ پہلے ہی سے تھا۔ اب ملکی انتظام بھی کر دیا گیا ہی۔ اور عیسائی رعایا کو واپس آنیکی دعوت دیکر اطلاع دیگئی ہے کہ اگر وہ جلدی آکر اپنی فصلین درو نہ کرین گے تو ترک اون کو کاٹ لین گے۔ یونانی وزیر اعظم فصل کی مالیت کا اندازہ اٹھائی کرور فرینک (یعنی تاوان جنگ کا دسوان حصہ) لگاتا ہے۔ ٹرکی کی تو قبضہ کرنے کی دہمکی دے ہی رہی ہے۔ پیچھے یونانی اوس سے بھی زیادہ ٹھس نکلتے معلوم ہوتے ہین۔ ٹائمز کو اس امر کا تجربہ یقینی ہے۔ (شاید خود ہی یونانیون کو اشارہ کر دیا ہوگا۔ ورنہ اون بیچارون مین یہ سکت کہان کہ چون و چرا کرین۔ ایڈیٹر) سٹینڈرڈ کا جنگی نامہ نگار یونانیون کی طفلانہ مزاجی خام طمعی۔ اور خبط کی شکایت کرتا ہی کہ اس سے بڑھ کر کیا سودا ہوگا۔ کہ وہ جنگ کو سرسری چھوڑ کر سبقون سے بھی سیدھے نہین ہوئے۔ اتفاق یوروپ۔ بغاوت مقدونیہ۔ باقاعدہ فوج۔ مجاہدین۔ نقارے ساوخین الغرض جتنی چیزون پر اون کو سہارا تھا وہ سب شکستہ سرکنڈے ثابت ہوئے جو الٹے اون کے ہاتھ مین چبھ گئے۔ مگر اون کو ابتک اپنی فوج ظفر موج کا اور نہ تاقابل فتح مورچون کا وہی ناز ہے۔ اور کہتے ہین کہ ہم کیون ملک یا کوئی تاوان جنگ دین یا کسیطرح کی تکلیف یا خسارہ برداشت کرین۔ مگر پھر بھی بعض وقعات کی سنگین منطق نے انکی آنکھین کھولدی ہین۔ وہ اپنی خفیہ انجمن اتھنیکی ہیٹاریا کو جو اون کل مصائب کا باعث ہوئی تھی سخت لعن طعن

کر رہے ہین۔

ایم ڈیلانی سابق وزیر اعظم اپنے اخبار پر دیا مین انجمن مذکور پر الزام لگاتا ہی کہ اوسنے گورنمنٹ کو لڑائی پر مجبور کیا۔ فوج کے نظام کو برباد کیا۔ جنگ کے دوران مین رعایا کو سخت سنگدلی سے تاخت و تاراج کیا۔ اور اوس نے بیقاعدہ سپاہیون کے گروہ مقدونیہ مین بھیجکر ترکون کو اعلان جنگ پر مجبور کیا۔ اور جب لڑائی شروع ہوئی تو اوس کے کارندون نے کمسریٹ کو چٹ کر کے میدانِ جنگ کو پیٹھ دکھائی اور راستہ مین وہ لوٹ مار کی جس کی دشمنون سے بھی توقع نہین ہو سکتی تھی تھیسلی کی رعیت کو اِن نے برباد کیا۔ اور ڈومو کوس کی ہزیمت کے بعد تھیسیدیون سے ملکر لامیہ کو اونہون نے ہی تاراج کیا۔ گورنمنٹ پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ انجمن کے دفتر کو ضبط کرے۔ مگر اس مین اس قدر بڑے بڑے مدبر بھی شامل ہین کہ گورنمنٹ ایسا کرنے کی جرأت نہین کر سکتی۔ اس خفیہ مفسد انجمن مین بدمعاش ہی بدمعاش اور مفرور سے مفرور شامل ہین۔ ایک نامہ نگار کی رائے ہی کہ یونانی تربیت یافتہ سپاہی نہین۔ اور ہمارے معیار کے مطابق اون کو ہرگز سپاہی نہین کہا جا سکتا۔ سب نامہ نگار متفق القول ہین کہ سر سے پاؤن تک بدنظامی یونانی فوجمین گھر کر چکی ہے۔ اور افسرون کی نالیاقت کو سامنے سپاہیون کا ذاتی تہور کچھ نہین کر سکتا۔ نظام کا نام نہین۔ کمسریٹ بالکل مفقود اور کل بٹیون کے پرزے پر جوڑ مین۔ میدان جنگ مین افسر صرف تیس ہزار فوج کو لیئے تھو۔ حالانکہ اسّی ہزار یونانی فوج میدان مین موجود تھی۔ ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار جو ترکی فوج کے ساتھ تھا۔ اپنے ہمعصرون کی زبانی جو یونانیون کے ساتھ تھے تحریر کرتا ہے کہ جب ترک پندرہ سو گز کے فاصلہ پر آجاتے تھے۔ تو یونانی اپنے مورچون سے لڑکھڑانے لگ جاتے تھے۔ اور جب ترک بارہ سو گز کے فاصلہ پر پہونچ جاتے تو یونانی اپنی معمولی فوجی حکمت عملی پر کاربند ہوجاتے (یعنی راہ فرار اختیار کرتے) السٹریٹیڈ لنڈن نیوز کا نامہ نگار یونانیون کی بہادری کی تعریف کرتا ہے۔ مگر اس کی کوئی وجہ نہین بتاتا کہ وہ ترکون کو دیکھکر اپنے مضبوط مورچون کو چھوڑ کر کیون پیٹھ دکھا جاتے تھے۔ ٹائمز کا خاص نامہ نگار لکھتا ہے کہ گو جنگ ملتوی ہے اور یونانی تھرمو پائیلی کے نہایت دشوار گذار مورچون مین محفوظ ہین مگر پھر بھی بلا وجہ ہر روز کوئی نہ کوئی رجمنٹ یونہی چونک اٹھتی ہے اور افسر سپاہی بے تحاشا بھاگ اٹھتے ہین۔ یونان کی بدقسمتی سے انکے جو معاون ملے وہ اپنے سپاہیون سے بھی بدتر نکلے۔ اطالین مجاہدین نے تو ایسی مدد کی جو یونانیون کو مدت تک فراموش نہ ہوگی۔ ترک جس شہر یا قصبہ مین داخل ہوتے تو فوراً شراب کی بوتلون اور پیپون کو توڑ دالتے تاکہ کوئی مسلمان شیطان کی اغوا سے اون کو مونھ نہ لگا بیٹھے۔ انکے برخلاف اطالین مجاہدین (جن کا ذکر جنگ ڈومو کوس مین آچکا ہے) جب کسی شہر مین جاتے تو ان کا پہلا کام شراب خوری ہوتا۔ شہر مین لوٹ مار۔ دنگہ فساد کرنے عورتون کی عصمت بگاڑنے تاخت و تاراج کرنے مین اونہون نے کوئی کسر باقی اٹھا نہ رکھی۔ اور لڑائی کے وقت پاؤن سر پر رکھکر رفوچکر ہوجاتے۔ ہان جب کوئی مفر نہ بچتا۔ اور مقابلہ آجاتا جیسا ڈومو کوس مین ہوا تو پھر کچھ تھوڑا نقصان کر دیتے۔ التوائے جنگ پر گورنمنٹ یونان نے ان نیک بختون کی حصۂ کثیر کو جبراً جہازون پر بٹھلا کر اٹلی کو واپس بھیجدیا ہے جب انکو کسی جماعت کو چلے جانے کیلیئے کہا گیا وہ فوراً برسر پرخاش ہوگئی۔ اور جب تک سرکاری فوجکی گولیون سے تقریباً اسیقدر ہلاک اور زخمی نہ ہوئے جتنی کہ ترکون کے ہاتھ سے ہوئے تھے۔ ہتیار رکھنے اور جہازون پر بیٹھنے کا نام نہ لیا جس وقت یہ لوگ لڑائی سے فارغ ہوتے تو یونانیون مین سفیہانہ خیالات پھیلاتے رہتے۔ انکا افسر اعلیٰ مشہور گیری بالڈی آزادہ کنندہ اٹلی کا بیٹا

اور نائب کمانڈر اطالین پارلیمنٹ کا ممبر ڈی فیلاپس تھا۔ ان لوگون کی شرارت سے تنگ آکر جب آخر الذکر کو ایم ریلی وزیر اعظم نے اپنے دفتر مین بلاکر اوس سے درخواست کی کہ اب مجاہدین سمیت اٹلی کو تشریف لیجاوین۔ تو اوسنے جواب دیا کہ مین اپنے اعلےٰ افسر کے حکم بغیر ایسا نہین کر سکتا جب وزیر نے اصرار کیا تو ممبر صاحب نے تبرے سنانے شروع کیئے۔ اور وزیر موصوف کی بزدلی مرمت کرنیکو تیار تھے کہ پولیس نے اطالین ممبر کو گردن سے آپکڑا اور مدعیان آزادی کو اطالین جنگی جہاز پر سوار کرکے یونان سے اونکی خلاصی کرائی۔

فرانس کے شہرہ آفاق ٹائمز کا اخبار پیرس کے نامہ نگار کے حوالے سے ترکی جنگی تیاریون اور اون کے مدعا کی نسبت حسب ذیل تحریر کرتا ہی:

"جو جنگی تیاریان دولت عثمانیہ برابر کیئے چلی جا رہی ہے اور موجودہ جنگ یونان کی ضروریات سے بدرجہا زائد ہین اسبارہ مین کوئی شک نہین رہنے دیتین کہ اوس کا ارادہ اس قوت عظیمہ کو اس جنگ سے علاوہ استعمال کرنے کا ہے۔ اور اعلیحضرت سلطان المعظم کی نسبت آجکل بیان کیا جاتا ہی کہ حضرت ممدوح نے مصر کو انگریزی قبضہ سے چھڑا کر عملی طور پر اپنے زیر اقتدار کرنے اور اون بلاد اسلامیہ عثمانیہ کو جو انکے قبضہ سے نکل گئے ہین پھر سلطنت کے ساتھ ملالینے اور صرف زبانی ہی نہین بلکہ عملاً خلیفۃ المسلمین بننے کا مصمم عزم کر لیا ہے۔ سلطان المعظم کے اس منشا پر جب ہم جنگی پہلو سے نگاہ کرتے ہین تو دنیا کے مستند ماہران فن جنگ کی رائے یہ پاتے ہین کہ وہ اپنا ارادہ پورا کرنے کیلئے پوری جنگی طاقت رکھتے ہین۔ اور انکی کامیابی مین شک نہین۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ کیا یورپ اون کو ایسا کرنے دیگا سو یہ یقینی امر ہے کہ یورپ اون کو اپنے ارادہ کی تکمیل کی اجازت دیدے گا کیونکہ وزرائے انگلستان کی پرانی مکر و فریب حکمت عملی اور اون کی اس اعتقاد نے کہ ہم کو ہر ایک چیز پر جو ہمارے سامنے آجائے قبضہ و تصرف کر لینے کا حق حاصل ہی۔ کل دنیا کو اون سے آزردہ خاطر کر دیا ہے۔ دنیا مین کوئی واقفکار معاملات جنگ ایسا نہین ہی جس کو انگلستان کے تن تنہا دولت عثمانیہ سے جنگ کرنے کی صورت مین منکسر اور ذلیل ہونے مین شک ہو۔ یہ کسی سے پوشیدہ ہے کہ انگلستان عرابی پاشا کی غیر قواعد دان فوج تک کو سینٹ جارج کے گھوڑون (یعنی چھنچھناتے ہوئے طلائی پونڈون) کی مدد کے بغیر منہدم نہ کر سکا مگر یہ جادو عثمانیہ افسرون اور سپاہیون پر جو اپنی قومیت و جمعیت پر دل و جان سے نثار ہین ہرگز نہین چل سکتا۔ باقی رہا انگلستان۔ ایسی صورت مین اوس کیلئے سخت خطرات حادث ہو جاوین گے۔ اور جو کل دنیا کے جنجال سے بڑھ کر خطرناک امر ہے وہ دینی جنگ کا شروع ہونا ہی۔ پس اگر یہ شروع ہو پڑے۔ اور جنگ کا شرارہ پانچ یا چھ کروڑ مسلمانان ہند تک پہنچ جائے جس کا پہونچنا یقینی ہے (فرانسیسی اخبار نویس نے یہان بے پرکی اڑانی شروع کر دی ہے۔ بفرض محال اگر ایسا ہو بھی جائے اور مسلمانان ہند وفاداری کی انتہائی حد تک پہنچکر بادشاہ وقت کا مقابلہ کرنے پر آمادہ بھی ہو جائین۔ تو کیا اون کا اجتماع پانچ چھ کروڑ بھیڑون کے ریوڑ سے زیادہ وقعت رکھ سکتا ہے؟ اڈیٹر وکیل) اور جس کا روکنا مشکل ہے۔ تو اوس وقت انگلستان کیا کرے گا؟ پس نہ صرف مصر سے اوس کا قبضہ اوٹھ جائے گا۔ بلکہ قریباً تمام مقبوضات بعیدہ سے بھی اور اوس کا رعب و داب کل دنیا سے زائل ہو جائے گا۔ قصہ مختصر دولت عثمانیہ کی اہم جنگی استعدادات کی جن کو اوس نے باوجود یونان کے ساتھ لڑائی ختم ہو جانے کے جاری رکھا ہوا ہے معقول تفسیر یہی ہو سکتی ہے جو یہان کیگئی ہے۔ والسلام"

اخبار سٹینڈرڈ کا نامہ نگار وائنا سے لکھتا ہی کہ کل اسلامی دنیا (جس سے شاید ہندوستان کے مسلمان مستثنیٰ ہون) ترکی فتوحات کی

خیر ایسا ہو جانا اچھا ہے۔ اور اگر ٹرکی کے ساتھ کوئی ناانصافی کی گئی۔ تو اوس کا نتیجہ صلح سے بعد عرصہ دراز تک اپنا اثر دکھاتا رہیگا
فرانس کو اپنی مسلمان رعایا کی پرجوشی معلوم ہوگئی ہے۔ اور اسی لیئے وہ غالباً ٹرکی کے مطالبات کی کوئی زیادہ مخالفت نہین کریگا۔
اسی اخبار کا دوسرا نامہ نگار جون کے شروع مین قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ فرانس کو اوسکی مخالفت کی وجہ سے دربار روم مین علانیہ برا
بھلا کہا جاتا ہے۔ طیونس۔ الجزایر۔ اور مصر کو سے عرب شیوخ اتحاد و اتفاق قومی و اخوت مذہبی سے متاثر ہوکر جوق در جوق اسلامی اتحاد
کو چلے آرہے ہین۔ یہ مذہبی سازشین کچھ عرصہ کیلیئے ملتوی ہوگئی تھین۔ مگر ٹرکی کی فوجی طاقت ظاہر ہو جانے سے وہ پہلے سے زیادہ
مستعدی سے شروع ہوگئی ہین۔ یہ جوش متذکرہ بالا ممالک پر ہی محدود نہین۔ بلکہ دوسرے مسلمان ملکون مین بھی موجود ہوگیا ہے اور
انہین بھی ایسی یوروپین طاقتون کی توجہ کو جو مسلمان رعایا رکھتی ہین۔ ٹرکی سے ہٹانے کے لیئے ان مذہبی سازشون کی گرم
بازاری ہے۔

پرنس بسمارک نے اپنی رائے ظاہر کی ہے کہ تھیسلی یونان کو ہرگز نہ واپس دی جائے۔ اگر ایسا ہوا تو بلگیریا۔ سرویا وغیرہ بھی موقعہ ملنے
پر ٹرکی کے مقابلہ پر کھڑی ہو جاوینگی۔ کیونکہ اون کو اطمینان ہوگا کہ شکست کھا جانے پر بھی ہمارا نقصان تو کچھ ہونا نہین۔ بعض
انگریزی اخبار قیصر جرمن کی دوستی کی وجہات مین سے چند یہ بتاتے ہین کہ جرمنی کل عثمانیہ ریلوے کو اپنے اقتدار مین کرنا چاہتی ہے جس سے
نہر سویز بالکل بیکار ہو جاوے گی۔ اور مشرقی یوروپ اور کل ایشیا کی تجارت جرمنی کے ہاتھ مین چلی جاوے گی۔ جرمنی سالونیکا سے ہندوستان
تک جہازون کی آمد و رفت کا سلسلہ قایم کرنے کی خواہشمند ہے۔ وہ یونان کو اسی لیئے ذلیل کر رہی ہے کہ موجودہ خاندان معزول ہو جائے
اور وہ جرمنی کی کسی ریاست کے شہزادے کو یونانی تخت پر بٹھلائے جس سے جرمنی کا اقتدار جنوب مشرقی یوروپ مین اور بھی مستحکم ہو جائے
مگر یہ سب فرضی باتین ہین۔ اسمین کوئی شک نہین کہ انسان بالطبع خود غرض ہوتا ہے اور بتقاضائے فطرت جرمنی ٹرکی کی دوستی سے بہت
کچھ فوائد حاصل ہونے کی توقع رکھتی ہے لیکن قیصر کی سچی محبت اور خالص رفاقت کو محض خود غرضی پر مبنی بتانا انسانی شرافت کا
خون کرنا ہے۔

جنگ روم و یونان سے ظاہری اقتدار و عظمت مین ترقی ہو جانے کے علاوہ ایک اور عجیب و غریب فایدہ بھی ٹرکی کو پہنچا ہے
یوروپ کی بعض ناعاقبت اندیش طاقتین (دینکے نیتی پابند نہین ہے) اور بعض نوجوان ترکی رعایا عرصہ سے یہ تقاضا کر رہی ہین کہ ٹرکی مین
پارلیمنٹری اصول کو حکومت مین داخل کیا جاوے۔ مگر اب اون لوگون کو معلوم ہوگیا ہے کہ ہر ملک و ہر قوم کے لیئے جو امر لنڈن مین مفید ہو وہ
بالضرور بغداد مین مفید نہین ہو سکتا۔ اس اصول کی اون کو یونان کی طرز حکومت سے پوری تصدیق ہوگئی ہے۔ پارلیمنٹری حقوق ملے ہوئے
۵۰ برس کے قریب ہوگئے ہین مگر وہ ایسے غیر مفید بلکہ مضر ثابت ہوئے ہین کہ ہمارے شیدایان آزادی اب اپنے منھ سے کہہ رہے ہین کہ
یونان کی طرز حکومت مطلق العنان کر دینی ضروری ہے۔ ورنہ ملک کی کبھی اصلاح نہین ہو سکے گی۔

فرانس کا اخبار موسومہ ڈی ماٹن (لفظی معنے علی الصبح) ہو نمبر ۱۵ مئی ایک مضمون بعنوان "بیداری اسلام" تحریر کرکے دنیائے عیسائیت
کو متنبہ کرتا ہے کہ اگر وہ مسلمانون کو اور زیادہ مہلت دین گے اور اون کو بکلی برباد نہ کر دینگے۔ تو عنقریب کل دنیا کی مسلمان

متفق ہوکر عیسائیون کو نیست و نابود کر دین گے۔ اخبار مذکور کی رائے مین عساکر عثمانیہ کی تازہ فتحیابی نے مسلمانون کو بیدار کرنے مین بہت مدد دی ہے۔ لیکن اس سے پہلے بھی مسلمان غافل نہین تھے۔ انکی تعداد اور پولیٹیکل طاقت مین ہر وقت کچھ نہ کچھ ازدیاد ہوتی رہتی ہے چنانچہ پچھلے پچاس برسون مین افریقہ کے وسط مین تین عظیم الشان اسلامی سلطنتین قایم ہوگئی ہین۔ مہدی کی سلطنت سوڈان نیلی (مشرقی سوڈان) مین۔ سنوسی کا حکومت طرابلس الغرب کے نواح مین۔ اور ربآح (غلام زبیر پاشا سابق مصری گورنر سوڈان) کی مملکت جھیل چاڈ کے اردگرد۔ ان تینون سلطنتون کے ذریعہ افریقہ مین اسلام بسرعت تمام پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ ربآح کا دار الخلافہ کوکا مین ہے۔ اور اوس کا مذہبی اقتدار تمام علاقجات خط استوا کی وسیع قومون پر ہے۔ اور اوس کے نایب کل ممالک ملحقہ مین اسلام کی اشاعت کر رہے ہین پہلی دونون مملکتون کا اقتدار ریاست واڈکلائی (جس کا بادشاہ مع رعایا تین چار برس ہوئے مسلمان ہوگیا تہا۔ یہ سوڈان کے جنوب مین واقعہ ہے) سے لیکر وادی نوبہ تک بالاستقلال قایم ہوچکا ہے۔ اور شیخ سنوسی کے جانشین امام جغبوب رئیس سنوسیین کا اثر ممالک الجزائر وغیرہ مین بدرجہ کمال سرایت کر گیا ہے۔ یہ درست ہے کہ سنوسی مسلمانون کو عیسائیون کے برخلاف علانیہ فساد کرنے کی تلقین نہین کرتے۔ مگر وہ مسلمانون کا عیسائیون کے ماتحت رہنا بھی پسند نہین کرتے۔ اور الجزائر وغیرہ کے مسلمانون کو جو فرانس کی ماتحت مین۔ دار الحرب (یعنی ممالک کفار) سے نکلکر دار السلام (ممالک مسلمین) مین چلے جانے کی دعوت کرتے رہتے ہین۔

عساکر عثمانیہ کی فتح سے دار الخلافہ عثمانیہ سے لیکر فیض (پایہ تخت مراکو) تک اور بغداد سے لیکر پنجاب تک اور کلکتہ سے لیکر مبکٹو (مغربی افریقہ مین جھیل چاڈ کے قریب بہت بڑا شہر) تک تمام مسلمانون مین جوش پیدا ہوگیا ہے۔ اور مسلمانون کو خلافت عثمانیہ کی امداد و اعانت کا اسقدر خیال ہوگیا ہے کہ اس برس شریف مکہ تک نے جو ہر سال باب عالی سے بیش بہا ہدایا اور انعام و اکرام پانیکا عادی ہو رہا ہے تحفے لینے سے انکار کر دیا کہ یہ روپیہ بھی سلطنت کی تقویت پر خرچ ہو۔ اسیطرح ٹریپولی (طرابلس الغرب) ٹیونس۔ الجزائر۔ مراکو اور مصر کے مسلمانون مین بھی سلطنت علیہ کی معاونت کرنے کے لیے زبردست تحریک شروع ہوگئی ہے۔

الغرض اخبار مذکور اسیطرح کے بہت سے وقعات گنکر جن کو وہ بیداری اسلام کی وجہ ثبوت مین پیش کرتا ہے عیسائیون کو مندرجہ بالا نصیحت کرکے دنیا کو اپنی بے تعصبی۔ امن پسندی۔ اور ہمدردی بنی نوع انسان کا ہی ثبوت نہین دیتا بلکہ ظاہر کر رہا ہے کہ تعصب مذہبی کے مرض ناہنجار فقط اینگلو انڈین اخبارات ہی کے شامل حال نہین ہین۔ اور وہی عیسائیون کو مسلمانون کے برخلاف بہکانے مین مشتاق نہین بلکہ کل عیسائی اخبار نویسون کی یہی کیفیت ہے۔ امداد عاقبت اندیشون سے سخت اندیشہ ہے کہ ہر وقت یہی باتین سناتی رہتی ہے ایکدن عیسائیون اور مسلمانون کو آپس مین لڑا کر رہین گے۔ ہان خداوند کریم اگر اون کو ہدایت عطا کر دے تو دوسری بات ہے۔

پیرس کا اخبار السلطان تحریر کرتا ہے کہ یہ امر پوشیدہ نہین ہے کہ جب سے اعلیحضرت سلطان **عبد الحمید خان** تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے ہین۔ مسلمانون کی جمعیت کو یکجا کرنے مین ساعی ہین ملک روس و چین و ایشیا اور افریقہ کے کل مسلمانون اور اون کے درمیان سلسلہ رابطہ و اتحاد قایم ہوگیا ہے اس وقت حضور ممدوح کی خدمت مین مسلمانون کے بیشمار سفیر اور علما موجود ہین۔ انہین مراکو ترکستان اور ہندوستان کے باشندے بھی ہین۔ اور جماعت مذکور اپنے ہموطنون کو یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتی رہتی ہے کہ دولت علیہ کل اسلامی

زمین کی طاقتوں سے زبردست اور مضبوط ہے۔ مسلمان میرے کام لیکر منتظر رہین۔ ان کو آزادی و لائبرلی یہی سلطنت بخشے گی جو پچھلے قرنون
حضرت جلالتمآب نے ایک اسلامی مجلس منعقد کی تھی جس مین کل آباد دنیا کے مسلمانون کے نائب موجود تھے۔

اس کے بعد وہ مفروضہ مظالم آرمینیا وغیرہ سے سلطان کے مذہبی اقتدار کی مضبوطی کا استدلال کر کے عیسایان عالم و دول یورپ
کو ملامت کرتا ہے کہ اونہون نے اس پائدار اور قیام امن و امان عالم کے مدعی اخبار کی نصیحت کو قبول کر کے ابتدا ہی مین مسلمانون کی
ایسی تحریک کو کیون نہ روکدیا۔ اور شروع مین ہی ننتر ایجا صلح کو مقرر کر کے سلطان کو اونکی ماننے پر کیون نہ مجبور کیا کہ آج وہ اس طرح بحیثیت
فاتح زبردستون سے ایسی گفتگو کرکے اپنا سکہ اور زیادہ اسلامی دنیا پر نہ بٹھا سکتے۔

# فصل ہفتدہم (۱۷)

## مسٹر اشمیلڈ کی لاریسہ سے روانگی و گرفتاری

مسٹر موصوف لکھتے ہین:- ہم تاریخ ۴ مئی دوشنبہ کی صبح کو آخری مرتبہ لاریسا سے روانہ ہوئے
مین اس امید سے کہ سات بجے روانہ ہو جاؤنگا ساڑھے پانچ بجے بیدار رہوا۔ لیکن اسباب باندھنے
اور اون چھوٹے چھوٹے معاملات کی انصرام مین جو ہمیشہ عین روانگی کے وقت سر آ نکلتے
ہین۔ اتنی دیر ہو گئی کہ ہم ساڑھے نو بجے سے پہلے نہ روانہ ہو سکے۔ ہم تیار ہو چکے تو ہمارے
اسکورٹ کے چار ون سوار ابھی تک نہ آئے تھے جن کو رکوڈ بک بمشکل تلاش کر کے جمع کر سکا۔ اس طرف سے اطمینان ہوا تو اب اپنے لوگون
رفقا سے الوداعی صاحب سلامت کرنا باقی رہتا تھا۔ مسٹر براون کی سٹاف سے ہم ان کو رخصت ہو چکے تھے۔ مسٹر بگھم اور ویلڈن پیدل
ہمین رخصت کرنے آئے۔ اور نہایت تپاک سے ملے۔ مسٹر گوین اور سٹیونس زین سوار الوداع کہتے آئے۔ ان انگریز نامہ نگارون سے
جو ترکی فوج کے ساتھ تھے بڑھکر ملنسار خوش طبع اور شریف انسانون کا دستیاب ہونا آسان نہین۔ غیر ملک مین ایک ہی قوم کے افراد
مین ایسی جلدی مروت و موانست پیدا ہو جاتی ہے کہ اسے دیکھکر بلا شبہ حیرت ہوتی ہے۔ ہم اپنے دوستون سے بلا بہ الغولی تاسف کے
ساتھ جدا ہوئے۔ مسٹر گوین اور سٹیونس کا منشا کچھ دور ہمارے ساتھ جانیکا تھا۔ اور اسی لیے غالباً وہ سوار ہو کر آئے تھے۔ مگر ہمارا ارادہ
جی شہر سے نکلکر غلط سڑک پر ہو لیا۔ اور ینار ریح وہ ہمین نہ ملسکے۔

چلتے چلاتے پونے دس ہو گئے۔ ہماری جماعت اپنر مشتمل تھی۔ اتیس مین رکھوڈ بک۔ اسمعل کے چار سوار۔ ادمنظبیہ کا آدمی ترجمان
محکمہ پولیس ایلیا۔ ایک ارابہ بھی ساتھ تھا جسپر ہمارا اسباب تھا۔ بظاہر وہ نہایت سالخوردہ اور بوسیدہ سا نظر آتا تھا۔ مگر ساری مسافت
اوس نے بخیریت طی کی۔ حالانکہ سڑکین ایسی خراب تھین کہ کوئی یوروپین ساخت گاڑی بھی ان پر بمشکل سلامت رہتی یا کم از کم ایسی اچھی طرح

خدمت نہ دے سکتی ۔

**وادی ٹمپہ** چار گھنٹون کے پرصعوبت سفر کے بعد جس مین گرمی سے بہت تکلیف ہوئی ہم دو بجے موضع آیا مین جو وادی ٹمپہ کے دہانہ پر ہے پہونچے ۔ وہان کے باشندے ہمین پھر دیکھکر بہت خوش ہوے ۔ اور ہمارا شکریہ ادا کیا کہ ہمنے مشیر سے درخواست کرکے ڈاکوون سے اونکی حفاظت کے لیے نظام فوج کا دستہ وہان بھجوا دیا ۔ آیا سے ہم ساڑھے تین بجے روانہ ہوے خوبصورت وادی مین سفر بڑے مزے سے کٹا ۔ سڑک چندان عریض نہین دریا پنی اس کے برابر جاتی ہے ۔ دریا کا دھارا جو تھیسلی کے میدان سے آتا ہو اوسا کی سر بفلک اور عمودی چٹانون کے بیچون بیچ وادی مین داخل ہوتا ہے یہان بہت تیزی اور جوش کے ساتھ بہتا ہے ۔ اور اوسکی دونون طرف پہاڑ مینار کیطرح بادلون تک چلے گئے ہین ۔ دونون کنارون پر درختون کی خوشنما قطارین کھڑی ہین اور جابجا سرسبز مرغزار ہین منظر کی یکرنگی کو دور کرکے اوسکی دلفریبی کو بڑھا رہی ہین ۔

**امبیلاکی** قصبہ امبیلاکی سے آگے وادی مین آبادی زیادہ نہین ہے یہ اس ضلع کا سب سے بڑا شہر ہے ۔ دنیا مین اور بہت ہی کم شہر ایسے محفوظ یا دلفریب موقع پر واقع ہین ۔ وہ وادی ٹمپہ کی دہنی یعنی جنوبی جانب کی چٹانی پہاڑی کے مین چوٹی کے قریب ایک چھوٹی سی سطح مرتفع پر جو آسمان سے باتین کر رہی ہے ۔ آباد ہے متصلہ دیہات کی عورتین اندنون جبتک کہ ان کو ترکی فوج کی خوش اطواری کیطرف سے اطمینان نہ ہوگیا یہین پناہ گزین رہتی ہے ۔ ہمین ایسے دلچسپ اور دلفریب شہر کو نہ دیکھ سکنے کا بہت افسوس رہا ۔ وقت تنگ ہو رہا تھا ۔ اور ابھی بہت فاصلہ طے کرنا باقی تھا جنوبی سرے کیطرف وادی ٹمپہ زیادہ فراخ ہوگئی ہے ۔ اور وہان اوس کا منظر بھی نسبتاً بہت لطیف اور خوشنما ہوگیا ہے ۔ درہ کی چوٹی سے دریا کا نظارہ عجب دلکش دکھائی دیتا ہے جو نشیب مین ایک جھیل بناتا ہوا آگے بڑھتا ہے ۔ یہ جھیل چارون طرف سے کمال سرسبز مرغزارون اور صنوبر کے درختون سے گھری ہوئی ہے اور اوس کا منظر ہوبہو انگلستان کی جھیلون کیطرح درخشان فرحت بخش اور گوناگون ہے بلکہ اون پر یہ فوقیت رکھتا ہے کہ یہان کا مطلع عموماً شفاف اور بے ابر ہوا صاف و بلا غبار رہتی ہے ۔

ہم پینی آس کے پل پر ساڑھے پانچ بجے کے قریب پہونچے یہان وادی اور بھی فراخ ہوگئی ہے ۔ اور سرسبز و فرحت بخش مرغزارون کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے ۔ اونپر بیشمار مویشی اور بھیڑین چر رہی تھین ۔ اور کئی کھیت پختگی کے قریب کھڑے تھے ۔ پل کو شکستہ دیکھکر ہمارے اوسان خطا ہوگئے ۔ پچاس ایک ترکی سپاہی دیہاتیون کو لیکر ملبہ کو آہستہ آہستہ ہٹا رہے ہے اور پل کی یونہی برائے نام مرمت کر رہے تھے مگر گھوڑے اوسپر سے بالکل نہین گذر سکتے تھے گاڑیون کا تو کیا ذکر ہے ۔ صرف نہایت چالاک اور پھرتیلے پیادہ پا مسافر تیتے ہوے ملبہ کے ایک ڈھیر سے دوسرے ڈھیر تک چھلانگین مارتے جانے سے دریا کو جو نہایت تیزی اور جوش و خروش سے بہہ رہا تھا عبور کر سکتے تھے ۔

یونانی دہقانیون نے جو عثمانیہ سپاہیون سے خوب گھلے ملے نظر آتے تھے ہمین بتایا کہ سانیسی مین ہمین آسانی کشتی ملجائے گی یہ گاؤن دریا کے جنوبی کنارہ پر اور دو گھنٹون کی مسافت پر آگے تھا ملا دیا ۔ پلاٹامونا کی سڑک اس پل سے گذرتی ہے جو اب ٹوٹا ہوا تھا ۔ پلاٹامونا

اسی سڑک کے راستہ پل سے وہ ایک گھنٹون کی مسافت پر شمال مشرق کیطرف تھا۔ یہ ساحلی سڑک پر پہلا ترکی قصبہ ہے۔ ساغیسی سے بلا پانوا براہِ سمندر دس بارہ میل ہے۔ اس رستہ دریا پہنچیا اس کے دہانہ سے گذر کر اُدھر جانا پڑتا ہے ؛؛

**ایک خوبصورت یونانی دوشیزہ**

ساغیسی کی سڑک بہت بُری حالت مین تھی۔ اکثر جگہہ ارابہ کا چلنا تقریبًا محال تھا۔ سڑک کی حالت سے صاف واضح ہو رہا تھا کہ یونانیون نے پسپائی کے وقت عمدًا اوسے جا بجا توڑ دیا تھا۔ یہ علاقہ نہایت زرخیز تھا۔ ہم کئی بہت بارونق دیہات کے پاس سے گذرے جن کے سب باشندے اپنے اپنے مساکن مین موجود تھے۔ مرد ترکی ٹوپی والون کی جماعت کو آتا دیکھکر عمومًا سڑک سے ایک طرف ہو جاتے مگر عورتین جسب معمول ایسی با ادب نہ تھین۔ نہ اون کو مردون ایسا خوف تھا۔ اونمین سے اکثر ہمین دیکھنے کیلئے گھرون سے دوڑتی ہوئی نکلکر بیباکانہ اپنے دروازون یا سڑک پر کھڑی ہو جاتین۔ سڑک کے اوپر ایک کھیت مین ایک خوشنما مکان کھڑا تھا۔ ایک نہایت ہی خوبصورت یونانی لڑکی اندر سے نکل کر اوس کے دروازہ پر کھڑی ہو گئی۔ اور بطور نشانِ سلام و خوش آمدید ہماری طرف رومال ہلاتی رہی۔ کل تھسلی مین ہمنے صرف یہی ایک خوبصورت عورت دیکھی۔ مگر ہمین جلدی تھی۔ اور تاریکی شروع ہو گئی تھی۔ ہم اوس سے بات چیت کرنے کیلئے نہ ٹھیر سکے۔ ہمارے پاس کوئی ایسے مرد گذرے جو بقول ڈروڈ ایک سپاہی رہ چکے تھے۔ انمین ایک ایسا خوبصورت اور شمیلا جوان تھا کہ مین نے ویسا خوبصورت اور کسی یونانی کو نہ دیکھا۔ وہ ٹوپی کو نوجی آن بان سے سر پر ٹیڑھے خوب اکڑا ہوا پاس سے گذر گیا۔ میرے ترک رفقاء کو تو شاید اوس کی اکڑ پسند نہ آئی ہو۔ مگر مین اوسے دیکھکر بہت خوش ہوا کہ بارے مین نے ایک یونانی تو سپاہیانہ دیکھا۔ جس کا انداز سپاہیانہ تھا۔ اور جس کی شکل سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ لڑ سکتا اور لڑنے پر تیار ہے ۔

دیہات اور جنگل مین سؤر با فراط تھے جن کو دیکھکر ڈروڈ بک اور سلیمان بہت ناک بھون چڑھاتے ہے۔ یہ ناپاک جانور دیکھکر طبعًا ہر مسلمان کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ آغاز محاربہ کے وقت سے ہمارے متین و متحمل مزاج لفٹننٹ نے کبھی پہلے اسطرح اپنی پیشانی پر بل نہین پڑنے دیا تھا۔ اور نہ وہ کبھی ایسا بیحوصلہ ہوا تھا۔ نفرت و تنفر ظاہر کرنے کیلیے اوس نے طرح طرح کی حرکتین کین۔ کبھی ناک بھون چڑھاتا کبھی تھوکتے اور کبھی کھانستے اور کبھی گویا ان غلیظ جانورون کی بو کو دماغ سے خارج کرنیکیلیے ناک صاف کرنے لگ جاتا۔ ایلیا کو یہہ دیکھکر خاص دل لگی ہاتھ آگئی۔ راستہ مین جونہی اوسکو کسیطرف خنزیر نظر آتا۔ وہ خواہ مخواہ ڈروڈ بک کی اوسطرف توجہ کرا دیتا۔ اور ہر نئے سؤر کو دیکھکر ڈروڈ بک پر پھر وہی کیفیت از سر نو طاری ہو جاتی۔ یہ دیکھکر ابلیس ہنستے ہنستے لوٹ جاتا۔ اور ایلیا بھی بظاہر سنجیدہ ہو کر خوب مزہ لیتا۔ سعد کل عالمی مذہب کھنی الا آدمی تھا۔ اگرچہ وہ سؤر کو پسند نہین کرتا تھا۔ لیکن بھوکہ رہنے کی بجائے بلا تامل اوس کا گوشت کھا جاتا۔ مگر ڈروڈ بک میرے خیال مین بھوک سے مر جانا قبول کرتا۔ مگر اس ناپاک چیز کو کبھی ہاتھ تک نہ لگاتا ؛

**باشندگان زاغیسی**

زاغیسی (دیاکسی) ہم پونے آٹھ بجے پہونچے۔ اوس وقت شام پڑ چکی تھی شہر آدمیون سے بھرپور تھا۔ جو ہمارے گرد جمع ہوگئے۔ مگر مقامی حکام کا کہین پتہ نہ تھا۔ مین نے دریافت کیا کیا۔ یہان کوئی یونانی حاکم ہے؟ جواب ملا نہین۔ اعلےٰ حاکم ایک ترک ہے۔ جو ایک گھنٹہ کے فاصلہ پر وادی کے بالائی حصہ مین رہتا ہے

مین نے کہا پلاٹاموتا جانے کیلیے ہمین ابھی ایک کشتی چاہیئے۔ روڈوف بک اور سواروں کو اون یونانیون کی کثرت تعداد سے جو ہمارے گھوڑون کے گرد جمع ہوگئے کسیقدر تردد سا پیدا ہوگیا۔ آیلیا جو یونانی جانتا تھا کشتی بہم پہنچانے کے معاملہ مین مصروف ہوگیا ہم ایک کھلے قہوہ خانہ مین چلے گئے۔ اور وہان روٹی۔ قہوہ اور کچھ شراب پی۔ تمام باشندے قہوہ خانہ مین امڈ آئے۔ اور ہمارے گرداگرد بیٹھکر ہمین اسطرح سے گھورنے لگے کہ گویا ہم اونکی نگاہون مین عجیب الخلقت جانور تھے۔

آخر چند آدمیون نے کشتی بہم پہنچانا منظور کر لیا۔ رات سخت تاریک تھی۔ گھاٹ تک ہمین اسکا باپ بمشکل پہونچایا۔ چار نوجوان ترکوں نے جنکا باپ وہان آباد ہوگیا تھا خود بخود بلا درخواست ہمارا اسباب کشتی تک پہنچا دیا۔ پھر روڈوف بک اور اپنے وفادار سوارون سے آخری صاحب سلامت کرکے جو اتنا عرصہ ہمارے ساتھ رہے تھے ہم کشتی پر سوار ہوگئے۔ روڈوف نے پلاٹاموتا تک ہمارے ساتھ کشتی پر جانا چاہا۔ اوسے خیال تھا کہ اوہم پاشا کی ہدایات کے مطابق کم ازکم ہمین دوسری ترکی چوکی تک بخیریت پہونچا دینا اوسپر واجب ہی۔ مگر مین نے سوارون کو ایسے گانون مین جہان یونانی بکثرت آباد تھے۔ اور وہ ترکون کے کوئی ایسے دوست نظر نہ آتے تھے اکیلا چھوڑنا مناسب سمجھا۔ ایسی جگہ دونون مین سے کسی فریق کا زیادتی پر مائل و آمادہ ہوجانا بعید از قیاس نہ تھا۔ بنا برین مینے روڈوف کو ساتھ لیجانا منظور کیا۔ اور اوسے نصیحت کی کہ اگر گھوڑے اس قدر مسافت طے کرسکین تو وہ رات گانون مین نہ ٹھیرے بلکہ شکستہ پل کو جہان ایک ترکی دستہ مامور تھا ہٹ جائے۔ روڈوف بک بڑا خوش نصیب تھا کہ ہمارے ساتھ نہ آیا کیونکہ ترکی فوجی افسر ہونے کی وجہ سے وہ جاتے ہی اسیر جنگ تصور ہوتا۔ بعدمین ہم نے سُن لیا کہ وہ اوسی رات پل کو ہٹ گیا۔ اور اسطرح ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ رہا۔

جہاز پر رات

کشتی خاصی جسامت کی تھی اور چپون سے چلائی جاتی تھی۔ مین نے اوسی پر پلاٹاموتا جانیکا عزم کرکے کشتی والون کو اوسے حتی الامکان تیز چلائے جانے کی تاکید کی۔ مگر اونہون نے کہا کہ ہم تمہین ایک چھوٹے سے دو مستولی بادبانی جہاز پر پہونچا کر واپس ہٹ جائین گے۔ مین نے اونکو اس عزم سے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن بیسود۔ پھر سمجھایا کہ آندھی بالکل نہین۔ اور ہم دو تین گھنٹون مین بآسانی یہ فیصلہ طے کرین گے۔ آیلیا نے کہا۔ یہ بالکل ناممکن ہی سمندر خطرناک ہے۔ اور ہمین بالضرور جہاز پر جانا چاہیئے۔ رات کی تاریکی اور یونانی ملاحون سے گفتگو نہ کرسکنے کی وجہ سے مین بالکل بے بس تھا۔ لہ مجبوراً جہاز پر سوار ہوگیا۔ ہمین بعد مین جسقدر صعوبتین اور تکلیفین پیش آئین وہ سب اسی غلطی کا نتیجہ تھین۔ آیلیا کی نسبت ہمین بعد مین معلوم ہوا کہ وہ بحری سفر کا عادی نہ تھا۔ اور سمندر سے بہت ڈرتا تھا بنا برین اوس نے ایک چھوٹی سی کشتی پر جہاز کو زیادہ ترجیح دی۔

اس جہاز کی نسبت بعد مین تقریباً یقینی علم ہوگیا کہ وہ ہمکو گرفتار کرنے کی سازش مین شامل تھا جب ہم ترغیسی پہنچے اوس وقت سمندر مین کسی یونانی جنگی جہاز کا نام و نشان نہ دکھائی دیتا تھا مگر غالباً خاص مقصد ساحل کے کنارہ کنارہ قریب ترین یونانی جہازات کو ہماری آمد و روانگی کی خبر پہنچانے کیلیے بھیجدیئے گئے۔ اور اس اطلاع کا وہ نتیجہ ہوا جو آگے مذکور ہے۔ جہاز کے بادبان کھول دیئے گئے۔ مگر ہوا اسقدر تیز نہ تھی کہ جہاز کچھ معقول حرکت کرسکتا۔ آیلیا نے تو کمسپر ہمارے لیئے اوٹھے سے بستر بچھا دیئے اور ہم تینون

جس ہیئت مین تھے اوسیطرح کپڑون سمیت لیٹ گئے مین اور ایلس دونون بدقسمت۔ اور اتیلیا ہمارے قدمون کیطرف لیٹا۔ مجھے یونانی
ملاحون پر پورا اعتبار نہ تھا۔ بنا برین ہمنے اپنے پستولون کو نکال کر پاس رکھ لیا کہ ضرورت کے وقت اون سے فوراً کام لیا جا سکے
اتیلیانے جاگتے رہنے کا وعدہ کیا۔ مگر وہ اور ایلس جلد خوب میٹھی نیند سوگئے جسنے مجھے پہرہ کا کام دینا پڑا۔ مین کبھی اونگھنے لگ جاتا
اور کبھی آنکھین کھول لیتا۔ تمام رات جہاز چلتا رہا۔ پانی کی لہرین خاصی تیز تھین مگر ہوا بہت کم تھی۔ آدھی رات کے بعد سخت سردی پڑنے
لگ گئی جس نے مجھے پھر نہ سونے دیا۔ جب صبح ہوئی تو مینے کلمۂ شکر پڑھا مگر جب کسیقدر روشنی تیز ہوئی تو مین یہ دیکھکر ہکا بکا رہ گیا کہ
گو ہم چھ میل کا فاصلہ طے کر آئے ہین مگر ہین ابھی کم وبیش راس غنیمی کے ہی سامنے۔ اور کہ پاپالتاموتا اور اوس کا سفید مربع قلعہ جس پر
پندرہ دن ہوئے یونانیون نے فضول گولہ باری کی تھی جہاز کے دماغہ کیطرف سو ہمسے ابھی آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مین نے اتیلیا کو
جگاکر کہا کہ مناسب ہوگا کہ ہم اوس کشتی پر جو جہاز کے پیچھے بندہی چلی آتی ہے سوار ہو جائین۔ اور اوسے کھیتے ہوئے پاپالتاموتا جا پہونچین
مگر اتیلیانے اس تجویز کو خطرناک قرار دیکر مسترد کر دیا۔ مین شاید اونکی مخالفت کی پروا نہ کرتا مگر جب دیکھا کہ کشتی پر ہم تینون تو سوار
ہو سکتے ہین مگر اسباب کیلئے کوئی جگہ نہین تو مینے بھی یہ ارادہ ترک کر دیا۔ یونانی ملاحون نے دو چپے نکالکر بظاہر جہاز کو اون سے بھی
چلانے کی کوشش شروع کر دی۔ اسپر بھی جب جہاز کی رفتار مین کوئی فرق دکھائی نہ دیا۔ تو ایک چپو مین نے خود پکڑ کر کھینا شروع
کر دیا۔ اور اسی طرح پانچ گھنٹون کی محنت و کوشش سے ہم پاپالتاموتا کے خاصے قریب پہونچ گئے۔ اور وہ صرف دو اڑہائی میل
کے فاصلہ پر رہ گیا۔

اوس وقت دس بجے کا عمل تہا کہ جہاز کے یونانی ناخدانے کہا مین نے دو جنگی جہاز ساحل کے برابر راس غنیمی کو جاتے دیکھے ہین ہمنے
نہایت غور سے ادہر دیکھا مگر کوئی جہاز دکھائی نہ دیا۔ لیکن ایک گھنٹہ بعد سچ مچ تین جنگی جہاز نمودار ہو گئے جن مین سے دو سیدھے ہمارے
جہاز کیطرف چلے آرہے تھے۔ یونانی ملاحون نے کہا یہ طالین جہاز ہین۔ یونانی نہین ہین۔ یہ ہمین دھوکہ دینے کیلئے کہا گیا تاکہ ہم کشتی پر سوار ہو
جانیر نہ ہو جائین۔ لیکن اونکا یہ اندیشہ غلط تہا۔ ان جہازون مین ایک تارپیڈو کشتی تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان کشتیون کی رفتار بہت
تیز ہوتی ہے۔ اور دم وہ ہمسے دو میل سے زیادہ فاصلہ پر نہ تھے۔ اور اگر ہم کشتی پر بھاگنے کی کوشش بھی کرتے تو اون سے نہین بچ سکتے تھے۔
مزید بر آن وہ ہمین گرفتار کرنے کا کوئی استحقاق نہ رکھتے تھے۔ اور ہم ساحل کے کنارہ کنارہ سفر کرنے کا کامل اختیار رکھتے تھے۔ ہم غیر مصاف کنندہ
اشخاص تھے۔ اور کسیطرح جہادت کی ضوابط کی خلاف ورزی نہین کی تھی۔ علاوہ برین تب تک ساحل کے بحری محاصرہ کا اعلان بھی نہین ہوا تھا

## یونانی جہاز احاطہ کر لیتے ہین

جنگی جہاز بسرعت بڑھے آرہے تھے۔ ساڑہے گیارہ بجے سب سے اگلے جہاز نے جو
ایک پرانی قطع کا بڑا اگنبوٹ تہا ہمارے جہاز کو کھڑا ہو جانے اور بادبانون
کو نیچا کر دینے کا حکم دیا۔ ہمارے جہاز کے ناخدا نے اس حکم کی فی الفور تعمیل کر دی۔ جسپر اگن بوٹ کے کپتان نے ہم سب کو اوسکے پاس چلے آنیکا حکم
دیکر ہمارے لیجانے کیلئے دو کشتیان مسلح ملاحون سے بھرپور ہمارے جہاز کے پاس بھیجدین۔ مینے جانیسے انکار کرکے کپتان کو فرانسیسی مین
کہا ہم غیر مصاف کنندہ ہین اور براہ سالونیکا انگلستان کو جا رہے ہین۔ اور ہمین اپنے سفر کو جاری رکھنے کا پورا پورا استحقاق حاصل ہے

اس مین کلام نہین کہ ہمارے ساتھ ہمدردی - ترکی ٹوپی پوش ترکی پولیسمین کے ہونے کی وجہ سے ہمارے گرفتار کنندگان کو دلون مین ہماری طرف سے شبہہ پیدا ہوجانا ضروری امر تھا - یونانی طبعًا نہایت شکی مزاج ہین - اور بعض اوقات اس بارہ مین بچون سے بھی بڑھ جاتے ہین - آیلس اور ہینے گیج گرمی کی وجہ سے جو سمندر پر میدانون سے زیادہ تکلیف دہ تھی - ترکی ٹوپیان اوتار کر چوڑی فرنگیانہ ٹوپیان پہن لی تھین - بحث اور گفتگو ہوتی رہی - اور دریینولا یونانی جہاز کل توپین اور تارپیڈو کی نالیان ہماری طرف سیدھی کیئے ہوئے ہمارے گرد چکر لگاتے رہے - اور کپتان اور اوس کے ماتحت افسر کبھی ہماری منت سماجت کرتے اور کبھی دھمکیان دیتے رہے ملاح ہمارے جہاز کے خزانہ کا تختہ اوٹھا کر نیچے اتر گئے - ہمارا اسباب وہان غلہ پر رکھا ہوا تھا جب انہون نے گراس تفلین اور یونانی تلوارین جو آیلس نے البانویون سے خرید کی تھین وہان دیکھین تو نہایت اشتعال خاطر ہوگئے - اور اس قسم کی اور چیزین ملنے کی توقع سے ہر طرف غلہ مین سنگینین گاڑنے لگ گئے - ہینے اپنا پروانہ راہداری یونانی افسرون کو معاینہ کیلئے بھیجکر کہا کہ مین پارلیمینٹ کا ممبر ہون آیلس اور آیلسنے بھی یونانی افسرون کو چلے جانے کیلئے بہتیرا سمجھایا - اور کہا کہ مقابلہ ناممکن ہے - مگر مین نے نہ مانا - اور کہہ دیا کہ اپنی مرضی سے کبھی نہ جاونگا - جبراً لیجاؤ تو لیجاؤ - مگر گرفتار کنندہ اگن بوٹ کا بھی وہی نام تھا جو اوس دریا کا تھا جس کے پل کے ٹوٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے ہمکو اس مصیبت مین گرفتار ہونا پڑا تھا - مینے اس کے کپتان سے آخر حلفی وعدہ کیا کہ اگر ہم جلد تر تھسالینکا سفر جاری رکھنے مین وہ ہمین ہر طرح سے حتی الامکان مدد دیگا - اور سہولت پیدا کرنے کی کوشش کرے گا - اوس نے اس وعدہ کو پھر با آواز بلند دوہرایا تاکہ کسیطرح کی غلطی رہجانیکا امکان نہ رہجائے - اسپر ہم مینی اس کی کشتی پر سوار ہوکر اگن بوٹ کو چلے گئے - زینہ کے محافظ لفٹننٹ (نوبت چی ملازمی) نے مجھ سے ریوالور طلب کیا مگر مینے انکار کردیا - اور جہاز ایونیا پر وولو سے روانہ ہونیکے وقت تک اوسے اپنے پاس رکھا کپتان خوش اخلاقی سے پیش آیا - ہمنے اُسے پرانی طرز کا تجربہ کار ماہر ملاح پایا - اور میالیس نام رکھتا تھا - وہ اسی نام کے مشہور یونانی امیر البحر میالیس کا جسنے محاربہ آزادی مین بڑی شہرت حاصل کی تھی - اور لارڈ بائیرن کا بڑا دوست تھا پوتہ ہے - اوس نے ہمین روکنے پر بہت افسوس ظاہر کرکے مجبوری کا عذر کیا - اور کہا کہ اوسے ہمارے جہاز کا تعاقب کرکے روکدینے اور نیز کوئی چیز ساحل کی متصل سے نہ گذرنے دینے کا اعلے افسر کیطرف سے حکم ملا تھا - اوسنے ہمارے لیئے تختہ جہاز پر کرسیان بچھوادین - اور کونیاق شراب کے چند گلاس بھرا دیئے - اوس کے پاس تواضع کیلئے یہی تکلف کی چیز تھی ۔

## کپتان کوٹدوروٹیس

پھر مینی اس بسرعت زا گنیسی کیطرف پچھے کو روانہ ہوگیا - ہمارے والا بادبانی جہاز دنبالہ سے باندہ لیا گیا تھا - وہان ہم تیسرے جہاز پر جو تینون سے بڑا کاروٹ قسم کا جہاز تھا گئے - اس کا کمانڈر کپتان کوٹدوروٹیس شاہ یونان کا ایک یاور اور جہاز کا نام میکالی تہا - وہ بڑی شفقت سے پیش آیا - اور ہمارے سفر کے رک جانے پر لمبی چوڑی معذرت خواہی کرکے کہا کہ اوسے یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ بادبانی جہاز پر ہم سوار تھے - کپتان میالیس یا کوٹدوروٹیس نے اپنے سلوک و برتاؤ سے اس بات کا شایبہ تک بھی نہ گذرنے دیا کہ وہ ہمین اسیران جنگ تصور کرتے ہین - مین نے دونون افسرون کو بتایا کہ ہم بسرعت تمام وطن کو واپس جارہے ہین - ہمین لنڈن مین نہایت ضروری کام ہین - اور اونکی وجہ سے

ہمیں ضرور تعقد و بہت جلد وہاں پہنچنا لازمی ہے۔ اگر آپ ہمیں پلاٹامونا یا سالونیکا بھجوا دیں تو بہت مہربانی ہوگی۔ کپتان کو بڑا افسوس ظاہر کیا کہ محاربہ کی وجہ سے وہ ہمیں ان دونوں مقامات میں سے کہیں نہیں پہنچا سکتا۔ پھر بطور مشورہ دوستانہ کہا کہ وولو جانا ہمارے لئے سب سے بہتر ہوگا۔ وہاں ہمیں ہر طرح کے سٹیمر مل سکیں گے۔ اور ہم اون میں سے کسی پر سوار ہو کر جدھر چاہیں جا سکیں گے۔ اگر ہم چاہیں تو وہ جہاز پیٹی اس پر ہمیں وولو بھیجدینے پر تیار ہے۔ میں نے اس تجویز کو مجبوراً منظور کر لیا۔ منظوری کے سوا اور چارہ بھی کیا تھا۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ یونانی افسروں کی بے حد اندازہ خوش اخلاقی اور ہمارے سفر میں سہولت پیدا کرنے کی بے سعی تردد ظاہر کرنا سب نمائشی اور مصنوعی تھا۔ ہمیں اونہوں نے صرف مسئولیت اور جوابدہی سے بچنے کیلئے وولو بھیجا۔ فوجی و ملکی دونوں طرح کے یونانی افسروں اور اہلکاروں میں سب سے بڑا نقص اور کمزوری یہی ہے کہ وہ جوابدہی کا بوجھ اپنے سر پر لینا کبھی گوارا نہیں کرتے۔ جب تک ہم وولو نہ پہونچے اور امیر البحر سٹاماٹیلوس سے دوچار نہ ہوئے ہمیں اسیران جنگ تصور کرنے کا کوئی ادعا نہ کیا گیا۔

**پرنس جارج**

پیٹی اس ایک بجے وولو کیطرف روانہ ہوا۔ ڈیڑھ گھنٹہ کے سفر کے بعد ہمیں راستہ میں ایک کلاں کروزر زیر کمان پرنس جارج ملا۔ اوس نے پیٹی اس کا آوا کاٹ کر کروزر کے پیچھے پیچھے پھر اقیسی کو واپس ہو لیا۔ یہ دیکھکر ہم حیران رہ گئے۔ اور کپتان کی کارروائی پر سخت اعتراض کیا۔ اوس نے جواب دیا کہ مجھے کروزر سے بذریعہ نشان ایسا کرنیکا حکم ملا ہے۔ اور میرے لئے اوسکی تعمیل کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ زغیتسی پہونچنے پر پرنس جارج ہمارے جہاز پر آیا۔ اور کپتان میس نے ہمیں اون کے سامنے پیش کیا۔ شہزادہ خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ اور ہمارے سفر کے رکاو پر بہت افسوس ظاہر کر کے بطور معذرت بیان کیا کہ ہر ایک چیز کو روک لینے اور مکھی تک کو نہ گذرنے دینے کے احکام صادر ہو چکے ہیں۔ پھر اوسنے بھی ہمیں یہی مشورہ دیا کہ وولو جانا ہمارے لئے بہتر ہوگا۔ وہاں ہر طرف کو جانیوالے سٹیمر مل سکتے ہیں۔ اور بنا بریں ہم پھر سفر باسانی شروع کر سکیں گے۔ اوس نے ایلس سے دریافت کیا کیا تمنے کوئی لڑائی دیکھی ہے؟ اور جب لڑکے نے جواب دیا کہ تین لڑائیاں دیکھی ہیں۔ تو بہت خوش ہوا میں نے کہا ہمیں وسٹینو کے معرکہ عظیم کے دیکھنے کا بہت شوق تھا مگر ضروری کام کی وجہ سے اوس کے پہلے مجبوراً اقیسلی سے چلے آئے۔ پرنس نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ اگر تم لڑائی دیکھنا چاہتے ہو تو وولو سے بہتر کوئی مقام نہیں ہو سکتا۔ تین لڑائیاں تم نے ترکوں کیطرف رہ کر دیکھی ہیں۔ اب وہاں تم یونانیوں کیطرف رہکر اوسے بخوبی دیکھ سکو گے۔" شہزادہ انگریزی بہت عمدہ بولتا ہے۔ وہ خوبصورت۔ طویل القامت شہزور اور خوشنما نوجوان ہے۔ پیشانی خندہ۔ ملاحانہ وجاہت اور اخلاق شائستہ ہیں۔ زمانہ سلف میں وہ بحری قزاقوں کا بڑا بہد بادشاہ بنتا۔ ہم اوس کی شکل وشباہت اور اطوار سے بہت خوش ہوئے۔ جہاں تک ہم قیاس کر سکے وہ یونانی نیوی میں ہر دلعزیز تھا۔ اوس کا بڑا بھائی قسطنطین تو ہمیں یقیناً ہر دلعزیز نہ تھا۔

پیٹی اس پھر وولو کو روانہ ہو گیا۔ اور اس دفعہ راستہ میں کوئی اٹکاؤ نہ پڑا۔ کپتان نہایت مہربانی اور توجہ سے پیش آتا رہا ہمنے اوس کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور اوسنے باصرار اپنا کمرہ ایلس کے سپرد کر دیا۔ میں اوس کے سیلون (دالان) میں جھکرو سے باہر سویا۔ مگر اپنے کوٹ کو جس میں میرے پرائیویٹ خطوط اور اوہم کا سفارشی خط تھا کمرہ کے دروازہ کے اندر لٹکا دیا ہم معلون پستول

ساتھ لیکر سوئے اور بوٹ و کوٹ کے سوا باقی کپڑے نہ اتارے - اگر مین یہ احتیاط نہ کرتا تو میرے خطوط کا بھی وہی حشر ہوتا جو
اٰلیس کے روزنامچہ کا ہوا - اسباب ہم تختہ (توتک) پر ہی چھوڑ آئے تھے - رات کو اوسکی خوب تلاشی لیگئی - اور اٰلیس کے روزنامچہ کو
ایک جاسوس کی معرفت جو انگریزی جانتا تھا پڑھا گیا - یہ جاسوس غالباً وہی سیاہ اور بدشکل سا ملکی اہلکار تھا جسکو دوسرے دن ہمنے
جہاز پر دیکھا - اور اوسنے ہماری طرف بری نظرون سے گھورا - یونانی افسرون نے کہا یہ ارمنی ہے مگر ہمے اسپر اعتبار نہین کپتان
نے کہا تھا کہ جہاز پر انگریزی جاننے والا کوئی شخص نہین صرف تھوڑی سی فرانسیسی جانتا ہے - اس معاملہ پر کپتان کو الزام دینا خلاف
مناسب نہین - محاربہ کے زمانہ مین اکثر حیلہ بازیان روا ہوجاتی ہین ؀

# (۱۸) فصل ہشتادم

## سر ایشمیلڈ بارٹلٹ اور یونانی امیر البحر

جنوبی یوروپ یا مشرق مین سیاحت کرنیکے دوران مین سویرے بیدار رہنے کی
عادت سے بڑھ کر کوئی عادت مفید اور فرحت بخش نہین جسقدر سویرے اوٹھا جائے
اوسیقدر زیادہ بہتر ہے - اس سے انسان دن کی تمام وقت سے فائدہ اوٹھانے کے قابل
ہوجاتا ہے صبح کے نہایت ہی خوشگوار اور لطیف وقت مین جب کہ مطلع صاف اور
ہوا تازگی بخش اور راحت فزا ہوتی ہے قدرت و صنعت کا سرور بخش نظارہ کر سکتا ہے - اور اس کی بدولت دوپہر کے وقت کاروبار کو
بر سر انصرام پہونچانے کی تکلیف و مشقت سے جب کہ گرمی اور گرد و غبار کا کوئی حساب نہین رہجاتا بچ جاتا ہے - بدوران سیاحت مین
کبھی ساڑھے چار بجے کے بعد بستر پر نہ رہا - اور اس بڑے اٹھنی کی برکت و منفعت سے پورا پورا فائدہ اوٹھایا - اسی کو بروزبدہ مین بڑے
بیدار اور ضروریات سے فارغ ہوکر پانچ بجے بالائی چھت (توتک) پر پہونچگیا - اور دیکھا کہ جہاز سرعت خلیج و دلو مین داخل ہو رہا ہے
بندرگاہ اور شہر کا نظارہ نہایت لطیف و دلفریب ہے - وولو ایک شہر نہین - بلکہ اُسے کئی شہرون یا بستیون کا مجموعہ کہنا چاہیئے - دو
پرانی بستیان جن کے مکان مشرق کے شہرون کے مکانات کیطرح بے ترتیب اور مختلف شکل پر بنے ہین پہاڑیون کی چوٹی تک
پھیلی ہوئی ہین - جدید حصہ کے مکانات جو خلیج کے شمال مغربی ساحل پر آباد ہے عمدہ ساخت کے ہین اور یہین کئی خوشنما بنگلے موجود ہین
بندر یونانی جنگی جہازون سے بھرا ہوا تھا و زبردست آہن پوش کئی کروزر اور چند تارپیڈو کشتیان وہان لنگر انداز تہین - ایک کلان
اطالین مصافی جہاز (سارڈینیا) ایک فرنچ کروزر اور ایک انگریزی گن بوٹ (ڈریڈ) بھی وہان تھی - اللہ اکبر آخر الذکر کو وہ سیلرادین
ہم کیسی تمنا بھری نگاہون سے دیکھتے رہے - ساڑھے چھ بجے کپتان میلائیس امیر البحر کے جہاز پر گیا جاتی دفعہ مین نے ساوین کی رخصت

کہ وہ میری طرف سے امیر البحر سے یہ مطالبہ کرے کہ یا مجھے انگریزی جہاز پر پہنچا دیا جائے۔ یا انگریزی قونصل کے حوالہ کر دیا جائے۔ بجز نے کپتان سے بہزاحتیاط بھی انگریزی قونصل کو بلوا دینے کی درخواست کی۔ لیکن اس سے اوس نے انکار کر دیا۔ کپتان بہت دیر بعد واپس آیا۔ اوسکی غیبت مین کئی ملکی جہاز پر آئے۔ از انجملہ ایک اٹینکی ہلیار یا کا ایجنٹ تھا جس کی شکل نہائیت مکروہ تھی۔ اوس نے ہمارے برخلاف جہاز کے افسرون کے کان بھرے۔ یہ بات جہاز کے دوم افسر نے جو ہم سے بڑی شفقت و مروت سے پیش آتا رہا۔ اور ڈاکٹر و نیز اوز خوب صورت نوجوان شخص تھا ہمین در پردہ بتائی۔ کپتان وقت سے بعد واپس آیا۔ اوس کو ساتھ امیر البحر کے جہاز کا ایک افسر تھا۔ جو انگریزی نہائیت شستہ بولتا تھا۔ اوس نے مجھ سے کہا کہ اوسے ہمین خشکی پر بیجا کر وہان کے ملکی حکام کے سپرد کرنیکا حکم ملا ہے۔ مسئولیت سے پہلو تہی کرنے کی عادت بکی جو یونانی ملازمون مین راسخ ہے یہ دوسری مثال تھی۔ مین نے دریافت کیا یہ حاکم کون ہین۔ اوس نے جواب دیا کہ اعلے حاکم لاریسہ کا گورنر ہے۔ جو وہان سے ولو بھاگ آیا تھا۔ اور یہان کا حاکم اعلے ہے۔

**یونانیون کے ملکی حاکم** مین ملکی یونانی اہلکارون کی خیانت۔ بدکرداری۔ بددیانتی۔ اور ظلم و اعتساف سے اچھی طرح واقف تھا۔ اور جانتا تھا کہ لاریسہ کا گورنر اس کلیہ سے مستثنی نہین۔ یہ بھی نیک ذات تھا جو ترکون کی پہونچنے سے دو دن پہلے نہائیت بزدلانہ طور پر اپنے فرائض کو چھوڑ چھاڑ کر لاریسہ سے بھاگ گیا تھا۔ اور بھاگنے سے پیشتر قیدیون کو رہا کر کے اونہین رخصت دی گیا۔ جنہون نے نوجوان باجیون کے ساتھ ملکر بے علی کے دنون مین نہب و غارت کا وہ بازار گرم رکھا۔ اور اپنے ہمقومون بالخصوص عورتون کو ایسا ستایا تھا۔ کہ یونانی باشندون نے ترکون کی پہنچ جانے پر شکر کا کلمہ پڑہا تھا۔ چونکہ ان شرارت شریف کی یہ تمام کارنامہ معلوم تہے۔ مین نے جبر کے سوا مرضی خود خشکی پر جانے سے قطعاً انکار کر دیا۔ اور انگریزی جہاز یا انگریزی قونصل کے حوالہ کر دیئے جانیکا مطالبہ کیا۔ کپتان میاؤلیس نے احکام کا عذر پیش کر کے میری درخواست کو منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ اسپر مین نے خود امیر البحر سے ملنے کی درخواست کی۔ اور میاؤلیس نے بڑے تردد اور پس و پیش کے بعد امیر البحر کو جھنڈیون کے ذریعہ میری درخواست سے مطلع کرنا منظور کیا۔ امیر البحر نے ملنا قبول کر لیا۔ اور ہم گیارہ بجے اوس کے جہاز پسارا پر پہونچگئے۔ امیر البحر سٹاماٹیلوس نے ہم سے سیلون مین ملاقات کی۔ وہ پیش خوش اخلاقی سے آیا۔ مگر اوسکی قطع وضع سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بڑا شکی اور وہمی مزاج شخص ہے۔ اور پہلے افسرون کی نسبت وہ ہمین نہائیت خطرناک دشمن تصور کرنے پر زیادہ مائل ہے۔ امیر البحر جب تک وہ باتین کرتا رہا بے چینی سے غالب دکھائی دیتی رہی۔ وہ طویل القامت سیاہ فام شخص تھا۔ موچھون کا رنگ خاکستری۔ اور آنکھین بار بار بسرعت نظر ڈال رہی تہین۔ اوس نے قہوہ وغیرہ سے ہماری تواضع کی۔ مینے اوسے کل حالات جن کی وجہ سے ہمین راغیبسی آنا پڑا تھا۔ اور گرفتار ہوئے تھے بالتفصیل بتائے۔ اور پھر کہا کہ ہم ملکی حکام کے پاس جانا کبھی منظور نہین کر سکتے۔ ایک ہم اون سے واقف نہین۔ دوسرے ہمین اونپر کوئی اعتماد نہین۔ اپنے ملکی رفقاء کی نسبت ایسا کلمہ سنکر امیر البحر اور دو اور افسرون نے جو پاس تہے خفگی کا اظہار کیا۔ مگر مین اپنی رائے پر قائم رہا۔ اور جب مینے یہ کہا کہ یونانی بحری افسرن نے ہمین گرفتار کیا۔ اونہون نے ہی ہمارے سفر مین رکاوٹ ڈالی۔ اور وہی ہمین دولا لاسے مین ہم اون سے واقف ہین۔ اور اونکے پاس اپنے آپکو محفوظ سمجھتے ہین تو اس دلیل سے امیر البحر کی خفگی بالکل زائل ہو گئی۔ اوس نے چند لمحے غور

کرنے کے بعد جواب دیا کہ اگر ہم ملکی حکام کے پاس جانے سے انکار کرین گے۔ تو وہ ہمین خود بخود آزاد کرنے کا ذمہ نہین اوٹھائیگا۔ بلکہ ہدایات منگوانے کیلیے اتھینز تار دیگا۔ ہمین بعد مین معلوم ہوا کہ لاریسا کا گورنر انگریزی اخبارات کو بیاد کس سے جو انہون نے اوسکی متوحشانہ فراری کے متعلق کیے تھے بہت بگڑ رہا تھا۔ اور مزید برآن اوسے اور دو لوکے سربر آوردہ یونانیون کے دلون مین تک فوجکی جو خرب پہونچ گئی تھی۔ بہت دہشت سمائی ہوئی تھی۔ اور وہ ہمکو بطور یر غمال قابو کرنے کیلیے نہایت بیچین ہو رہے تھے۔

بہرحال یہ یقینی امر ہے کہ اگر خشکی پر جاتے تو ہمارے لیے اچھا نہ ہوتا۔ وہان تخت گہبراہٹ اور بیچواسی مستولی ہو رہی تھی۔ دوسرے انگریزون کے ساتھ دو لو مین جو اوس وقت کینہ برتاؤ کیا گیا اوس کی حالات اب شایع ہو چکے ہین۔ اور اون سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یونان کے ملکی حکام اور باشندے کوئی بیجا نہ یا بزدلانہ حرکت نہین جس کے مرتکب نہ ہو سکتے ہون۔ امیر البحر نے ایک خاص قاصد کے ہاتھ میرا خط بھی انگریزی قونصل کو پہنچا دینے کا وعدہ کیا۔ اور انگریزی سفیر متعینہ اتھینز کو تار دینے کی بھی اجازت دیدی۔ بنابرین نے مسٹر مرلن (قونصل) کی معرفت مسٹر ایجرٹن (سفیر) کو بھیجا۔ اور اوس مین اپنی گرفتاری کی مختصر مگر واضح کیفیت درج کر کے سفیر موصوف سے ہماری رہائی کا مطالبہ کرنے کی درخواست کی۔

قونصل کے انتظار مین ہمنے پیارا پہر دو گہنٹہ بسر کیے۔ یہ عرصہ امیر البحر دربار کرتا رہا۔ جس مین اوس کو ماتحت بیڑہ کے تمام کپتان سلام کو حاضر ہوے۔ اوس نے کہا آج اوس کو ہمنام دلی سینٹ جارج کا دن ہے۔ مگر ہمنے بعد مین سنا کہ آج بادشاہ کے نام کی وجہ سے دربار کیا جاتا تھا۔ لیکن بعد ازان اتھینز سے دربار نہ کیجی جانیکا حکم آگیا۔ جس کی وجہ تب کوئی معلوم نہ ہوئی۔ تاہم ملاحون نے اوس دن بڑا تیوہار منایا۔ صرف یہ فرق ہوا کہ سرکاری طور پر اُسے امیر البحر کی سالگرہ کا دن ظاہر کیا گیا۔ کئی افسر ہمارے پاس آکر ہمسے گفتگو کرتے رہے۔ ایک کپتان انگریزی جانتا تھا۔ اونہو انکلیس کو بڑا پیار کیا۔ اور اُسے کچھ مٹھائی بھی دی۔ افسوس ہمکو اوسکا نام یاد نہین رہا۔

آخر مسٹر مرلن ایک بجے کے قریب پہونچگیا۔ اور اوس نے ہمین رہائی دلوانے کیلیے جس قدر کہ کوئی قونصل یا انسان زور لگا سکتا ہے۔ زور دیا۔ مگر امیر البحر اپنے عزم سے نہ ہٹا۔ بلکہ جون جون مسٹر مرلن نے زیادہ زور دیا۔ وہ اور ضد پر ہوتا گیا۔ مسٹر مرلن نے یہانتک کہا کہ ”مین تمکو تحریری اقرار نامہ لکھ دیتا ہون کہ اگر تم سر آتھیلیڈ کو ابھی چلا جانے دو۔ تو جس وقت یونانی گورنمنٹ اوسے طلب کرے۔ وہ جو الزام اوسپر لگا یا گیا ہو اوسکی جوابدہی کیلیے فی الفور واپس آجائیگا“

اگر امیر البحر معقول آدمی ہوتا تو اس تجویز کو فوراً مان لیتا۔ مگر صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسیطرح ہمین رہا کرنے کی مسؤلیت اپنے سر نہین لینا چاہتا۔ ایک یونانی کپتان نے مجھسے بعد مین کہا ”ہمارے تمام افسر لوگون سے ڈرتے ہین“ لوگون سے اوسکی مراد فی الحقیقت اتھینز کے مفسد طبیعت باشندون سے تھی۔ مسٹر مرلن کے پاس جب کوئی چارہ نہ رہا تو وہ جہاز سے رخصت ہو گیا۔ اور وعدہ کر گیا کہ مین ابھی انگریزی سفیر کو اتھینز تار دیتا ہون۔ اور تمہین دیکھنے کیلیے پھر بھی آؤنگا۔

## بیم و رجا کی حالت مین دیکھی والی لڑائی

ویلسٹینو مین اوس وقت میدان حرب خوب گرم ہو رہا تھا ہمنے امیر البحر سے وہان جاکر لڑائی دیکھنے کی اجازت

طلب کی مگر اوسنے نہ دی۔ ولسٹینو مین آدولو سے صرف دس میل ہی۔ یہ پہلا دن تہا کہ ہمارے ساتھہ ایسبر دن ایسا برتاؤ کیا گیا۔ اور اوس دن کی آزردگیون مین ایک یہہ آزردگی بھی کچھہ کم نہ تھی کہ ہم سارا دن توپون کی رعدنما گرج اور رینفلی باڑہون کی مسلسل کڑک ہوا کے گھوڑون پر سوار ولسٹینو کیطرف سے آتی سنتے رہے۔ پہلا شبہہ اس سے بڑہ کر بے چین کرنیوالا کونسا امر ہوسکتا تھا کہ ہم ایک ایسی معرکہ عظیم کے تمام شور و غل کو توجسے دیکھنے کا ہمین بڑا اشتیاق تھا سنتے رہین مگر اوسے دیکھہ نہ سکین۔ توپون اور رینفلی آتشباری کی مسلسل وغیر منقطع صدا سے جو دونون بہت قریب معلوم ہوتی تہین صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اوس موقعہ پر جسے ہمنے اچھی طرح دیکھا ہوا تھا بڑی سخت لڑائی ہو رہی ہے۔ اور ترک نعیم پاشا کی شکست کا جسے ہمنے گذشتہ جمعہ کو بچشم خود معاینہ کیا تھا داغ مٹانے اور کرنیل سمولنسکی کو مغلوب کرنے کیلیے جان سپارانہ کوشش کر رہے ہین۔ مسٹر مرلن نے مجھسے ذکر کیا تہا کہ ڈرائیڈ کا کپتان پلیم چند انگریزنامہ نگارون کے ساتھہ لڑائی دیکھنے کے لیے صبح ولسٹینو گیا ہے۔ مین نے جہاز مذکور کے لفٹنٹ مسٹر ہملٹن سے جو مجھے ملنے آیا۔ اور بڑی مہربانی سے پیش آیا تھا۔ درخواست کی کہ جب کپتان واپس آئے تو اوس کی پاس ہماری طرف سے التجا کرے کہ وہ ہمین جہاز ایونیا پر آکر لڑائی کے حالات بتا جائے۔

شدید آتشباری جو صبح کے ساڑہے دس بجے شروع ہوئی تھی شام کے پانچ بجے کے قریب بند ہوگئی۔ یونانیون کو سارا دن فتح و نصرت کی پیچ پہونچتی رہے تھی۔ بالآخر سمولنسکی کا یہ مشہور پیغام جس مین اوسنے بجید تعلی کی تھی پہونچا کہ اوس نے ترکون کے پے درپے سات مختلف حملون کو پسپا کیا ہے۔ اور اب اوس کی سپاہی ترکون کے خون مین تیر رہے ہین۔ سمولنسکی قابل سپاہی ہے۔ اور صرف وہی ایک ایسا افسر ہے جس نے محاربہ مین کچھہ قابلیت دکھائی۔ مگر وہ بھی دوسرے یونانیون کیطرح غلو و اغراق اور مبالغہ پسندی کی خوفناک سودا مین مبتلا ہے۔

مین اسے مخفی نہین رکھنا چاہتا کہ یہ خبر سن کر مجھے ترکی حملے کے نتیجہ کے متعلق کسیقدر تردد ضرور ہوگیا۔ کیونکہ مین یونانی موقعون کی بے انتہا مضبوطی۔ ترکی سپاہیون کی جانبازانہ شجاعت۔ اور ترکی جرنلون مین اکثر کی ناقابلیت سے بخوبی واقف تھا۔ لیکن سات بجے کپتان پلیم کے آنے پر کل فکر و تردد کافور ہوگیا۔ وہ تھکا ماندہ اور گرد آلود سیدھا میدان جنگ سے ایونیا پر آیا۔ اور ترکی سپاہیون کی بےنظیر شجاعت اور لڑائی کے مفصل حالات ہمین سنائے۔ اوس نے بیان کیا کہ ترک صف در صف اور پلٹن در پلٹن دشمن سے اپنے آپ کو چھپانے کی کوئی کوشش کرنیکے بغیر علانیہ صبح کے ساڑہے آٹھہ بجے کے قریب کرلی سے جو ولسٹینو سے سات میل ہے روانہ ہوئے اور دو گھنٹون کے سفر کے بعد ازحد مشغول پیکار ہوگئے۔ ہمارا سابقہ تجربہ و مشاہدہ کپتان کی داستان کی لفظ بہ لفظ تصدیق کر رہا تھا۔ دیر کرکے چلنا۔ لڑائی سے پیشتر لمبا اور صعوبت بخش سفر طے کرنا۔ اور پھر اتنے ہی دن کی نہایت ہی گرم اور بےسکت کردینے والی حصہ مین جانگدازانہ معرکہ آرائی مین مصروف ہوجانا۔ یہ سب ہی باتین تھین جو ہم پہلے ہر موقعہ پر مشاہدہ کرچکے تہے۔ کیا اچھا ہوتا۔ اگر فوج کا حصہ کثیر پہلے دن اسی وقت جب کہ دہوپ مدہم ہوگئی ہوتی دشمن کے قریب پہنچا دیا جاتا۔ اور دوپہر کی بجائے علی الصبح لڑائی شروع کی جاتی۔ مگر ترکی جرنیلون کو سمجھائے کون تاہم اس مرتبہ نعیم پاشا کی طرح پہلی اون کے ناقابل سنجیدہ دلاورون کو بندوق سنگین ختم کرنے کی

غلطی کا ارتکاب نہ کیا گیا کل زور یونانی میسرہ در طلب پر ڈالا گیا۔ کپتان تیم کچھ عرصہ یونانیون کے اگلے مورچون مین رہا۔ مگر آخر آتشباری کی مسلسل بوچھاڑ نے اوسے وہان سے ہٹا دیا۔ اوس نے بیان کیا کہ جب مین واپس آیا اوس وقت ترک اسپنو سیفالو کی ڈھلوان اور وستیلنو سے جنوب مغرب کیطرف کی بلند زمین کو برابر آگے بڑھ کر یونانی میسرہ کو الٹ دینے کیلیے بڑی سخت کوشش کر رہے تھے اُسے ترکون کی کامیابی کیطرف سے نا امیدی نہ تھی۔ بلکہ کہا کہ گو یہ درست ہے کہ یونانیون کے بڑے مورچے ابھی تک بدستور محفوظ اور اون کے تصرف مین ہین۔ مگر ترکون نے اگلے مورچے فتح کرلیے ہین۔ اور بڑے مورچون کے بالکل قریب پہونچ گئے ہین جن پر وہ بلاشبہ علے الصبح آخری اور فاتحانہ حملہ کردین گے۔ وہ ابھی باتین ہی کر رہا تھا کہ پھر یکایک باڑھون کی کڑک سنائی دی جو بڑی تیزی سے آدہ گھنٹہ تک جاری رہی۔

جوانمرد کپتان کا قیاس بالکل درست نکلا۔ دوسری شام کو سموئنسکی نے ۵ مئی بجانب جنوب ہالیروس کو ہٹ جانا قرین مصلحت سمجھا۔ گو یہ امر ابھی تک صاف نہین ہوا کہ آیا اوس نے فرسالہ کے فتح ہو جانے کی وجہ سے مراجعت کی تھی۔ یا خود اپنے میسرہ کے اُلٹ دیے جانے کے خطرہ کی وجہ سے۔ غالبًا دونون باتون کا کچھ نہ کچھ اثر تھا۔ بہرحال یہ لڑائی محاربہ کی صعب ترین لڑائیون مین سے تھی۔ اور اسمین یونانیون نے کوئی ایسی بُری کارگزاری نہ دکھائی۔ یہ درست ہے کہ وہ قد آدم مورچون کے پیچھے تھے لیکن ایسے مستحکم موقعہ کو منتخب اور پھر اوسے ایسی مضبوطی کے ساتھ مستحکم اور مورچہ بند کرنیکے کریڈٹ اور نیکنامی کا سموئنسکی ضرور مستحق ہے۔ ان دونون کی لڑائی مین ترکون کے ۱۵ سو شہید و مجروح ہوئے۔ اگر لاریسہ کی متوحشانہ بھاگڑ کے بعد یونانیون کا مستعدی کے ساتھ تعاقب کیا جاتا تو یہی نقصان نہین بلکہ فرسالہ اور بالخصوص ڈوموکوس مین ایسا سخت نقصان نہ اوٹھانا پڑتا جو اوٹھایا گیا۔ یونانی فوج کو گرنادو اور لاریسہ کی بیحواسانہ مراجعت و فرار کے بعد وستینو۔ فرسالہ و ترکالہ لائین پر پھر مرتب ہونے اور سنبھلنے کا موقعہ ہی نہین دینا چاہیے تھا فتح سے فایدہ نہ اوٹھا سکنے اور غنیم کی شکست کو سر توڑ بھاگڑ مین منتبدل کردینے سے یعنی فتح کو مکمل نہ کرنے کی وجہ سے ہی ۱۸۷۷ء مین ترکی پر تباہی وارد ہوئی تھی! اور ہمین بہت کم شبہ ہے کہ اگر یونانیون کی بجاے کسی زیادہ شجاع و بہادر دشمن سے مقابلہ ہوتا تو ۱۸۹۷ء مین بھی اس تساہل کا ویساہی بُرا نتیجہ نکلتا۔

**جہاز ایونیا**

چار بجے ایک عجیب واقع گذرا۔ امیر البحر نے اپنا انگریزی دان کپتان بھیجکر ہمین اطلاع دی کہ اوسے ہمین ایتھنز بھیجدینے کا حکم گورنمنٹ کیطرف سے موصول ہوا ہے۔ جہاز میتی اس کو ہمین لے جانیکا حکم دیا گیا مگر کپتان میاؤلیس[1] نے عذر کیا کہ اوس کے پاس کوئلہ کافی نہین۔ اسپر باربرداری کے کلان جہاز ایونیا کو تیار ہونیکا حکم ہوگیا کپتان میاؤلیس کے انکار کرنے کی غالبًا کچھ اور وجہ تھی جسے مین آگے بتاؤنگا۔ اوس کا تعلق اوس تلاشی سے تھا جو اوس رات کو ہمارے اسباب کی لیگئی تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ اس حرکت سے دلمین بہت نادم تھا۔

ایونیا تین ہزار ٹن وزن کا عمدہ اور خوب آراستہ جہاز تھا۔ ہمین ہائیش کیلیے آسایش بخش کمرے دیے گئے۔ اور کپتان کو ہماری ہر طرح سے

[1] یہ شخص اکتوبر ۱۸۹۰ء مین رالیس کے وزیر اعظم ہونے پر وزیر بحریہ ہوگیا تھا۔ نومبر ۱۸۹۵ء مین تجدید وزارت ہونے پر بھی وہ اس عہدہ پر بحال تھا

خاطر کرتے رہنے کا حکم دیا گیا۔ آیونیا پر ہمسے کل اسلحہ لیے گئے اور اگرچہ ہم کو بالکل نظر بند نہ کیا گیا۔ ہمین بالائی جہت اوسیلون مین پھرنے کی پوری آزادی رہی لیکن یہہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ہماری احرکات کی نگرانی کیجارہی ہی۔ رات کو ایک سنتری میرے کمرے کے دروازہ کے باہر پہرہ دیتا رہا۔

## شبہ پیدا کرنے والی کاغذات

امیر البحر کے انگریزی دان کپتان نے ہمین سیلون مین طلب کیا۔ جہان ہم سے ایک طرح کر با ضابطہ سوال وجواب کئے گئے۔ خوش قسمتی سے مسٹر ترلن جہاز پر موجود تھا اور مینے باصرار تمام اس بات کا فیصلہ کرالیا کہ سوال وجواب کی وقت وہ پاس رہے۔ کپتان نے کسیقدر تحکمانہ لہجہ سے سوالات کی ایک فہرست پیش کی۔ اوس نے ایک کاغذ سے کچھہ عبارت پڑہی جسے پہلے مین نے یہ سمجہا کہ یہ وہ تار ہے جو اتیھنز سے موصول ہوا ہے مگر پھر معلوم ہوا کہ یہ وہ مشہور معہ الزام ثابت کنندہ کاغذ ہی جس کی نسبت بیان کیا گیا تہا کہ ہمارے پاس سے دستیاب ہوا ہے اور اتیھنز کے اخبارات نے اوسپر خوب شور وغل برپا کیا تھا۔ اول اوس نے مجھہ سے اپنا روزنامچہ اور کتاب یادداشت پیش کرنیکے لیے کہا مین نے پروانہ راہداری نکال کر دیدیا۔ اور کہا کہ میرے پاس کوئی کتاب یادداشت یا ڈائری (روزنامچہ) نہین۔ اوس کے بشرہ سے ثابت ہو رہا تھا کہ اوسے میری بات پر یقین نہین۔ مگر جب مین نے درشت لہجہ سے انکار کو دوہرایا تو اوسنے ایلیس کیطرف متوجہ ہو کر کہا تمہارے پاس تو یادداشت کی کتاب موجود ہے اوسے نکالو۔ اس سے مجھے کسیقدر تشویش سی پیدا ہوگئی کیونکہ مین جانتا تھا کہ وہ سیاحت کی حالات قلم بند کرتا رہا ہے جسمین اوس نے اپنے خیالات بالکل آزادانہ ظاہر کیئے ہوئے ہین۔ اور ان خیالات کا یونانیون کی شجاعت وسپہ سالاری کے حق مین فیرل حیثیت اور ترکون کے حق مین ہونا یقینی امر تھا مگر جب ایلیس نے یہ جواب دیا کہ اوسنے پندرہ دنون سے یعنے تھسیلی مین داخل ہونیکے وقت سے اپنے روزنامچہ مین کچھہ نہین لکھا۔ تو میرا تردد دور ہو گیا۔ اور مین نے اوسی اپنا روزنامچہ لانی کیلئے کہدیا پھر ۲۰ اپریل سے جس تاریخ ہم سالونیکا سے روانہ ہوئے تہے۔ اوس دن تک کی سیاحت وحرکات کی یومیہ کیفیت کو قلم بند کرکے مین نے کپتان کی حوالہ کردیا۔ بعد ازان اوس نے سوال کیا کہ کیا مین پچھلے دنون قسطنطنیہ مین تھا مین نے جواب دیا کہ شروع جنوری سے بعد مین وہان نہین گیا پھر اوس نے پوچھا کیا میرے پاس ترکی گورنمنٹ کو پہنچانے کیلئے کوئی مراسلات ہین مین نے کہا نہین۔ اسپر اوس نے ایک کاغذ سے سلطان المعظم ایک پاشا اور گاڑی۔ کونٹ گولوچس کی اور چند خفیف سے واقعات و روایات کے متعلق ایک لمبی چوڑی مسخرہ خیز مضمون مرکب عبارت پڑہی جسے سن کر پایا جاتا تھا کہ وہ کسی خورد سال بچہ کے خط سے اقتباس کیگئی ہے۔ اوسے سنکر مجھے خواہ مخواہ خیال گذر گیا کہ کہین ایلیس کے کسی چھوٹے بھائی کا خط تو یونانیون کو نہین ملگیا مین بعد کپتان نے ایلیس سے چند سرسری سوال کئے۔ ہم نے اوسے دکھادیا کہ ایلیس کے روزنامچہ کی آخری عبارت ۸ اپریل کو وینا مین لکھی گئی تھی۔ اور کونٹ گولوچسکی کی ملاقات کے متعلق اسمین کچھہ حوالی ہین۔ اس معاینہ پر سوال وجواب کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور کپتان جیسے تپاک رخصت ہوگیا۔ اوس نے ہمین بتایا کہ اوسے حکم ہے کہ ہماری روانگی کی اطلاع بذریعہ ٹیلیگرام اتیھنز کردے۔ کپتان مذکور بظاہر حاملہ خوش اخلاق اور صاف دل معلوم ہوتا تھا۔ مگر بدوران گفتگو ایک دو دفعہ اوس کے لب ولہجہ اور بشرہ سے واضح ہو گیا کہ وہ بآسانی ظالم وبدوحشت خو بن سکتا ہے۔ سٹینڈرڈ کے قابل نگار مسٹر مانگمری کو جسے یونانیون نے

مالیروس کے قریب پکڑکر پیارا پر بھیجدیا تھا۔ اسی کپتان کو سابقہ پڑا تھا۔ اور اوس نے نہایت عمدہ پیرایہ سے دریافت حال
کیا تھا۔ مگر مین یونانی گرفتار کنندگان کے سلوک کی کوئی شکایت نہین کرتا۔ "جنگ آخر جنگ ہوتا ہے" یہ ایک عام ضرب المثل ہے
اور اوس کی صداقت مین کوئی شک نہین۔ تاہم ایتھنز اور تھیسلی مین جب ہم نے اسے ہر ایک کی زبان پر دیکھا۔ تو آفرینین سنتے
اکتا گئے۔

کپتان ٹیم اور مسٹر ہملٹن ہمین جہاز آیونیا پر ملنے آئے۔ اور مسٹر مرلن نے ساڑھے سات بجے آخری دفعہ ملکر کہا کہ ابھی تک مسٹر
ایجرٹن نے تار کا کوئی جواب نہین دیا۔ جہاز کا کپتان مارٹو میکالیس نیک نہاد اور صاف طینت شخص تھا۔ وہ ہم سے ہر وقت نیوازش
پیش آیا۔ وہ انگریزی بالکل نہ جانتا تھا۔ اور فرانسیسی شد بد۔ نایب کپتان اور ڈاکٹر بھی نہایت خوش طبع اور خلیق تھے۔ آخر الذکر فرانسیسی
بہت عمدہ بولتا تھا۔ جہاز کا ایک یونانی باورچی نام اودو بدقسمت انگریزی آہن پوش جہاز وکٹوریا[1] پر ملازم رہ چکا تھا۔ اوس کے غرق ہونیکے
وقت وہ کسی کام کیلئے دوسرے جہاز پر گیا ہوا تھا جہان سے اوس نے اسے غرق ہوتے دیکھا۔ جہاز کے چرخ نہایت تیزی کے ساتھ چکر کھاتے
تھے جو بدنصیب ملاح انکی جھپٹ مین آئے اون کے پرخچے اڑگئے۔ اس دردناک واقعہ کی کیفیت اوس نے نہایت رقت انگیز پیرایہ مین
بالتفصیل سنائی۔

## ایک یونانی ممبر اور مظالم فرضی

ڈنر پر یونانی بحری افسرون اور ایک ممبر سے دلچسپ گفتگو ہوتی رہی
ممبر کا نام پٹیالاس تھا۔ اور تاریخی جزیرہ اتھاکا کیطرف سے جیسے وہ
ایتھاک پکارتا تھا ممبر تھا۔ وہ محاربہ مین شامل رہا تھا۔ اور اب پارلیمنٹری فرائض کیطرف متوجہ ہونے کیلئے اتھینز واپس جا رہا تھا۔ مسیو
پٹیالاس کو ہمنے نہایت متواضع اور خوش اخلاق پایا۔ اوسے ہمارے ساتھ بھی ہمدردی اور دلچسپی ہوگئی۔ ایک یونانی افسر نے مجھسے
دریافت کیا۔ کیا مین نے کوئی ترکی مظالم مشاہدہ کیئے ہین۔ پھر باصرار بیان کیا کہ ترکون نے یونانی مجروحین کو کئی جگہ زندہ جلا دیا ہے۔ مین
نے اس بہتان کی فی الفور تردید کرکے اوس سے اون مقامات کے نام بتانے کی درخواست کی۔ اوس نے ٹرناووس کا نام لیا۔ مینے جواب دیا کہ
مین وہان ترکی ہراولی دستہ کے ساتھ داخل ہوا تھا۔ وہان کوئی ایسا واقعہ نہین گذرا۔ پھر اوس نے کہا۔ یونانی اپنے مجروحین دیز دمیلو کے
گرجہ مین چھوڑ گئے تھے۔ ترکون نے گرجہ کو آگ لگاکر کل مجروحین سمیت خاکستر کردیا۔ مین نے اس پر اپنی طرف سے کچھہ نہ بیان کیا۔ بلکہ تفصیل
کا تقاضا کرکے پہلے یہ تاکید کردی کہ ایسے الزامات لگاتے وقت تاریخ و وقت وغیرہ کی بالکل درست تعیین نہایت ضروری ہے۔ اور ساتھ ہی
یہ یاد رکھنا واجب ہے کہ فرضی مظالم کی تشہیر مشتہر کنندگان کے حق مین مفید ہونے کی بجائے الٹی نقصان رسان ہوتی ہے پھر مین نے سوال
کیا۔ کیا تمنے بچشم خود گرجہ کو جلا ہوا دیکھا۔ اور وہ کس دن جلا تھا؟ پہلے تو وہ یہی کہتا رہا کہ اوس نے اپنی آنکھون سے اوسے جلتے ہوئے دیکھا
تھا۔ مگر جب مینے جزئیات و تفصیل بتانیکا تقاضا کیا۔ اور ادہر یونانی ممبر نے اوسے آنکھون آنکھون مین فہمایش کردی تو اوس نے کہا کہ اوسکی

[1] یہ آہن پوش اول درجہ کا مصافی جہاز تہا۔ پانچ ایک برس ہوئے طرابلس الشام کے قریب انگریزی بیڑہ مشق و قواعد کر رہا تھا کہ ایک جہاز وکٹوریہ سے
ٹکرا گیا۔ اور آخر الامر پانچ منٹون مین غرق ہوگیا۔ مغروق ملاحون کے قبرستان کیلئے سلطان المعظم نے طرابلس کے قریب انگلستان کو کچھہ قطعہ زمین کا عطا کیا تہا۔

ایک دوست نے جس کے بیان پر اوسے اعتبار ہے گرجہ کو جلتے دیکھا تھا جو جمعہ گذشتہ ۳۰ اپریل کو جب نعیم پاشا نے ریزو میلو پر قابض ہو کر ولستینو پر حملہ کیا تھا جلایا گیا تھا۔ یہ سنکر مینے پھر تاکید کی کہ اچھی طرح یاد کرو کہ تم ٹھیک تاریخ بتا رہے ہو۔ مگر وہ اپنی بات پر قائم رہا۔ اسپر مین نے اوسے بتایا کہ تم بالکل غلطی پر ہو۔ اوس جمعہ کو ہم بذات خود ریزو میلو مین اور خاص اوسی گرجہ مین لڑائی کے اختتام تک ہر تھے۔ وہان کوئی زخمی نہ تھا۔ نہ ہم کسی نے آگ لگائی تھی۔ جمعہ کے بعد مین اتوار کو بھی ایک ہنگستانی دوست کے ساتھ ریزو میلو گیا تھا گرجہ تب تک صحیح سالم کھڑا تھا۔ اور اوس وقت بھی وہان کوئی زخمی اوس مین نہ تھا۔

یہ جواب سُن کر افسر نادم ہونے کی بجائے کسیقدر سوچ مین پڑ گیا۔ اور پھر کہا کہ کس دن تم نے آخری مرتبہ ریزو میلو کو دیکھا۔ مین نے جواب دیا۔ اتوار۔ دوسری مئی کو۔ اسپر اوس نے کہا۔ اوہ مجھسے غلطی ہو گئی! ریزو میلو کا گرجہ جمعہ کو نہین بلکہ اوس سے بعد کے دوشنبہ کو جلایا گیا تھا۔ مین نے تمہین اسپر پورا وثوق ہے؟ تعیین تاریخ مین مغالطہ نہ ہونے دینا نہایت ضروری ہے۔ یونانی نے کہا۔ ہان مجھے پورا یقین اور وثوق ہے۔ مین نے کہا اچھا سُن لو۔ تمہین اطلاع دینے والے نے بالکل غلط کہا ہے۔ کیونکہ ریزو میلو اور اوس کا گرجہ اتوار (۲ مئی) کی رات سے بدھ (۵ مئی) کی صبح تک خود تمہاری فوج کے تصرف مین رہے تھے۔ یہ سنکر ہمارے مظالم فروش دوست کی دانت کِلّی ہو گئی۔ اور پھر اوس نے اس بحث کا نام نہ لیا۔ اوس کا اعتبار خود اوس کے اپنے زود اعتقاد سے زود اعتقاد رفقا کی نظرون مین کچھ نہ رہ گیا۔ اور پھر سارے سفر مین بلکہ جب تک مین یونان مین رہا مینے ترکی مظالم کے متعلق ایک لفظ تک نہ سنا۔ بادشاہ نے مجھے بالصراحت کہا کہ اوستان روائتون پر جو لوگ تھسلی مین ترکون کی سخت مظالم کے مرتکب ہونے کے متعلق مشہور کر رہے ہین مطلقاً اعتبار نہین +

## جزیرہ نیگرو پانٹ اور مارانھان کا میدان جنگ

چالکی آبنائے کا مشہور پل دیکھنے کیلئے مین جمعرات کو بہت سویرے بیدار ہوا۔ اس موقع پر بر اعظم جزیرہ یوبوا (اگریپا نیگروپانٹ۔ اغریبوز) سے اسقدر قریب ہے کہ دونون مین صرف ۴۰ فیٹ کا فاصلہ ہے۔ یہان ایک مضبوط آویزان پل بنا ہوا ہے جو جزیرہ کو بر اعظم سے ملاتا ہے۔ جہاز گذرنے کیلئے پل مین راستہ کر دیا گیا۔ چالکیس کے مشہور عالم شہر سے جس کے گرد اگرد اہالی وینس کے زمانہ حکومت کی خوشنما برجدار فصیلین بنی ہوئی ہین ہم پانچ بجے کے قریب گذرے ساڑھے سات بجے ہم مارا تھان کے میدان جنگ سے جس کی شہرت قیامت تک قائم رہیگی گذرے جسوقت قبل مسیح مین یہین دس ہزار یونانیون نے ملٹیاڈیس کے زیر کمان ایک لاکھ ایرانیون کو شکست فاش دی تھی[1]۔ سمندر رستے مارا تھان کے چھوٹے سے میدان اور دامنا مارا تھان کی وادیون کا جو میدان سے پرے ہین نہایت عمدہ اور صاف نظارہ ہو سکتا ہے۔ مرے گائیڈ بک (راہنمائے سیاحان) مین میدان جنگ کو جو مختلف موقعے بتائے گئے ہین۔ وہ اونہین دیکھ تو وہ موسومہ سوراس جہان مقتول اتھینزی دفن کئے گئے تھے ہمکو جہاز سے صاف دکھائی دیرہے تھے۔ اور قریہ مارا تھان بھی دائین ہاتھ کی وادی کے سرے پر صاف نظر آرہا تھا۔ وہ ساحل جہان بھگوڑے ایرانیون

[1] سر ایڈورڈ کریسی اس لڑائی کو (۴۹۰) پندرہ لڑائیون مین اولین لڑائی شمار کرتے ہین جنہون نے کل مہذب دنیا کی تاریخ پر عالمگیر اثر ڈالا قومون کے عروج و زوال و تاریخ عالم کا نیا دور شروع کیا۔ مترجم +

اور فاتح ایتھنزیون مین جو ایرانیون کو بھاگنے کا موقعہ نہ دینے کیلئے اون کے جہازون پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے جانگداز معرکہ آرائی ہوئی تھی جو اسے قریب عین ہمارے سامنے تھا۔ ایتھنز کا اعلیٰ مجسٹریٹ کالی ماکس یہین قتل ہوا تھا۔ اور یہین ایک بہادر ایتھنزی سپاہی غوریش نے ایرانی تیر کی ضرب سے اپنا ہاتھ کٹوا لیا۔ مگر ایک ایرانی کشتی کو جسے وہ پکڑے ہوئے تہا چھوڑنا منظور کیا۔ ایرانی سات ہزار اور ایتھنزی صرف ۱۹۲ ہلاک ہوئے۔ ماراتھان کو دیکھکر خواہ مخواہ یہ خیال پیدا ہو گیا کہ کبھی یونانی ایسے شجاع اور محب وطن تھے۔ اور اب ان کی یہ کیفیت ہے کسی انگریزی شاعر نے یونان قدیم و یونان جدید کا باہم موازنہ کرتے ہوئے بالکل درست کہا ہے "یونان کی زمین تو اب وہی ہے جو پہلے تھی لیکن اب وہ زندہ یونان نہین رہگیا۔ وہ ایسا ہی زرخیز و خوشنما اور دلفریب ہے مگر اس زرخیزی خوشنمائی اور دلفریبی مین مُردون کیسی بے مروتی و بیجانی موجود ہے۔ ہم اوس کے ساحلون سے رخصت ہوجاتے ہین کیونکہ وہان جان نہین۔ ایک کالبد بے رُوح پڑا ہے"

میرے لئے مین یونانیون کی تب فاتح رہنے کی ایک اور وجہ بھی تھی۔ جو یہ ہے کہ تب اون کو ترکون سے سابقہ نہ پڑا تھا یا ایرانی اپنے عروج کے زمانہ مین دلیر و شجاع و جفاکش عثمانی دہقانون کی نسبت بہت ہی نازک و لطیف مزاج ہو گئے ہوئے تھے۔ جزیرہ یوبوا کا تمام ساحلی علاقہ اور اوس کے بالمقابل بر اعظمی ساحل کا علاقہ نہایت زرخیز اور خوبصورت ہے یونان کے صوبہ اٹیکا کی پہاڑیون کی نسبت جو عموماً خشک و بے آباد ہین۔ یہان سبزی و روئیدگی بہت زیادہ ہے یعنی ہر جگہ بالکل صاف آسمان شفاف و نیلا ابر اور ہوا ایسی لطیف و پاکیزہ کہ اس سے زیادہ لطیف و پاکیزہ عالم تصور مین بھی قیاس نہین کیجا سکتی +

**یونانی ڈاکو** راستہ کی برابر جہان آبنائے بہت ہی تنگ ہو گئی ہے لوگون کے انبوہ در انبوہ کھڑے تھے جس وقت جہاز کے ملاحون نے اونکو سموئیسکی کی "شاندار فتح" کی خبر سنائی تو سب نے خوشی کے نعرے بلند کیے۔ مگر ایک یونانی کھڑا نہ ہوا وار وہ ٹرہ گیا۔ جہاز پر دو باقاعدہ یونانی سپاہی بھی سوار تھے۔ وہ طویل القامت و تنومند شخص تھے اور گہاگرہ پلٹن کی طرح گہیرے دار ازار گھٹنے تک اور بھورے رنگ کی ٹوپیان پہنے ہوئے تھے۔ اور اون کے سینے کا زنوسون کی پیٹیون سے ڈھنپے ہوئے تھے سب سے اوپر بھیڑ کی کھال کی بھدی سی پوستینین تھین۔ یہ ذات شریف قسطنطنیہ سے ہی جہاز پر تھے جہاز پر جب ہر ول چاہتا ادہر اودہر پھرتے اور سیر کو کبھی بینچ چھت پر سوتے۔ ایک اکثر شیخی بگھارتا رہتا کہ مین نے ضلع فریدس مین اپنے ہاتھ سے بیس ترکون کو تہ تیغ کیا اور اب چند دن آرام کرنے کیلئے ایتھنز گھر جا رہا ہون میرا خیال ہے کہ بھلا مانس کو ترکی سنگینون کی اور زیادہ مقابلہ کی جرات نہ رہ گئی تھی۔ وہ ایتھنز کی پہاڑیون کے ونسہ کا آدمی تھا۔

ساڑھے بارہ بجے ہم فالیرم کے قریب پہنچے۔ یہ چھوٹا سا قصبہ خلیج پائریس کے باہر واقع ہے اوس کی بندرگاہ مین دول کا متفقہ بیڑہ با جاہ و جلال خاموش لنگر انداز تھا کہ اگر ایتھنز مین بغاوت ہوجاے تو جھٹ کام دے سکے لیکن ساتھ ہی اس لئے شہر سے پرے رہا کہ باشندون کو خواہ مخواہ اشتعال نہ پہونچ جائے۔ وہ بھی ہمارا جہاز اوس طرف جاتا ہے مگر وزیر رسان نفرسکو کے دوش بدوش جو نہایت خوبصورت اور مضبوط جہاز تھا پائریس کے بندرگاہ مین لنگر انداز ہوا۔ سہ پہر کے وقت جہاز مذکور کا نائب افسر مسٹر امریکا کا ڈیکر

ایونیا کے کپتان کی پاس آیا میری اوس سے کچھ گفتگو ہوئی ۔ اور اوس نے وعدہ کیا کہ اگر شہر کے بلوائیون نے ہمارے جہاز پر آکر ہم سے کچھ شرارت کرنی چاہیئے تو امریکن جہاز ہماری مدد کریگا ۔ بندرگاہ مین انگریزی جنگی جہاز کوئی نہ تھا ۔

یونانی ممبر نے ہمین متنبہ کر دیا کہ خشکی پر جانا تمہارے لیئے مناسب ہوگا ۔ ایتھنز کے اخبارات نے اشتعال انگیز مضامین شایع کر کے لوگون کو تمہارے برخلاف سخت برافروختہ کر دیا ہوا ہے ان نیک بخت اخبارات نے ہمین "جاسوس" کا خطاب دیکر یہ تحریر کیا تھا کہ ہمارے پاس سے الزام جاسوسی کو ثابت کرنے والی کاغذات بھی دستیاب ہوئے ہین شہرون کے طوفان بدتمیزی نے چند دن قبل دو چار تجارتی جہازون پر جن کی نسبت خیال کیا گیا تھا کہ اون پر کریٹی مسلمانون کو لیئے سامان رسد لدا ہوا ہے یورش کر کے اہل جہاز کو خوب زد و کوب کی تھی ۔ اور اسباب محمولہ کو سمندر مین پھینکدیا تھا ۔ ہمارے ورود سے کچھ دن بعد مسٹر ناکمری سے اسی مجمع نے نہایت وحشیانہ سلوک کیا تھا ۔[1]

## مسٹر میکس کی ایلچیانہ کارروائی

ایونیا کا کپتان ایتھنز جا کر ایم رالیس کو اطلاع دینے کو گیا جو وزیر اعظم ہی نہین وزیر بحریہ بھی ہے فی الفور خشکی پر چلا گیا ۔ وہ میری طرف سے ایک خط مسٹر ایجرٹن کیطرف بھی لیتا گیا ۔ اور ساتھ ہی ایک رقعہ انگریزی قونصل کو بھیجدیا جس مین ہم نے اوس سے جہاز پر آکر ہمسے ملنے کی درخواست کی تھی ۔ مگر جب وہ خشکی پر پہنچا تو اوسے بذریعہ ٹیلیفون ایتھنز سے یہ پیغام پہونچا کہ خود ایم رالیس ساڑھے چار بجے آکر ہمین ساتھ ایتھنز لیجائیگا ہمارے لیئے یہ بڑی خوشخبری تھی مگر ساڑھے چار بج گئے اور ایم رالیس کوئی نہ آیا ۔ ساڑھے پانچ بجے ہمنے کپتان ورا اوس کے ماتحت افسرون سے دریافت کیا کہ کیا وہ توقف کی کچھ وجہ بتا سکتے ہین ؟ اونہون نے کسیقدر تردد کے بعد جواب دیا کہ غالباً وہ بلوائیون کے خوف سے نہین آیا ۔

[1] ایسا ہی پاجیانہ سلوک اکتوبر ۱۸۹۷ء مین ایک ترکی جرنیل سے کیا گیا ۔ امیر المومنین نے جنرل وہبی پاشا کو افواج مقیمہ تھسلی و ایپا ئرس کے سپاہیون اور افسرون مین تمغے اور اعزازی تلوارین تقسیم کرنے کے لیئے بھیجا ۔ جنرل موصوف کار مفوضہ سے فارغ ہو کر بندر پر یو یسا سے ایک آسٹرین جہاز پر سوار ہو کر قسطنطنیہ کیطرف روانہ ہوئے ۔ اون کے ساتھ اونکا بیٹا اور جنرل محمد علی پاشا معہ قبایل بھی تھے ۔ جہاز نے کو جب ایتھنز کے بندرگاہ پائرس مین داخل ہوا تو دو ہزار سے زیادہ لچے اور بدمعاش یونانی باین خیال کہ جہاز پر چند یونانی اسیران جنگ بھی ہین کشتیون پر سوار اوس کے گرد جمع ہو گئے ۔ جہاز کے کپتان نے اون کو یقین دلایا کہ کوئی قیدی اسپر سوار نہین ہے ۔ مگر اونہون نے ایک نہ سنی اور جہاز مین داخل ہو کر تمام کمرون مین پھیل گئے مسافرون کا اسباب لوٹ لیا اور ترکی افسرون کو بےعزت کیا ۔ یونانی گورنمنٹ نے اطلاع ملنے پر کوئی تدارک نہ کیا ۔ آخر آسٹریا کے ایک جنگی جہاز نے دو کشتیون پر بحری سپاہی اور متارپیڈو کشتیان بھیجکر مجمع کو منتشر کیا ۔ اور محمد علی پاشا اور دیگر مسافرون کا مال واپس لیا ۔ محمد علی پاشا کی اہلیہ خوف و دہشت سے کئی ہفتہ بیمار رہین یونانی گورنمنٹ نے آسٹرین گورنمنٹ کی بازپرس پر بعد مین بندرگاہ کے افسر اور پولیس کے اعلےٰ عہدہ دار کو موقوف کر کے معافی مانگی ترکی اخبارات انگریزی اخبارات سے دریافت کیا کہ کیا تمہاری مہذب یونانی قوم کی یہی شرافت ہے جسپر تم اس قدر نازان ہو مگر افسوس ہے ترکون کو کہ اس واقعہ کے بعد بھی کسی یونانی مسافر یا جہاز کو ترکی بنادر یا سمندرون مین ذلیل کرنے کا اون کو خیال تک نہین گذرا ۔

۶ بجے مسٹر میکس مسٹر ایمرٹن کی طرف سے جہاز پر پہونچا۔ وہ دراصل پاپیرس میں قونصل تہا۔ مگر کام کی کثرت کی وجہ سے اس وقت اتھینز کی سفارت میں بطور اتاچی کام کر رہا تھا۔ وہ یہ خوش خبری لایا کہ ایم رالیس نے سفیر سے ملاقات کر کے ہمیں رہا کر دینے اور انگریزی سفارت کو سپرد کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ مسٹر میکس ٹرین کا انتظار کرنے کے لیے گاڑی پر اتہینز سے آیا۔ اوس نے کپتان سے ہمیں اسیوقت ساتھ لیجانے کی اجازت مانگی۔ کپتان نے عذر کیا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی حکم اب تک نہیں ملا۔ اسپر مسٹر میکس اوس سے صاف انکار کرا دینے کے درپے ہو گیا۔ مگر کپتان حیلے حوالے بتاتا رہا۔ جب مسٹر میکس نے آخری سوال کیا۔ "صاحب کیا آپ مجھے جو انگریزی سفیر متعینہ اتھینز کا قائم مقام ہے۔ سر اشمیلڈ یا ٹلٹ اور اوس کا فرزند جو الکر بیسے انکار کرتے ہو۔ اس کا جواب دو حرفی ہاں یا نہ دیا جائے"

کپتان نے جو فی الواقع نیک نہاد شخص تھا رک رک کر آخر صاف انکار کر دیا۔ اور مسٹر میکس اس انکار بلفظہا دہرا کر خوش خوش واپس چلا گیا کیونکہ اس انکار سے اوسے یونانی گورنمنٹ سے باز پرس کا موقعہ ملگیا۔ ساڑھے سات بجے کپتان کو پیغام پہونچا کہ چونکہ دن کے وقت ہمارا خشکی پر اُترنا خالی از خطر نہیں۔ ایم رالیس دیر کر کے آئیگا۔ چند سرخ کوٹ و سرخ ٹوپی پہنے اطالین مجاہدین کشتیوں پر سوار ادہر ادہر بندرگاہ میں پھر رہے اور مختلف جہازوں کی سیر کر رہے تہے۔ اس جہاز چنداں تپاک کے ساتھ اون سے پیش نہ آتے۔ اونہیں سے کچھ بندر میں ادہر اودہر اٹکلیں مار کر رہے تہے۔ ہم ایم رالیس کا انتظار کھینچ رہے تہے کہ ایک بڑا تجارتی جہاز یونانی مجاہدین سے بھرا ہوا بندر میں داخل ہوا یہ لوگ عثمانیہ علاقہ سے اور زیادہ تر سمرنا سے آئے تہے۔ وہ تقریباً سب کے سب ابھی نوعمر لڑکے تہے۔ اور جہاز کا ہر گوشہ و کونہ اون سے بھرا ہوا تھا۔ ان جاہل و جعلیم اور نکزور جسیم لڑکوں کو جہاز کے بندر میں داخل ہوتے وقت جہاد جہاد کے نعرے لگاتے ہوئے سن کر اونکی حالت اور بیوقوفی پر ہمیں بڑا رحم آیا۔ اون کو ابھی معلوم نہ تھا کہ لڑائی کس جانور کا نام ہے۔ اور وہ کیسی خوفناک چیز ہے۔ کئی گھنٹے انتظار میں گذر گئے۔ سب نے شام کا کھانا افسردہ دلی سے کہایا۔ یونانی افسر تاجیر و درنگ سے ہمیں بھی زیادہ پژمردہ خاطر ہو رہے تہے۔ وہ ہمیں جہاز پر دو کے رکھنے کی ذمہ داری میں مبتلا ہونا پسند نہیں کرتے تہے۔ ہم نے اونہیں ظریفانہ پیرایہ میں کہا کہ اگر کسی طرح کے بلوہ کا اندیشہ ہے تو اونہیں ہمارے ہتھیار ہم کو واپس کر دینے چاہئیں تاکہ ہم حملہ کی صورت میں اپنا بچاؤ کر سکیں۔ کپتان نے وعدہ کیا کہ جس گودام کے کمرہ میں وہ ہتھیار بند ہیں اوس کے دروازہ کا قفل کھول دیا جائیگا۔ آخر سیلون سے باہر جہاں ہم قہوہ پی رہے تہے کسیقدر ہلچل ہونے سے واضح ہو گیا کہ کوئی آیا ہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد یونانی ابم نے سرو قد کھڑے ہو کر مسرت بھرے لہجہ میں کہا "یہ لو ایم رالیس آن پہونچے" اور اسیوقت وزیر اعظم کمرہ میں داخل ہو گیا۔

## یونانی وزیر اعظم

ایم رالیس پست قامت اور چست و چالاک شخص ہے۔ آنکھیں روشن و بتقاضاء طبیعت سیماب وش۔ چہرہ خوب گٹھا ہوا۔ اور سر کے بال بہت گھنے اور بکھرے ہوئے۔ ایم رالیس کو ایک لحظہ سکون نہیں۔ وہ ہر وقت متحرک رہتا ہے۔ اور بولتا نہایت تیزی اور طلاقت کے ساتھ ہے۔ اوسکی شکل و شباہت خوش آیند تو ہے مگر موثر نہیں۔ تاہم اوس کا بشرہ بتا رہا تھا کہ وہ اکثر یونانیوں کی نسبت زیادہ صاف باطن اور نیک ضمیر شخص ہے۔ اوس کے ساتھ صرف ایک منشی اور ایک چھوٹا سا عجیب الہیئت آدمی تہا۔ آخر الذکر وزیر کے پیچھے تہا اس لیے اوسے ہم پہلے نہ دیکھ سکے۔ وزیر نے آتے ہی بڑے تپاک کے ساتھ

ہم سے مصافحہ کرکے ہمارے رکاؤ پر افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ اس سے جو ہمین تکلیف پہونچی ہے اوسکا مجھی بہت رنج ہے ۔ وہ آ ایلس کے ساتھ
وہ بہت بے تکلفی کے ساتھ پیش آیا جس کے گلو کو ٹھوڑی کے نیچے سے پکڑ کر اونکے کئی چٹکیاں کسقدر زور کے ساتھ بین بلوٹڈسے کو یہ حرکت
سخت ناگوار گذری ۔ اوس کا رنگ غصہ سے سرخ ہوگیا اور ہاتھوں سے اسکا جواب درستی سے دینی ہی لگا تھا کہ مین نے جھٹ پٹ اوسے کہا کہ
وہ صرف پیار سے ایسا کر رہا ہے " جس سے ایلس کا غصہ فرو ہوگیا لیکن اگر مجھ سے ذرا سا بھی توقف ہوجاتا تو وہ ضرور ایم ریلس کو دو
چار گھونسے رسید کر دیتا ۔ ہم سے بعد وہ پٹیالا اس سے چند منٹ باتین کرتا رہا ۔ یہ ممبر اگرچہ ڈیلیانیس کے فریق مین سے تھا مگر نئے وزیر
سے موافقت کر لیتا اوسے ناپسند نہ تھا ۔ بعد ازان مین اور وزیر کچھ عرصہ باتین کرتے رہے ۔ مین نے اوسے کہا کہ میری رائے مین لڑائی کا
جلد ختم ہو جانا نہایت مناسب ہے ۔ لڑائی دونون ملکون کے حق مین مضر ہے ۔ ترکی اور یونان کو آپس مین دوست رہنا چاہیئے ۔ نہ کہ
دشمن ۔ وزیر نے کہا کہ غالباً جرمنی اور روس تو اول طمینان نصیفہ کی بہت کچھ مزاحمت کرینگے ۔ پھر کہا تمہارا مشورہ بیشک نیک ہے مگر
بعد از وقت دیا گیا ہے ۔ تمہارے کہنے سے پیشتر ہی دول عظام نے خود بخود بلا تحریک یونان بچاؤ کر کے صلح کرا دینے کا منشاء ظاہر کیا ہے " اوس نے خود
بخود کا لفظ اسلیئے کہا تھا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ یونان نے دول سے التجا کی ہے لیکن ہمین کوئی شک نہیں کہ یونان نے علانیہ نہ سہی در پردہ پرائیوٹ
طور پر ضرور التجا کی تھی ۔ ایم رالیس نے باتون باتون مین ذکر کیا کہ لڑائی ختم ہو چکی ہے ۔ ترکی بیان صریح غلط ثابت ہوا ۔ مجھے
۶ مئی کو آیونیا پر ملا ۔ اور لڑائی اوس سے پندرہ دن کے بعد یعنی ۲۰ مئی کو معرکہ ڈوموکو کے ہو کر بند ہوئی ۔ مین نے اوسے
کہا کہ اگر انعقاد صلح کے متعلق مین قسطنطنیہ یا کہین اور کسی کارآمد ہو سکون تو مجھے دریغ نہیں ہوگا ۔ ایم رالیس نے اس کا شکریہ
ادا کر کے بتایا کہ یونانی فرسالہ کو چھوڑ آئے ہین ۔

یہ نہایت اہم خبر تھی کیونکہ فرسالہ کو چھوڑ دینے کا حکمی نتیجہ یہ تھا کہ ڈوموکو کو بھی چھوڑ دیا جائے ۔ باتون سے فارغ ہو کر ہم سب
چلنے کو تیار ہوگئے ۔ اس وقت مین نے اپنے اسلحہ کی واپسی کی درخواست کی ۔ ایم رالیس نے اونہین فوراً واپس کر دیئے جانیکا حکم دیا ۔
لیکن جب ہم نے گراس رائفلون اور یونانی تلوارون کا جو ایلس نے تھسلی مین البانیون سے خریدی تھین علاوہ ہمارے اسلحہ (تلوار پستول اور
خنجر) کا مطالبہ کیا ۔ تو ایم رالیس نے اول الذکر اسلحہ باین دلیل ہمین واپس دینے سے انکار کیا کہ وہ یونانی گورنمنٹ کی ملکیت مین ہین اور سرکار کو
اپنی ملکیت پر پھر متصرف ہونیکا کامل استحقاق حاصل ہے ۔ مین نے عذر کیا کہ ہم معاملات کنندہ نہ تھے ۔ وہ اسلحہ ہم نے جائز طور پر ان لوگون
سے جنہین وہ میدان جنگ مین لاوارث ملے تھے خرید کیئے گئے تھے ۔

میرا خیال ہے کہ اگر ہم اکیلے ہوتے تو ایم رالیس یہ ہتھیار بھی ہمین واپس دیدیتا ۔ مگر جہاز کے کل افسرون کے سامنے اس بحث
کو دلچسپی اور کسیقدر آزردگی کے ساتھ سن رہے تھے اس نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا ۔ مین نے بھی روانگی مین زیادہ توقف ڈالنا خلاف
مصلحت سمجھ کر اس بحث کو اس فقرہ پر ختم کیا " ایم رالیس چونکہ آپنے یہان آکر ہمین شنے سے ہم پر احسان کیا ہے مین اس معاملہ پر اِس
وقت زور نہیں دیتا اور مزید بحث و مباحثہ کو کل پر ملتوی رکھتا ہون "۔

# فصل (۱۹) نوزدہم

**پایرس و اتھینز**

جس وقت ہم خشکی پر پہونچے اوس وقت اگرچہ دس بجے کا عمل تہا۔ مگر ساحل پر بیشمار ہجوم ہمارے انتظار مین اکٹھا تھا۔ ہم گاڑی پر سٹیشن کو گئے۔ جہان ساحل سے بھی زیادہ ہجوم جمع تھا یہ اژدحام دیکھکر مسٹر ورالیس کا دل بہت سہم گیا کیونکہ گو ہجوم نے علانیہ مخاصمت کا کوئی اظہار نہ کیا۔ مگر اوس کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔ اور ذرہ سی تحریک پر وہ مشتعل ہو سکتا تھا۔ بدقسمتی سے ٹرین کی روانگی کے وقت کے متعلق غلطی ہوگئی۔ اور ہم آدہ گھنٹہ پہلے آگئے سٹیشن ماسٹر نے ہمین اپنے کمرہ مین لیجاکر دروازہ بند کر دیا۔ لیکن مجمع بڑہتا گیا۔ اور کئی لوگ دروازہ کے پاس آکر ہمین گھورتے رہے اسپر دروازہ کو مقفل کر دیا گیا۔ لیکن مجمع کا شوق کم نہ ہوا۔ وہ دریچہ کے بیرونی کٹہرے پر چڑہ کر یکے بعد دیگرے ہمین دیکھتے رہے۔ ایتیا کی ترکی ٹوپی سے بالخصوص اونہین بڑی دلبستگی تھی۔ اور اوسکی طرف بار بار انگلیان اٹھ رہی تھین۔ یہ دیکھکر اب پہلی مرتبہ ایلیا کا حوصلہ جاتا رہا۔ گرفتاری کے وقت اوس کا استقلال برابر قایم رہا تھا۔ اور جہاز کے یونانی ملاحون کی چھیڑ چھاڑ سے بھی جو اوسے ہروقت لڑائی کی دعوت کرتے رہتے تھے وہ نہ گھبرایا تہا۔ مگر اب ایک یہ بھی خیال تھا کہ اوس کے پاس کوئی ہتھیار نہین رہ گیا تہا۔ اور وہ اجنبی ملک مین بیگانون کی قید مین گرفتار اور بالکل بے پناہ تھا۔ اوس نے لمبی لمبی سانسین بھرنی شروع کر دین۔ اور اوسکی حالت غشی کے قریب پہونچگئی۔ سب سے پہلے ایلیس نے اوس کے اضطراب کو دیکھا جسپر اوس نے ایتیا کے پاس جاکر اوسکی پیٹھ کو تھپکا۔ اور اوسے حوصلہ دلایا کہ میرا (یعنی ایلیس کا) ریوالور دس بلوائیون کے لیئے کافی ہے۔ ایلیس کے بعد ایم رالیس نے بھی اوس کے رخسارون پر ہاتھ پہیر کر اوسے بہت کچھ تشفی دلائی اور بینے وعدہ کیا کہ ہم سب آخری دم تک اوسکی حفاظت کرینگے۔

اتنے مین ٹرین تیار ہوگئی۔ اور ہم کمرہ سے باہر نکل آئے۔ ہجوم ہمارے گرد امڈ آیا۔ مگر کسی نے حملہ نہ کیا۔ ایم رالیس نے اکثر لوگون سے مصافحہ کیا جس سے وہ خوش ہوگئے۔ اور کوئی شرارت نہ کی۔ اس وقت تک ایلیا کا حوصلہ بالکل بحال ہو چکا تہا۔ وہ باوقار لاپروائی کے ساتھ ہمارے ساتھ گیا۔ ہم سب جھٹ پٹ ایک کمرہ مین بیٹھ گئے۔ اوس کا دروازہ مقفل کر دیا گیا۔ اور ٹرین ایتھنز کو روانہ ہوگئی۔ وہان کے سٹیشن پر بھی ہجوم موجود تھا مگر وہ نہ اتنا زیادہ تہا۔ اور نہ اس قدر جوشیلا۔ ایک معمر شخص آگے نے جو اشرافیہ سے آرہا تھا میرے قریب آکر نہایت دقت کے ساتھ ہمدردی اور تاسف کا اظہار کیا۔ اوس کے خیال مین گویا ہمین پہانسی دینے لیجا رہے تہے۔ سٹیشن پر گاڑی تیار تھی ہمین ایم رالیس سیدہا انگریزی سفارتخانہ کو لیگیا۔ سفارتخانہ کی عمارت بہت خوبصورت اور یونانی طرز کی ہے۔ وسط مین ایک بڑا ایوان ہے۔ اور نچلی منزل کے سامنے سنگ مرمر کا زینہ ہے۔ انگریزی سفیر مسٹر ایجرٹن جو نہایت قابل قدر اور خلیق شخص ہین۔ اور علم وفضل کے قدردان کی وہ قدر مقدار کہتا ہے نصف زینہ تک ہمارے استقبال کو آیا۔

## مسٹر ایجرٹن اور ایم رالیس۔

چند لحظون تک دونون مدبر اس سوچ مین خاموش کھڑے رہے کہ گفتگو کس طرح شروع کی جائے ایم رالیس حیران تھا کہ کیا کہے اور مسٹر ایجرٹن اوسکا اور ہم کو باوقار حیرت و تاسف کی نگاہون سے اسطرح دیکھتے رہے کہ گویا وہ ایم رالیس سے اس معاملہ کی کیفیت طلب کر رہے ہین۔ آخر یونانی وزیر اعظم نے سنبھلکر نہایت نرمی کے ساتھ فرانسیسی مین یہ کہا "سفیر صاحب۔ یہ بھیجو اسیرون کو صحیح سالم مین آپ کے حوالہ کرتا ہون"۔ اسکے بعد ہمین اور سفیر کو سلام کہکر رخصت ہوگیا۔ سفیر ہمین نہایت تپاک سے ملا۔ اور کہا "مین شام کے کھانے پر تمہارا منتظر رہا"۔ پھر ہمین سفارت خانہ مین ٹھیرنے کی پیشکش کیا۔ بحالت موجودہ ہم نے اس مہمان نوازی کو با تامل منظور کر لیا۔ سر ڈانلڈ والیس[1] میکنزی ٹائمز کا نامہ نگار بھی وہین فروکش تھا۔ اون نے ہمین اپنے مشاہدات بالتفصیل سنائے۔ ٹرناوو اور لاریسہ کی بھاگڑ مین ۲۳ اور ۲۴ اپریل کو وہ بھی شامل تہا۔ اور اوس وقت اکثر دوسرے انگریزون کیطرح جن کو یونانیون کی شجاعت پر بڑا ناز تھا۔ اسپر بھی اس شجاعت کی قلعی اچھی طرح کھل گئی۔

دوسرے دن مین صبح کے پانچ بجے بیدار ہو کر اتھینز کے پرانے قلعہ کو جسے دیکھے ہوئے ۱۹ برس ہوگئے تھے روانہ ہوگیا۔ یہ مقام واقعی کمال شاندار ہے۔ اوسے دیکھکر اوس کی گذشتہ شان و شوکت کو واقعات کی یاد فوراً دل مین تازہ ہو جاتی ہے۔ اور اوسکی نوادرات اور قدیم عمارتون کی بیمثال لطافت سے آنکھون کو سچا سرور اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔ پارتھینان۔ ایرکتھی ام اور اونکی اسٹیمپ کا مندر بلا مبالغہ نادر الوجود عمارتین ہین۔ مین آریوپیگس[2] کی سہل بلندی پر بھی چڑہا۔ اور پرانی تہ خانہ دیکھنے گیا۔ یہ وہی بلندی ہے جہان کھڑے ہو کر ۱۸۰۰ برس ہوئے سینٹ پال نے اہالی اتھینز کے دلون کو ہلا دیا تھا۔ اور یہ وہی تہ خانہ تہا جہان سقراط نے زہر کا پیالہ پیکر جان جان آفرین کے سپرد کی تھی۔ پنکس کی مشہور آفاق پہاڑی بھی جسکا نام پری کلیس، کلیون، ڈیموستھنیز اور اتھینز کے زمانہ عظمت و شوکت کے تمام مشاہیر کی یادگارون اور کارنامون سے وابستہ ہے۔ بالکل پاس تھی۔ اللہ اکبر ان نامورون کے مقابلہ پر زمانہ حال کے یونانی کیسے حقیر اور ہیچ دکھائی دیتے ہین۔ اون پر رومن جرنیل مارک انٹونی[3] کا یہ مصرع "اسے اپنے وطن سے کیا کیا گزرتا تھا" یا کارڈنیل وولزے کا یہ پر از حزن و اندوہ مقولہ "جب وہ گرے گا شیطان کیطرح گرے گا۔ اور کبھی نہ سنبھل سکیگا" کیسا صادق آتا ہے۔ یونان کو کامل تباہی سے بچانے کے لیئے جز اوسکی سرفروشانہ اور نیز والہانہ حماقت نے اوسپر تقریباً وارد کر دی ہے۔ بلا شبہ کسی ہیرو کی ضرورت ہے۔ اور سرزمین یونان بزبانِ حال سے ہر وقت بارگاہ ایزدی مین یہ التجا کر رہی ہے۔

---

[1] یہ صاحب لارڈ ڈفرین گورنر جنرل ہندوستان کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت مین کئی برس ہندوستان مین رہ چکے ہین اس عہدہ کو قبول کرنے سے پہلے بھی ٹائمز کے نامہ نگار تھے۔ اور اسی حیثیت سے روس کی سیاحت کرکے اوسپر ایک کتاب تحریر کی تھی جو انگلستان مین عام مقبول ہوئی۔ مترجم +

[2] مسلمانون کا قبرستان بھی جو کئی سو برس یونان پر قابض رہے۔ اسی پہاڑی کی ایک جانب ہے۔ اتھینز [illegible] قبل مسیح مین آباد ہوا تھا +

[3] جسے مصر کی حسین ملکہ کلیوپیٹرا کے عشق نے کسی کام کا نہ چھوڑا تھا +

اے[1] خدا آن صاحبِ عقل و تمیز — کان توانائی و شہرت و شت نیز
حیف او بر داشتہ رختِ سفر — رفت زین عالم بدنیائے دگر
از فروشِ حالتِ یونان زمین — دردناک است دیدہ انجام و حزین
قوم دارد بہر شخصے احتیاج — کو کند در دو زوالش را علاج
گر بود اولاد بائٹے[2] ویا امیر — یا بود فرزند درویش فقیر
اعتراضے نیست ماگوئیم فاش — ہرچہ بادا باد مرکاذب مباش

**وزیرِ اعظم کا دفتر** ناشتہ کے بعد مین ایم رالیس کو وزارت بحریہ مین اوس کے دفتر جاملا اور آنے کی وجہ یہ بتائی کہ چونکہ آپ از راہِ شفقت مجھے جہاز پر ملنے گئے تھے اِس عنایت کے عوض مینے آج حاضر خدمت ہونا ضروری سمجھا۔
رالیس اِس دلیل سے بہت خوش ہوا اور کچھ عرصہ فرحان و مسرور دوستانہ باتین کرتا رہا۔ اوس کے پرائیویٹ کمرے کو دیکھکر مین دنگ رہگیا مین ہی نہین جو دیکھتا دنگ رہجاتا۔ اور اِس حیرت مین پڑجاتا کہ وزیر موصوف کوئی کام کسطرح کرسکتا ہے۔ وہ ہر قسم اور ہر منزلت کے لوگون سے جن مین افسر، اخبار نویس، سائل، سپاہیون، سکرٹری حتی کہ عورتین بھی شامل تھین۔ بھرا ہوا تھا۔ اور وزیرانِ سبپر اِدھر اُدھر جلد جلد چکر لگاتا ہوا ہر ایک سے کچھ نہ کچھ گفتگو کر رہا ہے۔ اب اوسے اس شخص تنہا کو کیا ہے۔ اوس سے خلاصی ہوئی تو دوسرا سامنے آگیا۔ اور فدیہ ہے کہ سب کی معروضات سن لینا اور کسیکو انتظار مین نہ رکھنا اپنا فرض سمجھ رہا ہے۔ اوسکی یہ کارروائی بلاشبہ حیرت انگیز تھی۔ مجھے بتایا گیا سارا دن یہی کیفیت رہتی ہے۔ مسیو رالیس کو کہین بہت رات گذر جانے کے بعد اور صبح کو بہت ہی سویرے تنہا اور چپ چاپ کام کرنیکا موقعہ ملتا ہے۔ مین دکرہی مین تھا کہ ایک خوبصورت یونانی خاتون (لیڈی) اپنے بھائی کے حالات جو فوجمین افسر اور محاربہ مین شریک تھا۔ دریافت کرنے آئی۔ وہ انگریزی عمدہ بولتی تھی۔ ایم رالیس نے ایک نہایت بانکا فقرہ کہکر مجھے اوس سے روشناس کرادیا۔ اور ہم دونون فی الفور محاربہ اور اوس کے اسباب بوجہ کے متعلق طویل و خوشگوار بحث مین مصروف ہوگئے جسمین مینے اپنی حسین مخاطبہ سے حتی الامکان بہت کم اختلاف کرنے کی کوشش کی یونانی زبان مین بانکے فقرون کی کوئی کمی نہین۔
رخصت ہونے سے پہلے مینے پھر ایم رالیس سے آئیلکے اسلحہ اور آئیس کی رائفلون اور تلوارون کی واپسی کی باضابطہ مگر مؤدبانہ درخواست کی۔ اوسنے آئیلیا کے اسلحہ واپس کردینے اور دوسرے معاملہ پر موافق و مناسب غور کرنیکا وعدہ کیا مگر ہمین کوئی ہتھیار واپس ملا شاید اِس وجہ سے کہ ہم جلد ایتھنز سے روانہ ہوگئے اوسی دن سہ پہر کو ہمنے ٹائمز اور سٹینڈرڈ کے نامہ نگاران مسٹر بورشیر اور مسٹر میدرین سے

[1] انگریزی نظم کا لفظی ترجمہ یہ ہے دنیا آرہا جیسے ایک ایسے عاقل و ہوشمند صاحبِ دل اور کارگر شخص کی ضرورت ہے جو اون سادہ مزاج بیٹے اور دیرین ایسا ہو جو افسوس ہمیشہ کیلیئے رخصت ہو چکے ہین۔ اِس پُرآشوب و پرفتن سرزمین کو ایک کم سخن اولوالعزم انسان کی ضرورت ہے خواہ وہ میر کا فرزند ہو، یا خود مختار بادشاہ کا۔ اور خواہ جمہوری خیالات کا ہو۔ مگر ایسا ہو جو حکومت کرجاتا ہو اور جھوٹ نہ بولتا ہو۔

[2] بے۔ باب۔ بیگ۔

ملاقات کی۔ دونوں خلیق اور خوب باخبر جنٹلمین تھے۔ اُنکی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ ایم رالیس کے ساتھ جو بیت فاصلت سا شخص جہاز پر گیا تھا وہ ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار تھا اس نامہ نگار نے ہماری ملاقات اور ایم رالی کے متعلق اپنے اخبار میں خوب دلچسپ من گھڑت کہانیاں شائع کین ؀

**اطالین مجاہدین** ہم نے گاڑی پر سوار ہو کر کئی گھنٹہ اتھینز کی سیر کی۔ اور قدیم یونان کی دلفریب یادگارون اور خوشنما سطلع اور شفاف موسم سے خوب حظ اوٹھایا۔ اور جو چیز قابل دید تھی سب کو دیکھا بازار تمام ملکون کی باشندون۔ مجاہدین اور بیقاعدہ سپاہیون سے بھرے ہوئے تھے۔ انمین سے ایک بھی شکل و شباہت سے بہادر یا معتبر نظر نہ آتا تھا فی الحقیقت اتھینز مین اسوقت تمام یوروپ کا فضلہ جمع ہو رہا تھا۔ ان لوگون مین زیادہ تر اطالین مجاہدین تھے جن مین سے اکثر ابھی سولہ برس سے لیکر ۱۸ برس کی عمر تک کے خام لونڈے تھے گو وہ ٹوپی اور کوٹ اوسی سرخ رنگ کے پہنے ہوئے تھے جسکو چالیس برس ہوئے اٹلی کے آزاد کنندہ گیریبالڈی نے اپنے آدمیون کی وردی کے لیئے پسند کیا تھا۔ انمین سے اکثر کے پاس ریوالور تھے اور سب محض بلا غرض و بیفائدہ صرف تفریحاً ٹہلنے پھرنے کے لیئے اِدھر اُدھر چکر لگاتی رہتی تھے۔ ان نام نہاد اور خود ساختہ گیریبالڈین مجاہدین مین فی الحقیقت بہت سے یونانی ہی تھے جنہون نے اِدھر اُدھر جھومتے پھرنے کے لیئے اطالین لباس پہن لیا ہوا تھا۔ رات کیوقت یہ غیر منتظم اور بیقاعدہ (باشی بزوق) گروہ در گروہ بڑے چوک مین جمع ہو کر بیت و بیٹک گاتے اور چلاتے رہتے کبھی اسوقت پستول بھی چلا دیتے الغرض یہ لوگ یونانی حکام کیلئے سخت وبال جان ہو رہے تھے ؀

# فصل بستم (۲۰)

**شاہ یونان** شنبہ کی صبح کو ساڑھے دس بجے بادشاہ کے یاور (حاجب۔ ایڈیکانگ) نے خط بھیجا کہ مجھے بادشاہ سے ملاقات کرنے کے لیئے فی الفور محل کو آنے کی درخوست کی ہم ساڑھے گیارہ بجے وہان پہونچے۔ اودیاور نے ہمین بادشاہ کے سامنے پیش کیا شاہ نہایت مہربانی سے پیش آیا۔ اور ملی مفہور نہایت دلچسپ اور خوشگوار گفتگو شروع کر دی۔ بادشاہ

---

له کل اقوام سے حسب تعداد ذیل مجاہدین یونان کی مدد کو پہونچے۔ ۲۴۰ طالین ۷۰ فرنچ ۶ آسٹرین ۱۱ روسی ۷ سویڈی ایک باغندہ نارو یونان کی حمایت مین والنٹیر بن کر آئے ہین۔ ان کی علاوہ ممالک غیر سے یونانی قوم کے لوگ بہ تفصیل ذیل اپنے ملک کی مدد کو گئے۔ قسطنطنیہ و مسیلیا مجمع الجزائر و تورص سے ۴۸۵۳ مشرقی رومیلیا سے ۷۰۰ مصر بایا یرس ۱۳۴ امریکہ سے ۸۵۰ اڈیسہ (جنوبی روس کا بندرگاہ) سے ۳۸۴۳ سردینیا سے ۳۷۳ اکو ۵ قاف سے ۴۹ سفرنس ۱۲۱۰ آسٹریا سے ۱۳ انگلستان سے ۱۲۱ اٹلی سے ۲۵ جرمنی سے ۱۴ سوئٹزر لینڈ سے ۴ بلجیم سے ۲ اور کلکتہ سے ۵ ؀

کا قد خاصہ لمبا تقریباً پانچ فیٹ دس انچ ہے جسم چھریرا۔ بشرہ خندہ اور اطوار شایستہ خوش گوار ہین شکل مین اپنی ہمشیرہ شہزادہ ویلز کی بیگم سے بہت ملتا جلتا ہی۔ انگریزی بہت شایستہ اور آسانی و سرعت بولتا ہے۔ کل مکالمہ کے دوران مین اوسے ایکمرتبہ بھی کوئی لفظ یا محاورہ نہ سوچنا پڑا۔ مین معمولی لباس مین گیا تہا۔ اوسکی بابت مینے یون معذرت کی کہ حشمت مآب کی جنگی جہازون کی مستعدی اس کوتاہی کا باعث ہی۔ یہ وجہ سنکر بادشاہ بہت محظوظ ہوا۔ شاہ نے تمام پولیٹیکل مسایل پر فوق العادت بلاتکلفی اور روانگی سے گفتگو کی۔ وہ دول کی کارروائی پر بہت ناراض تھا۔ اوس نے کہا ششش دول عظام یونان کی ننہی سی ریاست کی برخلاف متفق و متحد ہو رہی ہین۔ اور یونان کے ہر فعل کی قولاً و عملاً مخالفت کرتی رہی اور کر رہی ہین۔ اور اونہی کا غلط فعل محاربہ کا براہ راست باعث ہوا ہے۔ وہ انگریزی گورنمنٹ کی پالیسی سے بالخصوص بہت خفا تھا۔ اوس نے کہا۔ اس گورنمنٹ کی پالیسی آج کچھ اور کل اوس کے عین برعکس ہوتی ہی۔ سال گذشتہ کی ایک وقت انگریزی گورنمنٹ یونان کی بڑی خیر خواہ تھی اب اوس کی ہر دعوے کی مخالف دکھائی دیتی ہے۔

جب مین نے عرض کیا کہ میری اپنی بڑی اور غیر منقطع پالیسی یہ ہے کہ روس کو قسطنطنیہ پر قابض نہ ہونے دیا جائے۔ تو بادشاہ نے جواب دیا "بیشک یہی پالیسی صحیح ہے۔ مگر تمہاری گورنمنٹ تو ہر فعل ایسا کر رہی ہے جس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہین ہو سکتا کہ روس قسطنطنیہ پر متصرف ہو جائے اور جلد ہو جائے۔ انگلستان اس پالیسی پر وقت ہاتھ سے نکلجانے کی بعد ضرور سخت متاسف ہوگا۔ انگلستان کو یونانیون کی مدد کرنا واجب ہی۔ جنوب مشرقی یورپ مین صرف وہی غیر سلیو نسل قوم ہین" اس کی جواب مین مینے عرض کیا میری یہ بھی خواہش و تمنا یہ ہے کہ لڑائی کافی الفور خاتمہ ہو جائے اور ترکی و یونان ایک دوسرے کی خون کے پیاسے رہنے کی بجائے دوست صادق ہو جاوین۔ مین بیشک ترکون کا بڑا بہیخواہ ہون مگر یونانیون کا بھی دشمن نہین۔ بادشاہ نے جواب دیا "چند برس ہوئے میری بھی یہی پالیسی تھی۔ مین ترکون کا ہرگز دشمن نہین ہون اوس وقت سلطان اعظم کو یہ ذہن نشین کرانے کی حتے الوسع کوشش کی تھی کہ ہم دونون کے لیئے رفیق صمیم ہو جانا اشد ضروری ہے۔ مگر اوس نے میری باتون پر کوئی توجہ نہ کی۔ سلطان روس کی مرضی و اجازت کے بغیر کچھ نہین کرنا چاہتے۔ اور روس کی بڑی خواہش یہی ہے کہ یونان کو پامال و ذلیل دیکھے۔ اب ترکی اور یونان دونون اس محاربہ سے اپنے آپ کو کمزور کر رہے ہین۔ اور اس سے روس اور سلیو اقوام کے ماسوائے اور کوئی فایدہ نہین اوٹھا سکیگا"

مینے بادشاہ کو بتایا۔ کہ یہی بعینہ میرے خیالات ہین مین مانتا ہون کہ چند معاملات کی متعلق انگریزی گورنمنٹ کی پالیسی مذبذب اور کمزور رہی ہے مگر وہ متعمدانہ یونان کی مخالف نہین۔ ترکی گورنمنٹ کو مقدونیہ پر محاربہ سے پہلے یونانی باغی بوزدقون کی حملہ آوری سے سخت نقصان پہنچا تھا۔

بادشاہ نے اس دلیل کو تسلیم کیا اور کہا "سلطان کو بیشک اشتعال پہونچا مگر ہم ان یورشون کو روک نہین سکتے تھے۔ یورش کرنے والی باقاعدہ سپاہی نہ تھی۔ تاکہ اون کو ذاتی تجربہ سے ایک دفعہ معلوم ہو جائے کہ لڑائی کیا چیز ہوتی ہے۔ یہ ضروری تھا کہ انکو روکا نہ جاتا۔ اب وہ کبھی یقیناً دوبارہ ایسا کرنے کی کوشش نہین کرینگے" مین اس جواب کو سنکر بمشکل مسکراہٹ کو ضبط کر سکا کیونکہ گورنمنٹ

کی ذمہ داری کی یہ بلا شبہہ عجیب توضیح تھی۔ اس بیہودہ صداقت جو شروع ہی سے ظاہر تھی۔ بخوبی واضح ہوگئی کہ زمانہ قدیم کیطرح اب بھی یونانی پالیسی کی عنان اہالی ایتھنز کے ہاتھ مین ہے۔ اور بادشاہ و وزرا سے لیکر ادنے ترین اہلکار تک سب عہدہ دار اس زود اشتعال، جاہل و احمق اور متلون مزاج مجمع کی بے تمیزی سے ڈرتے رہتے ہین۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ لڑائی فی الواقع مزید علاقہ کیلیئے رعایا کے شور و شغب کو بند کرانے کی وجہ سے یا فرضی ضرورت کو پورا کرنے کیلیئے چھیڑی گئی تھی۔ ایتھنز کے موجودہ باشندے ابھی ویسے ہی بیحد پرجوش اور متلون مزاج اور سرچشمہ شرارت و فساد ہین جیسے کہ دو ہزار برس ہوئے سپارٹا کی محاربون اور میلیقوس مقدونوی کی فوجکشی کی خطرہ عظیم کے وقت تھے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اوس وقت بھی اونھون نے ڈیماستھنیز کی نصیحتون کو گوز شتر سے زیادہ وقعت نہ دی تھی۔ ایتھنز کے یونانی باشندے ابھی ویسی ہی سودائی اور شرارت کے پتلے ہین جیسے کہ پندرہوین صدی مین قسطنطنیہ کے یونانی باشندے تھے جن کو اوس وقت بھی ہوش نہ آیا جب کہ ترکی توپین اون کی شہر کے دروازون پر گولے برسا رہی تھین۔

مندرجہ بالا ارشاد کے بعد بادشاہ نے بیان کیا: "کریٹ کی حالت ہمارے لیئے عجب خطرناک بن رہی ہے۔ اس وقت یونان مین پندرہ ہزار کریٹی پناہ گزین بے خانمان اور محض قلاش موجود ہین۔ مین ان بیکسون کی تکالیف و مصایب کو اور زیادہ نہین دیکھ سکتا۔ کریٹ مین ہمیشہ بغاوتین ہوتی رہتی ہین جن سے ہمین بہت تکلیف اوٹھانی پڑتی ہے۔ کریٹ کے متعلق کچھ نہ کچھ فیصلہ ہونا نہایت ضروری ہے۔" مین نے التماس کیا۔ کہ کریٹی عیسائیون نے بھی تو اپنے مسلمان بھائیون پر بے اندازہ ظلم کیئے ہین۔ اور وہ بیچارے یاس کے سب ساحلی قصبون مین پناہ گزین ہین۔ بادشاہ نے جواب دیا: "یہ تمام مصایب دول عظام کی غلطیون کا نتیجہ ہین۔ گزشتہ سنہ ۱۸۹۶ء مین دول نے جن سلطان نے جن اصلاحات منظور کی تھین وہ نہایت مناسب تھین۔ لیکن یونانیون کی توقع سے بدرجہا بڑھ کر تھین۔ اور اون کو اسقدر رعایتین ملنے کی مطلقًا امید نہ تھی۔ مگر دول کے باہمی اختلافات اور غلطیون سے اون کی تعمیل مین توقف پڑ گیا۔ اور فتنہ خوابیدہ پھر تازہ ہوگیا۔"[1]

---

[1] فرانس کے اخبار پیرس جرنل کے نامہ نگار مسٹر فرینکلین یوبین سے شاہ یونان نے حسب ذیل خیالات ظاہر کیئے:۔

"مجھکو آخری ساعت تک مصالحت آمیز فیصلہ کی امید تھی۔ ہز مجسٹی نے یہ بھی بیان کیا کہ مجھکو عام رائے کی مضطربانہ حالت سے کما حقہ واقفیت تھی۔ لیکن عاجلانہ کارروائی یا تحریک بہ مضر تھی جو لوگ ہم پر الزام ڈالنا چاہتے ہین۔ یہ وہ اشخاص نہین ہین جو امور سلطنت کے ذمہ دار اور جوابدہ ہین۔ ملک کا فرض مجھ پر یہ ہے کہ لڑائی سے بچنے کیلیئے ہر طور کوشش کرون۔ مین اون شخصون مین نہین ہون جو تلون طبع کی وجہ سے لڑائی مول لیتے ہین۔ مین نے بڑے صبر و قناعت کے ساتھ اس بات کی امید مین انتظار کیا کہ دول یورپ اپنی غلطیون کی اصلاح کرین گے۔ مین نے فوجون اور بیڑہ جہازات کو اوس مقام پر متعین کرنے مین ایک دن بھی ضائع نہین کیا۔ جہان سے وہ اپنی خاطر خواہ کارروائی کرسکین۔ ہمکو اس نازک حالت پر سخت حیرت ہوئی۔ جس کا پہلے سے کوئی وہم و گمان بھی نہ تھا۔ ہمارے بدترین غنیم کو بھی ایسے موزون حالات و اسباب کے جمع ہونیکا خیال بھی نہ ہوگا۔ مجھے اطمینان کلی ہے کہ آیندہ ہمکو اتفاق کے ذریعہ سے قوت حاصل ہوگی۔ اور ہمارا صبر تمام دنیا کی رائے کی ہمدردی حاصل کرے گا۔ اگرچہ سلاطین عظام ہمارے خلاف ہین۔ لیکن ہر شخص ہمارا ساتھ دینے کو آمادہ ہے (باقی دوسرے صفحہ پر۔)

(حشمت مآب کو غالباً اون پندرہ ہزار رائیفلوں اور کئی سو مفسدون کی روانگی کا واقعہ یاد نہین آیا ہوگا جو ۱۸۹۶ء کے آخری مہینوں مین یونان سی کریٹ بھیجے گئے تھے ورنہ سارا الزام دول عظام پر نہ لگاتے)

بعد ازان بادشاہ نے بہت ہی جوش کے ساتھ کہا کہ دول عظام خود جو چاہتی ہین کرتی ہین آسٹریا نے بوسینیا اور ہرزی گووینا بلیں حجت ہی قبضہ کرلیا کہ ہرزی گووینا مین چھوٹی سی بغاوت ہوئی تھی۔ روس نے بسریبیا۔ قارص اور باطوم لیلیا۔ انگلستان امن قایم کرنے مصر گیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۵) اور ہم اس بات پر جس قدر ناز کرین زیبا ہے۔

اس سوال کے جواب مین کہ یورپ کی اخبارات مین اب تک عداوت اور دشمنی پائی جاتی ہے۔ اور اصرار کے ساتھ اون کی خواہش ہے کہ یونان پر الزام لگائین شاہ نے کہا کہ ان نکتہ چینیوں کا کوئی اثر نہ پڑیگا۔ ہرچند یونان کے وسائل نہایت محدود ہین۔ لیکن یونانی قوم صرف انہین مخصوص پر بھروسہ کرسکتی ہے جنہون نے ترجیحات اور حالات کو روزمرہ دیکھا ہے۔ اور جو ہمارے ساتھ بغیر کسی طرفداری کے برتاؤ کرنے کو راستبازی سے آمادہ ہین۔ اونہون نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ یہ بھی بیان کیا۔ کیا ہم اس لڑائی کے جواب دہ ہین کیا ہمنے چھیڑ چھاڑ کی۔؟ ویک کی مقابلہ مین بہت کی مخالفت قابل غور ہے بہانہ بازی سے ہمارے اعتبار مین کوئی فرق نہین آتا۔ کیا ہم نے لڑائی کے چھیڑنے کی غرض سے اپنی فوج جزیرہ کریٹ مین اوتاری۔ جہان ہمارا اوُن فرض تھا کہ اپنے اون بھائیون کی جانون کو محفوظ رکھین جن کو ترک ہلاک کرتے تھے۔ درحالیکہ یورپ سلطان سی صلح کی گفتگو کر رہا تھا۔ اور کیا یہ بات سرحد تھیسلی پر تھی۔ جہان ہم سے آٹھ روز قبل ترکون نے بھی محفوظ فوج طلب کی تھی مجھکو معلوم ہے کہ سرحد پر کچھ حادثے گذر رہے تھے لیکن کیا ان چند بلوائیون کی نقل وحرکت اعلانِ جنگ کرنیکے کافی و واقعی وجہ قرار دیجاسکتی ہے۔ اوّل فرض یہ تھا کہ اون کو سرحد سے آنے کی اجازت نہ دیجاتی۔

شاہ نے ۱۸۹۷ء کی نقصان رسانی یونانی سرحد کا حوالہ دینے کے بعد جب ترکون کی باقاعدہ فوج نے انالیپس سے نہانہ پر حملہ کیا تھا مندرجہ ذیل غمناک حالات بیان کیئے:۔

"اونہون نے کہا اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم بیوجہ حملہ ہوا۔ اور درست رہنے یہ ہے کہ ہمپر حملہ کرنے کے لیئے حکم دیا گیا تھا یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ ہم ٹرکی سے جنگ نہین کرنے ہین جزیرہ کریٹ کے سبب سے ہم مین تفرقہ نہین ہوا۔ بلکہ اور سازشین ہین جو بعد کو کھلین گی۔ غرضکہ تمام دول عظام ہمارے مخالف ہین۔ اور چند تو مین تو کھلم کھلا ہماری مخالفت کر رہی ہین آپ کہین گے کہ یہ کیون۔ تو مین اس کی توضیح کرنیکے تیار نہین ہون یہ حال اگر وہ جنگ کرنیکے بیچین تھے۔ اور لڑائی نے ترویج کیا۔ تو یہ عدو مین اتفاق کا خلل ہے۔

مشکلات کریٹ کی خاص بحث پر شاہ جارج نے کہا مجھے اب تک کوئی دول یورپ کا حال معلوم نہین لیکن قومی قانون کے مطابق معاہدہ قایم نہین رہ سکتا۔ یورپین فوجین اوس مقام پر قیام کرنے کی وجہ سے دولت عثمانیہ کے اصول راستبازی کو شکست کررہی ہین حقیقت مین وہ ہمارے دشمنون کی مدد پر ہین۔ اور ہمارے مقابلہ کو تیار ہو رہی ہین یونان اور ترکون کا جھگڑا اگر طے ہو جائے تو پھر تمام مداخلت یکطرفہ عداوت کا ایک ذیل ہو جائے گی بدنصیبی سے اس نازک حالت نے ہم کو دکھا دیا ہے انٹرنیشنل قانون ایک بیکار سائنس ہے۔ ہز عالی نہاد مجسٹی نے دفعتاً لڑائی کے بھیجانے پر نہایت مشرح گفتگو کی۔

(باقی دوسرے صفحہ پر)

اور وہین جم گیا۔ مزید برآن قبرس پر بھی تصرف کر لیا۔ فرانس ریاست زیرین عذرات پر تونس مین داخل ہو کر اوسپر قابض ہو گیا حتی کہ بلگیریا کا شہزادہ ملک انگریزی قونصل کو ہمراہ لیئے اپنی مرضی سے مشرقی رومیلیا مین داخل ہو گیا۔ اور وہان کے ترکی گورنر کو کان سے پکڑ کر باہر نکالدیا۔ اور ملک پر تصرف کر لیا۔ لیکن اگر یونان ایسا کمزور غریب ملک اپنے ہم مذہب و ہم قوم کریٹیون کو فنا ہونے سے بچانیکی کوشش کرے تو فی الفور چھون طاقتین متفق ہو کر اوسکے گلو کا ہار ہو جاتی ہین "

ایسی زبردست دلیل کا بھلا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ اسے سن کر مجھے بے اختیار یہ ایک قدیم ضرب المثل یاد آ گئی "ایک آدمی تو گھوڑا پکڑا لیجائے۔ اور دوسرے کو باڑہ کے اوپر سے بھی نہ دیکھنے دیا جائے" پھر مینے بادشاہ کی خدمت مین عرض کیا کہ حالت بیشک نہایت قابل افسوس اور نازک ہے۔ مگر جب محاربہ ایک دفعہ شروع ہو گیا تو اب یہ بحث فضول ہے کہ وہ کسطرح اور کیون شروع ہوا۔ بلکہ میرا مدعا یہ ہے کہ جسطرح ہو سکے اس مخمصہ سے جلد خلاصی کرائی جائے۔ اور فریقین مین قابل اطمینان صلح ہو جائے۔ یہ کہکر مین نے تصفیہ صلح کے متعلق اپنی تجویز بادشاہ کو سنائی۔ اوس نے تجویز مذکور کو تقریبًا تمام و کمال پسند اور بعض حصون کو بہت ہی پسند کیا۔ اوسکا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

(۱) یونان ٹرکی کو اخراجات جنگ کے معاوضہ مین ایک معقول رقم جو کم از کم چالیس لاکھ پونڈ ہو۔ ادا کرے۔ اور اگر کریٹ یونان کو ملجائے۔ تو یہ رقم اوسکی آمدنی سے وصول کیجائے۔ بادشاہ نے جو اس تجویز سے بہت خوش ہوا۔ کہا اس معاملہ کے متعلق کوئی دقت غالبًا در پیش نہین آئے گی۔ اسپر مینے دریافت کیا۔ کیا یونان تھسلی کی سرحد کی ایسی درستی کو جس سے پہاڑی چوٹیان ترکون کو ملجائین منظور کریگا اس سے ترکی قلمرو پر یونانی باشی بزوقون یا دوسرون کی یورشون کا آئیندہ انسداد ہو جائیگا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ یونانی غالبًا اس درستی کو منظور نہین کرینگے۔ کیونکہ ایک تو اس سے تھسلی کی سلامتی ترکون کے رحم پر منحصر ہو جائے گی۔ دوسرے ایسا کرنا عہدنامہ برلن کے نقیض ہو گا۔

مین نے گذارش کیا۔ اس بات کا ذرہ بھر اندیشہ نہین ہو سکتا کہ ترک کبھی یونان پر حملہ کرین گے۔ چونکہ سلطنت عثمانیہ چوطرفہ دشمنون سے محیط ہے۔ سلطان اور اوسکی گورنمنٹ محاربے سے ڈرتے ہین۔

(۲) بشرطیکہ یونان مسلمان باشندون کی جان و مال کی حفاظت کے متعلق اطمینان بخش ضمانت دے۔ ٹرکی اب یا کچھ عرصہ بعد کریٹ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۶) - اونہون نے کہا یورپ کو بہت جلد یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ ہمکو لڑائی مین دخل دینے سے کوئی مسئلہ روک اور قید کا قایم نہ رہیگا۔ تم بہت جلد دیکھو گے کہ ہمارا بیڑہ جہازات ایک بہت بڑی کارروائی کیلیئے طلب کیا گیا ہے۔ کیا تھسلی اور ایپریس ہی تمام جنگی کارروائیان محدود رہین گی۔ ہم جانتے ہین کہ ہم اپنے پر بھروسہ کر سکتے ہین لیکن ہم اور ہتھیار رنج ہی فائدہ اوٹھا سکتے ہین جو ہم کو مفوض ہوئے ہین ہم مین کافی ہمت موجود ہے۔ اور ہم اپنے حقوق کا تحفظ بخوبی کر سکتے ہین۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم تمام دنیا کے مقابلہ مین تنہا ہین یہانتک کہ فرانس بھی ہم سے بالکل علیحدہ ہے۔ تم کہتے ہو کہ یورپ قبل اوس طوفان کو نمودار ہونے کے جسکا وہ بانی ہے ہٹ جائیگا۔ لیکن ہمکو بخوبی معلوم ہے کہ وہ ایک طولانی اور خونریز جنگ کیلیئے نہایت بیقرار ہے۔ اگرچہ بدقسمتی سے بہت دیر ہو گئی ہے لیکن ہمکو آئیندہ انصاف پر یقین رکھنا چاہیئے۔ کریٹ کے معاملہ مین حق اور انسانیت کے خلاف ایک بہت بڑا جرم سرزد ہوا ہے۔ اور اوسکی گوشمالی شروع ہو گئی ہے +

یونان کے حوالہ کرے۔ بادشاہ نے بلا تامل کہا۔ اس کا انتظام بہت اچھی طرح ہو سکتا ہے تھسیلی مین دیکھ لو یونانی گورنمنٹ وہان کے مسلمانون سے کیسا عمدہ برتاؤ کرتی ہے۔ (اس بیان کی صداقت مین مجھکو کوئی شبہ نہین) مین نے مشورہ دیا کہ اگر یہ تجویز منظور ہوجائے تو شاید یہ مناسب ہو کہ مسلمانون کو جزیرہ کے ایک کونہ مین یکجا آباد کر دیا جائے اور کچھ عرصہ کیلئے اونکی حفاظت کے واسطے کچھ یورپین فوج مامور رکھی جائے۔ بادشاہ نے کہا۔ اس کی کچھ ضرورت نہین ہوگی۔ مسلمانون کا جان و مال یونانی گورنمنٹ کے زیر سایہ بالکل محفوظ و مصئون ہوگا۔

(۳) ٹرکی اور یونان مین عام دوستانہ اتحاد ہوجائے۔ بالخصوص ایسی سلطنت کے برخلاف جو قسطنطنیہ پر حملہ آور ہو۔ بادشاہ نے کہا مین ہمیشہ ٹرکی سے دوستانہ اتحاد رکھنے کا خواہشمند رہا ہون مگر سردست اُس کدورت کیوجہ سے جو محاربہ کی بدولت پیدا ہوگئی ہے ایسا اتحاد بہ مشکل ہو سکیگا تاہم اس مسئلہ پر مین قطعی طور سے کچھ نہین کہہ سکتا۔ اس کا تصفیہ میرے وزراء پر منحصر ہے سب سے مقدم اور اہم یہ امر ہے کہ یونان کو حتی الامکان ذلت سے محفوظ رکھا جائے۔

مین نے ان تمام تجویزون کو پھر دوہرا کر بیان کیا۔ کہ سب سے بڑی مشکل یہ ہوگی کہ صلح کی شرائط کا تصفیہ کیونکر ہو۔ کیونکہ بعض دول عظام یونان کے مخالف ہین۔ اور روس کریٹ کا یونان کو دیا جانا یقینًا منظور نہین کریگا۔ بادشاہ نے اس سے اتفاق کیا۔ روسی مخاصمت کے متعلق بڑی سختی سے گفتگو کی۔ شاہ نے میری اس تجویز سے بھی اتفاق کیا کہ وہ براہ راست پرائیویٹ طور پر سلطان سے صلح کی شرائط کا تصفیہ کرے۔ اور پھر ان شرائط کو انگریزی گورنمنٹ کے روبرو پیش کرے۔ تاکہ اگر وہ نہین پسند کرے تو پھر انگلستان اونکو کل دول عظام کے روبرو اسطرح پیش کرے کہ گویا وہ خود اونکا مجوزہ ہے جب بادشاہ نے اس سے اتفاق کر لیا تو مینے کہا کہ اگر دول عظام بالخصوص روس اور جرمنی کی مخالفت کی توجہ سعی کو یقینًا موافق کر لیا جا سکیگا۔

بادشاہ نے کہا نہین جرمنی تو انکی بہت مخالف ہے اور اوس سے نپٹنا بہت مشکل ہوگا۔ مین نے عرض کیا۔ کہ جرمنی کو یونان سے کوئی ذاتی عناد نہین جرمن قیصر کو قانون بین الاقوام اور انصاف متمدنہ کی حرمت کا بہت پاس ہوتا ہے۔ یہ امر ٹرانسوال پر جمیسن کی یورش سے ظاہر ہوچکا ہے جسپر قیصر نے سخت خفگی کا اظہار کیا تھا قیصر ایسے معاملات مین نہایت سخت ہے وہ اصول کا پابند ہے۔ اور یہ ثابت ہوچکا ہے کہ وہ عمومًا درستی پر ہوتا ہے یہ ظاہر ہے کہ کریٹ پر واسوس کا حملہ بالکل ناجایز تھا۔ اور اسی سے قیصر ناراض ہوگیا۔ لیکن اگر واسوس اور اوسکی فوجکو واپس بلا لیا جائے اور سلطان جو کریٹ کا جایز بادشاہ ہے۔ شرائط صلح کو مان لے۔ تو جرمن قیصر باغلب وجوہ ان شرائط کو بلا تامل تسلیم کر لیگا۔ یہ فراموش نہ کیا جائے کہ بادشاہ یونان نے میری تجویز کو بحیثیت مجموعی پسند کیا تھا۔ یہ نہین کہ اوس کے جزو جزو سے علیحدہ علیحدہ اتفاق کیا تھا۔ پس یہ نتیجہ نکالنا درست نہ ہوگا کہ حشمت مآب نے بلا حصول کریٹ تاوان جنگ کی رقم کثیر ادا کرنا منظور کر لیا تھا۔ یہ رقم شرط سے مشروط تھی۔ بادشاہ کے لفظون سے یہ بھی پایا جاتا تھا کہ کریٹ کے ملجانے پر وہ تھسیلی کی سرحد کی درستی کو بھی منظور کرنیکے قایل ہو جائیگا۔ شرائط صلح کے متعلق جب گفتگو ختم ہوچکی تو مینے عرض کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ قسطنطنیہ جا کر سلطان المعظم کی خدمت مین حاضر ہون۔ اور دونون ملکون مین باعزت شرائط پر صلح کرا دینے کی حتی الامکان کوشش کرون۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ مین آپ کے خیالات سے سلطان کو آگاہ

کردون۔ بادشاہ نے جواب دیا "تمہین پوری اجازت ہی کہ سلطان یا جس کو چاہو میرے خیالات سی مطلع کر دو"

رخصت ہونیسی پہلے بادشاہ نی ایلیس سے اوس کے مشاہدہ و تجربہ کے متعلق کئی سوال کیئے۔ اور پھر کہا "مجھے امید ہے تم نے کسی یونانی کو ہلاک نہ کیا ہوگا" ایلیس نے اسکا نہایت متانت سی جواب دیا۔ اوسنے کہا "صاحب مین غیر مصاف کنندہ ہون" مجھے بعد مین سنا کہ یونانیون مین یہ عام چرچا تہا کہ ہم بطور خود کہین کہین لڑائی کرتے رہے تھی۔ چونکہ یونانیون کا یہ عام شعار رہا تھا کہ غیر مصافی بھی مشغول پیکار ہو جاتی تھے۔ اونہون نے ہمکو بھی اپنے ایسا قیاس کر لیا ہوگا۔ ایلیس کی جنیطبیر سی واتر فایر کرنیوالی کولٹ رائفل سی غالباً اس خیال کو اور تقویت ہوگئی ہو گی مگر یہ ظاہر ہے کہ وہ محض دکہانیکو تہا۔ اس رائفل کو جس یونانی نے دیکہا عش عش کر اوٹہا۔

جب تک مین بادشاہ سی باتین کرتا رہا حشمت مآب کا یاور ایلیس کو ترکی مظالم کی غضب انگیز داستانین سناتا رہا۔ مگر چونکہ اوسکا حقیقت حال سی بخوبی واقف تہا۔ اوسپر کچھ اثر نہ ہوا۔ بادشاہ کی باتون سے ہی نہین بلکہ جتنی یونانیون سے میری ملاقات ہوئی سب کی گفتگو سے یہ مترشح ہو رہا تھا کہ وہ روس کو سخت اشتباہ بلکہ نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہین۔ اس سی یہ ثابت ہوگیا کہ جن لوگون کی یہ رائے ہی کہ روس نے یونانی گورنمنٹ کو پہلے در پردہ اکسا کر پھر اپنا دامن کھینچ لیا۔ وہ کسیقدر ضرور درستی پر ہین۔ یونان کا ایسی زبردست دشمن سے یون جنگ سہیڑ لینا صریح دیوانگی تھی۔ اور عقل باور نہین کر سکتی کہ جب تک اوسی در پردہ کوئی زبردست تحریک نہ ملی ہو۔ وہ ایسا دیوانہ ہوگیا تہا کہ خود بخود کسی تحریک کی بغیر میدان جنگ مین کود پڑتا۔

# فصل بست و یکم (۲۱)

**قسطنطنیہ** ہم شاہ سے ملاقات کرنیکے بعد مین نے سلطان المعظم کی خدمت مین حاضر ہونے اور جلالت مآب کو شاہ کی خیالات و آراء سے مطلع کرنے کے لیئے سیدہا قسطنطنیہ جانیکا عزم کیا۔ ہم ایتہنز سے شنبہ کی سہ پہر کو ایک اطالین سٹیمر پہ قسطنطنیہ کو روانہ ہوئے۔ مہمان نواز مسٹر ایجرٹن[1] جب تک ہم اوس کی پاس رہے۔ کمال مہربانی سے پیش آیا۔ مسٹر تیوبین گو ورڈ اور مسٹر سیکسن بھی بہت شفقت سی پیش آتے رہے۔ ایلیا ہمارے ساتھ آیا اوسے سمجھا دیا گیا تہا کہ پائریس مین ترکی ٹوپی نہ پہنی۔ وہان کی باشندے بہت بیقابو ہو رہے ہین۔ چنانچہ اوسنے سفارتخانہ کی دربان سے چوڑی فرنگیانہ ٹوپی مستعار لے لی۔ اوسی وہ جب تک پہنے رہا بہت بےچین رہا۔ ایم رالبیس نے گو یہ کہا تہا کہ ایلیا ترکی ملازم ہونے کی وجہ سے جائز اسیر ہے مگر اوسنے اس معاملہ پر زیادہ زور نہ دیا اور ہماری سفارش قبول کرکے

[1] یہ اب سر ہین۔ پورا نام سر ای ایچ۔ ایجرٹن کے سی۔ بی ہے۔ اونکو تین ہزار پانسو پونڈ سالانہ تنخواہ ملتی ہے مسٹر گو ورڈ سفارت کی سکرٹری ہین انکی سالانہ تنخواہ پانسو پونڈ ہے مسٹر رکن نائب قونصل و ملو کی تنخواہ دو سو پونڈ سالانہ ہے۔

اوسے ہمارے ساتھ سفارتخانہ چلا آنے دیا جب وہ ایکدفعہ وہان پہونچگیا تو پھر اوسکے لیے کوئی خطرہ نرہ گیا۔ وہ دو دن ہمارے ساتھ سفارتخانہ میں رہا جہان اوسکی خوب خاطر تواضع کیگئی۔ اوسکا بیان تھا کہ مدت بھر مین اس سے پہلے ایسا آرام نصیب ہوا تھا یہی ہماری راے بھی کیونکہ سفیر کے باورچیخانہ کا انتظام اور تکلفات فوق الراقم تحایل تعریف تھے*

## بحیرۂ مجمع الجزائر

بحیرۂ مجمع الجزائر سٹیمر پر ہمین آسایش بخش کمرے ملے اور پھر مسافر تھوڑے سے تھے۔ آپکے ایک سمندر کے یونانی حصّہ سے باہر نکلتے ہی پھر اپنی وردی اور ٹوپی پہن لی۔ اور ایسا خوبصورت و بانکا جوان بن گیا کہ اطالین افسر اور اہل جہاز دیکھکر دنگ رہگئے غیر قومی بباس اوسے بالکل نہ سجتا تھا۔ وردی مین اوسکا قد پورا تین انچ زیادہ نظر آتا تھا۔ بیلگوت بحیرۂ مجمع الجزائر مین سفر بڑی کیفیت سے کٹا۔ جہاز کئی جزیروں کے پاس سے گذرا۔ یہ وہی جزیرے تھے جن کو فتح نہ کرنیکا الزام یونانی بیڑہ پر لگایا جارہا تھا جتنے جزیرے ہمنے دیکھے اونمین آبادی کی علامتین بہت کم دکھائی دین۔ بنابرین وہ فتح کی تکلیف اور دردسر کا کبھی کافی معاوضہ نہ ہوسکتے تھے۔ امالیس جہاز پر کورٹ رنیل سے چاندماری کرتا رہا جس مین جہاز کا کپتان اور افسر و رشی یونانی طلبا بھی شریک ہوے نشانہ سنگترون نیبؤن اور ڈبل روٹیون کو بنایا گیا۔ جو دھاگے سے پچاس گز کے فاصلہ پر و شنالہ کیطرف آویزان کیے گئے تھے جہاز کی حرکت و گردش کے باوجود چندنے حیرت انگیز قادر اندازی دکھائی سب سے بڑھکر ایک یونانی طالب علم جو لاریسہ گیا ہوا تھا اور امالیس رہنے انعام آلیس نے جیتا کل اطالین نے یکزبان ہوکر کہا کہ وہ بیشک نہایت قادر انداز ہے یونانی طالب علم بھی بہت اچھا رہا۔ وہ انگریزی اول سکتا تھا۔ اور قسطنطنیہ کے امریکن کالج موسومہ ... رابرٹ کالج کا تعلیمیافتہ تھا میرا خیال ہے وہ جہاد کیلیے تھیسلی گیا تھا مگر اپنے ہموطنون کو قابل ستایش نہ پانے کی وجہ سے اون سے متنفر ہوکر اب قسطنطنیہ کو واپس جارہا تھا*

## ڈارڈنیلز

ڈارڈنیلز ہم آتوار کی دوپہر کو پہونچے اور اس مشہور آبناے سے ہمارے جہاز نے باہستگی گذرنا شروع کیا۔ آبناے فی الحال نہایت استحکام کے ساتھ قلعبند اور محفوظ تھی۔ اور اوسکی دونون طرفون پر توپین ہی توپین نظر آتی تھین بہر اہم ناکہ پر بڑی بڑی کروپ توپین چڑہی ہوئی ہین۔ اور ایک سرے سے دوسرے تک تمام ڈھلوانون اور کنارون پر (مورچون کے) بیشمار نشانون مین سے چھوٹی چھوٹی توپین دکھائی دے رہی تھین میرے خیال مین اس تاریخی آبناے سے جو بحیرۂ مجمع الجزائر کو بحیرہ مارمورا سے ملاتی ہے۔ جبرًا گذرنا اور جنوب کیطرف سے قسطنطنیہ پہونچنا تقریبًا ناممکن ہے۔ ایک بلند مرتبہ انگریز مدبر نے جنوری ۱۸۹۷ء مین مجھ سے ذکر کیا تھا کہ اعلٰے انگریز بحری افسرون کی راے ہے کہ ڈارڈنیلز سے بالجبر گذرا جاسکتا ہے مگر جو بیڑہ ایسا کرنیکی کوشش کرے اوسکا نصف حصّہ ضرور اس کوشش مین ضایع ہوجائیگا میری راے مین بشرطیکہ ترک گولندازبالکل ہی نکمے نہ ہون۔ بارہ اول درجہ کے مصافی آہن پوشون مین سے چار جہاز بھی شاید ہی آبناے سے سلامت گذر سکین۔ انگلستان کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنیکی تجویز پر جسے سر فلپ کری نے ۱۸۹۶ء کے موسم خزان (ستمبر یا اکتوبر۔ و نومبر) مین پیش کیا تھا۔ عمل نہ کیا گیا۔ گو عمل کرگذرنے مین بہت تھوڑی سی ہی کسر رہگئی تھی*

## ترکی بیڑہ

ترکی بیڑہ کو یہان کل سفر مین اب پہلی مرتبہ ہمنے ترکی بیڑہ کا مشاہدہ کیا۔ وہ دو حصون مین ڈارڈنیلز کے اندر لنگر انداز تھا

ایک حصہ بمقام کوئتی اور دوسرا جو نسبتًا بڑا تھا چناق قلعہ کے سامنے کھڑا تھا - بیڑہ کو مصافی جہاز ہمارے بیڑہ کے جہازات ہر قلیس اور
پینچون کیطرح بہت پرانی طرز کے کلان و طویل جہاز تہے - اونکی زرہ اگرچہ تپلی - انجن کہنہ اور توپین تقریبًا متروک الاستعمال قسم کی تہین
تاہم اونکی شکل شباہت خاصی ہیبت اور وہ چست و چابک اور آراستہ معلوم ہوتی تہے - بہرحال ان جہازون مین ابھی تک کافی عمدہ مصالح و
مواد موجود ہے - فی الحقیقت دو میں برس پیشتر شائیت کا دآمد جہاز تہے - اگر اونکی مرمت کی جائے اور نئے انجن اور نئی توپین چڑہائی جائین
تو وہ اب بہی دوم درجہ کے خاصے مصافی جہاز بن سکتے ہین - انکے متعلق ہمین سب سے عجب چیز یہ دکھائی دی کہ اونپر ملاح اور بحری سپاہی بکثرت موجود
تہے - اونکی چستین پاکیزہ لباس فرس پوش آدمیون سے جنہین مستعدی کے ساتھ قواعد کرائی جا رہی تہی بہری ہوئی تہین - قسطنطنیہ مین
مجھے قابل مبصرون اور شاہدون نے یقین دلایا کہ ان کہنہ سالخوردہ اور تقریبًا بلا انجن آہنی پوشون کو گولڈن ہارن سے جو ہر وقت کشتیون
اور تجارتی جہازون سے برریز رہتی ہے اور نیز اوس تیز و تند دہارے سے جو مجلس لوکے گوشہ سے ٹکراتا ہوا گذرتا ہے - نکالنے وقت نہی حیرت انگیز
ملاحانہ قابلیت دکھائی گئی تہی - ان معمر و بزرگ پہلوانون کو بیس سالہ رحبت و آسایش کے بعد اپنی جگہ سے متحرک و منتقل کرنیکے لیئے کسی ٹگ
بوٹ " دکھینچنے والے جہاز) یا تجارتی سٹیمرون سے مدد نہ لیگئی - اور صرف ایک آہن پوش کا گولڈن ہارن کے " پل " سے گذرتے وقت اوس سے کچھہ
ذرا سا مس ہوا - اس واقعہ پر اخبارات کے سگ صفت نامہ نگاران متعینہ قسطنطنیہ نے خوب حاشیے چڑہائے - اور اپنی طبیعتون کی جولانیان دکہائین
ان بزرگوارون مین سے اکثر ترکون کا مضحکہ اڑانے کیلیئے کسی خفیف سی خفیف واقعہ کو بہانہ کو کبھی ہاتھ سے نہین جانے دیتے کیونکہ ان کو جرائد
مین ترکون کی فضیحت کی خبرین انگلستان والون کو بہت پسندیدہ و مرغوب ہین - ان نامہ نگارون کی یاوہ گوئیان قطع نظر کرکے اگر منصفانہ
دیکھا جاے - تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ترکی ملاحون نے ان کہنہ و نیم بوسیدہ قلعون کو کسیطرح کے حادثہ کے بغیر گولڈن ہارن سے باسلامت باہر
نکال لیجانے مین قابل تعریف اور حیرت انگیز کارگذاری دکہائی - ترک ہر زمانہ مین اسبات کا کامل ثبوت دے چکے ہین کہ عمدہ ملاح و جہازران ہونیکی
اونمین پوری قابلیت موجود ہے - نوارینو کی لڑائی مین وہ چار قومون کے ساتھ جن کے جہاز اونکے جہازون سے بدرجہا زیادہ تہے - ایسے لڑے کہ
کل دنیا اب تک مداح ہے - اکثر اہل جہاز اپنے جہازون کے ساتھ ہلاک ہو گئے - اور بھاگنے کا کسی نے نام نہ لیا - ۱۸۷۷ء مین ڈوبنے پر ترکی
اگن بوٹون نے بہت عمدہ کام دیا - اور اگر کبھی یونانیون سے بھی ترکون کا سمندر پر ایسی صورت مین مقابلہ ہوا - کہ دونون کا بیڑہ تقریبًا یکسان
ہو - تو اس مین کوئی کلام نہین کہ ترک ملاح ویسی ہی عمدہ کارگذاری دکھائین گے جیسی کہ اونکے رفیق بری سپاہیون نے تھسلی مین دکہائی ہے

**ملکہ مصار**

ہم قسطنطنیہ ۱۰ مئی دوشنبہ کی صبحکو لاریسا کو روانہ ہوئے سے پورے سات دن بعد پہونچے - یہ ہفتہ عجب سبق بخش اور
سانحہ خیز گذرا - اوس مین ہمین اتنا تجربہ ہوا - جو پہلے کئی برسون مین بھی نہ ہوا تہا - اس مئی کی صبحکو سمندر سے ہمین
قسطنطنیہ کا جو پہلا نظارہ ہوا - وہ غالبًا اس سے بڑہ کر دنیا مین کوئی نظارہ نہین ہو سکتا - سورج ابہی طلوع ہونا شروع ہی ہوا تہا - اور افق پر
روشنی کی سنہری خطوط نمودار ہو رہی ہی تہی - پرنکیپو کا خوشنما جزیرہ مع متعلقہ جزائر ہمارے دائین ہاتھ تہا - جزائر شہزادگان سے پرے اون کے
عقب مین ایشیائے کوچک کی نیلگون پہاڑیان اولمپس دکھائی دیتی تہی) اور اوسکی شاخین بروصہ کے اردگرد اور بحیرہ مارمورا کے شرقی ساحل پر

(۱) جزائر شہزادگان مین سب سے بڑا جزیرہ ہے مفصل حالات کے لیئے دیکھو کتاب قسطنطنیہ ۔

حاشیہ کیطرح پھیلی ہوئی ہین۔ ہمارے سامنے مینار و برج اور استنبول کی تمام مختلف الانواع فرحت بخش مکانات اور نظارے جن سے آنکھون کو جان فزا سرور پہنچتا ہے کہڑے تھے۔ باسفرس (بوغاز) نہایت ہی سیاہ تنگنائے کی شکل مین دکھائی دیرہی تھی۔ جس کے داہین ہاتھ سکودرا (اسکدار) کے درخشان بنگلے اور مکانات۔ سرسبز صنوبرون کے جھنڈ۔ اور ہمارے بہادر مقتولین (محاربہ کریمیا) کا قبرستان اور بائین ہاتھ استنبول اور پیرا (یک اوغلی) تہے۔ یہ وہ جگہہ ہے جہان یوروپ و ایشیا ملتے ہین۔ فوجی طاقت کے اظہار۔ تجارت اور پولٹیکل جبروت و نفوذ سیاسی کے لیئے دنیا بھر مین اس سے عمدہ کوئی موقعہ نہین قسطنطنیہ۔ ملکہ امصار۔ دو بر اعظمون کی کلید۔ اور وہ دربہا جس کے قبضہ کے لیئے اقوام عظیمہ صدیون تک جدوجہد کرتی رہی ہین۔ ہمارے سامنے تہا۔ اس بے نظیر نظارے کے حسن و جمال کی کیفیت بیان کرنیسے فی الحقیقت الفاظ قاصر ہین جس شخص نے اوسے دیکھا نہین۔ وہ اوسکی دلفریبی اور شان و شوکت کا کبھی عالم تصور مین اندازہ نہین کرسکتا۔ اور جنہون نے اوسے دیکھا ہے۔ وہ بآسانی سمجھہ سکتی ہین کہ کیون سلطنتین اس کے لیئے کٹی مرتی ہین۔ اور فاتح کے لیئے اوس کا قبضہ اور مغلوب کیلئے اوس کا کہو دینا کیا معنی رکھتا ہی جب ہم زیادہ قریب پہونچے تو ہمین عمارات کا سلسلہ جو لگاتار باسفرس سے سین سٹی فانو تک ساحل بحر کے کنارہ کنارہ چلا گیا ہے۔ بلور پور انظر آنے لگ گیا۔ پرانی دیو سار فصیلین جو بعالم شکستگی بھی عجب شاندار ہین۔ مشہور قلعہ ہفت برج۔ اور سلطان احمد کی لطیف و بے نظیر جامع مسجد اور اوس کے حیرت انگیز چھہ مینار جہاز سے صاف صاف نظر آرہے تہے۔ اس مسجد کا بیرونی نظارہ جامع آیا صوفیا سے بھی زیادہ مؤثر ہے آخر جہاز خود باسفرس مین داخل ہوگیا۔ اور استنبول کی مشرقی جہت۔ سر عسکریت۔ مساجد کے مینار و گنبدون اور لطیف و بے نظیر تعداد کو شک کی پاس سے جو عین ہمارے زیر نظر تہے گذرتا ہوا۔ آگے بڑہ گیا۔ باسفرس مین داخل ہوتے ہی یکبارگی اوس کا تمام جاہ و جلال ہمارے سامنے نمودار ہوگیا۔ سنگ مرمر کے محل جو دورویہ کنارہ آب تک بنے ہوئے ہین۔ یوروپ و ایشیا کی پہاڑیون کی ڈہلوانون پر خوشنما بنگلے و قلعی پیرا کی سر بفلک بلندیان اور غلاطہ کا مینار دیدبانی جو ان پہاڑیون سے بھی اوپر سر نکالے ہوئے ہی۔ یہ سب نظارے یکلخت آنکھون کے سامنے ہویدا ہوگئے تہوڑی دیر بعد گولڈن ہارن (خلیج) بھی دکھائی دینے لگ گئی۔ جو جہازون اور قایقون سے بھری ہوئی تہی۔ اور جس کا پل پیدل چلنے کی جگہہ دکھائی نہ دیتی تھی قایقین اور کشتیان جن مین اکثر برقع پوش مخدرات سوار تھین۔ اور پاکیزہ لباس ملاح اونکو چلارہے تہے ادہر ادہر ہر طرف تیز نگاہ کیطرح دوڑی جاتی تھین صرف اکیلے گوشہ محلسرا (سرائے بیرونی) کا نظارہ ہی ایسا جانفزا۔ دلفریب اور خوشگوار ہے کہ صنعت و قدرت کی مخلوط صناعی و کاریگری کے ایسے بہت کم نمونے چشم انسانی کو دیکھنے نصیب ہوسکتے ہین۔ گوشہ کے پیچھے اوسے پرانا محل اور اوسکی خوشنما عمارتین جو آپس مین خلط ملط ہین بتدریج اونچی چلی گئی ہین۔ اور اون کے پیچھے بیشمار گنبد مینار اور برج کہڑے ہین مین جانتا ہون کہ وہ احمق یا ناعاقبت اندیش انگریز جو اس بات پر رضامند ہین کہ مثبیک روس قسطنطنیہ پر قابض ہوجائے۔ ایک دفعہ اپنی آنکھون سے اس شہر کی خوبصورتی اور طبعی استحکام و محل وقوع کو دیکھہ لین پھر اونہین معلوم ہوجائیگا کہ فاتح سلطنت کی فوجی بحری و پولٹیکل طاقت مین اس کے قبضہ سے کیسا حیرت انگیز اضافہ یقیناً ہوسکتا ہے۔

## قسطنطنیہ کی قدر و منزلت

قسطنطنیہ کی بدرجہ غایت اہمیت اور اوس کے بے نظیر محل وقوع کی وجہ سے ٹرکی کی حیات و ممات کا مسئلہ کل یوروپ اور سب سے بڑہ کر انگلستان کے لیئے جو

ایک عظیم مشرقی سلطنت ہی نہایت ہی اہم اور گرانوزن ہے۔ انگلستان میں اس جاہلانہ اور پاگلانہ بکواس کی کچھ کمی نہیں رہی کہ ہم قسطنطنیہ
پر روس کو قبضہ کرنے دیں مشرقی مسئلہ کا تصفیہ اسطرح ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسی دیوانہ حرکت سے مسئلہ مذکور کا تصفیہ تو خاک نہیں ہوگا البتہ
روس کو ایک ناقابل تسخیر موقعہ اور بحیرہ روم اور کل مشرق کو زیر اور تابع فرمان بنانے کیلئے ایک نہایت ہی زبردست اور ناقابل اندفاع
آلہ مل جائیگا یہ پالیسی ویسی ہی احمقانہ ہوگی جیسی کہ زمانہ قدیم کی ڈنمارک کی مجلس وزراء کی تھی۔ اس سے دشمن کی آتش حرص کو اور تیز
کرنے اور روس کے مطالبات میں روزافزوں اضافہ کرانے کے سوا، اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

## قسطنطنیہ کی فوجی و بحری اہمیت

قسطنطنیہ دنیا بھر میں نہایت ہی اہم جنگی و تجارتی موقعہ۔ بلکہ مصر اور دو بڑے عظموں کی مفتاح ہے۔ جنگی و بحری حصن حصین کے لحاظ سے دنیا
میں اور کوئی موقعہ اوسکی ہمسری نہیں کرسکتا۔ روما کی تسخیر و زوال کے بعد مشرقی رومن سلطنت ایک ہزار برس تک صرف قسطنطنیہ کے
ناقابل تسخیر طبعی استحکام کی وجہ سے ہی قائم و زندہ رہی تھی۔ نپولین اعظم کا قول تھا کہ جس دولت عظیمہ کے پاس قسطنطنیہ ہو وہ کل دنیا کی مالک
ہوگی۔ اگر قسطنطنیہ اور آبنائے دونوں روس کے تصرف میں چلی جائیں۔ تو وہاں جتنی بڑی نیوی چاہے تیار کرسکیگا اور پھر جس وقت چاہیگا نکلکر
وہاں سے بحیرہ روم میں داخل ہوکر ہماری تجارت کو بحیرہ مذکور میں غارت کرسکیگا۔ اور مصر اور نہر سویز پر قابض ہوسکیگا۔ بحیرہ اسود میں تو صرف چھ روس کے
پانچ مصافی آہن پوش ہیں اگر وہ آبنائے باسفورس و ڈارڈنیلز سے گذر سکیں تو فرانس کے مصافی جہازوں سے جو بحیرہ روم میں موجود ہیں ملکر ابھی ہمارے بحری بیڑے سے جس میں بارہ مصافی آہنی
جہاز ہیں روس و فرانس کے بیڑے طاقت میں بہت بڑھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر روس قسطنطنیہ پر قابض ہوجائے اور وہاں دشمن کے حملوں
سے محفوظ و مصئون بیس مصافی آہن پوش جمع کرلے تو بتاؤ اوس وقت ہماری بحری طاقت کا کیا حشر ہوگا؟ باوجودیکہ قسطنطنیہ روس کے پاس
نہیں۔ روس نے اب بھی آئندہ دس سالوں میں اپنے بیڑہ کو بڑھانے کیلئے خطیر رقم خرچ کرنیکا فیصلہ کردیا ہے۔

مزید برآں ترکی دار الخلافہ کے قبضہ سے سلطنت عثمانیہ کی تمام فوجی طاقت جس میں دنیا بھر کے سپاہیوں سے زیادہ شجاع اور ثابت قدم
جانباز ہیں۔ روس کے تصرف میں چلی جائیگی۔ پھر جب روس کا اقتدار بحیرہ روم پر قائم ہوگیا۔ اوس نے اپنی فوج میں جو اب بھی بیشمار ہے ساڑھے سات
لاکھ عثمانیہ جوانمردان جانباز اضافہ کرلئے۔ اور مذہب اسلام کے مقتدا خلیفۃ المسلمین کو اپنے قابو میں کرلیا تو بتاؤ ہم ہندوستان پر کیا زیادہ
عرصہ قابض رہسکیں گے؟ ہندوستان میں چھ کروڑ سے زیادہ مسلمان ہیں جو ملکہ معظمہ کی رعایا میں شجاع ترین اور مضبوط ترین لوگ ہیں
اگر ہم قسطنطنیہ کو زار کے تصرف میں چلا جانے دیں تو بتاؤ ان مسلمانوں اور نیز امیر افغانستان پر کیا اثر پڑے گا۔ یہ جو کہم ایسی شدید اور اس
پالیسی کے خطرات ایسے یقینی اور ایسے مہیب ہیں کہ جاہلترین یا نہایت متعصب اذہان کے سواء اور کوئی شخص یہ صلاح کبھی نہیں دیسکتا
کہ روس کو قسطنطنیہ پر قابض ہوجانے دیا جائے۔

یہ سمجھ میں آنا مشکل ہے کہ کسطرح کوئی ذی وجاہت اور خوددار ممبر پارلیمنٹ اپنی جگہ پر کھڑا ہوکر ایکطرف تو یہ کہے کہ محض روسی گورنمنٹ
کی کارروائی کیوجہ سے ہم (یعنی انگلستان) ارمنوں کی حفاظت نہیں کرسکے۔ اور پھر دوسرے ہی لمحہ یہ کہے کہ ہم روس کو بحیرہ روم میں کوئی بندر
بطور رشوت پیش کرکے اوسے ایشیا میں داخل اور اوسپر متصرف ہونے کی ترغیب دیں۔ گو یہ اجتماع ضدین محال نظر آتا ہے اور عقل کبھی باور

نہین کر سکتی کہ ایک ہی انسان اسکا مرتکب ہو سکتا ہی لیکن ۱۸۹۶ء مین دار السلام مین ایسا واقع گذر چکا ہے۔ اوس زمانہ مین کئی انگلو ارمنی
محرکین اور برلن کنفرسٹ ٹرتی کو لوگ ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ پر دیوانہ وار بیحد زور ڈال رہے تھے کہ روس کو نیم ارمنی صوبجات پر قابض
ہو کر اونکا انتظام کرنے کی دعوت کیجائے یعنی بالفاظ دیگر وہ اس بات کی تاکید کر رہے تھے کہ انگلستان اوسی ظالم وجابر سلطنت کو جو عرصہ
دراز سے باستقلال ٹرکی مین موثر صلاحات کی ترویج کی مزاحمت کرتی رہی ہے بعینہ اوسی کام کی تکمیل کی دعوت کرے جسکی تعمیل مین
وہ اب تک نہایت کامیابی کے ساتھ مزاحم ہوتی رہی ہے۔ ہمارے انگلو ارمنی مجنون عملی طور پر گویا روس کو اون تمام تو تعنون کے صلہ مین
جن کا وہ باعث ہوا ہے! اور جان و مال کے اون نقصانات کے انعام مین جو اوسکی رکاوٹون سے وقوع مین آئے ٹرکی کے نیم ارمنی صوبجات
دلانیکے خواہان تھے۔ کیا کبھی ایسا اتصاد نہین بلکہ ریاکاری پہلے بھی کبھی کسی نے دیکھی یا سُنی ہے؟

## دوسرا حصہ تمام ہوا۔

مطبوعہ مطبع روز بازار (جنرل لائبرس ایجنسی) امرتسر

# فہرست تالیفات مولوی محمد انشاء اللہ صاحب متعلقہ سلطنت عثمانیہ و دیگر کتب موجودہ حمیدیہ ایجنسی امرتسر

(۱) **بست سالہ عہد حکومت** } خلیفۃ المسلمین اعلیحضرت سلطان عبدالحمید خان ثانی الغازی خلد اللہ ملکہ جسمیں شہنشاہ روم کی عہد حکومت کی بست سالہ حالات بڑی وضاحت اور عمدگی سے درج کیئے گئے ہیں۔ یہہ کتاب بوجہہ عام پسند اور دلچسپ ہونے کی کئی دفعہ چھپکر ہاتھوں ہاتھہ فروخت ہوچکی ہے۔ اردو زبان کی کتابوں میں اس بات کا فخر صرف یہی کتاب کرسکتی ہے کہ اسے خلیفۃ المسلمین کے ملاحظہ ہمایوں سے گذرنے کی سعادت اور نیز یہہ شرف حاصل ہوا کہ ذات قدسی صفات حضرت شہنشاہی نے اسکا ترکی میں ترجمہ کیئے جانے کا ایما فرمایا۔ حجم چہہ سو صفحہ طبع چہارم قیمت فیجلد ڈہائی روپیہ (عہ؍)

(۲) **مفروضہ مظالم آرمینیا** } اسمیں عالی دماغ اور فاضل مؤلف نے معاملات متعلقہ ٹرکی اور مسئلہ آرمینیا کو مختلف پہلوؤں بدلایل شائستہ و براہین بایستہ بحث کی ہے۔ تمام صاحبان نے جنہوں نے اس کتاب کے مضامین کو پڑھا ہے نہایت زور سے اس کتاب کے جامع اور بسیط ہونے کی تعریف کی ہے۔ اردو زبان میں ایسی جامع کتاب جو روم اور مسیحی یورپ کے تعلقات کے متعلق حالات سے کامل آگاہی دے سکے۔ ابتک کہیں تالیف نہیں ہوئی۔ عہد نامہ سینٹسٹیفانو۔ خطوط نپولین بونا پارٹ۔ تقریر گلیڈسٹون کے علاوہ خلافت مآب کی تصویر بھی لگئی ہے یہہ فخر اسی کتاب کو حاصل ہے کہ مسئلہ آرمینیا کے تصفیہ کے متعلق جو قیاس ۱۸۹۵ء میں اس کتاب میں ظاہر کیئے گئے تھے وہ بالکل درست ثابت ہوئے۔ قیمت ایک روپیہ . . . . . . . . . . (عـه؍)

(۳) **ایضاً بزبان انگریزی** قیمت چھہ آنہ . . . . . . . . . (۶؍)

(۴) **واقعات روم**۔ یہہ کتاب ایک ایماندار امریکن انگریز کی تصنیف ہے۔ جسکو مولوی محمد انشاء اللہ صاحب صاحب نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب میں مجملاً وہ تمام ترقیاں درج ہیں جو موجودہ سلطان کی عہد میں ہوئی ہیں اسمیں لایق مصنف نے کوئی صیغہ بغیر ذکر کیئے نہیں چھوڑا۔ ریلوے کے حال سے شروع کیا ہے اور تمام ضروری محکموں کی کیفیت نہایت وضاحت سے سمجھائی ہے۔ اسمیں فاضل مترجم کی نوٹ اصل کتاب کے لطف کو دوبالا کیئے دیتے ہیں اس کتاب کو غور سے پڑھنے والا ایسا محو ہوجاتا ہے کہ گویا خود ٹرکی میں بیٹھا ہوا ہر صیغہ اور محکمہ کی پڑتال کر رہا ہے قیمت بارہ آنہ (۱۲؍)

(۵) **ٹرکی کی موجودہ حالت اور اُسکی باجگذار ریاستیں**۔ اس رسالہ میں ٹرکی۔ مصر معہ نہر سویز تیونس۔ بلغاریہ۔ بوسینیا۔ ہرزیگوینا۔ ساموس اور قبرس کے تمدن تجارت بری و بحری طاقت۔ تعلیم ریلوے قرضجات قومی صنعت و حرفت۔ زراعت۔ مردم شماری۔ رقبہ طرز و آئین حکومت اور موجودہ پولیٹکل حالت پر بحث کیگئی ہے نہایت جامع کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔ (عـه؍)

(۶) **تاریخ خاندان عثمانیہ**۔ اس کتاب میں صرف خاندان عثمانیہ کے حالات پر ہی کفایت نہیں کیگئی بلکہ ضمناً کئی دیگر اسلامی سلطنتوں کی تنزل و بربادی کے واقعات اور اسباب اور یورپین پالیسی اور مشرقی مسئلہ پر بھی مفصل بحث کرنے کے ساتھہ ہی ان ضروری اوصاف اور خوبیوں کی توضیح کی گئی ہے جنکے بغیر کوئی قوم مقتدر اور زندہ قوم نہیں رہ سکتی۔ یقین ہے کہ تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنے اور دول یورپ اور اسلامی طاقتوں کے موجودہ

و سابقہ تعلقات کے اسرار کو معلوم کرنے کے شائقین اس بسیط کتاب کا مطالعہ فایدہ سے خالی نہیں پائینگے۔ آجتک اردو میں کوئی ایسی کتاب شایع نہیں ہوئی تھی جسمیں مسلمانوں کی اس واحد مقتدر سلطنت کے حالات جو کئی صدیوں سے اسلام کی پولیٹیکل طاقت کو قائم رکھنے کا کام دے رہی ہے۔ ایسی شرح و بسط سے جدید تاریخی اصول پر لکھے گئے ہوں۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اول میں ابتدائے خاندان سے سلطان محمد چہارم کے عہد تک کے حالات ہیں قیمت (عا) اور دوسری جلد میں سلطان سلیمان ثانی ۱۶۸۷ء سے لیکر جلالتمآب سلطان عبدالحمید خاں ثانی شہنشاہ حال کی تخت نشینی تک کے مفصل حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ جسکی قیمت (عہ) ہے۔ ہر دو حصہ (لعہ) ہے۔

۷ **محاربات پلیونا**۔ یہ کتاب ایک انگریز نوجوان نے جو ۱۸۷۷ء میں سترہ برس کی عمر میں بطور والینٹر عساکر عثمانیہ میں داخل ہو کر غازی **عثمان پاشا** شیر پلیونا کے قیامت تک یاد رہنے والے قیامت خیز معرکوں میں شریک رہا تھا۔ ۱۸۹۵ء میں بزبان انگریزی تحریر کی تھی۔ اس کتاب کا ترجمہ ابنائے ملک کو ان معرکوں کے مفصل حالات سے آگاہ کرنے کے لیئے اردو زبان میں کیا گیا ہے۔ اور حسب ضرورت جابجا حواشی بھی شامل کر دئے گئے ہیں۔ مزید براں پلیونا کے چاروں محاربوں کے رنگین نقشے بھی دیدئے ہیں۔ فوجی اصحاب کو اس کتاب کا مطالعہ اپنے پروفیشن اور فوجی علوم و فنون میں کامل مہارت حاصل کرنے کے لیئے نہایت مفید ثابت ہو گا۔ چنانچہ انگریزی کتاب کو اس لحاظ سے تمام فوجی مبصرین نے قابل سند قرار دیا ہے اور یہی رائے چند دن ہوئے اخبار پائونیر نے ظاہر کی تھی۔ عام شائقین کو بھی اسکے مطالعہ سے جدال و قتال اور فن معرکہ آرائی کے موجودہ اصول و قواعد اور طریق مدافعت و فوجکشی وغیرہ کے متعلق عام واقفیت ہو جائیگی جو انہیں محاربہ کے حالات سمجھنے میں بہت مدد دیگی۔ محاربات تھسلی کی نسبت بھی جو تاریخی لحاظ سے نہایت دلچسپ معلومات دینے کے علاوہ ایک اعلے پایہ کے جرمن فوجی افسر کی تحریر پر بھی مشتمل ہے۔ یہ ریمارک بالکل صادق آتا ہے۔ کتاب کے تین حصے ہیں قیمت فی حصہ (عمر)

**(۸) محاربات تھسلی** } مکمل تاریخ جنگ روم و یونان۔ جسمیں ایک جرمن سٹاف افسر کی تاریخ کارزار روم و یونان اور ترکوں کے مشہور خیر خواہ اور صادق دوست سر ایشمیڈ بارٹلٹ صاحب ممبر پارلیمنٹ انگلستان کی کتاب معرکہ ہائے تھسلی کا پورا ترجمہ دینے کے علاوہ مولف نے جابجا اپنی ذاتی واقفیت سے حواشی اور ضمیمے ایزاد کر دیئے ہیں اور کئی اور مضمون بھی جو محاربات سے متعلق تھے۔ شرح و بسط کے ساتھ شامل کر دئے گئے ہیں۔ مضمون ایسا مسلسل اور سلیس ہے کہ پڑھنے والا میدان جنگ کا سماں دیکھ رہا ہے۔ ترکی پاشاؤں اور جلیل القدر افسروں کی تصویریں اور متعدد نقشے بھی کتاب میں درج کر دی گئے ہیں۔ ۱۸۹۸ء کی محاربات سوڈان و مصر اور ۱۸۹۷ء کی سرحدی محاربات تیراہ و مہمند وغیرہ کا حال بھی ضمناً لکھا گیا ہے۔ حجم ایک ہزار صفحہ۔ کتاب کے تین حصہ ہیں۔ قیمت فی حصہ (عہ ۱۲)

**(۹) حالات استنبول و قسطنطنیہ** } اس کتاب میں اسلامی دارالخلافہ کی گذشتہ تاریخ دینے کے بعد شہر کی موجودہ کیفیت۔ وہاں کی پبلک عمارات اور شاہی محلات دلفریب سینیری اور مناظر اور ترکوں کی موجودہ طرز معاشرت اور خلقی اوصاف اور سلطان المعظم کے شاہانہ دربار اور محاسن حمیدہ و علم پروری۔ خوش اخلاقی۔ مہمان نوازی وغیرہ اوصاف جمیلہ کا بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے اور ضمناً آرمینیا کی



سراج منیر ترجمہ اردو تفسیر کبیر مولفہ مولانا فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ۔ دنیا بھر میں جامع تصنیف ہے۔ پارہ اول کی تفسیر بڑی تقطیع حجم پونے چھ سو صفحہ قیمت (للعہ) - حمایل شریف مترجم (عا) مجلد - ترجمہ تاریخ ابن خلدون اعہ فی حصہ (عمر)
یتیم حکیم (۴) - سوانح قیس مجنون (۴) - سوانح عمری سلطان صلاح الدین (عمر)

طبعی خباثت بھی واضح کردیگئی ہے۔ اس کتاب میں انگلستان کے مشہور سیاح اور مورخ مسٹر مورین کرافورڈ اور لیڈی سیکسمار صاحبہ کی کتابوں کا ترجمہ دینے کے علاوہ گبن اینڈ منڈ اوسرایڈورڈ کریسی اور دیگر مستند یورپین و ترکی مورخین کی کتابوں سے مدد لیگئی ہے قیمت ایک روپیہ . . . . . . . . . (عـہ ۱)

(۱۰) **ترکوں کی موجودہ ترقیات اور اسلامی دنیا کا فوٹو** } اس کتاب کا مضمون اسکے نام سے ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ دور استی پسند و صداقت شعار انگریز سیاحین اور حافظ عبد الرحمٰن و دیگر اسلامی سیاحوں اور خود مؤلف کی مختلف تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اسمیں اُن مزید ملکی و انتظامی اصلاحوں اور ترقیوں اور آثر و محاسن حمیدیہ کی توضیح کرنے کے ساتھ ہی جنکا مندرجہ بالا کتاب میں ذکر نہیں ہوا۔ اُن ترقیوں کو بالخصوص بیان کیا گیا ہے۔ جو عثمانیہ ترک من حیث القوم کر رہے ہیں۔ مسٹر وٹ مین نے ترکوں کا سچا فوٹو دیکر اُنکے اوصاف جمیلہ کا منصفانہ اعتراف کیا ہے۔ اور بدلایل قطعی ثابت کر دیا ہے کہ مفسدہ آرمینیا کو متعلق یورپین مفتریوں کے بہتان محض بے بنیاد ہیں پھر اسکے واقعی حالات بتا کر ذاتی تجربہ کی بنا پر لکھا ہے کہ اکثر ترکی عہدہ دار نہایت باخبر اور قابل ہیں اور کہ ترک معقول ترقی کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں مارشل شاکر پاشا مرحوم کے مضامین دربارہ بغداد ریلوے اور دیگر مضامین بھی درج کیے گئے ہیں مسٹر کولمان نے سلطنت کے تقریباً تمام عجائبات قدیمہ کی پُرانی تاریخ اور موجودہ حالت بیان کرنیکے بعد تجارت۔ صنعت۔ علم و فن۔ زراعت الغرض لوازمات تمدن و شائستگی کے ہر شعبہ اور صیغہ میں ملک کی قابل تعریف مسلسل ترقی کا ایسے دلچسپ پیرایہ میں ذکر کیا ہے کہ گویا پڑھنے والا ملک میں موجود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہے اور خود ان صنعتوں وغیرہ کی ایسی عمدہ توضیح کی ہے کہ از دیاد علم اور دماغی تفریح کے علاوہ اسکا مطالعہ عملی فائدہ سے بھی خالی نہیں۔ ان دونوں مصنفوں کی کتابوں کا ترجمہ مع حواشی متعددہ دینے کے ساتھ اس کتاب میں چین۔ مجمع الجزائر۔ حجاز۔ نجد۔ ایران۔ افریقہ کے مختلف حصص الغرض دنیا کے کُل ممالک کے مسلمانوں کی موجودہ حالت اور گذشتہ مجمل تاریخ دیدیگئی ہے۔ جس سے وہ فی الواقع مرقع اسلام کہلانے کی مستحق ہوگئی ہے۔ مزید براں تعلیمی مسئلہ ممالک غیر میں نوآبادیاں و تجارتی سلسلہ قایم کرنے اور قوم کی ترقی کے دیگر وسائل [illegible] پر سر سید مرحوم اور کئی فاضل ترکوں کی آرا درج کرکے جامع بحث کیگئی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ تاریخی جغرافی صنعتی تجارتی و قومی ہر لحاظ سے نہایت مفید ثابت ہوگا۔ ان جملہ مضامین پر حاوی ہونے کے سوا وہ ۱۸۹۷ء سے ۱۹۰۰ء تک تین برسوں کی مکمل تاریخ اسلامی دنیا بالخصوص سلطنت عثمانیہ کی ہے۔ اسمیں کئی نواحات اور سلطنت عثمانیہ کے چند سربرآوردہ زندہ و فوت شدہ مدبرین اور اعیان دولت کی تصویریں بھی دیدیگئی ہیں۔ ان خوبیوں اور ضخامت کتاب کے مقابلہ پر قیمت صرف . . . . . . . . . . . [illegible] ہے۔

(۱۱) **تاریخ مراکو** } اس کتاب میں اسلامی دنیا کے مغربی حصہ جسکے متعلق ابتک اردو میں کوئی کتاب موجود نہیں ہے ابتدائی زمانہ سے لیکر اسوقت تک کی مسلسل و مفصل تاریخ کے علاوہ موجودہ پولیٹکل تمدنی اور ملکی اور جغرافی کیفیت مشرح درج کیگئی ہے۔ اور ساتھ ہی تمام عرب و یورپین مورخین اور انکی تصنیفات کی جامع فہرست مع مختصر سوانح عمریوں کے اضافہ کیگئی ہے۔ تین حصوں میں قیمت فی حصہ ایک روپیہ ایک آنہ (عـہ ۱)

(۱۲) **فیوچر آف اسلام** } (یعنی اسلام کی آیندہ حالت) یہ کتاب انگلستان کے مشہور ادیب مسٹر ولفرڈ بلنٹ نے جو اکثر بلاد اسلامی و ہندوستان کی سیاحت کیچکے ہیں اور برسوں سے باستقلال مصر میں رہتے [illegible] ہیں تحریر کی ہے اسکا

مضمون اسکے نام ہی ظاہر ہو رہا ہے۔ اسکا مطالعہ مسلمانوں کیلئے بیحد فایدہ بخش ہو سکتا ہے مصنف کو بعض بعض قابل اعتراض خیالات و آرائے کی مناسب تردید کردیگئی ہے۔ قیمت دو روپیہ (عـہ) انگریزی میں اسکی قیمت سات روپیہ ہے۔

## ترکی زبان سیکھنے کی کتاب

جسکے مطالعہ سے وہ شخص جو تھوڑی بہت لیاقت عربی میں رکھتا ہو ترکی زبان تھوڑی عرصہ میں سیکھ سکتا ہو۔ مطبوعہ استنبول قیمت ـــہ

**خاص رعایت** مندرجہ بالا کتب کی خریداری پر تجار اور دینی طلبا سے خاص رعایت ہوگی۔ محصول ڈاک خرچ وی پی بذمہ خریدار جواب کے لیئے آدہ آنہ کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ بھیجا جائے۔

## حمیدیہ ایجنسی

امرتسر اور پنجاب کی مصنوعات و پیداوار از قسم پشمینہ ریشمی پارچات۔ قالین ریشمی ازار بند زیورات طلائی و نقرئی۔ پتھر اور ہاتھی دانت کے کھلونے چاء سبز و سیاہ۔ ادویہ مفردہ و مرکبہ انگریزی یونانی و ہندی بھیج سکتی اور بلاد مصر و روم سے ہر قسم کی کتاب۔ مطلا قرآن شریف مالیتی ـــہ و دلائل الخیرات مطلا قیمتی ـــہ مطلا قطعات قیمتی فی عدد ایک روپیہ اور دیگر اشیاء ترکی ٹوپیاں وغیرہ منگوا سکتی ہے اور یہاں سے بالتصویر و خوشخط پرانی قلمی کتابوں کی فروخت کا انتظام کرسکتی ہے ان تمام فرمایشوں کی تعمیل میں ہر طرح کی مستعدی خوش معاملگی اور احتیاط برتی جائیگی۔ جو خریداروں کی خوشنودی کا باعث ہوگی۔ کتابوں کے علاوہ دیگر فرمایشات کیواسطے کم از کم اشیاء مطلوبہ کی تخمینی قیمت کا پانچواں حصہ پیشگی وصول ہونا ضروری ہے۔ ایجنسی ان فرمایشات پر انکی نوعیت کے لحاظ سے ایک آنہ سے لیکر دو آنہ تک فی روپیہ کمیشن چارج کریگی۔ جملہ فرمایشیں خوشخط لکھے ہوئے پتہ پر ہوں۔

## دیگر مصنفین کی عمدہ کتابیں

**کتاب الصرف عربی** جسمیں عربی صرف کے مسایل بطرز جدید بیان کیئے گئے ہیں (ـــہ)

**کتاب النحو** اردو کے ذریعہ عربی نحو کے مطالب پر آسانی قادر ہو سکنے کا عمدہ ذریعہ قیمت ـــہ

**آیات اللہ الکاملہ** ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مرحوم و مغفور قیمت ڈھائی روپیہ (ـــہ)

**تذکرۃ الاولیاء اردو** ایک سو کے قریب ولیوں کے تذکرات زندگی اور انکے مؤثر اقوال (ـــہ)

**کشف المحجوب اردو** ۵۶۰ صفحہ کی کتاب تصنیف جناب شیخ مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المشہور بداتا گنج بخش قابل ملاحظہ ترجمہ (ـــہ)

**تائید المحمد والقرآن** ترجمہ اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن مصنفہ جان ڈیون پورٹ صاحب۔ (ـــہ)

**الصدیق** حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی زندگی کے حالات تاریخی طور پر ابتداء سے زمانہ وفات تک (ـــہ)

**الفاروق** یعنی حضرت عمر رضہ کی مفصل سوانحعمری مصنفہ شمس العلما مولانا شبلی نعمانی مجلد (ـــہ) غیر مجلد (ـــہ)

**المرتضیٰ** حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حالات تاریخی طور پر ابتدائے پیدایش سے زمانہ شہادت تک قیمت (ـــہ)

**سیرۃ الفاروق** حضرت عمر فاروق رضہ کی مفصل سوانحعمری مولفہ مولوی سراج الدین احمد صاحب ایڈیٹر اخبار چودہویں صدی (ـــہ)

**سیرۃ النعمان** یعنی امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی سوانحعمری مولفہ مولانا شبلی نعمانی (ـــہ)

**المامون** خلیفہ مامون رشید عباسی کے علمی و عملی ترقیوں کے حالات (ـــہ)

**الہارون** خلیفہ ہارون رشید کی سوانحعمری اور دیگر حالات (ـــہ)

**حیات صلاح الدین** یعنی سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کی سوانحعمری اور جنگہائے صلیبی کی دلچسپ تاریخ (ـــہ)

**اورنگ زیب** اسمیں اورنگ زیب کی اصلی عادات اور مزاج و اطوار کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے دیگر تاریخی حالات ...